بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وشفیع المذنبین سیدنا مولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ٭

کتاب النکاح

کتاب النکاح لیس لنا عبادۃ شرعت من عہد آدم علیہ السلام الی الآن تستمر فی الجنۃ الا النکاح والایمان یہ کتاب ہے مسائل نکاح مین نہین کوئی ایسی عبادت ہم مسلمانون کے واسطے جو شروع رہی ہو زمان آدم علیہ السلام سے اتبک پھر بہشت مین دائمی رہے بجز نکاح اور ایمان کے یعنی نکاح اور ایمان دائمی عبادت ہین انہین نسخ کو گنجایش نہین نکاح کو بعد حج کے اسواسطے بیان کیا کہ دونون مین مال کی حاجت ہے ہو عند الفقہاء عقد تفید ملک المتعۃ ای حل استمتاع الرجل من امراۃ لم یمنع من نکاحہا مانع شرعی فخرج الذکر والخنثی المشکل لجواز ذکوریتہ والوثنیۃ والمحارم والجنیۃ والنسان الماء لاختلاف الجنس واجاز الحسن نکاح الجنیۃ بالشہود قنیۃ نکاح نزدیک فقہاء کے عقد مخصوص کا نام ہے یعنی ایسی بندش ایجاب اور قبول کی جو مفید ہو ملک تمتع کی یعنے حلال ہو نفع لینا مرد کا اُس عورت سے کہ نہین روکتا اُسکے نکاح کو مانع شرعی جیسے ذی رحم محرم ہونا یا مشرک ہونا یا ناجنس ہونا عورت کی قید سے مرد اور خنثی مشکل جسکا مرد یا عورت ہونا ہنوز ثابت نہین نکلگیا کہ شاید وہ مرد ہو اور مانع شرعی کی قید سے مشرکہ بت پرست اور محارم عورتین نکل گئین اور جنی عورت اور دریائی انسان بھی نکل گیا کہ جنس کا اختلاف ہے اور جائز رکھا ہے حسن بصری نے نکاح جنیہ کا گواہون سے کذا فی القنیہ قصداً خرج ما یفید الحل ضمناً کشراء الامۃ للتسری یعنی بالقصد تمتع کا فائدہ بخشنے اُسکا نام نکاح ہے نکل گیا اس قید سے جو مفید ہو حلت کا ضمناً جیسے خرید کرنا لونڈی کا حرم بنانے کیواسطے یعنی وطی کے لیے تو یہان اگرچہ بہ نیت وطی کے خرید ہوئی لیکن خرید سے مقصود اصلی ملکیت ہے اور قربت کرنا ضمناً ثابت ہے تو اس حلت ضمنی کا شرع مین نکاح نام نہین و عند اہل الاصول واللغۃ حقیقۃ فی الوطی مجاز فی العقد فحیث جاء فی الکتاب والسنۃ مجرداً عن القرائن یراد الوطی کما فی ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم فتحرم مزنیۃ الاب علی الابن بخلاف حتی تنکح زوجاً غیرہ لاسنادہ الیہا والمقصود منہا العقد لا الوطی الا مجازاً اور نکاح نزدیک علماء اصول اور لغت عربی کے حقیقت ہے یعنے جماع مین اور مجاز ہے عقد مین تو جہان آوے لفظ نکاح کا قرآن اور حدیث مین خالی قرائن سے تو وہان جماع مراد ہوگا یعنی اسواسطے کہ حقیقت مقدم ہے مجاز پر جیسا کہ اس آیت شریف مین ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم یعنی نہ جماع کرو تم جنکو تمہارے باپون نے جماع کیا جماع

عام ہی حلال ہو یا حرام تو جس سے باپ نے زنا کیا وہ بیٹے پر حرام ٹھہری بخلاف اس آیت کے کہ حتی تنکح زوجاً غیرہ یعنی عورت مطلقہ ثلاثہ شوہر اول کو
حلال نہین تاوقتیکہ وہ نکاح کرے شوہر سے جو غیر ہی اول شوہر کا اس آیت مین نکاح سے جماع مراد نہین بسبب نسبت کرنے نکاح کے طرف عورت کے
یعنی اسناد نکاح کی عورت کی طرف یہ قرینہ ہی کہ یہان معنی حقیقی مراد نہین اسواسطے کہ جماع کرنا عورت سے متصور نہین کیونکہ عورت مفعول ہی نہ فاعل اور ممکن اس
سے عقد ہی نہ جماع کرنا مگر باعتبار مجاز کے کوئی شبہہ نہ کرے کہ مطلقہ ثلثہ شوہر اول پر جب حلال ہی کہ شوہر ثانی اُس سے جماع کرے اور اس آیت سے
فقط نکاح کافی معلوم ہوتا ہی اسواسطے کہ مشروط ہونا جماع کا حدیث عسیلہ سے ثابت ہی نہ اس آیت سے ویکون واجباً عند التوقان فان تیقن الزنا الا بہ فرض
نہایہ وہذا اذا ملک المہر والنفقۃ والا فلا اثم بترکہ بدائع اور ہوتا ہی نکاح واجب وقت غلبۂ شہوت کے پس اگر یقین ہو جائے زنا کا بدون نکاح کے تو
نکاح فرض ہی کذا فی النہایہ اور یہ وجوب اور فرضیت اُسوقت ہی کہ مالک ہو مہر دینے اور نفقہ رسانی پر اور اگر مہر اور نفقہ کا مقدور نہین تو اسکے
ترک سے گناہ نہین کذا فی البدائع ویکون سنۃ موکدۃ فی الاصح فیاثم بترکہ ویثاب ان نوی تحصیناً وولداً حال الاعتدال ای القدرۃ علی
وطی ومہر ونفقۃ ورجح فی النہر وجوبہ لثبوت المواظبۃ علیہ والانکار علی من رغب عنہ اور ہوتا ہی نکاح سنت موکدہ بنابر مذہب اصح کے تو گنہگار
ہوگا اُسکے ترک سے اور ثواب پاویگا اگر نیت کرے عفت کی یا اولاد کی نکاح سنت ہی حالت اعتدال مین یعنی جو قادر ہو جماع اور مہر اور نفقہ پر
اور اگر قادر نہ ہو یا زنا اور جور اور ترک فرائض اور سنن سے ڈرے تو وہ معتدل نہین سو اُسکا نکاح بھی سنت موکدہ نہین کذا فی حاشیۃ المدنی اور ترجیح دی
نہر الفائق مین نکاح اعتدال کے واجب ہونے کو بسبب ثابت ہونے مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ثابت ہونے انکار کے اُسپر جو نکاح
سے اعراض کرے صحیحین مین وارد ہی حضرت نے فرمایا کہ مین نکاح کرتا ہون عورتون سے جو میری سنت کی رغبت نہ رکھے وہ میرے طریق پر نہین
لیکن یہ حدیث وجوب پر دلیل نہین ہو سکتی جیسا کہ صاحب نہر نے استدلال کیا ہی اسواسطے کہ انکار اس حدیث مین تارک نکاح پر نہین بلکہ بے
رغبت پر ہی اور واجب وہ ہی جسکے تارک پر انکار ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ومکروہاً لخوف الجور وان تیقنہ حرم اور نکاح مکروہ ہی بسبب خوف
ظلم مرد کے عورت پر اور اگر مرد ظلم کو یقینی جانے تو اُسوقت نکاح حرام ہی محشی مدنی نے کہا کہ شارح نے قسم سادس نکاح کو ترک کیا یعنے نکاح
مباح کو نکاح مباح اُسوقت ہوتا ہی جب خوف عجز کا ہو ادائے حقوق سے کذا فی المجتبیٰ وندب اعلانہ وتقدیم خطبۃ اور مستحب ہی نکاح کو ظاہر
کرنا اور شہرت دینا اور نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا جامع ترمذی مین حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشہور
کرو نکاح کو مسجدون مین اور دف بجاؤ تو معلوم ہوا کہ اعلان شان نکاح ہی اور اخفا خاصہ زنا ہی وکونہ فی مسجد یوم الجمعۃ بعاقد رشید وشہود عدول
والاستدانۃ لہ والنظر الیہا قبلہ اور مستحب ہی ہونا نکاح کا مسجد مین اسواسطے کہ حدیث مین حکم ہی اور نکاح از قسم عبادت ہی مستحب ہی جمعہ کے دن بواسطہ عاقد
ہوشیار اور متقی گواہون کے تاکہ کوئی شرط نکاح کی فوت نہو اور صحت نکاح بالاتفاق ہو اسواسطے کہ گواہون کی عدالت امام شافعی کے نزدیک شرط ہی
اور مستحب ہی قرض لینا نکاح کے واسطے یعنی تو انگر بھی قرض لے اسواسطے کہ حقتعالی اُسکے ادا کا ضامن ہی کذا فی البحر اور مستحب ہی نظر کر لینا عورت کی طرف نکاح سے پہلے
تاکہ الفت ہو اور اگر نہ دیکھ لیگا تو شاید افسوس کم سے سوائے چہرہ اور دونون ہتھیلیون کے اور بدن نہ دیکھے اور دیکھنا بھی اُسوقت درست ہی جب طرف ثانی سے
امید نکاح کر دینے کی ہو تو خاکروب غیرہ کو عالم یا امیر کی بیٹی اس نیت سے دیکھنا درست نہین کہ ظاہر مین نکاح ہونا متصور نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وکونہا
دونہ سناً وحسباً وعزاً ومالاً اور مستحب ہی ہونا عورت کا کمتر شوہر سے عمر مین اور حسب مین اور عزت مین اور مال مین حسب فضائل آبائی کا نام ہی کذا فی القاموس
جیسے علما اور سلاطین اور حاتم اور رستم کی اولاد اور اگر عورت مالدار ہو گی تو شوہر اُسکی نظر مین ذلیل ہوگا وفوقہ خلقاً وادباً وورعاً وجمالاً
اور مستحب ہی ہونا عورت کا زیادہ تر شوہر سے اخلاق مین اور ادب مین اور پرہیزگاری مین اور حسن مین ہم بحر الرائق مین کہا کہ مرد نکاح کرے

اُس عورت سے جو نسب اور حسب اور دینداری مین مشہور ہو کہ صفات خاندانی اولاد مین اکثر منتقل ہوتے ہین اور خوبصورت کمینی عورت سے نکاح
نکرے اور کنواری اور کم خرچ کو اختیار کرے اور نہ نکاح کرے لمبی دُبلی اور ٹھنگنی بدشکل سے اور نہ بدخُلق اور اولاد والی اور نہ بڑی عمر والی اور نہ لونڈی سے
باوجود قدرت حُرّہ کے اور نہ حُرّہ سے بدون اجازت ولی کے اور نہ زانیہ سے اور عورت کو چاہیے کہ شوہر دیندار نیکبخت سخی مقدور والے کو اختیار
کرے اور فاسق سے نکاح نکرے اور کوئی اپنی جوان بیٹی کو نہایت بڈھے مرد کے نکاح مین نہ دے اور نہ بدشکل کو دے کذا فی حاشیۃ للمدنی و ھل یکرہ الزفاف
المختار لا اذا لم یشتمل علی مفسدۃ دینیۃ اور کیا مکروہ ہے زفاف یعنی عورت کا پہونچانا اُسکے خاوند کے پاس روایت مختار یہ ہے کہ مکروہ نہین جب کوئی مفسدہ
دینی نہو جیسے اختلاط مردون کا عورتون سے اور خوش طبعی سے کسی کو ذلیل کرنا یا بُرائی مارنا م فقط زفاف لائق اختلاف کے نہین کہ کوئی جائز رکھے
اور کوئی مکروہ تو مراد زفاف سے یہان عورتون کا اجتماع ہے اسواسطے کہ شب زفاف مین عورتون کا جمع ہونا عرف مین لازم ہے اور بعضون نے کہا کہ مراد
زفاف باعلان دف بجاکے ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اور یہ جو بعضی جگہ ہندوستان مین رواج ہے کہ شب زفاف مین دولہن کو دولھا کے پاس پردے مین پہونچا
کر عورتین جھانکا کرتی ہین سو بلاشبہہ مکروہ بلکہ حرام ہے و ینعقد متلبسا بایجاب من احدھما و قبول من الآخر وضعا للمضی لان الماضی ادل علی التحقیق کزوجت
نفسی او ابنتی او موکلتی منک و یقول الآخر تزوجت اور نکاح منعقد اور بندھتا ہے یعنی گٹھتا ہے جب ملے ایک کے ایجاب سے اور دوسرے کے
قبول سے دران حالیکہ ایجاب اور قبول موضوع ہون فعل ماضی کے واسطے اسواسطے کہ فعل ماضی خوب تر دلالت کرتا ہے تحقق اور وقوع پر کیونکہ زمانہ
حال کی کچھ حقیقت نہین کہ وہ مرکب ہے ماضی اور استقبال سے اور زمانہ مستقبل وقت تکلم کے معدوم المضمون ہے اسواسطے ایجاب اور قبول کے لیے صیغہ
ماضی کا معین ہوا جیسے کوئی کہے نکاح کیا مین نے اپنی ذات کا یا اپنی بیٹی کا یا اپنی موکلہ کا تجھ سے اس کلام اول کو ایجاب کہتے ہین مرد کہے یا عورت اور
دوسرا کہے مین نے قبول کیا اپنی ذات کے واسطے یا اپنے بیٹے کے واسطے یا اپنے موکل کے واسطے اس دوسرے کلام کو قبول کہتے ہین خواہ مرد کہے خواہ
عورت زوجت نفسی عاقد اصیل کہے اور یہ وصامی ولی کہے اور زوجت موکلتی وکیل کہے و ینعقد ایضا بما ای بلفظین وضع احدھما للمضی والآخر ای
للاستقبال والحال فالاول الامر کزوجنی او زوجینی نفسک او کونی امراتی اور بھی منعقد ہوتا ہے نکاح انہی دو لفظون سے کہ انمین ایک تو موضوع ہو ماضی
کے واسطے اور دوسرا استقبال یا حال کے واسطے سو اول یعنے استقبال سے مراد امر کا صیغہ ہے جیسے کہ مرد کہے ولی سے یا عورت کے وکیل سے
کہ میرا نکاح کردے یا خود عورت سے کہے کہ میرا نکاح اپنی ذات سے کردے یا یون کہے کہ تو میری جورو ہوجا فانہ لیس بایجاب بل توکیل ضمنی فاذا قال
فی المجلس زوجت او قبلت او بالسمع والطاعۃ قام مقام الطرفین سو البتہ یہ صیغہ امر کا خود ایجاب نہین بلکہ ضمناً دوسرے کو وکیل کرنا ہے اپنے نکاح کیواسطے
یعنی جب زوجنی کہا تو در ضمن امر کے گویا مطلب یہ ہوا کہ تو میری طرف سے وکیل ہو کر میرا نکاح کردے پھر جب دوسرے شخص نے کہا اسی مجلس مین کہ مین نے
نکاح کردیا یا قبول کیا یا مان لیا بالسمع و طاعت تو یہ قبول قائم ہوگیا بجائے ایجاب اور قبول عاقدین کے تو نکاح صحیح ہوگیا و قیل ھو ایجاب رجحہ فی البحر
رضا و رغبت سے
اور بعضون نے مثل قاضی خان اور صاحب خلاصہ کے کہا کہ یہ صیغہ امر کا خود ایجاب ہے توکیل نہین اور ترجیح دی ہے اس قول ثانی کو بحر الرائق مین
والثانی المضارع المبدو بہمزۃ او بنون او بتاء کتزوجینی نفسک اذا لم ینو الاستقبال اور دوسرا لفظ مضارع کا جو مصدر بہمزہ ہو جیسے اتزوجک یا
مصدر بنون جیسے نتزوجک یا مصدر بتا ہو جیسے خود شارح نے مثال دی تو صیغہ مضارع سے اُسوقت نکاح منعقد ہوگا جب متکلم استقبال کے معنی کا
ارادہ نکرے بلکہ معنی حال مراد رکھے اور اگر استقبال کا ارادہ کریگا تو وعدہ نکاح ہوگا نہ ایقاع نکاح وکذا انا متزوجک او جئتک خاطبا لعدم جریان
المساومۃ فی النکاح اور اسی طرح نکاح منعقد ہوتا ہے اسم فاعل بمعنی حال سے جیسے کہ کہے مین اب تیرے ساتھ نکاح کرنے والا ہون یا یون کہے کہ
مین آیا تیرے پاس منگنی کرنے والا اسواسطے نکاح صحیح ہوگا کہ مول چکانا نکاح مین جاری اور مروج نہین بخلاف بیع کے کہ وہان فقط انا مشتری
مین خرید رہا ہون

یا جبتک مشتری یا سے اور بعد اسکے بائع کے یون کہنے سے کہ بعتک بیع منعقد نہین ہوئی جبتک اُسکے بعد اشتریت نہ کہے اسواسطے کہ بیع مین مول چکانا اور
قیمت ٹھہرانا مروج ہی کذا فی حاشیۃ المدنی او اَعطنیہا ان المجلس للنکاح وان الوعد فوعد یا منعقد ہوتا ہی نکاح اس طرح بھی جب کہ مرد کہے عورت کے باپ سے کہ کیا تو نے
وہ عورت مجھکو دی اور اسکا باپ کہے اعطیت یعنی دی بشرطیکہ مجلس نکاح کی ہو تو دلالت حال نافع ہوئی استفہامی معنی کو یا مساومت کو اور اگر
مجلس وعدہ کرنے کی ہی تو اس کلام سے وعدہ نکاح کا ہوگا تو اس صورت مین نکاح منعقد نہوگا ولو قال لہا یا عرسی نقالت لبیک انعقد علی المذہب
اور اگر مرد نے کہا عورت سے کہ اے میری جورو سو اُسنے جواب دیا کہ لبیک نکاح منعقد ہوگیا بنا بر مذہب مختار کے اسواسطے کہ یا عرسی قائم مقام
انا تزوجتک کے ہی اور لبیک بمعنی اُجیبک اجابۃ بعد اجابۃ کے تو ایجاب بمعنی حال ہوا اور قبول صیغۂ ماضی سے ہوا اسواسطے نکاح منعقد ہوگیا کذا فی
حاشیۃ المدنی فلا ینعقد بقبول بالفعل کقبض مہر جب کہ ایجاب اور قبول لفظی شرط ہوا تو نکاح منعقد نہوگا قبول فعلی سے جیسے مہر پر قبضہ کرنا بدون لفظ
قبلت کے ولا بتعاطی اور نہ منعقد ہوگا نکاح تعاطی سے تعاطی یہ کہ مثلاً باپ نے اپنی بیٹی کسی مرد کو دی اُسنے مہر اُسکو حوالہ کیا شاہدون کے روبرو
بدون تلفظ کے ولا بکتابۃ حاضر بل غائب بشرط اعلام الشہود بما فی الکتاب اور نہین منعقد ہوتا نکاح شخص حاضر کے لکھنے سے بلکہ غائب کے
لکھنے سے نکاح منعقد ہوتا ہی بشرطیکہ شاہدون کو مضمون خط سے آگاہ کردیا ہو خواہ خط پڑھکر خواہ زبانی مالم یکن بلفظ الامر فیتولی الطرفین فتح
غائب کی تحریر پر اعلام شاہدون کا اُسوقت ضرور ہی جب خط مین صیغۂ امر کا نہو یعنی لکھا ہو کہ مین نے تجھسے نکاح کیا اور اگر امر کا صیغہ اسطرح ہو
کہ زوجنی نفسک یعنے میرا نکاح اپنی ذات سے کردے تو اس صورت تو کیل مین عورت دونون طرف کی متولی اور متصرف ہوگی کذا فی فتح القدیر
تو اس صورت مین عورت کا یون کہنا کہ زوجت نفسی منہ یعنے مین نے اپنا نکاح اُسکے ساتھ کردیا قائم مقام ایجاب اور قبول کے ہوگا اسوقت مین خط کا
مضمون شاہدون کو سنانا ضرور نہین فقط لفظ قبول سنانا کافی ہی بالاقرار علی المختار خلاصہ کقولہ ہی امرأتی لان الاقرار اظہار لما ہو ثابت ولیس
بانشاء اور نہ منعقد ہوگا نکاح اقرار سے بنا بر مذہب مختار کے کذا فی الخلاصہ مثل قول مرد کے کہ یہ میری جورو ہی اسواسطے اقرار سے نکاح نہوگا کہ
اقرار ثابت چیز کے اظہار کا نام ہی اقرار انشا نہین حالانکہ نکاح مین انشا چاہیے وقیل ان کان بحضر من الشہود صح کما یصح بلفظ الجعل اور بعضون
نے کہا کہ اگر اقرار نکاح کا شاہدون کے حضور مین ہوا تو نکاح صحیح ہوگا یعنے اس صورت مین اقرار کو انشار نکاح قرار دیا گویا اب نکاح ہوا جیسے نکاح صحیح
ہوتا ہی جعل کے لفظ سے م منح الغفار مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ اگر زوج نے اقرار کیا شاہدون کے روبرو نکاح کا اور حالانکہ نکاح بدون گواہون کے
ہوا تھا تو اسمین اختلاف ہی اصح یہ ہی کہ اگر زوج اور زوجہ نے مہر کا نام لیا تو نکاح جدید منعقد ہوا اور اگر عورت مرد نے بدون نکاح ہوئے نکاح کا
اقرار کیا تو نکاح منعقد نہوگا مگر اُسوقت نکاح منعقد ہوگا جب شاہدون نے یون کہا کہ جعلتما ہذا نکاحًا یعنے ہمنے اس اقرار کو نکاح بنایا پھر دونون
نے قبول کیا تو یہان بلفظ جعل نکاح صحیح ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی وجعل الاقرار انشاءً و ہو الاصح ذخیرہ اور اقرار انشا کر ڈالا گیا اور یہی اصح ہی
کذا فی الذخیرہ یعنی اقرار جملہ خبریہ ہی اور نکاح جملہ انشائیہ ہی منعقد ہوتا ہی اسواسطے اُسکو انشا قرار دیا ولا ینعقد تبزوجت نصفک فی الاصح احتیاطًا
خانیۃ بل لابدان یضیفہ الی کلہا او ما یعبر بہ عن الکل ومنہ الظہر والبطن علی الاشبہ ذخیرہ ورجحوا فی الطلاق خلافہ فیحتاج للفرق اور نہین منعقد ہوتا
نکاح اس کلام سے کہ کوئی کہے کہ مین نے تیرے نصف بدن سے نکاح کیا مذہب اصح مین بنا بر احتیاط کے کذا فی الخانیۃ اسواسطے کہ
حلت اور حرمت ایک ذات مین جمع ہوئی تو احتیاطًا حرمت کو غلبہ دیا بلکہ ضرور ہی صحت نکاح کے واسطے کہ نسبت کرے نکاح کو عورت کے تمام
بدن کی طرف یا اُس عضو کی طرف جو بجاے کُل بدن کے بولا جاتا ہی جیسے پشت اور شکم بنا بر شبہ مذہب کے کذا فی الذخیرۃ اور ترجیح دی ہی فقہا نے
طلاق مین برخلاف اسکے یعنے یون کہا ہی کہ اگر کوئی مرد کہے کہ مین نے اپنی عورت کی پشت یا شکم کو طلاق دی تو بروایت اصح طلاق نہین واقع ہوتی

تو احتیاج پڑی اظہار فرق کی کہ کیا وجہ کہ اضافت پشت اور شکم سے نکاح تو صحیح ہوا اور طلاق نہ پڑی **واذا وصل الایجاب بالتسمیۃ للمہر کان من تمامہ**
اسی الایجاب **فلو قبل الآخر قبلہ لم یصح** لتوقف اول الکلام علی آخرہ ولو فیہ ما یغیر اولہ اور جب ملایا ایجاب کو تسمیہ مہر کے ساتھ تو ہوگا مہر تمامی ایجاب سے
سو اگر قبول کیا دوسرے نے تسمیہ مہر سے پہلے تو نکاح صحیح نہوگا واسطے موقوف ہونے اول کلام کے اپنے آخر پر اگر آخر کلام مین وہ مضمون ہو جو
مخالف ہو اول کلام کے مثلاً عورت نے مرد سے کہا کہ مین نے نکاح کیا تیرے ساتھ ہزار درم پر اور مرد نے قبول کرلیا مہر کے نام لینے سے پہلے تو نکاح
صحیح نہوگا **ومن شرائط الایجاب والقبول اتحاد المجلس لو حاضرین وان طال کمخیرۃ** اور شرائط ایجاب اور قبول سے مجلس کا متحد ہونا ہی اگر دونون
حاضر ہون اگرچہ مجلس دراز ہو تو اگر عورت نے ایجاب کیا اور مرد نے دوسری مجلس مین قبول کیا تو نکاح نہوگا کیونکہ مجلس ایک نہی اور اگر کوئی غائب ہو
اور اُسنے خط مین ایجاب لکھا ہو تو اتحاد مجلس شرط نہین ایجاب اور قبول مین اتحاد مجلس ایسا شرط ہی جیسے عورت مخیرہ مین شرط ہی مخیرہ سے وہ عورت
مراد ہی جسکے شوہر نے اُس سے کہا کہ تو اپنی ذات کو اختیار کرلے یعنے اگر تیرا جی چاہے تو تو طلاق لے تو یہ اختیار مجلس کا حکم تک ہی مجلس بدلی
اختیار گیا **وان لا یخالف الایجاب والقبول کقبلت النکاح لا المہر** اور شرائط ایجاب اور قبول سے یہ ہی کہ ایجاب قبول کے مخالف نہو جیسے کہ مرد نے کہا کہ
مین نے نکاح کو قبول کیا نہ مہر کو مثلاً مرد نے کہا کہ مین نے تیرے ساتھ ہزار درم پر نکاح کیا عورت نے جواب دیا کہ مین نے نکاح قبول کیا نہ مہر تو نکاح
خالی ہوا مہر مسمی سے تو مہر مثل ہوگا حالانکہ مہر مثل اور مہر مسمی باہم مغایر ہین تو ایجاب مخالف ہوا قبول کے لہذا عقد صحیح نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی
نعم یصح الحط ہان صحیح ہی مہر کا کم کرنا عورت کی طرف سے مثلاً مرد نے کہا کہ مین نے ہزار درم مہر پر تجھ سے نکاح کیا عورت نے کہا کہ مین نے
پانچ سو درم مہر پر نکاح قبول کیا گویا یہ مطلب ہوا کہ ہزار درم کا مہر قبول کیا اور اسمین سے پانچ سو کم کرڈالے اس صورت مین مرد کو کمی مہر قبول کرنا شرط
نہین اسواسطے کہ یہ اسقاط اور ابرا ہی **کزیادۃ قبلتہا فی المجلس** مہر کا کم کرنا ایسا صحیح ہی جیسے وہ زیادتی مہر کی صحیح ہی جسکو عورت نے اسی مجلس مین قبول کرلیا مثلاً عورت
نے کہا کہ مین نے ہزار درم مہر پر نکاح کیا مرد نے کہا کہ مین نے دو ہزار درم مہر کو قبول کیا تو صحیح ہی بشرطیکہ عورت نے دو ہزار کو اسی مجلس مین قبول کرلیا ہو
ان لا یکون مضافاً ولا معلقاً کما سیجی اور شرائط ایجاب اور قبول سے یہ ہی کہ نکاح مضاف نہو زمان مستقبل کی طرف جیسے کوئی کہے کہ مین نے تیرے ساتھ
نکاح کیا کل کے دن یا کہا مین قبول کرونگا کل اور شرط یہ ہی کہ نکاح معلق شرط پر نہو جیسے کسی نے کہا کہ مین نے تیرے ساتھ نکاح کیا اگر میرا باپ راضی
ہوگا چنانچہ اسکا ذکر آویگا **ولا المنکوحۃ مجہولۃ** اور شرائط ایجاب اور قبول سے یہ ہی کہ منکوحہ نامعلوم نہو جیسے ایک شخص کی دو بیٹیان ہین اور اُسنے ایک بیٹی کا نکاح
بے نام لیے کردیا تو نکاح صحیح نہوگا بسبب جہالت کے **ولا یشترط العلم بمعنی الایجاب والقبول فیما یستوی فیہ الجد والہزل اذ لم یحتج الی نیۃ بہ یفتی** اور نہین
شرط ہی دانست ایجاب اور قبول کے معنی کی اُس عقد مین جسمین قصد کرنا اور نہ کرنا یکسان ہی اسواسطے کہ اس عقد مین نیت کی احتیاج نہین اسی
پر فتوے ہی هم اسمین فقہا کو اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ عاقدین کو ایجاب اور قبول کے معنون کا علم ضرور ہی کذا فی الدرر اور بعضون نے کہا
قضاءً ضرور نہین دیانۃً علم ضرور ہی کذا فی الخانیۃ اور عمادیہ مین روایت ہی کہ کوئی عقد بدون علم معنی کے صحیح نہین اور بعضون نے کہا سب صحیح
ہین علم ہو یا نہو اور بعضون نے کہا جو عقد ایسا ہو کہ جسمین قصد کرنا اور نہ کرنا دونون برابر ہون جیسے طلاق اور نکاح اور عتاق تو اسمین علم
ضرور نہین اسواسطے کہ علم سے غرض قصد کرنا ہی اور حالانکہ اسمین قصد اور غیر قصد دونون برابر ہین مثلاً اگر کوئی ہزل سے نکاح کرے یا
طلاق دے تو صحیح ہوگا اگرچہ اسکا قصد متعلق نہین اسی قول کو شارح نے پسند کیا اور ترجیح دی بخلاف بیع کے کہ بدون علم کے صحیح نہین
کذا فی حاشیۃ المدنی واللہ اعلم **وانما یصح بلفظ تزویج ونکاح لانہما صریح ما عداہما کنایۃ وہو کل لفظ وضع لتملیک العین کاملۃ فلا یصح**
بالشرکۃ اور البتہ نکاح صحیح ہی تزویج اور نکاح کے لفظ سے اسواسطے کہ دونون لفظ صریحاً اسکے واسطے موضوع ہین اور جو لفظ ان دو کے سوا ہی

سو کنایہ ہی یعنی غیر صریح ہی اور نکاح کا کنایہ وہ لفظ ہی جو موضوع ہو واسطے تملیک ذات کے بطور تملیک کامل کے تو نہ صحیح ہوگا نکاح شرکت کے لفظ سے اسواسطے کہ شرکت مین پوری تملیک نہین فی الحال خرج الوصیۃ غیر المقیدۃ بالحال یعنی تملیک ذات کی بالفعل ہو تو اُس سے نکل گئی وصیت جسمین بالفعل کی قید نہین جیسے کسی نے کہا کہ مین نے وصیت کی اپنی لونڈی کی قربت کی ہزار درم کے بدلے اپنی موت کے بعد اور دوسرے شخص نے قبول کیا تو نکاح صحیح نہوگا اسواسطے کہ تملیک فی الحال نہوئی اور وصیت بالفعلی مین نکاح صحیح ہوگا کہبۃ و تملیک صدقۃ و عطیۃ تملیک بالفعلی جیسے ہبہ اور تملیک اور صدقہ اور عطا مثلاً اگر عورت کہے کہ مین نے اپنی ذات کو ہبہ کیا یا تجھکو مالک کیا یا صدقہ دیا یا دے ڈالا وغیرہ اور دوسرے نے قبول کیا تو نکاح صحیح ہوگا وسلم واستیجارہ اور نکاح صحیح ہی بلفظ بیع سلم اور استیجار کے سوا اگر عورت کو اجرت قرار دیا تو نکاح صحیح ہی جیسے یون کہے کہ مین نے اپنا گھر ایک برس کو اجارہ دیا تیری بیٹی کے بدلے اور اگر یون کہے کہ مین نے اجارہ دیا اپنی بیٹی کو ہزار درم کے بدلے تو صحیح یہ ہی کہ نکاح نہوگا کہ اسمین تملیک دائمی نہین بخلاف صورت اول کے کذا فی حاشیۃ المدنی وقرض وصلح وصرف وکلما تملک بہ الرقاب بشرط نیۃ او قرینۃ وفہم الشہود المقصود اور نکاح صحیح ہوتا ہی بلفظ قرض اور صلح اور صرف کے اور جو لفظ کہ گردنون کی ملکیت کا فائدہ بخشتے بشرط نیت متکلم کے یا قرینہ مقام کے اور سمجھنے شہود کے مقصود کو یعنی بلفظ ہبہ وغیرہ کے نکاح جب منعقد ہوتا ہی کہ نکاح کی نیت ہو یا قرینہ ہو اور گواہ بھی اس مطلب کو سمجھ گئے ہون ہبہ وغیرہ مین نیت کی حاجت اسواسطے ہوئی کہ یہ الفاظ کنایہ ہین نکاح کے صریحاً نکاح کے واسطے موضوع نہین جو محتاج نیت کے نہون لا یصح بلفظ اجارۃ برا او بزا رنہ صحیح ہوگا نکاح اجارہ کے لفظ سے اجارہ برا مہملہ ہو یا بزا معجمہ ہو لفظ اجارہ سے نکاح صحیح نہوا اسواسطے کہ اسمین تملیک دائمی نہین بلکہ تملیک منفعت کی موقتہ ہی اور نکاح مین دوام شروط ہی بخلاف لفظ استیجار کے چنانچہ سابق مذکور ہو چکا اور اجازت سے اسواسطے نکاح نہین منعقد ہوتا کہ لفظ اجازت کا تملیک عین کے واسطے موضوع نہین واعارۃ ووصیۃ ورہن ووديعۃ ونحوها مما لا یفید الملک لکن یثبت بہ الشبہۃ فلا یحد ولہا الاقل من المسمی ومہر المثل ور نہین صحیح ہی نکاح بلفظ اعارہ اور وصیت اور رہن اور ودیعت اور مانند ان الفاظ کے جو ملک کے مفید نہین لیکن ایسے الفاظ سے شبہہ نکاح کا ثابت ہوتا ہی تو حد نہ ماری جاویگی اُسکو جسنے ان الفاظ سے نکاح کیا اسواسطے کہ حد شبہہ پڑنے سے ٹل جاتی ہی اور اس صورت مین عورت کو مہر ملیگا جو کمتر ہو مہر مسمی سے جسپر دونون راضی ہوگئے اور مہر مثل سے یعنی اگر مہر مسمی کم ہی مہر مثل سے تو مسمی ملیگا اور اگر مہر مثل کم ہی مسمی سے تو مہر مثل ملیگا وکذا تثبت بکل لفظ لا ینعقد بہ النکاح فلیحفظ اور اسی طرح شبہہ نکاح کا ثابت ہوتا ہی ہر ایک اُس لفظ سے جس سے نکاح منعقد نہین ہوتا سو اسکو یاد رکھنا چاہیے ظاہر ایہ مضمون مکرر ہوگیا او بالفاظ مصحفۃ کتجوزت لصدورہ لا عن قصد صحیح بل عن تحریف وتصحیف فلم یکن حقیقۃ ولا مجاز العدم العلاقۃ بل غلطا فلا اعتبار بہ اصلا تلویح اور نہین منعقد ہوتا نکاح اُن الفاظ سے جنمین تصحیف واقع ہوئی جیسے تجوزت بجاے تزوجت کے تصحیف لغت مین خطا فی الصحیفہ کو کہتے ہین اور یہان مطلق خطا مراد ہی تصحیف ہو یا تحریف لفظون کی غلطی تصحیف ہی جیسے زوج بمعنی جفت کو روح بمعنی جان کہنا اور تحریف صورت کی غلطی کو کہتے ہین جیسے سلیم بروزن کریم کو سلیم بروزن حسین بولنا تصحیف اور تحریف سے اسواسطے نکاح منعقد نہین ہوتا کہ اُسکا صدور قصد صحیح سے نہین بلکہ تبدیل اور تغییر ہی نہ تو حقیقت ٹھہرانہ مجاز اسواسطے کہ تحریف اور تصحیف مین اصل لفظ سے کچھ علاقہ نہین ہوتا اور حالانکہ مجازی معنی مین حقیقی معنی سے علاقہ ہونا لازم ہی بلکہ ایسے الفاظ محض غلط ہین تو اُنکا کچھ اعتبار نہین کذا فی التلویح نعم لو اتفق قوم علی النطق بہذہ الغلطۃ وصدرت عن قصد کان ذلک وضعا جدیدا فیصح بہ افتی ابو السعود ہان اگر اتفاق کرلیوے کوئی قوم ایسے غلط الفاظ کے بولنے پر اور صدور انکا بالقصد ہو تو ہوگا یہ اجماعی تکلم وضع جدید تو اسوقت مین غلط الفاظ سے نکاح منعقد ہوگا اسی پر فتوے دیا شیخ الاسلام مفتی ابو السعود نے واما الطلاق فیقع بہا قضاء کما فی اواخر الاشباہ اور طلاق تو صحیح ہوگی ایسے غلط الفاظ سے قاضی کے روبرو نہ بنا بر دیانت کے چنانچہ کتاب اشباہ ونظائر کے

اوائل مین اسکی تصریح ہی جیسے کوئی طلاق کو تلاق یا طلاک کہے تو طلاق واقع ہوگی بخلاف نکاح کے ولا ابتعاط احتراما للفروج اور نہ منعقد ہوگا
نکاح تعاطی سے واسطے تعظیم اور تکریم فروج کے یعنی حلت فروج اور اجناس کی طرح ذلیل نہین کہ ایجاب و قبول لفظی اسمین مشروط نہو تعاطی کے
معنے سابق ہو چکے وشرط سماع کل من العاقدین لفظ الآخر لتحقق رضاہما اور صحت نکاح مین شرط ہی سننا ہر ایک کا عاقدین سے دوسرے کے
لفظ کو واسطے ثبوت رضا طرفین کے وشرط حضور شاہدین اور شرط ہی صحت نکاح مین موجود ہونا دو شاہدون کا اسواسطے کہ جامع ترمذی مین حدیث ہی کہ
زانی عورتین وہ ہین کہ اپنے نکاح بدون شاہدون کے کرلیتی ہین اور محمد بن حسن نے مرفوعاً روایت کیا کہ لا نکاح الا بشہود یعنی نکاح صحیح نہین بدون
شاہدون کے اور جب دو شاہدون کے روبرو نکاح ہوا تو ادنی رتبہ اعلان کا ثابت ہوا نکاح سِر اور نکاح مخفی اُسکو نہ کہینگے اسواسطے کہ دو شاہدون سے
زیادہ اعلان شرط نہین اور اگر شاہدون سے کہا کہ تم اظہار نہ کرنا تو بھی نکاح فاسد نہین ہوتا اگرچہ ترک مستحب ہوا کہ شہرت کامل نہوئی اور ضرور ہی
امتیاز منکوحہ کی شاہدون کے نزدیک تا کہ جہالت نہ رہے سو اگر منکوحہ مجلس عقد مین حاضر ہو تو اشارہ اُسکی طرف کفایت کرتا ہی اور چہرہ کھول کر
دیکھنا زیادہ تر احتیاط ہی پھر اگر جسم منکوحہ نظر نہ آوے اور وہ اندر مکان سے ایجاب و قبول کرے سو اگر وہان وہ اکیلی ہو تو نکاح جائز ہی اور اگر اُسکے
ساتھ اور عورت بھی ہو تو درست نہین کہ جہالت مرتفع نہوئی اور اسی طرح اگر منکوحہ نے کسیکو اپنے نکاح کا وکیل کیا تو یہی تفصیل وہان بھی ضرور ہی
اور اگر منکوحہ مجلس عقد سے غائب ہو اور وکیل نکاح باندھے تو اگر شاہد عورت کا ارادہ جانتے ہون اور اُسکو پہچانتے ہون تو فقط اُسکا نام لینا
کفایت کرتا ہی اور اگر عورت کو نہ پہچانتے ہون تو اُسکا نام اور اُسکے باپ دادا کا نام لینا ضرور ہی کذا فی البحر کہا سید احمد طحطاوی محشی نے کہ یہ
جو بعضے لوگون مین معمول ہی کہ شاہد دروازے یا پردے کی آڑ سے توکیل عورت کی زبانی سُن لیتے ہین اور حالانکہ وہان عورتون کی کثرت ہوتی ہی
تو جائز نہین اسواسطے کہ امتیاز منکوحہ کی نہین ہوتی تو ایسے مقام مین کوئی مخلص اور صورت جواز کی نہین سواے اسکے کہ اسکو نکاح فضولی قرار دیجیے
کہ عورت کی اجازت قولی یا فعلی سے تمام ہو کذا فی حاشیۃ المدنی حرین او حرٍ و حرتین گواہ دو حر ہون یا ایک مرد حر اور دو حرہ عورتین ہون تو غلامون
اور فقط عورتون کی گواہی سے نکاح نہوگا مکلفین دونون عاقل اور بالغ ہون تو لڑکون اور دیوانون کی گواہی سے نکاح نہوگا سامعین معاً قولہما
علی الاصح دونون ساتھ ہی سامع ہون عاقدین کے قول کو بنا بر مذہب اصح کے سو اگر عاقدین نے ایجاب اور قبول کو ایک گواہ کو سنایا پھر دوسری
مجلس مین دوسرے گواہ کو سنایا تو نکاح درست نہوگا اور اسی طرح حضور نائمین اور اصمین سے نکاح صحیح نہین فاہمین انہ نکاح علی المذہب بحر
دونون گواہ سمجھتے ہون کہ کلام عاقدین کا نکاح ہی بنا بر مذہب مختار کے کذا فی البحر تو اگر ہندی گواہون کے روبرو عربی یا فارسی مین ایجاب
اور قبول ہوا اور انکو نکاح ہونے کا فہم نہو تو نکاح صحیح نہوگا اور اگر فہم ہو گیا گو الفاظ کے معنی نہ سمجھے تو نکاح صحیح ہوگا مسلمین فی نکاح مسلمۃ ولو
فاسقین دونون گواہون کا مسلمان ہونا شرط ہی عورت مسلمان کے نکاح مین اگرچہ فاسق ہون اسواسطے کہ گواہی کافر کی مسلمان پر درست
نہین او محدودین فی قذف او اعمیین یا دونون گواہون پر تہمت زنا لگانے سے مار پڑے یا دونون اندھے ہون تو بھی گواہی درست ہی
او ابنی الزوجین یا گواہ دو بیٹے زوج اور زوجہ کے ہون جیسے عورت کا بیٹا دوسرے شوہر سے ہو اور مرد کا بیٹا دوسری عورت سے یا ابنین
زوج اور زوجہ سے دو بیٹے ہون سو یہ دوسری صورت اُسوقت واقع ہوگی جب زوجین مین کسی وجہ سے نکاح ٹوٹ گیا ہو اور پھر دونون
نکاح ثانی کا ارادہ کرین او ابنی احدہما وان لم یثبت النکاح بہما ای والابنین ان ادعی القریب یا زوجین مین فقط ایک ہی کے دو بیٹے
گواہ ہون اگرچہ نکاح نہین ثابت ہوگا دونون بیٹون کی گواہی سے اگر بیٹون والا مدعی ہوگا یعنی فقط عورت کے دو بیٹے ہون یا فقط مرد کے دو بیٹے
ہون تو انکی بھی گواہی سے نکاح صحیح ہو جائیگا لیکن اگر عورت کے دو بیٹون کی گواہی سے نکاح ہوا تھا اور مرد نکاح کا منکر ہو اور عورت نکاح کی مدعی ہوئی

تو اسکے بیٹون کی گواہی سے قاضی کے روبرو اُسکا دعوی ثابت نہ ہوگا اور اس صورت مین اگر مرد مدعی ہوگا تو عورت کے بیٹون کی گواہی سے اُسکا دعوی ثابت ہو جائیگا اور اسی طرح اگر مرد کے بیٹون کی گواہی سے نکاح ہوا تھا تو مرد کا دعوی ثابت نہوگا اور عورت کا دعوی ثابت ہو جائیگا اسواسطے کہ فرع کی گواہی سے اصل کا نفع ثابت نہین ہوتا البتہ ضرر ثابت ہوتا ہی (کما صح نکاح مسلم ذمیۃ عند ذمیین) ولو مخالفین لدینہا (وان لم تثبت النکاح بہما مع انکارہ) جیسے کہ صحیح ہی نکاح مسلمان مرد کا ذمی عورت سے دو ذمیون کے نزدیک گو دونون ذمی عورت کے دین کے مخالف ہون یعنی اگرچہ عورت نصرانیہ ہو تو گواہ یہودی ہون یا بالعکس اگرچہ نہ ثابت ہوگا نکاح ذمیون کی گواہی سے مسلمان کے منکر ہونے کے وقت یعنی اگر مسلمان ذمیہ کے نکاح کا انکار کریگا اور عورت مدعی ہوگی تو ذمیون کی گواہی سے دعوی اُسکا ثابت نہوگا اسواسطے کہ کافر کی گواہی مسلمان کے ضرر پر درست نہین والاصل عندنا ان کل من ملک قبول النکاح بولایۃ نفسہ انعقد بحضرتہ اور قاعدہ کلیہ ہم حنفیون کے نزدیک صحت شہادت مین یہ ہی کہ جو شخص مالک ہو سکتا ہی قبول نکاح کا اپنی ذات کی ولایت سے اُسکے روبرو نکاح بھی منعقد ہوگا مثلاً فاسق اور ذمی کو قبول نکاح کا اختیار ہی تو اُنکا گواہ ہونا بھی درست ہی بخلاف صبی اور عبد اور مجنون کے کہ اُنکو اپنی ذاتون کا اختیار نہین تو اُنکی گواہی بھی درست نہین (امر الاب رجلا ان یزوج صغیرتہ فزوجہا عند رجل او امرأتین والحال ان الاب حاضر صح) لانہ یجعل عاقدا حکما امر کیا باپ نے کسی مرد کو کہ نکاح کردے اُسکی صغیرہ کا پھر نکاح کر دیا اُس وکیل نے روبرو ایک مرد کے یا دو عورتون کے اور حالانکہ باپ موجود ہی تو نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ باپ کو اس صورت مین عاقد قرار دیا جائیگا حکماً یعنی جب باپ موجود ہوا اسی مجلس مین تو اس مرد کی وکالت کی کچھ حاجت نہ رہی تو اس صورت مین باپ تو گویا خود عاقد ہوا اور وکیل اور دوسرا مرد یا دو عورتین شاہد نکاح کی ہو گئین تو بلا تامل نکاح صحیح ہوگا والا لا اور اگر باپ مجلس نکاح مین حاضر نہین اور وکیل نے ایک مرد یا دو عورتونکے روبرو نکاح باندھا تو نکاح صحیح نہوگا اسواسطے کہ وکیل تو عاقد ٹھہرا تو گواہ ہوا ایک مرد یا دو عورتین حالانکہ ایک مرد یا دو عورتون کی گواہی سے نکاح نہین ہوتا (ولو زوج ابنتہ البالغۃ) العاقلۃ بحضرۃ شاہد واحد جاز ان کانت ابنتہ حاضرۃ لانہا تجعل عاقدۃ والا لا اور اگر نکاح کر دیا باپ نے اپنی جوان عاقل بیٹی کا ایک شاہد کے سامنے تو نکاح جائز ہوگا اگر اُسکی بیٹی مجلس عقد مین موجود ہو اسواسطے کہ بیٹی عاقدہ قرار دی جائیگی اور باپ اور دوسرا مرد شاہد ہو جائینگے اور اگر اُسکی بیٹی مجلس عقد مین حاضر نہوگی تو نکاح درست نہوگا اسواسطے کہ اس صورت مین باپ عاقد ہی شاہد نہین تو ایک شاہد سے نکاح نہوگا والاصل ان الآمر متی حضر جعل مباشرا اور اصل قاعدہ مسائل امر مین یہ ہی کہ امر کرنے والا جب موجود ہوگا تو وہی مباشر اور عاقد قرار دیا جاویگا اور شخص مامور سفیر محض ہو جائیگا پھر جب مامور عاقد نہ ٹھہرا تو شاہد ہو سکیگا ثم انما تقبل شہادۃ المامور اذا لم یذکر انہ عقدہ لئلا یشہد علی فعل نفسہ پھر شہادت مامور کی اسی صورت مین مقبول ہوگی جبتک وہ آپ کو عاقد نہ کہے تاکہ نہ لازم آوے گواہی دینا اپنی ذات کے فعل پر یعنی جب مامور نے آپ کو عاقد کہا تو اُسوقت مین اُسکی گواہی نہ درست ہوگی اسواسطے کہ خود اپنے فعل کی گواہی دینا جائز نہین ولو زوج المولی عبدہ البالغ بحضرتہ وواحد لم یجز علی الظاہر اور اگر نکاح کر دیا مالک نے اپنے بالغ غلام کا اُسی غلام اور ایک شاہد کے سامنے تو نکاح نہ جائز ہوگا بنا بر قول ظاہر کے اسواسطے کہ بدون اجازت مالک کے غلام کو عاقد ہونے کی لیاقت نہین کہ مالک کو دوسرا شاہد قرار دیجیے ولو اذن لہ فعقد بحضرۃ المولی ورجل صح والفرق لا یخفی اور اگر اجازت دی مالک نے اپنے غلام کو نکاح کر لینے کی پھر غلام نے عقد کیا مالک اور ایک مرد کے حضور مین تو نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ غلام مالک کے حکم سے اس صورت مین عاقد ہوا اور مالک اور دوسرا مرد شاہد ہو گئے تو نکاح صحیح ہو گیا اور فرق دونون صورتون مین ظاہر ہی چنانچہ بیان فرق مفصل ہو چکا (ولو قال) رجل لآخر زوجتنی ابنتک فقال الآخر زوجت او قال نعم) مجیبا لہ لم یکن نکاحا ما لم یقل الموجب بعدہ قبلت لان زوجتنی استخبار ولیس بعقد اور اگر کہا ایک مرد نے دوسرے سے کہ تو نے میرا نکاح کر دیا اپنی بیٹی سے سو دوسرے نے کہا مین نے نکاح کر دیا

یا جواب مین فقط ہان کہا تو یہ نکاح نہوگا جب تک ایجاب کرنے والا اُسکے بعد یون نہ کہے کہ مین نے قبول کیا اسواسطے کہ لفظ زوجتنی کا استخبار اور
استفہام ہے اور عقد نہین سابق مین ہو چکا کہ بل اعطیتنیہا اور اعطیت سے مجلس نکاح مین نکاح صحیح ہوتا ہے کہ قبلت کہنے کی حاجت نہین تو یہان کیون نہ صحیح
ہوا اور حالانکہ استفہام دونون صورتون مین ہے اسکا جواب یہ ہے کہ وہان مجلس نکاح کے قرینہ سے استفہام باقی نرہا بخلاف یہان کے کذا فی حاشیۃ المدنی
بخلاف زوجنی فانہ توکیل برخلاف اسکے اگر مرد نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنی بیٹی کا مجھ سے نکاح کردے اور اُسنے کہا کہ مین نے نکاح کردیا تو بعد
اسکے قبلت کہنے کی حاجت نہین عقد کامل ہوگیا اسواسطے کہ لفظ زوجنی کا توکیل ہے یعنے جب مرد نے بیٹی کے باپ سے کہا کہ میرا نکاح اپنی بیٹی سے
کردے تو اُسنے اسکو اپنے نکاح کا وکیل کردیا تو اب وجہت کہنا قائم مقام ایجاب اور قبول کے ہوگیا اسواسطے کہ نکاح مین ایک شخص متولی طرفین کا ہوسکتا ہے
بخلاف بیع کے چنانچہ سابق مذکور ہو چکا ہے (غلط وکیلہا بالنکاح فی اسم ابیہا بغیر حضورہا لم یصح للجہالۃ) عورت کے نکاح کا وکیل چوک گیا عورت کے باپ کے
نام مین بدون حاضر ہونے عورت کے تو نکاح صحیح نہوگا بسبب عدم امتیاز کے یعنی زید کی بیٹی کو بھول کر خالد کی بیٹی کہہ گیا اور عورت وہان موجود نہین تو نکاح
نہوگا اور اگر عورت وہان موجود ہے تو وکیل کا چوکنا ضرر نکاح مین نہین کرتا کہ اُسکے موجود ہونے اور اُسی کی طرف اشارہ کرنے سے امتیاز حاصل ہے وکذا لو غلط فی اسم ابنتہ
الا اذا کانت حاضرۃ واشار الیہا فیصح اور اسیطرح اگر چوک گیا مرد اپنی بیٹی کے نام مین نکاح کرنے کے وقت تو نکاح نہ صحیح ہوگا لیکن جب بیٹی مجلس عقد مین حاضر ہو
اور اُسکی طرف اشارہ کرے کہ اسکا مین نے نکاح کیا تو نکاح صحیح ہوگا نام کی غلطی اس صورت مین مضر نہین اسواسطے کہ اشارہ قوی تر ہے نام سے ولو لہ بنتان ا
اراد تزویج الکبری فغلط فسماہا باسم الصغری صح للصغری خانیۃ اور اگر ایک مرد کی دو بیٹیان ہون اور اُسنے بڑی بیٹی کے نکاح کردینے کا ارادہ کیا اور غلطی سے
چھوٹی بیٹی کا نام لیگیا تو چھوٹی بیٹی کا نکاح صحیح ہو جائیگا کذا فی الخانیۃ بشرطیکہ کوئی مانع نکاح نہو اور اگر چھوٹی بیٹی کسیکی منکوحہ ہو یا زوج کی محرم ہو تو اس صورت مین
نہ چھوٹی کا نکاح صحیح ہوگا نہ بڑی کا چھوٹی کا اسواسطے صحیح نہوگا کہ محل نکاح نہین اور بڑی کا اسواسطے نہین کہ اُسکا نام مذکور نہوا کذا فی حاشیۃ المدنی و
لو بعث مرید النکاح اقواما للخطبۃ فزوجہا الاب او الولی بحضرتہم صح فجعل المتکلم فقط خاطبا والباقی شہودا بہ یفتی فتح اور اگر بھیجا نکاح کے ارادہ کرنے والے نے
چند قوم کو منگنی کے واسطے سو نکاح کردیا باپ نے یا اور ولی نے اُنکے حضور مین تو نکاح صحیح ہوگا تو فقط ایک بولنے والا خاطب قرار دیا جائیگا اور باقی لوگ
شاہد ہو جائینگے اسی روایت پر فتوی ہے کذا فی فتح القدیر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے قال زوجنی ابنتک علی ان امرہا بیدک لم یکن لہ الامر لانہ تفویض
قبل النکاح ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ میرا نکاح اپنی بیٹی سے کردے اس شرط پر کہ اسکی طلاق تیرے ہاتھ مین ہے تو اس صورت مین باپ کو طلاق کا
اختیار نہوگا اور نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ اسمین طلاق کی تفویض ہے نکاح سے پہلے اور حالانکہ یہ صحیح نہین وکلہ بان یزوجہ فلانۃ بکذا فزاد الوکیل فی المہر لم ینفذ
وکیل کیا ایک مرد نے دوسرے کو کہ اسکا نکاح فلانی عورت سے کردے اتنے درم پر مثلا ہزار درم پر سو زیادہ کردیا مہر وکیل نے مثلاً دو ہزار کا مہر مقرر
کردیا تو یہ نکاح نافذ نہوگا موکل چاہے تو زیادتی مہر کی قبول کرے اور نکاح کو صحیح کردے اور چاہے نمانے تو نکاح باطل ہو جاوے ولو لم یعلم حتی دخل بہا
بقی الخیار بین اجازتہ وفسخہ ولہا الاقل من المسمی ومہر المثل لان الموقوف کالفاسد پھر اگر موکل کو زیادتی مہر کا علم نہوا یہانتک کہ عورت کی قربت کی تو بھی باقی رہیگا
اختیار زوج کو نکاح کے صحیح رکھنے مین اور باطل کردینے مین سو اگر صحیح رکھیگا تو مہر مسمی قبول کریگا اور اگر فسخ کریگا تو عورت کو کمتر مہر مسمی اور مہر مثل سے
ملیگا یعنی مہر مسمی زوج پر واجب ہوگا اگر مہر مسمی مہر مثل سے کم ہوگا اور مہر مثل واجب ہوگا اگر مہر مثل مسمی سے کم ہوگا اسواسطے کہ نکاح غیر نافذ جسکو نکاح
موقوف کہتے ہین نکاح فاسد کے برابر ہے تو نکاح فاسد کا حکم نکاح موقوف مین جاری ہوگا اور نکاح فاسد کا یہی حکم ہے کہ اسمین کمتر مہر ملتا ہے تزوج بشہادۃ
اللہ ورسولہ لم یجز بل قیل یکفر نکاح کیا کسی شخص نے خدا اور رسول کی گواہی سے تو نکاح درست نہوگا بلکہ بعضون نے یعنی ابو القاسم صفار نے اُسکے
کفر کا فتوے دیا ہے کفر اُسکا دو دلیلون سے منقول ہے اول یہ کہ اُس نے حرام کو حلال جانا اسواسطے کہ اللہ اور اُسکے رسول نے نکاح کی گواہی دو

پر مخصوص کی ہو اسکے سوا اور کی گواہی کا حکم نہین دیا اور دوسری دلیل یہ ہو کہ جب آپ نے رسول کو گواہ قرار دیا تو رسول کو علم غیب ثابت کیا اور حالانکہ علم غیب حقتعالی کو خاص ہو واللہ اعلم كذا فى حاشية المدنى فصل فى المحرمات اس فصل مین بیان ہو محرمات کا یعنے وہ عورتین جنکا نکاح مرد کو شرع مین درست نہین اسباب التحريم انواع اسباب تحریم کے چند قسم ہین یعنے نو ہین قرابة پہلا سبب حرمت کا قرابت ہو یعنے نسبی سات عورتین حرام ہین ماں بیٹی۔بہن۔عمہ۔خالا۔بھتیجی۔بھانجی۔مصاهرة دوسری حرمت سسرالی رشتہ سے جیسے خوشدامن اور مدخولہ کی لڑکیان اور بہو رضاع تیسری حرمت شیر خوارگی کی چنانچہ دایہ اور اسکی لڑکیان جمع چوتھی حرمت اجتماع کرنے سے جیسے دو بہنون کو یا عورت اور اسکی عمہ یا خالہ کو نکاح مین جمع کرنا ملک پانچوین حرمت ملکیت کے سبب سے جیسے مالک کا نکاح اپنی لونڈی سے یا بی بی کا نکاح اپنے غلام سے شرک چھٹی حرمت مشترک ہونے سے جیسے مجوسیہ اور بت پرست سے نکاح کرنا ادخال امة على حرة ساتوین حرمت بی بی پر لونڈی لانا یعنے زوجہ حُرّہ کے ہوتے لونڈی سے نکاح کرنا فهى سبعة ذكرها المصنف بهذا الترتيب یہ سات سبب حرمت کے مصنف نے اسی ترتیب سے ذکر کیے وبقيت التطليق ثلثا وتعلق حق الغير بنكاح او عدة ذكرها فى الرجعة باقی رہا تین بار کی طلاق دینا اور حرمت بسبب تعلق ہونے حق غیر کے نکاح سے یا عدت سے یعنی مطلقہ ثلثہ بھی حرام ہو اور غیر کی منکوحہ اور معتدہ بھی حرام ہو اِن دو سببون کو مصنف نے فصل رجعت مین مذکور کیا تو نو سبب حرمت کے ہوگئے اور محشیون نے اکیس سبب حرمت کے شمار کیے ہین جیسے لعان اور خنثی مشکل اور جنیہ اور دریائی انسان مترجم نے خوف تطویل سے سب کا شمار کرنا ضرور نہ جانا اسواسطے کہ اگر عاقل آدمی کتاب النکاح مین غور کرے تو جابجا سے سب معلوم ہوسکتے ہین (حرم) على المتزوج ذكرا كان او انثى نكاح (اصله وفرعه) علا او نزل حرام ہو نکاح کرنے والے پر مرد ہو یا عورت نکاح کرنا اپنی جڑ کا اور شاخ کا اگرچہ جڑ نہایت اونچی ہو جیسے ماں اور باپ دادا دادی پردادا پردادی اور نانا نانی پرنانا پرنانی سرنانا سرنانی اور شاخ بھی حرام ہو اگرچہ نہایت نیچی ہو جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی پروتا پروتی اور ناتی ناتن پرناتی پرناتن وعلى هذا القياس (وبنت اخيه) اور حرام ہو اپنی بھتیجی سے سگے بھائی کی بیٹی ہو یا سوتیلے کی (واخته) اور حرام ہو اپنی بہن سگی ہو یا سوتیلی یا اخیافی (وبنتها) اور حرام ہو اپنی بھانجی سگی بہن کی بیٹی ہو یا سوتیلی کی ولو من زنا اگرچہ یہ سب رشتہ زنا سے ہون تو بھی حرام ہین یعنے اصل اور فرع اور بھتیجی اور بہن اور بھانجی ہر طرح سے حرام ہین یہ رشتے نکاح سے ہون یا زنا سے (وعمته) اور اپنی پھوپھی حرام ہو نکاح سے ہو یا زنا سے (وخالته) اور اپنی خالا حرام ہو نکاح سے ہو یا زنا سے شارح اگر قید زنا کی محرمات نسبیہ کے آخر مین لگاتا تو نہایت مناسب ہوتا کہ سب کو حکم شامل ہو جاتا فهذه السبعة مذكورة فى اية حرمت عليكم امهاتكم سو یہ ساتون رشتے محرمات کے حرمت عليكم امهاتكم کی آیت مین مذکور ہین ويدخل عمة جده وجدته وخالتهما الاشقاء وغيرهن اور داخل ہو عمہ اور خالہ کی حرمت مین دادا اور دادی کی عمہ اور اُن دونون کی خالہ سوائے اصل اور فرع کے باقی رشتہ برابر ہین حرمت مین سگی ہون یا سوتیلی یا اخیافی چنانچہ اُسکا بیان ترجمہ مین مفصل ہوچکا واما عمة عمة امه وخالة خالة ابيه فحلال اور مادری عمہ کی عمہ اور سوتیلی خالہ کی خالہ حلال ہو اسواسطے کہ مادری عمہ کا باپ دادی کا زوج ہو تو مادری عمہ کی عمہ دادی کی زوج بہن ہوئی اور چونکہ زوج الام کی بہن حرام نہین تو زوج الجدہ کی بہن بطریق اولے نہ حرام ہوگی اور اگر عمہ سگی یا سوتیلی ہو تو عمہ کی عمہ حرام ہو اسواسطے کہ عمہ یہان عبارت ہو باپ کی بہن سے تو عمہ کی عمہ دادا کی بہن ہوئی تو جیسے باپ کی بہن حرام ہو ویسے ہی دادا کی بہن حرام ہو اور سوتیلی خالہ کی خالہ اسواسطے حلال ہوئی کہ سوتیلی خالہ کی ماں سگی نانی نہین بلکہ نانا کی زوجہ ہو تو اُسکی بہن سالی ہوئی نانا کی اور نانا کی ایسی سالی ناتی پر حرام نہین اور اُسکی خالہ یا مادری خالہ ہو تو اس صورت مین خالہ کی خالہ حلال نہین كذا فى حاشية المدنى عن البحر عن المحيط طحطاوی نے کہا شارح کا یون کہنا

مناسب تھا و اما عمۃ العمۃ لام تاکہ جار مجرور مضاف الیہ کا صفت ہوتا اور مرعا واضح ہوجاتا کبنت عمۃ وعمتہ وخالۃ وخالتہ واحل لکم ما وراء ذالکم
چنانچہ چچا اور عمہ کی بیٹی اور ماموں اور خالہ کی بیٹی بھی حلال ہی بموجب اس قول حقتعالی کے کہ حلال کردیا گیا تمپر سوائے اسکے اول حقتعالی نے
محرمات کو ذکر فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ سوائے ان محرمات کے سب عورتیں حلال ہیں اور چونکہ عمہ اور خالہ کی بیٹیاں اور مادری عمہ کی عمہ اور سوتیلی خالہ کی
خالہ محرمات مذکورہ میں داخل نہیں تو انکی حلت صاف ثابت ہوگئی (و حَرُم) بالمصاہرۃ (بنت زوجتہ الموطوءۃ) اور حرام ہی بسبب سسرالی رشتہ کے اپنی
زوجہ مدخولہ کی بیٹی یعنی ربیبہ اور اگر عورت سے نکاح کیا اور بدون جماع اسکو طلاق دی تو اسکی بیٹی سے نکاح درست ہی (و ام زوجتہ) جدا تہا مطلقا یحرم بمجرد العقد
الصحیح (و ان لم توطأ الزوجۃ) اور حرام ہی اپنی زوجہ کی ماں اور دادیاں نانیاں ہر طرح سے سگی ہوں یا سوتیلی حرمت ثابت ہوتی ہی بمجرد نکاح صحیح کے اگرچہ
زوجہ سے جماع نہ کیا ہو نکاح صحیح کی اسواسطے قید دی کہ مجرد نکاح فاسد سے خوشدامن حرام نہیں ہوتی جبتک جماع یا مساس وغیرہ نہوا ہو لما تقرر ان طی الامہات
یحرم البنات ونکاح البنات یحرم الامہات حرمت ربیبہ کا مقید ہونا جماع زوجہ پر اور خوشدامن کی حرمت بلا قید اسواسطے ہی کہ ثابت ہوچکا ہی شرع میں
کہ ماؤں کا جماع بیٹیوں کو حرام کردیتا ہی اور فقط بیٹیوں کا نکاح بدون جماع کے حرام کردیتا ہی ماؤں کو چنانچہ کلام مجید میں یہ دونوں صورتیں صاف
مصرح ہیں (ویدخل بنات الربیبۃ والربیب) اور داخل ہی ربیبہ کی حرمت میں ربیبہ اور ربیب کی بیٹیوں کی حرمت (وفی الکشاف واللمس ونحوہ کالدخول
عند ابی حنیفۃ رح واقرہ المصنف) اور تفسیر کشاف میں ہی کہ مساس وغیرہ شہوت سے قائم مقام دخول کے ہی نزدیک ابی حنیفہ رحمۃ اللہ کے تو فقط
مساس سے بھی حرمت ربیبہ کی امام اعظم رح کے نزدیک ثابت ہوگی اور اسکو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں مسلم رکھا ہی (و زوجۃ اصلہ) اور حرام ہی
اپنی اصل کی زوجہ یعنی جن عورتوں سے باپ دادا نے نکاح صحیح کیا وہ حرام ہیں جماع اُنسے کیا ہو یا نہ کیا (و فرعہ) مطلقا ولو بعیدا دخل بہا اولا اور
حرام ہی مطلقا اپنی شاخ کی زوجہ یعنی اولاد کی اگرچہ شاخ بعید ہو جیسے پوتا اور ناتی اولاد نے اپنی زوجات سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو یعنی بیٹے اور
پوتے کی زوجہ باپ اور دادے پر حرام ہی جماع یہاں مشروط نہیں فقط نکاح صحیح چاہیے (واما بنت زوجۃ ابیہ وابنہ فحلال) اور اپنے باپ کی
زوجہ کی بیٹی یعنی سوتیلی ماں کی لڑکی جو باپ کے نطفہ سے نہیں اور اپنے فرزند کی زوجہ کی بیٹی جو فرزند کے نطفہ سے نہیں سو حلال ہی اسواسطے کہ دونوں میں
خون کا میل نہیں (و حرم الکل مما مر تحریمہ نسبا و مصاہرۃ رضاعا) الا ما استثنی فی بابہ اور حرام ہیں سب شخص جنکی تحریم نسبا اور مصاہرۃ مذکور ہوچکی شیر خوارگی سے
مگر جنکی حلت رضاعت سے مستثنی ہی چنانچہ انکی تفصیل آگے آویگی رضاعی ماں اور بہن اور رضاعی دادی نانی اور رضاعی بھتیجی بھانجی حرام ہیں خلاصہ یہ کہ دایہ کی
سب قرابت والی شیر خوار پر حرام ہیں اور شیر خوار کیطرف سے زوجین اور فروع دایہ وغیرہ پر حرام ہیں چنانچہ یہ قاعدہ حرمت کا اس بیت میں موجود ہی بیت
از جانب شیردہ ہمہ خویش شوند ✦ وز جانب شیرخوار زوجان و فروع ✦ فرع لتقع مغالطۃ چند فروع متعلق بمحرمات شارح مذکور کرتا ہی جنکے جواب دینے میں خطا
کا احتمال ہی طلق امرأتہ تطلیقتین ولہا منہ لبن فاعتدت فنکحت صغیرا فارضعتہ فحرمت علیہ فنکحت آخر فدخل بہا فابانہا فہل تعود للاول واحدۃ ام بثلث الجواب
لا تعود الیہ ابدا لصیرورتہا علیہ انبہ رضاعا ایک مرد ہی جسنے اپنی زوجہ کو دوبار طلاق دی اور زوجہ شیر دار ہی اس مرد کے نطفے سے پھر عدت کے بعد اُسنے
نکاح کیا کسی شیر خوار لڑکے سے سو اُسنے اسکو دودھ پلایا تو حرام ہوگئی اُسپر پھر اُسنے اور مرد سے نکاح کیا تو اُسنے عورت سے جماع کیا پھر اُسنے
اسکو طلاق بائن دی سو یہ عورت کیا پھر نکاح کرسکتی ہی پہلے شوہر سے ایک طلاق سے یا تین طلاقوں سے یعنی شوہر اول دوبار طلاق دے چکا تھا
سو دوسرے نکاح میں شوہر اول کو ایک باقی ماندہ طلاق کا اختیار ہوگا یا تینوں طلاق کا مالک ہوگا جواب اس سوال کا یہ ہی کہ یہ عورت کبھی نہیں پھر سکتی
شوہر اول کی طرف اسواسطے کہ وہ زوجہ ہوگئی مرد کے رضاعی بیٹے کی اور سو کبھی حلال نہیں ہوسکتی شری امۃ ابیہ لاتحل لہ ان علم انہ وطیہا خرید کی
اپنے باپ کی لونڈی تو ولد کو اسکی وطی حلال نہیں اگر اسکو معلوم ہو کہ باپ نے اس سے وطی کی تزوج بکرا فوجدہا ثیبا وقالت ابوک فضنی

سوال و جواب لطیف

صَدَّقَہَا بانت بلا مہر والا لا شخص نے نکاح کیا ایک مرد نے باکرہ عورت سے تو اُسکو باکرہ نہ پایا پھر اُسنے پوچھا کہ کسنے تیرا ازالہ بکارت کیا اُسنے جواب دیا کہ تیرے
باپ نے میری بکارت کا ازالہ کیا سو اگر زوج نے اُسکی تصدیق کی تو اُسکا نکاح ٹوٹ گیا بدون مہر کے یعنی مہر دینا شوہر پر واجب نہوا قصور عورت کا تھا کہ اُسنے اول
کیون نہ ظاہر کیا اور اگر شوہر نے عورت کی تصدیق نہ کی تو نکاح نہ ٹوٹا چاہے اُسکو رکھے چاہے چھوڑ دے وحرم ایضا بالصہریۃ اصل مزنیتہ اور بھی حرام ہی
سُسرالی رشتہ سے عورت مزنیہ کی اصل یعنی جس عورت سے زنا کیا تو اُسکی مان اور دادی اور نانی مرد پر حرام ہین اراد بالزنا الوطی الحرام مصنف نے زنا سے
حرام جماع مراد رکھا اسواسطے کہ نکاح فاسد کی منکوحہ اور جاریہ مشترکہ اور زوجہ حائضہ اور نفسا کے جماع سے بھی حرمت مصاہرت کی ثابت ہوتی ہی تو
اعتبار جماع کا ٹھہرا احلال ہو یا حرام یہ حرمت فقط زنا پر مخصوص نہوئی واصل ممسوستہ لشہوۃ ولو لشعر علی الراس بحائل لا یمنع الحرارۃ اور حرام ہی اصل
اُس عورت کی جسکو شہوت سے مساس کیا اگرچہ سر کے لپٹے ہوئے بالون کو مساس کیا ہو اور اگرچہ ایسا باریک کپڑا درمیان مین حائل ہو کہ گرمی بدن کی وصول
کی مانع نہو تو معلوم ہوا کہ لٹکے بالون کا مساس حرمت کا سبب نہین اور اسی طرح گاڑھے کپڑے کا حائل ہونا جو بدن کی گرمی معلوم ہونے کا مانع ہی ممسوسہ
کی اصول کو حرام نہین کرتا واصل ماستہ وناظرۃ الی ذکرہ والمنظور الی فرجہا المدور الداخل ولو نظرہ من زجاج او من ماء ہی فیہ اور حرام
ہی اصل اُس عورت کی جسنے مرد کو شہوت سے چھو لیا یا مرد کے آلۂ تناسل کو شہوت سے دیکھ لیا اور اُس عورت کی اصل حرام ہی جسکی گول شرمگاہ اندر والی کو
مرد نے شہوت سے دیکھا گو شیشے سے دیکھا ہو یا اُس پانی سے دیکھا ہو جسکے اندر عورت داخل ہی سو اگر عورت کی شرمگاہ آئینہ مین دیکھی یا عورت
حوض پر بیٹھی ہو اور اُسکی شرمگاہ پانی سے نظر پڑی یا ظاہری شرمگاہ دیکھی یا باطنی نہ دیکھی تو اُسکی اصول اور فروع کی حرمت ثابت نہین ہوتی وفروعہن
مطلقاً اور فروع اُن محرمات مذکورہ کے حرام ہین مطلقاً یعنی جیسے عورت مزنیہ اور ممسوسہ اور ماسہ اور ناظرہ اور منظورہ کی اصول حرام ہین ویسے فروع
بھی حرام ہین اصول پدری اور مادری اگرچہ عالی ہون اور فروع پسری اور دختری اگرچہ سافل ہون والعبرۃ للشہوۃ عند المس والنظر لا بعدہما
اور اعتبار شہوت کا مساس کرنے اور نظر کرنے کے وقت کا ہی نہ بعد کا یعنی مساس اور نظر کے وقت اگر شہوت ہوگی تو حرمت مذکورہ ثابت ہوگی
اور اگر بعد مساس کرنے اور بعد نظر پڑنے کے شہوت ہوئی تو اُسکا کچھ اعتبار نہین وحدہا فیہما تحرک آلتہ او زیادتہ بہ یفتی اور مقدار شہوت کی
مساس اور نظر مین یہ ہی کہ آلۂ تناسل جنبش مین آوے یا نظر اور مساس کرنے سے جنبش سابق سے زیادہ ہو جائے اگر سابق سے کچھ شہوت تھی اسی
روایت پر فتویٰ ہی کذا فی بحر الرائق وفی امرأۃ ونحو شیخ کبیر تحرک القلب او زیادتہ اور مقدار شہوت کی عورت اور بڈھے مرد مین یہ ہی کہ دل مین
جنبش اور خواہش ہو یا دل کی خواہش سابق سے زیادہ ہو جائے شیخ کے مانند مین عنین اور مریض اور مقطوع الذکر داخل ہو گئے وفی الجوہرۃ
لا یشترط فی نظر الفرج تحریک آلتہ بہ یفتی اور جوہرہ مین یہ روایت ہی کہ عورت کی شرمگاہ کے نظر کرنے مین جنبش آلۂ تناسل کی شرط نہین اسی پر
فتوے ہی ہذا اذا لم ینزل فلو انزل مع مس او نظر فلا حرمتہ بہ یفتی ابن کمال وغیرہ یہ حرمت مساس اور نظر کی اُسوقت تک ہی جب تک انزال
نہین ہوا اور اگر انزال ہو گیا مساس اور نظر کرنے کے ساتھ تو حرمت ثابت نہین اسی پر فتوے دیا ہی ابن کمال وغیرہ نے عدم انزال سبب
حرمت کا اسواسطے ہوا کہ جب تک انزال نہین ہوا تو جماع کی خواہش ہی اسواسطے اسکو قائم مقام جماع کے کر دیا ہی بخلاف انزال کے کہ اُسوقت
مطلق خواہش جماع کی نہین ہوتی پھر کیونکر جماع کے قائم مقام ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الاشباہ وفی الخلاصۃ وطی اخت امرأتہ لا تحرم علیہ
امرأتہ اور خلاصہ مین یہ ہی جماع اپنی زوجہ کی بہن کا اُسکی زوجہ کو اُسپر حرام نہین کر دیتا یعنے مصاہرت کی حرمت سواے فروع اور اصول کے
اور کہین ثابت نہین ہوتی چنانچہ زوجہ کی بہن کے جماع سے زوجہ حرام نہوگئی لیکن اگر وطی بالشبہ ہوئی تو زوجہ کی بہن پر عدت بیٹھنا واجب ہی
اور عدت تک زوجہ کے جماع سے پرہیز لازم ہی کذا فی حاشیۃ المدنی لا تحرم المنظور الی فرجہا الداخل من مرأۃ و ماء لان المرئی مثالہ

بالانعکاس لاہو حرام نہین اصول اور فروع اس عورت کی جسکی شرمگاہ نہانی پر نظر پڑی آئینہ سے یا پانی سے اسواسطے کہ شرمگاہ کی مثال نظر پڑی
انعکاس سے نہ خود شرمگاہ اور اسی طرح تصور اور خیال کرنے سے حرمت ثابت نہین ہوتی ہذا اذا کانت حیۃ مشتہاۃ ولو ماضیا اما غیرہا
یعنی المیتۃ وصغیرۃ لم تشتہ فلا تثبت الحرمۃ بہا اصلاً کوطی و دبر مطلقاً یہ حرمت مصاہرت کی زنا اور مساس اور نظر سے جب ہی کہ عورت زندہ لائق
شہوت کے ہو اگرچہ زمانہ ماضی مین لائق شہوت کے تھی اور اب نہو جیسے بڑھی بدشکل اور اگر سوائے اسکے ہو یعنی عورت مردہ ہو یا نو برس سے
چھوٹی ہو تو اُسکے جماع اور مساس اور نظر شرمگاہ سے ہرگز حرمت ثابت نہین ہوتی چنانچہ عورت یا مرد کے اغلام سے مطلق حرمت مصاہرت نہین اگر کوئی
سوال کرے کہ یہ عجیبات ہے کہ فقط مساس سے اصول اور فروع کی حرمت تو ثابت ہو اور عورت کے اغلام سے نہو حالانکہ اسمین بھی مساس کامل موجود ہے اسکا
جواب بحرالرائق مین یون دیا ہے کہ واقع مین علت حرمت کی وہ جماع ہے جس سے لڑکا پیدا ہو اور مساس وغیرہ سے اسواسطے حرمت ثابت ہوئی کہ اس
جماع خاص کا سبب ہے اور اغلام مین اُسکا مطلق احتمال نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وکما لو افضاہا لعدم تیقن کونہ فی الفرج مالم تحبل منہ اور اسی طرح
اگر مرد نے اُس عورت سے جماع کیا جسکے قبل اور دبر کا پردہ پھٹ کر ایک ہو گئی حرمت مصاہرت کی ثابت نہین ہوتی اسواسطے کہ تیقن نہین اس بات
کا کہ جماع قبل مین واقع ہوا یعنی جب دونون مقام مل گئے تو کیونکر یقین کامل ہو کہ دخول فقط قبل مین ہوا دبر مین نہوا اس صورت مین حرمت اُسوقت
ہوگی جب عورت اُس سے حاملہ ہو جائے اسواسطے کہ حمل قبل سے ہوتا ہے نہ دبر سے بلا فرق بین زنا ونکاح یعنے میت اور صغیرہ کے جماع حرمت
ثابت نہین اسمین زنا اور نکاح کا کچھ فرق نہین فلو تزوج صغیرۃ لا تشتہی فدخل بہا فطلقہا وانقضت عدتہا وتزوجت بآخر جاز لہ
ای للاول التزوج ببنتہا لعدم الاشتہاء سو اگر نکاح کیا ایک مرد نے صغیرہ سے جو لائق شہوت کے نہین پھر اُس سے صحبت کی پھر اسکو طلاق
دی اور اسکی عدت گذر گئی اور اس عورت نے بعد مشتہاۃ ہونے کے نکاح کیا اور شخص سے تو جائز ہے پہلے شوہر کو کہ اُس عورت کی بیٹی سے
نکاح کرلے اسواسطے کہ شوہر اول کے پاس لائق شہوت کے نہ تھی اور حرمت مصاہرت کی بدون اشتہا کے ثابت نہین ہوتی لیکن اُس عورت کی
ماں شوہر اول پر بلا شبہ حرام ہے اسواسطے کہ نکاح بنات محرم ہے امہات کا۔ وکذا تشترط الشہوۃ فی الذکر فلو جامع غیر مراہق زوجۃ ابیہ لم تحرم فتح
اور اسی طرح حرمت مصاہرت مین شرط ہے کہ شہوت ہو مرد مین بھی سو اگر جماع کیا باپ کی زوجہ سے لڑکے نے جو قریب البلوغ نہین تو باپ کی زوجہ
باپ پر حرام نہوگی کذا فی فتح القدیر یعنے بسبب عدم شہوت کے یہ نہ ٹھہرے گی کہ باپ پر حرام ہو جائے ولا فرق فیما ذکر بین اللمس والنظر بشہوۃ
بین عمد ونسیان وخطاء واکراہ اور مسائل مذکورہ مین کچھ فرق نہین مساس اور شہوت کی نظر سے درمیان قصد کرنے اور بھول جانے اور چوکنے
اور زبردستی کے یعنے ہر صورت سے مصاہرت کی حرمت ثابت ہو جاتی ہے اور نسیان اور خطا اور اکراہ بیان سب برابر ہین فلو ایقظ زوجتہ
او ایقظتہ ہی لجماعہا فمست یدہ بنتہا المشتہاۃ او یدہا ابنہ حرمت الام ابداً فتح سو اگر جگایا اپنی زوجہ کو یا جگایا زوجہ نے شوہر کو قربت کے لیے
پھر لگ گیا مرد کا ہاتھ زوجہ کی جوان بیٹی کو بیٹی اس مرد سے ہو یا غیر سے یا لگ گیا زوجہ کا ہاتھ شوہر کے بیٹے سے اسی عورت سے بیٹا ہو یا
اور سے تو ماں ہمیشہ کو حرام باپ پر ہو جائیگی کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ جب شہوت سے مساس ہوا تو عمداً در خطاء دونون برابر ہین
قبل ام امراتہ فی ای موضع کان علی الصحیح جوہرۃ حرمت علیہ امراتہ مالم یظہر عدم الشہوۃ ولو علی الفم کما فہمہ فی الذخیرۃ بوسہ لیا اپنی
زوجہ کی ماں کا کسی جگہ کا بوسہ ہو بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی الجوہرۃ حرام ہو جائیگی اُسپر زوجہ اسکی جب تک شہوت نہونا ظاہر نہو گو بوسہ مُنہ پر لیا ہو
چنانچہ ذخیرہ مین اُسکا مصنف یون ہی سمجھا ہے اور اگر خوشدامن کے بوسہ لینے کے وقت شہوت ظاہر نہوگی تو زوجہ حرام نہوگی اگرچہ مُنہ پر بوسہ لیا ہو
محشیون نے لکھا ہے کہ یہ جو عموم تقبیل کا شارح نے جوہرہ سے نقل کیا اسمین شارح چوک گیا اسواسطے کہ جوہرہ مین عموم مذکور نہین اگرچہ عموم اور معتبر کتابون مین

مثل بحر الرائق وغیرہ کے موجود ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی المس لاتحرم مالم تعلم الشہوۃ لان الاصل فی التقبیل الشہوۃ بخلاف المس اور خوشدامن
کے مساس کرنے مین مرد پر زوجہ حرام نہین ہوتی جب تک نہ یقین کرے شہوت کا اور اگر شہوت کا یقین ہوگا تو خوشدامن کے مساس سے زوجہ
حرام ہوگی تقبیل مین شہوت شرط نہوگی اور مساس مین ہوگی اسواسطے کہ اصل تقبیل مین شہوت ہو یعنی بوسہ لینا کم شہوت سے خالی ہوتا ہو بخلاف مساس کے کہ
اکثر شہوت سے خالی ہوتا ہو والمعانقۃ کالتقبیل وکذا القرص والعض بشہوۃ ولو لاجنبیۃ وتکفی الشہوۃ من احدہما اور باہم گلے لگنا مثل بوسہ لینے کے ہو
یعنی معانقہ مین بھی اصل شہوت ہو تو اس سے بھی حرمت ثابت ہوگی جب تک عدم شہوت ظاہر نہو اور اسیطرح ہو شہوت سے چٹکی لینا اور دانت سے
کاٹنا اگرچہ اجنبی عورت سے ہو یعنی اگر اجنبی عورت کا بوسہ لیا یا اسکو گلے لگایا یا اسکے چٹکی لی یا دانت سے کاٹا تو اسکی بیٹی مرد پر حرام ہوجائیگی اور اگر ان
امور کے ساتھ شہوت مطلق نہوگی تو حرمت ثابت نہوگی اور کفایت کرتی ہو شہوت ان امور مین دو مین سے ایک کی یعنے ان امور مین عورت مرد
دونون کو شہوت ہونا ضرور نہین ایک کو بھی اگر شہوت ہوگی تو حرمت ثابت ہوجائیگی ومراہق ومجنون وسکران کبالغ بزازیۃ اور ان امور مین
قریب البلوغ اور دیوانہ اور مست بالغ کے برابر ہی کذا فی البزازیۃ وفی القنیۃ قبل السکران بنتہ تحرم امہا اور قنیہ مین ہو کہ مست نے اپنی بیٹی کا بوسہ لیا تو ماں
اسکی اسپر حرام ہوگئی وبحرمۃ المصاہرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لہا التزوج باخر الابعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ والوطی بہا لایکون زنا اور حرمت
مصاہرت سے نکاح ٹوٹ نہین جاتا یہانتک کہ عورت کو دوسرے سے نکاح کرنا حلال نہین بدون چھوڑنے کے یعنی بعد طلاق دینے اور عدت
گذرنے کے نکاح ہوسکتا ہو اور قربت کرنا اس حرمت مین زنا نہوگا یعنے زوج اگر قبل تفریق کے صحبت کریگا تو اسپر حد زنا کی نہ واجب ہوگی کذا فی حاشیۃ
المدنی ناقلا عن الذخیرۃ وفی الخانیۃ ان النظر لفرج ابنتہ لشہوۃ یوجب حرمۃ امرأتہ خانیہ مین ہو کہ نظر کرنا اپنی بیٹی کی شرمگاہ کو شہوت سے اسکی زوجہ کو اسپر
حرام کردیتا ہو وکذا لو فزعت فدخلت فراش ابیہا عریانۃ فانتشر لہا ابوہا تحرم علیہ امہا اور اسی طرح اگر بیٹی ڈری اور ننگی گھس گئی اپنے باپ کے بچھونے
مین پھر باپ کو اس سے شہوت ہوئی تو حرام ہوجائیگی باپ پر اس بیٹی کی ماں بشرطیکہ باپ نے مساس کیا ہو اور اگر مساس نہین کیا تو فقط گھس جانے
سے حرمت ثابت نہین ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی وبنت سنہا دون تسع لیست بمشتہاۃ بہ یفتے اور جو لڑکی کہ عمر اسکی نو برس سے کم ہو
وہ مشتہاۃ نہین یعنے لائق شہوت کے نہین اسی روایت پر فتوے ہو موٹی اور دبلی ہونے کا کچھ فرق نہین وان ادعت الشہوۃ فی
تقبیلہ او تقبیلہا ابنہ وانکرہا الرجل فہو مصدق لاہی اور اگر دعوے کیا عورت نے مرد کے بوسہ لینے مین یا اپنے بوسہ لینے مین شوہر کے
بیٹے کا اور انکار کیا شہوت کا مرد نے تو یہان شوہر کی تصدیق کی جائیگی نہ عورت کی یعنے اگر زوجہ نے دعوے کیا کہ شوہر نے میری ماں کا یا
بیٹی کا بوسہ شہوت سے لیا یا یون دعوی کیا کہ مین نے شوہر کے اصول یا فروع کا بوسہ شہوت سے لیا اور شوہر شہوت کا منکر ہو تو شوہر کے
قول کی تصدیق ہوگی نہ زوجہ کے یعنے اس صورت مین حرمت مصاہرت نہ ثابت ہوگی الا ان یقوم الیہا منتشرا آلتہ فیعانقہا لقرینۃ کذبہ
او یاخذ ثدیہا او یرکب معہا او یمسہا علے الفرج او یقبلہا علی الفم قالہ الحدادی مگر شوہر کی تصدیق اسوقت نہوگی جب شوہر اٹھے زوجہ
کی بیٹی کی طرف آلہ تناسل کی استادگی مین پھر اسکو گلے لگادے تصدیق شوہر کی اسواسطے نہ ہوگی کہ اسکے جھوٹ کا قرینہ موجود ہو یا مرد عورت
کی چھاتی پکڑلے یا اسکے ساتھ سوار ہو یا اسکی شرمگاہ کو مساس کرے یا اسکے منھ کا بوسہ لے یہ کہا حدادی نے جوہرہ مین یعنے ان صورتون مین
اگر مرد کہے کہ مجھکو شہوت نہ تھی تو اسکے قول کی تصدیق نہوگی حرمت مصاہرت کی ثابت ہوجائیگی وفی الفتح یترای الحاق الخدین بالفم اور
فتح القدیر مین ہی کہ رائے مین آتا ہی ملانا دونون رخسارون کا منھ کے ساتھ یعنے قیاس مین یون آتا ہی کہ رخسارون کا بوسہ لینا اور لبون کا
بوسہ لینا حکم مین برابر ہو وفی الخلاصۃ قیل لہ ما فعلت بام امرأتک فقال جامعتہا تثبت الحرمۃ ولا یصدق انہ کذب ولو ہازلا اور خلاصہ

یہ ہی کہ ایک مرد سے کہا گیا کہ کیا تو نے اپنی خوشدامن سے کیا سو اُسنے کہا کہ مین نے اُس سے جماع کیا تو حرمت مصاہرت کی ثابت ہو جایگی اور اُسکے کاذب
ہونے کی تصدیق نہ کیجائیگی اگرچہ اُسنے ہنسی سے کہا ہو وتقبل الشهادة على الاقرار باللمس والتقبيل عن شهوة اور قبول ہوگی گواہی شہوت سے چھونے
اور بوسہ لینے کے اقرار پر یعنی مرد نے شاہدون کے روبرو اقرار کیا کہ مین نے زوجہ کی بیٹی کو شہوت سے ساس کیا یا بوسہ لیا پھر جب وجہ نے اُسکا دعوی
کیا تو مرد منکر ہو گیا تو اس صورت مین اُسکے اقرار کی گواہی سموع ہوگی اور زوجہ زوج پر حرام ہو جایگی وكذا تقبل على نفس اللمس والتقبيل والنظر الى ذكره او
فرجها عن شهوة في المختار تجنيس لان الشهوة مما يوقف عليها في الجملة بانتشار او آثار ۔ اور اسی طرح سے مقبول ہے گواہی خود چھونے اور بوسہ
لینے اور مرد کے آلہ تناسل یا عورت کی شرمگاہ شہوت سے دیکھنے پر بنابر مذہب مختار کے کذا فی التجنیس اسواسطے کہ شہوت اس قسم کی چیز ہے جسپر فے الجملہ
اطلاع ہو سکتی ہے آلہ تناسل کی استادگی سے یا اور آثار سے وحرم الجمع بين المحارم نكاحًا اى عقدًا صحيحًا اور حرام ہے جمع کرنا محرم عورتون کا
نکاح مین یعنی عقد صحیح مین جمع ۔ بين المحارم جیسے دو بہنون کو نکاح مین جمع کرنا یا خالہ اور بھانجی یا پھوپھی اور بھتیجی سے نکاح کرنا محارم عام ہین نسبی
ہون یا رضاعی شارح نے عقد صحیح کی اسواسطے قید لگائی کہ نکاح فاسد مین جمع حرام نہین جیسے ایک عورت سے نکاح فاسد کیا پھر اُسکی بہن سے
نکاح صحیح کیا تو درست ہے اسواسطے کہ نکاح فاسد مین وطی کرنا حلال نہین کذا فی حاشية المدنی وعدة ولو من طلاق بائن اور حرام ہے جمع کرنا محارم کا
عدت مین اگرچہ طلاق بائن کی عدت ہو یعنی جب عورت کو طلاق رجعی یا بائن دی تو جبتک عدت نہو چکے تو اُسکی بہن یا خالہ یا پھوپھی سے نکاح کرنا
درست نہین وحرم الجمع وطيًا بملك يمين اور حرام ہے جمع کرنا محارم کا وطی مین بواسطے ملک یمین کے یعنی جب لونڈی تصرف مین آئی تو اُسکی بہن یا
خالہ پھوپھی کو ساتھ تصرف مین نہ لائے ۔ بين امرأتين ايتهما فرضت ذكرًا لم تحل له الاخرى ابدًا یعنی نکاح اور عدت اور وطی ملک یمین سے
جمع کرنا اُن دو عورتون مین حرام ہے کہ اُن دو مین سے جسکو مرد فرض کیجیے تو نہ حلال ہو اُسکو دوسری کبھی جیسے عورت اور اُسکی عمہ سو اگر عورت کو مرد فرض کیجیے
تو عمہ کے ساتھ نکاح حلال نہ ہوگا اور عمہ کو اگر مرد فرض کیجیے تو بھتیجی سے نکاح درست نہ ہوگا اور اسی طرح خالہ اور بھانجی کا حال ہے لحديث مسلم
لا تنكح المرأة على عمتها وهو مشهور يصلح مخصصا للكتاب جمع کرنا دو عورتون کا بسبب حدیث صحیح مسلم کے حرام ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ نکاح نہ کیا جاوے عورت کا اُسکی عمہ پر اور حدیث صحیح مسلم کی مشہور حدیث ہے صلاحیت رکھتی ہے کہ قرآن کی مخصص ہو جاوے یعنی ہرچند
قرآن مجید مین سواے جمع ۔ بين الاختين کے بھتیجی اور عمہ کا جمع کرنا منع نہین بلکہ عموم احل لكم ما وراء ذلكم سے حلت معلوم ہوتی ہے لیکن عموم آیت
کا حدیث مسلم سے مخصوص ہو گیا اسواسطے کہ اصول فقہ مین ثابت ہو چکا ہے کہ عموم آیت کا حدیث مشہور سے تخصیص قبول کر لیتا ہے تیسیر الاصول مین
صحاح ستہ سے ابوہریرہ رض کی روایت موجود ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ نکاح کیا جاوے عورت کا اُسکی عمہ پر اور عورت کا اُسکی
خالہ پر ۔ جمع ۔ بين المحارم اسواسطے حرام ہوا کہ اسمین قطع رحم ہوتا ہے چنانچہ طبرانی مین اسی مضمون کی حدیث موجود ہے کذا فی حاشية المدنی فجاز الجمع بين امرأة
وبنت زوجها او امرأة ابنها وامة ثم سيدتها لانه لو فرضت المرأة او امرأة الابن او السيدة ذكرًا لم يحرم بخلاف عكسه تو جائز ہے جمع کرنا عورت
مین اور اُسکے شوہر کی بیٹی مین اور جائز ہے جمع عورت مین اور اُسکے بیٹے کی جورو مین اور جائز ہے جمع کرنا لونڈی مین پھر اُسکے مالک کی بی بی مین
اسواسطے کہ اگر عورت کو اور بیٹے کی جورو کو اور بی بی کو مرد فرض کیجیے تو دوسری حرام نہین ہوتی اور اُسکے برخلاف مین حرمت ہے یعنی جمع کرنا
اُن دو عورتون کا حرام ہے جنکے مرد فرض کرنے سے دونون طرف سے حرمت ہو اور تینون صورتون مین ایک طرف سے حرمت ہے دوسری طرف سے
نہین اسواسطے جمع کرنا جائز ہوا مثلاً پہلی صورت مین اگر عورت کو مرد فرض کیجیے تو اس عورت کے شوہر کی بیٹی اُسپر حرام نہین اور اگر شوہر کے بیٹے کو مرد
فرض کیجیے تو البتہ اُسپر عورت حرام ہوگی اور دوسری صورت مین اگر بیٹے کی جورو کو مرد فرض کیجیے تو عورت اُسپر حرام نہین اور اگر عورت کو مرد کیجیے

تو البتہ بہو حرام ہوگی اور تیسری صورت مین اگر بی بی کو مرد قرار دیجیے تو لونڈی حرام نہین اور اگر لونڈی کو مرد ٹھہرایئے تو البتہ بی بی حرام ہوگی فان
تزوج بنکاح صحیح اخت امتہ قد وطیہا صح النکاح لکن لا یطأ واحدۃ منہما حتی یحرم حل استمتاع احدہما علیہ بسبب ما پھر اگر صحیح نکاح کیا لونڈی
کی بہن سے جس لونڈی کو صحبت مین لا چکا ہو تو نکاح اُسکی بہن کا صحیح ہوگا لیکن دونون مین سے کسیکو تصرف مین نہ لاوے جبتک ایک کی حلت جماع کو اپنے اوپر
کسی سبب سے حرام نہ کرے اگر منکوحہ کو رکھنا منظور ہو تو لونڈی کی صحبت سے پرہیز کرے اور اگر لونڈی کو رکھا چاہے تو منکوحہ کو چھوڑ دے لان للعقد حکم الوطی
حتی لو نکح مشرقی مغربیۃ یثبت نسب اولادہا منہ لثبوت الوطی حکما لونڈی یا اُسکی منکوحہ بہن کا حرام کرنا اسواسطے ضرور ہوا کہ نکاح جماع کے حکم مین ہی یہان تک
کہ اگر نکاح کیا مرد مشرقی نے عورت مغربیہ سے اس طرح کہ اُسکے ولی نے مشرق مین نکاح کردیا تو ثابت ہوگا اُس عورت کی اولاد کا نسب مشرقی مرد سے
واسطے ثابت ہونے جماع حکمی کے بسبب نکاح ہونے کے اسواسطے کہ قطع مسافت بطریق کرامت یا بواسطہ اعمال علویہ کے ممکن ہی ولو لم یکن وطی الا انہ لہ
وطی المنکوحۃ اور اگر لونڈی سے جماع نہ کیا ہو تو مرد کو جائز ہی کہ اُسکی منکوحہ بہن سے جماع کرے اسواسطے کہ مملوک ہونا وطی کے حکم مین نہین ودواعی الوطی کالوطی
ابن کمال اور وطی کے اسباب وطی کے برابر ہین حرمت جمع مین کذا قالہ ابن کمال یعنی اگر لونڈی سے ساتھ یا تقبیل بشہوت کیا پھر اُسکی بہن سے نکاح کیا
تو کسی کی وطی بدون تحریم دوسری کے حلال نہ ہوگی وان تزوجہما معاً ای الاختین او من بمعناہما او بعقدین ونسی النکاح الاول فرق
بینہ وبینہما ویکون طلاقا اور اگر ایک مرد نے نکاح کیا دو محارم سے ساتھ ایک ایجاب اور قبول سے یعنی دو بہنون سے نکاح کیا یا جو دو بہنون کے مانند
ہون حرمت مین یا دونون سے نکاح کیا دو عقد مین یعنے ہر ایک سے ایجاب و قبول علیحدہ کیا اور پہلا نکاح بھول گیا تو جدائی کی جائیگی درمیان مرد
اور دونون عورتون کے اور یہ جدائی طلاق ہوئیگی نہ فسخ یعنے اسمین طلاق کے احکام جاری ہونگے نہ فسخ کے ولہا نصف المہر یعنی فی مسئلۃ
النسیان اذ الحکم فی تزوجہما معاً البطلان وعدم وجوب المہر الا بالوطی کما فی عامۃ الکتب فتنبہ اور واجب ہوگا اُن دونون بہنون کے واسطے آدھا مہر
یعنی وجوب نصف مہر کا نسیان کے مسئلہ مین ہی جہان دو عقد سے نکاح ہوا اسواسطے کہ دونون کے ساتھ نکاح ہونے مین بطلان نکاح اور نہ
واجب ہونے مہر کا حکم ہی مگر وطی سے البتہ مہر واجب ہوگا چنانچہ یہ مسئلہ تمام کتب فقہ مین مصرح ہی سو اس مقام مین آگاہ ہنا ہو کہ نکھانا و ہذا ان کان مہراہما
متساویین قدرا وجنسا وہو مسمی فی العقد وکانت الفرقۃ قبل الدخول او ادعت کل منہما انہا الاولی ولا بینۃ لہما اور یہ وجوب نصف مہر کا
اُسوقت ہی کہ جب دونون کے مہر برابر ہون مقدار مین اور ایک جنس ہونے مین اور مہر معین ہوگیا ہو عقد مین اور جدائی قبل دخول ہوئی ہو یا ہر ایک
عورت دعوے کرتی ہو کہ میرا نکاح پہلے ہوا اور دونون کے گواہ نہون فان اختلف مہراہما فان علما فلکل ربع مہرہا والا فلکل نصف اقل المسمیین
سو اگر مختلف ہون دونون کے مہر پھر اگر دونون کے مہر معلوم ہون کہ فلانی کا اتنا اور فلانی کا اتنا تو ہر ایک کو اُسکا چوتھائی مہر ملیگا اور اگر ہر ایک کا
مہر بالخصوص معلوم نہو اگرچہ یہ معلوم ہو کہ ایک کا مثلاً ہزار ہی اور دوسری کا دو ہزار تو اس صورت مین ہر ایک عورت کو دونون مہر سے جو کمتر ہی
اُسکا نصف نصف ملیگا مثلاً ہزار دو ہزار سے کم ہی تو ہر عورت پانسو پاویگی وان لم یکن مسمی فالواجب متعۃ واحدۃ لہما بدل نصف المہر اور اگر
مہر معین نہو تو واجب ایک پوشاک ہی دونون کے واسطے عوض نصف مہر کے وان کانت الفرقۃ بعد الدخول وجب لکل واحدۃ مہر کامل
لتقررہ بالدخول اور اگر جدائی دونون بہنون کی بعد دخول کے ہوئی تو واجب ہوگا ہر ایک کو مہر کامل بسبب ثابت ہونے مہر کے دخول سے ومنہ
یعلم حکم دخولہ بواحدۃ اور اس مقام سے ایک عورت کے دخول کا حکم بھی معلوم ہوگیا یعنے اگر دونون عورتون کی جدائی ایک عورت کے
مدخول ہونے کے بعد ہوئی تو مدخولہ کو مہر کامل ملیگا اور غیر مدخولہ چوتھائی مہر پاویگی وکذا الحکم فیما جمعہما من المحارم فی نکاح یعنی جیسا حکم جمع بین الاختین کا ہی ویسا ہی
حکم جمع بین المحارم ہی نکاح مین اسی تفصیل سے جسکا بیان ہوچکا وحرم نکاح المولی امتہ اور حرام ہی نکاح کرنا مالک کا اپنی لونڈی سے اسواسطے کہ جماع کی

ملکیت مالک کو نکاح سے قبل بھی ثابت ہو اور یہان حرمت سے یہ مراد نہین کہ نکاح کرنے سے مولی لائق عذاب کے ہوگا بلکہ مراد یہ ہو کہ مولی پر نکاح کے احکام
مثل مہر اور طلاق وغیرہ کے لازم نہ آوینگے والعبد سیدتہ لان المملوکیۃ تنافی المالکیۃ اور حرام ہو نکاح غلام کو اپنی بی بی سے اسواسطے کہ مملوک
ہونا مخالف ہو مالک ہونے کے یعنے غلام کا نکاح بی بی سے اسواسطے حرام ہوا کہ غلام مملوک ہو اور مملوک کو مغلوب ہونا لازم ہو پھر غلام کا شوہر ہونا غالب
ہونے کا مقتضی ہو سو ایک شخص غالب بھی ہو اور مغلوب بھی یہ کیونکر ہو سکے نعم لو فعلہ المولی احتیاطًا کان حسنًا وفیہ انہ لا احتیاط فی عدم عدہا خامسۃ وکونہا مال
ہان اگر نکاح کرے مولی اپنی لونڈی سے احتیاط کی راہ سے تو خوب ہوگا اسواسطے کہ شاید حرّہ یعنے آزاد ہو اسواسطے کہ دست بدست جانے سے ایسا
اکثر ہو جاتا ہو کذا فی البحر شارح نے کہا کہ اسمین یہ ہو کہ اس لونڈی کو پانچوین یا مثل اُسکے نہ شمار کرنے مین احتیاط نہین سو اسکو تامل کرے یعنی اگر بالفرض اسکے
نکاح مین چار آزاد یا لونڈیان ہون تو ئی کو پانچوین نہ شمار کرنے مین احتیاط نہین یا یہ کہ لونڈی سے حُرّہ پر نکاح کرے تو اس نکاح مین کچھ احتیاط نہین پس
اس عبارت سے بہ ظاہر ایسا پایا جاتا ہو کہ مولے کے لیے احتیاط یہی ہو کہ اپنی لونڈی سے عقد نکاح نہ کرے اور فتاوے عالمگیری مین فتاوی ظہیریہ سے
روایت یون ہو کہ علما نے کہا ہو کہ اس زمانے مین بہتر یہ ہو کہ اپنی لونڈی سے نکاح کرے تا کہ اگر حرّہ ہو تو جماع اُسکا نکاح سے حلال ہو جاوے اور نوازل مین ہو کہ اگر
لونڈی مول لے اور جماع کا ارادہ کرے تو احتیاط یہ ہو کہ اُس سے نکاح کرے اسواسطے کہ اگر واقع مین وہ حُرّہ ہو تو نکاح سے حرمت وطی کی جلائی رہی اور اگر لونڈی ہو
تو کچھ نکاح سے ضرر نہین اس روایت سے معلوم ہوا کہ مولی پر اپنی لونڈی کا نکاح حرام نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وحرم نکاح الوثنیۃ بالاجماع اور حرام ہو
نکاح عورت مشرک بت پرست کا بالاتفاق فتح القدیر مین ہو کہ آفتاب پرست بت پرست اور ستارہ پرست اور صورت پرست اور معطلہ اور زندیق یعنی ملحد اور
باطنیہ اور اباحیہ بت پرست مین داخل ہین اور شرح وجیز مین ہو کہ جو مذہب ایسا ہو کہ اسکے اعتقاد پر تکفیر وارد ہو تو اس مذہب والی عورت سے نکاح نہین
جائز اسواسطے کہ مشرک کا نام اُن سب کو شامل ہو اور بحر الرائق مین بھی اس قسم کا مضمون ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وصح نکاح کتابیۃ وان کرہ تنزیہا
اور صحیح ہو نکاح کتاب والی عورت سے اگرچہ مکروہ ہو بکراہت تنزیہی فتح القدیر مین کہا کہ اہل کتاب کی عورتون سے نکاح درست ہو لیکن بہتر یہ ہو
کہ نہ کرے اور کتابیہ حربیہ سے بالاتفاق مکروہ ہو تا کہ مسلمان دار الحرب مین نہ رہ پڑے اور صحبت اہل کفر سے اولاد کے اعتقاد اور اخلاق نہ بگڑ جاین
کذا فی حاشیۃ المدنی مومنۃ بنبی مرسل مقرۃ بکتاب منزل وان اعتقد والمسیح الٰہا- کتابیہ سے مراد وہ عورت ہو جو نبی مرسل کا ایمان رکھتی ہو اور
کتاب آسمانی کا اقرار کرتی ہو جیسے یہود اور نصارے اگرچہ اہل کتاب حضرت مسیح علیہ السلام کو معبود جانتے ہون گو کہ اس اعتقاد سے وہ مشرک ہو گئے
لیکن شرع مین اہل کتاب کو مشرکون سے جدا کیا چنانچہ قرآن شریف مین فرمایا (لم یکن الذین کفروا من اہل الکتاب والمشرکین) اسواسطے کہ عطف
دلیل ہو مغایرت کی وکذا حل ذبیحتہم علی المذہب بحر یعنے جیسے کہ کتابیہ سے نکاح درست ہو ویسے ہی اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور بھی حلال ہو بنا بر مذہب
قوی کے کذا فی بحر الرائق وصرح فی النہر بجواز مناکحۃ المعتزلۃ لانا لا نکفر احدا من اہل القبلۃ وان وقع الزاما فی المباحث اور صاف کہدیا ہو نہر الفائق
مین مناکحت معتزلہ کی جواز کو اسواسطے کہ ہم اہل سنت اہل قبلہ مین سے کسیکی تکفیر نہین کرتے اگرچہ واقع ہو گئی ہو تکفیر اُنکی بطور الزام کے مباحث
خلافیہ مین معتزلہ ایک فرقہ ہو اسلام کا کہ قرآن مجید کو مخلوق کہتے ہین اور قیامت مین دیدار آلہی کے منکر ہین اور عباد کو خالق اسپنے افعال کا
جانتے ہین وغیر ذلک من القبائح فاضل خیر الدین رملی نے مصنف کی شرح منح الغفار کے حاشیہ مین کہا کہ سوفسطائیون کے سب فرقے اور معتزلیون کے
سب گروہ اہل کتاب مین داخل ہین تو نہ جائز ہوگا سنی عورت کا نکاح رافضی سے اسواسطے کہ عورت مسلمان ہو اور مرد کافر ہو حالانکہ مسلمہ کا نکاح
کافر سے جائز نہین انتہی اور شیخ رحمتی نے کہا کہ بعضون نے معتزلہ سے نکاح کرنا مطلقا نا جائز کہا تو رافضی اُنکے برابر ہونگے یا اُن سے بھی بدتر فاضل رملی
نے انکو از قبیل اہل کتاب کے قرار دیا تو اُنکی عورتون سے نکاح کرنا اہل سنت کو درست ہوگا اور سنیہ کا نکاح رافضی یا معتزلی سے

ناجائز ہوگا اور یہ قول اعدل الاقوال ہی اسواسطے کہ رافضیون کے کفر مین شک نہین بسبب اُنکے اعتقاد کفریات کے لیکن جب کتابیہ سے نکاح درست ہوا تو اہل کتاب عیسی علیہ السلام کو معبود یا ابن اللہ کہین تو مقتضا اسکا یہ ہی کہ رافضی عورت سے بھی نکاح درست ہوا اور جو شبہات سے بچا اُسنے اپنا دین بچایا انتہی کذافی حاشیۃ المدنی لا یصح نکاح عابدۃ کوکب لاکتاب لہا نہین صحیح ہی نکاح عورت ستارہ پرست کا جسکے پاس آسمانی کتاب نہین صابیہ ایک فرقہ ہی کفار کا اُنکے اہل کتاب ہونے مین اشتباہ ہی صاحب ہدایہ نے کہا کہ صابیہ عورت سے نکاح درست ہی اگر انکو کسی نبی کا ایمان ہوا اور آسمانی کتاب ہو اور اگر وہ ستارہ پرست ہون اور کتاب نہ رکھتی ہون تو نکاح درست نہین اسواسطے کہ مشرک مین مصنف نے بھی اس قول مین صاحب ہدایہ کی پیروی کی ولا وطیہا بملک یمین اور نہین حلال وطی ستارہ پرست کی ملک یمین سے والمجوسیۃ اور نہین صحیح ہی نکاح آتش پرست عورت کا اور نہ اُسکی وطی حلال ہی ملک یمین سے اسی پر اجماع ہی چارون اماموں کا والوثنیۃ اور نہین صحیح نکاح عورت بت پرست کا یہان عورت بت پرست کے نکاح کی عدم صحت بیان ہوئی اور سابق مین عدم حلت مذکور ہوچکی تو تکرار نہ ہوئی اسواسطے کہ عدم صحت کو عدم حلت لازم نہین وہذا ساقط من نسخ الشرح ثابت فی نسخ المتن و ہو عطف علی عابدۃ کوکب اور یہ یعنی مجوسیہ اور وثنیہ کا لفظ مصنف کی شرح منح الغفار کے نسخون سے ساقط ہی اور متن کے نسخون مین ثابت ہی اور وہ عابدۃ کوکب پر عطف ہی تو مطلب یہ ہوا کہ عابدۃ کوکب اور مجوسیہ اور وثنیہ کا نکاح درست نہین والمحرمۃ بحج او عمرۃ ولو بحرم عطف علی کتابیۃ فتنبہ اور صحیح ہی نکاح اُس عورت کا جسنے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اگرچہ مرد بھی محرم ہو تو بھی صحیح ہی لفظ محرمہ کتابیہ پر عطف ہی تو صحت نکاح محرمہ ثابت ہوئی عابدۃ کوکب پر عطف نہین کہ عدم صحت کوئی سمجھے سو شارح کہتا ہی ای کتاب دیکھنے والے اس مقام مین خبردار رہنا کہین عطف محرمہ کا عابدۃ کوکب پر نکرنا کہ مطلب اُلٹا ہو جائے والامۃ ولو کانت کتابیۃ او مع طول الحرۃ اور صحیح ہی نکاح کرنا لونڈی سے اگرچہ کتابیہ ہو یا بی بی کے ساتھ نکاح کرنے کا مقدور ہو نکاح حرہ کا مقدور ہو یعنی اُسکے مہر دینے کا مقدور ہو تو بھی لونڈی سے نکاح کرنا صحیح ہی والاصل عندنا ان کل وطی حل بملک یمین حل بنکاح وما لا فلا اور قاعدہ ہم حنفیون کے نزدیک یہ ہی کہ جو وطی حلال ہی ملک یمین سے وہ نکاح سے بھی حلال ہی اور جو ملک یمین سے حلال نہین وہ نکاح سے بھی حلال نہین تو کتابیہ لونڈی کی وطی ملک یمین سے حلال ہی تو نکاح سے بھی حلال ہی اور لونڈی کی وطی ملک یمین سے باوجود قدرت نکاح حرہ کے جائز ہی تو نکاح سے بھی جائز ہی اور مجوسیہ اور بت پرست کی وطی ملک یمین سے درست نہین تو نکاح سے بھی درست نہین وان کرہ تحریما فی المحرمۃ وتنزیہا فی الامۃ اگرچہ نکاح مکروہ ہی کراہت تحریمی محرمہ کے نکاح مین اور کراہت تنزیہی لونڈی کے نکاح مین شارح نے کراہت تحریمی نکاح محرمہ کی نہر الفائق کی پیروی سے بیان کی حالانکہ یہ قول جمہور فقہا کے مخالف ہی اسواسطے کہ اُنکے اقوال مین نکاح محرمہ کی حلت مصرح ہی اور حلت کراہت تحریمی کے مبائن ہی اور صحاح ستہ مین ابن عباسؓ کی روایت سے ثابت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھے ہوئے حضرت میمونہؓ سے نکاح کیا اور حالانکہ حضرت کے افعال مین کراہت تحریمی کا ہرگز احتمال نہین تو قول صاحب نہر الفائق کا اور اُسکے تابع شارح کا لائق التفات کے نہین کذافی حاشیۃ المدنی مفصلا وحرۃ علی امۃ اور صحیح ہی نکاح حرہ کا لونڈی پر یعنی اگر اول لونڈی سے نکاح کیا پھر حرہ سے نکاح کیا تو درست ہی لا یصح عکسہ اور اُسکا عکس صحیح نہین یعنے اول حرہ سے نکاح کرے پھر لونڈی سے نکاح کرے تو درست نہین اسواسطے کہ طبرانی مین حدیث ہی کہ منع کیا رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈی کا نکاح حرہ پر کذافی حاشیۃ المدنی ولو ام ولد فی عدۃ حرۃ ولو من بائن اگرچہ نکاح ام ولد کا حرہ کی عدت مین ہو گو عدت طلاق بائن کی ہو تو بھی صحیح نہین وصح لو راجعہا ای الامۃ علی حرۃ ببقاء الملک اور صحیح ہی اگر رجوع کیا لونڈی کی طرف حرہ پر یعنے اگر اول لونڈی سے نکاح کیا پھر حرہ سے نکاح کیا پھر لونڈی کو طلاق رجعی دی پھر اُسکی طرف رجوع کیا باوجود حرہ کے تو درست ہی اسواسطے باقی رہنے ملکیت نکاح لونڈی کے اسواسطے کہ طلاق رجعی سے لونڈی نکاح سے باہر نہوگئی تو حرہ پر ادخال امۃ نہ لازم آیا کہ نادرست ہوتا ولو تزوج اربعا من الاماء وخمسا من الحرائر فی عقد واحد صح نکاح الاماء لبطلان الخمس اور اگر نکاح کیا چار لونڈیون سے اور پانچ

حرہ سے ایک عقد مین تو صحیح ہو گیا نکاح لونڈیون کا واسطے باطل ہونے نکاح پانچ حرہ کے یعنی جیسا حرہ پر لونڈیون کا نکاح درست نہین ویسے ہی حرہ
اور لونڈی کا ایک عقد مین نکاح صحیح نہین لیکن بیان اسواسطے درست ہوا کہ جب پانچ حرہ کا نکاح باطل ٹھہرا تو چار لونڈیون کا نکاح صحیح ہو گیا وصح نکاح اربع
من الحرائر والاماء فقط للحر لا اکثر اور صحیح ہی نکاح فقط چار حرہ کا اور فقط چار لونڈیون کا مرد حر کے واسطے چار سے زیادہ جائز نہین وله التسری بماشاء
من الاماء اور جائز ہی حر کو لونڈی رکھنا صحبت کے واسطے جتنی لونڈیان کہ چاہے یعنی لونڈیون کی مقدار مقرر نہین فلوله اربع من الحرائر والف سریة واراد شراء
اخرے فلامه رجل خیف علیه الکفر پس اگر ایک شخص کے پاس چار بیبیان اور ہزار لونڈیان ہون اور وہ اور ایک لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے پھر اسکو
کوئی مرد ملامت کرے تو اس مرد ملامت کرنے والے پر کفر کا خوف ہی اسواسطے کہ قرآن مین لونڈیون کے تصرف پر کتنی ہی ہون ملامت نہین تو اسکا ملامت
کرنا ظاہرا اسپر دلالت کرتا ہی کہ اسکو قرآن کا یقین نہین ولو اراد التسری فقالت امرأته اقتل نفسی لا یمنع لانه مشروع اور اگر ارادہ کیا ایک شخص نے
لونڈی کے تصرف کا یا دوسرے نکاح کا پھر کہا اسکی جورو نے کہ مین جان کو ہلاک کرتی ہون تو نہ باز رہے لونڈی کے تصرف سے اسواسطے کہ شرع مین
حلال ہی یعنی باز رہنا اسپر واجب نہین لکن لو ترک لئلا یغمها یوجر لحدیث من رق لامتی رق الله له بزازیة لیکن اگر لونڈی کا تصرف یا دوسرے نکاح کو اسواسطے
ترک کرے کہ زوجہ کو رنج نہو تو ثواب پاویگا اس حدیث کی دلیل سے کہ جو میری امت پر نرمی اور شفقت کریگا تو حق تعالی اسپر رحم کریگا کذا فی البزازیہ کہا محشی شیخ عابد
محدث مدنی نے کہ اس حدیث کا ٹھکانا مجھکو معلوم نہین لیکن اس مضمون کی حدیث جامع ترمذی اور ابوداود مین موجود ہی حضرت نے فرمایا کہ رحم کرنے والون پر
رحمن رحم کرتا ہی زمین والون پر رحم کرو تا کہ آسمان والا تمپر رحم کرے اور ابن عساکر اور دیلمی نے صدیق اکبر سے حدیث قدسی نوع نقل کی حقتعالی فرماتا ہی
کہ اگر تم میری رحمت کی امید رکھتے ہو تو میری خلق پر رحم کیا کرو ونصفها للعبد ولو مدبرا ویمنع علیه غیر ذلک فلا یحل له التسری لانه لا یملک الا الطلاق
اور جتنی عورتون کا نکاح حر کو جائز ہی اسکے نصف کا غلام کو صحیح ہی یعنے دو حرہ کا اور دو لونڈیون کا اگرچہ غلام مدبر ہو اور منع ہی اسپر اسکے سوا تو حلال
نہین اسکو لونڈیون کا تصرف اسواسطے کہ غلام کو کسی چیز کی ملکیت نہین سوائے طلاق دینے اپنی منکوحہ کے غلام و مدبر اسکو کہتے ہین جسے
مالک کہے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہی وصح نکاح حبلی من زنا لا حبلی من غیرہ ای الزنا لثبوت نسبه ولو من حربی او سیدها المقر به اور صحیح ہی
نکاح حاملہ کا جسکا حمل زنا سے ہی زنا کے سوائے اور حاملہ سے نکاح جائز نہین اسواسطے کہ اسکا نسب ثابت ہی اگرچہ حمل کافر حربی سے ہو یا لونڈی کے
ایسے مالک سے جو اسکا اقرار کرتا ہی اور اگر اقرار نہ کرے تو نکاح حاملہ سے درست ہی اسواسطے کہ نفی ولد کی جیسے صریح قول سے ثابت ہوتی ہی ویسے ہی
دلالت حال سے ثابت ہوتی ہی کذا فی حاشیة المدنی وان حرم وطیها ودواعیه حتی تضع متصل بالمسئلة الاولی اگرچہ زانیہ حاملہ کی وطی اور بوسہ وغیرہ
حرام ہی لڑکا ہونے تک شارح نے کہا کہ حرمت وطی پہلے مسئلہ سے متصل ہی یعنی زانیہ حاملہ کا نکاح درست ہی وطی درست نہین اسکے سوائے اور حاملہ کا نکاح
درست نہ وطی لئلا یسقی ماءه زرع غیرہ اذ الشعر ینبت منه زانیہ حاملہ کی وطی اسواسطے منع ہی کہ نہ سینچے اسکا جماع کرنے والا اپنا پانی بگانی کھیتی مین اس
کہ بال اس سے جمتے ہین یعنے زیادہ جمتے ہین نہ یہ کہ اسی پر جمنا موقوف ہی کذا فی حاشیة المدنی فروع لو نکحها الزانی حل له وطیها اتفاقا والولد له ولزمه
النفقة یہ چند مسائل ہین جنکو شارح نے بڑھایا اگر زانیہ حاملہ سے زانی مرد نے نکاح کیا تو اسکو اس سے وطی کرنا باتفاق حنفی رح اور شافعی رح کے حلال
اور بیٹا اسی کا ہو گا اور اسپر نفقہ دینا لازم آویگا اسواسطے کہ وطی اسکو حلال ہی بخلاف غیر زانی کے اور لڑکے کا نسب زانی سے اس شرط سے ثابت
جب نکاح کرنے سے چھ مہینے یا زیادہ مدت مین پیدا ہوا اور اگرچہ مہینے سے کم مین پیدا ہو گا تو ثابت النسب نہو گا ولو زوج امته ام ولده الحامل
بعد علمه قبل اقراره به جاز وکان نفیا للولد نهر عن التوشیح اور اگر نکاح کر دیا ایک مرد نے اپنی حاملہ لونڈی کا یا حاملہ ام ولد کا بعد دریافت کرنے حمل
اور ولد کے اقرار کرنے سے پہلے تو جائز ہی اور یہ حمل مین نکاح کر دینا باوجود اسکے علم نفی کے ہی ولد کے اپنے نسب سے کذا فی النهر عن التوشیح

نکاح الموطوۃ بملک یمین اور صحیح ہی نکاح اس عورت کا جس سے صحبت کیجاتی تھی ملک یمین سے یعنی اگر ایک شخص کی لونڈی تھی کہ اُسکے تصرف مین رہا کرتی
تھی پھر اُسنے دوسرے شخص سے نکاح کر دیا تو درست ہی بشرطیکہ حاملہ نہو اسواسطے کہ لونڈی تو بی فراش مالک کی نہین یہانتک کہ اگر اُسکے لڑکا پیدا ہو تو بدون
اقرار مولی کے ثابت النسب نہوگا بخلاف زوجہ کے ولا یستبرئہا زوجہا اور نہ استبرا کرے زوج اسکا نہ وجوبا نہ استحسانا کذا فی الہدایہ اور امام محمد کے نزدیک
استبرا مستحب ہی اور اگر لونڈی خرید کرے تو مشتری پر استبرا واجب ہی اگرچہ عورت یا لڑکے سے خرید کی ہو استبرا یہ ہی کہ بدون ایکبار حیض ہونے کے صحبت
نکرنا بل سیدہا وجوبا علی الصحیح ذخیرۃ بلکہ اُسکے مالک پر واجب ہی استبرا نکاح کر دینے سے پہلے بنا بر قول صحیح کے کذا فی الذخیرۃ او الموطوۃ بزنا ای جاز
نکاح الزانیۃ وان رآہا تزنی - ووطیہا بلا استبرا ہی یا اس عورت کی وطی زنا سے ہوتی ہو تو بھی اسکا نکاح صحیح ہی یعنے زانیہ کا نکاح جائز ہی اگرچہ مرد نے
عورت کو زنا کرتے دیکھا اور اسکو جائز ہی وطی کرنا بدون استبرا کے بشرطیکہ حاملہ نہو چنانچہ سابق مین مذکور ہو چکا واما قولہ تعالے الزانیۃ لاینکحہا
الازان نمنسوخ بآیۃ فانکحوا ما طاب لکم) اور یہ جو قول ہی حق تعالی کا کہ عورت زانیہ سے نکاح نہین کرتا مگر زانی مرد تو اسکا جواب یہ ہی کہ قول
مذکور فانکحوا ما طاب لکم کی آیت سے منسوخ ہو گیا یعنے نکاح کرو جو تمکو اچھا معلوم ہو عورتون سے اس آیت مین بلا قید زنا کے نکاح کا حکم ہوا
اور نسخ کی دلیل یہ ہی کہ ایک مرد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ میری عورت کسی ہاتھ لگانے والے کا ہاتھ نہین ٹالتی
یعنی زانیہ ہی حضرت نے فرمایا کہ طلاق دے اُسکو اُسنے کہا کہ وہ خوبصورت ہی مین اُسکو چاہتا ہون حضرت نے فرمایا تو اپنا مطلب نکال اُس سے یعنی نہ
طلاق دے اور اسکو صحبت مین رکھ کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اس مضمون کی حدیث ابو داؤد اور نسائی مین موجود ہی ابن عباس کی روایت سے
کذا فی تیسیر الوصول وفی آخر حظر المجتبی لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ ولایجب علیہا تسریح الفاجر الا اذا خافا ان لایقیما حدود اللہ فلا باس
ان یتفرقا فما فی الوہبانیۃ ضعیف کما بسط المصنف اور مجتبی کے باب الحظر کے آخر مین ہی کہ واجب نہین مرد پر طلاق دینا بدکار عورت کا بدکاری
زنا سے ہو یا ترک فرائض وغیرہ سے ہو اور نہین واجب عورت پر اپنا خلاص کرنا مرد بدکار سے مگر اُسوقت جب دونون ڈرین کہ اقامت احکام الہی
کی نہ کر سکینگے تو کچھ مضائقہ نہین دونون کی جدائی مین سو جو روایت کہ وہبانیہ مین ہی کہ زانیہ کی وطی زوج پر حرام ہی بدون حیض ہو جانے کے تو وہ روایت
ضعیف ہی چنانچہ اُسکو خوب بیان کیا ہی مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین وصح نکاح المضمومۃ الی محرمۃ اور صحیح ہی نکاح حلال عورت کا جو ملائی گئی
محرم عورت سے یعنی ایک عورت مرد پر حلال ہی اور دوسری حرام ہو اُن دونون سے ایک عقد مین نکاح کیا تو حلال عورت کا نکاح صحیح ہوگا و محرم کا نکاح
باطل ہو جائیگا والمسمی کلہ لہا اور مہر معین سب حلال عورت کا ہوگا یعنی دونون کا مہر اُسی کو ملیگا امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دونون
کے مہر مثل پر تقسیم ہوگا ولو دخل بالمحرمۃ فلہا مہر المثل اور اگر صحبت کی محرم عورت سے تو اُسکو مہر مثل ملیگا کتنا ہی ہو وبطل نکاح متعۃ اور باطل ہی
نکاح متعہ کا متعہ اُسکو کہتے ہین کہ کوئی شخص عورت سے کہے کہ مین نے تجھ سے متعہ کیا دس دن یا مہینے تک اتنے مال پر اول متعہ خیبر اور
فتح مکہ مین مباح تھا جب کہ مردون پر مجرد رہنا نہایت سخت تھا اور عورتون مین قلت تھی پھر بعد فتح مکہ کے قیامت تک حرام ہو گیا چنانچہ صحیح
مسلم مین ربیع بن سبرہ سے روایت ہی کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین روز فتح مکہ مین متعہ مباح کیا پھر فرمایا کہ اے لوگون مین نے تمکو
متعہ کرنے کی اجازت دی تھی عورتون سے اور بالتحقیق حق تعالے نے اُسکو حرام کر دیا قیامت کے دن تک ابن عباسؓ اول حلت متعہ کے قائل
تھے آخر کو وہ بھی حرمت کے قائل ہوئے چنانچہ جامع ترمذی مین مصرح ہی تو باجماع صحابہ اسکی حرمت ثابت ہوئی اور جو متعہ کو حلال جانے
وہ کافر ہی چنانچہ مضمرات مین موجود ہی کذا فی حاشیۃ المدنی و موقت اور باطل ہی نکاح موقت یعنی مدت مقرر کرنا نکاح مین اُسکو نکاح موقت کہتے ہین
نکاح موقت اور متعہ مین چند وجوہ سے فرق ہی متعہ مین لفظ متعہ کا بولنا ضرور ہی اور موقت مین لفظ تزویج اور نکاح لازم ہی اور متعہ مین تعیین مقدار

مہر کی لازم ہو موقت مین نہین اور متعہ مین گواہ شرط نہین بخلاف موقت کے کذا فی حاشیۃ المدنی وان جہلت المدۃ او طالت فی الاصح نکاح موقت
باطل ہو اگرچہ مدت مجہول ہو یا طویل ہو بنا بر قول اصح کے ولیس منہ مالو نکحہا علی ان یطلقہا بعد شہر اور نکاح موقت سے یہ نہین اگر نکاح کیا عورت سے
اس شرط پر کہ اسکو طلاق دیگا بعد ایک مہینے کے اسواسطے کہ طلاق قاطع ہے نکاح کی تو مدت کی شرط قاطع مین ہوئی نہ نکاح مین تو شرط باطل ہو گی اور
نکاح صحیح ہو گا بخلاف نکاح موقت کے کہ اسمین خود نکاح مشروط ہوا او نوی مکثہ معہا مدۃ معینۃ یا نیت کی نکاح کرنے والے نے زوجہ کے ساتھ مدت معین
تک رہنے کی یعنی یہ بھی نکاح موقت مین داخل نہین ولا باس بتزوج النہاریات یعنی اور کچھ مضائقہ نہین نہاریات کے نکاح مین کذا فی العینی نہاریات
وہ عورتین جنکے پاس شوہر دن کو رہے نہ رات کو ویحل لہ وطی امراۃ ادعت علیہ عند قاض انہ تزوجہا بنکاح صحیح وہی ای الحال انہا محل
للانشاء ای لانشاء النکاح خلیۃ عن الموانع وقضی القاضی بنکاحہا ببینۃ اقامتہا ولم یکن فی نفس الامر تزوجہا اور حلال ہے مرد کو وطی اس عورت
کی جسنے مرد پر دعوی کیا قاضی کے نزدیک اسکا کہ مرد نے اس سے صحیح نکاح کیا اور حالانکہ وہ عورت محل ہے وجود نکاح کی حلال ہے محرم نہین خالی ہے موانع نکاح
سے یعنی مثلاً غیر کی منکوحہ یا معتدہ نہین اور حکم کر دیا قاضی نے اُسکے ثبوت نکاح کا بسبب گواہی اُن گواہون کے جنکو عورت نے قائم کیا اور حالانکہ در حقیقت
مرد نے اس سے نہین نکاح کیا تھا مدعیہ اور گواہ دونون جھوٹے سو قاضی کا حکم ظاہر مین نافذ ہو گا نفقہ وغیرہ مرد پر لازم آویگا اور باطن مین بھی نزدیک
امام اعظم رح کے نافذ ہو گا یعنی بلا تردد وطی حلال ہو گی امام اعظم رح کی یہ دلیل ہے کہ ایک مرد نے گواہون سے ایک عورت کا نکاح ثابت کیا علی مرتضی کے روبرو
حضرت نے اُسکے ثبوت نکاح کا حکم کیا عورت نے کہا کہ دعوے اُسکا جھوٹا ہے چارونا چار اگر یہی حکم منظور ہے تو میرا نکاح ہی کر دیجیے حضرت علی نے
فرمایا کہ تیرے دونون شاہدون نے تیرا نکاح کر دیا یعنے اب نکاح کی کچھ حاجت نہین اگر نکاح نہ تھا تو بھی بہ شہادت شہود ہو گیا کذا فی حاشیۃ المدنی
ناقلا عن البحر وکذا تحل لہ لو ادعی ہو نکاحہا خلافاً لہما اور اسی طرح سے حلال ہے وطی مرد کو اگر خود اسی نے عورت کے نکاح کا دعوی کیا اور
گواہ سنکر قاضی نے حکم دیا لیکن اول صورت مین دعوی باطل سے عورت گنہگار ہو گی اور صورت ثانی مین مرد ہو گا اور یہ قول حلت وطی کا خلاف ہے
صاحبین رح کے نزدیک اسواسطے کہ اُنکے نزدیک بدون نکاح جدید کے وطی کرنا حلال نہین وفی الشرنبلالیۃ عن المواہب بقولہما یفتی اور شرنبلالیہ مین
بروایت مواہب صاحبین رح کے قول پر فتوی ہے احتیاط اسی مین ہے کہ وطی نہ کرے لیکن حکم قاضی کا ظاہر مین بالاتفاق نافذ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی
ولو قضی بطلاقہا بشہادۃ الزور مع علمہا بذلک نفذ وحل لہا التزوج باخر بعد العدۃ اور اگر حکم کیا قاضی نے عورت کی طلاق کا
شہادت زور سے باوجود دریافت ہونے عورت کے کہ شہادت زور ہے قضا نافذ ہو گی اور حلال ہو گا عورت کا نکاح کر لینا دوسرے مرد سے
عدت گذرنے کے بعد شہادت زور کا علم عورت کو یون متصور ہے کہ اُس نے خود طلاق کا دعوی کیا اور کاذب گواہ پیش کیے تو وہ یقیناً جانتی ہے
کہ اُسکے شوہر نے طلاق نہین دی وحل للشاہد زوراً تزوجہا وحرمت علی الاول اور حلال ہے شاہد زور کو نکاح کر لینا اس عورت کا اسواسطے
کہ قضا نافذ ہو گئی ظاہر اور باطن مین اور حرام ہوئی عورت پہلے شوہر پر وعند الثانی لاتحل لہما وعند محمد تحل للاول مالم یدخل الثانی وہے من
فروع القضاء بشہادۃ الزور کما سیجی اور نزدیک ابو یوسف رحمہ اللہ کے دونون پر حلال نہین نہ اول شوہر پر نہ ثانی پر اور نزدیک محمد رح کے
شوہر اول پر حلال ہے جب تک شوہر ثانی نے صحبت نہ کی اور اگر صحبت کی تو اول پر حرام ہو گی بسبب وجوب عدت کے اور یہ مسئلہ نکاح اور
طلاق کا قضاء شہادت زور کی فروع سے ہے چنانچہ آگے کتاب القضاء مین آویگا والنکاح لایصح تعلیقہ بالشرط اور نکاح کا معلق
کرنا شرط پر صحیح نہین اسواسطے کہ تعلیق بالشرط اسقاطات خالصہ کو مخصوص ہے جو حلف واقع ہوتے ہین جیسے طلاق اور عتاق اور نکاح
اُن مین سے نہین کتزوجتک ان رضی ابی لم ینعقد النکاح لتعلیقہ بالخطر کما فی العمادیۃ وغیرہا جیسے کوئی کہے کہ مین نے تجھسے نکاح کیا

اگر میرا باپ راضی ہوگا اور دوسرے نے کہا مین نے قبول کیا تو نکاح نہ منعقد ہوگا بواسطے معلق ہونے نکاح کے خطر پر محتمل ہو کہ شرط واقع ہو
یا نہ ہو چنانچہ عدم صحت نکاح معلق کی عمادیہ اور سوائے اسکے مین موجود ہو چنانچہ فتح القدیر اور خلاصہ اور ظہیریہ اور بزازیہ اور خانیہ اور تاتارخانیہ
اور فتاوی ابو اللیث اور جامع الفصولین اور قنیہ مین مصرح ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وما فی الدرر ففیہ نظر اور جو روایت درر مین ہو سو اسمین بحث
اور نظر ہو یعنے مخالف ہو فقہا کے لائق اسناد کے نہین صاحب درر نے کہا کہ نکاح بالشرط جیسے کوئی کہے کہ اگر تو گھر مین جائیگی تو فلانے
سے تیرا نکاح کردونگا اور فلانے نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو یہ تعلیق باطل ہو اور نکاح صحیح ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولا اضافتہ الی المستقبل کتزوجتک
غداً او بعد غد لم یصح اور نہین صحیح ہو اضافت کرنا نکاح کا زمانہ آیندہ کی طرف جیسے یون کہے کہ مین نے تجھسے نکاح کیا آج کے بعد کل یا پرسون تو نہ
صحیح ہوگا ولکن لایبطل النکاح بالشرط الفاسد ولیکن نکاح نہین باطل ہوتا شرط فاسد سے جیسے کوئی کہے کہ مین نے تجھسے نکاح کیا اس شرط سے
کہ مہر نہ دونگا یا اپنا گھر تجھکو عاریت دے یا اپنا نفقہ مجھسے نہ مانگیو یا میری خدمت کرنا وانما یبطل الشرط دونہ یعنی لو عقد مع شرط فاسد لم یبطل النکاح بل
الشرط بخلاف ما لو علقہ بالشرط اور باطل تو شرط ہوتی ہو نہ نکاح یعنے اگر عقد شرط فاسد کے ساتھ ہوا تو نکاح نہ باطل ہوگا شرط باطل ہوگی بخلاف اسکے کہ
اگر نکاح کو شرط پر معلق کیا تو وہان شرط بھی باطل اور نکاح بھی باطل ہو اس مقام مین فرق بتانا معلق علی الشرط اور مشروط بشرط فاسد کا ضرور ہو کہ ناواقفون
کو حیرانی نرہے معلق علی الشرط سے یہ مراد ہو کہ ایسی شرط پر نکاح تعلیق کرے کہ وہ محتمل الوجود ہو نہ متحصل الوجود جیسے کسیکی دل کی خوشی یا دخول داریا ہوا چلنا یا بانی
کا برسنا یا کسی کے جینے مرنے پر نکاح کا معلق کرنا اسکو معلق علی الشرط کہتے ہین اور نکاح مشروط بشرط فاسد سے یہ مراد ہو کہ نکاح کے ساتھ ایسی شرط کی جو لوازم نکاح
کے مخالف ہو جیسے مہر اور نفقہ نہ دینا وعلی ہذا القیاس الا ان یعلقہ بشرط ماض کائن لامحالۃ مگر نکاح معلق اسوقت درست ہو جب اسکی تعلیق کرے
شرط ماضی موجود بلاتردد پر یعنے سابق سے شرط پائی گئی یا وقت ایجاب وقبول کے حادث ہوئی چنانچہ کسی نے کہا کہ مین نے اپنی بیٹی کا نکاح تجھسے کردیا
بشرط آنے زید کے دوسرے نے قبول کیا اور حالت قبول مین فوراً زید آگیا تو نکاح منعقد ہوجائیگا کذا فی حاشیۃ المدنی فیکون تحقیقاً فینعقد للحال
کائن خطب بنتا لابنہ فقال ابوہا زوجتہا قبلک من فلان فکذبہ فقال ان لم اکن زوجتہا من فلان فقد زوجتہا لابنک فقبل ثم علم کذبہ انعقد لتعلیقہ بموجود
یعنے جب موجود شرط پر تعلیق ہوئی تو نکاح تحقیق ہوگیا معلق نہ رہا تو اسی وقت منعقد ہوجائیگا جیسے ایک شخص نے اپنے فرزند کے واسطے
کسیکی بیٹی سے منگنی کی تو اسکے باپ نے کہا کہ مین تو تجھسے پہلے اسکا نکاح کرچکا ہون فلانے شخص سے سو اسنے اسکی تکذیب کی پھر بیٹی کے
باپ نے کہا کہ اگر مین نے فلانے شخص سے نہین نکاح کردیا تو البتہ اسکا نکاح تیرے فرزند سے کیا سو اسنے قبول کیا پھر اسکا کذب معلوم ہوگیا خود
اسکے اقرار سے یا فلانے شخص کے اظہار سے تو یہ نکاح منعقد ہوگیا واسطے معلق ہونے نکاح کے شرط موجود پر یعنی نکاح معلق اس سبب سے صحیح
نہین کہ شرط کا وجود حاصل نہین اور جب شرط موجود ٹھہری تو نکاح معلق نرہا بلکہ محقق ہوگیا تو البتہ صحیح ہوگا وکذا اذا وجد المعلق علیہ فی المجلس کذا
ذکرہ جوی زادہ وعمہ المصنف بحثا اور اسی طرح نکاح صحیح ہوجاویگا جب معلق علیہ یعنی جسپر تعلیق نکاح کی ہوئی وہ ایجاب اور قبول کی مجلس مین پایا
جاوے جیسا کہ اسکو جوی زادہ نے مذکور کیا اور بعضے نسخون مین جوی زادہ کے مقام پر خواہر زادہ مرقوم ہو اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو عام
رکھا ہو بحث کرکے مصنف نے عمادیہ سے نقل کی کہ اگر عورت نے کہا کہ مین نے تجھسے ہزار درم پر نکاح کیا اگر فلانا شخص آج راضی ہوا اور وہ شخص
مجلس مین حاضر تھا سو بولا کہ مین راضی ہوا تو نکاح صحیح ہوگا بطریق استحسان کے اور اگر حاضر نہوگا تو نہ جائز ہوگا اور ظہیریہ مین ہو کہ اگر یون کہا کہ مین
نے تجھسے نکاح کیا اگر میرا باپ راضی ہوا اور اجازت دے پھر دوسرے نے قبول کیا تو صحیح نہین اسواسطے کہ تعلیق ہو اور نکاح تعلیق کا احتمال
نہین رکھتا اور اگر باپ مجلس مین حاضر ہوگا اور قبول کرے تو نکاح جائز ہوگا تو معلوم ہوا کہ فقط وجود معلق علیہ کا مجلس مین کافی نہین جبتک کہ وہ راضی نہو

لو علق بشی یجلسہا [illegible]
کانا ممکن [illegible]
[illegible]
سنہ ٢٥ اور ایک
نسخہ مین جوی
زادہ ہو ١٢

اور اجازت نہ دے اور اگر مجلس کے بعد اجازت دیگا تو جائز نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی لکن فی النہر قبیل کتاب الصرف فی مسئلۃ التعلیق برضی الاب ما یحق الاطلاق فلیتامل المفتی لیکن نہر الفائق مین کتاب الصرف کے قبل مسئلہ تعلیق برضاے والد کے یون کہاہی کہ حق یہ ہی کہ تعلیق علی الاطلاق صحیح نہین خواہ باپ مجلس مین حاضر ہوکر راضی ہویا نہ راضی ہوا اور معلق علیہ خواہ باپ ہو یا اجنبی کسی طرح نکاح صحیح نہین اس اطلاق کو صاحب نہر نے خانیہ سے نقل کیا تو چاہیے کہ مفتی تامل کرے اس مسئلہ کے بیان مین اسواسطے کہ خانیہ نہایت معتمد کتاب ہی کہ قاضی خان اسکی تصحیحات پر اعتماد کرتا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی

باب الولی

یہ باب ہی تعریف اور احکام ولی مین ہو لغۃً خلاف العدو وعرفاً العارف باللہ تعالی وشرعاً البالغ العاقل الوارث ولو فاسقاً علی المذہب لکن متہتکا ولی لغت مین یعنے دوست ہی خلاف دشمن اور عرف مین ولی عارف باللہ کو کہتے ہین اور شرع مین ولی اسکو کہتے ہین جو بالغ اور عاقل اور وارث ہو اگرچہ فاسق ہو بنابر مذہب صحیح کے بشرطیکہ پردہ در حرمت کھونے والا نہو اس تعریف مین سلطان اور مالک اور عبد داخل نہین اسواسطے کہ وارث نہین تو مصنف اور شارح کو لازم تھا کہ انکو تعریف مین داخل کرتے فخرج نحو صبی ووصی مطلقاً علی المذہب تو نکل گیا ولی کی تعریف سے لڑکا اور دیوانہ اور بیہوش اور وصی مطلقاً بنابر مذہب صحیح کے لڑکا بالغ کی قید سے نکلا اور دیوانہ اور بیہوش عاقل کی قید سے نکلا اور وصی وارث کی قید سے نکلا وصی کو مطلقاً ولایت نکاح کی نہین خواہ اسکو نکاح کر دینے کی باپ نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو اور وارث کی قید سے کافر اور غلام بھی نکل گیا تو کافر اپنے بیٹے مسلمان کا اور غلام حرہ کا ولی نہین والولایۃ تنفیذ القول علی الغیر اور ولایت عبارت ہی جاری ہونے قول سے غیر پر یعنی دوسرے پر اسکا قول نافذ ہو جائے فتثبت باربع قرابۃ وملک وولاء وامامۃ سو ثابت ہی ولایت چار سبب سے اول قرابت سے جیسے نکاح بیٹی کا باپ کردے دوسرے ملک جیسے نکاح لونڈی یا غلام کا مالک کردے تیسرے ولایت آزاد کرنے کی جیسے نکاح آزاد کا سید کردے چوتھے امامت جیسے نکاح لاوارث کا بادشاہ یا قاضی کردے شاء او ابی الغیر راضی ہو یا ناراضی یعنی ولی کا قول بہرصورت غیر پر نافذ ہی وہ خوش ہو یا ناخوش ہی ہنا نوعان ولایۃ ندب علی المکلفۃ ولو بکراً اور ولایت بیان نکاح مین دو قسم ہی ولایت مستحب عاقلہ بالغہ پر اگرچہ کنواری ہو یعنی باپ وغیرہ کو بالغہ بیٹی پر جبر کرنا نہین ہوپنچتا نکاح مین لیکن مکلفہ کو مناسب ہی کہ اپنا نکاح ولی پر رکھے تاکہ خلاف فقہا سے بچے اور بیحیائی کی طرف منسوب نہو وولایۃ اجبار علی الصغیرۃ ولو ثیباً ومعتوہۃ ومرقوقۃ اور دوسری قسم زبردستی کی ولایت ہی چھوٹی لڑکی پر اگرچہ کنواری نہو اور ولایت جبری ہو بالغہ بیہوش پر اور لونڈی پر ولایت اجبار کے یہ معنی کہ ولی کے عقد کرنے سے انکا نکاح نافذ ہوتا ہی گو یہ انکار کرین کما افادہ بقولہ وہو ای الولی شرط صحۃ النکاح صغیر ومجنون ورقیق لا مکلفۃ چنانچہ قسم ثانی ولایت کو یعنے اجبار کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا کہ وہ یعنے ولی شرط ہی صغیر اور مجنون اور عبد کے نکاح کی صحت مین نہ مکلفہ مین قید ذکورت کی اتفاقی ہے صغیرہ اور مجنونہ اور مرقوقہ کا نکاح بدون اولیاء کے صحیح نہین فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی تو نافذ ہوگا نکاح حرہ بالغہ عاقلہ کا بدون رضامندی ولی کے کفو مین یا غیر کفو مین اسواسطے کہ اسپر ولایت استحبابی ہی جبری نہین ہی یہی مذہب ہی امام اعظم اور ابو یوسف کا اور محمد نے بھی اسی طرف رجوع کیا اور امام شافعی و امام مالک کے نزدیک عورتون کو بدون اولیاء کے نکاح کا اختیار نہین اسواسطے کہ حدیث شریف مین آیا ہی لا نکاح الا بولی اور ہمارا جواب یہ ہی کہ اکثر آیات قرآنی مین عورتون کو اختیار نکاح کا ثابت ہوتا ہی کما قال تعالی (لا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسہن) اور حدیث لا نکاح الا بولی صحیح نہین بلکہ مضطرب ہی بخاری اور یحیی بن معین نے کہا کہ اسباب مین یعنے اشتراط ولی مین کوئی صحیح حدیث نہین ثابت چنانچہ زیلعی نے

ولا بنی نکن تھا ہو ... مرد کیسی ... دو

اسکو نقل کیا اور اگر صحت کو حدیث کی مسلم کیجیے تو مراد کمال کی نفی ہی نہ جواز کی توفیقا بین الادلۃ اور اگر نفی جواز کی مراد لیجیے تو بھی نکاح مکلفہ کا بطلان
نہین ثابت ہوتا اسواسطے کہ مکلفہ خود اپنی ذات کی ولی ہی چنانچہ جوان مرد اگر نکاح بدون ولی کے کرے تو جائز ہی خود اپنی ولایت سے اور
صحیح مسلم مین حدیث مرفوع موجود ہی کہ (الایم احق بنفسہا من ولیہا) یعنے عورت بے شوہر اپنی ذات کی سزاوار تر ہی بنسبت اپنے ولی کے ایم کہتے ہین
عورت بے شوہر کو انہین باکرہ اور غیر باکرہ دونون شامل ہین تو معلوم ہوا کہ بالغہ پر ولی کا جبر ثابت نہین اُسکو خود اختیار ہی کذا فی حاشیۃ المدنی والاصل ان
کل من تصرف فی مالہ تصرف فی نفسہ ومالا فلا اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جو اپنے مال مین تصرف کر سکتا ہی وہ اپنی ذات مین بھی تصرف کر سکتا ہی اور جسکو اپنے مال مین
تصرف نہین اُسکو اپنی ذات پر بھی تصرف نہین سو عاقلہ بالغہ کو اپنے مال مین تصرف کا اختیار ہی تو اپنے نکاح مین بھی اختیار ہی اور صغیرہ اور مجنونہ کو اپنے مال مین اختیار
نہین تو اپنے نکاح مین بھی اختیار نہین ولہ ای للولی اذا کان عصبۃ ولو غیر محرم کابن العم فی الاصح خانیۃ وخرج ذوی الارحام والام والقاضی الاعتراض
فی غیر الکفو اور جائز ہی ولی کو جب عصبہ بنفسہ ہو اگرچہ غیر محرم ہو جیسے چچا کا بیٹا قول اصح مین کذا فی الخانیۃ اعتراض کرنا غیر کفو مین اسطرح کہ قاضی پاس جا کر نکاح
کو فسخ کروا ڈالے اور نکل گئے عصبہ کی قید سے ذوی الارحام اور ماں اور قاضی یعنی اُنکو اعتراض کا حق نہین وتجدد بتجدد النکاح اور جدید ہوگا فسخ نکاح کا نکاح کے
تجدد سے چنانچہ ولی نے عورت کا نکاح کفو سے کر دیا پھر عورت نے اُسکو پھیر کر دوسرے غیر کفو سے نکاح کیا بدون رضی ولی کے تو یہان بھی ولی کو تفریق کا اختیار ہوگا اسواسطے
کہ نکاح اول کی رضا سے لازم نہین آتا کہ دوسرے نکاح سے بھی راضی ہو فیفسخہ القاضی مالم یسکت حتی تلد منہ لئلا یضیع الولد تو نکاح کو فسخ کر دے قاضی بشرطیکہ
سکوت نہ کیا ہو ولی نے یہان تک کہ عورت شوہر غیر کفو سے جنے اور اگر اس سے لڑکا پیدا ہو تو ولی کو حق اعتراض نہ رہا تاکہ لڑکا نہ ضائع ہو معلوم ہوا کہ بدون
قاضی کے جدائی کا اختیار ولی کو نہین اور قبل تفریق قاضی کے نکاح کے احکام مثل ارث اور طلاق کے ثابت رہینگے سو اگر تفریق بعد دخول کے ہوئی تو
عورت کو مہر معین ملیگا اور اُسپر عدت لازم آویگی اور اگر قبل دخول کے تفریق ہوئی تو مہر نہ ملیگا اسواسطے کہ جدائی شوہر کی طرف سے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا
عن الخانیۃ وینبغی الحاق الحبل الظاہر بہ اور مناسب ہی حمل ظاہر کا ملحق کرنا ولادت کے حکم سے یعنے اگر ولی ساکت رہا یہانتک کہ عورت حاملہ ہو گئی تو حق فسخ کا ساقط
ہو گیا اور یہ تجویز ہی صاحب درر کی ویفتی ای غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وہو المختار للفتوی اور فتوی دیا گیا غیر کفو مین عدم جواز نکاح کا یعنی اگر عورت غیر کفو
سے بدون مرضی ولی کے نکاح کرے تو اصلا جائز نہین اور یہی روایت پسندیدہ ہی فتوے دینے کے واسطے اور یہی روایت کی ہی حسن بن زیاد نے امام اعظم رح
سے کہ اگر زوج کفو ہی تو نکاح بدون ولی کے نافذ ہوگا اور اگر غیر کفو ہی تو ہرگز نافذ نہ ہوگا اور معراج مین خانیہ سے نقل کیا کہ ہمارے زمانہ مین مختار فتوی ہونے
کے واسطے حسن کی روایت ہی اور ذخیرہ مین ہی کہ حسن کی روایت کو اکثر مشائخ نے لیا ہی لفساد الزمان عدم جواز پر فتوے ہوا بسبب فساد زمانہ کے
نہ ہر مکلفہ باشرم وحیا ہی کہ عزت کا خیال رکھے نہ ہر قاضی عادل ہی نہ ہر ولی کو نالش کا سلیقہ ہی فلا تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفو بلا رضی ولی بعد معرفۃ
ایاہ فلیحفظ تو نہ شوہر اول کی حلال ہوگی مطلقہ ثلثہ جس نے نکاح کیا غیر کفو سے بدون مرضی ولی کے بعد پہچان لینے ولی کے شوہر غیر کو سو اسکو
یاد رکھنا چاہیے کہ یہ امر غیر کفو مین کثیر الوقوع ہی یعنے جب فتوے ہوا نکاح غیر کفو کے عدم جواز پر تو ایسے نکاح سے شوہر اول کو مطلقہ ثلاثہ نہ
حلال ہوگی اور اگر مطلقہ کا کوئی ولی نہین یا ولی راضی ہو گیا شوہر غیر کفو کو جان بوجھ کر تو مطلقہ شوہر اول پر حلال ہوگی بعد طلاق دینے شوہر ثانی
کے اور نہر الفائق مین بزازیہ سے نقل کیا کہ برہان الائمہ نے ذکر کیا کہ فتوی امام اعظم رح کے قول پر ہی بسبب قوت دلیل کے یعنی اگر مکلفہ غیر کفو سے نکاح کرے بدون
مرضی ولی کے تو جائز ہی باکرہ ہو یا ثیبہ کذا فی حاشیۃ المدنی تو معلوم ہوا اس مسئلہ مین فتوی مختلف ہی سو اسکو بھی یاد رکھنا چاہیے وبناء علی الاول ہو ظاہر الروایۃ
فرضی البعض من الاولیاء قبل العقد او بعدہ کالکل لثبوتہ لکل کملا اور بنا بر قول اول کے یعنی ظاہر الروایت کے راضی ہونا بعض اولیا کا قبل عقد کے یا بعد عقد
کے سب کے راضی ہونے کے برابر ہی اسواسطے کہ حق ولایت کا ہر ایک کو پورا ثابت ہی یعنی جب ایک ولی راضی ہوا تو باقی ولیون کو حق اعتراض نہ رہا کو لدیہ امان دتو دد

مستحقہ فی الوقت مانند ولایت امان اور قصاص کے یعنی اگر ایک مسلمان نے حربی کو امان دی تو اور مسلمانون کو اسکا توڑ نہین پہونچتا اور اسی طرح اگر ایک ولی نے
قصاص معاف کیا تو باقی اولیا کو طلب قصاص کا حق نہ رہا اور کتاب الوقف مین اسکی ہم آگے تحقیق کرینگے لو استووا فی الدرجۃ والا فللاقرب منہم حق الفسخ
ایک ولی کی رضا سب کی رضا کے برابر ہو اگر سب اولیا درجہ مین برابر ہون جیسے دو بھائی اور دو چچا اور اگر اولیا برابر نہون ایک زیادہ قریب ہو جیسے باپ
اور دوسرا بعید جیسے مثلاً بھائی تو اولیا مین سے اقرب کو حق ہو فسخ کا یعنے اگر بھائی نے نکاح کر دیا تو باپ نکاح کو فسخ کر سکتا ہو وان لم یکن لہا ولی
فہو ای العقد صحیح نافذ مطلقا اتفاقا اور اگر عورت کا کوئی ولی نہین تو عقد صحیح اور نافذ ہو مطلقاً خواہ کفو سے نکاح کیا ہو خواہ غیر کفو سے سب کے
نزدیک وقبضہ ای ولی لہ حق الاعتراض المہر ونحوہ مما یدل علی الرضا رضا دلالۃ ان کان عدم الکفاءۃ ثابتا عند القاضی قبل مخاصمۃ والا
لا یکون رضا اور قبض کرنا اُس ولی کا جسکو حق اعتراض ہو مہر کو اور جو مہر کے مانند ہو اس قسم سے جو رضامندی پر دلیل ہو جیسے تحفہ لینا رضامندی ہو
باعتبار دلالت حال کے اگر عدم کفاءت ثابت ہو قاضی کے نزدیک قبل مخاصمت ولی کے اور اگر عدم کفاءت قاضی کے نزدیک ثابت نہین نالش سے
پہلے تو مہر وغیرہ کا قبض کرنا ولی کی رضا پر دلیل نہین کما لا یکون سکوتہ رضا ما لم تلد جیسا چپ رہنا ولی کا رضامندی پر دلیل نہین جبتک عورت نہ جنے چنانچہ
یہ مسئلہ سابق ہو چکا واما تصدیقہ بانہ کفو فلا یسقط حق الباقین مبسوط اور تصدیق کرنا ایک ولی کا کہ زوج کفو ہو ساقط نہین کرتا باقی اولیا کے حق کو کذا
فی المبسوط ولا تجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ اور جبر کرنا نہین پہونچتا بالغہ باکرہ پر نکاح کا بواسطے قطع ہونے ولایت کے بالغ
ہونے سے فان استاذنہا ہو ای الولی وہو السنۃ او وکیلہ او رسولہ او زوجہا ولیہا واخبرہا رسولہ او فضولی عدل فسکتت عن ردہ مختارۃ پس اگر اجازت
نکاح کی مانگی بالغہ سے ولی نے اور یہی سنت ہو یا ولی کے وکیل نے یا اسکی پیغامی نے اجازت مانگی یا اُسکا نکاح کر دیا اُسکے ولی نے استیذان سے پہلے اور خبر کی بالغہ کو
نکاح کی ولی کے پیغامی نے یا فضولی عادل نے فضولی وہ جو ولی کا وکیل اور رسول نہو پھر سکوت کیا بالغہ نے رد نکاح سے حالت اختیار مین تو اگر استیذان کے
وقت عورت کو چھینک یا کھانسی آئی پھر بعد فراغت کے اُسنے کہا کہ مین راضی نہین نکاح رد ہو گیا ایسا سکوت عذر بے اختیاری لائق اعتبار کے نہین اور شارح نے
سکوت مین قید عن الرد کی لگائی اسواسطے کہ اگر استیذان کے وقت یا نکاح کی خبر سننے کے بعد بالغہ نے کوئی اجنبی بات کی تو ایسا کلام سکوت مین شمار کیا جائیگا اسواسطے
کہ کلام اجنبی رد نکاح نہین تو اجازت مین داخل ہوگا او ضحکت غیر مستہزءۃ یا بالغہ ہنسی بدون تمسخر کے سوا اگر تمسخر اور استہزا سے ہنسی تو یہ ضحک اذن نہوگا او تبسمت
او بکت بلا صوت فلو بصوت لم یکن اذنا ولا ردا حتی لو رضیت بعدہ انعقد سراج وغیرہ فما فی الوقایۃ والملتقی فیہ نظر یا مسکرائی یا روئی بدون آواز کے اور اگر آواز سے
روئی تو یہ رونا نہ اذن ہوگا نہ رد نکاح کا ہوگا یہانتک کہ اگر راضی ہو گی بعد اس رونے کے تو نکاح منعقد ہو جائیگا کذا فی المعراج وغیرہ سو جو روایت وقایہ اور ملتقی
مین ہو اُسمین نظر اور اعتراض ہو یعنے صحیح نہین وقایۃ الروایت اور ملتقی الابحر مین یون ہو کہ بالغہ کا رونا بے آواز اذن ہو اور آواز سے رد ہی شارح نے اس اعتراض
مین صاحب بحر اور نہر اور منح کی پیروی کی ہو اور حالانکہ متون مقدم ہین شروح پر اور وقایہ اور ملتقی کے شاہد ہین اور دو متن یعنی نقایہ اور اصلاح اور اُنکی شروح سو
کیونکر کہا جاوے کہ انکی روایت صحیح نہین بلکہ یون کہنا اولی ہو کہ اس مسئلہ مین دو قول ہین کذا فی حاشیۃ المدنی فہو اذن ای توکیل فی الاول ان اتحد الولی
تو یہ سکوت اور ضحک اور تبسم اور بکا اذن ہو نکاح کا یعنی اپنے نکاح کا وکیل کرنا ہو ولی کو اول صورت مین یعنی استیذان مین اگر ولی ایک ہی ہو فلو تعدد
او زوج لم یکن سکوتہا اذنا سو اگر اولیا نکاح کر دینے والے کثیر ہون تو اسکا سکوت اذن نہوگا مثلاً عورت کے دو بھائی ہین ایک بھائی نے کہا کہ مین تیرا
نکاح زید سے کرتا ہون اور دوسرے نے کہا کہ محمود سے کرتا ہون اور دونون کے استیذان مین عورت چپ رہی تو یہ سکوت اذن نہوگا واجازۃ فی الثانی ان بقی
النکاح لا لو بطل بموتہ اور سکوت بالغہ کا یا ضحک وغیرہ جائز رکھنا نکاح کا ہو دوسری صورت مین یعنے ولی نے قبل استیذان نکاح کر دیا پھر بعد خبر ہونے
کے اُسنے سکوت کیا تو یہ سکوت اجازت ہو نکاح کی اگر ولی ایک ہو اور اگر اولیا زیادہ ہون اور بالغہ ہر ایک کی تزویج سنکر سکوت کرے تو یہ سکوت اجازت نہوگا۔

بلکہ دونون نکاح موقوف رہینگے یہانتک کہ ایک پر اجازت قولی یا فعلی ظاہر کرے کذا فی البدائع اور اگر دونون کو جائز رکھا تو دونون نکاح باطل ہونگے
کذا فی حاشیۃ المدنی سکوت اجازت ہوگا اگر نکاح باقی ہو خبر معلوم ہونے تک اور اگر نکاح باطل ہوگیا بسبب موت شوہر کے یعنی شوہر کے مرنے کے بعد بالغہ
کو خبر نکاح کی پہونچی تو اسوقت مین اُسکا سکوت اجازت نہوگا اسواسطے کہ نکاح خود باطل ہوگیا ولو قالت بعد موتہ زوجنی ابی بامری وانکرت الورثۃ فالقول
لہا فترث وتعتد اور اگر بعد مرنے شوہر کے عورت نے کہا کہ میرا نکاح کردیا تھا میرے باپ نے میرے اذن سے اور شوہر کے وارث اسکے منکر ہین تو عورت
ہی کا قول معتبر ہوگا تو اپنے شوہر کی وارث ہوگی اور عدت بیٹھے گی ولو قالت بغیر امری لکنہ بلغنی فرضیت فالقول لہم اور اگر عورت نے کہا کہ میرا نکاح میرے
باپ نے بدون میرے اذن کے کیا لیکن جب مجھکو خبر نکاح کی پہونچی تو مین راضی ہوگئی سو اس صورت مین شوہر کے وارثون کا قول معتمد ہوگا تو اُسکو نہ مہر ملیگا نہ
میراث لیکن اگر اُسکو صحت نکاح کا علم ہو تو اُسپر عدت لازم آویگی کذا فی حاشیۃ المدنی وقولہا غیرہ اولی منہ رد قبل العقد لا بعدہ اور عورت کا یون بولنا کہ غیر اسکا بہتر
ہو اُس سے یہ رد ہو قبل عقد کے نہ بعد عقد کے یعنی ولی نے بالغہ سے اذن مانگا زید کے ساتھ نکاح مین اور اُسنے کہا زید کے سوا اور شخص بہتر ہو تو اگر یہ قول عقد سے
پہلے ہو تو اجازت نہوئی انکار ہوا اور اگر بعد عقد کے کہا تو انکار نہوگا بلکہ اجازت ہو کذا فی الظہیریۃ اور بحر الرائق مین کہا کہ قبل عقد اور بعد عقد دونون صورتون
مین یہ قول انکار ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو زوجہا لنفسہ فسکوتہا رد بعد العقد لا قبلہ اور اگر نکاح کیا بالغہ کا ولی نے اپنے ساتھ تو سکوت کرنا اُسکا رد ہو بعد عقد کے
نہ قبل عقد کے یعنی نکاح کیا ایک شخص نے اپنے چچا کی بیٹی کے ساتھ بدون اُسکے اذن کے پھر جب بالغہ کو خبر پہونچی تو وہ ساکت ہو رہی تو یہ سکوت بعد العقد
رضا نہوگا اسواسطے کہ ابن العم اس نکاح مین اصیل ہوا اپنی طرف سے اور فضولی ہوا عورت کی طرف سے اور متولی عقد طرفین مین یہ شرط ہو کہ فضولی نہو ایک طرف سے
نہ دو طرف سے تو یہ عقد امام اور محمد کے نزدیک قابل روا اور اجازت کے نہین یہانتک کہ اگر عورت اجازت قولی بھی دے تو بھی صحیح نہین اور اگر استیذان قبل عقد کے ہوا
تو سکوت کرنا اُسکا رضا ہو جائیگا اور عقد صحیح ہوگا بالاتفاق کذا فی الخانیۃ اسواسطے کہ ابن العم اس صورت مین وکیل ہوا عورت کی طرف سے اور اصیل ہوا اپنی طرف سے
سے تو اب اُسکو متولی عقد طرفین ہونا صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو استاذنہا فی معین فردت ثم زوجہا منہ فسکتت صح فی الاصح اور اگر اذن مانگا ولی نے
عورت سے ایک مرد معین مین سو اُسنے رد کیا تھا پھر بعد اسکے نکاح کردیا اُسی شخص مذکور سے سو ساکت ہوگئی بعد خبر معلوم ہونے کے تو نکاح صحیح ہوگا قول اصح مین بخلاف
ما لو بلغہا فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانہ بالرد بخلاف اسکے کہ اگر عورت کو نکاح کی خبر پہونچی تو اُسنے انکار کیا پھر بولی کہ مین راضی ہون تو نکاح نہ جائز ہوگا بسبب باطل
ہو جانے نکاح اول کے انکار سے ولذا استحسنوا التجدید عند الزفاف لان الغالب اظہار النفرۃ عند فجاءۃ السماع اور اسیواسطے بہتر جانا ہو فقہانے تجدید نکاح کو زفاف
کے وقت اسواسطے کہ غالب عادت کنواری عورتون کی اظہار نفرت ہو ناگہان سماعت نکاح کے وقت یعنی احتمال ہو کہ اعلان نکاح کے وقت نکاح سے نفرت کی ہو اور
نکاح باطل ہوگیا ہو بسبب عدم رضا کے پھر جب بعد اسکے نکاح جدید کرلیا تو یہ اشتباہ جاتا رہا بحر الرائق مین کہا تجدید نکاح اسوقت مستحب ہو جب نکاح قبل استیذان کے ہوا ہو اور
اگر بعد استیذان کے نکاح ہوا ہو تو اسکی کچھ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو استاذنہا فی معین فسکتت فوکل من یزوجہا ممن سماہ جاز ان عرف الزوج والمہر
کما فی القنیۃ اور اگر اذن لیا ولی نے عورت سے ایک مرد معین مین سو اُسنے سکوت کیا پھر وکیل کیا ولی نے ایک شخص کو کہ عورت کا نکاح کردے اُس سے جسکا نام
لے دیا تو یہ توکیل اور عقد وکیل جائز ہو اگر زوج اور مہر کی معرفت ہوگئی ہو کذا فی القنیۃ صحت نکاح مین معرفت زوج کی ضرور ہو عورت بھی اُسکو جان گئی ہو اور وکیل
بھی جان گیا ہو تا کہ دوسرے سے نہ عقد کردے اور مہر کی معرفت مین اختلاف ہو چنانچہ ماتن آگے تصریح کریگا کہ مہر پر صحت نکاح کی موقوف نہین واستشکلہ فی البحر بانہ
لیس للوکیل ان یوکل بلا اذن فمقتضاہ عدم الجواز واجاب بانہا مستثناۃ اور مشکل جانا ہو مسئلہ سابق کو بحر الرائق مین اسطرح ہو کہ وکیل کو اختیار نہین کہ دوسرے کو
وکیل کرے بدون اجازت موکل کے تو اس سے لازم آتا ہو عدم جواز نکاح کا یعنی بالغہ کے سکوت سے ولی اُسکا وکیل ٹھہرا پھر اُسکو وکیل کرنے کا اختیار نہین کہ ولی
کے وکیل کی تزویج جائز ہو یا یہ کہیے کہ یہ مسئلہ اس قاعدہ سے مستثنی ہو یعنے ہر چند وکیل کو توکیل کا اختیار نہین لیکن نکاح مین اختیار ہو اسواسطے کہ فقہانے تصریح کی ہو کہ نکاح

کی وکالت حقیقی وکالت نہین بلکہ بیان سفیر محض اور معتبر ہوتا ہو اور اسیواسطے حقوق عقد کے وکیل کی طرف رجوع نہین کرتے اور رباب الوکالت مین آویگا کہ اگر موکل
نے قیمت معین کردی ہو تو وکیل کو اختیار ہو کہ دوسرے کو وکیل کردے اسیطرح یہان بھی شوہر اور مہر معروف اور معلوم ہین تو البتہ وکالت صحیح ہوگی تو اب کچھ اشکال باقی نرہا
کذا فی حاشیۃ المدنی ان علمت بالزوج انہ من ہو لتظہر الرغبۃ فیہ او عنہ ولو فی ضمن العام کجیرانی او بنی عمی ولو محصون سکوت بالغہ کا اذن ہوگا اگر وہ جان گئی ہو
شوہر کو کہ وہ کون ہو تا کہ اسمین شوق ظہور کرے یا نفرت اگرچہ علم شوہر کا درضمن علم ہو جیسے ولی نے کہا کہ مین تیرا نکاح کرتا ہون اپنے ہمسایون سے یا اپنے چچا کے بیٹون
مین سے ایک مرد کے ساتھ بشرطیکہ وہ متناہی ہون تا ہر ایک کا حال عورت کو معلوم ہو سکے والا لا مالم تفوض لہ الامر اور اگر متناہی نہونگے تو رضا نہ ثابت ہوگی جبتک
ولی کو اپنا امر سپرد نہ کرے مثلاً اگر یون کہے کہ جو تو کرے مین اسمین راضی ہون یا یون کہے کہ میرا نکاح کردے جس سے تو چاہے تو البتہ رضا ثابت ہوگی لا العلم بالمہر وقیل
یشترط وہو قول المتاخرین کذا فی البحر عن الذخیرۃ واقرہ المصنف وما صححہ فی الدرر عن الکافی ردہ الکمال شرط نہین مہر کا علم یعنے استیذان مین مقدار مہر کا علم ضرور
نہین اسواسطے کہ صحت نکاح مہر پر موقوف نہین کذا فی الہدایہ اور بعضون نے کہا کہ مہر کا ذکر کرنا شرط ہو اسواسطے کہ قلت اور کثرت مہر سے شوق مختلف ہوتا ہو اور
یہی ہو قول متاخرین فقہا کا کذا فی البحر عن الذخیرۃ اور مصنف نے بھی اسی قول کو ثابت رکھا ہو شرح منح الغفار مین اور جسکی تصحیح کی ہو درر مین بروایت کافی
کے اسکو رد کیا ہو کمال الدین محقق نے درر مین کہا کہ اگر ولی باپ یا دادا ہو تو ذکر شوہر کا کافی ہو مہر کا ذکر ضرور نہین اور اگر باپ دادا کے سوا اور کوئی ولی ہو تو مہر کا تسمیہ
ضرور ہو محقق نے اسکو یون کہا کہ اسطرح تفصیل کرنا قائل کی غفلت ہو اسواسطے کہ باپ دادا مین اور اُنکے سوا اور اولیا مین تفرقہ کرنے کا محل تزویج صغیرہ ہو کہ
جہان ولایت اجبار ثابت ہو اور یہان گفتگو بالغہ مین ہو اسمین باپ اجنبی کے برابر ہو بدون اسکی رضا کچھ نہین کرسکتا وکذا اذا زوجہا الولی عندہا ای
بحضرتہا فسکتت صح فی الاصح ان علمتہ کما مر اور اسیطرح جب نکاح کردیا بالغہ کا ولی نے اُسکے روبرو پھر وہ چپ ہو رہی تو نکاح صحیح ہوگا قول اصح مین
بشرطیکہ شوہر کو اُسنے جانا ہو چنانچہ سابق مین مذکور ہو گیا والسکوت کالنطق فی سبع وثلثین مسئلۃ مذکورۃ فی الاشباہ اور سکوت نطق کے برابر ہو
سینتیس مسئلہ مین جنکا ذکر اشباہ مین ہو کتاب الاشباہ والنظائر مین ابن نجیم صاحب بحر الرائق نے بارھوین قاعدہ مین کہا کہ سینتیس مسئلہ مین
سکوت مانند نطق کے ہو ۱ سکوت باکرہ کا وقت استیذان ولی کے قبل عقد ہو یا بعد ۲ سکوت کرنا اُسکا اپنے قبض مہر کے وقت ۳ سکوت باکرہ کا
اپنے بالغ ہونے کے وقت اپنے خیار نفس مین جب کہ باپ دادا کے سوا اور ولی نے اُسکا نکاح کیا ہو ۴ عورت نے نکاح کرنے کی قسم کھائی ہو پھر اُسکے
باپ نے اُسکا نکاح کردیا اور وہ چپ رہی تو حانث ہوگی یعنی قسم ٹوٹ جائیگی ۵ سکوت متصدق علیہ یعنی فقیر کا برابر قبول کے ہو نہ موہوب لہ کا ۶ قبض موہوب لہ
اور متصدق علیہ کے وقت سکوت کرنا مالک کا اذن مین داخل ہو ۷ سکوت وکیل کا قبول ہو اور رد کرنے سے وکالت رد ہو جاتی ہو ۸ سکوت مقر لہ کا
قبول ہو ۹ مفوض الیہ یعنی جسکو کچھ سپرد کیجیے اُسکا چپ رہنا قبول ہو اور رد ہوتا ہو رد کرنے سے ۱۰ موقوف علیہ کا سکوت جسپر کوئی چیز وقف کیجیے
قبول ہو اور رد ہوتا ہو رد کرنے سے ۱۱ بیع التلجیہ مین بائع یا مشتری نے کہا کہ مین اس بیع کو صحیح کرتا ہون اور دوسرا چپ رہا تو یہ سکوت تصحیح بیع ہوگا ۱۲
غانمین مین تقسیم مال کے وقت یا ملک قدیم کا سکوت رضامندی ہو ۱۳ عبد کو بیع اور شری کرتے دیکھکر مشتری بالخیار کا سکوت کرنا خیار کو ساقط
کرتا ہو ۱۴ مشتری کا قبضہ مبیع پر دیکھکر اُس بائع کا سکوت کرنا جسکو حبس مبیع مین اختیار تھا اجازت ہو قبضہ کرنے کی ۱۵ بیع معلوم ہونے کے
وقت شفیع کا سکوت حق شفعہ کا مبطل ہو ۱۶ غلام کو غیر کا مال خرید فروخت کرتے دیکھکر مولی کا سکوت اجازت ہو تجارت کی ۱۷ مولی نے قسم کھائی کہ غلام کو
تجارت کا اذن نہ دونگا پھر سکوت کیا خرید فروخت کرتے دیکھکر تو حانث ہوگا ۱۸ غلام کا سکوت اور انقیاد بیع اور رہن کے وقت اقرار ہو غلامی کا ۱۹ ایک
شخص نے قسم کھائی کہ فلانے شخص کو اپنے گھر نہ اُترنے دونگا پھر اُسکو اپنے گھر مین اُترتے دیکھا اور سکوت کیا تو حانث ہوگا ۲۰ شوہر کا سکوت کرنا عورت کی
ولادت کے وقت یا مبارکباد دینے کیوقت اقرار ہو ثبوت نسب کا پھر سکوت کے بعد نفی ولد کا اختیار نہین ۲۱ مولی کا سکوت نزدیک ولادت ام ولد کے اقرار ہو ولد کا ۲۲ قبل بیع کے

مبیع کا عیب سنکر سکوت کرنا رضا بالعیب ہی بشرطیکہ مخبر عادل ہو ۲۳ سکوت باکرہ کا تزویج ولی کے معلوم ہونے کے وقت رضا ہی نکاح کی ۲۴ زوجہ نے یا اور
کسی قریب نے زمین بیچی اور اُسوقت شوہر نے سکوت کیا تو یہ سکوت اقرار ہی اسکا کہ وہ زمین شوہر کی نہین اسی پر فتوی ہی مشائخ سمرقند کا بخلاف مشائخ بخارا
کے اور اسی طرح زوجہ کا سکوت زوج کی بیع کے وقت اقرار ہی اپنی عدم ملکیت کا ۲۵ ایک شخص نے دیکھا کہ اُسکا اسباب مالک کسی نے بیچا پھر مدت تک مشتری
اُسپر تصرف کرتا رہا اور یہ شخص چپ ہی تو اُسکا سکوت اُسکے دعوی کا مسقط ہی ۲۶ شرکت عنان کے دو شریک مین ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس لونڈی
کو خاص مین اپنے واسطے لیتا ہون اور دوسرا چپ رہا تو انہین دونون کی شراکت نہوگی ۲۷ وکیل نے موکل سے کہا کہ فلانی چیز کو مین خاص اپنے واسطے
خرید کرتا ہون اور وہ ساکت رہا تو وہ چیز وکیل ہی کی ہوگی ۲۸ صبی عاقل کو خرید فروخت کرتے دیکھکر اسکے ولی نے سکوت کیا تو یہ اذن ہوا ۲۹ غیر کو مشک
پھاڑتے دیکھا یہانتک کہ بہ گیا جو امین تھا تو یہ سکوت رضا ہی ۳۰ قسم کھائی کہ مملوک سے خدمت نہ لونگا پھر وہ بدون اُسکے امر اور نہی کے خدمت کرنے
لگا اور یہ ساکت ہی تو حانث ہوا یہ تیس مسئلہ جامع الفصولین وغیرہ مین تھے اور سات اگلے اشباہ کے مصنف نے زیادہ کیے ۳۱ مان نے بیٹی کے جہیز مین کچھ
اسباب باپ کا دیا اور باپ ساکت ہی تو اُسکو پھیر لینا نہین پہونچتا ۳۲ مان نے بیٹی کے جہیز مین وہ سامان دیا جسکا رواج ہی اور باپ ساکت تھا تو مان ضامن
نہوگی ۳۳ زیور پہنے لونڈی کو بیچا بدون شرط کے پھر لونڈی مشتری کو مع زیور حوالہ کی اور وہ اُسکو لیگیا اور بائع ساکت رہا تو یہ سکوت بمنزلہ تسلیم ہی
زیور کا مالک مشتری ہوگا ۳۴ استاد کے آگے شاگرد کا پڑھنا اور استاد کا چپ رہنا تو یہ سکوت بمنزلہ نطق کے ہی قول اصح مین ۳۵ بے عذر مدعا علیہ
کا ساکت رہنا انکار ہی اور بعضون نے کہا کہ انکار نہین کذا فی القضار الخلاصۃ ۳۶ سکوت راہن کا مرتہن کے قبضہ کرتے وقت مرہون پر ۳۷
قاضی نے شاہد کا حال مزکی سے پوچھا اور اُسنے سکوت کیا تو اُسکا سکوت تعدیل ہی شاہد کی اور یہ ۷ مسئلہ حموی نے اشباہ کے حاشیہ مین زیادہ کیے تو سب
کادن مسئلے ہوتے جنمین سکوت برابر نطق کے ہی خوف طوالت سے اُنکا ذکر کرنا ضرور نجانا فان استاذنہا غیر الاقرب کالاجنبی او ولی بعید فلا عبرۃ لسکوتہا سو اگر اذن
چاہا باکرہ بالغہ سے غیر ولی اقرب نے جیسے اجنبی یا ولی بعید نے اقرب ولی کے ہوتے تو اُسکے سکوت کا اُسوقت مین کچھ اعتبار نہین بل لابد من القول
کالثیب البالغۃ بلکہ اسوقت مین بولنا ضرور ہی مثل ثیب بالغہ کے ثیب اُس عورت کو کہتے ہین جسکا ایک بار نکاح ہوا اور صحبت بھی ہوئی پھر شوہر کی موت سے
یا طلاق وغیرہ سے جدائی ہوئی لافرق بینہما الا فی السکوت نہین فرق دونون مین مگر سکوت مین یعنے باکرہ بالغہ اور ثیبہ بالغہ مین سوائے سکوت اور کچھ فرق نہین مثلاً
باپ نے اذن نکاح کا چاہا تو اسوقت مین باکرہ بالغہ کا سکوت دلیل ہی رضا کی اور ثیبہ کا سکوت کافی نہین بدون رضای قولی کے لان رضاہا یکون بالدلالۃ کما
ذکرہ بقولہ او ما ہو فی معناہ من فعل یدل علی الرضا کطلب مہرہا ونفقتہا وتمکینہا من الوطی ودخولہ بہا برضاہا ظہیریۃ اسواسطے کہ دونون کی رضا
دلالت حال سے بھی معلوم ہوتی ہی چنانچہ مصنف رح نے اپنے اس قول مین بیان کیا یعنی ضرور ہی رضاے قولی یا جو قول کے مانند ہی یعنے وہ فعل جو رضا پر
دلالت کرے جیسے اپنا مہر مانگنا اور نفقہ مانگنا اور وطی کی قدرت دینا اور اپنی خوشی سے شوہر سے خلوت کرنا کذا فی الظہیریۃ مراد دخول سے خلوت ہی نہ وطی اسواسطے
کہ وطی کا ذکر اول ہوچکا وقبول التہنئۃ والضحک سرورا ونحو ذلک بخلاف خدمتہ او قبول ہدیتہ اور مبارکبادی کو قبول کرنا اور خوشی سے ہنسنا اور مانند ان
افعال کے رضامندی پر دلیل ہین جیسے اپنا اسباب شوہر کے گھر اٹھوا لیجانا بخلاف خدمت کرنے شوہر کے اور قبول کرنے اُسکے تحفہ کے کہ یہ رضامندی کی دلیل نہین
من زالت بکارتہا بوثبۃ ای نطۃ او درور حیض او حصول جراحۃ او تعنیس ای کبر بکر حقیقۃ کتفریق بجب او عنۃ او طلاق او موت بعد خلوۃ قبل
وطی جس عورت کی بکارت زائل ہوئی یعنے شرمگاہ کا پردہ پھٹ گیا اُچھلنے کودنے سے یا حیض جاری ہونے سے یا وہان زخم لگنے سے یا زیادہ عمر ہونے سے تو
وہ عورت حقیقی باکرہ ہی کہ مطلق مرد سے خبر نہین مانند اُس عورت کے جسکی تفریق واقع ہوئی شوہر کے مقطوع الذکر و خصیتین ہونے سے یا اُسکے نامرد ہونے سے یا
طلاق دینے یا مرنے شوہر سے بعد خلوت قبل وطی کے او زنا وہذہ فقط بکر حکما ان لم یتکرر ولم تحد بہ یا بکارت زائل ہوئی ہی زنا سے اور یہی عورت فقط حکمی باکرہ ہی

یعنے بمنزلہ باکرہ کے ہو بشرطیکہ تکرار زنا کی نہ ہوئی ہو اور زنا کی حد بھی اُسپر نہ قائم ہوئی ہو خلاصہ یہ کہ باکرہ حقیقی اور حکمی کا سکوت وقت استیذان
ولی کے بجاے نطق کے ہو بولنا اسکا شرط نہین والا فثیب کوطوءۃ لشبہۃ او نکاح فاسد اور اگر چند بار زنا ہوا یا اُسپر زنا کی حد ماری گئی تو وہ
باکرہ نہین ثیب ہو مانند اس عورت کے جسکی صحبت شبہہ سے ہوئی یا نکاح فاسد سے قال الزوج للبکر البالغۃ بلغک النکاح فسکتت و
قالت بل رددت النکاح ولا بینۃ لہما علی ذلک ولم یکن دخل بہا طوعا فی الاصح فالقول قولہا بیمینہا علی المفتی بہ کہا زوج نے
باکرہ بالغہ سے کہ مجھکو خبر پہونچی نکاح کی سو تو ساکت رہی اور اُسنے کہا بلکہ مین نے نکاح کو رد کیا اور حالانکہ دونون کے گواہ نہین اپنے اس دعوی پر
اور دخول بھی رضامندی سے نہوا قول اصح مین تو لائق اعتبار کے عورت کا قول ہوگا اسکی قسم کھانے کے ساتھ بنا بر قول مفتی بہ کے یعنی اگر عورت قسم
کھائیگی تو نکاح نہ ثابت ہوگا وتقبل بینۃ علی سکوتہا لانہ وجودی لضم الشفتین اور مقبول ہونگے زوج کے گواہ زوجہ کے سکوت پر اسواسطے کہ سکوت امر وجودی
ہو بسبب ملانے دونون لبون کے یہ جواب ہو سوال مقدر کا کہ سکوت عبارت ہو عدم کلام سے پھر زوج کے گواہ نفی پر کیونکر مقبول ہونگے شارح نے جواب
دیا کہ سکوت دونون لبون کے ملانے سے ہوتا ہو تو وجودی ہوا نہ کہ عدمی ولو برہنا فبینتہا اولی الا ان یبرہن علی رضاہا او اجازتہا اور اگر دونون گواہ
لائے تو عورت کے گواہ اولی ہین لیکن اگر شوہر گواہ لایا عورت کی رضامندی پر یا اسکی اجازت پر تو شوہر کے گواہ اولی ہونگے کما لو زوجہا ابوہا مثلا
زاعما عدم بلوغہا فقالت انا بالغۃ والنکاح لم یصح وہی مراہقۃ قال الاب او الزوج بل ہی صغیرۃ فان قولہا ان ثبت ان سنہا تسع چنانچہ اگر نکاح
کر دیا عورت کا مثلاً اُسکے باپ نے نابالغہ جانکر سو عورت نے کہا کہ مین تو بالغہ ہون اور نکاح صحیح نہین اور حالانکہ وہ قریب البلوغ ہو اور کہا باپ یا زوج نے بلکہ
یہ صغیرہ ہو اس صورت مین بھی معتبر قول عورت ہی کا قول ہوگا اگر یہ ثابت ہو کہ عورت کی عمر نو برس کی ہو وکذا لو ادعی المراہق بلوغہ اور اسی طرح اگر دعوی کیا بھی
قریب البلوغ نے اپنے بلوغ کا یعنی باپ نے اپنے بیٹے کی کوئی چیز بیچی بیٹا بولا کہ مین بالغ ہون بدون میری مرضی بیع صحیح نہین اور باپ یا مشتری نے
کہا بلکہ وہ نابالغ ہو تو قول بیٹے کا معتبر ہوگا ولو برہنا فبینۃ البلوغ اولی اور اگر باپ بیٹے دونون نے گواہ گذرانے تو گواہ بلوغ کے اولی ہونگے علی الاصح
قول صغیرہ یا صغیر کا معتبر ہو بنا بر مذہب اصح کے اور غیر اصح مین قول باپ کا معتبر ہو بخلاف قول الصغیرۃ رددت حین بلغت وکذبہا الزوج فالقول لہ لانکارہ
زوال ملکہ بخلاف اس قول صغیرہ کے کہ مین نے نکاح رد کیا جب مین بالغ ہوئی اور زوج اسکی تکذیب کرتا ہو تو یہان معتبر قول زوج کا قول ہوگا اسواسطے کہ
زوج اپنے زوال ملک کا منکر ہو اور صغیرہ مدعی ہو ظاہر مین اور حالانکہ لائق اعتبار کے منکر کا قول ہوتا ہو نہ مدعی کا لو اختلفا بعد زمان البلوغ ولو حالۃ البلوغ
فالقول قولہا شرح وہبانیۃ فلیحفظ لائق اعتبار کے قول زوج کا ہو اگر صغیرہ اور زوج مین اختلاف ہوا ہو بعد زمان بلوغ کے اور اگر وقت بلوغ کے اختلاف
ہوا تو قول صغیرہ کا معتبر ہوگا کذا فی شرح الوہبانیۃ سو اسکو یاد رکھنا چاہیے وللولی الاتی بیانہ انکاح الصغیر والصغیرۃ جبرا ولو ثیبا کمعتوہ ومجنون شہرا
اور واسطے اُس ولی کے جسکا بیان آگے آویگا اختیار ہو صغیر اور صغیرہ کے نکاح کر دینے کا زبردستی اگرچہ صغیرہ ثیب ہو مانند احمق بدتدبیر اور مجنون کے
جسکا جنون مہینہ بھر برابر رہتا ہو ولزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مہرہا وزیادۃ مہرہ او زوجہا بغیر کفوان کان الولی المزوج بنفسہ بغبن ابا او جدا
وکذا المولی وابن المجنونۃ اور لازم ہوگا نکاح یعنی صغیر اور صغیرہ کو فسخ کا اختیار نہین ہوگا بعد بلوغ کے اگرچہ نکاح نقصان صریح سے ہوا ہو اسطرح کہ صغیرہ کا مہر کم
کر دیا ہو اور صغیر کا زیادہ یا اگرچہ صغیرہ کا نکاح غیر کفو سے کر دیا ہو اگر ولی جسنے نکاح بذات خود صریح نقصان سے کیا ہو باپ ہو یا دادا اور اسی طرح مولا بھی
جسنے صغیر اور صغیرہ غلام لونڈی کا نکاح کرکے آزاد کیا اور اسیطرح مجنون کا بیٹا ولم یعرف منہما سوء الاختیار مجانۃ وفسقا وان عرف لا یصح النکاح اتفاقا
ایسے باپ یا دادا کا نکاح کر دینا لازم ہو جنکی بدتدبیری از راہ بیباکی اور فسق کے معروف نہین اور اگر انکی بدتدبیری معروف ہو تو نکاح صحیح نہین یہ اتفاق
امام اور صاحبین کے وکذا لو کان سکران فزوجہا من فاسق او شریر او فقیر او ذی حرفۃ دنیئۃ لظہور سوء اختیارہ فلا یعارضہ شفقۃ المظنونۃ اور اسی طرح

بالاتفاق نکاح صحیح نہین اگر باپ یا دادا مست ہو پھر صغیرہ کا نکاح کروے فاسق سے یا شریر سے یا محتاج سے جو مہر اور نفقہ دینے پر قادر نہین یا ذلیل
کسب والے سے جیسے خاکروب اور موچی اور جلاہا نکاح صحیح نہوگا بسبب ظاہر ہو جانے اُنکی بدتدبیری کے سو ولی کی شفقت مظنون معارض نہوگی اُنکی بدتدبیری
کی یعنے ان صورتون مین ولی کی حماقت کھل گئی گمان شفقت زائل ہوگیا وان کان المزوج غیرہما ای غیر الاب ابیہ ولو الام او القاضی او وکیل
الاب لکن فی النہر بحثا لو عین لوکیلہ القدر صح لایصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلا اگر نکاح کردینے والا باپ دادے کے سوا ہو اگرچہ
مان ہو یا قاضی یا باپ کا وکیل لیکن نہر الفائق مین بحث کرکے کہا کہ اگر باپ نے اپنے وکیل سے مہر کی مقدار معین کردی تو نکاح صحیح ہوگا تزویج غیر اب و جد سے
نکاح صحیح نہین غیر کفو سے یا صریح نقصان سے ہرگز وما فی صدر الشریعۃ صح ولہما فسخ وہم اور جو کہ کتاب صدر الشریعۃ مین ہو کہ غیر اب و جد کا غیر کفو یا نقصان
صریح سے نکاح کردینا صحیح ہو اور صغیر اور صغیرہ کو بعد بلوغ کے فسخ کا اختیار ہو سو یہ قول خطا ہو ہرگز یہ نکاح صحیح نہین کذا فی فتح القدیر وغایۃ البیان وان کان
من کفو وبمہر المثل صح ولکن لہما ای لصغیر وصغیرۃ وملحق بہما خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعد لقصور الشفقۃ اور اگر
تزویج غیر اب و جد کی کفو سے ہو اور ساتھ مہر مثل کے تو نکاح صحیح ہو ولیکن ان دونون کو یعنے صغیر اور صغیرہ اور اُنکے ملحق کو یعنی احمق اور مجنون کو اختیار ہو
نکاح فسخ کردینے کا اگرچہ بعد دخول کے ہو فسخ کا اختیار ہو بالغ ہونے کے وقت یا بعد بالغ ہونے کے نکاح معلوم ہونے کے وقت یعنی اگر اول سے نکاح
کا علم تھا تو بلوغ کے وقت اختیار ہو اور اگر نکاح اول معلوم نہ تھا تو بعد بلوغ کے بھی معلوم ہونے تک اختیار ہو بسبب کم مہربانی کے یعنی باپ دادے کے برابر اور اولیا
کو مہربانی نہین ہوتی تو اسواسطے صغیر اور صغیرہ کے وقت بلوغ کے اختیار دیا چاہین نکاح رکھین چاہین توڑدین ویغنی عنہ خیار العتق اور اختیار آزادی کا اختیار بلوغ
سے بے پروا کرتا ہو مثلاً صغیرہ لونڈی کا مالک نے نکاح کردیا پھر اُسکو قبل بلوغ آزاد کیا تو بلوغ کے وقت اُسین دو اختیار جمع ہوئے خیار بلوغ اور خیار عتق سو ایسی صورت
مین کون سے فسخ کا اختیار ہوگا خیار بلوغ سے یا خیار عتق سے شارح نے جواب دیا کہ ہوتے خیار عتق کے خیار بلوغ کی کچھ حاجت نہین بسبب قوی ہونے خیار
عتق کے اسواسطے کہ خیار عتق بسبب سکوت اور قیام مجلس کے باطل نہین ہوتا بخلاف خیار بلوغ کے اور حق یہ ہو کہ اس صورت مین خیار بلوغ مطلق نہین اسواسطے کہ
تزویج مولی کی برابر تزویج اب اور جد کے ہو اور حالانکہ وہان بلوغ کے وقت پر فسخ کا اختیار نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو بلغت وہو صغیر فرق بینہما بحضرۃ ابیہ او وصیہ
بشرط القضاء للفسخ فیتوارثان فیہ ویلزم کل المہر اور اگر بالغ ہوئی زوجہ اور زوج صغیر ہو اور زوجہ نے نکاح توڑنا چاہا تو تفریق کروائی جائیگی دونون صغیر کے
باپ کے روبرو یا اُسکے وصی کے روبرو بشرط حکم قاضی کے واسطے فسخ کے تو دونون باہم وارث ہونگے ایک دوسرے کے نکاح مین اور لازم ہوگا تمام مہر یعنے وقت
بلوغ صغیرہ کے قاضی نے نکاح فسخ نہ کیا یہانتک کہ دونون مین سے کوئی مرگیا تو بسبب نکاح باقی رہنے کے ایک دوسرے کا وارث ہوگا اور تمام مہر لازم آویگا
اسواسطے کہ موت بمنزلہ دخول کے ہو مہر پورا کرنے مین ثم الفرقۃ ان من قبلہا ففسخ لاینقص عدد الطلاق پھر جدائی اگر عورت کی جانب سے ہو تو فسخ ہی نکاح کا کم
نہین کرتا طلاق کے عدد کو یعنی اگر حرہ سے بعد فسخ کے بخوشی اُسکے نکاح کیا تو زوج پوری تین طلاق کا مالک ہوگا یہان وہ فرقت مراد ہو جو غیر ہو خیار بلوغ
کی کہ وہ تو محض فسخ ہو طلاق کا اُسمین احتمال نہین ولا یلحقہا طلاق الا فی الردۃ اور نہین لاحق ہوتی طلاق اُس عورت کو جو فسخ کی عدت مین ہو مگر مرتد ہو جانے
مین طلاق لاحق ہوتی ہو یعنی ارتداد عورت کا اگرچہ فسخ ہو لیکن مرتدہ کی عدت مین طلاق پڑسکتی ہو وان من قبلہ فطلاق اور اگر فرقت جانب زوج سے ہو
تو طلاق ہو فرقت زوج سے مراد وہ فرقت ہو جو عورت کی طرف سے نہو سکے تو تقبیل اور اسلام اور ارتداد اور خیار بلوغ وغیرہ کی فرقت نکل گئی اسواسطے
کہ اس قسم کی فرقت طلاق نہین بلکہ فسخ ہو کیونکہ عورت اور مرد دونون کی طرف سے یہ فرقت ہوتی ہو فقط مرد ہی کو خاص نہین الا بملک او ردۃ او خیار
عتق مرد کی طرف فرقت طلاق ہو لیکن ملک یا ارتداد یا خیار عتق مین طلاق نہین ملک کی صورت یہ کہ ایک مرد نے لونڈی سے نکاح کیا پھر اُسکو
مول لیا تو نکاح فسخ ہوگیا تو جدائی مرد کی طرف سے ہوئی اور طلاق نہ ہوئی بلکہ فسخ ہوا اور ارتداد زوج بھی فسخ ہو طلاق نہین اور ذکر خیار عتق مین

شارح سے سہو ہوا اسواسطے کہ غلام کو خیار عتق نہین ہوتا چنانچہ اسکی تصریح باب نکاح الرقیق مین آرہگی ولیس لنا فرقۃ منہ ولا مہر علیہ الا اذا اختار نفسہ بخیار عتق
اور نہین ہی ہم حنفیون کے نزدیک کوئی جدائی زوج کی طرف سے جسمین زوج پر مہر نہو مگر جب کہ اختیار کرے اپنی ذات کو خیار عتق سے شارح کو لازم تھا
کہ بجاے خیار عتق کے خیار بلوغ کہتا چنانچہ ابھی اسکا ذکر ہو چکا یعنے زوج کی طرف کی سب جدائیون مین زوج پر مہر دینا واجب ہی سواے خیار بلوغ کے
کہ اسمین مہر ساقط ہی کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی وشرط لکل قضاء الا الثمانیۃ اور شرط ہی سب جدائیون کے واسطے حکم قاضی کا مگر آٹھ جدائیون مین
قاضی کا حکم شرط نہین ونظمہ فی النہر فقال اور نظم کیا ہی نہر الفائق مین سولون کہا اسکے مصنف نے سے فرق النکاح اتتک جمعا نافعا بد فسخ طلاق فہذا الدر
یحکیہا ✤ جدائیان نکاح کی آئین تیرے پاس مجموعہ نافع ہوکر اور وہ دو جنس مین منحصر ہین فسخ یا طلاق اور یہ نظم جو نفاست مین موتی کے مانند ہی انکو بیان
کرتی ہی ۔ تباین الدار مع نقصان مہر کذا ۔ فساد عقد و فقد الکفو نبیہا اول فرقت مین تباین دار اور دوسری فرقت کمی مہر کی ساتھ نکاح کے اسی طرح
تیسری فرقت فساد عقد اور چوتھی فرقت فقدان کفو کا عورت کو خبر موت کی سناتا ہی تباین دار مثلاً عورت دار الحرب چھوڑکر دار الاسلام مین آئی
مسلمان ہوکر یا ذمیہ ہوکر تو اپنے شوہر سے جدا ہو گئی اگر حاملہ نہو تو فی الفور اسکا نکاح درست ہی دوسری فرقت نقصان مہر سے یعنی عورت نے اپنا نکاح
مہر مثل سے کم کر لیا تو ولی دونون مین تفریق کروائیگا اگر قبل دخول کے تفریق ہوئی تو کچھ مہر نپاویگی اور اگر بعد دخول کے تفریق ہوئی تو مہر مسمی پاویگی تیسری فرقت
فساد عقد کی جیسے لونڈی سے نکاح حرہ پر چوتھی فرقت فقدان کفو کی یعنی جب عورت نے نکاح غیر کفو سے کر لیا تو اولیا کو فسخ کرا دینے کا حق ہی ۔ تقبیل سبی اسلام
المحارب ✤ او ارضاع ضرتہا قد عدوا فیہا ✤ پانچوین فرقت تقبیل کی چھٹی فرقت سبی کی ساتوین فرقت اسلام حربی کی آٹھوین فرقت سوت سے کہ دودھ پلانے کی
اسلام اور ارضاع بھی انھین مین معدود ہین تقبیل کی فرقت یعنی بوسہ لینے سے نکاح ٹوٹنا مراد تقبیل سے جو عمل کہ حرمت مصاہرت کا باعث ہو مثلاً عورت نے
شوہر کے بیٹے کو شہوت سے ساس کیا یا بوسہ لیا تو نکاح ٹوٹ گیا یا شوہر نے زوجہ کی بیٹی کا ساس کیا تو نکاح فسخ ہو گیا سبی کی فرقت یعنی عورت کا قید
ہوکر دار الاسلام مین آنا ناظم سے بیان سہو ہوا اسواسطے کہ باب نکاح الکافر مین معلوم ہوگا کہ عورت تباین دارین سے جدا ہوتی ہی سبی سے جدا نہین ہوتی اور
اگر سبی مع تباین دار مراد لیجیے تو فقط تباین دار فرقت مین کافی ہی سبی کی کچھ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی اسلام حربی کی فرقت یعنی شوہر حربی مسلمان ہوا اور
عورت کے تین حیض ہو چکے یا تین مہینے گذر گئے تو یہ جدائی فسخ ہی ارضاع کی فرقت یعنی جوان عورت نے اپنی صغیرہ سوت کو دودھ پلایا جسکی عمر دو برس سے کم تھی تو
دونون کا نکاح فسخ ہو گیا ۔ خیار عتق بلوغ ردۃ وکذا ۔ ملک لبعض و تلک الفسخ یحصیہا ✤ نوین فرقت خیار عتق کی دسوین فرقت خیار بلوغ کی گیارھوین
فرقت ارتداد کی بارھوین فرقت ملک بعض کی ان سب جدائیون کو فسخ کرنا ہی یعنی یہ سب جدائیان جو مذکور ہوئین فسخ ہین طلاق نہین خیار عتق
کی فرقت فقط عورت کی طرف سے ہوتی ہی نہ مرد کی طرف سے چنانچہ سابق مین مذکور ہو چکا بخلاف اگلی جدائیون کے کہ وہ دونون طرف سے
ہوتی ہی ملک بعض کی فرقت یعنے زوج زوجہ کا مالک ہوا یا زوجہ زوج کی مالک ہوئی کل ملکیت ہو یا بعض نکاح نرہیگا ناظم نے ملک بعض کو اسواسطے
بیان کیا کہ جب ملک بعض سے فرقت ہوئی تو ملک کل سے بطریق اولی ہوگی ۔ اما الطلاق مجبوب عنۃ کذا ۔ ایلاء و لعان ذاک تیلوہا ✤ اور جو جدائیان
کہ طلاق ہین وہ چار ہین مجبوب ہونا اور عنین ہونا اور ایلاء اور لعان یہ حکم مین ماقبل کا تابع ہی مجبوب ہونے کی جدائی یعنے عورت نے مرد کو
مقطوع الذکر والخصیتین پایا اور اسی طرح عنین یعنے نامرد پانے کی جدائی اور ایلاء کی فرقت یعنی مرد نے چار مہینے نہ صحبت کرنے کی قسم کھائی اور چار
مہینے بدون جماع گذر گئے لعان کی جدائی یعنے مرد نے عورت کو بدکاری کی نسبت کی بدون گواہون کے پھر کاذب پر لعنت کرکے دونون مین جدائی
ہو گئی یہ سولہ قسم کی جدائیان مذکور ہوئین ان مین سے بارہ جدائیان فسخ ہین اور چار جدائیان طلاق ۔ فقضاء قاض لی شرط الجمیع خلا ✤ عتق و ملک و
اسلام اتی فیہا ✤ حکم قاضی کا سب ان جدائیون مین شرط ہی سواے خیار عتق اور ملک اور اسلام کے اور انھین مین اگلی چیزین ہین ۔ تقبیل سبی

مع الایلاء یا الملک ⁂ بتباین مع فساد العقد بدینها ⁂ اور تقبیل اور سبی ساتھ ایلاء کے اے میری امیدگاہ اور تباین دار ساتھ فساد عقد کے یہ فساد عقد
عورت کو اُسکے مرتبہ سے اُتارتا ہے یعنے کوئی فرقت بدون حکم قاضی کے تمام نہین ہوتی زوجین کو قاضی کے پاس رجوع کرنا ضرور ہے لیکن ان آٹھ
جدائیون مین قاضی کے حکم کی کچھ حاجت نہین ۱ فرقت خیار عتق کی ۲ ملک کی ۳ فرقت اسلام حربی کی ۴ فرقت تقبیل وغیرہ کی ۵ فرقت سبی کی ۶ فرقت
ایلاء کی ۷ فرقت تباین دارین کی ۸ فرقت فساد عقد کی و یبطل خیار البکر بالسکوت لو مختارة عالمة باصل النکاح اور باطل ہوتا ہے اختیار باکرہ کا
بشرطیکہ مختار ہو سکوت مین معذور نہو اور اصل نکاح کا علم رکھتی ہو تو اگر چھینک اور کھانسی آنے سے یا کسی کے منہ بند کر لینے سے بول نسکے تو یہ سکوت
عذر ہے مبطل خیار کا نہین اور علم نکاح کا اسواسطے شرط ہوا کہ بدون دانست کے تصرف ممکن نہین لیکن ثبوت اختیار کا علم شرط نہین و لو سألت عن قدر المہر
قبل الخلوة او عن الزوج او سلمت علی شہود لم یبطل خیارہا نہر بحثا اور اگر باکرہ نے مقدار مہر کی پوچھی قبل خلوت کے یا زوج کا حال پوچھا یا سلام کیا
شاہدون کو تو ایسے کلام سے اُسکا اختیار باطل نہین ہوتا چنانچہ یہ روایت نہر الفائق مین ہے بحث کے ساتھ و لا یمتد الی آخر المجلس لانہ کالشفعة
اور خیار بلوغ کا دراز نہین ہوتا آخر مجلس تک اسواسطے کہ خیار بلوغ کا مانند حق شفعہ کے ہے یعنے جس مجلس مین عورت کو بلوغ ہوا یا علم نکاح کا ہوا تو
فوراً اظہار کرے اگر سکوت کریگی تو سماعت نہو گی جیسے حق شفعہ کا بعد علم بیع کے سکوت سے باطل ہو جاتا ہے و لو اجتمعت مع الشفعة تقول اطلب الحقین ثم تبدأ
بخیار البلوغ لانہ دینی و تشہد قائلة بلغت الآن ضرورة احیاء الحق اور اگر حق شفعہ خیار بلوغ کے ساتھ جمع ہوا تو کہے مین دو حق طلب کرتی ہون
پھر بیان مین ابتدا اختیار بلوغ سے کرے اسواسطے کہ یہ دینی امر ہے اور گواہ کرے اپنے بلوغ پر یون کہتی ہوئی کہ مین اب بالغ ہوئی یہ کہنا احیاء حق
کی ضرورت کے سبب سے ہے بحر الرائق مین کہا کہ جب سے خون حیض دیکھے طلب کرے پھر اگر رات کو دیکھے تو زبان سے یون طلب کرے کہ مین نے نکاح فسخ
کیا اور صبح کو گواہ کرے اور کہے کہ مین نے خون اب دیکھا اسواسطے کہ حیض ہر دم اندک اندک جاری رہتا ہے صبحکو یہ کہنا کہ مین نے اب دیکھا کذب نہین
علاوہ اسکے بضرورت احیاء حق آئین کذب بھی روا ہے چنانچہ امام محمدؒ سے مروی ہے کذا فی حاشیة المدنی و ان جہلت بہ لتفرغہا للعلم بخلاف خیار المعتقة فانہ یمتد
لشغلہا بالمولی یعنے سکوت سے خیار بلوغ کا باطل ہو جاتا ہے اگرچہ حرہ باکرہ حق خیار سے جاہل ہو بسبب فارغ رہنے حرہ کے احکام شرعی کے دریافت
کے واسطے بخلاف آزاد عورت کی خیار کے کہ اسکو امتداد ہے دریافت ہونے تک بسبب مصروف رہنے لونڈی کے خدمت مولیٰ مین یعنی
دار الاسلام مین حرہ کا جہل عذر نہین اسواسطے کہ وہ جان و مال کی مالک تھی کیون نہ اُسنے احکام شرعیہ کو سیکھا اور لونڈی کا جہل عذر ہے اسواسطے کہ
مالک کی خدمت سے فراغت نہ تھی کہ احکام شرعیہ کو سیکھتی و خیار الصغیر و الثیب اذا بلغا لا یبطل بالسکوت بلا صریح رضا او دلالة علیہ کقبلة و
لمس و دفع مہر اور خیار صغیر اور ثیب کا جبکہ وہ بالغ ہون باطل نہین ہوتا سکوت سے بدون صریح رضامندی کے یا جو فعل کہ رضامندی پر دلالت
کرے جیسے بوسہ لینا اور مساس کرنا اور مہر کا دینا یعنی لڑکا نابالغ تھا اور ثیب بھی صغیر تھی انکا نکاح غیر اب و جد نے کر دیا تو انکا خیار بمجرد بالغ ہونے کے
باطل نہین ہوتا و لا یبطل بقیامہا عن المجلس لان وقتہ العمر فیبقی حتی یوجد الرضا اور اختیار باطل نہین ہوتا دونون کے کھڑے ہونے سے
مجلس مین سے اسواسطے کہ انکے اختیار کا وقت تمام عمر ہے سو باقی رہیگا اختیار جب تک رضامندی پائی جاوے و لو ادعت التمکین کرہا صدقت اور اگر
شوہر نے بعد بالغ ہونے ثیب کے جماع کیا اور عورت نے دعوی کیا کہ قادر ہونا جماع پر زبردستی سے تھا تو عورت کی تصدیق کیجائیگی اسواسطے کہ ظاہر
حال اُسکا مصدق ہے و مفادہ ان القول لمدعی الاکراہ و لو فی جنس الوالی فلیحفظ اور حاصل کلام سابق کا یہ ہے کہ جو دعوی کرے زبردستی کا اُسکا
قول لائق اعتبار کے ہے اگرچہ مدعی حاکم کی قید مین ہو سو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے الولی فی النکاح لا المال العصبة بنفسہ ولی نکاح مین
نہ مال مین وہ ہے جو عصبہ ہو بذات خود یہ تعریف ہے نکاح کے ولی کے مال کی ولی کی تعریف آگے آویگی عصبہ بنفسہ کی قید سے عصبہ مع غیرہ

نکل گیا جیسے بنت ابن کے ساتھ عصبہ ہوتی ہو وہو من یتصل بالمیت حتی المعتقۃ بلا توسط انثی بیان لما قبلہ اور عصبہ بنفسہ وہ ہو جو لگاؤ رکھے میت سے
حتی کہ آزاد عورت سے بدون واسطے عورت کے کہا شارح نے کہ بلا توسط انثی بیان ہو ما قبل کا یعنی عصبہ بنفسہ کا مثلاً باپ اور بیٹیا اور مولی عصبہ بنفسہ مین کہ باپ
کا اتصال بیٹے سے اور بیٹی کا اتصال مان سے اور مولی کا اتصال آزاد عورت سے بواسطہ عورت کے نہین شارح کو مناسب تھا کہ تعریف عصبہ بنفسہ مین
میت کا لفظ نہ کہتا اسواسطے کہ نکاح مین میت سے کیا علاقہ ہو بلکہ لائق تھا کہ یون تعریف کرتا کہ عصبہ بنفسہ وہ ہو جو غیر مکلف سے بلا واسطہ عورت کے
اتصال رکھے کذا فی حاشیۃ المدنی علی ترتیب الارث والحجب فیقدم ابن المجنونۃ علی ابیہا لانہ یحجبہ حجب نقصان ولایت نکاح کی اور ترتیب وراثت
اور حجب کے ہو تو مقدم ہوگا مجنونہ کا بیٹا مجنونہ کے باپ پر اسواسطے کہ بیٹا حاجب ہوتا ہو باپ کا حجب نقصان کہ اگر بیٹا نہوتا تو باپ سب مال پاتا اور بیٹے کے
ہونے سے کل نہ پاویگا چھٹا حصہ پاویگا تو بیٹے کے سبب حجب نقصان ہوا اسواسطے ولایت بیٹے کی باپ پر مقدم ہوئی بشرط حریۃ وتکلیف واسلام فی
حق مسلمۃ ترید التزوج وولد مسلم لعدم الولایۃ عصبہ بنفسہ ولی ہو بشرط حرہ ہونے اور مکلف ہونے اور مسلمان ہونے کے عورت مسلمان کے حق مین کہ ارادہ
نکاح کا رکھتی ہو اور اسلام شرط ہو ولد مسلم کے حق مین اسواسطے کہ کافر کی ولایت مسلمان پر نہین اور عبد اور صغیر کو تو مطلق ولایت نہین فی کذا الا ولایۃ فی نکاح
ولا مال لمسلم علی کافرۃ الا بالسبب العام بان یکون المسلم سید امۃ کافرۃ او سلطانا او نائبہ او شاہداً یعنی جیسے کافر کو مسلم پر ولایت نہین ویسے ہی
مسلم کو نکاح اور مال مین کافرہ پر ولایت نہین مگر عام سبب سے البتہ ولایت ہو سبب عام یہ کہ مسلم مالک ہو کافر لونڈی کا یا بادشاہ ہو یا اسکا نائب ہو جیسے
قاضی یا شاہد ہو وللکافر ولایۃ علی کافر مثلہ اتفاقاً اور کافر کو ولایت ہو اپنے سے کافر پر بالاتفاق اصل کفر مین تماثل چاہیے گو ملت ہر ایک
کی جدا ہو تو نصرانی کو یہودی کی بیٹی پر ولایت ہو فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام ثم لام الاب وفی القنیۃ عکسہ ثم للبنت ثم لبنت الابن ثم لبنت
البنت ثم لبنت ابن الابن ثم لبنت بنت البنت وہکذا ثم للجد الفاسد سو اگر عورت کا کوئی عصبہ نہو تو ولایت نکاح کی مان کو ہو پھر دادی کو اور قنیہ مین اسکے
برعکس ہو یعنے اول دادی پھر مان پھر دادی کے بعد ولایت ہو بیٹی کو مجنون اور مجنونہ کی پھر پوتی کو پھر نواسی کو پھر پرپوتی کو پھر پرنواسی کو اسی طرح
آخر فروع تک پھر ولایت نانا کو ثم الاخت لاب وام ثم الاخت لاب ثم لولد الام الذکر والانثی سواء ثم لاولادہم پھر نانا کے بعد ولایت ہو
سگی بہن کو پھر سوتیلی بہن کو پھر مادری اولاد کو انمین مرد عورت برابر ہین پھر مادری اولاد کی اولاد کو ثم لذوی الارحام العمات ثم الاخوال ثم الخالات
ثم بنات الاعمام وبہذا الترتیب اولادہم تمنی پھر ولایت ہو بقیہ ذوی الارحام کو یعنی پھوپھیون کو پھر ماموؤن کو پھر خالاؤن کو پھر چچا کی بیٹیون کو
اور اسی ترکیب سے انکی اولاد کو ولایت ہو یعنے پھوپھیون کی اولاد کو پھر ماموؤن کی اولاد کو وعلی ہذا القیاس کذا فی الشمنی ثم مولی الموالات پھر
ولایت ہو مولی موالات کو مولی موالات اسکو کہتے ہین کہ جسکے ہاتھ پر کوئی کافر مسلمان ہوا مثلاً زید کے ہاتھ پر خالد مسلمان ہوا اور وہ مجہول النسب
تھا اور وہ مرگیا اور وہ اسکی بیٹی صغیرہ ہو سو اُسکے نکاح کی ولایت زید کو ہوگی ثم للسلطان ثم للقاضی نص لہ علیہ فی منشورہ ثم لنوابہ ان فوض لہ
ذلک والا لا پھر ولایت بادشاہ کو پھر قاضی کو جسکی سند قضا مین تصریح کردی گئی ہو نکاح صغار کی ولایت پر پھر قاضی کے نائبون کو اگر قاضی کو
تزویج صغار کا حکم ہوا ہو بادشاہ کی طرف سے اور اگر قاضی کو تزویج صغار کا حکم نہو تو قاضی کے نائبون کو تزویج صغار کی درست نہین ولیس للوصی من حیث
ہو وصی ان یزوج الیتیم مطلقا وان اوصی الیہ الاب بذلک علی المذہب اور جائز نہین وصی کو وصی ہونے کی راہ سے یہ کہ نکاح کرے یتیم کا کسی طرح اگرچہ
اسکو باپ نے نکاح کردینے کی وصیت کی ہو بنا بر قوی مذہب کے نعم لو کان قریبا او حاکما یملکہ بالولایۃ کما لا یخفی ہان اگر وصی قرابت دار یا حاکم ہو تو
مالک ہوگا تزویج کا بسبب ولایت کے نہ بسبب وصی ہونے کے چنانچہ یہ مخفی نہین فروع مسائل ملحقہ شارح کے لیس للقاضی تزویج الصغیرۃ من نفسہ ولا ممن
لا تقبل شہادتہ لہ کما فی معین الحکام جائز نہین قاضی کو تزویج صغیرہ کی اپنی ذات سے نہ اُس سے کہ جسکی گواہی اسکے حق مین مقبول نہین جیسے باپ

اور بیٹا کما فی معین الحکام واقرہ المصنف وبہ علم ان فعلہ حکم وان عری عن الدعوی اور ثابت رکھا ہی مسئلہ سابقہ کو مصنف نے اپنی شرح مین اور
اس سے معلوم ہوا کہ قاضی کا فعل بھی حکم ہی اگرچہ خالی ہو دعوی سے صغیرۃ زوجت نفسہا ولا ولی ولا حاکم ثمہ توقف ونفذ باجازتہا بعد بلوغہا لان لہ
مجیزا وہو السلطان صغیرہ نے نکاح کیا اپنا اور وہان کوئی ولی اور حاکم یعنی قاضی وغیرہ نہین تو یہ نکاح موقوف رہیگا اور نافذ ہوگا بسبب اجازت
صغیرہ کے بعد بالغ ہونے کے یہ نکاح باطل نہین بلکہ موقوف ہی اسواسطے کہ اُسکا اجازت دینے والا موجود ہی اور وہ بادشاہ ہی یہ جواب ہی سوال مقدر
کا کہ یہ نکاح موقوف نہین بلکہ باطل ہی اسواسطے کہ صدور عقد کے وقت اگر اُسکا کوئی مجیز نہو تو وہ عقد باطل ہی شارح نے جواب دیا کہ یہ باطل نہین کہ اُسکا مجیز
بادشاہ ہی ولو زوجہا ولیان مستویان قدم السابق فان لم یدر او وقعا معاً لبطلا اور اگر اُسکا نکاح دو برابر کے ولیون نے کردیا تو پہلا نکاح مقدم کیا جائیگا اور اگر
معلوم نہو کہ پہلا کون اور پچھلا کون ہی یا دونون نکاح ساتھ ہی ہوئے تو دونون باطل ہونگے دو برابر کے ولی جیسے دو بھائی یا دو چچا وللولی الابعد
التزویج بغیبۃ الاقرب فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ اور جائز ہی ولی ابعد کو نکاح کردینا ولی اقرب کے غائب ہونے مین سو اگر
نکاح کردیا ابعد نے اقرب کے موجود ہونے مین تو نکاح موقوف رہیگا اُسکی اجازت پر مثلاً سوتیلے بھائی نے نکاح کردیا سگے بھائی کے ہوتے
تو نکاح موقوف رہیگا چاہے سگا بھائی جائز رکھے چاہے باطل کردے ولو تحولت الولایۃ الیہ لم یجز الا باجازتہ بعد التحول قہستانی وظہیریۃ اور اگر
پھر آئی ولایت ابعد کی طرف تو بھی نکاح نہ جائز ہوگا مگر ابعد کی اجازت سے بعد پھر آنے ولایت کے کذا فی القہستانی والظہیریۃ یعنی ابعد نے اقرب کے
ہوتے نکاح کردیا پھر اقرب مرگیا یا بالکل غائب ہوگیا تو اب ولایت ابعد پر پھر آئی تو بھی وہ نکاح جائز نہوگا بدون اُسوقت کی اجازت کے
مسافۃ القصر واختار فی الملتقی مالم ینتظر الکفو الخاطب جوابہ واعتمدہ الباقانی ونقل ابن الکمال ان الفتوی علیہ تزویج ابعد کی جائز ہی جب اقرب غائب ہو بمقدار
مسافت قصر کے یعنی تین شبانہ روز اور تبیین مین ہی کہ اسی پر فتوی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی اور اختیار کیا ملتقی مین کہ غیبت کی مقدار یہانتک ہی کہ کفو منگنی
کرنیوالا ولی اقرب کے جواب کا منتظر نہ رہ سکے اور اسی پر باقانی نے اعتماد کیا اور نقل کیا ابن کمال نے کہ اسی روایت پر فتوی ہی بحر الرائق مین کہا کہ تعریف
غیبت مین تصحیح مختلف ہی تو اس روایت پر فتوی دینا بہتر ہی کہ جسپر اکثر مشائخ ہین یعنی ملتقی کی روایت پر کذا فی حاشیۃ المدنی وثمرۃ الخلاف فیمن
اختفی فی المدینۃ ہل تکون غیبۃ منقطعۃ اور ثمرہ اختلاف بین القولین کا اس ولی اقرب مین ظاہر ہوگا جو چھپ جاتا ہی شہر مین اس طرح کہ معلوم نہین
ہوسکتا آیا یہ اختفا غیبت منقطعہ ہی یا نہین تو بموجب روایت متن کے اس صورت مین ابعد کی تزویج نہ جائز ہوگی اسواسطے کہ مسافت قصر کی نہین
اور بموجب روایت ملتقی کے جائز ہی اگر کفو انتظار نہ کرسکے ولو زوجہا الاقرب حیث ہو جاز النکاح علی القول الظاہر ظہیریۃ اور اگر نکاح کیا عورت کا ولی
اقرب نے جہان کہ وہ ہی یعنی اپنے محل غیبت مین تو یہ نکاح جائز ہوگا بنابر قول ظاہر کے کذا فی الظہیریۃ اور نہر الفائق مین کہا کہ یہ نکاح جائز نہین
اسواسطے کہ بسبب غیبت کے ولایت منقطع ہوگئی چنانچہ محیط اور مبسوط مین ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وثبتت للابعد من اولیاء النسب شرح الوہبانیۃ
لکن فی القہستانی عن الغیاثیۃ لو لم یزوج الاقرب زوج القاضی عند فوت الکفو اور ثابت ہی ابعد کو اولیاء نسبی سے تو بادشاہ اور قاضی نکل گیا
کذا فی شرح الوہبانیۃ لیکن قہستانی مین غیاثیۃ المفتین سے نقل کیا کہ اگر نہ نکاح کردے ولی اقرب تو قاضی نکاح کردے جب خوف ہو کفو کے
نہ ملنے کا التزویج بعضل الاقرب ای بامتناعہ عن التزویج اجماعاً خلاصۃ یعنی ثابت ہی ابعد کو نکاح اقرب کے روکنے سے یعنی اُسکے امتناع
تزویج سے ابعد کو نکاح کردینا ثابت ہی بالاجماع کذا فی الخلاصۃ یعنی جب اقرب نے بالکل نکاح کو روکدیا تو ولایت سے معزول ہوا تو اُسوقت مین ابعد قائم
مقام اقرب کے ہوگا ولا یبطل تزویجہ السابق بعود الاقرب لحصولہ بولایۃ تامۃ اور نہ باطل ہوگی غیبت اقرب مین تزویج ابعد کی جو سابق ہوچکی
اقرب کے پھر آنے سے بسبب حاصل ہونے تزویج کے پوری ولایت سے وولی المجنونۃ والمجنون ولو عارضاً فی النکاح اما التصرف

فی المال وللاب اتفاقاً ابنہا وان سفل دون ابیہا کما مر اور ولی مجنونہ اور مجنون کا اگرچہ جنون عارضی ہو نکاح مین بیٹا ہی امام اور ابو یوسف کے نزدیک

گو سافل ہو جیسے پوتا اور پرپوتا نہ باپ مجنونہ کا چنانچہ آگے مذکور ہو چکا اور مال کے تصرف مین پوتا باپ ولی ہو بالاتفاق شیخین اور محمد رح کے والاولی ان

یامر الاب بہ لیصح اتفاقاً اور بہتر یہ کہ مجنونہ کے نکاح مین باپ امر کرے بیٹے کو کہ اسکا نکاح کردے تاکہ باتفاق امام اور صاحبین کے صحیح ہو ولو اقر ولی

صغیر او صغیرۃ او اقر وکیل رجل او امراۃ او مولی العبد بالنکاح لم ینفذ لانہ اقرار علی الغیر اور اگر اقرار کیا صغیر یا صغیرہ کے ولی نے یا اقرار کیا

مرد کے وکیل یا عورت کے وکیل نے یا غلام کے میان نے نکاح کا تو اقرار نافذ نہو گا اسواسطے کہ وہ اقرار ہی غیر شخص پر اور اقرار اپنی ذات پر حجت ہوتا

ہو نہ غیر پر فتح القدیر مین کہا کہ صغیر اور صغیرہ جب کہ بالغ ہو کر نکاح کے منکر ہون اسوقت مین ولی کا اقرار نافذ نہین اور اگر ولی نے انکی حالت صغر مین

اقرار نکاح کا کیا اور دونون نے بعد بلوغ کے اسکا انکار نہ کیا تو بالاتفاق صحیح ہی کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف مولی الامۃ حیث ینفذ اجماعاً لان منافع بضعہا ملکہ بخلاف

لونڈی کے مالک کے اسواسطے کہ اسکا اقرار نافذ ہی اجماعاً اس سبب سے کہ منافع اسکے قربت کے مولی کی ملک ہین یعنی ایک مرد نے لونڈی کے نکاح کا دعوی

کیا اور گواہ اسکے نہین اور اس لونڈی کے میان نے اسکی تصدیق کی تو اقرار مولی کا نافذ ہوگا الا ان یشہد الشہود علی النکاح بان ینصب القاضی خصماً عن

الصغیر حتی ینکر فیقام البینۃ علیہ مگر اسوقت اقرار ولی کا نافذ ہوگا جب گواہی دین گواہ نکاح اسطرح پر کہ قاضی قائم کرے ایک مدعی علیہ صغیر کی طرف سے تاکہ وہ نکاح کا انکار

کرے پھر اسپر گواہ قائم ہون یہان سوال کا مقام تھا کہ اقامت بینہ کی صغیر منکر پر کیونکر صحیح ہوگی شارح نے جواب دیا کہ صغیر کے قائم مقام پر اقامت بینہ ہوگی

او یدرک الصغیر والصغیرۃ فیصدقہ ای الولی للقرابۃ بیٹا بالغ ہو صغیر یا صغیرہ پھر اسکی تصدیق کرے یعنی ولی مقر کی او یصدق الموکل او العبد عند

ابی حنیفۃ رح وقالا یصدق فی ذلک یا تصدیق کرے موکل اپنے وکیل کے اقرار کی یا تصدیق کرے غلام اپنے میان کے اقرار کی نزدیک ابی حنیفہ رح کے اور صاحبین

نے کہا کہ بدون شہادت اور تصدیق کے بھی ولی وغیرہ کے اقرار کی تصدیق ہوگی وہذہ المسئلۃ مخرجۃ من قولہم من ملک الانشاء ملک الاقرار بہ ولہا نظائر اور یہ مسئلہ

اقرار کا خارج ہی فقہا کے اس قول سے کہ جو مالک ہی انشا کا وہ مالک ہی اسکے اقرار کرنے کا یعنی باوجودیکہ ولی انشا کا مالک ہی لیکن اقرار نکاح کا مالک

نہین تو اس قاعدہ سے یہ مسئلہ مستثنی ہوا اور اس مسئلہ مستثنی کی اور بھی مثالین ہین جیسے قرض لینا وصی کا یتیم پر کہ وصی اسکے انشا کا مالک ہی اور

اسکے اقرار کا مالک نہین یعنی اسکا اقرار بدون شہادت کے نافذ نہین فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا اہل لولی مجنون ومعتوہ تزویجہ اکثر من واحدۃ لم ارہ ومنعہ

الشافعی رح وجوزہ فی الصبی للحاجۃ آیا درست ہی مجنون اور احمق بدتدبیر کے ولی کو اسکا نکاح کردینا ایک عورت سے زیادہ شارح صاحب النہر کا پیرو

ہو کر کہتا ہی کہ یہ مسئلہ اپنے مذہب مین مین نے نہین دیکھا اور اسکو امام شافعی رح نے منع کیا ہی اور لڑکو صبی کے حق مین جائز رکھا ہی بسبب حاجت کے

باب الکفاءۃ

من کافاہ اذا ساواہ والمراد ہنا مساواۃ مخصوصۃ او کون المراۃ ادونی یہ باب ہی کفارت کا عرب بولتے ہین کافاہ جب کسی چیز کے برابر ہو اور کتاب النکاح

مین کفارت سے مراد مخصوص برابری ہی جسکا آگے مذکور ہوگا یا ہونا عورت کا کمتر مرد سے تو اگر عورت نے اپنا نکاح کیا اپنے سے افضل مرد سے تو یہان ولی کو

حق تفریق نہین اسواسطے کہ اس صورت مین ولی کو مقام ننگ نہین الکفاءۃ معتبرۃ فی ابتداء النکاح للزومہ او لصحتہ برابری معتبر ہی شروع نکاح مین تو اگر نکاح

کے وقت مرد عورت کے برابر تھا پھر کمتر ہو گیا یعنی مثلاً فاسق ہو گیا تو نکاح فسخ نہین ہوتا کفارت معتبر ہی لزوم نکاح کے واسطے یعنے ہر چند نکاح بدون

کفارت کے بھی صحیح ہی لیکن ولی کا حق اعتراض باقی ہی پھر جب برابر سے نکاح ہوا تو لازم ہو گیا اور دوسری روایت پر کفارت کا اعتبار واسطے

صحت نکاح کے ہی یعنی نکاح بدون کفارت کے صحیح نہین ہوتا من جانبہ ای الرجل لان الشریفۃ تابی ان تکون فراشاً للدنی کفارت کا اعتبار ہی مرد کی جانب سے اسواسطے کہ عورت شریف

انکار کرتی ہی کمتر کے فراش ہونے سے یعنی مرد کمتر کے نیچے رہنا قبول نہین کرتی ولذا لا تعتبر من جانبہا لان الزوج مستفرش فلا تغیظہ دناءۃ الفراش اسلیے برابری ہنر نہین عورت کی

طرف سے اسواسطے کہ زوج طالب ہی فراش کا تو اسکو رنج نہین آتا کمتری مفروش سے وہذا عند الکل فی الصحیح کما فی الخبازیة لکن فی الظہیریة وغیرہا عندہ وعندہما تعتبر فی جانبہا ایضا اور یہ یعنے کفارت کا اعتبار مرد کی جانب مین نہ عورت کی جانب مین امام اور صاحبین کے نزدیک ہی قول صحیح مین کما فی الخبازیة لیکن ظہیریہ وغیرہا مین ہی یعنی عورت کی کفارت کا اسقاط امام کے نزدیک ہی اور صاحبین کے نزدیک کفاءة بہتر و معتبر ہی عورت کی جانب مین بھی والکفارة ہی حق الولی لاحقہا فلو نکحت رجلا ولم تعلم حالہ فاذا ہو عبد الاخیار لہا بل للاولیا اور کفارت حق ہی ولی کا نہ حق عورت کا تو اگر نکاح کیا عورت نے ایک مرد سے اور اُسکا حال عورت کو معلوم نہ تھا سو نا گمان وہ غلام نکلا تو اختیار نہوگا عورت کو بلکہ اُسکے اولیا کو حق فسخ ثابت ہی ولو زوجہا برضاہا ولم یعلموا بعدم الکفارة ثم علموا الاخیار لاحد الا اذا شرطوا الکفارة او اخبرہم بہا وقت العقد فزوجوہا علی ذلک ثم ظہر انہ غیر کفو کان لہم الخیار ولوالجیة فلیحفظ اور اگر اولیا نے عورت کا نکاح کر دیا اُسکی رضامندی سے اور نہ جانا اولیا نے عدم کفارت کو پھر معلوم کیا کہ زوج کفو نہین تو کسی کو اختیار فسخ کا نہین نہ اولیا کو نہ عورت کو مگر اُسوقت کہ جب شرط کر لی ہو اولیا نے کفارت کی اور خبر دی زوج نے اولیا کو کفو ہونے کی نکاح کے وقت سو اولیا نے اسی شرط پر اُسکا نکاح کر دیا پھر ظاہر ہوا کہ زوج غیر کفو ہی تو اولیا کو اختیار رہوگا فسخ کا کذا فی الولوالجیة سو اُسکو یاد رکھنا چاہیے وتعتبر الکفارة للزوم النکاح خلافا لمالک اور معتبر ہی کفارت واسطے لزوم نکاح کے بخلاف امام مالک کے کہ اُنکے نزدیک کفارت کا کچھ اعتبار نہین نسبا اول اعتبار برابری کا بجہت نسب کے ہی اسواسطے کہ آدمی نسب کا بڑا فخر کرتے ہین فقریش بعضہم اکفاء بعض سو قریش آپسمین ایک دوسرے کے ہمسر اور برابر ہین قریش انکو کہتے ہین جو اولاد ہین نضر بن کنانہ کی اور نضر بن کنانہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارھوین پشت ہین اور چارون خلفاء راشدین قریش ہین قریش باعتبار نسب کے ایک دوسرے سے افضل نہین تو ہاشمی اور نوفلی اور تیمی اور عدوی سب برابر ہین اور اسیواسطے علی المرتضی نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا عمر فاروق سے نکاح کر دیا حالانکہ علی مرتضی ہاشمی ہین اور عمر فاروق عدوی ہین وبقیة العرب بعضہم اکفاء بعض قریش کے سوا اور باقی عرب آپسمین ایک دوسرے کے ہمسر اور برابر ہین تو عجم کے لوگ عرب کے ہمسر نہین واستثنی فی الملتقی تبعا للہدایة بنی باہلة لخستہم والحق الاطلاق قالہ المصنف کالبحر والنہر والفتح ولیقوہ اطلاق المصنف کالکنز والدرر اور ملتقی مین ہدایہ کی پیروی سے نکالا ہی بنو باہلہ کو اور عرب سے بسبب اُنکی خست اور دنارت کے اور حق یہ ہی کہ انکو عرب سے نکالنا صحیح نہین بلکہ مطلق عرب برابر ہین یہی کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین مثل بحر الرائق اور نہر الفائق اور فتح القدیر کے اور اسی کی تائید کرتا ہی مصنف کا مطلق کہنا اس متن مین مثل کنز اور درر کے وہذا فی العرب واما فی العجم فتعتبر حریة واسلاما اور یہ یعنے کفارت نسب کا اعتبار فقط عرب مین ہی اسواسطے کہ عجمی لوگون نے اپنے نسب کو ضائع کر دیا تو عرب کے سوا عجم کے لوگون مین برابری معتبر ہی حر ہونے مین اور مسلمان ہونے مین فمسلم بنفسہ او معتق غیر کفو لمن ابوہا مسلم او حر او معتق وامہا حرة الاصل سو جو مرد خود مسلمان ہو یا آزاد ہو وہ برابر نہین اُس عورت سے جسکا باپ مسلمان ہی یا حر ہی یا باپ اُسکا آزاد ہی اور مان اُسکی حر کا اصلی ہی ومن ابوہ مسلم او حر غیر کفو لذات ابوین اور جس مرد کا باپ مسلمان ہی یا حرہ ہی وہ برابر نہین اُس عورت کے جسکا باپ اور دادا دونون مسلمان ہین والبوان فیہما کالآباء لتمام النسب بالجد اور باپ دادا کا حر اور مسلمان ہونا برابر ہی چند پشت کے اسلام اور حر ہونے کے یعنی دو پشت کی آزادی اور اسلام دس پشت کی آزادی اور اسلام کے برابر ہی بسبب تمام ہونے نسب کے دادا پر وفی الفتح لا یبعد مکافاة مسلم بنفسہ للمعتق بنفسہ اور فتح القدیر مین ہی کہ بعید نہین ہی برابری مسلمان بنفسہ کی آزاد بنفسہ سے اسواسطے کہ مسلمان کے باپ دادا حر تھے مگر مسلمان نہین اور آزاد کے باپ دادا مسلمان تھے مگر آزاد نہین تو عیب سے دونون خالی نہین وما المعتق الوضیع فلا یکافی معتقة الشریف اور جو مرد آزاد ہی کم ذات کا سو برابر نہین اُس عورت کے جسکا آزاد کرنے والا شریف ہی واما مرتد اسلم فکفو لمن لم یرتد اور جو مرتد ہو کر پھر مسلمان ہوا سو برابر ہی اُس مسلمان کے جو مرتد نہین ہوا واما الکفارة بین الذمیین فلا تعتبر الا لفتنة اور کفارت درمیان دو ذمیون کے سو معتبر نہین مگر واسطے دفع فساد کے یعنی راجا اور چمار دونون برابر ہین

لیکن اگر راجہ کی بیٹی نے چمار سے نکاح کیا تو قاضی جدائی کرا دیگا نہ بخیال عدم کفارت کے بلکہ واسطے رفع فساد کے وتعتبر فی العرب والعجم دیانۃ
ای تقوی فلیس فاسق کفوا لصالحۃ او فاسقۃ بنت صالح معلنا کان او لا علی الظاہر نہر اور معتبر ہی عرب اور عجم مین کفارت دینداری کی یعنے
پرہیزگاری کی تو مرد فاسق برابر نہین عورت صالحہ کے یا فاسقہ کے جو صالح کی بیٹی فاسق خواہ معلن ہو خواہ غیر معلن بنا بر قول ظاہر کے کذا فی النہر و مالا
بان یقدر علی المعجل و نفقۃ شہر لو غیر محترف والا فان یکسب کل یوم کفایتہا لو تطیق الجماع اور معتبر ہی کفارت مال مین اسطرح کہ قادر ہو زوج مہر معجل پر بطور رواج
کے اور قادر ہو ایک مہینے کے نفقہ پر اگر پیشہ ور نہ ہو اور اگر پیشہ ور ہو تو کسب کر سکتا ہو ہر روز بقدر کفایت عورت کے قدرت نفقہ پر اسوقت
ضرور ہو اگر عورت کو جماع کی برداشت ہو والا فقط مہر معجل کی قدرت کافی ہی کما فی الذخیرۃ و حرفۃ فمثل حائک غیر کفو لمثل خیاط اور برابری معتبر ہی
پیشہ مین سو مان جولاہے کی برابر نہین مثل درزی کی بیٹی کے اسواسطے کہ جولاہہ درزی سے ذلیل ہی ولا خیاط لبزاز و تاجر ولا ہما لعالم و قاض اور
نہ درزی برابر ہی بزاز اور سوداگر کے اور نہ وہ دونون ہمسر ہین عالم اور قاضی کے واما اتباع الظلمۃ فاخس من الکل اور حکام ظالمین کے خدام تو سب
پیشہ ورون سے خسیس تر اور بدتر ہین اگرچہ صاحب مروت اور مالدار ہون اسواسطے کہ اُنکے مال ظلم اور ستم سے جمع ہوئے ہین و اما الوظائف فمن الحرف
فصاحبہا کفو للتاجر لو غیر دنیئۃ کبوابۃ اور وقف کے وظائف اور روزینے حرفون مین داخل ہین جیسے امامت اور خطبہ خوانی سو وقف کا وظیفہ دار
ہمسر ہی تاجر کا اگر وظیفہ حقیر نہ ہو جیسے دربانی اور فراشی وغیرہ و تدریس او نظر کفو لبنت الامیر بمصر بحر اور مدرس یا ناظر ہمسر ہی امیر کی بیٹی کا مصر مین
کذا فی البحر والکفارۃ اعتبارہا عند ابتداء العقد فلا یضر زوالہا بعدہ اور اعتبار کفارت کا نزدیک شروع عقد کے ہی سو ضرر نہین کرتا زوال ہمسری
کا بعد عقد کے فلو کان وقتہ کفوا ثم فجر لم یفسخ سو اگر زوج وقت نکاح کے عورت کا ہمسر تھا پھر مثلاً فاسق ہو گیا تو نکاح فسخ نہوگا و اما لو کان دباغا ثم صار تاجرا
فان بقی عارہا لم یکن کفوا والا لا نہر بحثا اور اگر شوہر پہلے دباغ تھا پھر تاجر ہو گیا سو اگر دباغت کی عار باقی ہی تو ہمسر نہ ہوگا اور اگر اسکی عار باقی نہین تو
برابر ہوگا چنانچہ نہر الفائق مین ہی باعتبار بحث کے نہ بنا بر روایت مذہب کے العجمی لا یکون کفوا للعربیۃ ولو کان العجمی عالما او سلطانا و ہو الاصح
فتح عن الینابیع وادعی فی البحر انہ ظاہر فی الروایۃ واقرہ المصنف مرد عجمی برابر نہین عورت عربیہ کے اگرچہ عجمی عالم ہو یا بادشاہ ہو اور یہی قول اصح ہی
چنانچہ فتح القدیر مین ہی ینابیع سے اور دعوی کیا بحر الرائق مین کہ یہی ظاہر الروایت ہی اور ثابت رکھا ہی اُسکو مصنف نے اپنی شرح مین ولکن فی
التہر ان فسر الحسیب بذی المنصب والجاہ فغیر کفو للعلویۃ کما فی الینابیع وان بالعالم فکفو لان شرف العلم فوق شرف النسب والمال کما جزم بہ البزازی و ارتضاہ الکمال
وغیرہ والوجہ فیہ ظاہر ولذا قیل ان عائشۃ افضل من فاطمۃ قہستانی لیکن نہر الفائق مین ہی کہ اگر حسیب کی تفسیر صاحب منصب و درجاہ کی کیجیے تو حسب والا ہر
علویہ کا نہین کذا فی الینابیع اور اگر تفسیر حسیب کی عالم کو کیجیے تو برابر ہی علویہ کے اسواسطے کہ بزرگی علم کی فوق ہی بزرگی نسب و مال سے چنانچہ اسی کا
یقین کیا ہی بزازی نے اور پسند کیا ہی کمال وغیرہ نے اور وجہ اسکی ظاہر ہی بسبب اشرفیت علم کے اور اسی واسطے کہا گیا ہی کہ عائشہ صدیقہ افضل ہین
فاطمہ زہرا سے یعنے بسبب کثرت علم کے کذا فی القہستانی ثم برجندی مین تصریح ہی کہ عالم اور بادشاہ علویہ کا کفو نہین تو اس روایت سے تفصیل نہر الفائق
کی نفی ہوتی ہی اور قول اصح وہی ہی جو متن مین ہی بموجب تصریح سید احمد محشی کے کذا فی حاشیۃ المدنی والحنفی کفو لبنت الشافعی اور حنفی مرد کفو ہی شافعی مذہب
کی بیٹی کا ظاہر یون کہنا تھا کہ شافعی ہمسر ہی حنفی کا اسواسطے کہ حنفی کے ہمسر ہونے مین شافعی سے علماء حنفی کو تامل نہین لیکن شارح نے برعکس کہا اسواسطے کہ
بعضے حنفی متعصب شافعی مذہب پر طعن کرتے ہین حالانکہ امام شافعی رہ رکن اعظم ہین ارکان اسلام سے اور مجتہد برحق ہین رحمۃ اللہ علیہ تو اُنکے مقلد بھی برحق
ہین کذا فی حاشیۃ المدنی و متی سئلنا عن مذہبہ اجبنا بمذہبنا کما بسطہ المصنف معزیا لجواہر الفتاوی اور جب ہمسے سوال ہو مذہب شافعی کا تو ہم جواب
دینگے اپنے مذہب سے چنانچہ اسکو تفصیل بیان کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین جواہر الفتاوی سے نقل کرکے جواہر الفتاوی مین یون ہی کہ با کرہ

بالغہ شافعی مذہب نے حنفی سے نکاح کیا اور باپ اُسکا راضی نہ تھا تو نکاح صحیح ہی اور اسی طرح اگر شافعی مذہب نے نکاح کرے پھر ہمسے اگر سوال ہو کہ یہ نکاح
مذہب شافعی مین صحیح ہی یا نہین تو ہم یہی جواب دینگے کہ نکاح صحیح ہی ابو حنیفہ کے نزدیک اسواسطے کہ ہمارا مذہب راجح ہی اور شافعی کا مذہب مرجوح اور اس
مسئلہ کا باب الکفارۃ سے کچھ تعلق نہین کذا فی حاشیۃ المدنی **والقروی کفو للمدنی فلا عبرۃ بالبلد کما لاعبرۃ بالجمال خانیۃ ولا بالعقل ولا العیوب یفسخ بہا**
البیع خلافا للشافعی رح اور گانون کا رہنے والا کفو ہی شہر کے رہنے والے کا تو کفایت مین شہر کا کچھ اعتبار نہین جیسے خوبصورتی کا کچھ اعتبار نہین کذا
فی الخانیۃ اور نہ عقل کا کچھ اعتبار ہی یعنے مجنون کفو ہی عاقل کا اور نہ اُن عیبون کا اعتبار ہی جنسے بیع فسخ ہو جاتی جیسے جذام اور برص اور گندہ
دہنی برخلاف مذہب شافعی رح کے **لکن فی النہر عن المرغینانی المجنون لیس بکفو للعاقل** لیکن نہر الفائق مین منقول ہی مرغینانی سے کہ مجنون ہمسر عاقل کا نہین

وکذا الصبی کفو بغناء ابیہ اوامہ اوجدہ نہر بالنسبۃ الی المہر یعنی المعجل کما مر لا بالنسبۃ الی النفقۃ لان العادۃ ان الآباء یتحملون عن الابناء المہر لا النفقۃ
ذخیرۃ اور اسی طرح لڑکا کفو ہی بسبب مالداری اپنے باپ کے یا اپنی ماں کے یا اپنے دادا کے کذا فی النہر کفو ہی بہ نسبت مہر کے یعنی مہر معجل کے چنانچہ سابق مین
مذکور ہو چکا نہ بہ نسبت نفقہ کے اسواسطے کہ عادت یہ ہی کہ باپ اُٹھا لیتے ہین اپنے بیٹون کا مہر نہ نفقہ کذا فی الذخیرۃ **ولو نکحت باقل من مہرہا فللولی**
العصبۃ الاعتراض حتی یتم مہر مثلہا او یفرق القاضی بینہما دفعا للعار اور اگر نکاح کیا عورت نے کمتر اپنے مہر مثل سے تو جائز ہی ولی عصبہ کو روک دینا
یہان تک کہ مہر مثل اُسکا پورا ہو جاوے یا جدائی کردے قاضی دونون مین ولی کو حق اعتراض اسواسطے دفع عار کے ہی **ولو طلقہا الزوج قبل تفریق**
الولی قبل الدخول فلہا نصف المسمی اور اگر طلاق دی اسی عورت مذکورہ کو شوہر نے قبل تفریق ولی کے دخول سے پہلے تو اُسکو آدھا مہر معین ملیگا
ولو فرق الولی بینہما قبل الدخول فلا مہر لہا وان بعدہ فلہا المسمی اور اگر تفریق کردی ولی نے دونون مین قبل دخول کے تو اُسکا کچھ مہر نہین اور اگر بعد دخول
کے تفریق ہوئی تو اُسکو پورا مہر معین ملیگا **وکذا لو مات احدہما قبل التفریق فلیس للولی المطالبۃ بالاتمام لانتہاء النکاح بالموت جواہر الفتاوی** اور اسی طرح
مہر معین ملیگا اگر دونون مین سے کوئی مرگیا قبل تفریق کے تو ولی کے مہر مثل پورا کر لینے کا مطالبہ نہین بواسطے آخر ہونے نکاح کے موت سے کذا فی جواہر الفتاوی

امرہ بتزویج امرأۃ فزوجہ امۃ نفذ وقالا لا یصح وہو استحسان ملتقی تبعا للہدایۃ امر کیا ایک نے دوسرے کو کسی عورت سے نکاح کر دینے کا سو وکیل نے موکل کا نکاح
کر دیا لونڈی سے تو نکاح نافذ ہوگا اور صاحبین نے کہا کہ یہ نکاح صحیح نہین یعنی نافذ نہین اور یہ قول استحسان یعنی قیاس خفی ہی یہ روایت ملتقی مین ہی ہدایہ کی پیروی
سے وجہ استحسان کی یہ ہی کہ نکاح کر لینے پر ہر ایک کو قدرت ہی تو وکیل کرنے سے عمدہ غرض یہ ہوتی ہی کہ نکاح ہمسر اور برابر سے ہو نہ کمتر سے **وفی شرح الطحاوی قولہما**
احسن للفتوی واختارہ ابو اللیث واقرہ المصنف اور شرح طحاوی مین ہی کہ قول صاحبین کا بہتر ہی فتوی کے واسطے اور پسند کیا اسکو فقیہ ابو اللیث نے اور ثابت کہا

اُسکو مصنف نے اپنی شرح مین **واجمعوا انہ لو زوجہ بنتہ الصغیرۃ او مولیتہ لم یجز کما امرہ بعینۃ او بحرۃ او امۃ فخالف او امرتہ بتزویجہا فلم تعین فزوجہا غیر کفو**
لم یجز اتفاقا اور اجماع کیا فقہا نے اسپر کہ اگر نکاح کر دیا وکیل نے موکل کا اپنی چھوٹی بیٹی سے یا اپنی محکوم عورت سے آزاد لونڈی ہو اُسکی یا بھتیجی تو
جائز نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی جیسے وہ نکاح جائز نہین کہ امر کیا ایک نے دوسری کو کہ نکاح کر دے معین عورت سے یا حرہ سے یا لونڈی سے
پھر وکیل نے موکل کی مخالفت کی یا عورت نے اپنے وکیل سے اپنے نکاح کر دینے کو کہا اور زوج کو معین نکر دیا سو وکیل نے اُسکا نکاح غیر کفو سے کر دیا تو یہ
نکاح بالاتفاق جائز نہوگا **ولو زوجہ المامور بنکاح امرأۃ امرأتین فی عقد واحد لا ینفذ للمخالفۃ** اور جسکو امر کیا تھا ایک عورت سے نکاح کر دینے کا اُسنے دو
عورتون سے نکاح کر دیا ایک عقد مین تو یہ نکاح نافذ نہوگا بسبب مخالفت امر کے **ولہ ان یجیز ہما او احدہما ولو فی عقدین لزم الاول وتوقف الثانی** اور جائز ہی موکل
کو کہ دونون عورتون کا نکاح درست رکھے یا ایک عورت کا اور اگر دونون کا نکاح دو عقد مین ہوا ہو تو پہلا نکاح لازم ہوگا اور دوسرا موقوف رہیگا موکل کی اجازت

پر **ولو امرہ بامرأتین فی عقد فزوجہ واحدۃ او اثنتین فی عقدتین جاز الا اذا قال لا تزوجنی الا امرأتین فی عقد او عقدتین لم یجز المخالفۃ** اور اگر امر کیا ایک نے دوسرے کو

دو عورتون کے نکاح کا ایک عقد مین سو نکاح کردیا اُسکا وکیل نے ایک عورت سے یا دو عورتون سے دو عقد مین تو جائز ہی مگر جبکہ کہا موکل نے کہ میرا نکاح نہ کرنا مگر دو ہی
عورتون سے ایک عقد مین سو وکیل نے دو عقد مین دو عورتون سے کیا یا یون کہا تھا کہ میرا نکاح نہ کرنا مگر دو ہی عورتون سے دو عقد مین سو وکیل نے دو عورتون سے
ایک عقد مین کردیا تو یہ مخالفت نہ جائز ہوگی **ولا یتوقف الایجاب علی قبول غائب عن المجلس فی سائر العقود** من نکاح بیع وغیرہا بل یبطل الایجاب ولا تلحقہ
الاجازۃ اتفاقا اور نہین موقوف رہتا ایجاب سکے قبول کرنے پر جو مجلس ایجاب سے غائب ہی حاضر نہین تمام عقود مین یعنی معاوضہ کے عقود مین از قسم نکاح اور بیع
اور ان دونون کے سوا جیسے صلح اور اجارہ بلکہ ایجاب باطل ہوجاتا ہی اور نہین لاحق ہوسکتی اسکو اجازت **بالاتفاق ویتولی طرفی النکاح واحد بایجاب**
یقوم مقام القبول اور دو طرفون نکاح کا یعنی ایجاب و قبول کا ایک شخص متولی ہوتا ہی فقط ایجاب سے جو قائم مقام ہی قبول کے چنانچہ زوجین صغیرین کے ولی نے کہا کہ مین نے
دونون کا نکاح کردیا تو یہ ایسا ایجاب ہی کہ قبول کے معنی اسمین موجود ہین اب سکے بعد قبول جداگانہ کی حاجت نہین **فی خمس صور کان کان ولیا او وکیلا من الجانبین**
او اصیلا من جانب و وکیلا من اخر او ولیا من اخر او ولیا من جانب و وکیلا من آخر کزوجت بنتی من موکلی ایجاب و قبول مین ایک شخص کا متولی ہونا پانچ
صورتون مین منحصر ہی (۱) جیسے ایک شخص جانبین کا ولی ہو مثلاً زید یون کہے کہ مین نے اپنی نواسی کا نکاح اپنے پوتے سے کردیا (۲) یا ایک شخص
وکیل ہو دونون طرف سے تو یون کہے کہ مین نے اپنے موکل کا نکاح اپنی موکلہ سے کیا (۳) یا ایک طرف سے اصیل ہو اور دوسری طرف سے وکیل
ہو تو یون کہے کہ مین نے اپنی موکلہ کا نکاح اپنی ذات سے کیا (۴) یا اصیل ہو ایک طرف سے اور دوسری کا ولی ہو تو یون کہے کہ مین نے اپنے چچا کی بیٹی صغیرہ کا
نکاح اپنی ذات سے کیا (۵) یا ولی ہو ایک طرف سے اور وکیل دوسری طرف سے جیسے یون کہنا کہ مین نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے موکل سے کیا **لیس ذلک الواحد**
بفضولی ولو من جانب وان تکلم بکلامین علی الراجح اذ قبولہ غیر معتبر شرعا لما تقرر ان الایجاب لا یتوقف علی قبول غائب بشرطیکہ یہ شخص واحد جو متولی ہی طرفین کا فضولی
نہو گو ایک ہی طرف سے یعنی فضولی نہ چاہیے نہ دو طرف سے نہ ایک طرف سے اگرچہ فضولی دونون کلام بولے بنا بر قول راجح کے یعنی اگر یون کہے کہ مین نے
زید کا نکاح کریمہ سے کیا پھر یون کہے کہ مین نے کریمہ کی طرف سے قبول کیا تو بھی درست نہین اسواسطے کہ قبول کرنا فضولی کا معتبر نہین شرعاً اسواسطے کہ ثابت
ہوچکا ہی کہ ایجاب موقوف نہین رہتا غائب کے قبول پر **ونکاح عبد وامۃ بغیر اذن السید موقوف علی الاجازۃ کنکاح الفضولی** اور نکاح کرنا
غلام اور لونڈی کا بغیر اذن میان کے موقوف ہی میان کی اجازت پر جس طرح نکاح کردینا فضولی کا موقوف ہی زوج یا زوجہ کی اجازت پر فضولی وہ جو غیر کے
واسطے تصرف کرے بدون ولایت اور وکالت کے مثلاً زید محمود کا نکاح کسی عورت سے کرے حالانکہ نہ زید محمود کا ولی ہی نہ وکیل تو یہ نکاح موقوف ہی محمود کی اجازت
پر اگر محمود نے اسکو جائز رکھا تو نکاح نافذ ہوا اور نہین تو باطل ہوگیا **سیجیء فی البیوع توقف عقودہ کلہا ان لہا مجیز حالۃ العقد والا تبطل** عنقریب آویگا کتاب
البیوع مین موقوف ہونا تمام عقود فضولی کا اگر اُن عقود کا اجازت دینے والا وقت عقد کے ہوگا اور اگر حالت عقد مین انکا مجیز نہین تو عقود باطل
ہین **ولابن العم ان یزوج بنت عمہ الصغیرۃ** اور جائز ہی چچا کے بیٹے کو نکاح کرنا اپنے چچا کی چھوٹی بیٹی کا اپنے ساتھ **فلو کبیرۃ فلا بد من استیذان حتی لو**
تزوجہا بلا استیذان فسکتت او فصحت بالرضاء لا یجوز عندہما وقال ابو یوسف رح یجوز وکذا المولی المعتق والحاکم والسلطان جوہرہ یعنی بخلاف الصغیرۃ لکمام
فیجوز سو اگر بنت عم کبیرہ ہو یعنی بالغہ تو ضرور ہی استیذان سے یہان تک کہ اگر ابن عم نے اس سے نکاح کرلیا بدون استیذان کے سو وہ چپ رہی
یا رضامندی کی تصریح کردی تو بھی نکاح جائز نہین نزدیک امام اعظم رح اور محمد رح کے اور کہا ابو یوسف نے کہ جائز ہی اور اسی طرح مولی آزاد کرنے
والے کو اور حاکم اور سلطان کو نکاح بالغہ مین استیذان ضرور ہی بدون استیذان کے عقد جائز نہین کذا فی الجوہرہ یعنی بخلاف صغیرہ کے اسواسطے
کہ قاضی اور سلطان کو صغیرہ سے اپنا نکاح کرنا جائز نہین چنانچہ یہ سابق مذکور ہوچکا تو یہان تحریر اور تنقیح چاہیے ایسا نہو کہ کوئی قاضی اور سلطان کو
بسبب تشبیہ کے جواز نکاح صغیرہ مین مانند ابن عم کے سمجھے **من نفسہ فیکون اصیلا من جانب ولیا من آخر** ابن عم کو جائز ہی نکاح صغیرہ کا اپنی ذات سے

تو ہوگا ابن عم اصیل اپنی جانب سے اور ولی دوسری جانب سے اور اسی طرح مولی آزاد کنندہ صغیرہ کے نکاح مین اصیل ہوگا اپنی طرف سے اور ولی ہوگا صغیرہ کی طرف سے کما للوکیل الذی وکلتہ ان یزوجہا من نفسہ فان لہ ذلک فیکون اصیلا من جانب وکیلا من آخر جیسا کہ جائز ہی عورت کے وکیل کو کہ اُسکا نکاح کرے اپنی ذات سے سو اُسکو یہ نکاح کر لینا درست ہی تو ہوگا اصیل اپنی جانب سے اور وکیل عورت کی طرف سے بخلاف ما لو وکلتہ ان یزوجہا من رجل فزوجہا من نفسہ لانہ انما نصبتہ مزوجا لا متزوجا برخلاف اُسکے یہ ہی کہ اگر عورت نے اُسکو وکیل کیا اپنے نکاح کر دینے کا کسی مرد سے سو وکیل نے اُسکا نکاح اپنے ساتھ کر لیا تو جائز نہین اسواسطے کہ عورت نے وکیل کو نکاح کر دینے والا قرار دیا نہ نکاح کر لینے والا او وکلتہ ان یتصرف فی امرہا او قالت لہ زوج نفسی ممن شئت لم یصح تزوجہا من نفسہ کما فی الخانیۃ والاصل ان الوکیل معرف بالخطاب فلا یدخل تحت النکرۃ یا وکیل کیا عورت نے اُسکو کہ تصرف کرے اُسکے امر مین یا کہا اس سے کہ میرا نکاح کر دے جس سے کہ تو چاہے تو نہ صحیح ہوگا وکیل کو اُسکا نکاح کر لینا اپنی ذات سے کذا فی الخانیۃ اور عدم جواز کا قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ وکیل بسبب خطاب کرنے عورت کے معرفہ یعنے معین ہوگیا تو نہ داخل ہوگا معرفہ تحت نکرہ کے یعنی غیر معین کے خلاصہ یہ ہی کہ وکیل بسبب خطاب کے معین ہوگیا اور عورت نے وکالت مین زوج کو معین نہ کیا اور قاعدہ یہ ہی کہ معین غیر معین مین داخل نہین ہوتا ولو اجاز من لہ الاجازۃ نکاح الفضولی بعد موتہ صح لان الشرط قیام المعقود لہ واحد العاقدین فقط بخلاف اجازۃ بیعہ فانہ یشترط قیام اربعۃ اشیاء کما سیجئی اور اگر اجازت دی جسکو اجازت دینے کا اختیار ہی یعنے زوج یا زوجہ نے جائز رکھا فضولی کے نکاح کو بعد اسکے مرنے کے تو نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ صحت نکاح مین اجازت کے وقت شرط ہی قیام معقود لہ کا یعنی جسکے واسطے نکاح منعقد ہوا اور احد العاقدین کا فقط ایک عاقد کی موت یعنی فضولی کی مضر صحت نہین اسواسطے کہ دوسرا عاقد موجود ہی بخلاف اجازت بیع فضولی کے کہ بعد موت فضولی کے جائز نہین اسواسطے کہ بیع فضولی کی صحت مین چار چیز کا قیام شرط ہی یعنی بیع اور دونون عاقد اور قیمت کا چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا کتاب البیوع مین **فروع** یہ چند مسائل ہین شارح کے الحاقی الفضولی قبل الاجازۃ لا یملک نقض النکاح بخلاف البیع فضولی قبل اجازت مالک کے مالک نہین نکاح توڑنے کا بخلاف بیع کے کہ اُسکو توڑ سکتا ہی یشترط للزوم عقد الوکیل موافقتہ فی المہر المسمی شرط ہی واسطے لازم ہونے عقد وکیل کے موافقت رکھنا موکل کی مہر مسمی مین تو عدم موافقت مین نکاح لازم نہو گا بلکہ موکل کو اختیار رہیگا قبول کرے یا انکار کرے وحکم رسول کو حکم وکیل اور حکم پیامی کا مثل حکم وکیل کے ہی مثلا مرد نے عورت کے پاس کسی کو بھیجا نکاح کا پیام لیکر اور عورت نے شہود کے روبرو قبول کر لیا تو نکاح صحیح ہوگا بشرطیکہ مہر مسمی مین مخالفت نہ کی ہو

باب المہر

ومن اسماء الصداق والصدقۃ والنحلۃ والعطیۃ والعقر یہ باب ہی مہر کا صداق اور صدقہ اور نحلہ اور عطیہ اور عقر یہ سب مہر کے نام ہین اور اجر اور علائق اور حبا اور فریضہ بھی مہر کو کہتے ہین کذا فی حاشیۃ المدنی وفی استیلاء الجوہرۃ العقر فی الحرائر مہر المثل وفی الاماء عشر قیمۃ البکر ونصف عشرہا للثیب اور جوہرہ کے باب استیلاد مین ہی کہ بیبیون مین عقر مہر مثل ہی اور لونڈیون مین دسوان حصہ قیمت باکرہ کا اور بیسوان حصہ ثیب کا عقر ہی اقلہ عشرۃ دراہم لحدیث البیہقی وغیرہ لا مہر اقل من عشرۃ دراہم کمتر درجہ کا مہر دس درم ہین بدلیل حدیث بیہقی وغیرہ کے کہ نہین ہی مہر کمتر دس درم سے اور اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہی لیکن بسبب کثرت طرق کے درجہ حسن تک بلند ہوگئی ہی تو لائق حجت کے ہوئی کذا فی النہر وروایۃ الاقل تحمل علی المعجل اور روایت اقل دس درم کی محمول ہی مہر معجل پر مثلا بخاری اور مسلم مین سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری مرد سے مہر کے واسطے فرمایا کہ کچھ تلاش کر لا اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہو اور سنن ابو داؤد مین جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے اپنی عورت کے مہر مین دو لپ بھر کر ستو یا کھجور کو دیا تو اُسنے وطی کو حلال کر لیا حالانکہ لوہے کی انگوٹھی اور اتنے ستو اور کھجور دس درم سے نہایت کم ہین تو ایسی روایات کا شارح نے جواب دیا کہ کمتر کی روایت مہر معجل پر محمول ہی اسواسطے کہ عرب کی عادت یہ تھی کہ مہر مین سے کچھ قبل دخول کے جلد ادا کرتے تھے اور یہ مراد نہین کہ سواے انگوٹھی اور

ستو سہ کے اور کچھ مہر نہ تھا علاوہ اسکے حدیث جابر کی متعہ کے مہر کی ہے تو قیاس نکاح کا متعہ پر جائز نہیں اور ایک شخص نہایت محتاج تھا چند سورتیں قرآن مجید کی اسکو یاد تھیں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکا نکاح ایک عورت سے کردیا اور فرمایا ملکتہا بما معک من القرآن کہ مین نے تجھکو عورت کا مالک کردیا بسبب قرآن کے جو تیرے ساتھ
ہے اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ قرآن کو مہر ٹھہرایا اور اسیواسطے عورت کو قرآن کا سکھلانا شرط نہیں کیا بلکہ مطلب یہ ہے کہ حفظ قرآن کی بزرگی سے تیرا نکاح کردیا اور
اغلب یہ ہے کہ مہر اُسکا حضرت نے خود ادا کیا ہوگا اسواسطے کہ محتاج مسلمین کے اخراجات کے حضرت خود کفیل ہوا کرتے تھے فضۃ وزن سبعۃ مثاقیل کما فی الزکوۃ
چاندی کے دس درم جو وزن مین سات مثقال کے برابر ہین چنانچہ بیان زکوۃ مین مذکور ہے جسکا دس درم شرعی کے ساڑھے اکتیس ماشے ہوتے ہین جسکے ڈیڑھ ماشہ کم
تین روپے ہوئے اگر گیارہ ماشہ کا روپیہ ہو مضروبۃ کانت او لا ودینا او عرضا قیمتہ عشرۃ وقت العقد اما فی ضمانہا لطلاق قبل الوطی فیوم القبض درم سکہ دار
ہون یا بے سکہ جیسے چاندی کی ڈلی یا پتر اگرچہ قرض ہو یعنی شوہر کے دس درم کسی پر قرض تھے اور اُسنے نکاح مین اُنھین دس درمون کا مہر مقرر کیا تو جائز ہے یا کوئی
جنس ایسی ہو جسکی قیمت دس درم ہون وقت نکاح کے تو اگر بعد نکاح کے اُسکی قیمت کم ہو جائے تو کچھ ضرر نہیں لیکن جنس کی قیمت کے ضامن ہونے مین بسبب طلاق
قبل وطی کے تو قبضہ کرنے کے دن کا اعتبار ہے مثلاً عورت کا نکاح ایک کپڑے پر ہوا جسکی قیمت دس درم تھی پھر جسدن عورت نے کپڑے پر قبضہ کیا تو قیمت اسکی بیس
درم ہو گئی تھی سو طلاق دی اُسکو شوہر نے قبل دخول کے اور کپڑا ضائع ہو گیا تو عورت کو دس درم پھیر دینا چاہیے اسواسطے کہ اگرچہ کپڑا اول دس درم کا تھا لیکن جس
دن عورت کے قبضہ مین آیا تو بیس کا تھا کذا فی حاشیۃ المدنی نقلا عن المحیط وتجب العشرۃ ان سماہا او دونہا ویجب الاکثر منہا ان سمی الاکثر اور واجب
ہین دس درم اگر دس کا نام لیا یا دس سے کم کا نام لیا یعنی اگر پانچ درم کا مثلاً مہر باندھا تو بھی دس ہی درم دینا واجب ہوگا اور واجب ہونگے دس سے زیادہ اگر دس سے
زیادہ کا نام رکھا کتنے ہی کیون نہون زیادہ مہر کی کچھ حد نہین ویتاکد عند وطی او خلوۃ صحت من الزوج او موت احدہما اور پورا مہر لازم اور محکم ہوتا ہے نزدیک
وطی کے یا خلوت کے جو صحیح ہو گئی زوج کی طرف سے یا نزدیک مرجانے زوج یا زوجہ کے او تزوج ثانیا فی العدۃ یا نزدیک دوبارہ نکاح کرنے کے عدت مین صورت
اسکی یہ ہے کہ عورت کو طلاق بائن دی بعد دخول کے پھر اُس سے نکاح کیا عدت مین پھر طلاق دی قبل دخول کے تو واجب ہوگا دوسرا مہر پورا اور عدت جداگانہ
واجب ہوگی مہر کامل قبل خلوت کے اسواسطے واجب ہوا کہ وجوب عدت کا فوق ہے خلوت پر کذا فی البحر اور بائن کی قید اسواسطے لگائی کہ طلاق رجعی مین
نکاح دوسرا نہین اور اول مہر کے سوا دوسرا مہر نہین ہوتا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی او ازالۃ بکارتہا بنحو حجر بخلاف ازالتہا بدفعۃ فانہ یجب النصف بطلاق
قبل وطی یا مہر کامل ہوتا ہے بسبب ازالہ بکارت عورت کا پتھر وغیرہ سے جیسے انگلی یا لکڑی سے یا موم کی بتی سے بخلاف اسکے اگر دھکیلنے سے ازالہ بکارت کا ہو گیا
تو نصف مہر مسمی واجب ہوگا طلاق قبل وطی سے ولو الدفع من اجنبی فعلی الاجنبی ایضا نصف مہر مثلہا ان طلقت قبل الدخول والا فکلہ نہر بحثا اور اگر اجنبی کے
دھکیلنے سے ازالہ بکارت کا ہو گیا تو اجنبی پر بھی نصف مہر مثل واجب ہوگا اگر طلاق ہوئی عورت کو قبل دخول کے اور اگر بعد دخول کے طلاق ہوئی
تو پورا مہر مثل واجب ہوگا چنانچہ یہ روایت نہر الفائق مین ہے بنا بر بحث کے ویجب نصفہ بطلاق قبل وطی او خلوۃ فلو کان نکحہا علی ما قیمتہ خمسۃ کان
لہا نصفہ ودرہمان ونصف اور واجب ہوتا ہے نصف مہر طلاق قبل وطی یا خلوت سے تو اگر نکاح کیا عورت سے ایسی چیز پر جسکی قیمت پانچ درم تھی پھر اسکو
طلاق دی قبل وطی یا خلوت کے تو وہ چیز آدھی عورت کو ملیگی اور اڑھائی درم اور ملینگے آدھی چیز عورت کو اسواسطے ملیگی کہ نصف مہر ملتا ہے طلاق قبل وطی سے
اور چونکہ مہر دس درم سے کم تھا تو دس کا پورا کرنا واجب ہوا اسواسطے کہ اڑھائی درم عورت کو اور ملینگے تا اقل مہر کامل ہو جائے وعاد النصف الی ملک الزوج
بمجرد الطلاق اذا لم یکن مسلما لہا وان کان مسلما لہا لم یبطل ملکہا بل توقف عودہ الی ملکہ علی القضاء او الرضاء اور پھر آویگا نصف مہر زوج کی
ملکیت مین بمجرد طلاق دینے کے جبکہ زوج نے زوجہ کو مہر نہ تسلیم کیا ہو اور اگر مہر کو تسلیم کردیا ہو تو عورت کی ملکیت کل مہر سے قبل وطی کے باطل نہین ہوتی بلکہ نصف
مہر کی ملکیت کا عود کرنا زوج کی طرف سے موقوف ہے قاضی کے حکم پر یا عورت کی رضامندی پر فلہذا الا نفاذ لعتقہ ای الزوج عند المہر بعد طلاقہا قبلہ ای قبل القضاء ونحوہ

لعدم ملكه قبله تو اسی سبب سے نافذ نہین زوج کا آزاد کرنا مہر کے غلام کو بعد طلاق دینے عورت کے قضا یا رضا سے پہلے بسبب مالک ہونے زوج کے قبل قضا یا رضا کے یعنی جب ملکیت زوج کی قضا یا رضا پر موقوف ہوئی تو بدون اُسکے آزاد کرنا کیونکر ثابت ہوگا و نفذ تصرف المرأة قبله فی الکل لبقاء ملکها اور نافذ ہوگا تصرف کرنا عورت کا قبل قضا یا رضا کے کُل مہر مین بسبب باقی رہنے ملکیت عورت کے تو جس غلام پر عورت نے مہر کی وجہ سے قبضہ کیا بعد طلاق ہونے کے بھی اگر اُسکو آزاد کردے تو یہ عتق نافذ ہوگا اسواسطے کہ اُسکی ملکیت کل مہر پر قبل قضا یا رضا کے ثابت ہی وعلیها نصف قیمة الاصل یوم القبض لان زیادة المهر المنفصلة تتنصف قبل القبض لا بعده اور عورت پر واجب ہوگی نصف قیمت اصل کی جو قبضہ کرنے کے دن قیمت تھی فقط اصل قیمت اسواسطے واجب ہوئی کہ مہر کی جدی زیادتی تنصیف ہوتی ہی قبضہ کرنے سے پہلے نہ بعد قبضہ کرنے کے یعنے عورت کو مثلاً لونڈی مہر مین ملی پھر اُسکی لڑکی پیدا ہوئی پھر عورت مطلقہ ہوئی قبل وطی کے تو جتنی لونڈی کی قیمت قبضہ کرنے کے دن تھی اُسکی نصف قیمت عورت زوج کو پھیر دیگی مگر لونڈی کی اولاد کو بالکل اپنی ملک مین رکھیگی اسواسطے کہ اولاد زیادتی منفصل ہی اور زیادتی منفصل کی تنصیف قبضہ کرنے کے بعد نہین ہوتی ووجب مهر المثل فی الشغار وهو ان یزوجه بنته او اخته علی ان یزوجه الآخر بنته او اخته مثلاً معاوضة بالعقدین اور واجب ہی مہر مثل شغار مین شغار اُسکو کہتے ہین کہ نکاح کردے ایک مرد اپنی بیٹی یا بہن کا دوسرے مرد سے اس شرط پر کہ دوسرا مرد مثلاً اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح کردے اس سے تاکہ ایک عقد دوسرے عقد کا بدلا ہوجائے تو دونون نکاح مہر سے خالی ہوئے وهو منهی عنه لخلوه عن المهر فاوجبنا فیه مهر المثل فلم یبق شغارا اور شغار ممنوع ہی حدیث سے بسبب خالی ہونے شغار کے مہر سے سو ہمنے اُسمین مہر مثل واجب کیا سو شغار نہ باقی رہا یعنی شغار اسی سبب سے ممنوع ہوا کہ اُسمین مہر نہین ہوتا پھر جب مہر مثل اُسمین واجب قرار دیا تو حقیقت مین شغار نہ باقی رہا صحاح ستہ مین عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع فرمایا و فی خدمة زوج حر سنة للامهار لحرة او امة لان فیه قلب الموضوع کذا قالوا اور واجب ہی مہر مثل زوج حُر کی خدمت مین ایک برس کی خدمت کرنا مہر ٹھہرا ہو حرہ کا یا لونڈی کا اسواسطے کہ شوہر کے خادم ہونے مین قلب موضوع ہی یعنے الٹا معاملہ ہی یعنے لازم یون ہی کہ زوجہ زوج کی خدمت کرے پھر جب زوج کا خدمت کرنا مہر ٹھہرا تو بالعکس ہوا اسواسطے نادرست ہوا اور مہر مثل اُسمین واجب ہوا ایسا کچھ فقہا نے کہا ہی قاضی خان نے کہا کہ زوج سے خدمت لینا حرام ہی اسواسطے کہ ذلت کا سبب ہی کذا فی حاشیة المدنی ومفاده صحة تزویجها علی ان یخدم سیدها او ولیها لقصة شعیب مع موسی علیهما السلام اور مفاد تعلیل فقہا کا یہ ہی کہ صحیح ہو نکاح لونڈی کا اس مہر پر کہ خدمت کرے زوج اُسکے مالک کی یا حرہ کا نکاح اس شرط پر کہ زوج اُسکے ولی کی خدمت کرے بدلیل قصہ شعیب کے ساتھ موسی علیهما السلام کے اسواسطے کہ شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی کا نکاح موسی علیہ السلام سے کیا اور آٹھ برس یا دس برس اپنی بکریان چرانا مہر مقرر کرلیا اُسنے کصحة علی خدمة عبده او امته او عبد الغیر برضا مولاه او حر آخر برضاه جیسے صحیح ہی نکاح اس مہر پر کہ شوہر کا غلام یا لونڈی خدمت کرے زوجہ کی یا غیر کا غلام خدمت کرے اپنے مالک کی رضامندی سے یا کوئی اور حر اپنی خوشی سے خدمت کرے لیکن جب حر کی خدمت مہر ہوگا تو زوج پر خدمت کی قیمت واجب ہوگی اسواسطے کہ خدمت حر مین مفاسد بہت ہین جیسے خلوت ہونا اجنبی سے یا انکشاف بعض اعضا کا کذا فی فتح القدیر و فی تعلیم القرآن للنص بالابتغاء بالمال اور واجب ہی مہر مثل تعلیم قرآن مین بموجب نص قرآنی کے کہ طلب نکاح کی مال سے چاہیے قرآن شریف مین فرمایا کہ (ان تبتغوا باموالکم) یعنی نکاح طلب کرو اپنے مالون سے اور تعلیم قرآن مال نہین اسواسطے تعلیم قرآن مین مہر مثل واجب کیا و با زوجتک بما معک من القرآن للسببیة او للتعلیل لکن فی النهر ینبغی ان یصح علی قول المتاخرین اور بے ازوجتک بما معک من القرآن کے واسطے سببیت یا تعلیل کے ہی یہ شارح نے دفع دخل کا کیا یعنی حدیث مین آیا ہی کہ حضرت نے ایک صحابی سے فرمایا کہ ازوجتک بما معک من القرآن کہ مین تیرا نکاح کرتا ہون بدلے قرآن کے جو تیرے ساتھ ہی تو معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن کی مہر ہوسکتا ہی شارح نے اسکا جواب دیا کہ یہ دلیل اُسوقت مین پوری ہوتی کہ اس حدیث مین بے کا حرف فقط عوض کے معنی مین مخصوص ہوتا بلکہ سببیت کے اور

منی اسمین ہو سکتے ہین یعنی بسبب قرآن یاد ہونے کے یا قرآن کی برکت سے تیرا نکاح کیا تو تعلیم قرآن کا مہر ہونا ثابت ہوا چنانچہ اول باب مین یہ حدیث
کا بیان ہو چکا لیکن نہر الفائق مین کہا ہی منزاوار یہ ہی کہ تعلیم قرآن متاخرین کے قول پر مہر ہو سکے بحر الرائق اور نہر الفائق مین کہا ہی کہ متاخرین کا فتوی اسپر ہی کہ تعلیم
قرآن اور تعلیم فقہ پر اجرت لینا درست ہی پھر جب اجرت لینا درست ہوا تو مہر ہونا بھی درست ہوگا اسواسطے کہ جسکی اجرت لینا جائز ہی اُسکا مہر ہونا بھی جائز ہی اور
فتح القدیر مین ہی قول مفتی بہ پر تعلیم قرآن کا مہر ہونا صحیح ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ولہا خدمتہ لو کان الزوج عبدا ماذونا فی ذلک الا حرا فخدمتہ لہا حرام لما فیہ من الاہانۃ
والاذلال وکذا استخدامہ نہر عن البدائع اور جائز ہی حُرّہ عورت کو خدمت لینا شوہر سے بشرطیکہ شوہر غلام ہو اور اُسکے مالک نے خدمت کرنے کی اجازت
دی ہو یعنی اگر غلام با جازت اپنے مولی کے حرہ سے نکاح کرے اور ایک برس کی خدمت مثلاً مہر ٹھہرا دے تو درست ہی اسواسطے کہ خدمت کرنے مین غلام کی ذلت
نہین لیکن حر کو خدمت کرنا زوجہ کی حرام ہی اسواسطے کہ اسمین ذلت اور اہانت ہی اور اسی طرح زوجہ کو شوہر سے خدمت لینا حرام ہی چنانچہ نہر الفائق مین ہی
بدائع سے وکذا یجب مہر المثل فیما اذا لم یسم مہرا او نفی ان وطی الزوج او مات احدہما اذا لم یتراضیا علی شیٔ یصلح مہرا والا فذلک الشیٔ ہو الواجب
اور اسی طرح واجب ہی مہر مثل اس صورت مین جبکہ مہر کا نام نہ لیا گیا یعنی نکاح کیا اور مہر کے ذکر سے سکوت کیا یا نفی مہر کی کی یعنی یون کہا کہ ہمنے نکاح کیا
بدون مہر کے تو مہر مثل واجب ہوگا اگر وطی کی ہو زوج نے یا دونون مین سے ایک مر گیا یہ اُسوقت ہی جب دونون راضی ہو گئے ہون کسی چیز پر جو مہر ہونے
کی لیاقت رکھتی ہو اور اگر کسی چیز پر راضی ہو گئی ہو تو وہی چیز واجب ہوگی مہر مثل کی کچھ ضرورت نہین وسمی خمرا او خنزیرا او ہذا الخل وہو خمر او ہذا العبد و
ہو حر لتعذر التسلیم با نام لیا شراب یا سور کا مہر مین تو مہر مثل واجب ہوگا اسواسطے کہ شراب اور سور مسلمان کے حق مین مال نہین یا اشارہ کیا ایک برتن کی طرف
اور کہا کہ یہ سرکہ مہر ہی حالانکہ وہ شراب ہی یا ایک شخص کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہ غلام مہر ہی حالانکہ وہ حُر ہی تو مہر مثل واجب ہوگا اسواسطے کہ تسلیم کرنا حُر کا
متعذر ہی اسی طرح تسلیم خمر اور خنزیر بھی متعذر ہی کہ مسلمان کے کام کی نہین او دابۃ او ثوبا او دارا ولم یبین جنسہا لفحش الجہالۃ یا نام لیا مہر مین جانور کا یا کپڑے
کا یا گھر کا اور نہ بیان کیا انکی جنس کو کہ کون جانور گھوڑا یا بیل اور کون کپڑا ململ یا گزی اور کیسا گھر کچا یا پکا تو ایسا مہر صحیح نہین بسبب کثرت جہالت کے کہ کچھ
امتیاز نہین ہو سکتی لہذا ان صورتون مین مہر مثل واجب ہوگا وتجب متعۃ لمفوضۃ ہی من زوجت بلا مہر طلقت قبل الوطی اور واجب ہی متعہ مفوضہ کے واسطے
مفوضہ وہ عورت ہی جسکا نکاح ہوا بدون مہر کے جو مطلقہ ہو قبل وطی کے وہی درع وخمار وملحفۃ لا یزید علی نصفہ ای نصف مہر المثل لو الزوج غنیا ولا ینقص عن
خمسۃ دراہم لو فقیرا اور مراد متعہ سے تین کپڑے ہین ایک کرتی دوسری اوڑھنی تیسری چادر سر سے قدم تک زیادہ نہوان تینون کپڑون کی قیمت نصف
مہر مثل سے اگر زوج مالدار ہی اور کم نہو پانچ درم سے اگر زوج محتاج ہی وتعتبر المتعۃ بحالہما کالنفقۃ بہ یفتی اور معتبر ہی متعہ بقدر حال زوجین کے مثل نفقہ
کے اسی کا فتوی بحر الرائق مین ہی کہ اگر دونون محتاج ہین تو واجب کرپاس متوسط ہی اور اگر دونون غنی ہین تو واجب ریشمی کپڑا متوسط ہی اور اگر ایک غنی ہی اور دوسرا
محتاج تو ٹسر کا کپڑا متوسط ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وتستحب المتعۃ لمن سواہا ای المفوضۃ الا من سمی لہا مہر وطلقت قبل وطی فلا تستحب لہا بل للموطوءۃ
سمی لہا مہر اولا فالمطلقات اربع اور مستحب ہی متعہ دینا سوائے مفوضہ کے مگر جسکا مہر معین ہوا اور وہ مطلقہ ہوئی قبل وطی کے تو اُسکے واسطے متعہ مستحب نہین
بلکہ متعہ اُس عورت کو مستحب ہی جسکی وطی ہوئی اُسکا مہر معین ہوا ہو یا نہوا ہو تو مطلقہ عورتین چار ٹھہرین ایک وہ مطلقہ جسکی وطی نہوئی نہ مہر معین ہوا تو اسکے
واسطے متعہ واجب ہی دوسری وہ مطلقہ جسکا مہر معین تھا اور وطی نہوئی تو اُسکو متعہ دینا مستحب نہین تیسری وہ مطلقہ جسکی وطی ہوئی اور مہر معین نہ ہوا چوتھی
وہ مطلقہ جسکی وطی ہوئی اور مہر اُسکا معین تھا تو ان دونون کو متعہ دینا مستحب ہی کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی وما فرض بتراضیہما او بفرض قاض
مہر المثل بعد العقد الخالی عن المہر او زید علی ما سمی فانہا تلزمہ بشرط قبولہا فی المجلس او قبول ولی الصغیرۃ فی معرفۃ قدرہا ولقائہا وجبۃ علی الظاہر بہ وار
جو مہر کہ مقرر ہوا زوجین کی تراضی سے یا بسبب ٹھہرانے قاضی کے مہر مثل کو بعد نکاح کے جو خالی تھا مہر سے یا جو مہر کہ معین پر بڑھایا گیا زوج نے زیادہ کیا

یا اُسکے ولی نے سو یہ زیادہ کرنا زوج پر لازم ہوجاتا ہی بشرط قبول کرنے عورت کے مجلس مین یا قبول کرنے عورت کے یہ زیادتی لازم ہوگی درصورت معرفت
مقدار زیادتی کے اور باقی رہنے زوجیت کے بنا بر قول ظاہر کے کذا فی النہر تو یہ اگر زوج نے کہا کہ مین نے تیرا مہر زیادہ کردیا تو صحیح نہوگا اسواسطے کہ زیادتی
مجہول ہی اور اگر بعد طلاق بائن کے کچھ مہر زیادہ کیا تو صحیح نہوگا اسواسطے کہ زوجیت باقی نہین رہی و فی الکافی جدّد النکاح بزیادۃ الف لزمہ الالفان علی الظاہر
اور کافی مین یون ہی کہ زوج نے نکاح کی تجدید کی ہزار درم زیادہ کرکے تو اسپر دو ہزار لازم آوینگے بنا بر قول ظاہر کے کذا فی النہر دو ہزار اسواسطے لازم
ہوئے کہ ایک ہزار اول نکاح کے اور ایک ہزار دوسرے نکاح کے و فی الخانیۃ لو وہبتہ مہرہا ثم اقر بکذا من المہر وقبلت صح وحمل علی الزیادۃ و فی البزازیۃ
الاشبہ انہ لا یصح بلا قصد الزیادۃ اور خانیہ مین ہی کہ اگر زوجہ نے زوج کو مہر بخشدیا پھر اقرار کیا زوج نے اُتنے مہر کا اور قبول کرلیا عورت نے تو صحیح ہی اور
یہ محمول ہوگا مہر زیادہ کردینے پر اور بزازیہ مین ہی اشبہ بحق یہ ہی کہ یہ اقرار صحیح نہین بدون قصد زیادتی کے لا ینصف لاختصاص التنصیف بالمفروض
فی العقد بالنص یعنے جو مہر کہ مفروض ہوا بعد عقد کے یا زیادہ ہوا مسمّی پر اسکی تنصیف نہ ہوگی طلاق قبل وطی مین واسطے مخصوص ہونے تنصیف کے
عقد کے مفروض سے بموجب نص قرآن کے قرآن مین ارشاد ہوا فنصف ما فرضتم یعنی آدھا مہر مفروض دینا لازم ہی اور عرف مین مفروض اُسی مہر کو کہتے ہین
جو عقد کے وقت مقرر ہوا نہ اُسکو جو بعد عقد کے مفروض ہوا یا زیادہ ہوا ہو بل تجب المتعۃ فی الاول ونصف الاصل فی الثانی بلکہ واجب ہوگا متعہ اول صورت مین
یعنی مفروض بعد العقد مین اور واجب ہوگا نصف اصل مہر کا ثانی صورت مین یعنے زیادت علی المسمی مین وصح حطہا لکلہ او بعضہ عنہ قبل او لا ویرتد
بالرد بحر اور صحیح ہی ساقط کردینا عورت کا کل مہر کو یا بعض کو شوہر سے قبول کیا ہو شوہر نے اُسکو یا نہ قبول کیا ہو اور پھرتا ہی پھیرنے سے کذا فی البحر یعنی زوجہ
اگر زوج سے اپنا مہر معاف کردے تو صحیح ہی خواہ زوج قبول کرے یا نہ کرے یہانتک کہ اگر بعد موت زوج کے یا طلاق بائن کے بھی معاف کریگی تو معاف
ہوجاویگا لیکن اگر زوج یون کہے کہ مہر کا معاف کرنا مین نہین مانتا تو البتہ نہ معاف ہوگا اور شرط یہ ہی کہ عورت اپنے مرض الموت مین نہ اسقاط کرے اور قنیہ مین ہی
کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ مین تیرے پاس نہین لیٹتا جب تک تو مہر سے ابرانہ کرے سو زوجہ نے ابرا کیا بعضون نے کہا کہ مہر معاف ہوگیا اسواسطے کہ حدیث
مین آیا ہی کہ آپسمین تحفہ دیا کرو تاکہ دوست ہوجاؤ تو جب محبت کے واسطے تحفہ دینے کا حکم ہوا تو محبت کے واسطے مہر معاف کرنا بھی صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی
عن البحر والخلوۃ مبتدا خبرہ قولہ الآتی کالوطی اور لفظ خلوت کا مبتدا ہی اور خبر اسکی مصنف کا آیندہ قول کالوطی ہی یہان سے احکام خلوت صحیحہ کے
شروع ہوئے خلوت صحیحہ برابر وطی کے ہی بشرط رفع موانع کے اور مبتدا اور خبر مین موانع کا بیان ہی بلا مانع حسی کمرض لاحدہما یمنع الوطی۔ وطبعی
کوجود ثالث عاقل ذکرہ ابن الکمال وجعلہ فی الاسرار من الحسی وعلیہ فلیس للطبعی مثال مستقل خلوت بدون مانع حسی کے مانند وطی کے ہی مانع حسی
وہ جو حواس سے معلوم ہو جیسے زوج یا زوجہ کا ایسا بیمار ہونا کہ مانع ہو وطی کا اور خلوت بدون مانع طبعی کے جیسے زوج اور زوجہ مین تیسرے
شخص عاقل کا موجود ہونا ایسا ذکر کیا ابن کمال نے اور وجود ثالث کو اسرار مین مانع حسی سے ٹھہرایا ہی تو اس تقدیر پر مانع طبعی کی کوئی مستقل
مثال نہین ہی وشرعی کاحرام الفرض او نفل اور مانع شرعی جیسے احرام فرض حج کا یا نفل حج کا ومن الحسی رتق بفتحتین التلاحم وقرن بالسکون عظم
وعفل بفتحتین غدۃ وصغر ولو بزوج لا یطیق معہ الجماع اور مانع حسی سے رتق ہی رتق بفتحتین بمعنی تلاحم ہی یعنے شرمگاہ کا ایسا بند ہونا کہ دخول ممکن
نہ ہو اور مانع حسی سے قرن ہی قرن بالسکون عظم ہی یعنے ایسی ہڈی شرمگاہ مین جو مانع ہو دخول کی اور بعضے قرن کو غدو غلیظ کہتے ہین اور بعضے
گوشت زائد کہتے ہین اور مانع حسی سے عفل بفتحتین غدۃ ہی قاموس مین کہا کہ عفل ایک شی ہی کہ عورت کی شرمگاہ سے نکلتی ہی جیسے فوطہ بڑھنے کی بیماری
مرد کو ہوتی ہی اور بحر الرائق مین کہا کہ عفل ایک شی مدور ہی کہ عورت کی شرمگاہ مین نکلتی ہی یعنے مثل تھوڑی کے اور مانع حسی سے لڑکپن ہی اگرچہ زوج ہی کم سن
ہو ایسا لڑکپن کہ قدرت نہو اس حال کے ساتھ جماع کرنے کی وبلا وجود ثالث معہما ولو نائما او اعمی۔ الا ان یکون الثالث صغیرا لا یعقل بان لا یعبر عما

یکون مبنہا او مجنونا او مغمی علیہ لکن فی البزازیۃ ان فی اللیل صحت لا فی النہار وکذا الاعمی فی الاصح او جاریۃ احدہما فلا یمنع یفتی ملتقی اور خلوت مانند وطی کے ہی بدون موجود ہونے تیسرے شخص کے زوجین کے ساتھ اگرچہ شخص ثالث سوتا ہو یا اندھا مانع ہی خلوت کا مگر یہ کہ تیسرا شخص صغیر لا یعقل ایسا ہو کہ بیان نہ کر سکے جو دونون مین ہوتا ہی یا دیوانہ یا بیہوش ہو تو خلوت زوجین کا مانع نہین لیکن بزازیہ مین ہی کہ اگر خلوت رات مین ہی اور دیوانہ یا بیہوش پاس ہو تو خلوت صحیح ہی اور دن مین خلوت صحیح نہین اسواسطے کہ مجنون کو کبھی اور اک ہوتا ہی اور بیہوش گاہے ہوش مین آتا ہی اور ایسا ہی حال اندھے کا ہی قول اصح مین یا شخص ثالث لونڈی ہو زوج کی یا زوجہ کی تو لونڈی کا ہونا زوجین کے پاس خلوت کا مانع نہین یہی قول مفتی بہ ہی کذا فی الملتقی بحر الرائق مین کہا کہ جاریہ مین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ جاریہ مانع خلوت کی نہین زوجین کی ہو یا اور کسی کی اور بعضون نے کہا کہ زوجہ کی جاریہ مانع ہی خلوت کی بخلاف جاریہ زوج کے اور مختار یہ ہی کہ زوج اور زوجہ دونون کی جاریہ مانع خلوت کی نہین کذا فی الخلاصۃ اور اسی پر فتوے ہی کذا فی الملتقی اور امام سرخسی نے مبسوط مین کہا دونون کی جاریہ مانع ہی خلوت کی اور یہی ہی قول امام اور صاحبین کا اسواسطے کہ لونڈی کے روبرو جماع کرنا زوجہ سے بالطبع نہین ہو سکتا انتہی علی الخصوص وجہ کی جاریہ کے روبرو وطی کرنا کسی طرح حلال نہین اسواسطے کہ وہ اجنبی ہی زوج سے اور لائق یہ ہی کہ اس قول سے عدول نہ کیجیے کہ باعتبار درایت اور روایت کے قوی ہی اور عجب ہی کہ امام اور صاحبین کے مخالف قول کو مفتی بہ قرار دیجیے اور متن مین داخل کیجیے حالانکہ کسی طرح لائق ترجیح کے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی من الشیخ رحمتی المحشی والکلب یمنع ان کان عقورا مطلقا وفی الفتح وعندی ان کلبہ لا یمنع مطلقا او کان للزوجۃ والا لکن عقورا او کان لہ لا یمنع اور کتے کا ہونا زوجین کے پاس مانع ہی خلوت صحیحہ کا اگر کٹہا ہو تو مطلق مانع ہی زوج کا کتا ہو یا زوجہ کا رات ہو یا دن اور فتح القدیر مین کہا کہ میرے نزدیک زوج کا کتا مطلقا مانع خلوت کا نہین کٹہا ہو یا نہو اسواسطے کہ اپنے مالک کو ہرگز نہین کاٹتا تو وہ بیخوف وطی پر قادر ہوگا یا کتا زوجہ کا ہو تو اسکا ہونا مانع ہی خلوت کا اسواسطے کہ زوجہ کا کتا اپنی بی بی کو مرد کے تلے دیکھکر غضب مین آویگا اور حملہ کریگا اور اگر کتا کٹہا نہ ہو یا کٹہا ہو اور زوج کا ہو تو مانع خلوت کا نہین اسواسطے کہ کلب عقور اپنے مالک کو نہین کاٹتا چنانچہ فتح القدیر کی روایت مین مذکور ہوچکا وبقی منہ عدم صلاحیۃ المکان کمسجد وطریق وصحراء وسطح وبیت بابہ مفتوح وما اذا لم یعرفہا اور باقی رہگیا مانع حسی سے عدم صلاحیت مکان کی یعنی مکان لائق وطی کے نہونا جیسے مسجد اور راہ اور بیابان اور چھت بدون پردہ کی اور کوٹھری جسکا دروازہ کھلا ہو اسواسطے کہ یہ مکانات آمد و رفت اور نظر غیر سے خالی نہین اور باقی رہی مانع شرعی کی وہ صورت جبکہ زوج زوجہ کو نہ پہچانے اسواسطے کہ قدرت وطی کی بدون معرفت زوجہ کے شرعا متصور نہین وصوم التطوع والمنذور والکفارات والقضاء غیر مانع لصحتہا فی الاصح اذ لا کفارۃ بالافساد ومفادہ انہ لو اکل ناسیا فامسک فخلی بہا ان تصح وکذا کل ما اسقط الکفارۃ نہر اور روزہ نفل کا اور نذر اور کفارات اور قضا کا مانع نہین صحت خلوت کا قول اصح مین اسواسطے کہ ان روزون کے توڑنے مین کفارہ نہین اور مفاد اس تعلیل کا یہ ہی کہ اگر صائم بھولکر کھا گیا پھر اُسنے باقی دن کا امساک کیا پھر عورت سے خلوت کی تو یہ خلوت صحیح ہوگی اسواسطے کہ اسمین کفارہ نہین چنانچہ اسکی تفصیل کتاب الصوم مین ہوچکی اور اسی طرح جو کفارہ کو ساقط کرے سو مانع صحت خلوت کا نہین کذا فی النہر بل المانع صوم رمضان اداء وصلوۃ الفرض فقط بلکہ مانع خلوت صحیحہ کا صوم ہی اداے رمضان کا اور نماز فرض فقط خواہ نماز ادا کی ہو خواہ قضا کی اور باقی رہگیا موانع شرعیہ سے وہ طلاق جو خلوت پر معلق ہو یعنے زوج نے کہا عورت سے کہ اگر مین تیرے ساتھ خلوت کرون تو تجھکو طلاق ہی پھر اُسنے خلوت کی تو طلاق واقع ہوئی تو زوج فقط نصف مہر دیگا اسواسطے کہ خلوت کرتے ہی عورت مطلقہ ہوگئی تو وطی حرام ہوئی کذا فی الواقعات اور بزازیہ اور خلاصہ مین ہی کہ اس طلاق مین عدت واجب نہین کذا فی حاشیۃ المدنی کالوطی فیما یجی ولو کان الزوج مجبوبا او عنینا او خصیا او خنثی ان ظہر حالہ والا فنکاحہ موقوف یعنی خلوت بدون موانع مذکورہ کے برابر وطی کے ہی چند احکام مین جنکا ذکر آگے آتا ہی اگرچہ زوج مقطوع الذکر والخصیتین ہو یا نامرد ہو یا خصی ہو یا خنثی ہو

بشرطیکہ خنثی کا حال قبل خلوت کے کُھل گیا ہو یعنی مرد ہونا اُسکا ثابت ہو گیا ہو تب اُسکی خلوت مانند وطی کے ہوگی اور اگر خنثی کا حال نہ ظاہر ہوا ہو کہ مرد ہی یا عورت
تو اُسکا نکاح موقوف رہیگا حال ظاہر ہونے تک تو ایسے خنثی کی خلوت مانند وطی کے نہین وما فی البحر والاشباہ لیس علی ظاہرہ کما بسطہ فی النہر اور خنثی کا مسئلہ
بحرالرائق اور اشباہ مین ہی وہ اپنے ظاہر پر محمول نہین چنانچہ اُسکو خوب بیان کیا ہی نہر الفائق مین م اشباہ مین کہا ہی کہ اگر خنثی کے باپ نے اُسکا نکاح مرد سے
کیا پھر مرد نے اُس سے وطی کی تو جائز ہی اور اگر مرد وطی نہ کر سکا تو مجھکو اسکا علم نہین اور اگر خنثے کے باپ نے اُسکا نکاح عورت سے کیا پھر خنثی نے عورت
سے وطی کی تو جائز ہی اور نہین تو اُسکی مدت مقرر ہوگی عنین کے مانند انتہی عبارتہ اس عبارت سے یون ظاہر ہوتا ہی کہ قبل ظاہر ہونے حال خنثی کے
خلوت کرنا اُسکو جائز ہی اور نہر الفائق مین مبسوط سے نقل کیا کہ نکاح خنثی کا قبل ظاہر ہونے اُسکے حال کے موقوف ہی پھر بعد بالغ ہونے کے اگر خنثی مرد
نکلا اور نکاح عورت سے ہوا تھا تو نکاح صحیح ہوگا اور اگر مرد سے نکاح ہوا تھا تو نکاح باطل ہی اس عبارت سے صریحًا ثابت ہوتا ہی کہ خنثی کو خلوت کرنا قبل ظاہر ہونے
اُسکے حال کے صحیح نہین وفیہ عن شرح الوہبانیۃ قد یکون العنۃ لمرض او ضعف خلقۃ او کبر سن اور نہر الفائق مین ہی شرح وہبانیہ سے اور گاہے ہوتی ہی نامردی
بیماری سے یا ضعف پیدائش سے یا درازی عمر سے م یہ جواب اُس سوال کا ہی جو نہر الفائق کی عبارت پر وارد ہوتا ہی نہر الفائق مین کہا کہ اگر خنثی بعد بلوغ
ہونے کے جماع پر قادر نہ ہوا تو اسکی مدت مقرر ہوگی مانند عنین کے اس عبارت پر سوال لگتا ہی کہ نامردی تو درازی عمر مین ہوتی ہی بلوغ کے وقت تو
جوش شہوت کا زمانہ ہی اسوقت مین نامردی کیونکر متصور ہو شارح نے اسکا جواب شرح وہبانیہ سے نقل کیا کہ نامردی فقط پیری پر موقوف نہین بلکہ بیماری اور ضعف
خلقت سے بھی ہوتی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی فی ثبوت النسب ولو من المجبوب یعنی خلوت صحیحہ مانند وطی کے ہی ثابت ہونے نسب مین اگرچہ خلوت زوج مقطوع الذکر
و الخصیتین سے ہو مناسب یون تھا کہ ماتن ثبوت نسب کو احکام خلوت سے نہ شمار کرتا اسواسطے کہ نسب تو مجرد عقد سے ثابت ہو جاتا ہی خلوت پر موقوف نہین و فی
تاکد المہر المسمی و مہر المثل بلا تسمیۃ اور خلوت مانند وطی کے ہی مہر مسمی اور مہر بدون تسمیہ کے ثابت اور محکم ہو جانے مین یعنی جیسے وطی سے مہر مسمی اور مہر مثل
غیر مسمی مین زوج پر لازم ہوتا ہی ویسا ہی خلوت صحیحہ سے بھی دونون لازم ہو جاتے ہین و النفقۃ والسکنی اور خلوت مانند وطی کے ہی نفقہ اور سکنی لازم
ہونے مین یعنی نکاح کے بعد اگر خلوت صحیحہ کرکے طلاق دے تو زوج پر نفقہ اور سکنے تا عدت لازم ہوگا و العدۃ و حرمۃ نکاح اختہا و اربع سواہا
فی عدتہا اور خلوت مانند وطی کے ہی وجوب عدت مین اور منکوحہ کی بہن کا نکاح اور اُسکے سواے چار عورتون کے نکاح حرام ہونے مین اُسکی عدت کے
اندر یعنی عورت سے نکاح کیا پھر خلوت صحیحہ کرکے اُسکو طلاق دی تو اُسکی عدت مین اُسکی بہن سے نکاح حرام ہی اور اسیطرح سواے اُس عورت کے اور چار عورتون
سے نکاح کرنا اُسکی عدت مین حرام ہی و حرمۃ نکاح الامۃ اور خلوت مانند وطی کے ہی لونڈی کے نکاح حرام ہونے مین یعنے حرہ منکوحہ بعد خلوت کے
مطلقہ ہوئی تو اُسکی عدت مین لونڈی سے نکاح کرنا حرام ہی و مراعات وقت الطلاق فی حقہا اور خلوت مانند وطی کے ہی وقت طلاق کے
رعایت کرنے مین عورت کے حق مین یعنے وطی جیسے بعد وطی کے مسنون ہی کہ طہر مین طلاق رجعی دے نہ حیض مین ویسے ہی بعد خلوت صحیحہ کے بھی وقت
طلاق کی رعایت رکھے چنانچہ اسکی تصریح کتاب الطلاق مین آویگی وکذا فی وقوع طلاق بائن آخر علی المختار اور اسیطرح خلوت مانند وطی کے ہی دوسری
طلاق بائن پڑنے مین بنا بر قول مختار کے یعنی خلوت کے بعد ایک طلاق دی پھر عدت کے اندر دوسری طلاق بائن دی تو دوسری طلاق واقع ہوگی
قول مختار مین اور اگرچہ پہلی طلاق بلفظ صریح تھی لیکن وہ بھی در حکم بائن ہی علما کے نزدیک احتیاطًا اور مزید تصریح اسکی حاشیہ طحطاوی و رملی مین ہی
جسکو زیادہ شوق ہو وہان دیکھ لے لاتکون کالوطی فی حق لبقیۃ الاحکام کالغسل نہین ہی خلوت برابر وطی کے بقیہ احکام کے حق مین جیسے
غسل مین یعنے وطی سے زوجین پر غسل واجب ہوتا ہی اور خلوت صحیحہ سے نہین و الاحصان اور نہین ہی خلوت صحیحہ مانند وطی کے ثبوت احصان
مین یعنے وطی سے حکم احصان کا ثابت ہوتا ہی اور خلوت سے نہین محصن اگر زنا کرے تو سنگسار ہو بخلاف خلوت والی کے و حرمۃ البنات و نہین ہی خلوت

مانند وطی کے بیٹیون کی حرمت مین یعنی مرد نے جس عورت سے وطی کی تو اُسکی بیٹی مرد پر حرام ہو اور خلوت سے اُس عورت کی بیٹی حرام نہین وحلها للاول اور
نہین خلوت مانند وطی کے عورت کے حلال ہونے مین پہلے زوج کے واسطے یعنی مطلقہ ثلثہ زوجہ ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال ہوتی ہو اور زوج
ثانی کی خلوت سے اُسکو حلال نہین ہوتی والرجعة اور نہین خلوت مانند وطی کے رجعت مین یعنے وطی کے بعد طلاق دینے مین رجعت درست ہو اور خلوت
کے بعد طلاق ہونے سے رجعت درست نہین اسواسطے کہ بعد خلوت کے طلاق رجعی نہین رہتی بلکہ بائن ہو جاتی ہو چنانچہ ذخیرہ وغیرہ مین اسکی تصریح موجود ہو
کذا فی حاشیة المدنی والمیراث اور نہین خلوت مانند وطی کے درحق میراث یعنے اگر بعد خلوت کے طلاق ہوئی اور عدت مین زوج مرگیا تو عورت نہ وارث
ہوگی مرد کی بخلاف وطی کے وتزویجها کالابکار علی المختار وغیر ذلک کما نظمه صاحب النهر فقال اور تزویج خلوت والی عورت کی مثل باکرہ عورتون کے ہو بنابر
قول مختار کے یعنی جب باکرہ کو بعد خلوت کے طلاق ملی تو اُسکا نکاح ثانی مانند باکرہ عورتون کے ہوگا اور سواے اسکے اور احکام مین جنمین خلوت وطی کی مانند
نہین جیسے اجازت نکاح موقوف کی خلوت سے نہین ہوتی بخلاف وطی کے چنانچہ اسکو نهر الفائق کے مصنف نے نظم کیا ہو اور کما سے وخلوة الزوج مثل الوطی فی صوره
وغیره وبهذا القدر تحصیل + اور خلوت کرنا زوج کا مانند وطی کے ہو چند صورتون مین اور مغایر ہو وطی کے چند صورتون مین اور اس نظم سے جوکہ موتیون کی لڑی
ہو احکام خلوت کی تحصیل ہو سے تکمیل مهر واعداد کذا نسب ہے. الانفاق سکنی ومنع الاخت مقبول + خلوت برابر ہو وطی کے تکمیل مهر مین اور وجوب عدت مین اور
اسیطرح نسب مین اور نفقہ دینے مین اور سکنی مین اور بہن کے نکاح منع ہونے مین مقبول ہو یہ قول علما کے نزدیک مردود نہین سے والربع وکذا قالوا الاماء ولقدر
راعوا زمان فراق فیه ترحیل + اور خلوت مانند وطی کے ہو چار عورتون سے نکاح حرام ہونے مین اُنکی عدت کے اندر اسیطرح علمانے لونڈیون کو کہا ہو اور مقرر رعایت
کی ہو علمانے زمانہ فراق کی جسمین رخصت کرتا ہو یعنے طہر کے وقت طلاق دینا چاہیے نہ حیض مین سے واوقعوا فیه تطلیقا اذا لحقا + وقیل لا والصواب الاول المقبل
اور واقع کی ہو علمانے طلاق کے اندر دوسری طلاق جبکہ وہ لاحق ہوا ول طلاق سے اور بعضون نے کہا کہ دوسری طلاق نہین واقع ہوتی اور درست
پہلا ہی قول ہو یعنی واقع ہوتی ہو سے اما المغایر فالاحصان یا املی + درجته وکذا التوریث معقول + لیکن وہ احکام جنمین خلوت مغایر ہو وطی کی
اول اُنمین سے احصان ہو اے میرے مقصود اور رجعت ہو اور اسی طرح وراثت معقول ہو سے سقوط وطی واحلال لها وکذا + تحریم بنت نکاح
البکر مبذول + اور ساقط ہونا وطی کا یعنے جب ایکبار زوجہ سے وطی کی تو اُسکا وطی کا مطالبہ ساقط ہوگیا اور اگر فقط خلوت کی تو زوجہ کو وطی کے
مطالبہ کرنے کا حق ہو اور حلال زوجہ کا یعنے زوج ثانی نے اگر عورت کو بعد خلوت کے طلاق دی تو زوج اول کو یہ عورت نہ حلال ہوگی بخلاف وطی
کے اور اسیطرح حرام ہونا بیٹی کا یعنے اگر عورت سے خلوت کی بدون مساس وغیرہ کے پھر طلاق دی تو اس عورت کی بیٹی زوج پر حرام نہین بخلاف وطی کے
اور نکاح باکرہ مبذول ہو یعنے باکرہ کی طرح خلوت والی عورت کا نکاح ہو یعنے استیذان ولی مین اُسکا سکوت قائم مقام نطق کے ہو باکرہ کے مانند سے
کذلک الفئ وا التکفیر بالفسدت + عبادة وکذا بالغسل تکمیل + اسی طرح ایلاء سے رجوع کرنا یعنی زوج نے قسم کھائی کہ زوجہ سے چار مہینے وطی نہ کرونگا پھر اگر قسم
پوری کی تو طلاق بائن ہوئی اور اگر مدت مذکورہ مین وطی کی تو اُسکو فی کہتے ہین یعنے نکاح باقی رہنے کی طرف رجوع کی تو ایلا کرنے والے کا رجوع
وطی کرنے سے ہوتا ہو نہ خلوت سے اور اسی طرح کفارہ دینا صائم کو خلوت سے واجب نہین ہوتا اور وطی سے کفارہ واجب ہو اور اسی طرح
خلوت سے عبادت حج اور صوم اور اعتکاف فاسد نہین ہوتی بخلاف وطی کے اور اُسی طرح خلوت سے غسل واجب نہین ہوتا بخلاف وطی کے اور غسل تک
تکمیل ہوئی اُن مسائل کی جنمین خلوت مانند وطی کے نہین ولو افترقا فقالت بعد الدخول وقال الزوج قبل الدخول فالقول لها
لانکارها سقوط نصف المهر وان انکرت الوطی اور اگر جدائی ہوئی زوج اور زوجہ مین سو زوجہ نے کہا کہ مجھکو طلاق دی بعد دخول کے اور زوج
نے کہا قبل دخول کے تو عورت کا قول معتبر ہوگا بسبب منکر ہونے عورت کے سقوط نصف مهر کو اگرچہ منکر ہو وطی کی تو بھی اسی کا قول معتبر ہوگا

اور پورا مہر پاویگی ولو لم تمکنہ فی الخلوۃ فان بکرا صحت والا لالان البکر انما توطأ کرہا کما بحثہ الطرسوسی واقرہ المصنف آور اگر نہ قادر ہونے دیا زوجہ نے
زوج کو خلوت مین تو اگر زوجہ باکرہ ہی تو خلوت صحیحہ ہوئی اور اگر باکرہ نہین تو خلوت صحیحہ نہ ہوئی اسواسطے کہ باکرہ کی وطی نہین ہوتی مگر زبردستی
سے چنانچہ یہی تفصیل کی ہی طرسوسی نے اور ثابت رکھا ہی اُسکو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین **ولو قال ان خلوت بک**
فانت طالق فخلا بہا طلقت بائنا لوجود الشرط **و وجب نصف المہر** ولا عدۃ علیہا بزازیۃ اور اگر کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر مین تیرے
ساتھ خلوت کرون تو تجھکو طلاق ہی پھر خلوت کی زوجہ سے تو اُسکو طلاق بائن ہو گئی بسبب پائے جانے شرط کے اور واجب ہوگا نصف مہر اور عدت
اُس عورت پر واجب نہین کذا فی البزازیۃ پھر جب عدت نہ ہوئی تو نفقہ اور سکنی اور لباس بھی نہ ہوگا اسواسطے کہ یہ چیزین فروع عدت سے ہین کذا فی
حاشیۃ الطحطاوی **و تجب العدۃ فی الکل** ای کل انواع الخلوۃ ولو فاسدۃ احتیاطاً ای استحساناً لتوہم الشغل اور واجب ہوتی ہی عدت کل مین یعنی
کل اقسام خلوت مین اگرچہ خلوت فاسدہ ہو خلوت سے عدت واجب ہی احتیاطاً یعنی باعتبار استحسان کے بجہت توہم شغل کے یعنی اس وہم سے کہ رحم عورت
کا نطفۂ زوج سے مشغول ہو گیا ہر چند سابق مین خلوت سے وجوب عدت کا حکم مذکور ہو چکا لیکن مصنف نے بیان علیحدہ کر کے پھر اسواسطے بیان کیا تاکہ معلوم
ہو جائے کہ خلوت صحیحہ اور فاسدہ دونون مین عدت واجب ہی چنانچہ شارح نے اسکی طرف اشارہ کر دیا اور سابق فقط خلوت صحیحہ کے احکام مذکور ہوئے تھے **وقیل**
قائلہ القدوری و اختارہ التمرتاشی وقاضیخان **ان کان المانع شرعیا کصوم تجب العدۃ وان کان حسیا کصغر ومرض مدنف لا تجب والمذہب الاول لانص**
محمد قالہ المصنف آور کہا گیا ہی اس قول کا قائل قدوری ہی اور پسند کیا ہی اسکو تمرتاشی اور قاضیخان نے کہ اگر خلوت صحیحہ کا مانع شرعی ہی جیسے روزہ تو عدت
واجب ہی اور اگر مانع خلوت کا حقیقی ہی جیسے کم سن ہونا یا مرض دائمی جس نے قوت کو بالکل توڑ دیا تو عدت واجب نہین اور مذہب مختار اول ہی
قول ہی یعنے بہر صورت عدت واجب ہی خلوت صحیح ہو یا نہو اسواسطے کہ تصریح کر دی ہی امام محمد نے جامع صغیر مین چنانچہ مصنف نے اسکو اپنی شرح
مین کہا ہی و فی المجتبی الموت ایضا کالوطی فی حق العدۃ والمہر فقط حتی لو ماتت الام قبل دخولہ بہا حلت بنتہا اور مجتبی مین ہی کہ موت بھی مانند وطی کے ہی
عدت کے حق مین اور مہر مین فقط یہانتک کہ اگر ماں مرگئی قبل دخول کے تو اُسکی بیٹی حلال ہوگی ماں کے زوج پر **قبضت الف المہر فوہبتہ لہ**
وطلقت قبل وطی رجع علیہا بنصفہ لعدم تعین النقود فی العقود قبض کیے زوجہ نے ہزار درم مہر کے پھر وہی ہزار زوج کو ہبہ کیے اور طلاق ہو گئی
زوجہ کو قبل وطی کے تو زوج زوجہ سے نصف مہر یعنے پانسو پھیر لے اسواسطے کہ مہر فقط ہزار تھا تو طلاق قبل وطی سے آدھا زوج پر واجب ٹھہرا
اور زوجہ نے پورا مہر لے لیا تھا تو آدھا مہر زوجہ کو پھیر دینا چاہیے اور زوجہ نے جو زوج کو ہبہ کیا اُسکا اعتبار نہین اسواسطے کہ جو مستحق الاسترداد تھا وہ
بعینہ زوج کو نہین پہونچا بلکہ غیر مستحق پہونچا بسبب نہ متعین ہونے نقود کے عقود مین مثلاً ایک مرد نے عورت سے نکاح دس درم پر جو اُسکے پاس موجود تھے
کیا پھر مرد کو اختیار ہی کہ اُن درمون کو اپنے پاس رکھے اور اُنکے مانند اور درم زوجہ کو دے اور اسیطرح بیع وغیرہ عقود مین نقود کی تعیین سے نہین **وان لم تقبضہ**
اوقبضت نصفہ فوہبت الکل فی الصورۃ الاولی او ما بقی وہو النصف فی الثانیۃ او وہبت **عرض المہر** کثوب معین اوفی الذمۃ **قبل القبض او بعدہ**
لا رجوع لحصول المقصود اور اگر زوجہ نے مہر پر قبضہ نہ کیا یا نصف پر قبضہ کیا پھر زوج کو سب مہر ہبہ کیا پہلی صورت مین یعنے عدم قبض مین یا باقی
مہر کو ہبہ کیا یعنے نصف مہر کو دوسری صورت مین یعنی نصف مہر کے قبضہ کرنے مین یا مہر نقد نہ تھا بلکہ جنس تھی اور زوجہ نے جنس مہر کی زوج کو ہبہ
کی جیسے کوئی معین کپڑا یا وہ کپڑا ہبہ کیا جو کسی کے ذمہ پر قرض تھا قبل قبضہ کرنے جنس مہر کے ہبہ ہوا ہو یا بعد قبضہ کرنے کے پھر طلاق ہوئی عورت کو قبل وطی
کے تو ان چارون صورتون مین نصف مہر کا پھیر لینا زوجہ سے نہین پہونچتا بسبب حصول مقصود کے یعنی زوج کا حق بعینہ ملگیا متعین ہو کر **نکحہا بالف علی ان لا یخرجہا**
من البلد او لا یتزوج علیہا او نکحہا علی الف ان اقام بہا وعلی الفین ان اخرجہا فان وفی بما شرط فی الصورۃ الاولی **و اقام بہا فی الثانیۃ فلہا**

الا الف لرضاہا بہ فہہنا صورتان الاولی تسمیۃ المہر مع ذکر شرط ینفعہا والثانیۃ تسمیۃ المہر علی تقدیر وغیرہ علی تقدیر و الایوف ولم یقیم فمہر المثل لفقد رضاہا
بفوات النفع نکاح کیا عورت سے بعوض ہزار درم کے اس شرط پر کہ عورت کو شہر سے نہ نکال لیجائیگا یا اس شرط پر کہ اس عورت پر دوسرا نکاح
نہ کریگا یا نکاح کیا عورت سے ہزار درم کے مہر پر اگر رہا مرد عورت کے شہر مین اور دو ہزار درم کے مہر پر اگر عورت کو اُسکے شہر سے باہر لیگیا سو اگر زوج
نے شرط کو پوری کی پہلی صورت مین یعنے شہر سے باہر نہ لیگیا یا دوسرا نکاح نہ کیا اور دوسری صورت مین عورت کے شہر مین مقیم رہا تو عورت کو ہزار درم
ملینگے بسبب راضی ہو جانے عورت کے تسمیہ مہر پر تو یہان دو صورتین ہین ایک تو مہر کا معین ہونا ایسی شرط کے ساتھ جو عورت کو مفید ہے دوسری صورت
یہ کہ تسمیہ مہر کا ایک تقدیر پر اور اُسکے سوا دوسری تقدیر یعنی اقامت مین ہزار اور اخراج مین دو ہزار اور اگر شرط پوری نہ کی اول صورت مین اور اقامت
شہر کی نہ کی دوسری صورت مین تو مہر مثل واجب ہوگا بواسطے نہ راضی ہونے عورت کے مہر مسمی پر بسبب فوت ہونے منفعت کے لکن لا یزاد المہر
فی المسئلۃ الاخیرۃ علی الفین ولا ینقص عن الف لاتفاقہما علی ذلک لیکن مہر مثل زیادہ نہ کیا جائیگا دو ہزار سے مسئلۂ اخیرہ مین یعنے جسمین شرط
ہوئی تھی کہ اقامت مین ہزار اور اخراج مین دو ہزار اور کم نہ ہوگا مہر مثل ہزار سے بسبب متفق ہونے زوجین کے اسپر یعنی عورت راضی ہو چکی تھی
دو ہزار پر حالت اخراج مین تو اُسکو دو ہزار سے زیادہ کیونکر ملین مثلاً مہر مثل پانچ ہزار تھے تو دو ہی ہزار پاویگی نہ زیادہ اور اگر مہر مثل پانسو تھے تو ہزار
سے کم نہ دیے جائینگے اسواسطے کہ مرد راضی ہو چکا تھا ہزار پر حالت اقامت مین تو حالت اخراج مین کیونکر ہزار سے کم ہو سکے ولو طلقہا قبل الدخول نصف
المسمی فی المسئلتین لسقوط الشرط وقالا الشرطان صحیحان اور اگر طلاق دی عورت کو قبل دخول کے تو آدھا مہر مسمی دیا جائیگا دونون مسئلون مین بسبب
ساقط ہو جانے شرط کے طلاق قبل دخول سے اور صاحبین نے کہا کہ دونون شرطین صحیح ہین یعنے عورت ہزار پاویگی اگر مرد شہر مین رہا اور دو ہزار پاویگی
اگر اُسکو باہر لیگیا کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف ما اذا تزوجہا علی الف ان کانت قبیحۃ وعلی الفین ان کانت جمیلۃ فانہ یصح الشرطان اتفاقاً
فی الاصح لقلۃ الجہالۃ مسئلہ سابقہ برخلاف ہے اسکے کہ جب نکاح کیا عورت سے ہزار پر اگر بدصورت ہو اور دو ہزار پر اگر خوبصورت ہو تو یہ دونون
شرطین صحیح ہین باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح مین بسبب قلت جہالت کے اسواسطے کہ خوبصورتی اور بدصورتی ایسی چیز نہین کہ جسکی معرفت دشوار
ہو اور اسکے حصول اور عدم حصول مین تردد واقع ہو تو دونون شرطین صحیح ہونگی بخلاف شرط اقامت و اخراج کے کہ اُسکا وجود اور عدم دونون محتمل ہین تو
ایسی شرط صحیح نہین بخلاف ما لو ردد فی المہر بین القلۃ والکثرۃ للثیوبۃ والبکارۃ فانہا ان ثیبا لزمہ الاقل والا فمہر المثل لا یزاد علی الاکثر ولا ینقص
عن الاقل فتح بخلاف اسکے کہ اگر تردید کی قلت اور کثرت مہر مین بسبب ثیب ہونے اور باکرہ ہونے کے یعنی یون کہا کہ اگر عورت ثیب ہے تو ہزار درم
اور اگر باکرہ ہے تو دو ہزار سو اگر عورت ثیب ہوگی تو مرد پر لازم ہوگا کمتر مہر مثلاً ہزار اور اگر باکرہ ہوگی تو مہر مثل لازم ہوگا نہ زیادہ ہوگا اکثر مہر سے مثلاً دو ہزار سے
اور نہ کم ہوگا کمتر مہر سے مثلاً ہزار سے کذا فی فتح القدیر ولو شرط البکارۃ فوجدہا ثیبا لزمہ الکل درر ورجحہ فی البزازیۃ اور اگر شرط کی بکارت کی پھر اُسکو ثیب
پایا تو مرد پر لازم ہوگا کل مہر کذا فی الدرر اور ترجیح دی ہے اس عبارت کو بزازیہ مین اسواسطے کہ مہر شروع ہے مجرد استمتاع کے واسطے نہ بکارت کیواسطے
تو یہ شرط فاسد ہوئی اور شرط فاسد سے نکاح باطل نہین ہوتا بلکہ شرط باطل ہو جاتی ہے ولو تزوجہا علی ہذا العبد او علی ہذا الالف او الالفین وعلی ہذا
العبد او ہذا العبد او علی احد ہذین واحدہما اوکس حکم القاضی مہر المثل فان مثل الارفع او فوقہ فلہا الارفع وان مثل الاوکس او دونہ فلہا الاوکس
والا فمہر المثل اور اگر مہر مین نام لیا دو چیز مختلف القیمت کا خواہ متحد الجنس ہون خواہ مختلف جیسے نکاح کیا عورت سے اس غلام پر
یا اس ہزار درم پر یا دو ہزار درم پر یا نکاح کیا اس غلام پر یا اس غلام پر یا یون کہا کہ دو مین سے کسی پر اور اُن دو چیزون مین ایک
کم قیمت ہے اور دوسری زائد تو حکم کریگا ان صورتون مین قاضی مہر مثل کو سو اگر مہر مثل اونچی قیمت والے کے برابر ہو یا زیادہ تو عورت کو اونچی قیمت والی

ملیگی اور اگر مہر مثل کم قیمتی چیز کے برابر ہو یا اُس سے بھی کمتر ہو تو عورت کو کم قیمتی چیز ملیگی اور اگر مہر مثل بیش قیمتی سے کم ہو اور کم قیمتی سے زیادہ تو
عورت کو مہر مثل ہی ملیگا وفی الطلاق قبل الدخول تحکم متعة المثل لانہا الاصل حتی لو کان نصف الاوکس اقل من المتعة وجبت المتعة فتح اور اسی مسئلہ
مین طلاق ہونے قبل دخول کے حکم کیا جائیگا متعہ مثل کا اسواسطے کہ متعہ مثل کا اصل ہی فساد تسمیہ کے وقت جیسے مہر مثل اصل ہی قبل طلاق کے سو اگر متعہ مثل
کا برابر ہی نصف بیش قیمتی چیز سے یا زائد ہی نصف بیش قیمتی سے تو عورت کو نصف بیش قیمتی ملیگا اور اگر متعہ مثل برابر ہی نصف کم قیمتی چیز سے تو اُسکو اس
صورت مین نصف کم قیمتی ملیگا یہانتک کہ اگر نصف کم قیمتی کا کمتر ہو گا متعہ سے تو واجب ہو گا متعہ مثل کا چنانچہ فتح القدیر مین ہی کذا فی حاشیة المدنی ولو
تزوجہا علی فرس او عبد او ثوب ہروی او فراش بیت او عدد معلوم من نحو ابل فالواجب فی کل جنس لہ وسط ہو الوسط او قیمتہ اور اگر نکاح کیا عورت سے
گھوڑے کے مہر پر یا غلام پر مثلاً ہرات کے کپڑے پر یا کوٹھری کے فرش پر یا عدد معلوم پر اونٹ وغیرہ سے تو واجب ہو گا متوسط ہر جنس تو سط والی مین یا قیمت
متوسط کی واجب ہو گی مرد کو اختیار ہی چاہے جنس متوسط دے اور چاہے اُسکی قیمت دے وکل مالم یجز السلم فیہ فالخیار للزوج والا فللمرأة اور جو چیز کہ جسمین بیع سلم
جائز نہین جیسے جانور اور جواہر اور مچھلی تو اسمین اختیار زوج کا ہی خواہ جانور وغیرہ کو دے خواہ اُسکی قیمت کو اور جس چیز مین کہ بیع سلم جائز ہی جیسے مکیل اور
موزون تو اُسمین عورت کا اختیار ہی چاہے وہی چیز لے چاہے اُسکی قیمت لے وکذا الحکم وہو لزوم الوسط فی کل حیوان ذکر جنسہ ہو عند الفقہاء
المقول علی کثیرین مختلفین فی الاحکام دون نوعہ ہو المقول علی کثیرین متفقین فیہا اور ایسا ہی ہی حکم یعنی لازم ہونا متوسط کا ہر حیوان کے مہر ہونے
مین جس حیوان کی جنس مذکور ہوئی ہو نہ اُسکی نوع فقہا کے نزدیک جنس اُسکو کہتے ہین جو بہت افراد پر صادق آوے اور وہ افراد احکام مین مختلف ہون
جیسے انسان کہ مرد اور عورت دونون پر صادق آتا ہی اور دونون کے حکم فقہ مین مختلف ہین مثلاً مرد قضا اور خلافت اور اذان کی لیاقت رکھتا ہی
نہ عورت اور گھوڑا بھی جنس ہی کہ فرس غازی اور فرس غیر غازی پر صادق آتا ہی فرس غازی کا غنیمت مین حصہ ہی نہ اور فرس کا اور نوع فقہا
کے نزدیک اُسکو کہتے ہین جو کثیرین متفق الاحکام پر صادق آوے جیسے فرس عربی اور ترکی اور غلام حبشی اور ہندی اور مرد اور عورت بخلاف مجہول الجنس
کثوب ودابة لانہ لا وسط لہ بخلاف مجہول الجنس کے جیسے کپڑا اور جانور یعنے اگر مجہول الجنس کا مہر ہو گا تو اس جنس کا متوسط نہ مراد ہو گا اسواسطے کہ
مجہول الجنس مین متوسط نہین مجہول الجنس وہ کہ جسکے احکام کثرت سے مختلف ہون جیسے کپڑا کہ لباس حرام اور حلال دونون کو شامل ہی جیسے حریر اور
غیر حریر پھر ان دونون مین باعتبار قیمت کے بڑا اختلاف ہی اور اسی طرح جانور مین بڑا اختلاف ہی بعضے حلال بعضے حرام بعضے سواری کے لائق ہین
بعضے نہین تو اگر مجہول الجنس کا مہر مین نام لیا جاویگا تو تسمیہ فاسد ہی اسوقت مین مہر مثل واجب ہو گا کذا فی حاشیة المدنی ووسط العبید فی زماننا الحبشی
اور غلامون مین متوسط ہمارے زمانے مین حبشی غلام ہی ذخیرہ مین کہا کہ متوسط غلام ہمارے زمانے مین سندھی غلام ہی اور ادنی ترکی اور اعلی ہندی
اور مصر مین صاحب بحر الرائق کے وقت مین حبشی متوسط اور اعلی رومی اور ادنی سیاہ غرضکہ اعلی اور ادنی اور متوسط ہونا باعتبار رواج ہر ملک کے اور
ہر زمانے کے مختلف ہی جو جس ملک مین ہو وہین کے رواج کا اعتبار ہی وان امہرہا العبدین والحال ان احدہما حر فمہرہا العبد عند الامام ان
ساوی اقلہ ای عشرة دراہم والا کمل لہا العشرة لان وجوب المسمی وان قل یمنع مہر المثل اور اگر مہر مقرر کیا زوج نے زوجہ کا دو غلام کو اور حالانکہ
ایک اُن دو مین کا حُر ہی تو مہر عورت کا وہی ایک غلام ہو گا نزدیک امام اعظم رح کے بشرطیکہ برابر ہو اُس غلام کی قیمت اقل مہر سے یعنی دس درم سے
اور اگر اُس غلام کی قیمت دس درم سے کم ہو تو پورا کر دیا جائیگا عورت کے واسطے دس درم کو مثلاً اگر غلام سات درم کا تھا تو تین درم دیکر عشرہ
پورا کر دیا جائیگا اسواسطے کہ وجوب مہر مسمی کا اگرچہ کمتر ہو اقل مہر سے مانع ہی وجوب مہر مثل کا وعند الثانی لہا قیمة الحر لو عبدا ورجحہ الکمال کما لو
استحق احدہما اور نزدیک ابو یوسف کے عورت کو حر کی قیمت ملیگی اگر حُر غلام ہوتا یعنے جب دو غلام کا مہر مقرر ہوا اور ایک اُنمین حر نکلا تو عورت

اُس غلام کو لیگی اور حُر کی قیمت لیگی اسطرح کہ حر کی درصورت غلام ہونے کے جو قیمت ہوسکتی وہی وج سے طلب کیگی اور اسی قول کو ترجیح دی ہو کمال نے چنانچہ دو غلامون مین سے اگر ایک غلام غیر کا ثابت ہو تو عورت غیر کے غلام کی قیمت پاویگی اسی طرح ایک کے حُر ہونے مین بھی اسکو قیمت ملیگی ویجب مہر المثل فی نکاح فاسد وہو الذی فقد شرطاً من شرائط الصحۃ کشہود اور واجب ہوتا ہو مہر مثل نکاح فاسد مین نکاح فاسد وہ ہے جسمین کوئی شرط از شرائط صحت نکاح سے مفقود ہو چنانچہ گواہ نہون یعنے بدون گواہون کے زوجین نے ایجاب اور قبول کرلیا یا خدا اور رسول کو گواہ قرار دیا تو یہ نکاح صحیح نہین فاسد ہو اور اسیطرح دو بہنون سے ساتھی نکاح کرنا یا ایک بہن کی عدت مین دوسری بہن سے نکاح کرنا یا عدت والی عورت سے نکاح کرنا یا پانچوین عورت سے چوتھی عورت کی عدت مین نکاح کرنا یا لونڈی سے نکاح کرنا حرہ پر یہ سب قسمین نکاح کی فاسد ہین سواسطے کہ صحت نکاح کی انمین شرط نہین بالوطی فی القبل لا بغیرہ کالخلوۃ لحرمتہ وطیہا مہر مثل واجب ہوتا ہو نکاح فاسد مین فرج مین جماع کرنے سے نہین واجب ہوتا مہر مثل بدون وطی کے مانند خلوت کے یعنی جیسا خلوت سے نکاح صحیح مین مہر واجب ہوتا ہو اسطرح نکاح فاسد مین خلوت سے مہر واجب نہین ہوتا بسبب حرام ہونے وطی عورت کے یعنی نکاح فاسد مین جماع عورت کا حرام ہو تو وجود مانع شرعی سے خلوت صحیحہ نہوئی اسواسطے خلوت قائم مقام وطی کے نہین ہوسکتی بخلاف نکاح صحیح کے اور وطی مین شرط یہ ہو کہ وطی فی القبل ہو تو وطی فی الدبر سے نکاح فاسد مین مہر نہین واجب ہوتا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولم یزد مہر المثل علی المسمی لرضاہا بالحط ولو کان دون المسمی لزم مہر المثل لفساد التسمیۃ بفساد العقد ولو لم یسم او جہل لزم بالغا ما بلغ اور مہر مثل زیادہ نہ کیا جائیگا مہر مسمی پر بسبب راضی ہوجانے عورت کے کمی مہر پر اور اگر مہر مثل کم ہوگا مہر مسمی سے تو بھی مہر مثل ہی لازم ہوگا نہ مہر مسمی بسبب فاسد ہوجانے تسمیہ مہر کے فساد عقد سے اور اگر نکاح فاسد مین مہر کا نام نہ لیا یا مہر مسمی ہوا لیکن اسکی مقدار مجہول اور نامعلوم ہوگئی تو مہر مثل ہی لازم آویگا کتنا ہی کیون نہو م نکاح فاسد مین اگر مہر مثل کم ہوگا مسمی سے تو مہر مثل ہی واجب ہوگا اگرچہ دس درم سے بھی کم ہو مثلاً پانچ درم کا مہر مثل ہو تو بھی زیادہ نہوگا بخلاف نکاح صحیح کے کہ جب اسمین مہر مثل واجب ہوگا اور کم ہوگا دس درم سے تو دس درم پورے کیے جاوینگے لیکن اگر نکاح فاسد محرم سے ہوا تو مہر مثل واجب ہوگا کتنا ہی کیون نہو اگرچہ مہر مسمی سے بھی زیادہ ہوجائے کما فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی ویثبت لکل واحد منہما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بہا او لا فی الاصح خروجاً عن المعصیۃ فلا ینافی وجوبہ بل یجب علی القاضی التفریق بینہما اور ثابت ہو ہر واحد کو زوجین سے فسخ کردینا نکاح فاسد کا اگرچہ بدون حاضر ہونے اپنے ساتھی کے ہو وطی کی ہو عورت سے یا نہ کی ہو تو قول اصح مین ہر واحد کو فسخ کا اختیار ہو گناہ سے نکلنے کے واسطے اسواسطے کہ عقد فاسد کا مرتکب ہونا پھر اسکو قائم رکھنا حرام ہو سو ملکیت فسخ کی منافی وجوب فسخ کی نہین یعنی اگر کوئی کہے کہ نکاح فاسد کا فسخ کرنا واجب ہو تو ماتن کو لازم تھا بجاے لکل واحد علی کل واحد بولنا شارح نے جواب دیا کہ ملکیت فسخ اور وجوب فسخ مین منافات نہین ہو جو علی کل واحد ماتن کو کہنا ضرور ہوتا شارح نے کہا بلکہ واجب ہو قاضی پر جدائی کردینی درمیان دونون کے یعنی اگر زوجین فسخ نہ کرین تو قاضی پر تفریق واجب ہو وتجب العدۃ بعد الوطی لا الخلوۃ للطلاق لا للموت اور واجب ہو عدت نکاح فاسد مین بعد وطی کے نہ بعد خلوت کے واجب ہو عدت طلاق کی نہ عدت موت کی یعنے نکاح فاسد مین بعد وطی کے اگر زوج نے نکاح فسخ کیا یا وہ مرگیا تو عورت پر طلاق کی عدت واجب ہوگی یعنی تین حیض یا تین مہینے یا وضع حمل اور زوج کی موت سے عدت موت کی نہ واجب ہوگی یعنی چار مہینے اور دس دن کی من وقت التفریق او متارکۃ الزوج وان لم تعلم المراۃ بالمتارکۃ فی الاصح عدت واجب ہو تفریق قاضی کے وقت سے یا زوج کے چھوڑ دینے سے اگرچہ عورت کو چھوڑنے کا علم نہو قول اصح مین ویثبت النسب احتیاطاً بلا دعوۃ اور ثابت ہوگا نسب بنا بر احتیاط حفظ ولد کے بدون دعوے کے یعنی اگر زوج ثبوت نسب کا مدعی نہوگا تو بھی نسب ثابت ہوگا وتعتبر مدتہ وہی ستۃ اشہر من الوطی اور معتبر ہوگی مدت نسب کی وطی سے مدت نسب کے چھ مہینے ہین فان کانت منہ الی الوضع اقل مدۃ الحمل یعنی ستۃ اشہر فاکثر یثبت النسب والا بان ولدتہ لاقل من ستۃ اشہر لا یثبت ہذا قول محمد وبہ یفتی پھر اگر ہو وقت وطی سے پیدائش تک کمتر مدت حمل کی یعنے چھ مہینے

ہون یا زیادہ تو ثابت ہوگا نسب اور اگر اقل مدت سے نہو اسطرح کہ جنے لڑکی کو کم چھ مہینے سے تو نسب نہ ثابت ہوگا یہ قول ہی محمد کا اور اسی پر ہی
فتوی ہی اسواسطے کہ نکاح فاسد بسبب حرام ہونے کے موجب وطی کا نہین بخلاف نکاح صحیح کے کہ اسمین وقت عقد سے نسب ثابت ہوتا ہی وقالا ابتدار المدة
من وقت العقد کالصحیح رجحہ فی النہر بانہ احوط وذکر من التصرفات الفاسدة احد وعشرین ونظم منہا العشرة التی فی الخلاصة فقال اور کہا امام اعظم اور ابو یوسف
نے کہ ابتدا ر مدت ثبوت نسب کی عقد کے وقت سے ہی مانند نکاح صحیح کے اور ترجیح دی ہی اس قول کو نہر الفائق مین اسطرح کہ اسی مین زیادہ تر احتیاط ہی
اور صاحب نہر الفائق نے تصرفات فاسدہ کے اکیس ۲۱ ذکر کیے ہین اور انہین سے وہ دس نظم کیے ہین جو خلاصہ مین مذکور ہین سو نظم مین یون کہا سے
وفاسد من العقود عشر ✤ اجارة وحکم ہذا الاجر ✤ وجوب ادنی المثل او مسمی ✤ او کلہ مع فقدک المسمی ✤ اور عقود فاسدہ دس ہین ایک اُن مین سے
اجارہ فاسدہ ہی اور حکم اسکا ہی وجوب اجرت کا اس طرح کہ اگر اجرت معین ہوگئی ہی تو کمتر اجر واجب ہوگا یعنے اگر اجر مثل کم ہوگا مسمی سے تو
اجر مثل واجب ہوگا اور اگر مسمی کم ہوگا تو مسمی واجب ہوگا یا پورا اجر مثل واجب ہوگا ساتھ فقدان مسمی کے یعنے اگر تسمیہ اجر کا نہ ہوا یا اجر مجہول
ہوا تو اجر مثل واجب ہوگا کتنا ہی کیون نہو اجارہ فاسدہ وہ ہی جسمین شروط صحت اجارہ کے نہون سے والواجب لا اکثر فی الکتابة ✤ من الذے
سماہ او من قیمة ✤ اور کتابت فاسدہ مین جو مسمی اور قیمت سے زائد ہی وہ واجب ہی سے وفی النکاح المثل ان یکن دخل ✤ وخارج البذر المالک اجل ✤ اور نکاح فاسد
مین مہر مثل واجب ہی اگر وطی ہوئی ہو اور مزارعت فاسدہ مین جو چیز کہ پیدا ہوئی ہی کھیت مین وہ بیج کے مالک کی ہی پھر اگر بیج زمین والے کا ہی تو عامل کو
اجر مثل ہی اور اگر بیج عامل کا ہی تو زمین والے کو اجرت زمین کی ہی سے والصلح والرہن لکل نقیضہ ✤ امانة وکالصحیح حکمہ ✤ اور صلح فاسد اور رہن فاسد مین ہر ایک
کو عاقدین مین سے اختیار ہی توڑدینے کا اور بدل صلح کا مصالح کے ہاتھ مین امانت ہی اور اسی طرح رہن مرتہن کے ہاتھ مین امانت ہی یا صلح فاسد کا مثل
صلح صحیح کے حکم ہی اور رہن فاسد کا مثل رہن صحیح کے حکم ہی سے ثم الہبة مضمونة یوم تقبض ✤ وصح بیعہ لعبد قرض ✤ پھر ہبہ فاسد مین موہوب کا ضمان ہی موہوب لہ
پر جسدن قبضہ کیا اور قرض فاسد مین جیسے جانور کے قرض لینے مین مستقرض مالک ہوتا ہی تو بیع کرنا غلام کا صحیح ہی قرض لینے والے کو اور سوقت
مین اُسکی قیمت کا ضمان دیگا مقرض کو سے مضاربة وحکمہا الامانة ✤ والمثل فی البیع والا القیمة ✤ اور مضاربت فاسدہ مین مال مضاربت کا امانت ہی
مضارب کے ہاتھ مین اور بیع فاسد مین اگر مثلی چیز ہی تو مثل مقبوض مالک کا ضمان مشتری پر اور اگر قیمت والی چیز ہی تو قیمت کا ضمان اور آگے
ان عقود کی خود تصریح آویگی اسواسطے کہ زیادہ تر تصریح کرنا ضرور نہین والحرة مہر مثلہا الشرعی مہر مثلہا اللغوی ای مہر امرأة تماثلہا اور حرہ کا مہر مثل
شرعی وہ ہی جو اُسکے مثل لغوی کا مہر ہی یعنے مہر مثل شرع مین اُسکو کہتے ہین جو دوسری عورت برابر والی کا مہر ہو من قوم ابیہا لا امہا ان لم تکن من قومہ
کبنت عمہ وہ عورت برابر والی اس عورت کے باپ کی قوم سے ہو نہ اُسکی مان کی قوم سے اگر اُسکی مان اُسکے باپ کی قوم سے نہ ہو اور اگر مان بھی
باپ کی قوم سے ہو جیسے اُسکے چچا کی بیٹی تو مان کی قوم کا بھی اعتبار ہوگا اسواسطے کہ دونون ایک ہی قوم ٹھہرے خلاصہ یہ کہ اعتبار باپ کی قوم کا ہی
نہ مان کی قوم کا وفی الخلاصة یعتبر باخواتہا وعماتہا فان لم تکن فبنت الشقیقة وبنت العم انتہی ومفادہ اعتبار الترتیب فلیحفظ اور خلاصہ مین ہی کہ
مہر مثل مین اول اعتبار ہوگا عورت کی بہنون کا اور پھوپھیون کا پھر اگر وہ نہونگی تو سگی بھانجی اور چچا کی بیٹی کا اعتبار ہوگا انتہی اور مفاد قول
خلاصہ کا یہ ہی کہ باپ کی قوم مین بھی ترتیب کا اعتبار ہی اول زیادہ تر قریب کا اعتبار ہی پھر اور قرابت والے درجہ بدرجہ اسکو یاد رکھنا چاہیے وتعتبر
المماثلة فی الاوصاف وقت العقد سنا وجمالا ومالا وبلدا وعصرا وعقلا ودینا وبکارة وثیوبة وعفة وعلما وادبا وکمال خلق و
عدم ولد اور معتبر ہی برابری اس عورت کے باپ کی قوم کی عورتون سے وقت عقد کے ان اوصاف مین عمر مین اور جمال مین اور مال مین اور ایک شہر
کے رہنے مین اور ہمعصر ہونے مین اور عقل مین اور تقوی مین اور باکرہ ہونے مین اور ثیبہ ہونے مین اور پاکدامنی مین اور علم و ادب مین اور کمال خلق مین اور نہ لڑکے

ہونے مین تو چھوٹی عورت بڑی عورت کے برابر نہین اور خوبصورت بدصورت کے برابر نہین اور مالدار مفلس کے برابر نہین اور ایک شہر کی رہنے والی دوسرے شہر
والی کے برابر نہین اور ایک زمانے والی دوسرے زمانے والی کے برابر نہین اور عاقلہ اور مجنونہ برابر نہین اور متقیہ اور فاسقہ برابر نہین اور باکرہ اور غیر باکرہ برابر نہین اور
عفیفہ اور غیر عفیفہ برابر نہین اور عالمہ اور غیر عالمہ برابر نہین اور ادب والی اور بے ادب برابر نہین اور خلیق اور بدخلق برابر نہین اور لڑکے والی اور بے لڑکے والی برابر
نہین ویعتبر حال الزوج ایضا ذکرہ الکمال وقال مہر الامثة بقدر الرغبة فیہا اور معتبر ہی حال زوج کا بھی مماثلت مین یعنی اس عورت کا زوج اور عورتون کے ازواج کے
برابر ہو مال اور حسب مین ذکر کیا ہی اسکو کمال ابن الہمام نے فتح القدیر مین اور کہا ہی لونڈی کا مہر مثل بقدر اُسکی خواہش کے ہی یعنی دیکھنا چاہیے کہ اسکا خواہش
کرنے والا کہانتک مہر دے سکتا ہی وہی سکا مہر مثل ہی اور لونڈی مین اُسکے باپ کی قوم کا کچھ اعتبار نہین بحر الرائق مین کہا کہ مہر مثل وہان واجب ہوتا ہی جہان نکاح صحیح
ہو اور مہر کا تسمیہ نہو یا تسمیہ مجہول ہو یا اُس چیز کا تسمیہ ہو جو شرعًا حلال نہین اور نکاح فاسد مین بعد وطی کے مہر مثل ہی اور وطی بالشبہہ مین جو مہر لازم آتا ہی تو مراد اُس سے
یہ مہر مثل مذکور نہین ہوتی بلکہ وہان مہر مثل سے مراد عقر ہی عقر اُسکو کہتے ہین کہ اگر زنا حلال ہوتا تو اس عورت کی کیا اجرت ہوتی اسیقدر وطی بالشبہہ مین دینا
لازم ہوگا کذا فی حاشیة المدنی ویشترط فیہ ای فی ثبوت مہر مثل بما ذکر اخبار رجلین او رجل وامرأتین ولفظ الشہادة اور شرط ہی ثبوت مہر مثل مین اشیاء
مذکورہ کے اندر خبر دینا دو عادل مردون کا یا ایک مرد اور دو عورتون کا اور شرط ہی لفظ شہادت کا یعنی فقط اخبار بدون لفظ گواہی کے معتبر نہین فان لم توجد
شہود عدل فالقول للزوج بیمینہ وفی المحیط من ان للقاضی فرض المہر حملہ فی النہر علی ما اذا رضیا بذلک سو اگر نپائے جاوین گواہ عادل تو قول زوج کا
قسم کے ساتھ تقدیر مہر مثل مین معتبر ہوگا اور جو محیط مین یہ ہی کہ گواہ نہونے مین قاضی کو چاہیے مہر مثل کا ٹھہرانا سو اُسکو نہر الفائق مین اس صورت پر
محمول کیا ہی جبکہ زوجین فرض قاضی پر راضی ہوگئے ہون فان لم یوجد من قبیلة ابیہا فمن الاجانب ای فمن قبیلة تماثل قبیلة ابیہا سو اگر نپائے
جائین سب اوصاف مذکورہ یا بعض عورت کے باپ کی برادری مین تو اجنبی قوم کے مہر کا اعتبار ہوگا یعنی اجنبی وہ قوم جو مساوی اور مماثل ہو اُسکے
باپ کی قوم سے تو اونچی قوم یا نیچی قوم کا اعتبار نہوگا مم شرح مجمع اور برجندی مین ہی کہ اگر سب اوصاف مذکورہ باپ کی قوم مین نہون تو جسقدر
موجود ہون وہی معتبر ہونگے اسواسطے کہ ان سب اوصاف کا دو عورتون مین جمع ہونا متعذر ہی کذا فی حاشیة المدنی فان لم یوجد فالقول لمای
للزوج فی ذلک بیمینہ کما مر سو اگر غیر قوم مین بھی مماثلت باپ کی قوم کی نہ پائی جاوے تو معتبر قول زوج کا ہوگا مہر مثل کی تقدیر مین قسم کھانے کے ساتھ
چنانچہ عنقریب گذرا وصح ضمان الولی مہرہا ولو المرأة صغیرة ولو عاقدا لانہ سفیر لکن بشرط صحة فلو فی مرض موتہ وہو وارثہ لم یصح والا صح من الثلث و
قبول المرأة او غیرہا فی مجلس الضمان اور صحیح ہی ضامن ہونا ولی کا عورت کے مہر کو اگرچہ عورت صغیرہ ہو اگرچہ ولی ہی عاقد ہو نکاح کا تو بھی اسکا ضامن ہونا
درست ہی اسواسطے کہ ولی عاقد تو محض سفیر معتبر ہوتا ہی حقوق نکاح کے اُسپر لازم نہین آتے کہ ایک ہی شخص عاقد بھی ٹھہرے اور ضامن بھی ٹھہرے
ولی ضامن زوج کا ولی ہو یا زوجہ کا خواہ زوجین صغیر ہون یا جوان لیکن جواز ضمان بشرط صحت ولی کے ہی تو اگر ولی ضامن ہوگا اپنے مرض موت
مین اور مکفول عنہ یا مکفول لہ وارث ہی ولی کا ضامن ہونا صحیح نہین اور اگر مکفول عنہ یعنی جسکی طرف سے ضامن ہوا یا مکفول لہ یعنی جسکے واسطے ضامن
ہو وارث نہین ہی ولی کا تو ضمانت صحیح ہوگی ولی کے ثلث مال سے یعنی ولی کے ثلث متروکہ سے مہر ادا کیا جاویگا اور دوسری شرط صحت ضمان ولی
کی قبول کرنا عورت کا ہی یا اسکے غیر کا مجلس ضمان مین یعنی بشرطیکہ عورت بالغہ مجلس ضمان مین ولی کی ضمانت قبول کرے اور اگر عورت صغیرہ ہو تو اُسکا
ولی قبول کرے تب اُسکی ضمانت صحیح ہوگی نہر الفائق مین ہی کہ اگر صغیرہ کا ولی ضامن ہو تو اُسکا ضامن ہونا قائم مقام ہی عورت کے قبول کے
کذا فی حاشیة المدنی وتطالب ایا شاءت من زوجہا البالغ او الولی الضامن اور عورت مہر کو طلب کرے جس سے چاہے خواہ اپنے زوج بالغ سے یا ولی
ضامن سے خواہ ولی ضامن زوجہ کا ولی ہو خواہ زوج کا اور اگر زوج بالغ نہین تو مطالبہ مہر کا فقط ولی ہی سے ہوگا نہ زوج سے فان ادی رجع علی الزوج

ان امر کیا ہو حکم الکفالۃ پھر اگر ولی ضامن نے مہر کو اپنے پاس سے ادا کیا تو زوج سے پھیر لے اگر امر کیا ہو زوج نے ضامن ہونے کا چنانچہ یہی حکم ہر ضمانت
کا اور اگر بدون امر زوج کے ضامن ہوا تو پھیر لینا نہیں پہونچتا و لا یطالب الاب بمہر ابنہ الصغیر الفقیر اما الغنی فیطالب ابوہ بالدفع من مال ابنہ لا من مال
نفسہ اور مطالبہ نہوگا باپ سے اُسکے بیٹے صغیر محتاج کے مہر کا یعنی اگر باپ مہر کا ضامن نہیں تو اسکے بیٹے صغیر محتاج کے مہر کا اس سے مطالبہ نہوگا لیکن فرزند مالدار صغیر
کے مہر کا باپ سے تقاضا ہوگا کہ اپنے بیٹے کے مال سے ادا کرے نہ اپنے مال سے اذا زوجہ امرأۃ الا اذا ضمنہ علی المعتمد کما فی النفقۃ فانہ لا یواخذ بہا الا
اذا ضمن ولا رجوع للاب الا اذا اشہد علی الرجوع عند الاداء ابن صغیر فقیر کے مہر کا باپ پر مطالبہ نہیں جبکہ نکاح کر دیا ہو اُسکا کسی عورت سے یعنی فقط نکاح
کر دینے سے باپ کو مہر دینا لازم نہیں ہوتا مگر جبکہ ضامن ہو مہر کا بنا بر قول معتمد کے چنانچہ نفقہ دینے مین مواخذہ باپ سے نہیں ہوتا بدون ضمانت کے اور
جبکہ باپ نے بیٹے صغیر کا مہر ادا کیا خواہ صغیر محتاج ہو یا غنی تو اُسکو پھیر لینا بیٹے سے نہیں پہونچتا مگر جس صورت مین کہ باپ نے گواہ کر لیا ہو پھیر لینے پر مہر ادا کرنے
وقت یا ضامن ہونے کے وقت تو البتہ پھیر لے سکتا ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی لہا منعہ من الوطی ودواعیہ شرح مجمع والسفر بہا ولو بعد وطی وخلوۃ
رضیتہما لان کل وطیۃ معقود علیہا فتسلیم البعض لا یوجب تسلیم الباقی جائز ہو عورت کو روکنا زوج کو وطی سے اور اُسکے دواعی سے یعنی تقبیل اور
مساس سے کذا فی شرح المجمع اور روک دینا اپنے سفر لیجانے سے اگر چہ روکا ہو عورت نے اس وطی یا خلوت کے بعد جو اُسکی رضامندی سے ہو چکی
یعنی عورت کو مہر معجل کے لینے کے واسطے وطی اور سفر سے روکنا پہونچتا ہو اگر چہ اُسکی خوشی سے ایک بار وطی ہو چکی ہو یا خلوت ہو چکی ہو تو بھی اُسکو منع کرنے کا
حق ثابت ہو اسواسطے کہ ہر وطی مہر پر معقود یعنی ہر وطی پر جدا جدا مہر لازم ہو تو تسلیم بعض کی موجب نہیں تسلیم باقی کی لاخذ ما بین تعجیلہ من المہر کلا او بعضا
او اخذ قدر ما یعجل لمثلہا عرفا بہ یفتی لان المعروف کالمشروط ان لم یوجل او یعجل کلہ فکما شرطا لان الصریح یفوق الدلالۃ عورت کو جائز ہو
روک دینا وطی کا واسطے لینے اس مہر کے جسکا جلد دینا بیان ہو چکا ہو کل مہر ہو یا بعض یا واسطے لینے اسقدر مہر کے جو جلد دیا جاتا ہو اُس سے
عورت کو عرف مین اسی کا فتوی ہو اسواسطے کہ مروج مثل مشروط کے ہو رواج کا اعتبار ہو اگر کل مہر کی مدت یا تعجیل نہ مقرر ہو گئی ہو اور اگر کل مہر کی
مدت مقرر ہو چکی ہو تو ویسا ہی کرنا چاہیے جیسا کہ دونون نے شرط کیا یعنی مہر موجل مین عورت کو منع کرنا وطی سے نہیں پہونچتا اور معجل مین پہونچتا ہو مشروط
مروج پر اسواسطے کہ مقدم ہوا کہ صریح فائق ہو دلالت پر معلوم ہوا کہ کل مہر کی بھی تاجیل درست ہو بخلاف منظومہ کے کہ اُسنے اپنے فتاوی مین عدم صحت مذکور کی
ہو کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا جہل الاجل جہالۃ فاحشۃ فیجب حالا غایۃ الا التاجیل لطلاق او موت فیصح للعرف بزازیۃ مہر موجل مین عورت کو حق منع وطی کا
نہین مگر اسوقت جبکہ مدت مجہول ہو جہالت فاحشہ کو جیسے مہر کی مدت مقرر ہوئی ہو زوج کی کشائش تک یا آندھی چلنے تک یا پانی برسنے تک کہ ان چیزون
کا ایک وقت مقرر نہیں تو ایسی مدت مین مہر فی الحال واجب ہوگا کذا فی غایۃ البیان لیکن اگر مہر کی مدت طلاق ہونے تک یا موت تک مقرر ہو تو صحیح ہو حالانکہ اسمین
بھی جہالت فاحشہ ہو کہ ہرگز طلاق اور موت کا وقت معین نہیں مگر صحیح ہو بسبب رواج کے کذا فی البزازیۃ زاہدی نے کہا کہ تاخیر مہر کی موت اور طلاق تک
خوارزم مین عادت متوفرہ اور شریعت معروفہ ہو گئی ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی م اکثر بلاد ہندوستان مین بھی ایسا مروج ہو بلکہ اگر زوج مہر دینے کا ارادہ کرے تو
عورت ہرگز نہیں لیتی نادانی سے جانتی ہو کہ مہر لینے سے نکاح فسخ ہو جاویگا وعن الثانی لہا منعہ ان اجل کلہ وبہ یفتی استحسانا ولوالجیۃ اور ابو یوسف سے منقول
ہو کہ عورت کو منع وطی کا حق ہو اگر کل مہر کی مدت مقرر ہو گئی ہو اور اسی پر فتوی ہو بدلیل استحسان کے کذا فی الولوالجیۃ دلیل استحسانی یہ ہو کہ جب زوج نے سب مہر
کی مدت مقرر کی تو گویا اپنے حق استمتاع کے ساقط ہونے پر راضی ہو گیا اسواسطے مہر بدلا ہی استمتاع کا خلاصہ مین ہو کہ استاد ظہیر الدین کا فتوی عدم امتناع
پر ہو اور صدر شہید کا فتوی جواز امتناع پر ہو بحر الرائق مین کہا تو معلوم ہوا کہ اسمین فتوی مختلف ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وفی النہر لو تزوجہا علے
مائۃ علی حکم الحلول علی ان المعجل اربعین لہا منعہ حتی تقبضہ اور نہر الفائق مین لکھا کہ اگر نکاح کیا عورت سے سو درم مہر کا بشرط انقضاء مدت معین کے

اس شرط پر کہ چالیس درم جلد ادا کردیگا تو عورت کو جائز ہی کہ منع کرے وطی وغیرہ کا زوج سے یہانتک کہ باقی درمون کو بھی قبضہ کرلے ولہا النفقۃ بعد المنع
اور ثابت ہی عورت کے واسطے نفقہ بعد منع کے بھی نزدیک امام کے بشرطیکہ قبل مطالبہ کے خلوت یا دخول رضامندی سے ہوچکا ہو ولہا السفر والخروج
من بیت زوجہا للحاجۃ ولہا زیارۃ اہلہا بلا اذنہ مالم تقبضہ ای المعجل اور جائز ہی عورت کو سفر کرنا اور شوہر کے گھر سے نکلنا حاجت کے
واسطے تب بے حاجت نکلنا جائز نہین اور جائز ہی عورت کو زیارۃ کرنا اپنے اقربا کی بدون اذن زوج کے جب تک کہ مہر معجل نہ پایا ہو فلا تخرج الا لحق لہا او علیہا
او لزیارۃ ابویہا کل جمعۃ مرۃ او المحارم کل سنۃ او لکونہا قابلۃ او غاسلۃ لا فیما عدا ذلک وان اذن کانا عاصیین والحد جب مہر معجل پا چکی ہو تو گھر سے نہ نکلے مگر
بسبب حق کے عورت کا حق کسی پر ہو یا کسی کا حق عورت پر ہو یعنی اگر عورت کا قرض کسی پر ہو یا کسی کا قرض عورت پر ہو تو اسکا نکلنا درست ہی زوج کی اجازت
ہو یا نہو یا عورت نکلے واسطے زیارت ماں باپ کے ہر ہفتہ مین ایکبار یا محارم کی ملاقات کے واسطے نکلے ہر سال اگرچہ زوج منع کرے کذا فی فتح القدیر یا عورت دائی
جنائی ہو یا مردہ شو ہو تو بھی نکلنا درست ہی لیکن دائی اور مردہ شو کو زوج منع کرسکتا ہی نہ نکلے انکے سوا مین یعنے سواے فرض اور زیارت والدین
محارم کے اور لڑکا جنانے اور مردہ نہلانے کے اور کسی کام کے واسطے نکلنا عورت کا جائز نہین اور اگر زوج سواے ان امور کے نکلنے کی اجازت
دیگا تو زوج اور زوجہ دونون گنہگار ہونگے والمعتمد جواز الحمام بلا تزین اشباہ وسیجئی فی النفقۃ اور قول معتمد یہ ہی کہ عورت کا حمام مین جانا درست ہی بدون
آرائش اور عطر ملنے کے کذا فی الاشباہ اور عنقریب مسائل خروج عورت کے باب النفقۃ مین بھی آوینگے محقق ابن ہمام نے کہا کہ جہان عورت کا نکلنا درست ہی
وہان بھی شرط ہی کہ آرائش اور سنگار نہ کرے بلکہ ایسی صورت بگاڑ کے نکلے کہ مردون کی نظر اسپر نہ پڑے اور چند احادیث نسائی اور ترمذی اور حاکم مین در
باب حمام وارد ہوئی ہین از انجملہ یہ حدیث ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب تمپر ملک عجم فتح ہوگا اور وہان تم چند بیوت پاؤگے انکو
حمام کہتے ہین تو مرد انمین نہ جاوین بدون ازار کے اور عورتون کو انمین نجانے دو سواے مریضہ اور نفاس والی کے کذا فی حاشیۃ المدنی ویسافر بہا
بعد اداء کلہ موجلا او معجلا اذا کان مامونا علیہا والا لا وکلہ اعلم لکن ماموناً لا یسافر بہا وبہ یفتی کما فی شرح المجمع واختارہ فی الملتقی الابحر ومجمع الفتاوی واعتمدہ المصنف
وبہ افتی شیخنا الرملی اور سفر مین ساتھ لیجائے عورت کو تین منزل یا زیادہ بعد ادا کرنے کل مہر کے موجل ہو یا معجل ہو جب کہ زوج پر اطمینان ہو عورت
کی طرف سے یعنے سفر مین ایذا رسانی کا خوف نہ ہو اور اگر کل مہر ادا نہ کیا اور زوج لائق اطمینان کے نہ ہو تو عورت کو سفر مین نہ لیجائے اور اسی
قول پر فتوے ہی کذا فی شرح مجمع اور اسی کو پسند کیا ملتقی الابحر اور مجمع الفتاوے مین اور مصنف نے اپنی شرح مین اسی پر اعتماد کیا ہی اور اسی
پر فتوے دیا ہی ہمارے استاد خیر الدین رملی نے لکن فی النہر والذی علیہ العمل فی دیارنا انہ لا یسافر بہا جبراً علیہا وجزم بہ البزازی
وغیرہ وفی المختار علیہ الفتوے وفی الفصول یفتی بما یقع عندہ من المصلحۃ لیکن نہر الفائق مین ہی جسپر عمل ہی ہمارے ملک یعنے مصر مین
وہ یہ ہی کہ عورت کو سفر مین نہ لیجائے اسپر زبردستی کرکے یعنے سفر عورت کی خوشی پر موقوف ہی اور اسی قول کی حقیقت پر یقین کیا ہی بزازی
وغیرہ نے اور مختار مین ہی کہ اسی پر فتوی ہی اور فصول مین ہی کہ فتوے دے مفتی جو اسکے نزدیک مصلحت اور مناسب معلوم ہو یعنی اگر زوج امانت دار اور صالح ہو
اور نہ جانے مین عورت کی سرکشی معلوم ہو تو سفر مین لیجانے کا فتوی دے والا نہ لیجانے کا فتوے دے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وینقلہا فیما دون
مدتہ ای السفر من المصر القریۃ وبالعکس ومن قریۃ لقریۃ لانہ لیس بغربۃ وقیدہ فی التاتارخانیۃ بقریۃ یمکنہ الرجوع قبل اللیل الی وطنہ واطلقہ
فی الکافی وعلیہ الفتوی اور لیجا وے زوج زوجہ کو وہان جو مدت سفر سے کم ہو یعنے تین منزل سے کم ہو خواہ شہر سے گانون کی طرف لیجاوے
خواہ گانون سے شہر مین لاوے اور ایک گانون سے دوسرے گانون مین لیجاوے اسواسطے کہ اتنی دور جانا غربت نہین اور قید لگائی ہی فتاوی
تاتارخانیہ مین گانون کی یعنے ایسے گانون تک لیجانا جائز ہی کہ ممکن ہو پلٹ آنا زوج کو رات کے آنے سے پہلے اپنے وطن تک اور کافی مین

اسکو مطلق رکھا ہو یوں کہکر کہ اسی پر فتوے ہو وان اختلفا فی المہر ففی اصلہ حلف منکر التسمیۃ فان نکل تثبت وان حلف یجب مہر المثل اور اگر
اختلاف کیا زوجین نے مہر مین سو اگر اختلاف اصل مہر مین کیا اس طرح کہ ایک نے کہا کہ مہر معین تھا اور دوسرے نے کہا نہین حالانکہ دونون گواہ
لانے سے عاجز ہین تو قسم کھاوے منکر تسمیہ کا سو اگر منکر نے قسم سے انکار کیا تو دعوی تسمیہ کا ثابت ہوگا اور اگر منکر نے قسم کھائی تو واجب ہوگا مہر مثل
لیکن اگر عورت مدعی ہو تو مہر مثل اُسکے دعوے سے زیادہ نہ دیا جائیگا مثلاً عورت نے کہا تھا کہ مہر مسمی ہزار تھا اور مثل دو ہزار ہو تو ایک ہزار وہ
پاویگی نہ دو ہزار اور اگر مرد مدعی تھا تو مہر مثل اُسکے دعوے سے کم نہ کیا جائیگا مثلاً مہر مثل ایک ہزار تھا اور مرد مدعی دو ہزار کا ہو تو دو ہی ہزار
اُس سے دلائے جاوینگے کذافی حاشیۃ المدنی ناقلاعن البدائع و فی المہر یحلف اجماعاً اور مہر مین منکر پر قسم ہو باتفاق امام اور صاحبین کے لفظ
اجماع سے ماتن نے رد کیا قول صدر الشریعت کا کہ اُسنے کہا کہ منکر پر قسم ہو صاحبینؒ کے نزدیک نہ امام اعظم کے نزدیک اسواسطے کہ امامؒ کے نزدیک نکاح مین قسم نہین
صاحب بحر الرائق وغیرہ نے جواب دیا کہ یہان اصل نکاح پر قسم نہین بلکہ مال پر قسم ہو تو بالاجماع منکر مہر پر قسم ثابت ہوئی کذافی حاشیۃ المدنی والطحطاوی وان
اختلفا فی قدرہ حال قیام النکاح فالقول لمن شہد لہ مہر المثل بیمینہ اور اگر اختلاف کیا زوجین نے مقدار مہر مین قیام نکاح کے وقت تو قول اُسی کا معتبر
ہو جسکی گواہی دے مہر مثل ساتھ قسم کے تو اگر مہر مثل زوج کے دعوی سے برابر ہو یا کم تو زوج کا قول معتبر ہوگا قسم کے ساتھ اور اگر مہر مثل زوجہ کے دعوی سے
برابر ہو یا زیادہ تو زوجہ کا قول مع الیمین معتبر ہوگا و ای اقام بینۃ قبلت سواء شہد لہ مہر المثل او لہا او لا اور اختلاف مقدار مین زوجین سے جو اپنے شاہد
قائم کریگا مقبول ہونگے خواہ مہر مثل زوج کی شہادت دے یا زوجہ کی یا دونون کا شاہد نہو یعنی گواہون کے ہوتے مہر مثل کی موافقت اور عدم موافقت کا کچھ اعتبار نہین
وان اقاما البینۃ فبینتہا مقدمۃ ان شہد لہ مہر المثل و بینتہ مقدمۃ ان شہد لہا مہر المثل لان البینات لاثبات خلاف الظاہر اور اگر دونون نے گواہ
قائم کیے تو گواہ عورت کے مقدم ہونگے اگر مہر مثل مرد کے دعوے سے موافق ہو اور گواہ مرد کے مقدم ہین اگر مہر مثل عورت کے دعوی سے مطابق ہو اسواسطے
کہ گواہ مقرر ہوئے ہین واسطے ثابت کرنے خلاف ظاہر کے اور ظاہر کے خلاف اُسی کا دعوی ہو جو مہر مثل سے موافق نہو وان کان مہر المثل بینہما تحالفا
اور اگر مہر مثل دونون کے مابین ہو تو دونون سے قسم لیجاوے مثلاً عورت دو ہزار کے مہر کی مدعی ہو اور مرد ایک ہزار کا اور مہر مثل ہو پندرہ سو تو مہر مثل کسی کے
موافق نہ ہو بلکہ دونون کے درمیان مین پڑا تو دونون پر قسم آویگی مرد اسطرح قسم کھاوے کہ واللہ مین نے دو ہزار مہر پر نکاح نہین کیا اور عورت اسطرح قسم کھاوے
کہ واللہ مین نے ایک ہزار پر نکاح نہین کیا فان حلفا او برہنا قضی بہ سو اگر دونون نے قسم کھائی یا دونون گواہ لائے تو حکم کریگا قاضی مہر مثل پر یعنی
مہر مثل دلاویگا اسواسطے کہ دونون کی قسم اور گواہ برابر ہین کسی کا دعوی ثابت نہین ہو سکتا وان برہن احدہما قبل برہانہ لانہ نور دعواہ اور اگر
دونون مین سے کوئی ایک گواہ لایا تو مقبول ہونگے اُسکے گواہ اسواسطے کہ اُسنے اپنے دعوی کو روشن اور ظاہر کر دیا و فی الطلاق قبل الوطی حکم متعۃ المثل
لو المسمی دینا وان عینا کمسئلۃ العبد والجاریۃ فلہا المتعۃ بلا تحکیم الا ان یرضی الزوج بنصف الجاریۃ اور طلاق قبل وطی مین فیصلہ مقرر ہوگا متعہ مثل پر یعنی اگر
اختلاف ہوا زوجین مین بعد طلاق قبل وطی کے تو متعہ مثل جسکے دعوی سے مطابق ہوگا اُسی کے قول کا اعتبار ہوگا قسم کے ساتھ بشرطیکہ مہر مسمی دین ہو
جیسے درم یا دینار اور اگر مہر مسمی عین ہو یعنی مثلی ہو قیمتی چیز ہو جیسے مسئلہ غلام اور لونڈی کا مثلاً زوج کہتا ہو کہ مہر غلام تھا اور زوجہ کہتی ہو کہ مہر لونڈی تھی
تو زوجہ کو متعہ مثل ملیگا بدون تحکیم کے مگر اس صورت مین متعہ مثل کی حاجت نہین اگر زوج راضی ہو جائے نصف جاریہ پر و ای اقام بینۃ قبلت اور
دونون مین سے جو گواہ لاویگا تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے فان اقاما فبینتہا اولی ان شہدت لہ المتعۃ و بینتہ ان شہدت لہا سو اگر دونون گواہ لائے
تو عورت کے گواہ اولے ہین اگر موافق ہو متعہ مثل کا مرد کے اور گواہ مرد کے اولی ہین اگر مطابق ہو متعہ عورت کے اسواسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کو اثبات کرتے
ہین وان کانت المتعۃ بینہما تحالفا وان حلفا وجب متعۃ المثل اور اگر متعہ مثل دونون کے مابین مین واقع ہو یعنی نصف دعوی زوج سے زیادہ ہو اور

لنصف دعوی زوجہ سے کم ہو تو دونون سے قسم لیجائیگی اور اگر دونون نے قسم کھائی تو مہر مثل کا واجب ہوگا **وموت احدہما کحیوتہما فی الحکم اصلا وقدرًا**
لعدم سقوطہ بموت احدہما اور دونون مین کسی کا مرنا اُنکے زندہ ہونے کے برابر ہی حکم مین خواہ اختلاف اصل مہر مین ہو یا مقدار مین اسبب سے ساقط نہوئے مہر مثل کے
ایک کی موت سے **وبعد موتہما ففی القدر القول لورثتہ** اور اگر دونون کے مرجانے کے بعد اختلاف ہو وارثون مین تو مقدار مہر کی اختلاف مین زوج کے
وارثون کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے **وفی الاختلاف فی اصلہ القول لمنکر التسمیۃ** اور اصل مہر کے اختلاف مین منکر تسمیہ کا قول معتبر ہوگا یعنی زوج کے وارثون
کا اسواسطے کہ اگر عورت کے وارث تسمیۂ مہر کے منکر ہون تو انکا حق ثابت ہوتا ہی **لم یقض بشیئ مالم یبرہن علی التسمیۃ** یعنی بعد موت زوجین کے اختلاف
پڑا اصل تسمیۂ مہر مین تو کچھ حکم نہ کیا جاویگا جب تک کہ گواہ نہ قائم کیے جاوینگے تسمیہ پر یعنے بدون گواہون کے مہر مثل پر فیصلہ نہوگا نزدیک امام کے
اسواسطے کہ مرنا زوجہ کا دلالت کرتا ہی کہ انکی ہمسر عورتین بھی مرگئین تو قاضی کس عورت کے مہر کو مہر مثل ٹھہراوے کذا فی الہدایۃ اس دلیل سے معلوم ہوا
کہ مہر مثل کا اعتبار نہ کرنا اُس صورت مین ہی جب زوجین کی موت کا زمانہ بہت گذر گیا ہو اور زمانہ قریب ہوگا تو مہر مثل پر فیصلہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی
والطحطاوی ناقلا عن البحر **وقالا یقضی بمہر المثل کحال الحیوۃ وبہ یفتی** اور کہا صاحبین نے بعد موت زوجین کے بھی مہر مثل پر حکم ہوگا مانند حال زندگی
کے اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی قاضیخان لیکن اگر زوج کے وارث گواہ لاوین اداے مہر یا زوجہ کے اقرار پر یا اُسکے اقرار پر کہ ہم مہر پا چکے تو اس صورت
مین مہر مثل کے اعتبار کی کچھ حاجت نہین **وہذا کلہ اذا لم تسلم نفسہا** اور یہ سب اُس صورت مین ہی جبکہ زوجہ نے اپنی ذات بخوشی زوج کو نہ تسلیم کی ہو یعنی
تحکیم مہر مثل اختلاف قدر مہر مین زوجین کی حیات مین یا ایک کی حیات یا دونون کی موت مین یا اختلاف اصل مہر مین در صورت عدم تسلیم ہی **فان سلمت**
ووقع الاختلاف فی الحالین الحیوۃ وبعدہا لا یحکم بمہر المثل لانہا لا تسلم نفسہا الا بعد تعجیل شیئ عادۃ پھر اگر زوجہ نے اپنی ذات تسلیم کی زوج کو اور
واقع ہوا اختلاف دو حال مین یعنے زندگی مین اور بعد اُسکے تو نہ فیصلہ ہوگا مہر مثل پر اسواسطے کہ عورت اپنی ذات تسلیم نہین کرتی مگر کچھ مہر معجل لینے کے بعد
بطور رواج کے اور تعجیل مہر کی دلیل ہی تسمیۂ مہر کی اور تسمیہ کے ہوتے مہر مثل کا اعتبار نہین لیکن یہ اُس صورت مین ہی جہان عادت ہو مہر تعجیل کی اور
جہان کل مہر کی تاخیر ہوتی ہو طلاق یا موت تک جیسے خوارزم مین تو وہان تسلیم اور عدم تسلیم دونون برابر ہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن القہستانی **بل یقال**
لہا لا بد ان تقری بما تعجلت والا قضینا علیک بالمتعارف تعجیلہ ثم یعمل فی الباقی کما ذکرنا وہذا اذا ادعی الزوج ایصال شیئ الیہا بحر بلکہ
عورت سے یا اُسکے وارثون سے کہا جائیگا کہ بالضرور تجھکو مہر معجل پانے کا اقرار کرنا ہوگا اور نہین تو ہم تجھپر حکم کرینگے تعجیل متعارف کا چنانچہ مصر مین دو
ثلث مہر معجل دینے کا رواج ہی پھر بعد وضع متعارف کے عمل کیا جائیگا باقی مہر مین یعنی مثلًا ثلث مین جیسا کہ ہمنے بیان کیا اور یہ اُسوقت ہی جب زوج نے
کچھ عورت کو دینے کا دعوی کیا کذا فی البحر یعنی متعارف التعجیل پر فیصلہ اُسوقت ہوگا جب زوج کچھ ادا کرنے کا مدعی ہو اور اگر زوج مدعی نہوگا تو متعارف پر فیصلہ
نہوگا بلکہ سابق کی تفصیل پر عمل ہوگا اور قضا بالمتعارف بحر الرائق اور نہر الفائق مین محیط سے منقول ہی اور یہی قول ہی فقیہ ابو اللیث کا اور قاضیخان
کے نزدیک یہ قول مسلم نہین واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو بعث الی امرأتہ شیئا ولم یذکر جہۃ عند الدفع غیر جہۃ المہر کقولہ لشمع او حناء ثم قال انہ**
من المہر لم یقبل قنیۃ لوقوعہ ہدیۃ فلا ینقلب مہرا اور اگر بھیجا زوج نے اپنی عورت کو کچھ نقد یا جنس اور نہ بیان کیا دینے کے وقت کسیوجہ کو جو مغائر ہو جہت
مہر کی یعنی دینے کے وقت مہر یا غیر مہر کا کچھ ذکر نہ کیا سو اگر غیر مہر کو ذکر کیا مثلًا یون کہا کہ اس نقد کو شمع مین صرف کر دیا مہندی مین پھر زوج نے کہا کہ وہ تو
مہر مین تھی تو اسکا قول مقبول نہوگا کذا فی القنیہ اسواسطے کہ وہ چیز ہدیہ ہو چکی تو مہر نہو سکیگی اور اگر قبل عقد کے کچھ بھیجا تھا تو اسکا بعینہ پھیر لینا درست ہی
کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **فقالت ہو ای المبعوث ہدیۃ وقال ہو من المہر او من الکسوۃ او عاریۃ فالقول لہ بیمینہ والبینۃ لہا** سو کہا عورت نے
وہ بھیجی چیز ہدیہ ہی اور کہا زوج نے کہ وہ مہر مین ہی یا از قسم لباس ہی یا عاریت ہی تو قول زوج کا معتبر ہوگا ساتھ قسم کے اور اگر دونون گواہ لاوے

تو عورت کے گواہ مقدم ہونگے فان حلف والمبعوث قائم فلها ان ترده وترجع بباقی المهر ذکره ابن کمال پھر اگر قسم کھائی زوج نے اور بھیجی چیز موجود ہی
تو عورت کو اختیار ہی کہ اُسکو پھیر دے اور اپنا باقی مہر زوج سے لے چنانچہ ابن کمال نے اُسکو بیان کیا ولو عوضته ثم ادعاه عارية فلها ان تسترد العوض من
جنسه زيلعی اور اگر زوج نے ہدیہ بھیجا عورت کی طرف اور عوض میں عورت نے بھیجا زوج کی طرف پھر عورت کا زفاف ہوا پھر مرد نے اُسکو جدا کیا پھر دعوی کیا
کہ وہ چیز عاریت ہی تو جائز ہی عورت کو کہ عوض کی چیز کو پھیر لے عوض کی جنس سے کذا فی الزيلعی لفظ من جنسه کا زیلعی اور بحر الرائق میں ہنین اور فتاوی عالمگیری
مین یون ہی کہ کان للمراة ان تسترد منه ما عوضته عليه كذا فی حاشية المدنی فی غير المهيا للاكل كثياب شاة حية وسمن وعسل وما يبقى شهرا اخی زاده اختلاف
زوجین مین زوج کا قول معتبر ہوگا اُسمین جو کھانے کے واسطے مہیا نہین جیسے کپڑے اور زندہ بکری اور گھی اور شہد اور جو چیز کہ مہینا بھر باقی رہے اور نہ سڑے
كذا ذكره اخی زاده والقول لها بيمينها فی المهيا له كخبز ولحم مشوی لان الظاهر يكذبه ولذا قال الفقيه المختار انه يصدق فيما لا يجب عليه كخف وملاءة
فيما يجب كخمار ودرع يعنی ما لم يدع انه كسوة لان الظاهر معه اور قول زوجہ کا معتبر ہی قسم کے ساتھ اُسمین جو کھانے کے واسطے مہیا ہی جیسے روٹی اور
بھونا گوشت عورت کا قول کھانے کی چیزون مین اسواسطے معتبر ہوا کہ ظاہر حال زوج کا جھٹلاتا ہی یعنی روٹی اور پختہ گوشت کوئی مہر مین نہین دیتا
اور اسی واسطے فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ مختار یہ ہی کہ زوج کی تصدیق اُسمین ہوگی جو زوج پر واجب نہین جیسے موزہ اور چادر یا باریک کپڑا نہ
اُسمین تصدیق ہوگی جو اُسپر واجب ہی جیسے اوڑھنی اور قمیص یعنے جب تک زوج نے اسکا دعوی نہ کیا ہو کہ اوڑھنی اور قمیص کو پوشاک مین دیا ہی
اور اگر پوشاک کا دعوی کیا زوج نے اور زوجہ نے کہا کہ پوشاک نہین بلکہ ہدیہ ہی تو اس صورت مین زوج ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ ظاہر حال زوج کا
مصدق ہی خطب بنت رجل وبعث اليها اشياء ولم يزوجها ابوها فما بعث للمهر يسترد عينه قائما فقط وان تغير بالاستعمال او قيمته هالكا لانه معاوضة
ولم تتم فجاز الاسترداد منگنی کی ایک مرد کی بیٹی سے اور بھیجا زوج نے عورت کی طرف چند اشیا کو اور عورت کے باپ نے عورت کا نکاح نہ کیا تو
جو چیز مہر کے واسطے بھیجی ہو اور وہ موجود بھی ہو تو فقط اُسی کو پھیر لے نہ اُسکی قیمت کو اگرچہ متغیر ہوگئی ہو استعمال سے یا قیمت اُسکی پھیر لے اگر نہ موجود ہو
اسواسطے پھیر لے کہ یہ تو بدلا تھا سو پورا نہوا تو پھیر لینا جائز ہوا وكذا يسترد ما بعث هدية وهو قائم دون الهالك والمستهلك لان فيه معنى الهبة اور
اسی طرح اسکو پھیر لے جو بطریق تحفہ کے بھیجا اور وہ موجود بھی ہو نہ پھیر لے ہالک اور مستہلک کو ہالک وہ جو آپ بگڑ گیا جیسے میوہ سڑ گیا اور مستہلک
وہ جو دوسرے کے فعل سے معدوم ہوا جیسے شیرینی کسی نے کھالی ہالک اور مستہلک کا پھیر لینا اسواسطے جائز نہوا کہ تحفہ دینے مین معنی ہبہ کے
موجود ہین اور موہوب جب ہالک اور مستہلک ہوا تو اُسکا پھیر لینا درست نہین ولو ادعت انه اى المبعوث من المهر وقال هو وديعة فان
كان من جنس المهر فالقول لها وان كان من خلافه فالقول له بشهادة الظاهر اور اگر دعوی کیا عورت نے کہ بھیجی چیز مہر ہی اور کہا
زوج نے کہ وہ امانت ہی تو اگر وہ چیز مہر کی جنس سے ہو جیسے مہر مسمی مین روپیہ اور اشرفی تو عورت کا قول معتبر ہوگا اور اگر وہ چیز مخالف ہی جنس مہر کے
جیسے مہر تھا درم اور زوج نے فرش یا کپڑا بھیجا تو زوج کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ دونون صورتون مین ظاہر حال دونون کا گواہ ہی انفق رجل
على معتدة الغير بشرط ان يتزوجها بعد عدتها ان تزوجته لا رجوع مطلقا وان ابت فله الرجوع ان كان دفع لها وان اكلت
معه فلا مطلقا بحر عن العمادية خرچ کیا ایک مرد نے غیر کی معتدہ پر اس شرط سے کہ نکاح کریگا اس سے بعد عدت کے تو اگر عورت نے اُس
مرد سے نکاح کر لیا تو خرچ کا پھیر لینا مطلقاً نہین خواہ دونون ساتھ کھاتے ہون یا علیحدہ اور اگر عورت نے نکاح سے انکار کیا تو مرد کو خرچ کا پھیر
لینا پہونچتا ہی اگر عورت کو دیا ہو اور اگر عورت مرد کے ساتھ کھاتی ہو تو مطلقاً پھیر لینا نہین خواہ نکاح کیا ہو یا نہ کیا ہو کذا فی البحر عن العمادیۃ
وفيه عن المبتغى جهز ابنته بجهاز وسلمها ذلك ليس له الاسترداد منها ولا لورثته بعده ان سلمها ذلك فی صحته بل تختص به وبه يفتى

اور بحر الرائق مین ملتقی سے منقول ہو باپ نے اپنی بیٹی کو جہیز دیا اور اُسکے قبضہ مین کر دیا تو اُسکو پھیر لینا اس سے نہین پہونچتا اور نہ باپ کے وارثون کو بعد مرنے باپ کے اگر بیٹی کو جہیز تسلیم کیا ہو باپ نے اپنی صحت مین بلکہ اس جہیز کی ملکیت بیٹی کو مخصوص ہوگی اور اسی پر فتوی ہو اور جہیز تسلیم نہین کیا تو پھیرے سکتا ہو اسواسطے کہ تملیک بدون تسلیم کے تمام نہین ہوتی اور اسی طرح اگر مرض الموت مین باپ نے جہیز تسلیم کیا تو وہ وصیت ہوگی اور وصیت وارث کے حق مین درست نہین وکذا لو اشتراہ لها في صغرها ولو الحیلة اور اسی طرح استرداد نہ ہوگا اگر باپ نے جہیز کو مول لیا صغیرہ بیٹی کیواسطے کذا نے الولوالجیة اس صورت مین تسلیم کی حاجت نہین اسواسطے کہ باپ کا قبضہ قائم مقام صغیرہ کے قبضہ کے ہو والحیلة ان یشهد عند التسلیم الیها انه انما سلمه عاریة اور حیلہ استرداد کا یہ ہو کہ گواہ کرے باپ بیٹی کے جہیز دینے کے وقت اسپر کہ جہیز کو بطور عاریت ہی دیا ہو والاحوط ان یشتریه منها ثم تبریه ورر اور زیادہ تر حیلہ حیلہ استرداد مین یہ ہو کہ باپ جہیز کو بیٹی سے مول لے پھر بیٹی قیمت سے ابرا کرے کذا فی الدرر اخذ اهل المرأة شيئا عند التسليم فللزوج ان یسترده لانه رشوة زوجہ کے لوگون نے کچھ لیا تسلیم زوجہ کے وقت مثلاً بھائی نے بدون لیے رخصت نہ کیا تو زوج اُسکو پھیرے سکتا ہو اسواسطے کہ یہ رشوت ہو جهز ابنته ثم ادعى ان ما دفعه اليها عارية وقالت هو تمليك او قال الزوج ذلك بعد موتها ليرث منه وقال الاب او ورثته بعده عارية فالمعتمد ان القول للزوج ولها اذا كان العرف مستمرا ان الاب يدفع مثله جهازا لا عارية اور جہیز دیا اپنی بیٹی کو پھر دعوی کیا کہ اسکو تو عاریت ہی دیا ہو اور بیٹی نے کہا کہ وہ تملیک ہو یا زوج نے بھی کہا بعد مرنے زوجہ کے تاکہ جہیز کا وارث ہو اور باپ نے یا اُسکے وارثون نے اُسکے مرنے کے بعد کہا کہ عاریت ہو تو قول زوج اور بیٹی کا معتمد ہوگا جب رواج دائمی عموماً اسی کا ہو کہ باپ تنا مال جہیز مین دیا کرتا ہو نہ بطور عاریت کے واما ان كان مشتركا كمصر والشام فالقول للاب كما لو كان اكثر مما يجهز به مثلها اور اگر رواج مشترک ہو یعنی بعضے جہیز دیتے ہون اور بعضے عاریت جیسے مصر اور شام مین تو قول باپ کا معتبر ہوگا چنانچہ اگر جہیز زیادہ تر ہو اس سے جو اُس جیسی عورت کو ملا کرتا ہو یعنے رواج سے جہیز زیادہ تر دیا تو سوائے رواج کے زیادتی مین باپ کا قول معتمد ہوگا والام كالاب في تجهيزها وكذا ولي الصغيرة شرح وهبانية اور ماں مثل باپ کے ہو بیٹی کے جہیز مین اور اسی طرح صغیرہ کا ولی کذا فی شرح الوہبانیہ یعنی اگر ماں نے جہیز تسلیم کر دیا تو استرداد نہین کر سکتی اور دعوی عاریت مین ماں اور ولی صغیرہ کا وہی حکم ہو جو باپ کا حکم معلوم ہوا واستحسن في النهر تبعا لقاضيخان ان الاب ان كان من الاشراف لم يقبل قوله انه عارية اور مستحسن جانا ہو نہر الفائق مین قاضیخان کی پیروی سے یہ کہ اگر باپ اشراف مین سے ہو تو اُسکا یہ قول مقبول نہوگا کہ جہیز عاریت ہو ولو دفعت في تجهيزها لابنتها اشياء من امتعة الاب بحضرته وعلمه وكان ساكتا وزفت الى الزوج فليس للاب ان يسترد ذلك من ابنته لجريان العرف به اور اگر ماں نے بیٹی کے جہیز مین کچھ چیزین دین باپ کے اسباب سے اُسکے حضور اور دانست مین اور وہ ساکت رہا اور بیٹی زوج کے گھر پہونچائی گئی تو باپ کو نہین پہونچتا کہ اس جہیز کو پھیرے اپنی بیٹی سے بسبب جاری ہونے رواج کے اسپر یعنی مروج یہی ہو کہ باپ جہیز کو ماں پر سپرد کرتا ہو وكذا لو انفقت الام في جهازها ما هو معتاد والاب ساكت لا تضمن الام وهما من المسائل السبع والثلاثين بل الثمان والاربعين على ما في زواهر الجواهر التي السكوت فيها كالنطق اور اسی طرح اگر خرچ کیا ماں نے بیٹی کے جہیز مین اُسقدر جسکی عادت ہو اور باپ ساکت ہو تو ماں پر ضمان نہین اور یہ دونون مسئلے اُن سینتیس بلکہ اڑتالیس مسئلون مین سے ہین جنمین سکوت برابر نطق کے ہو کذا فی زواہر الجواہر فروع مسائل الحقه شارح کے لو زفت اليه بلا جهاز يليق به فله مطالبة الاب بالنقد قنية اگر پہونچائی گئی زوجہ زوج کی طرف بدون ایسے جہاز کے جو لائق ہو زوج کے تو زوج کو جائز ہو مطالبہ باپ کا نقد مال مین کذا فی القنیہ یہ حکم اس صورت مین مخصوص ہو جہان عادت ہو کہ ولی زوجہ کا زوج سے کچھ نقد لیتا ہو نکاح کے سامان کے واسطے پھر کچھ سامان زوج کا تیار کرتا ہو اور کچھ زوجہ کا تو ایسی صورت مین اگر زوج کے لائق دینے کے باپ نے نہ کچھ دیا تو زوج کو نقد مال پھیر لینا پہونچتا ہو اور اسی طرح عورت کو اپنے جہیز کا مطالبہ پہونچتا ہو کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن البحر زاد في البحر عن المبتغى الا اذا سكت طويلا

فلاخصومة له اور بحرالرائق مین یہ مضمون زیادہ نقل کیا ہی بتغنی سے مگر جب زوج چپ رہا مطالبہ سے مدت تک تو اسکو نزاع کرنا نہین پہونچتا اسواسطے کہ
زمان طویل تک ساکت رہنا دلیل ہی رضامندی کی لکن فی النہر عن البزازیۃ الصحیح انہ لایرجع علی الاب بشئی لان المال فی النکاح غیر مقصود لیکن نہرالفائق مین
بزازیہ سے منقول ہی کہ صحیح یہ قول ہی کہ زوج باپ سے کچھ نہ پھیرے اسواسطے کہ مال نکاح مین مقصود نہین کہا سید احمد طحطاوی نے کہ یہ تصحیح مخالف ہی عرف کے
اسواسطے کہ لوگون مین قلت جہیز اور کثرت مہر ننگ وعار ہی اور مال کا بالکل نکاح مین مقصود نہ ہونا بھی علی الاطلاق صحیح نہین کہ حق تعالی نے طلب
نکاح کی بعوض مال کے مباح کی نکح ذمی او مستامن ذمیۃ او حربی حربیۃ ثمۃ بمیتۃ او بلا مہر بان سکتا عنہ او نفیاہ وکان ذا جائز
عندہم فوطئت او طلقت قبلہ او مات عنہا فلا مہر لہا ولو اسلما وترافعا الینا لانا امرنا بترکہم وما یدینون نکاح کیا ذمی یا مستامن نے ذمیہ سے یا
حربی نے نکاح کیا حربیہ سے دارالحرب مین مردار جانور کے مہر پر یا بدون مہر کے نکاح کیا اسطرح کہ دونون بیان مہر سے ساکت رہے یا دونون نے مہر کی
نفی کی اور حالانکہ یہ اُنکے نزدیک جائز ہی پھر وطی ہوئی ذمیہ یا حربیہ کی یا طلاق قبل وطی کے ہوئی یا زوج زوجہ کو چھوڑکر مرگیا تو عورت کا کچھ مہر ہوگا اور نہ
متعہ طلاق قبل وطی مین اگرچہ دونون مسلمان ہوگئے ہون اور ہمسے معاملہ رجوع کیا ہو تو بھی مہر نہ ہوگا اسواسطے کہ ہم اہل اسلام مامور ہین ذمیون کے
چھوڑنے پر اور اُنکے دین کے چھوڑنے پر یعنے اُنکے دین اور اعتقاد پر اُنکو چھوڑنا چاہیے احکام اسلام کے اُنپر جاری کرنے کا حکم نہین اسیواسطے اُنکو
شراب پینے اور سور کھانے سے روکنا ہمکو نہین پہونچتا وتثبت بقیۃ احکام النکاح فی حقہم کالمسلمین من وجوب النفقۃ فی النکاح ووقوع
الطلاق ونحوہما کعدۃ ونسب وخیار بلوغ وتوارث بنکاح صحیح وحرمۃ مطلقۃ ثلثا ونکاح المحارم اور مہر کے سوا باقی احکام نکاح کے اُنکے حق مین ثابت
ہونگے مثل مسلمانون کے جیسے واجب ہونا نفقہ کا نکاح مین اور واقع ہونا طلاق کا اور مثل ان احکام کے جیسے عدت اور نسب اور خیار بلوغ کا وارث ہونا
نکاح صحیح سے اور حرام ہونا مطلقہ ثلثہ کا اور حرام ہونا نکاح محارم کا لیکن یہ احکام اُسوقت اُنپر جاری ہونگے جب اُنکو بھی ان احکام کا اعتقاد ہو اور ہماری طرف
مرافعہ کرین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وان نکحہا بخمر او خنزیر عین ای مشار الیہ ثم اسلما او اسلم احدہما قبل القبض فلہا ذلک فتخلل الخمر وتسیب
الخنزیر ولو طلقہا قبل الدخول فلہا نصفہ اور اگر نکاح کیا ذمی نے ذمیہ سے شراب معین پر یا معین سور پر یعنی جسکی طرف اشارہ ہوا اسطرح کہ اس سور پر نکاح
کیا پھر دونون مسلمان ہوگئے یا ایک اُنمین سے مسلمان ہوا قبضہ کرنے سے پہلے تو عورت کو وہی ملیگا یعنی وہی شراب اور سور یا ویگی تو سرکہ کر ڈالے شراب کو
اور چھوڑدے سور کو اور بہتر یہ ہی کہ سور کو قتل کرے کذا فی حاشیۃ المدنی اور اگر طلاق دی قبل دخول کے تو عورت کو آدھی شراب معین اور آدھا سور معین
ملیگا ولہا فی غیر عین قیمۃ الخمر ومہر المثل فی الخنزیر اذ اخذ قیمۃ القیمی کاخذ عینہ اور عورت کو غیر معین شراب اور غیر معین سور مین قیمت شراب کی ملیگی اور
مہر مثل سور مین ملیگا یعنے سور کی قیمت لینا درست نہین اسواسطے کہ قیمت والی چیز کی قیمت لینا ویسا ہی ہی جیسے اسی چیز کو بعینہ لینا تو اگر سور کی قیمت
لی تو گویا سور لیا فروع مسائل ملحقہ شارح کے الوطی فی دار الاسلام لایخلو عن حد او مہر الا فی مسئلتین صبی نکح بلا اذن وطاوعتہ وبائع امۃ وطیہا
قبل تسلیم ویسقط من الثمن ما قابل البکارۃ والا فلا وطی دار الاسلام مین سوائے ملک یمین کے خالی نہین حد سے یا مہر سے مگر دو مسئلون مین نہ
حد ہی نہ مہر ایک مسئلہ یہ کہ لڑکے نابالغ نے نکاح کیا جوان عورت سے بدون اجازت اپنے ولی کے اور عورت نے نابالغ کی اطاعت کی وطی مین
تو اس صورت مین نہ حد ہی نہ مہر ہی دوسرا مسئلہ یہ کہ لونڈی کے بیچنے والے نے لونڈی سے وطی کی قبل تسلیم مشتری کے تو بائع پر نہ حد ہی نہ مہر ہی اور کم ہوجائیگی
اس صورت مین وہ قیمت جو مقابل تھی بکارت کے یعنے ازالۂ بکارت عیب ہوا تو اتنی قیمت ساقط ہوگی اور اگر لونڈی باکرہ نہ تھی تو کچھ قیمت نہ گھٹے گی
تدافعت جاریۃ مع اخری فازالت بکارتہا لزمہا مہر المثل ایک لڑکی نے دوسری لڑکی کو ڈھکیلا سو اُسکی بکارت کو کھویا لازم ہوگا ڈھکیلنے والی پر
مہر مثل اور اسی طرح صبی اور مرد اجنبی کے ڈھکیلنے سے ازالہ بکارت کا اگر ہوگا تو اُنپر بھی مہر مثل لازم آویگا کذا فی الحاشیۃ المدنی لاب الصغیرۃ المطالبۃ

بالمہر وللزوج المطالبۃ بتسلیمہا ان تحملت الرجل صغیرہ کے باپ کو مطالبہ مہر کا زوج سے پہونچتا ہی اگرچہ زوج کو تمتع نہوا ہو اور زوج کو تسلیم صغیرہ کا مطالبہ پہونچتا ہی اگر صغیرہ مرد کی برداشت کر سکتی ہو قال البزازی لا یعتبر السن کہا بزازی نے کہ عمر کا کچھ اعتبار نہوگا یعنے اگر زوج اور باپ مین اختلاف ہوا زوج کہتا ہی کہ صغیرہ لائق تحمل مرد کے ہی اور باپ کہتا ہی کہ مرد کے لائق نہین تو یہان صغیرہ کی عمر کا اعتبار نہوگا بلکہ قاضی صغیرہ کو عورتون کو دکھلاوے اگر عورتین کہین کہ لائق مرد کے ہی تو زوج کو تسلیم کرے اور نہین تو نہین کذا فی حاشیۃ المدنی فلو سلمہا فہربت لم یلزمہ طلبہا سو اگر باپ نے اپنی بیٹی زوج کو تسلیم کی پھر وہ بھاگ گئی تو زوج پر اسکی طلب اور تلاش لازم نہین اسواسطے کہ حرہ کے گم ہونے پر ضمان نہین کہ طلب زوج پر لازم ہو بخلاف لونڈی کے کہ اگر کسی کے نکاح مین ہو اور بھاگ جاوے تو زوج پر تلاش لازم ہی اسواسطے کہ اُسکے گم ہونے مین زوج پر ضمان لازم ہی کذا فی حاشیۃ المدنی خدع امرأۃ فاخرجہا حبس الی ان یاتی بہا او یعلم موتہا کسی نے فریب یا عورت کو اور اُسکو نکال لیگیا تو وہ شخص قید کیا جائیگا یہانتک کہ اُسکو لے آوے یا عورت کا مرنا معلوم ہو المہر مہر السر قبل العلانیۃ مہر وہی معتبر ہی جو پوشیدگی کا مہر ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ ظاہر کا مہر معتبر ہی یعنی عورت سے نکاح کیا اور مخفی ایکہزار مثلاً مہر مقرر کیا پھر دوسری بار نمود کے واسطے لوگون مین دو ہزار کا مہر ٹھہرایا تو اس صورت مین مہر مخفی ہی کا اعتبار ہوگا نہ علانیہ کا المؤجل الی الطلاق یتعجل بالرجعی ولا یتأجل بمراجعتہا جو مہر کہ مؤجل ہو طلاق تک وہ معجل ہو جاتا ہی طلاق رجعی سے اور نہین مؤجل ہوتا پھر عورت کی طرف مراجعت کرنے سے ولو وہبتہ المہر علی ان یتزوجہا فابی فالمہر باق نکحہا اولا اگر عورت نے مہر بخشا اس شرط پر کہ مرد اس سے نکاح کرے سو مرد نے ہبہ مہر کا نہ قبول کیا تو مہر باقی ہی نکاح عورت سے کیا یا نہ کیا توضیح اس مسئلہ کی بحرالرائق مین یون ہی کہ ایک شخص نے اپنی مطلقہ سے کہا کہ مین تجھسے نکاح نکرونگا جبتک تو اپنا مہر معاف نکرے سو عورت نے بشرط نکاح مہر معاف کیا پھر مرد نے انکار کیا تو مہر باقی ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور صورت نکاح نہ کرنے کے تو مہر کا باقی رہنا ظاہر ہی اور نکاح کرنے مین مہر اسواسطے باقی رہا کہ ہبہ بدون قبول کے تمام نہین ہوتا اور حالانکہ مرد ہبہ سے انکار کر چکا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ولو وہبتہ لاحد وکلتہ بقبضہ صح اور اگر عورت نے اپنا مہر کسیکو ہبہ کیا اور اُسکو مہر لینے پر وکیل کیا تو صحیح ہی اور ہبہ مہر کا بدون توکیل کے ناتمام ہی ولو احالت بہ انسانا ثم وہبتہ الزوج لم یصح وہذہ حیلۃ من یریدان یہب ولا تصح اور اگر عورت نے اپنا مہر کسی آدمی کو حوالہ کیا یعنی زوج سے کہا کہ میرا مہر فلانے شخص کو دے اور زوج نے یہ حوالہ قبول کیا پھر عورت نے وہی مہر زوج کو ہبہ کیا تو یہ ہبہ صحیح نہ ہوگا اسواسطے کہ مہر کا دوسرا آدمی مالک ہو گیا اور حوالہ کرنے کا حیلہ اُس شخص کے واسطے ہی کہ جو چاہے کہ ہبہ کرے اور صحیح نہو

باب نکاح الرقیق

ہو المملوک کلا او بعضا والقن المملوک کلا یہ باب ہی نکاح رقیق کا رقیق اُس غلام کو کہتے ہین جو بالکل مملوک ہو یا تھوڑا یعنی نصف مملوک ہو یا ربع اور قن اُس غلام کو کہتے ہین جو بالکل مملوک ہو توقف نکاح قن وامۃ ومکاتب ومدبر وام ولد علی اجازۃ المولی فان اجاز نفذ وان رد بطل موقوف ہی نکاح قن اور لونڈی اور مکاتب اور مدبر اور ام ولد کا مولی کی اجازت پر تو اگر مولی نے نکاح جائز رکھا تو نکاح نافذ ہو گیا اور اگر رد کیا تو باطل ہو گیا مکاتب وہ غلام ہی جسکو مالک نے کہا کہ تو سو روپے مثلاً کہین سے پیدا کر لا تو تو آزاد ہی اور مدبر وہ غلام ہی جس سے مالک نے کہا کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہی اور ام ولد وہ لونڈی جو مالک کے تصرف مین رہے اور اُس سے لڑکا پیدا ہوا فلو نکح بلا اذن فطالب بمہر المثل لعدم عتقہ سو جب غلام غیرہ کا نکاح مولی کی اجازت پر موقوف ٹھہرا تو قبل اجازت مولی کے اس نکاح مین مہر نہین جبتک وطی نہو اور جب وطی ہوئی تو مہر مثل طلب ہوگا بعد آزاد ہونے غلام کے اسواسطے کہ قبل آزادی کے غلام کسی چیز کا مالک نہین اور مولی پر اسواسطے مہر لازم نہوگا کہ اُسکے بدون اجازت نکاح ہوا ثم المراد بالمولی من لہ ولایۃ تزویج لامۃ کاب وجد وقاض ووصی ومکاتب ومفاوض ومتولی پھر مولی سے مراد وہ شخص ہی کہ جسکو اختیار ہو لونڈی کے نکاح کر دینے کا جیسے صغیر کی لونڈی کا باپ اور دادا اور قاضی اور وصی اور مکاتب اور شریک مفاوض اور متولی وقف تو باپ اپنی بیٹی صغیر کی لونڈی کا نکاح کر سکتا ہی اور اسی طرح دادا اور قاضی اور وصی لیکن اُنکو یہ اختیار نہین کہ اپنے غلام سے اُسکا نکاح کر دین اور اسیطرح عبد مکاتب کو اپنی لونڈی کے نکاح کا اختیار ہی اور اسیطرح شریک مفاوض کو شرکت کی لونڈی کا نکاح کر دینا جائز ہی اور اسی طرح وقف اور بیت المال کی لونڈی کا نکاح وہانکے متولی کے اختیار ہی واما العبد فلا یملک تزویجہ الا من یملک

باب نکاح الرقیق

اعتاقه اور غلام کی تزویج کا کوئی مالک نہین سوائے اُسکے جو مالک ہو اُسکے آزاد کرنے کا یعنی جو کل تصرفات کا مالک ہو وہی غلام کی تزویج کا مالک ہو تو باپ وغیرہ جو سابق مین مذکور ہو چکے وہ نکاح عبد کے مالک نہین کذافی الدرر فان نکحوا بالاذن فالمهر والنفقة عليهم اي على القن وغيره لوجود سبب الوجوب منه سو اگر نکاح کیا قن وغیرہ نے مولی کے اذن سے تو مہر اور نفقہ اُنپر لازم ہوگا یعنی قن اور مکاتب وغیرہ پر اسواسطے کہ سبب وجوب نفقہ اور مہر کا یعنے نکاح قن وغیرہ کی طرف سے ہو ويسقطان بموتهم لفوات محل الاستيفاء اور ساقط ہوتا ہی مہر اور نفقہ غلامون کی موت سے بسبب فوت ہونے محل استیفا کے یعنی نفقہ اور مہر لینے کا مقام نرہا وبيع قن فيهما اور بیچا جاویگا قن نفقہ اور مہر مین یعنے مالک قن کا اُسکو بیچے اور نفقہ اور مہر ادا کرے اور اگر مالک بیع سے انکار کرے تو قاضی بیع کرے لا يباع غيره كمدبر بل يسعى نہین بیچا جاویگا سوائے قن کے جیسے مدبر اور مکاتب وغیرہ کی بیع نہو گی بلکہ محنت مزدوری کروائی جاویگی پھر جو مدبر کے نفقہ سے زائد ہوگا وہ زوجہ کے مہر اور نفقہ مین صرف ہوگا ولومات مولاه لزمه جملة ان قدر نهر وقنية اور اگر مدبر کا مولی مرگیا تو مدبر پر یکبارگی مہر لازم ہوگا اگر اُسکو مقدور ہو اور اگر مقدور نہو تو قدرت تک انتظار ہوگا کذافی النهر والقنية لكنه يباع في النفقة مرارا ان تجددت لیکن قن بیچا جاویگا نفقہ مین بار بار اگر متجدد ہوگا نفقہ یعنی جب غلام پر زوجہ کا نفقہ اتنا ہوگیا کہ دینے سے عاجز ہوا تو واسطے ادائے نفقہ کے بیچا جاویگا پھر جب دوسری بار نفقہ سے عاجز ہوگا تو پھر بیچا جاویگا وعلی ہذا القیاس و في المهر مرة ويطالب بالباقي بعد عتقه الا اذا باعه منها خانية اور بیچا جاویگا قن مہر مین ایکبار پھر اگر مہر کچھ باقی رہیگا تو مطالبہ باقی مہر کا ہوگا بعد اُسکے آزاد ہونے کے مگر اس صورت مین باقی مہر کا مطالبہ نہین جب مالک نے غلام کو اُسکی زوجہ کے ہاتھ بیچا کذافی الخانیہ یعنی مالک نے اپنے غلام کا نکاح ایک عورت سے کیا ہزار درم کے مہر پر پھر غلام کو ادائے مہر کے واسطے اسی عورت کے ہاتھ نوسو درم کو بیچا بمجرد مول لینے کے نکاح ٹوٹ گیا تو نوسو درم عورت مہر مین لیگی اور ایک سو درم جو مہر باقی رہا تھا سو ساقط ہوگیا اگر غلام آزاد بھی ہو تو بھی مطالبہ نہین ولو زوج المولى امته من عبده لا يجب المهر

في الاصح ولوالجية قال البزازي بل يسقط ومحل الخلاف اذا لم تكن الامة ماذونة فان كانت بيع الضالانه يثبت لهاثم ينتقل للمولى نهر اور اگر نکاح کیا مولی نے اپنی لونڈی کا اپنے غلام سے تو نہ واجب ہوگا مہر قول اصح مین کذافی الولوالجیہ بزازی نے کہا بلکہ مہر واجب ہوگا پھر ساقط ہو جاویگا اور وجوب اور عدم وجوب کا اختلاف وہان ہو جبکہ لونڈی ماذون اور قرضدار نہ ہو اور اگر مولے کی اجازت سے لونڈی قرضدار ہو تو اس لونڈی کا شوہر غلام بھی بیچا جاویگا ادائے مہر کے واسطے اسواسطے کہ مہر ثابت ہوتا ہو اول لونڈی کے لیے بعد اسکے اگر لونڈی قرضدار نہو تو پھرتا ہو مولی کی طرف کذافی النهر اور یہان تو لونڈی قرضدار ہو تو اسکے مہر سے اول اُسکا قرض ادا کیا جاویگا پھر اگر کچھ قرض باقی رہیگا تو خود لونڈی مولی کی اجازت سے بیچی جاویگی کذافی حاشیة المدنی فلو باعه سيده لعبد مازوجه امراة فالمهر برقبته يدور معه اين ما دار كدين الاستهلاك پھر اگر غلام کو اُسکے مالک نے بیچا بعد نکاح کرنے غلام کے ایک عورت سے تو مہر اُس عورت کا غلام کی گردن پر ہی پھر اگریگا مہر جہان غلام پھریگا یعنی غلام اگرچہ دس بار بکے اور کسی مالک کے پاس رہے مہر عورت کا اُسپر سوار رہیگا جیسے استہلاک کا دین یعنی اگر غلام کسی شخص کا مال ضائع کردے تو اُسکے دَین مین بیچا جاویگا اگرچہ ایک دو بار بک چکا ہو لكن للمراة فسخ البيع لو المهر عليه لانه دين فكانت كالغرماء منح لیکن عورت کو اختیار ہی مالک کی بیع کو فسخ کردینے کا اگر مہر غلام پر باقی ہو اسواسطے کہ مہر بھی دین ہی تو عورت مثل قرضخواہون کے ہوئی کذافی المنح الغفار یعنی اگر عبد ماذون پر قرض ہوا اور اُسکا مالک اُسکی بیع کرے تو قرضخواہون کو اختیار ہی چاہین بیع کو جائز رکھین اور اُسکی قیمت قرض مین لین اور چاہین بیع کو فسخ کرین اسی طرح مہر عورت کا بھی دین ہی تو اُسکو بھی فسخ بیع مین اور جائز رکھنے مین اختیار ہی وقوله لعبده طلقها رجعية اجازة للنكاح الموقوف اور یون کہنا مالک کا اپنے غلام سے کہ عورت کو طلاق رجعی دے یہ اجازت ہی نکاح موقوف کی اسواسطے کہ طلاق رجعی بدون نکاح صحیح کے نہین ہوتی لا طلقها او فارقها لانه يستعمل للمتاركة حتى

لو اجازه بعد ذلك لا ينفذ بخلاف الفتوى اور یون کہنا مالک کا کہ اُسکو طلاق دے یا اُسکو چھوڑدے نکاح موقوف کی اجازت نہ ہوگی اسواسطے کہ طلاق اور فراق کا لفظ چھوڑدینے مین بھی مستعمل ہوتا ہی یعنے یہ دونون لفظ اجازت اور دونون مین محتمل ہین اسواسطے عدم اجازت پر محمول رکھا

یہانتک کہ اگر مولی لبعد بولے اِن لفظون کے اگر غلام کے نکاح کو جائز رکھیگا تو بھی نکاح نافذ ہنوگا بخلاف نکاح فضولی کے یعنی ایک فضولی نے کسی مرد کا عورت سے
نکاح کردیا پھر جب اُس مرد کو نکاح کی خبر پہونچی تو اُسنے کہا کہ اسکو طلاق دے تو نکاح کی اجازت ہوگی اسواسطے کہ زوج کو اختیار ہو طلاق دینے کا تو طلاق کا حکم بھی دے سکتا ہو
اور طلاق بدون ثبوت نکاح کے متصور نہین بخلاف مولی کے کہ اسکو طلاق کا اختیار نہین **واذنہ لعبدہ فی النکاح ینتظم جائزہ وفاسدہ فیباع العبد لمہر**
من نکحہا فاسداً لبعد اذنہ فوطیہا خلافاً لہما اور اذن دینا مولی کا اپنے غلام کو نکاح مین شامل ہو نکاح جائز اور نکاح فاسد کو تو بیچا جائیگا غلام اس عورت
کے مہر مین جسسے نکاح فاسد کیا بعد اذن مولی کے پھر اس سے وطی کی بخلاف مذہب صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک اذن مولی کا نکاح فاسد کو شامل نہین تو نکاح فاسد مین بعد
وطی کے غلام نہ بیچا جائیگا بلکہ بعد آزاد ہونے کے اُسپر مہر لازم آویگا کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو نوی المولی الصحیح فقط تقید بہ کما لو نص علیہ ولو نص علی الفاسد صح**
وصح الصحیح ایضاً نہر اور اگر مولی نے غلام کو نکاح کا اذن دیا اور فقط صحیح نکاح کی نیت کی تو یہ اذن نکاح صحیح کو مخصوص ہوگا چنانچہ اگر مولی تصریح کردے
اذن مین نکاح صحیح پر تو فقط صحیح منعقد ہوگا نہ فاسد اور اگر تصریح کی مولی نے نکاح فاسد کے اذن پر تو نکاح فاسد کرنا درست ہوگا اور نکاح صحیح بھی درست ہوگا
کذا فی النہر **ولو نکحہا ثانیاً صحیحاً او نکح اخری بعدہا صحیحاً وقف علی الاجازۃ لانتہاء الاذن بمرۃ وان نوی مراراً** اور اگر مطلق اذن دیا مولی نے سو غلام
نے نکاح فاسد کیا ایک عورت سے پھر دوسری بار اسی عورت سے نکاح صحیح کیا یا دوسری عورت سے نکاح صحیح کیا پہلی عورت کے بعد تو یہ نکاح ثانی موقوف ہوگا مولی
کی اجازت پر اسواسطے کہ مولی کا اذن ایکبار نکاح کرنے پر منتہی ہوچکا اگرچہ مولی نے چند بار نکاح کرنے کی نیت کی ہو تو بھی نکاح ثانی اجازت پر موقوف ہوگا
ولو مرتین صح لانہا کل نکاح العبد اور اگر مولی نے اپنے اذن مین دو بار دو عورتون سے نکاح کرنے کی نیت کی تو یہ نیت دوبار کی صحیح ہوگی اور غلام کو دوسری
عورت سے نکاح کرنا درست ہوگا اسواسطے کہ دو نکاح کرنا غلام کے نکاح کی تمامی ہو یعنی غلام کو دو نکاح سے زیادہ کرنا درست نہین **وکذا التوکیل بالنکاح** اور
اسی طرح وکیل کرنا نکاح مین یعنی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرا نکاح کردے تو وکیل کو ایک نکاح کے سوا دوسرا نکاح کرنے کا اختیار نہین **بخلاف التوکیل بہ**
فانہ لا یتناول الفاسد فلا یتمسن بہ لیفتی یعنی اذن مولی کا نکاح صحیح اور فاسد دونون کو شامل ہو بخلاف توکیل بالنکاح کے کہ وہ نکاح فاسد کو شامل نہین تو وکالت
نکاح فاسد پر منتہی بھی نہوگی اسی قول پر فتوی ہو یعنی اگر نکاح کے وکیل نے فاسد نکاح کیا تو نافذ نہوگا اور نکاح فاسد کرنے سے اسکی وکالت بھی منقطع نہ ہوئی
اور اگر اسی عورت سے یا دوسری عورت سے دوسری بار نکاح صحیح وکیل کریگا تو نافذ ہوگا **والوکیل بنکاح فاسد لا یملک الصحیح بخلاف البیع** ابن ملک اور نکاح فاسد
کا وکیل مالک نہین صحیح نکاح کرنے کا بخلاف بیع کے یعنی بیع فاسد کا وکیل بیع صحیح کا مالک ہو کذا ذکرہ ابن الملک فی شرح الملتقی **وفی الاشباہ فی قاعدۃ الاصل فی**
الکلام الحقیقۃ الاذن فی النکاح والبیع والتوکیل بالبیع یتناول الفاسد وبالنکاح لا اور اشباہ کے اس قاعدہ مین کہ اصل ہر کلام مین معنی حقیقی ہین نہ مجازی یون کہا ہو کہ
نکاح اور بیع کے اذن مین اور بیع کی وکالت مین فاسد بھی شامل ہو اور نکاح کی وکالت مین نکاح فاسد شامل نہین یعنی اگر مولی غلام کو نکاح اور بیع کا اذن دے تو یہ
اذن نکاح صحیح اور فاسد کو اور بیع صحیح اور بیع فاسد دونون کو شامل ہو اور اسیطرح بیع کی وکالت بیع صحیح اور فاسد دونون کو عام ہو لیکن نکاح وکالت نکاح فاسد کو شامل
نہین **والیمین علی نکاح وصلوۃ وصوم وحج وبیع ان کانت علی الماضی تناولہ وان علی المستقبل لا** اور قسم نکاح پر اور نماز پر اور صوم اور حج اور بیع پر اگر فعل ماضی پر ہو تو فاسد
کو بھی شامل ہو اور اگر قسم فعل مستقبل پر ہو تو سوائے صحیح کے فاسد کو شامل نہین یعنی اگر یون قسم کھائی کہ مین نے نکاح نہین کیا تو نکاح صحیح اور فاسد دونون کو شامل ہو
اور اگر قسم کھائی کہ مین نکاح نکرونگا تو فقط صحیح کو شامل ہو نہ فاسد کو تو حانث نہوگا مگر صحیح نکاح سے اور اسیطرح اگر قسم کھائی کہ مین نے نماز نہین پڑھی یا حج نہین کیا یا بیع نہین کی
تو نماز فاسد اور حج فاسد اور بیع فاسد سے بھی حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ مین نماز نہ پڑھونگا یا حج نہ کرونگا یا بیع نہ کرونگا تو حانث نہوگا مگر نماز صحیح اور حج
صحیح اور بیع صحیح سے **ولو زوج عبداً لہ ماذوناً مدیوناً صح وسکوت المراۃ غرماء لا فی مہر مثلہا والزائد علیہ تطالب بہ بعد استیفاء الغرماء**
اور اگر نکاح کیا مولے نے اپنے غلام ماذون قرضدار کا تو نکاح صحیح ہوگا اور برابر ہوجائیگی عورت غلام کے قرضخواہون سے اپنے مہر مثل مین اور کمتر مین

یعنے جیسے اور قرضخواہ غلام کی کمائی سے حصہ لیتے ہین ویسا ہی عورت بھی حصہ پاویگی مہر مثل مین اور کمتر مین اور جو مہر کہ زائد ہی مہر مثل سے اور اقل سے
تو عورت غلام سے مطالبہ کریگی زائد کا قرضخواہون کے قرض ملنے کے بعد **کدین الصحۃ مع دین المرض** جیسے دین صحت کا ساتھ دین مرض کے یعنی ایک شخص
پر قرض ہی حالت صحت کا اور حالت مرض کا تو اول صحت کا دین دیا جائیگا پھر اگر کچھ مال باقی رہیگا تو دین مرض کا ادا ہوگا **الا اذا باعہ منہا المامر** مگر جبکہ مولی نے غلام
کو عورت کے ہاتھ بیچا تو باقی مہر کا مطالبہ غلام پر نرہیگا چنانچہ یہ مسئلہ سابق مین مذکور ہوا صورت اسکی یہ ہی کہ مولی نے غلام مدیون کا نکاح ایک عورت سے ہزار درم
کے مہر پر کیا اور غلام پر سابق سے ہزار درم قرض تھے پھر مولی نے غلام کو اسی عورت کے ہاتھ قرضخواہون کی اجازت سے دوسو درم کو بیچا تو دو سو درم کو قرضخواہ
اور عورت موافق اپنے حصون کے بانٹ لینگے اور جسقدر عورت کا مہر باقی رہیگا وہ ساقط ہوگا کذا فی الحاشیۃ المدنی **ولو زوج بنتہ مکاتبہ ثم مات لا
یفسد النکاح** لانہا لم تملک المکاتب بموت ابیہا **الا اذا عجز فرد فی الرق** فحینئذ یفسد للتنافی اور اگر نکاح کیا مولی نے اپنی بیٹی کا اپنے مکاتب غلام سے پھر
مولی مرگیا تو نکاح فاسد نہین ہوتا اسواسطے کہ بیٹی مالک نہین ہوئی مکاتب کی اپنے باپ کے مرنے سے مگر جبکہ عاجز ہوا ادا کرنے بدل کتابت سے اور پھر غلام بنایا گیا اسوقت
مین نکاح فاسد ہوگا بسبب مخالف ہونے زوجیت اور ملکیت کے **زوج امتہ او ام ولدہ لا یجب علیہ بتوتہا** وان شرطہا فی العقد نکاح کردیا مولی نے اپنی لونڈی
کا یا ام ولد کا تو واجب نہین مولی پر شب باشی کرنا لونڈی کا زوج کے گھر اگرچہ مولی نے شب باشی نکاح مین شرط کرلی ہو تو بھی واجب نہین اسواسطے کہ مولی کا حق زوج
کے حق پر مقدم ہی اگر کوئی سکے کہ کیا سبب ہی کہ شب باشی کی شرط مولی پر لازم نہوگی اور اگر زوج لونڈی کا آزادی اولاد کی شرط کرے تو آزادی ثابت ہوجاتی ہی
اسکا جواب شارح نے اپنے اگلے قول مین دیا انا لو شرط الحرحریۃ اولادہا فیہ صح وعتق کل من ولدتہ فی ہذا النکاح لان قبول المولی الشرط والتزویج علی اعتبارہ ہو معنی
تعلیق الحریۃ بالولادۃ فیصح فتح ومفادہ انہ لو باعہا او مات عنہا قبل الوضع فلا حریۃ لیکن اگر شرط کرلیا زوج حر نے آزاد ہونا لونڈی کی اولاد کا عقد مین تو یہ شرط
صحیح ہوگی اور آزاد ہونگے جنکو لونڈی اس نکاح مین جنے گی اسواسطے کہ قبول کرنا مولی کا اس شرط کو اور نکاح کردینا اس شرط کے اعتبار پر درحقیقت آزادی کی
تعلیق ہی ولادت پر یعنی گویا مولی نے لونڈی سے یون کہا کہ اگر تو اس نکاح مین اولاد جنے گی تو وہ سب حر ہین تو یہ تعلیق صحیح ہوگی اور جب تعلیق صحیح ہوئی تو بالفرور
حریت اولاد کی ثابت ہوگی اور مولی کو اسمین کچھ اختیار باقی نرہیگا بخلاف شب باشی کی شرط کے کہ اسمین تعلیق کے معنے نہین ہوسکتے کذا فی فتح القدیر
اور اس تعلیق سے یہ نکلا کہ اگر مولی کے اس لونڈی کو بیچا یا اسکو چھوڑ کر مرگیا قبل ولادت کے تو اولاد کی آزادی نہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ تعلیق نہین صحیح
ہوتی مگر اسوقت کہ تعلیق کرنے والا زندہ ہو اور مالک ہو وجود شرط کے وقت **ولو ادعی الزوج الشرط ولا بینۃ لہ حلف المولی** نہر اور اگر دعوی کیا لونڈی کے
زوج نے حریت اولاد کی شرط کا اور اسکے پاس گواہ نہین تو قسم کھاوے مولی کذا فی النہر **لکن لا نفقۃ ولا سکنی الا بہا بان یدفعہا الیہ ولا یستخدمہا**
لیکن لونڈی کا نفقہ اور سکنی زوج پر نہین بدون شب باشی کے شب باشی کا یہ طریق ہی کہ مولی اسکو اسکے شوہر کے حوالہ کرے اور اس سے
خدمت نہ لے **وتخدم المولی ویطاء الزوج ان ظفر بہا فارغۃ** عن خدمۃ المولی ویکفی فی تسلیمہا قولہ متی ظفرت بہا وطیتہا نہر اور لونڈی خدمت
کیا کرے مولی کی اور وطی کرے زوج اگر اسکو پاوے مولی کی خدمت سے خالی اور کفایت کرتا ہی لونڈی کی تسلیم مین مولی کا یون کہنا اسکے زوج
سے کہ جب اسکو خالی پایا کر تو وطی کیا کر کذا فی النہر **فان بواہا ثم رجع عنہا صح** رجوعہ لبقا حقہ **وسقطت النفقۃ** سو اگر مولی نے شب باشی کی اجازت
دی پھر اس سے رجوع کی تو اسکا رجوع کرنا صحیح ہوگا بسبب باقی رہنے حق مولی کے اور ساقط ہوگا نفقہ زوج سے یعنی زمان آیندہ کا نفقہ نطلب ہوگا اور
گذشتہ کا نفقہ البتہ طلب ہوگا **ولو خدمتہ** ای السید بعد بیتوتۃ بلا استخدامہ او استخدامہا نہارا او اعادہا لبیت الزوج لیلا **لا یسقط** لبقاء البیوتۃ
اور اگر خدمت کی لونڈی نے مولی کی بعد اجازت شب باشی کے بدون خواہش مولے کے یا مولی نے اس سے دن کی خدمت چاہی اور رات کو
شوہر کے گھر اسکو پھیر بھیجا تو نفقہ زوج سے نہ ساقط ہوگا بسبب باقی رہنے شب باشی کے **ولہ** ای المولی **السفر بہا** ای بامتہ وان ابی الزوج ظہیریۃ

اور مولی کو اختیار ہی اپنی منکوحہ لونڈی کو سفر مین لیجانے کا اگرچہ اسکا زوج نمانے کذا فی الظہیریۃ ولہ اجبار قنہ وامتہ ولو ام ولدہ اور مولی کو اختیار ہی
اپنے قن اور لونڈی کے نکاح مین جبر کرنے کا اگرچہ لونڈی ام ولد ہو اسواسطے کہ اسکی ملکیت کامل ہی تو اسکو نکاح مین زبردستی کرنا جائز ہی اگرچہ وہ راضی
نہو مگر بار کوٹ کر نکاح نہ کرنا چاہیے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا عن البحر ولا یلزمہ الاستبراء بل یندب فلو ولدت لاقل من نصف حول فہو ابنہ
والنکاح فاسد بحر من الاستیلاد وثبوت النسب اور لازم نہین مولی پر استبراء بلکہ مستحب ہی یعنے جو لونڈی ہووے کے تصرف مین ہو اور وہ اسکا نکاح
کردے تو استبراء مولی پر ضرور نہین سو اگر لونڈی بعد نکاح کے چھ مہینے سے کمتر مین جنے وہ لڑکا مولی کا بیٹا ہوگا اور نکاح فاسد ہو جائیگا بشرطیکہ
قنہ اور مدبرہ مین مولی نے دعوی نسب کا کیا ہو اور ام ولد مین نفی ولد کی نہ کی ہو چنانچہ یہ مسئلہ بحر الرائق کے باب الاستیلاد اور ثبوت النسب مین مذکور ہی
علی النکاح وان لم یرضیا لا مکاتبہ ومکاتبتہ بل یتوقف علی اجازتہما ولو صغیرین الحاقا بالبالغ مولی کو جبر کرنے کا اختیار ہی لونڈی غلام کے
نکاح پر اگرچہ وہ دونون راضی نہون نہ غلام مکاتب پر اور نہ لونڈی مکاتبہ پر بلکہ نکاح مکاتب اور مکاتبہ کا ان دونون کی اجازت پر موقوف ہی اگرچہ
دونون صغیر ہون بسبب ملا دینے صغیرین کے بالغ کے ساتھ یعنی بسبب کتابت کے مکاتب اور مکاتبہ خود مختار ہوگئے تو انکا نکاح انکی اجازت پر موقوف رہا
یہانتک کہ اگر دونون صغیر بھی ہونگے تو بھی انکا نکاح انکی اجازت پر ہی موقوف رہیگا یعنی بسبب کتابت کے صغیر بھی بالغ کے برابر ہو گیا مولی کا اختیار نکاح کردینے
مین باقی نہ رہا فلو ادیا فعتقا عاد موقوفا علی اجازۃ المولی لا علی اجازتہما لعدم اہلیتہما ان لم یکن عصبۃ غیرہ پھر اگر مکاتب اور مکاتبہ صغیرین نے نکاح ہونے کے
بعد مال کتابت کا مولی کو ادا کیا تو آزاد ہو گئے نکاح پھر پلٹا مولی کی اجازت پر موقوف ہوکر نہ صغیرین کی اجازت پر بسبب عدم اہلیت صغیرین کے اگر کوئی عصبہ
صغیرین کا نہو سوے مولی کے تب مولی کی اجازت پر نکاح انکا موقوف ہوگا اور اگر صغیرین کا بعد آزاد ہونے کے بھائی یا چچا ہوگا تو اسکی اجازت پر موقوف
رہیگا نہ مولی کی اجازت پر خلاصہ یہ کہ مولی نے مکاتب اور مکاتبہ صغیرین کا نکاح کیا نکاح نافذ نہوا اسواسطے کہ مکاتب پر ولایت جبری نہین بلکہ صغیرین کی
اجازت پر موقوف رہا بعد اسکے صغیرین نے بدل کتابت ادا کیا تو آزاد ہو گئے تو اب ہی نکاح مولی کی اجازت پر موقوف ٹھہرا اسواسطے کہ بسبب آزاد ہونے صغیرین کے
مولی کی ولایت جدید پیدا ہوئی اسواسطے کہ آزاد کرنے والا عصبہ ہوتا ہی اور یہ مسئلہ عجیب ہی کہ لڑکا جبتک مملوک رہا تو مختار رہا اور بعد آزاد ہونے کے مجبور ہو گیا اور مولی کی ملکیت
قبل آزادی کے مکاتب پر تھی تب اسپر اختیار نہ تھا اور بعد آزاد ہونے کے بالکل ملکیت باقی نہ رہی اب اختیار حاصل ہوا ولو عجز الوقف نکاح المکاتب علی رضی المولی ثانیا لعود مؤن الکل
علیہ اور اگر عاجز ہوئے مکاتب اور مکاتبہ ادائے بدل کتابت سے تو موقوف رہیگا نکاح مکاتب کا مولی کی رضامندی پر دوبارہ بواسطے پھر آنے تصرف اور زیر باری کل خرچ کے مولی پر
یعنی اول مکاتب کی رضا پر موقوف تھا جب مکاتب عاجز ہوا تو خالص غلام ہو گیا اسکی اجازت اور عدم اجازت کا کچھ اعتبار نہ رہا اب دوسری بار مولی کی اجازت چاہیے اور مولی
کی بھی اول رضا کا اعتبار نہین اسواسطے کہ مہر اور نفقہ اسوقت مین مکاتب پر تھا نہ مولی پر جب مکاتب عاجز ہوا تو اسکی کمائی مولی کی ہو گئی اسواسطے دوسری بار مولی کی رضامندی
ضرور ہوئی وبطل نکاح المکاتبۃ لانہ طرا حل بات علی موقوف فابطلہ والدلیل یعلمہ العجائب وبحث الکمال ہنا غیر صائب اور باطل ہو گیا نکاح مکاتبہ کا عاجز ہونے سے اسواسطے کہ طاری
ہوئی حلت قاطعہ موقوف پر سو اسکو باطل کیا اور دلیل سے امور عجیب ثابت ہوتے ہین اور اعتراض کمال الدین ابن الہمام کا یہان ٹھیک نہین یعنی جب مولی نے مکاتبہ کا نکاح بدون
اسکی رضا کے کردیا تو وہ نکاح موقوف تھا اسکی اجازت پر پھر جب مکاتبہ ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو گئی تو رقیت نے عود کیا تو مولی پر بسبب عود ملکیت کے اسکی
وطی حلال ہوئی اس حلت کاملہ نے نکاح موقوف غیر نافذ کو باطل کیا نکاح باطل ہو گیا محقق ابن الہمام نے یہان اعتراض کیا ہی کہ بعد آزاد ہونے مکاتب صغیر کے
اسکے نکاح کا اجازت پر موقوف ہونا معقول نہین اسواسطے کہ مولی کی ولایت بعد آزاد ہونے کے باقی نہ رہی خلاصہ جواب کا یہ ہی کہ بعد آزاد ہونے صغیر کے مولی کو بسبب
حکم ولاء کے ولایت جدیدہ حاصل ہوئی اور جو ولایت کہ منتفی ہوئی وہ بحکم ملک تھی موقوف ہونا اسکے نکاح کا مولی کی اجازت پر بلا تردد معقول ہو گیا دلیل
کی یہی صفت ہی کہ ایسے مسائل عجیبہ اس سے ثابت ہو جاتے ہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر ولو قتل المولی امتہ قبل الوطی ولو خطأ فتیح وہو

مکلف فلو صبیا لم یسقط علی الراجح ذکرہ المصنف سقط المہر لمنعہ المبدل کحرۃ ارتدت ولو صغیرۃ اور اگر قتل کیا مولی نے اپنی لونڈی کو قبل وطی یا خلوت صحیحہ کے اگرچہ
قتل خطا کا ہو کذا فی فتح القدیر اور حالانکہ مولی مکلف ہو یعنے عاقل بالغ ہو تو اگر مولی لڑکا ہوگا تو مہر ساقط نہ ہوگا بنا بر قول راجح کے چنانچہ اسکو مصنف
نے اپنی شرح میں ذکر کیا تو مولی کے قتل سے ساقط ہوگا مہر لونڈی کا اسکے زوج پر سے بسبب روکنے مولی کے عوض کو یعنے مہر عوض ہے وطی کا پھر
جب قبل وطی مولی نے لونڈی کو قتل کیا تو مہر کو کس وجہ سے پاویگا جیسے حرہ کا مہر ساقط ہو جاتا ہے اسکے مرتد ہونے سے قبل وطی کے اگرچہ حرہ صغیرہ ہو تو بھی ساقط
ہوگا اسواسطے کہ جدائی عورت کی طرف سے ہوئی نہ مرد کی طرف سے لا لو فعلت ذلک القتل امراۃ ولو امۃ علی الصحیح خانیۃ بنفسہا او قتلہا وارثہا
او ارتدت الامۃ او قبلت ابن زوجہا کما رجح فی النہر لان التفویت من المولی نہ مہر ساقط ہوگا اگرچہ قتل عورت نے کیا اگرچہ لونڈی ہو بنا بر قول صحیح کے کذا فی الخانیہ عورت
نے خود آپ کو قتل کیا یا اسکے وارث نے اسکو قتل کیا یا لونڈی مرتد ہو گئی یا اسنے زوج کے فرزند کا بوسہ لیا چنانچہ نہر الفائق میں اسی قول کو ترجیح دی ہے لونڈی کے
قتل و مرتد ہونے اور بوسہ لینے سے اسواسطے مہر نہ ساقط ہوگا کہ مولی کی طرف سے تفویت اور قصور نہیں یعنی مہر کا مالک مولی ہے تو لونڈی کے قصور سے مہر کیونکر ساقط
ہوگا اور اسیطرح اگر حرہ نے آپکو قتل کیا تو اسکے مہر کے وارث مالک ہونگے اور اگر ایک وارث نے حرہ کو قتل کیا تو اور وارث مالک ہونگے ان صورتوں میں مہر نہیں ساقط
ہوتا او فعلہ بعدہ ای الوطی لتقررہ بہ یا مولی مکلف نے لونڈی کا قتل بعد وطی کے کیا تو مہر نہ ساقط ہوگا بسبب ثابت ہو جانے مہر کے وطی سے ولو فعلہ بعبدہ او
مکاتبۃ او ماذونۃ مدیونۃ لم یسقط اتفاقا اور اگر مولی نے اپنے غلام کو قتل کیا یا اپنی مکاتبہ کو قتل کیا یا لونڈی ماذونہ قرضدار کو قتل کیا تو مہر نہ ساقط ہوگا بالاتفاق
اسواسطے کہ مہر کا مالک ان صورتوں میں مولی نہیں جب مولی نے اپنے غلام کو قتل کیا تو اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اسکی زوجہ غلام کی قیمت سے اپنا مہر
مولی سے لیگی والاذن فی العزل وہو الانزال خارج الفرج لمولی الامۃ لا لہا لان الولد حقہ وہو یفید التقیید بالبالغۃ وکذا الحرۃ نہر اور اذن دینا عزل میں
عزل خارج شرمگاہ کے انزال کو کہتے ہیں اور بہتر تعریف عزل کی بحر الرائق میں معراج سے منقول ہے وہ یہ کہ وطی کرے جب وقت انزال کا آوے تو علحدہ ہو کر
خارج شرمگاہ سے انزال کرے سو عزل میں اجازت دینا مولی کے اختیار میں ہے نہ لونڈی کے اسواسطے کہ لونڈی کا لڑکا حق ہے مولی کا اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ لونڈی کو
بالغہ کر مقید کرنا چاہیے یعنی جب لڑکا مولی کا حق ٹھہرا تو اگر لونڈی بالغہ ہو تو اسکا شوہر مولی سے عزل کی اجازت لے صغیرہ لونڈی میں اجازت مولی کی حاجت نہیں سو اسطے
کہ صغیرہ کے لڑکا نہیں ہوتا جو عزل سے حق مولی کا تلف ہو اور اسی طرح حرہ کو بھی بالغہ کر مقید کرنا چاہیے یعنی اگر حرہ بالغہ ہو تو اسکا شوہر اس سے عزل کی اجازت لے اور
صغیرہ سے اجازت کی حاجت نہیں کذا فی النہر ولیعزل عن الحرۃ وکذا المکاتبۃ نہر بحثا باذنہا او عزل کرے حرہ سے حرہ کی اجازت سے اور یہی حال ہے مکاتبہ کا چنانچہ نہر الفائق میں ہے
باعتبار بحث کے لکن فی الخانیۃ انہ یباح فی زماننا لفساد الزمان قال الکمال فلیعتبر عذرا مسقطا لاذنہا لیکن خانیہ میں ہے کہ عزل حرہ سے بدون اجازت حرہ کے مباح
ہے ہمارے زمانے میں بسبب فساد زمانہ کے یعنی اسوقت میں اکثر لڑکے اطاعت نہیں کرتے والدین کو رنج پہونچاتے ہیں تو کمال الدین محقق نے کہا کہ فساد زمانے
کو اذن حرہ کا عذر مسقط اعتبار کرنا چاہیے وقالوا یباح اسقاط الولد قبل اربعۃ اشہر ولو بلا اذن الزوج اور کہا ہے فقہا نے کہ مباح ہے اسقاط ولد کا چار مہینے سے پہلے اگرچہ
بے اجازت زوج کے ہو یعنی جان پڑنے سے قبل پیٹ کا گرانا درست ہے ہر چند شارح نے اسقاط ولد مطلقا بیان کیا لیکن حق یہ ہے کہ بدون ضرورت کے جائز نہیں
جیسے لڑکا عورت کا دودھ پیتا ہو اور اسکے حمل ہو گیا اور زوج کو دایہ رکھنے کی طاقت نہیں تو بسبب خوف ہلاکی ولد کے اسقاط قبل نفخ روح کے جائز ہے خانیہ کے باب الکراہیت
میں ہے کہ میں نہیں کہتا کہ اسقاط مطلقا مباح ہے اسواسطے کہ محرم اگر شکاری پرند کا انڈا توڑے تو اسپر ضمان ہے اسواسطے کہ انڈا اصل ہے پرند کی جب محرم ماخوذ ہوا
تو بعذر اسقاط میں کیونکر گناہ نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وعن امتہ بغیر اذنہا بلا کراہیۃ فان ظہر بہا حبل حل نفیہ وان لم یعد قبل البول وعزل کرے اپنی
لونڈی سے بدون اسکی اجازت کے بلا کراہیت سو اگر لونڈی سے عزل کیا اور اسکے حمل ظاہر ہوا تو مولی کو اسکی نفی کرنا درست ہے یعنی یوں کہنا کہ یہ حمل
میرے نطفہ سے نہیں ہے درست ہے بشرطیکہ دوبارہ وطی نکی ہو پیشاب کرنے سے پہلے یعنی اگر مولی نے اول جماع کیا اور عزل کیا پھر بدون پیشاب کیے

دوبارہ عزل کیا تو نفی کرنا درست ہوگا اسواسطے کہ احتمال ہو کہ بقیہ منی دوسرے عزل میں نکلی ہو اور موجب حمل کی ہوئی ہو اور وہ دوسری شرط نفی کی یہ ہو کہ لونڈی
غیر محصنہ ہو یعنی گھر سے باہر آتی جاتی ہو اور اگر محصنہ ہو تو نفی جائز نہیں اسواسطے کہ عزل کے وقت شاید کچھ منی اندر رہ گئی ہو تیسری شرط نفی کی یہ ہو کہ غیر محصنہ میں ظن
غالب چاہیے کہ یہ حمل میرے نطفہ سے نہیں ہو کذا فی حاشیۃ المدنی و خیرت امۃ ولو ام ولد و مکاتبۃ ولو حکما کمعتقۃ البعض اذا عتقت تحت حر او عبد ولو کان النکاح
برضاہا دفعا لزیادۃ الملک علیہا الطلقۃ ثالثۃ نکاح باقی رکھنے یا نہ رکھنے میں مختار ہو لونڈی اگرچہ ام ولد ہو اور مکاتبہ مختار ہو اگرچہ حکمی مکاتبہ ہو جیسے وہ لونڈی کہ کل
آزاد نہو مثلاً نصف آزاد ہو یا ربع یا اختیار اسوقت ہو جب آزاد ہو جاوے خواہ حر کے نیچے ہو خواہ عبد کے اگرچہ نکاح اسکی رضا سے ہوا ہو تو بھی اسکو اختیار ہو تاکہ دفع
ہو زیادتی ملک کی اسپر سے بسبب طلقہ ثالثہ کے یعنی جب لونڈی تھی زوج کے دو بار طلاق دینے سے چھٹ سکتی تھی اور حرہ بدون تین طلاق کے نہیں چھٹتی تو حرہ پر بہ نسبت
لونڈی ہونے کے ایک طلاق کی ملک زیادہ ہوتی ہو تو اسواسطے شارع نے اسکو اختیار دیا کہ اپنے اوپر سے طلقہ ثالثہ کی ملک چاہے دفع کرے اور چاہے جائز رکھے فان
اختارت نفسہا فلا مہر لہا او زوجہا فالمہر لسیدہا سو اگر لونڈی آزاد ہو نے اپنی ذات کو اختیار کیا یعنے نکاح توڑا تو اسکا کچھ مہر نہیں اگر وطی نہ ہوئی ہو اسواسطے
کہ جدائی اسی کی طرف سے ہوئی اور اگر وطی ہوئی ہو تو مہر مولی کو ملیگا اور اگر اسنے زوج کو اختیار کیا یعنی نکاح قائم رکھا تو مہر اسکے مولی کا ہو وطی ہوئی ہو
یا نہوئی ہو مولی مہر کا اسواسطے مالک ہوگا کہ مہر ثابت ہوا تھا عقد سے اور اسوقت مولے ہی کی ملک تھی ولو صغیرۃ تاخر لبلوغہا ولیس لہا خیار بلوغ فی الاصح اور اگر لونڈی
صغیرہ ہو تو اسکی آزادی کا اختیار اسکے بالغ ہونے تک متاخر رہیگا اسواسطے کہ صغیر کے افعال کا بسبب عقل نہونے کے کچھ اعتبار نہیں اور نہیں ہو اختیار لونڈی کو
بلوغ کا قول ارجح میں اسواسطے کہ خیار عتق کا مغنی ہو خیار بلوغ سے چنانچہ باب الولا میں مذکور ہوگا او کانت الامۃ عند النکاح حرۃ ثم صارت
امۃ بان ارتدا ولحقا بدار الحرب ثم سبیا معا فاعتقت خیرت عند الثانی خلافا للثالث مبسوط یا خیار عتق کا اسوقت بھی ثابت ہوگا جب لونڈی نکاح کے وقت
حرہ تھی پھر لونڈی ہوگئی اس طرح کہ زوج اور زوجہ مرتد ہوگئے اور دونوں دار الحرب میں جارہے پھر وہانسے دونوں قید ہو آئے دار الاسلام میں
پھر عورت آزاد ہوئی تو اسکو نکاح رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہوگا نزدیک ابو یوسف کے نہ نزدیک محمد کے کذا فی المبسوط والجہل بہذا الخیار خیار العتق
عذر فلو لم تعلم بہ حتی ارتدا ولحقا فعلمت فنسخت صح الا اذا قضی باللحاق ولیس ہذا الحکم بل فتوی کاف اور بے علمی اس خیار عتق کی عذر ہو بخلاف خیار بلوغ کے
اسواسطے کہ لونڈی کو بسبب مشغولی خدمت مولے کے تحصیل مسائل دینی کی فرصت نہیں بخلاف حرہ کے سو اگر لونڈی کو خیار عتق کا علم نہ ہوا اسطرح کہ
لونڈی منکوحہ تھی پھر مولی نے اسکو آزاد کیا اور اسکو خیار عتق کا مسئلہ نہ معلوم ہوا یہانتک کہ وہ اور اسکا شوہر دونوں مرتد ہوگئے اور دار الحرب میں
جا ملے پھر دار الاسلام میں گرفتار ہو آئے یا مسلمان ہو کر خود آگئے پھر عورت نے خیار عتق کا مسئلہ جانا خواہ دار الاسلام میں خواہ دار الحرب میں سو نکاح
فسخ کیا تو یہ فسخ کرنا باوجود اتنی مدت گذرنے کے بسبب عذر جہل کے صحیح ہوگا مگر جبکہ قاضی نے اسکے حق میں لحوق کفار کا حکم دیا تو عورت کا فسخ کرنا صحیح نہ ہوگا
اسواسطے کہ بعد حکم لحوق کے اگر پھر آویگی تو لونڈی ہو جاویگی اور فسخ کو صحیح کہنا حکم نہیں ہو بلکہ فتوی ہو یہ جواب ہو سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہو کہ تمنے دار الحرب کے
ملنے والوں میں یہی حکم دیا کہ فسخ نکاح کا صحیح ہو اور حالانکہ دار الحرب سے احکام مسلمین کے منقطع ہیں شارح نے جواب دیا کہ یہ حکم نہیں بلکہ فتوی ہو یعنے حادثہ کے
سوال کا جواب ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی ولا یتوقف علی القضاء ولا یبطل بسکوت ولا یثبت لغلام ویقتصر علی مجلس کخیار مخیرۃ بخلاف خیار
البلوغ فی الکل خانیۃ اور نہیں موقوف ہو خیار عتق کا قاضی کے حکم پر اور نہیں باطل ہوتا سکوت سے اور ثابت نہیں خیار عتق غلام صغیر کو یعنی جب غلام صغیر آزاد ہو
تو اسکو خیار عتق حاصل نہیں اور منحصر ہو یہ خیار مجلس علم پر تو اگر مجلس سے عورت اٹھ گئی خیار باطل ہو گیا جیسے خیار مخیرہ کا مجلس علم پر منحصر ہو مخیرہ وہ عورت
جسکے زوج نے اس سے کہا کہ تجھکو میں نے طلاق کا اختیار دیا تو اگر وہ مجلس سے اٹھ گئی تو اختیار اسکا باطل ہو گیا بخلاف خیار بلوغ کے کہ وہ
پانچوں حکم میں مخالف ہو خیار عتق کے کذا فی الخانیۃ یعنی خیار بلوغ قضا پر موقوف ہو اور سکوت سے باطل ہوتا ہو اور غلام کو بھی ثابت ہو اور آخر مجلس تک

ممتد نہیں ہوتا اور اُسمین جہل عذر نہین چنانچہ باب الولی مین بتفصیل مذکور ہو چکا نکح عبد بلا اذن فعتق او باعہ فاجاز المشتری نفذ لزوال المانع نکاح کیا غلام نے
بدون اجازت مولی کے پھر آزاد ہوا یا بیچ ڈالا مولی نے اُسکو سو مشتری نے اُسکا نکاح جائز رکھا تو نکاح نافذ ہو گیا بسبب زوال مانع کے یعنی اول غلام کا نکاح
مولی کی اجازت پر موقوف تھا جب آزاد ہوا تو حق مولی کا جاتا رہا اب اُسکی اجازت کی کچھ حاجت نہ رہی کذا حکم الامۃ و لا خیار لہا لکون النفوذ بعد العتق فلم تحقق
زیادۃ الملک اور ایسا ہی حکم ہو لونڈی کا یعنی اُسکا بھی نکاح بلا اذن بعد آزادی کے نافذ ہوتا ہو اور یہان نکاح فسخ کرنے مین لونڈی کا اختیار نہین بسبب نافذ
ہونے نکاح کے بعد آزادی کے تو زیادتی ملک طلقۃ ثالثۃ کی نہ ثابت ہوئی وکذا لو اقترنا بان زوجہا فضولی و اعتقہا فضولی و اجازہما المولی اور اسی طرح
لونڈی کو اختیار فسخ کا نہین اگر اجازت نکاح کی اور آزادی ساتھ ہی ہو اسطرح پر کہ نکاح کر دیا لونڈی کا ایک فضولی نے اور آزاد کیا اُسکو دوسرے فضولی نے
اور جائز رکھا ان دونون کو یعنے نکاح اور عتق کو مولی نے وکذا مدبرۃ عتقت بموتہ اور اسیطرح اختیار فسخ کا اُس مدبرہ کو نہین جسنے اپنا نکاح بے اذن مولی کے کیا
پھر آزاد ہوئی مولی کی موت سے وکذا ام الولد ان وطیہا الزوج والا لم ینفذ لان عدتہا من المولی تمنع نفاذ النکاح اور اسی طرح اُس ام ولد کو اختیار فسخ کا
نہین جسنے اپنا نکاح بے اذن مولی کے کیا پھر وہ آزاد ہوئی مولی کے آزاد کرنے سے یا اُسکی موت سے نکاح ام ولد کا اُسوقت نافذ ہو گا اگر اُسکے زوج نے
وطی کی ہو گی اور اگر زوج نے قبل آزادی کے وطی نہ کی تو اُسکا نکاح نافذ نہو گا اسواسطے کہ عدت ام ولد کی مولی کی موت سے مانع ہو نفاذ نکاح کی اور جب قبل
عتق کے زوج وطی کر چکا تو مولی کی عدت معدوم ہو گئی بموجب روایت ابن سماعہ کے محمد سے اور ظاہر الروایت مین زوج کی وطی سے بھی مولی کی عدت نہین جاتی تو
نکاح صحیح نہو گا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فلو وطی الزوج الامۃ قبلہ ای العتق فالمہر المسمی لہ ای المولی و بعدہ فلہا لمقابلتہ بمنفعۃ ملکہا سو اگر وطی کی زوج نے لونڈی
سے قبل آزاد ہونے کے تو مہر مسمی مولی کا ہو اور اگر وطی کی بعد آزادی کے تو مہر عورت کا ہو واسطے مقابل ہونے مہر کے اُسکی ملک کی منفعت سے
یعنی جب لونڈی آزاد ہوئی تو اپنی ذات کے تصرف کی مالک ہوئی اور مہر بدلا ہو وطی کا تو بعد آزادی کے مہر کی مالک عورت ہی ہو گی ومن وطی امۃ ابنہ
فولدت فلو لم تلد لزم عقرہا وارتکب محرما و لا یحد قاذفہ فادعاہ الاب وہو حر مسلم عاقل ثبت نسبہ بشرط بقاء ملک ابنہ من وقت الوطی الی الدعوۃ اور جسنے
وطی کی اپنے بیٹے کی لونڈی سے پھر وہ حاملہ ہوئی اور لڑکا جنی تو اگر نہ جنے گی تو لازم ہو گا باپ پر مہر مثل اور اُسنے حرام کام کیا اور جسنے اُسکو زانی کہا اُسپر
حد قذف کی نہ ماری جائیگی پھر باپ نے اُس لونڈی کے ولد کا دعوی کیا اور حالانکہ باپ حر اور مسلمان اور عاقل ہو تو اُسکا نسب ثابت ہو گا بشرطیکہ بیٹے کی
ملک لونڈی پر باقی رہی ہو وطی کے وقت سے دعوی کرنے تک و بیعہا لاخیہ مثلا لا یضر نہر بحثا اور مثلاً بیچ ڈالنا لونڈی کا اپنے بھائی سے ضرر نہین کرتا چنانچہ
نہر الفائق مین یہ بحث کے ساتھ یعنی جب باپ نے بیٹے کی لونڈی سے وطی کی اور وہ لونڈی دوسرے بیٹے کی ملک مین جاتی رہی خواہ بیع سے خواہ ہبہ سے
اور وہان جنی تو بقاے ملک مین کچھ ضرر نہین اسواسطے کہ باپ کے دونون بیٹے برابر ہین ولایت مین فصارت ام ولدہ لاستناد الملک لوقت العلوق تو بیٹے
کی لونڈی ام ولد ہو گئی باپ کی بسبب استناد ملک کے حمل رہنے سے اسواسطے کہ باپ مالک ہو بیٹے کے مال کا حاجت کے وقت کیونکہ حدیث مین آیا ہو انت و مالک
لابیک یعنی تو اور تیرا مال تیرے باپ کا مملوک ہو اور نطفہ آدمی کا جز ہو تو اُسکی حفاظت ضرور ہو اس ضرورت سے بیٹے کے مال کا باپ یہان مالک ٹھہرا اور لونڈی
اُسکی ام ولد ہو گئی و علیہ قیمتہا و لو فقیرا لقصور حاجۃ لبقاء نسلہ عن بقاء نفسہ ولذا یحل لہ عند الحاجۃ الطعام لا الوطی و یجبر علی نفقۃ ابیہ لا علی دفع جاریۃ یتسری
اور باپ پر واجب ہو قیمت لونڈی کی حمل رہنے کے دن سے اگرچہ باپ فقیر ہو بسبب کم ہونے حاجت بقای نسل کے بہ نسبت بقای نفس کے اور اسیواسطے
حلال ہو باپ کو حاجت کے وقت طعام بیٹے کا نہ وطی اُسکی لونڈی کی اور جبر کیا جائیگا بیٹے پر باپ کے نفقہ کا اور جبر نہو گا لونڈی دینے پر تاکہ باپ اُسکو حرم
بناوے ھم یہ جواب ہو سوال مقدر کا کہ جتنے فقیر باپ پر کیون قیمت واجب کی حالانکہ باپ اپنی حفظ منی اور بقای نسل مین مضطر ہو اور باپ اگر اضطرار مین بیٹے کا طعام
کھاوے تو اُسپر ضمان نہین شارح نے جواب دیا کہ طعام مین بقای نفس ہو اور حفظ منی مین بقای نسل ہو اور بقای نفس اعظم ہو بقای نسل سے تو دونون برابر نہوئے اسواسطے حفظ منی مین

قیمت واجب ہوئی نہ طعام میں لاعقرہا ولا قیمۃ ولدہا لم تکن مشترکۃ فتجب حصۃ الشریک باپ پر قیمت لونڈی کی واجب ہوگی نہ اسکا مہر مثل اور نہ قیمت اسکا
لڑکے کی بشرطیکہ لونڈی مشترک نہو اور اگر لونڈی بیٹے اور اجنبی میں مشترک ہو تو بقدر حصہ شریک کے مہر مثل واجب ہوگا وہذا اذا ادعاہ وحدہ فلو مع الابن فان
شریکین قدم الاب والا فالابن اور یہ حکم مسائل سابقہ کا اسوقت ہے جب فقط باپ ہی نے دعوی نسب کا کیا پھر اگر شریک ہوا باپ بیٹے کے ساتھ دعوی میں یعنی باپ نے
کہا یہ میرا بیٹا ہے اور بیٹے نے کہا میرا بیٹا ہے تو اگر باپ اور بیٹا دونوں شریک ہوں لونڈی کی ملکیت میں تو باپ کا دعوی مقدم ہوگا دو جہت سے کہ اپنے حصہ میں ملک
حقیقی ہے اور بیٹے کے حصہ میں ملک حکمی اور اگر دونوں شریک نہوں تو اسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ لونڈی فقط بیٹے کی ملک ہو تو بیٹے کا دعوی مقدم ہے دوسرے یہ کہ باپ کی خاص
ملک ہو تو دعوی بیٹے کا غیر مسموع ہے اور ظاہر کلام شارح سے یہی نکلتا ہے کہ دوسری صورت میں بھی دعوی بیٹے کا مقدم ہے اور حالانکہ یہ ظاہر الفساد ہے کذا فی الطحطاوی
ولو ادعی ولد ام ولدہ المنفی او مدبرتہ او مکاتبتہ شرط تصدیق الابن اور اگر دعوی کیا باپ نے اپنے بیٹے کی ام ولد کے ولد منفی کا یا اسکے مدبرہ کے ولد کا یا اسکی
مکاتبہ کے ولد کا تو ثبوت نسب کے واسطے مشروط ہے تصدیق بیٹے کی پھر جب بیٹا باپ کے دعوی کی تصدیق کریگا تو نسب ثابت ہوگا اس احتمال سے کہ باپ نے نکاح کر لیا ہو صحیح
یا فاسد یا وطی شبہ سے ہوگئی ہو اور اگر بیٹے نے اپنی ام ولد کے ولد کی نفی نہ کی ہو تو الحاق اسکا ولد کا باپ سے صحیح نہوگا اسواسطے کہ نسب قابل انتقال کے نہیں وجد
صحیح کاب بعد زوال ولایتہ بموت وکفر وجنون ورق فیہ ای فی الحکم المذکور اور دادا مانند باپ کے ہے بعد زائل ہونے ولایت باپ کے بسبب موت کے
یا کفر کے یا جنون کے یا غلام ہونے کے حکم مذکور میں یعنی اگر دادا پوتے کی لونڈی کے ولد کا دعوی کرے تو صحیح ہے بشرطیکہ ولایت باپ کی بسبب مذکورہ کے زائل ہوگئی ہو لا یکون
کالاب لا قبلہ ای قبل الزوال المذکور نہوگا دادا مثل باپ کے قبل اسکے یعنی قبل زوال ولایت مذکورہ کے دادا مثل اجنبی کے ہے ویشترط ثبوت ولایتہ من حین الوطی الی الدعوۃ
اور صحت دعوی میں شرط ہے ثبوت ولایت دادا کی وقت وطی سے دعوت تک سو اگر وطی کی دادا نے باپ کی ولایت میں پھر مثلاً باپ مر گیا اور لونڈی جنی
دادا کی ولایت میں تو دعوی صحیح نہوگا ولو تزوجہا ولو فاسدا ابوہ ولو بالولایۃ فولدت لم تصر ام ولدہ لتولدہ من نکاح اور اگر نکاح کیا باپ نے بیٹے کی
لونڈی سے اگرچہ نکاح فاسد ہو اسواسطے کہ نکاح فاسد مثل صحیح کے ہے ثبوت نسب میں اور گو کہ باپ نے نکاح بولایت کیا اس صورت میں کہ بیٹا صغیر یا مجنون تھا پھر لونڈی
جنی تو نہوگی ام ولد باپ کی بواسطے پیدا ہونے ولد کے نکاح سے اور ام ولد بدون ملک یمین کے نہیں ہوتی ویجب المہر لا القیمۃ وولدہا حر لملک اخیہ لہ اور واجب
ہوگا باپ پر مہر مسمی یا مہر مثل نہ قیمت لونڈی کی اور بیٹا لونڈی کا آزاد ہوگا اسواسطے کہ اسکا بھائی اسکا مالک ہوا تو بسبب قرابت کے آزاد ہو گیا ومن الحیل ان یملک امۃ
لطفلہ ثم یتزوجہا اور جو چاہے کہ لونڈی سے وطی کرے اور وہ لڑکا پیدا ہونے سے ام ولد نہو تو اسکا حیلہ ہے کہ اپنی لونڈی کو اپنے لڑکے کی ملک میں کر دے خواہ بیع سے
خواہ ہبہ سے پھر اس لونڈی سے نکاح کرے تو جب یہ لونڈی جنے گی تو ام ولد باپ کی نہوگی اور لڑکا حر ہوگا ولو وطی جاریۃ امراتہ او والدہ او جدہ فولدت و
ادعاہ لا یثبت النسب الا بتصدیق المولی فلو کذبہ ثم ملک الجاریۃ یوما ما ثبت النسب ویجیء فی الاستیلاد اور اگر وطی کی اپنی جورو کی لونڈی سے یا اپنے باپ
کی لونڈی یا دادا کی لونڈی سے پھر وہ جنی اور وطی کرنے والے نے دعوی نسب کا کیا تو نسب ثابت ہوگا مگر لونڈی کے مالک کی تصدیق سے یعنی جورو اور باپ اور دادا یوں
کہے کہ یہ لونڈی مدعی پر حلال تھی اور یہ لڑکا اسی کا ہے تو نسب ثابت ہوگا اور اگر مالک نے اسکی تکذیب کی پھر مدعی لونڈی کا مالک ہو گیا عمر بھر میں کسی وقت اور کسی وجہ سے تو
ثابت ہوگا نسب اور لڑکا حر ہوگا اور یہ مسئلہ باب الاستیلاد میں آویگا حرۃ متزوجۃ برقیق قالت لمولی زوجہا الحر المکلف اعتقہ عنی بالف ورادت رطل من خمر اذ الفاسد
ہنا کالصحیح ففعل فسد النکاح لتقدیم الملک اقتضاء کانہ قال بعنیہ بکذا واعتقہ عنک حرہ غلام کی منکوحہ نے اپنے زوج کے مولی سے جو حر اور مکلف ہے کہا کہ آزاد کر دے اسکو میری طرف سے
بعوض ہزار درم کے یا زیادہ کیا ہزار پر یعنے یوں کہا کہ بدلے ہزار درم اور ایک رطل شراب کے اسکو آزاد کر اسواسطے کہ فاسد بھی یہاں یعنی احتمال سقوط قبض میں مانند
صحیح کے ہے پھر مولی نے ایسا ہی کیا یعنے اسکو آزاد کر دیا تو فاسد ہوگا نکاح بسبب مقدم ہونے ملک زوجہ کے بطریق اقتضاء کلام کے گویا عورت نے کہا کہ میں نے اپنے غلام کو تیرے ہاتھ بیچا
یا اسکو میں نے تیری طرف سے آزاد کیا یعنے آزادی بدون ملکیت کے نہیں ہوتی پھر جب کسی کی طرف سے آزاد کیا تو اول حرہ مالک ٹھہری جب مالک ہوئی تو نکاح فاسد ہو گیا لکن لو قال کذلک وتم

العتق عن المامور لعدم القبول کما فی الحواشی السعدیۃ ومفادہ انہ لو قال قبلت وقع عن الآمر لیکن اگر مولی نے صریح کہا کہ مین نے غلام کو تیرے ہاتھ بیچا یا تیری طرف سے اُسکو آزاد کیا تو عتق مامور کی طرف سے یعنی مولی کی طرف سے واقع ہوگا بسبب پائے جانے قبول کے آمر کی طرف سے چنانچہ حواشی سعدیہ مین ہی یعنی اس صورت مین فقط مامور کی طرف سے ایجاب بیع کا ہوا اور قبول آمر کا نہوا تو بیع منعقد نہوئی تو آزادی غلام کی مامور کی جانب سے ہوگی نہ آمر سے بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اگرچہ وہان بھی قبول آمر کا ثابت نہین لیکن بیع وہان ضمناً منعقد ہوئی تھی نہ صریحاً اور بیع ضمنی مین قبول کی حاجت نہین بخلاف صریح بیع کے تو حواشی سعدیہ کی تعلیل سے یہ نکلا کہ اگر مامور کے ایجاب کے بعد آمر نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو عتق آمر کی طرف سے ہوگا والولاء لہا ولزمہا الالف وسقط المہر اور ولاء حرہ منکوحہ کے واسطے اور اسپر ہزار درم لازم ہونگے اور مہر اسکا ساقط ہوگا یعنی جب آزادی غلام کی حرہ کی طرف سے ہوئی تو ولاء حرہ کا ہوگا اسواسطے کہ وہ حق ہی آزاد کرنے والے کا ولاء اسکو کہتے ہین کہ بعد مرنے غلام آزاد کے اگر اُسکا کوئی وارث نہو تو آزاد کرنے والا اُسکے مال کا مالک ہوگا ویقع العتق عن کفارتہا ان نوتہ عنہا اور واقع ہوگا عتق عورت کے کفارہ سے اگر عورت نے عتق سے کفارہ کی نیت کی ہو ولو لم تقل بالف لا یفسد لعدم الملک والولاء لہ لانہ المعتق اور اگر حرہ نے یون نہ کہا کہ ہزار درم کے بدلے آزاد کر بلکہ فقط آزاد کرنے کو کہا بدون ذکر مال کے تو نکاح نہ فاسد ہوگا بسبب نہ مالک ہونے حرہ کے اور اس صورت مین حق ولاء مولی کا ہوگا اسواسطے کہ وہی آزاد کرنے والا ہی

باب نکاح الکافر

یشتمل المشرک والکتابی یہ باب ہی کافر کے نکاح کا اور کافر شامل ہی مشرک اور کتابی کو وہہنا ثلثۃ اصول الاول ان کل نکاح صحیح بین المسلمین فہو صحیح بین اہل الکفر خلافاً لمالک ویردہ قولہ تعالی (وامرأتہ حمالۃ الحطب) وقولہ علیہ الصلوۃ والسلام ولدت من نکاح لا من سفاح اور بیان یعنی نکاح کفار مین تین قاعدے ہین پہلا قاعدہ یہ ہی کہ جو نکاح صحیح ہی مسلمانون مین سو صحیح ہی کافرون مین خلاف امام مالک کے کہ اُنکے نزدیک کافرون کا نکاح صحیح نہین اور رد کرتا ہی اس قول کو قول اللہ تعالی کا وامرأتہ حمالۃ الحطب حق تعالی نے ابولہب کی جورو کو فرمایا تو یہ اضافت عرف اور لغت مین صحت نکاح پر ناطق ہی اور اُسکو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رد کرتا ہی حضرت نے فرمایا کہ مین نکاح سے پیدا ہوا نہ زنا سے تو معلوم ہوا کہ قبل اسلام کے بھی نکاح صحیح تھا والثانی ان کل نکاح حرم بین المسلمین لفقد شرطہ کعدم شہود یجوز فی حقہم اذا اعتقدوہ عند الامام ویقرون علیہ بعد الاسلام اور دوسرا قاعدہ یہ ہی جو نکاح کہ حرام ہی مسلمانون مین بسبب فوت ہونے شرط نکاح کے جیسے گواہون کا نہونا یا عدت مین نکاح کرنا وہ نکاح جائز ہی کفار کے حق مین جبکہ وہ اسکی صحت کے معتقد ہون نزدیک امام اعظم رح کے اور ثابت رکھے جاوینگے اسی نکاح پر بعد مسلمان ہونے کے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد مسلمان ہونے کفار کے اُنکے نکاحون کو دوبارہ نہ کیا اور استفسار نفرمایا کہ تمنے اپنا نکاح کیونکر کیا تھا تو اس دلیل سے معلوم ہوا کہ اُنکے حق مین ویسا ہی نکاح صحیح تھا گو ہمارے حق مین صحیح نہین والثالث ان کل نکاح حرم لحرمۃ المحل کمحارم یقع جائزاً وقال مشائخ العراق لا بل فاسد والاول اصح وعلیہ فتجب النفقۃ ویحد قاذفہ) اور تیسرا قاعدہ یہ ہی کہ جو نکاح حرام ہی بسبب حرمت محل کے جیسے محارم سے نکاح کرنا تو ہمارے مشائخ کے نزدیک جائز ہوگا اور مشائخ عراق نے کہا کہ جائز نہوگا بلکہ فاسد ہوگا اور پہلا قول اصح ہی تو اسی قول پر نفقہ عورت کا واجب ہوگا اور بعد مسلمان ہونے اس نکاح والے کے اگر اسکو کوئی زانی کہیگا تو اُسپر حد ماری جاویگی واجمعوا علی انہم لا یتوارثون لان الارث ثبت بالنص علی خلاف القیاس فی النکاح الصحیح مطلقاً فیقتصر علیہ ابن ملک اور اتفاق کیا ہی فقہانے کہ کفار باہم وارث نہین ہوتے بسبب نکاح محارم کے لیکن نسب کی جہت سے البتہ وارث ہونگے مثلاً ایک کافر نے اپنی بہن سے نکاح کیا اور مرگیا تو عورت بسبب نکاح کے وارث نہوگی لیکن بہن ہونے کی راہ سے وارث بھائی کی ہوگی اسواسطے کہ وراثت زوجین ثابت ہوئی نص سے برخلاف قیاس کے اُس نکاح مین جو علی الاطلاق صحیح ہی تو اسی پر منحصر ہوگی اسواسطے کہ جو برخلاف قیاس ہی وہ عام نہین ہوتا کما ذکرہ ابن ملک وراثت زوجین کی خلاف قیاس اسواسطے ہوئی کہ دونون اجنبی ہین اسلم المتزوجان بلا سماع شہود او فی عدۃ کافر معتقدین ذلک اقرا علیہ لانا امرنا بترکہم

وما یعتقدون اسلام لائے زوج اور زوجہ جنھوں نے نکاح بدون سماع شاہدون کے یا کافر کی عدت مین کیا اور حالانکہ دونون حالت کفر مین اُسکے معتقد تھے
یعنی نکاح بلا شہود اور نکاح عدت کو درست جانتے تھے تو اسی پر ثابت رکھے جاوینگے اسواسطے کہ ہم مامور ہین اُنکے ترک پر اور اُنکے معتقدات کے ترک پر دونون
مسلمان ہوئے ہون یا ایک دونون نے قاضی کے پاس نالش کی ہو یا ایک نے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو کانا ای المتزوجان الذان ہما محرمین واسلم احدہما من او ترافعا
الینا وہما علی الکفر فرق القاضی او الذی حکماہ بینہما لعدم المحلیۃ وبمرافعۃ احدہما لا یفرق لبقاء حق الآخر بخلاف اسلامہ لان الاسلام یعلو ولا یعلی
علیہ اور اگر دونون نکاح کرنے والے جو مسلمان ہوئے محرم ہون یا دو محرمون مین سے ایک مسلمان ہوا یا دونون نے ہمسے نالش کی اور حالانکہ وہ
کافر ہین تو جدائی کرادے دونون کے درمیان مین قاضی یا جسکو انھون نے حکم قرار دیا بسبب عدم محلیت نکاح کے اور دو کافرون مین سے ایک کافر کی نالش
سے تفریق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ حق دوسرے کا باقی رہا بخلاف ایک کے مسلمان ہونے کے اسواسطے کہ اسلام بلند ہی پست نہین ہوسکتا الا اذا طلقہا ثلثا و
طلبت التفریق فانہ یفرق بینہما اجماعاً کما لو خالعہا ثم اقام معہا من غیر عقد او تزوج کتابیۃ فی عدۃ مسلم او تزوجہا قبل زوج آخر وقد
طلقہا ثلثا فانہ فی ہذہ الثلثۃ یفرق من غیر مرافعۃ بحر عن المحیط خلافا عن الزیلعی والحاوی من اشتراط المرافعۃ مگر جب طلاق دی مرد نے عورت کو
تین بار اور عورت نے جدائی چاہی تو یہان فقط ایک کی نالش سے جدائی کرادی جاویگی دونون مین بالاتفاق اسواسطے کہ تین طلاق نکاح کی قاطع
ہین سب دینون مین تو دوسرے کا حق باقی نرہا کذا فی حاشیۃ المدنی جیسے کہ مرد نے عورت سے خلع کیا پھر اُسکے ساتھ قائم رہا بدون عقد کے یا کافر نے نکاح کیا
کتابیہ سے مسلمان کی عدت مین یا عورت سے نکاح کیا قبل دوسرے زوج کے اور حالانکہ اسکو طلاق دے چکا تھا تین بار سو ان تینون شکلون مین تفریق کیجائیگی بدون نالش
کے کذا فی البحر عن المحیط بخلاف زیلعی و حاوی کہ انہین جدائی کے واسطے نالش شرط ہی واذا اسلم احد الزوجین المجوسیین او امراۃ الکتابی عرض الاسلام علی الآخر
فان اسلم فبہا والا بان ابی او سکت فرق بینہما ولو کان الزوج صبیاً ممیزاً اتفاقا علی الاصح والصبیۃ کالصبی فیما ذکر والاصل ان کل من صح
منہ الاسلام اذا اتی بہ صح منہ الاباء اذا عرض علیہ اور جب مسلمان ہوا دو مجوسی زوج اور زوجہ مین سے ایک شخص یا مسلمان ہوئی جورو کتابی کی تو عرض کیا جائیگا
اسلام دوسرے پر یعنی اس سے کہا جائیگا کہ تو بھی مسلمان ہو جا سو اگر وہ بھی مسلمان ہوگیا تو خوب ہوا کہ نکاح باقی رہا اور اگر اُسنے اسلام نہ قبول کیا اسطرح کہ انکار کر گیا یا ساکت
رہا تو دونون مین جدائی کرائی جائیگی اگرچہ زوج لڑکا باتمیز ہو تو بھی اُسکے انکار سے تفریق ہوگی بالاتفاق بنا بر قول اصح کے اور اس تمیز کی حد یہ ہی کہ جب
اسکو ادیان کا تعقل ہو اور بعضون نے سات برس مقرر کیے ہین اور صبیہ مثل صبی کے ہی حکم مذکور مین یعنے اگر زوج کتابی مسلمان ہوا اور اسکی زوجہ صبیہ ہی باتمیز (دینون کا سمجھنا ۱۲)
تو اُس سے بھی مسلمان ہونے کو کہا جائیگا سو اگر وہ مسلمان ہوئی تو نکاح باقی رہیگا اور اگر نہ مسلمان ہوئی تو تفریق واقع ہوگی اور اصل علت اسکی یہ ہی کہ جسکا
مسلمان ہونا صحیح ہی اسلام لانے کے وقت اسکا انکار بھی صحیح ہی اسلام سے عرض اسلام کے وقت فہمیدہ صبی اور صبیہ کا اسلام لانا تو صحیح ہی تو انکا انکار بھی صحیح ہوگا
وینتظر عقل ای تمیز غیر الممیز ولو کان مجنونا لا ینتظر لعدم نہایتہ بل یعرض الاسلام علی ابویہ فایہما اسلم تبعہ فیبقی النکاح فان لم یکن لہ اب نصب القاضی
عنہ وصیا فیقضی علیہ بالفرقۃ باقانی عن البہنسی عن روضۃ العلماء للزاہدی اور صبی غیر ممیز کی عقل یعنے تمیز کا انتظار کیا جائیگا اور اگر زوج مجنون ہی
تو انتظار نہوگا اسواسطے کہ جنون کی کچھ نہایت نہین بلکہ اسلام عرض ہوگا مجنون کے مان باپ پر جو اُن مین سے اسلام قبول کریگا مجنون بھی اسلام
مین اُسکا تابع ہوگا تو نکاح باقی رہیگا پھر اگر اُسکا باپ یا مان نہو تو قائم کرے قاضی مجنون کی طرف سے ایک وصی کو پھر اُسپر حکم ہوگا تفریق کا چنانچہ
اس مسئلہ کو باقانی نے بہنسی سے اور اُسنے زاہدی کے روضۃ العلماء سے نقل کیا ولو اسلم الزوج وہی مجوسیۃ فتہودت او تنصرت بقی نکاحہا
کما لو کانت فی الابتداء کذلک لانہا کتابیۃ مآلا اور اگر مسلمان ہوا زوج اور عورت مجوسیہ تھی پھر یہودیہ ہوگئی یا نصرانیہ تو اُسکا نکاح باقی
رہیگا جیسے کہ اگر عورت پہلے سے یہودیہ یا نصرانیہ ہو تو نکاح بنا رہیگا مجوسیہ کے یہودیہ یا نصرانیہ ہونے سے اسواسطے نکاح باقی رہا کہ وہ اہل کتاب ہوئی باعتبار

انجام کار کے اور مسلم اور کتابیہ مین نکاح درست ہی و التفریق بینہما طلاق ینقص العدد لو ابی الا لو ابت لان الطلاق لایکون من النساء اور تفریق کرنا دونون
مین طلاق بائن ہی کہ کم کرتا ہی عدد طلاق کو یعنی اگر بعد تفریق کے اس عورت سے نکاح کریگا تو زوج تین طلاق کا مالک نرہیگا بلکہ دو ہی کا مالک ہوگا اور اگر
زوجہ لونڈی ہی تو ایک طلاق کا مالک رہیگا تفریق اسوقت طلاق ہی اگر زوج اسلام سے انکار کرے اور اگر عورت انکار کرے تو تفریق طلاق نہین اسواسطے
کہ طلاق عورتون کی جانب سے نہین ہوتی و اباء الممیز و احد ابوی المجنون طلاق فی الاصح وہی من اغرب المسائل حیث یقع الطلاق من صغیر و مجنون زیلعی وفیہ
نظر اذ الطلاق من القاضی وہو علیہما لا منہما فلیسا باہل للایقاع بل للوقوع اور انکار صبی ممیز کا اور مجنون کی مان یا باپ کا طلاق ہی قول اصح مین اور یہ مسئلہ
نہایت عجیب و غریب ہی اسواسطے کہ طلاق واقع ہوئی صغیر اور مجنون کی طرف سے کذا فی الزیلعی شارح نے کہا کہ زیلعی کے کلام مین خلل ہی اسواسطے کہ طلاق واقع
ہوتی ہی قاضی کیطرف سے اور طلاق صغیرہ اور مجنون پر زبردستی ڈالی جاتی ہی نہ کہ اُنکے اختیار سے تو وہ دونون طلاق ڈالنے کے اہل نہین بلکہ طلاق پڑنے کے
اہل ہین پھر جب طلاق اُنکی طرف سے نہوئی تو ہمین تعجب کیا باقی رہا کما لو ورثت قریبہ فانہ تعتق علیہ ولو قال ان جننت فانت طالق فجن لم یقع بخلاف اذا قال ان
دخلت الدار فدخلہا مجنونا وقع جیسا کہ اگر صغیر یا مجنون وارث ہوا اپنے قرابت دار کا تو آزاد ہو جایگا تو یہ آزادی شارع کی طرف سے واقع ہوئی نہ صغیر اور مجنون کی طرف
سے اور اسی طرح اگر مکلف نے اپنی زوجہ سے یون کہا کہ اگر مین مجنون ہو جاؤن تو تجھکو طلاق ہی پھر وہ مجنون ہوگیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ طلاق بعد وجود
شرط کے واقع ہوتی ہی اور یہان شرط تھی جنون پھر جب جنون پایا گیا تو وہ شخص مکلف باقی نرہا بخلاف اسکے کہ اگر اُس نے کہا کہ مین اگر گھر مین داخل ہون تو تجھکو طلاق
ہی پھر گھر مین مجنون ہوکر داخل ہوا تو طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ معلق ہی دخول پر سو دخول پایا گیا تو یہ وقوع ہوا طلاق کا نہ ایقاع اور پہلی صورت مین ایقاع
تھا نہ وقوع اسواسطے واقع نہوا خلاصہ یہ کہ مجنون اور صغیر سے ایقاع طلاق صحیح نہین وقوع طلاق البتہ صحیح ہی اور زیلعی نے ایقاع اور وقوع مین فرق نکیا اسواسطے
تعجب اور غرابت کا قائل ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اسلم احدہما ای احد المجوسین او امراۃ الکتابی ثمہ ای فی دار الحرب و ما لحق بہا کالبحر الملح لم تبن حتی تحیض ثلثا او
تمضی ثلثۃ اشہر قبل اسلام الآخر اقامۃ لشرط الفرقۃ مقام السبب ولیست بعدۃ لدخول غیر المدخول بہا اور اگر اسلام لائے دو مجوسی مرد اور عورت سے ایک یا کتابی کی
عورت مسلمان ہوگئی وہان یعنے دار الحرب مین اور جو کہ دار الحرب سے ملحق ہی جیسے دریاے شور تو عورت نکاح سے جدا نہوگی یہانتک کہ تین بار اُسکو حیض
آوے یا تین مہینے گذر جاوین دوسرے کے مسلمان ہونے کے پہلے واسطے قائم کرنے شرط فرقت کے (یعنی گذر جانا عدت کا) بجاے سبب فرقت کے یعنی انکار
اسلام کا یعنی جب زوجہ اور زوج دونون دار الاسلام مین ہوئے ایک انمین سے دار الحرب مین ہی تو ایک کے مسلمان ہونے سے دوسرے پر عرض اسلام نہین ہوسکتا
کہ وہان مسلمانون کی حکومت نہین اسواسطے اتنی مدت جدائی کی قائم مقام عرض اسلام کے مقرر ہوئی اور یہ مدت عدت نہین ہی اسواسطے کہ عورت غیر مدخولہ
بھی اسمین داخل ہی اور غیر مدخولہ پر عدت نہین ولو اسلم زوج الکتابیۃ ولو مالا کما مر فہی لہ اور اگر مسلمان ہوگیا کتابیہ عورت کا شوہر تو وہ عورت اُسی کی
ہوگی یعنے جدائی دونون مین نہوگی اسواسطے کہ مسلم اور کتابیہ کا نکاح درست ہی اگرچہ عورت پہلے سے کتابیہ نہو بلکہ پہلے مجوسیہ یا مشرکہ ہو آخر کار یہودیہ یا
نصرانیہ ہوگئی چنانچہ سابق مین اسکا مذکور ہو چکا والمرأۃ تبین بتباین الدارین حقیقۃ وحکما اور عورت جدا ہو جاتی ہی اپنے زوج سے بسبب تباین دارین کے
باعتبار تباین حقیقی اور حکمی کے تباین حقیقی یہ کہ دونون شخصون مین دوری واقع ہو جیسے مثلاً زوج دار الاسلام مین ہو اور زوجہ دار الحرب مین اور تباین حکمی یہ کہ مثلاً
دار الحرب کا رہنے والا دار الاسلام مین پھر جانے کے قصد سے نہ آوے بلکہ بطریق سکونت اور توطن کے وارد ہو تو اگر کافر حربی دار الاسلام مین امان لیکر آیا
تو اُسکی زوجہ نہ چھوٹ جاویگی اسواسطے کہ وہ حکماً اپنے ملک مین ہی مگر جبکہ ذمی ہوکر رہیگا تو دونون مین جدائی ہو جاویگی لا بالسبی نہین چھوٹتی عورت
اپنے زوج سے بسبب قید ہو جانے کے یعنی علت فرقت کی تباین دارین ہی امام اعظم رح کے نزدیک نہ مقید ہونا اور امام شافعی کے نزدیک بالعکس ہی فلو
خرج احدہما الینا مسلما او ذمیا او اسلم او صار ذمیا فی دارنا او اخرج مسبیا او دخل دارنا بانت بتباین الدارین اذ اہل الحرب کالموتی ولا نکاح

...من حی و میت سو اگر ایک حربی زوج یا زوجہ دار الاسلام مین نکل آیا مسلمان ہوکر یا ذمی ہوکر یا وہ مسلمان ہوگیا یا دار الاسلام مین ذمی ہوگیا یا نکالا گیا
دار الحرب سے مقید کرکے اور دار الاسلام مین داخل کیا گیا تو عورت چھوٹ گئی اپنے شوہر سے بسبب تباین دارین کے اسواسطے کہ کافر حربی مردہ کے مانند ہین
اور حالانکہ زندہ اور مردہ مین نکاح نہین اور یہی سبب ہے کہ جب مرتد حربیون مین ملا اسپر احکام میت کے جاری ہوتے ہین وان سبیا وخرج الینا معا ذمیین
او مسلمین او ثم اہلما او صارا ذمیین لا تبین لعدم التباین حتی لو کانت السبیۃ منکوحۃ مسلم او ذمی لم تبن اور اگر زوج اور زوجہ دونون ساتھ ہی مقید ہوئے
یا دونون نکل آئے ہماری طرف ساتھی ذمی ہوکر یا مسلمان ہوکر یا دونون نکلے مسلمانون سے امان لیکر پھر اسلام لائے یا امان لیکر نکلے پھر دونون ذمی
ہوگئے تو ان صورتون مین نہ وجہ زوج سے جدا ہوگی بسبب نہونے تباین دارین کے یہانتک کہ اگر عورت مقیدہ منکوحہ ہو مسلم کی یا ذمی کی تو جدا نہوگی اپنے شوہر سے
اسواسطے کہ دونون دار الاسلام مین ہوگئے اختلاف دارین نہین جو موجب ہو فرقت زوجین کا ولو نکحہا ثم خرج قبلہا بانت وان خرجت قبلہ لا وما فی الفتح
عن المحیط تحریف نہر اور اگر نکاح کیا مسلم نے کتابیہ سے وہان یعنی دار الحرب مین پھر نکلا وہان سے قبل عورت کے تو وہ جدا ہوگئی بسبب اختلاف دارین کے اور اگر
نکلی عورت قبل مرد کے تو جدائی نہوئی اسواسطے کہ اگرچہ اختلاف حقیقی ہوا لیکن اختلاف حکمی نہین ہوا کیونکہ مسلم دار الاسلام کا مقیم ہے نہ دار الحرب کا اور جو روایت کہ
فتح القدیر مین محیط سے منقول ہے وہ تحریف ہے کذا فی النہر الفائق فتح القدیر مین محیط سے منقول ہے کہ اگر مسلم عورت کو نکال لایا دار الاسلام مین اور پہلے نکاح
اس سے کرچکا تھا دار الحرب مین تو وہ جدا ہوگئی صاحب نہر الفائق نے کہا کہ مین نے محیط رضوی کو دیکھا تو اُسمین یہ مضمون تھا کہ مسلم نے حربیہ کتابیہ سے دار الحرب
مین نکاح کیا پھر نکلا وہان سے اکیلا بدون عورت کے تو عورت جدا ہوگئی اور اگر عورت مرد سے پہلے نکلی تو جدا نہوئی تو صاف معلوم ہوگیا کہ فتح القدیر کی نقل روایت
محیط مین تحریف اور تبدیل واقع ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی ومن ہاجرت الینا مسلمۃ او ذمیۃ غیر حاملۃ بانت بلا عدۃ فیحل تزوجہا اما الحامل فحتی تضع علی الاظہر
لا للعدۃ بل لشغل الرحم بحق الغیر اور جس عورت نے کہ ہجرت کی ہماری طرف یعنی دار الحرب سے دار الاسلام مین آئی مسلمان ہوکر یا ذمیہ ہوکر دران حالیکہ وہ حاملہ نہین تو
وہ جدا ہوگئی اپنے زوج سے بدون عدت کے پھر جب امام کے نزدیک اُسپر عدت واجب نہوئی تو فوراً اُس سے نکاح کرلینا درست ہوا لیکن اگر مہاجرہ حاملہ ہے تو اُس سے نکاح کرنا
تب درست ہوگا جب وہ جنے بنا بر قول اظہر کے حمل تک نکاح کرنا بسبب عدت کے نہین بلکہ بسبب خالی نہونے رحم کے حق غیر سے وارتداد احدہما ای الزوجین فسخ
فلا ینقص عدد الطلاق عاجل بلا قضاء اور مرتد ہونا ایک کا زوجین مین سے بالفعل فسخ ہے نکاح کا تو حکم قاضی کی حاجت نہین ارتداد طلاق نہین بلکہ فسخ ہے تو عدد
طلاق نہ کم ہوگا سو اگر مرد چند بار مرتد ہوگیا اور پھر بار مسلمان ہوا اور ہر بار تازہ نکاح کرلیا امام کے نزدیک عورت حلال ہوگی دوسرے زوج کی وطی کی حاجت نہین
کذا فی الطحطاوی ناقلا عن الخانیۃ فللموطوءۃ ولو حکما کل مہرہا لتاکدہ بہ سو جس عورت کی وطی ہوگئی اگرچہ وطی حکمی ہو جیسے خلوت صحیحہ تو عورت کا کل مہر واجب
ہوگا بسبب مستحکم ہوجانے مہر کے وطی سے خواہ مرد مرتد ہوا ہو خواہ عورت کذا فی الطحطاوی ولغیرہا النصف لو ہی الا المتعۃ ولو ارتد فعلیہ نفقۃ العدۃ اور
جس عورت کی وطی نہین ہوئی تو اسکو نصف مہر ملیگا اگر مہر معین ہوا اور اگر معین نہین تو متعہ یعنی پوشاک پاویگی اور اگر مرد مرتد ہوا تو نصف مہر اور متعہ عورت کو
ملیگی اور مرد پر نفقہ عدت کا واجب ہوگا اور اگر عورت مدخولہ نہین تو عدت واجب ہے نہ نفقہ کذا فی حاشیۃ المدنی ولا شئ من المہر والنفقۃ سوی السکنی بہ یفتی
لو ارتدت لمجیئ الفرقۃ منہا قبل تاکدہ اور اگر عورت مرتد ہوئی تو کچھ مہر اور نفقہ مرد پر نہین سوائے مکان سکونت کے اسی پر فتوی ہے مہر اور نفقہ اسواسطے نہوا کہ جدائی
عورت کی طرف سے ہوئی قبل محکم ہونے مہر کے اسواسطے کہ مہر محکم ہوتا ہے دخول یا موت سے سو یہان پایا نہین گیا سکنی مرد پر اسوقت واجب ہوگا جب بادشاہ حکم
کرے زوج کو کہ عورت کو اپنے پاس قید مین رکھ اور اگر بادشاہ خود قید کرے تو زوج پر سکنی واجب نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ماتت فی العدۃ ورثہا زوجہا المسلم
استحسانا اور اگر عورت مرتدہ مرگئی عدت مین تو وارث ہوگا اُسکا زوج مسلم بدلیل استحسان وصرحوا بتعزیرہا خمسۃ وسبعین او تصریح کی فقہائے عورت مرتدہ کو تعزیر
دینے کی پچھتر کوڑے سے اور یہ مذہب ہے ابو یوسف کا اور امام اور محمد کے نزدیک نہایت تعزیر آزاد کی ننانوے کوڑے ہین حلوی مین کہا کہ ابو یوسف کے

قول پر فتوے ہے اور بحرالرائق مین کہا کہ یہی معتمد ہے کذا فی الطحطاوی والمدنی وتجبر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح زجرا لہا بمہر یسیر کدینار وعلیہ الفتوے
ولوالجیہ اور زبردستی کی جاوے عورت مرتدہ کے اسلام پر اور تجدید نکاح پر جھڑکی کے واسطے تھوڑے مہر پر جیسے ایک دینار پر یعنی اقل مہر پر اور اسی روایت
پر فتوی ہے کذا فی الولوالجیہ تو ہر قاضی پر ضرور ہے کہ تجدید نکاح کی کردے عورت خوش ہو یا ناخوش اور اگر زوج اُسکے نکاح سے راضی ہو یا ساکت رہے تو اسپر جبر نہین
اور مردوسے نکاح اُسکا کردے جبر اسلام اور تجدید نکاح پر اس صورت مین ہے جب عورت ابطال نکاح کیواسطے ارتداد اختیار کرے چنانچہ فتاوی عالمگیری مین اسکی
تصریح کی ہے کہ اگر عورت کلمہ کفر کا زبان پر جاری کرے زوج کو رنج دینے کے واسطے اور مہر بڑھانے کیواسطے بسبب نکاح جدید کے تو اُسکو زبردستی مسلمان کرنا چاہیے
اور ہر قاضی اسکا نکاح جدید کردے تھوڑے مہر پر کذا فی حاشیۃ المدنی وافتی مشائخ بلخ بعدم الفرقۃ بردتہا زجرا وتیسیرا لاسیما التی تقع فی المکفر ثم تنکر قال
فی النہر والافتاء بہذا اولی من الافتاء بما فی النوادر اور فتوے دیا مشائخ بلخ نے جدائی نہ پڑنے کا عورت کے مرتدہ ہونے سے عورت کی جھڑکی کیواسطے تاکہ
شوہر پر اُسکا حیلہ نہ چلے اور خلق پر آسانی کے واسطے جہان قاضی اور حاکم نہ ہو علی الخصوص وہ عورت کہ موجبات کفر کرے پھر منکر ہو جاوے نہر الفائق مین
کہا کہ اس روایت پر فتوی دینا بہتر ہے نوادر کی روایت کے فتوے سے لکن قال المصنف ومن تفحص احوال نساء زماننا وما یقع منہن من موجبات الردۃ
مکررا فی کل یوم لم یتوقف فی الافتاء بروایۃ النوادر اقول وقد بسطت فی القنیۃ والمجتبی والفتح والبحر وحاصلہا انہا بالردۃ تسترق وتکون فیئا
للمسلمین عند ابی حنیفۃ ویشتریہا الزوج من الامام ان لم تکن مصرفا او یصرفہا الیہ ان کانت مصرفا ولو استولی علیہا الزوج بعد الردۃ ملکہا ولہ بیعہا ما لم تکن
ولدت منہ فتکون کام الولد لیکن مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین کہا کہ جو کوئی تفحص اور تلاش کرے ہمارے زمانے کی عورتون کے احوال کو اور جو اُنسے
موجبات ارتداد واقع ہوتے ہین مکرر ہر دن مین تو توقف اور تردد نکرے نوادر کی روایت پر فتوی دینے سے شارح کہتا ہے مین کہتا ہون کہ نوادر کی
روایت مبسوط اور شرح ہے قنیہ اور مجتبی اور فتح القدیر اور بحرالرائق مین اور خلاصہ اس روایت کا یہ ہے کہ عورت بسبب مرتد ہونے کے لونڈی بنائی جاتی ہے اور
مسلمانون کے واسطے غنیمت ہو جاتی ہے نزدیک امام ابوحنیفہ کے اور مول لیوے زوج اُسکو امام سے اگر وہ مصرف غنیمت کا نہو یا زوج اُسکو اپنے صرف مین
لادے اگر وہ مصرف ہو غنیمت کا اور اگر زوج اُسپر مسلط ہو بعد ارتداد کے مالک ہوگا اُسکا اور اُسکو اسکا بیچ ڈالنا درست ہے جبتک عورت جنی نہو زوج سے اور اگر زوج
کا لڑکا عورت جنے تو وہ ام ولد کے مثل ہو جاویگی نقل المصنف فی کتاب الغصب ان عمر رضی اللہ عنہ ہجم علی نائحۃ فضربہا بالدرۃ حتی سقط خمارہا فقیل لہ یا امیر المومنین قد
سقط خمارہا فقال انہا لاحرمۃ لہا ومن ہذا قال الفقیہ ابوبکر البلخی حین مر بنساء علی شط نہر کاشفات الرؤس والذراع فقیل لہ کیف تمر فقال لاحرمۃ لہن انما الشک
فی ایمانہن کانہن حربیات اور نقل کیا مصنف نے کتاب الغصب مین کہ البتہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ دفعۃً جا پڑے ایک عورت نوحہ گر پر پھر اُسکو دُرے سے
مارا یہانتک کہ اُسکے سر کا کپڑا اگر پڑا تو لوگون نے اُنسے کہا کہ یا امیر المومنین اُسکے سر کا کپڑا اگر پڑا اور حالانکہ عورت کا سر کھولنا جائز نہین تو فرمایا فاروق اعظم
نے کہ مقرر اس عورت کی کچھ حرمت اور عزت نہین اسواسطے کہ خدا کی نافرمانی پر سرگرم ہے اور گاہے نوحہ گری مرتد بھی کردیتی ہے اور اس جگہ سے فقیہ ابوبکر
بلخی نے جب کہ وہ گذرے عورتون پر جو نہر کے کنارے پر سر اور ہاتھ کھولے تھین تو اُنسے لوگون نے کہا کہ آپ کیونکر انکو برہنہ دیکھکر اُنکے پاس ہوکر نکلے
تو فقیہ موصوف نے کہا کہ اُنکی کچھ عزت اور حرمت نہین اُنکے تو ایمان مین شک ہے گویا کہ وہ حربی عورتین ہین اور حربی عورتین لونڈیان ہین تو اُنکے سر اور
ہاتھ واجب الستر نہین ہم یہ نقل مصنف کی استدلال نہین بلکہ روایت سابقہ کی استیناس ہے اسواسطے کہ غالب حال نوحہ گری کا یہ ہے کہ باعث ارتداد کا ہو جاتا ہے کذا فی
حاشیۃ الطحطاوی ویبقی النکاح ان ارتدا معاً بان لم یعلم السبق فیجعل کالغرقی ثم اسلما کذلک استحساناً اور باقی رہیگا نکاح اگر زوج اور زوجہ ساتھ ہی مرتد ہو جاوین
پھر اسیطرح ساتھ ہی مسلمان ہون ساتھ مرتد ہون جیسے شلاً دونون یکبارگی بت کو سجدہ کرین یا معاذ اللہ قرآن مجید کو اہانت سے پھینک دین یا اس طرح کہ دونون
مین سے کسی کے ارتداد کی سبقت نہ معلوم ہو تو غرقی کے مانند قرار دیے جاوینگے یعنے دو شخص غرق ہو گئے یا جل گئے اور معلوم نہین کہ کون پہلے ڈوبا یا کون پہلے

جلا تو دونوں ساتھی غریق اور حریق قرار دیے جاوینگے کوئی اُنمین ایک دوسرے کا وارث ہوگا اور یہ نکاح باقی رہنا بدلیل استحسان کے ہی نہ بطور قیاس کے اسواسطے کہ جب
ایک کا ارتداد منافی ہو النکاح کا تو دونون کا ارتداد بطریق اولی منافی ہوگا وفسد ان اسلم احدھما قبل الآخر ولا مہر قبل الدخول والا فالمہر لو ہو نصفہ ومتعۃ اور فاسد
ہوگا نکاح اگر مسلمان ہوا ایک قبل دوسرے کے اور مہر نہ ہوگا قبل دخول کے اگر عورت پیچھے مرد سے مسلمان ہوئی اور اگر مرد عورت سے پیچھے مسلمان ہو تو نصف مہر
واجب ہوگا اگر مہر معین تھا اور اگر مہر معین نہین تو متعہ واجب ہوگا اور اگر بعد دخول کے ارتداد اور اسلام ہوا تو مہر مسمی یا مہر مثل واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی والولد
یتبع خیر الابوین دینًا ان اتحدت الدار ولو حکما بان کان الصغیر فی دارنا والاب ثمۃ بخلاف العکس اور لڑکا تابع ہو والدین مین سے بہتر دین والے کا یعنی
اگر باپ مسلمان ہی تو لڑکا باپ کا تابع ہوگا دین مین اور اگر مان مسلمان ہی تو مان کا تابع ہوگا بشرطیکہ ملک متحد ہو اگرچہ حکمی اتحاد ہو اسطرح کہ لڑکا ہمارے
ملک مین ہو اور مان اسکی ذمیہ ہی اور باپ وہان یعنی دار الحرب مین اسلام لایا ہو تو اگرچہ یہان حقیقت مین اختلاف دارین ہی لیکن باپ بسبب اسلام کے دار الاسلام
مین حکما داخل ہی بخلاف بالعکس کے یعنی لڑکا دار الحرب مین ہو اور باپ دار الاسلام مین مسلمان ہوا ہو تو اس صورت مین لڑکا اسلام مین باپ کا تابع نہ ہوگا
بسبب اختلاف دارین کے حقیقۃً وحکمًا والمجوسی ومثلہ کوثنی وسائر اہل الشرک شر من الکتابی والنصرانی شر من الیہودی فی الدارین لانہ لا ذبیحۃ لہ بل یخنق
کمجوسی وفی الآخرۃ اشد عذابا اور مجوسی اور اسکے مانند جیسے بت پرست اور باقی اہل شرک جنکا دین آسمانی نہین وہ بدتر ہین کتابی سے اسواسطے کہ اہل کتاب کا
دین باعتبار دعوے کے آسمانی ہی اسیواسطے انکا ذبیحہ حلال ہی بخلاف مجوس کے تو اگر مجوسی اور کتابی سے لڑکا پیدا ہوگا تو کتابی شمار ہوگا اور نصرانی بدتر ہی یہودی
سے دارین مین اسواسطے کہ نصرانی کا ذبیحہ نہین بطور عادت کے بلکہ نصرانی جانور کا گلا گھونٹ ڈالتا ہی مجوسی کی طرح ہان اگر نصرانی بوجہ شرع حلال کریگا تو ذبیحہ
حلال ہوگا یہ برائیان دنیاوی ہوئین اور آخرت مین سخت تر عذاب ہی نصرانی پر بہ نسبت یہودی کے اسواسطے کہ نزاع نصاری کا الٰہیات مین ہی اور نزاع یہود کا
نبوت مین لیکن اگر نصرانی اور یہودی کا لڑکا ہوگا تو یہودی ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر وفی الجامع الفصولین لو قال النصرانیۃ خیر من الیہودیۃ او المجوسیۃ
کفر لاثباتہ الخیر لما قبح بالقطعی لکن ورد فی السنۃ ان المجوسی اسعد حالا من المعتزلۃ لاثبات المجوسی خالقین فقط وہولاء خالقا لا عدد لہ بزازیۃ ونہر اور جامع الفصولین
مین ہی اگر کوئی کہے دین نصاری کا بہتر ہی یہود کے دین سے یا مجوس کے دین سے تو کافر ہو جائیگا بسبب ثابت کرنے بہتری کے اسکو جو دلیل قطعی سے
قبیح ہی یعنی سوا دین اسلام کے سب دینون سے خیریت اور بہتری سلوب ہی لیکن حدیث مین وارد ہی کہ مجوسی خوشحال ہی معتزلہ سے اسواسطے کہ مجوسی فقط دو خالق
کو ثابت کرتا ہی اور معتزلہ بیشمار خالق ثابت کرتے ہین کذا فی البزازیۃ والنہر مسند امام اعظم وغیرہ مین بروایت صحیح ثابت ہی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
القدریۃ مجوس ہذہ الامۃ یعنی قدریہ مجوس ہین اس امت کے قدریہ سے مراد وہ فرقہ ہی جو منکر ہی قدر (تقدیر) کا اور معتزلہ قائل ہین کہ خدا خالق شر کا نہین بلکہ
شر بندون کا مخلوق ہی تو بہت خالق ٹھہرے اور مجوسی قائل ہین دو خالق کے ایک نور جسکو یزدان کہتے ہین اور دوسر ظلمت جسکو اہرمن بولتے ہین ولو تمجس ابو صغیرۃ
نصرانیۃ تحت مسلم بانت بلا مہر ولو کانت قد ماتت الام نصرانیۃ مثلا وکذا عکسہ لم تبن لتناہی التبعیۃ بموت احدہما ذمیا او مسلما او مرتدا فلم تبطل بکفر الآخر
اور اگر مجوسی ہو گیا صغیرہ نصرانیہ کا باپ جو مسلمان کے نیچے ہی تو جدا ہو جائیگی نصرانیہ بدون مہر کے اسواسطے کہ صغیرہ نصرانیہ تابع ہوگی دین مین باپ کی
پھر جب وہ مجوسی ٹھہری تو نکاح ٹوٹ گیا اور اگر صغیرہ کی مان نصرانیہ مثلًا یا یہودیہ مر چکی ہو اور باپ اسکا مجوسی ہو جاوے اور اسیطرح بالعکس یعنی باپ صغیرہ کا نصرانی
مر چکا ہو اور مان اسکی مجوسیہ ہو جاوے تو صغیرہ جدا نہوگی مسلم سے بسبب تناہی ہونے تابعداری کے ایک کی موت پر ذمی ہوکر یا مسلمان ہوکر یا مرتد ہوکر تو تابعداری
باطل نہوگی دوسرے کے کفر سے یعنی جب صغیرہ کی مان یا باپ ذمی یا مسلمان یا مرتد ہو کر مرا تو تبعیت دین کی ختم ہوگئی اب دوسرے کے کافر ہونے سے نکاح نہ ٹوٹ جائیگا مان یا باپ
کے مرتد ہونے سے اسواسطے نکاح باقی رہیگا کہ مرتد بجبر مسلمان کیا جاتا ہی اسکے مرتد ہونے سے لڑکا مرتد نہین ہوتا وفی المحیط لو ارتدا لم تبن ما لم یلحقا اور محیط مین ہی کہ اگر
مان اور باپ صغیرہ کے دونون مرتد ہو گئے تو صغیرہ جدا نہوگی اپنے زوج مسلم سے جبتک وہ دونون دار الحرب مین صغیرہ کو لیکر نملین ارتداد والدین سے جدائی اسواسطے نہوئی کہ ہنوز

احکام اسلام کے دونون پر قائم ہین کیونکہ اُنپر جبر کرنا مسلمان ہونے کے واسطے ثابت ہی اور انکا کسب ورثہ مسلمین کا ہی اور جب دار الحرب مین صغیرہ کو لیکر جالے تو
اُنکا حربی ہونا ثابت ہوگیا اور حکومت مسلمین سے بالکل باہر ہوگئے اور اگر صغیرہ دار الاسلام مین ہی تو بھی نکاح قائم رہیگا اسواسطے کہ اُسکا اسلام حکمی موجود ہی ذو بلغت
عاقلة مسلمة ثم جنت فارتد الم بتبن مطلقا اور اگر صغیرہ منکوحہ مسلم کی بالغ ہوئی عاقل مسلمان ہوکر پھر مجنون ہوگئی پھر اسکے ماں باپ مرتد ہوگئے تو اپنے زوج سے
جدا نہو گی کسی طرح خواہ والدین دار الحرب مین جالے ہون خواہ نہ لے ہون اسواسطے کہ عورت خود اصلی مسلمان ہوچکی اب تبعیت والدین کی باقی نرہی مسلم تحتہ
نصرانية فتمجسا او تنصرا بانت ایک مسلمان کے نیچے نصرانیہ ہی پھر زوج اور زوجہ مجوسی ہوگئے یا نصرانی ہوگئے تو نکاح ٹوٹ جائیگا عورت جدا ہوگی نزدیک
ابو یوسف رح کے اسواسطے کہ سبب فرقت کا یعنی ارتداد فقط زوج کی طرف سے ہوا اور عورت تو کافرہ تھی اصلیہ کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یصح ان ینکح مرتد او مرتدۃ
احدا من الناس مطلقا اور نہین صحیح ہی کہ نکاح کرے مرد مرتد او عورت مرتدہ سے کوئی آدمی مطلقا یعنی نہ مرتد نہ مسلم نہ کافر اسواسطے کہ مرتد مستحق ہی قتل کا اور چند
روز مہلت بضرورت تامل کے ہی کہ شاید سمجھکر مسلمان ہوجاوے اور مرتد واجب الحبس ہی واسطے تامل کے تو فوائد نکاح کے دونون مین کسی کو حاصل نہین اسلم الکافر
وتحتہ خمس نسوة فصاعدا او اختان او ام وبنتها بطل نکاحهن ان تزوجهن بعقد واحد فان رتب فالآخر باطل مسلمان ہوا ایک کافر اور
اسکے نیچے پانچ عورتین ہین یا زیادہ یا اُسکے نیچے دو بہنین ہین یا ماں اور اسکی بیٹی ہی تو نکاح اُن عورتون کا باطل ہی اگر اُنسے نکاح ایک عقد مین کیا اور اگر نکاح بترتیب
کیا یعنی اول پہلی سے پھر دوسری سے علی ہذا القیاس پانچوین تک یا ایک عقد مین تین سے اور دوسرے عقد مین دو سے کیا یا اول ایک بہن سے نکاح کیا پھر دوسری
سے وعلی ہذا القیاس ماں اور بیٹی مین بھی نکاح مرتب ہوا تو پچھلا نکاح باطل ہوگا یعنی پانچوین عورت کا یا دوسری بہن کا یا ماں کا یا بیٹی کا وخیرہ محمد والشافعی رح
بحدیث فیروز اور اختیار دیا ہی اُسکو محمد رح اور شافعی رح نے حدیث فیروز کی دلیل سے یعنی محمد اور شافعی رح نے مختار کیا ہی اسلام لانے والے کو چار عورتون کے رکھنے
مین کوئی ہون اور دو بہنون مین بھی اختیار ہی کہ جسکو چاہے رکھے اور ماں اور بیٹی کے نکاح مین فقط بیٹی کو اختیار کرے یا دونون کو چھوڑ دے ابو داؤد اور ترمذی
اور ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان مین ضحاک ابن فیروز عن ابیہ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فیروز دیلمی سے اور حالانکہ وہ مسلمان ہوا تھا اور
اُسکے نیچے دو بہنین تھین کہ ان دو مین سے جسکو تیرا جی چاہے اختیار کر اور دوسری کو طلاق دے اور ترمذی مین مروی ہی کہ غیلان بن سلمہ ثقفی مسلمان ہوا اور اسکے
پاس دس عورتین تھین جاہلیت مین وہ بھی مسلمان ہوئین تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا کہ ان عورتون مین سے چار کو اختیار کرلے کذا فی حاشیۃ المدنی قلنا کان تخییرہ
فی التزوج بعد الفرقة محمد رح اور شافعی رح کے جواب مین ہم کہینگے کہ حضرت کا اختیار دینا نکاح کرنے مین ہی بعد فرقت کے یعنی نکاح سابق باطل ہوگیا پھر نکاح جدید مین فیروز
اور غیلان کو مختار کیا کہ جس سے چاہین کرلین بلغت المسلمة المنکوحة ولم تصف الاسلام بانت ولا مهر قبل الدخول وینبغی ان یذکر اللہ تعالی بجمیع صفات عندها و
تقر بذلک کما فی الکافی بالغ ہوئی مسلمہ منکوحہ اور بیان نکر سکی ارکان اسلام کو بسبب جہل کے تو جدا ہوگی شوہر سے اور اُسکو مہر نہ ملیگا قبل دخول کے اور لائق ہی
زوج کو کہ ذکر کرے حق تعالی کو اُسکی جمیع صفات سے عورت کے پاس اور اُس سے اُسکا اقرار کراوے کذا فی الکافی یعنی اُس سے یون کہلاوے کہ آیا خدا
ایسا ہی تو اگر وہ کہے کہ ہان ایسا ہی تو وہ مسلمان ہی نکاح قائم رہا اور اگر اسلام کو بوجھتی ہو اور بیان نکر سکتی ہو تو بھی نکاح موجود ہی کذا فی حاشیۃ المدنی عن الکافی

باب القسم

بفتح القاف القسمة وبالکسر النصیب یہ باب ہی ازواج کے برابر رکھنے کا قسم بفتح قاف اور سکون سین بمعنی قسمت کے اور قسم بکسر قاف بمعنی نصیب اور حصہ کے
ہی اور یہان مراد تسویہ منکوحات ہی یجب وظاہر الآیة انہ فرض ان یعدل ای ان لا یجور فیہ ای فی القسم بالتسویة فی البیتوتة وفی الملبوس
والماکول والصحبة لا فی المجامعة کالمحبة واجب ہی اور ظاہر آیت کا یہ ہی کہ فرض ہی عدل کرنا یعنے جور اور ظلم نہ کرنا قسم مین اسطرح کہ برابر رکھنا چاہیے
منکوحات کو شب باشی مین اور لباس اور کھانے اور موانست مین نہ جماع کرنے مین مثل محبت کے یعنے جماع مین برابری ضرور نہین اسواسطے کہ

جماع نشاط خاطر پر موقوف ہی اور اسی طرح محبت مین بھی برابر رکھنا ضرور نہین اسواسطے کہ محبت آدمی کے اختیار مین نہین بل یستحب ویسقط حقہا بمرۃ ویجب
دیانۃ احیانا جماع واجب نہین بلکہ مستحب ہی اور ساقط ہوتا ہی حق عورت کا ایکبار جماع کرنے سے باعتبار حکم قضا کے اور واجب ہی جماع باعتبار دیانت کے
گاہ گاہ ولا یبلغ مدۃ الایلاء الا برضاہا اور نہ پہونچے چھوڑنا جماع کا ایلاء کی مدت تک یعنی حرہ کے حق مین چار مہینے اور لونڈی کے حق مین دو مہینے تارک
کی نوبت نہ پہونچے مگر عورت کی خوشی سے ویؤمر المتعبد بصحبتہا احیانا اور امر کیا جاوے عابد کو عورت کی صحبت کا گاہ گاہ اور اسیطرح جو شخص مشغول ہو
لونڈیون کے تصرف کا اسکو بھی موانست ازواج کا قاضی حکم کریگا گاہے گاہے یعنی اسمین مدت مقرر نہین وقدرہ الطحاوی بیوم ولیلۃ من کل اربع لحرۃ وسبع
لامۃ اور ٹھہرائی ہی مدت صحبت کی طحاوی نے ہر چار دن مین ایک رات اور دن حرہ کے واسطے اور ہر ہفتے مین ایک رات اور دن منکوحہ لونڈی کے واسطے
ولو تضررت من کثرۃ جماعہ لم تجز الزیادۃ علی قدر طاقتہا والرای فی تعیین المقدار للقاضی بما یظن طاقتہا نہر بحثا اور اگر ضرر ہو عورت کو کثرت جماع زوج
سے تو جائز نہین زیادتی اسکی قدر طاقت پر اور تجویز تعیین مقدار جماع کی قاضی پر ہی جسقدر عورت کی طاقت کو گمان کرے کذا فی النہر از روے
بحث کے شرح ملتقی مین کہا ہی کہ مقرر کرنا مقدار جماع کا مین نے اپنے علما کی کتب مین نہین دیکھا البتہ کتب مالکیہ مین ہی کہ چار بار دن اور چار بار رات کو چاہیے اور بعضی
روایت مین دو بار دن اور دو بار رات اور نہر الفائق مین کہا کہ میرے نزدیک قاضی کی تجویز تعیین مقدار مین پسند ہی اور حالانکہ جو مسئلہ ہمارے مذہب مین مصرح نہو تو امام مالک کی
طرف رجوع کرنا چاہیے چنانچہ حموی نے حاشیہ اشباہ مین اسکو مصرح کیا ہی تو صاحب نہر الفائق کی تجویز اور بحث کوئی وجہ معقول نہین کذا فی حاشیۃ المدنی بلا فرق
بین فحل وخصی وعنین ومجبوب ومریض وصحیح وصبی دخل بامرأتہ وبالغ لم یدخل بحر بحثا واقرہ المصنف قسم زوج پر واجب ہی بدون فرق کے درمیان
فحل اور خصی کے اور نامرد اور مقطوع الذکر کے اور بلا فرق درمیان بیمار اور تندرست اور صبی کے جو وطی کر چکا ہی اپنی عورت کی اور بلا فرق بالغ کے جسنے وطی نہین
کی چنانچہ یہ مسئلہ بحر الرائق مین ہی بحث کرکے اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین فحل وہ جسکا آلہ تناسل صحیح اور جماع پر قادر ہو اور خصی وہ جسکے خصیے
نکال ڈالے گئے ہون یعنی خصی اور عنین اور مجبوب سے ہر چند جماع متصور نہین تو بھی انکو شب باشی اپنی منکوحات کے ساتھ واجب ہی مانند فحل کے واسطے
صحبت اور موانست کے نہ واسطے جماع کے ومریضۃ وصحیحۃ وحائض وذات نفاس ومجنونۃ لا تخاف ورتقاء وقرناء وصغیرۃ یمکن وطؤہا
ومحرمۃ ومظاہرۃ ومولی منہا ومقابلاتہن وکذا مطلقۃ رجعیۃ ان قصد رجعتہا والا لا بحر اور قسم واجب ہی بلا فرق درمیان عورت بیمار اور تندرست کے
اور حائض اور نفاس والی کے اور ایسی مجنونہ کے جس سے خوف ضرر رسانی کا نہین اور بدون فرق رتقا اور قرنا کے رتقا وہ عورت جسکی شرمگاہ بند ہو
لائق دخول کے نہو اور قرنا وہ عورت جسکی شرمگاہ مین ہڈی زائد مانع ہو جماع کی اور بدون فرق اس صغیرہ کے جس سے وطی کرنا ممکن ہو اور بلا فرق محرمہ کے
جسنے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اور بدون فرق مظاہرہ یعنی جسکو محارم کے ساتھ تشبیہ دی اور بدون فرق اس عورت کے جس سے ایلا کیا یعنی چار مہینے
تک جماع نہ کرنے کی قسم کھائی اور بلا فرق انکے مقابلات کے یعنی غیر محرمہ اور جس سے ظہار اور ایلا نہین کیا اور اسی طرح سے مطلقہ رجعیہ اگر اسکے ساتھ قصد رجوع
کرنے کا ہو اور اگر قصد رجوع کا نہو تو اسکے ساتھ قسم نہین کذا فی البحر خلاصہ یہ کہ منکوحات مذکورہ کے ساتھ شب باشی وغیرہ واجب ہی واسطے دفع وحشت کے نہ
جماع کے ولو اقام عند واحدۃ شہرا فی غیر سفر ثم خاصمتہ الاخری فی ذلک یؤمر بالعدل بینہما فی المستقبل وہدر ما مضی وان اثم بہ
لان القسمۃ تکون بعد الطلب اور اگر اقامت کی زوج نے ایک زوجہ کے پاس ایک مہینہ بدون سفر کے پھر جھگڑا کیا زوج سے دوسری زوجہ نے اسمین تو
زوج کو دونون کے برابر رکھنے کا حکم ہوگا زمانہ آیندہ مین اور جو زمانہ ماضی مین ہو چکا اسکا عوض نہین اگرچہ زوج اسکے سبب سے گنہگار رہا اسواسطے کہ قسمت
بعد طلب کے ہوتی ہی اور طلب نہین ہوئی مگر زمانہ مستقبل مین وان عاد الی الجور بعد نہی القاضی عزر بغیر حبس جوہرۃ لتفویتہ الحق وہذا اذا لم یقل انما
فعلت ذلک لان خیار الدور الی فحینئذ یقضی القاضی بقدرہ نہر بحثا اور اگر پھر ظلم کیا زوج نے بعد منع کرنے قاضی کے یعنی ایک

منکوحہ کے پاس زیادہ رہا تو اسکو تعزیر دی جاویگی بدون قید کے کذا فی الجوہرہ تعزیر ہوگی بسبب نوبت کردینے زوج کے یعنی حق زوجہ کا فوت کردیا اور ممنوع شرعی کا مرتکب ہوا اور یہ تعزیر اسوقت ہوگی جب کہ زوج نے نہ کہا ہو کہ مین ایک کے پاس زیادہ اسواسطے ٹھہرا کہ اختیار دورہ کا مجھکو ہی یعنی دوسری زوجہ کی باری مین اسیقدر اسکے پاس بھی رہونگا تو اُسوقت مین قاضی حکم کرے اسیقدر کا یعنی جتنا ایک کے پاس ہا دوسری کے پاس بھی اتنا ہی رہے کذا فی النہر بحثا والبکر والثیب والجدیدۃ والقدیمۃ والمسلمۃ والکتابیۃ سواء لاطلاق الآیۃ اور باکرہ اور ثیبہ اور جدیدہ اور قدیمہ اور مسلمہ اور کتابیہ سب برابر ہین بسبب مطلق ہونے آیت قرآنی کے عدل منکوحات مین اور مسند امام احمد مین حدیث مرفوع ہی کہ جسکی دو عورتین ہون اور وہ ایک کی طرف مائل ہو تو وہ قیامت مین آویگا اور اُسکا آدھا بدن ٹیڑھا ہوگا یہ حدیث بھی مطلق ہی باکرہ اور ثیبہ اور قدیمہ اور جدیدہ وغیرہ کا اُسمین کچھ فرق نہین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک باکرہ سے نکاح کرے تو سات دن اُسکے پاس رہے اور اگر ثیبہ سے نکاح کرے تو تین دن اُسکے پاس رہے چنانچہ حدیث مین آیا ہی کہ باکرہ کے سات دن اور ثیبہ کے تین دن ہین تو حدیث مذکور کا یہ مطلب ہی کہ ابتداے نوبت جدیدہ سے چاہیے نہ زیادتی نوبت کی یعنی اگر سات دن باکرہ کے پاس رہے تو اور ازواج کے پاس بھی سات دن رہے اور اگر تین دن ثیبہ کے پاس رہے تو اسیقدر اور منکوحات کے پاس بھی رہنا چاہیے کذا فی حاشیۃ المدنی وللامۃ والمکاتبۃ وام الولد والمدبرۃ والمبعضۃ نصف ما للحرۃ ای من البیتوتۃ والسکنی معها اما النفقۃ فبحالها اور قسم لونڈی اور مکاتبہ اور ام ولد اور مدبرہ اور معضہ کیواسطے بقدر نصف حرہ کے ہی یعنی شب باشی اور اُسکے ساتھ رہنے مین لیکن نفقہ پس معتبر ہی بقدر حال زوجین کے تونگری اور افلاس مین خلاصہ یہ ہی کہ اگر لونڈی اور مکاتبہ منکوحہ ہو تو اُنکی باری حرہ سے آدھی ہی مثلاً ایک مرد کے پاس ایک حرہ اور ایک لونڈی منکوحہ ہو تو دو شب حرہ کے پاس رہے اور ایک شب لونڈی کے پاس معضہ وہ عورت جو کل آزاد ہو نصف آزاد دیا ربع ولا قسم فی السفر دفعا للحرج فلہ السفر بمن شاء منهن والقرعۃ احب تطییبا لقلوبهن اور سفر مین باری نہین واسطے دفع حرج کے تو مرد کو اختیار ہی جسکو چاہے اُنمین سے سفر مین لیجاوے اور قرعہ کرلینا مستحب ہی ازواج کا دل خوش کرنے کے واسطے اور قرعہ کا یہ طریق ہی کہ ایک پرچہ کاغذ مین سفر کا لفظ لکھا اور دوسرے کاغذ مین حضر کا لفظ لکھا پھر انٹی یا مٹھی مین اندر کرکے گولی بنائے پھر کسی لڑکے کو دے کہ ہر عورت کو حوالہ کرے جسکے پاس سفر کی گولی جاوے اُسکو ساتھ لے کذا فی الطحطاوی والمدنی عن القهستانی ولو ترکت قسمتها بالکسر ای نوبتها لضرتها صح ولها الرجوع فی ذلک فی المستقبل لانه ما وجب فما سقط اور اگر ایک زوجہ اپنی باری چھوڑے اپنی سوت کیواسطے تو یہ درست ہی اور اسکو رجوع کرنا یعنی باری دیکر پھیر لینا بھی اسمین جائز ہی زمانہ آیندہ مین اسواسطے کہ زمان مستقبل مین حق عورت کا واجب نہین تو اُسکے ساقط کرنے سے ساقط بھی نہوگا ولو جعلتہ لمعینۃ ہل لہ جعلہ لغیرها ذکر الشافعی لا وفی البحر بحثا نعم ونازعہ فی النہر اور اگر ایک عورت نے اپنی باری مخصوص ایک سوت کو دی تو آیا زوج کو جائز ہی کہ اُسکے سوا دوسری کے واسطے مقرر کرے شافعی نے ذکر کیا کہ دوسری کو باری دینا جائز نہین اور بحر الرائق مین بعد گفتگو کے کہا کہ ہان زوج کو اختیار ہی اور نزاع کیا ہی اُس سے نہر الفائق مین ہم بحر الرائق مین کہا کہ شاید مشائخ حنفیہ نے اس تفصیل شافعیہ کو اسواسطے ذکر نہین کیا کہ یہ ہبہ اسقاط ہی زوج سے تو اسمین زوج کا اختیار ہوگا خواہ زوج کو ہبہ کرے خواہ سوت کو نہر الفائق مین کہا کہ سوت کو دینے سے زوج کا حق ہوجاوے یہ مسلم نہین اسواسطے کہ باری عورت کا حق ہی جسے چاہے لے جاہے ترک کرے طحطاوی نے کہا کہ باری عورت کا حق ہی قبل اسقاط کے اور بعد اسقاط کے زوج کا اختیار ہی نزدیک مشائخ کے کذا فی حاشیۃ المدنی ویقیم عند کل واحدۃ منها یوما ولیلۃ لکن انما تلزمہ التسویۃ فی اللیل حتی لو جاء للاولی بعد الغروب وللثانیۃ بعد العشاء فقد ترک القسم اور ٹھہرے ہر ایک کے پاس دو عورتوں مین سے ایک دن اور ایک رات اور جو دو کا حال وہی چار کا حال لیکن برابری تو زوج کو رات مین لازم ہی یہانتک کہ اگر آیا زوج پہلی عورت کے پاس بعد غروب کے اور دوسری کے پاس بعد عشا کے تو البتہ اُس نے چھوڑا عدل کو خلاصہ یہ کہ عورتون کے پاس رات کے رہنے مین زیادتی کمی نہ کرے اور دن کو اختیار ہی یہانتک کہ اگر ایک کے پاس دن بھر رہا اور دوسری کے پاس ایک لحظہ ٹھہرا تو جائز ہی کذا فی حاشیۃ المدنی عن فتح القدیر ولا یجامعها فی غیر نوبتها ولو نهارا وکذا لا یدخل علیها بالیل الا لعیادتها ولو اشتد ففی الجوہرۃ لا بأس ان یقیم عندها حتی تشفی او تموت انتہی

یعنی ان لم یکن عندہا من یونسہا اور جماع نہ کرے عورت سے اسکی باری کے سوا مین اگرچہ دن ہو اور اسیطرح سواے باری کے رات کو اُسکے پاس نجاوے مگر
اُسکی عیادت کیواسطے اور اگر زوجہ کی بیماری سخت ہو تو جو بہرہ مین ہی کہ کچھ مضائقہ نہین کہ ٹھہرا رہے اُسکے پاس یہانتک کہ اُسکو آرام ہو یا مرجاے فقط یعنی اسقدر بیمار
عورت کے پاس ٹہرنا اس صورت مین ہی جبکہ اُسکے پاس کوئی مونس اور غمخوار نہو ولو مرض ہو فی بیتہ دعی کلا فی نوبتہا لانہ لو کان صحیحا وارادو بذلک ینبغی ان یقبل منہ نہر اور
اگر بیمار ہو زوج اپنے گھر مین تو بلاوے ہر عورت کو اُسکی باری مین اسواسطے کہ اگر تندرست ہوا اور یہی ارادہ کرے یعنی بلانے کا تو لائق ہی کہ اسکا امر قبول کیا جاوے
کذا فی النہر وان شاء ثلثا ای ثلثۃ ایام ولیا لیہا اور اگر چاہے تین دن اور تین راتین ہر ایک کے پاس رہے ولا یقیم عند احدٰھما اکثر الا باذن الاخری ظہیریۃ
وزاد فی الخانیۃ والرای فی البداءۃ فی القسم الیہ وکذا فی مقدار الدور ہدایۃ تبیین نہ ٹھہرے دو مین سے ایک کے پاس زیادہ مگر دوسری کی اجازت سے کذا فی
الخلاصۃ اور زیادہ کیا ہی خانیہ مین اور تجویز شروع باری مین زوج کی طرف ہی لینے مثلاً اگر سفر سے آوے تو جسکے پاس چاہے رہے اور اسی طرح مقدار دور کی زوج کے
اختیار مین ہی چاہے ہر ایک پاس سات سات دن رہے چاہے کم و بیش کذا فی الہدایہ والتبیین وقیدہ فی الفتح بحثا بمدۃ الایلاء اوجمعۃ وعممہ فی البحر فنظر فیہ فی النہر
قال المصنف وظاہر بحثہما انہما لم یطلعا علی ما فی الخلاصۃ من التقیید بثلثۃ ایام کما عولنا علیہ فی المختصر واللہ اعلم اور مقید کیا ہی فتح القدیر مین مدت دور کو از رو
بحث کے ساتھ مدت ایلا کے بلکہ ساتھ مدت ایک ہفتہ کے اور عام رکھا ہی مدت دور کو بحر الرائق مین سو اعتراض کیا ہی عموم بحر مین صاحب نہر الفائق نے
کہا مصنف نے منح الغفار مین اور ظاہر بحث صاحب فتح القدیر اور بحر الرائق کی دلالت کرتی ہی کہ دونون مطلع نہین ہوئے اس روایت پر جو خلاصہ مین ہی یعنی تین
دن کو تقیید سے جیسا کہ ہمنے اسی خلاصہ کی روایت پر اعتماد کیا ہی مختصر مین یعنی تنویر الابصار مین واللہ اعلم فتح القدیر مین کہا کہ اطلاق دور کا معتبر نہین اسواسطے کہ اگر ایک
ایک برس کا دورہ زوج مقرر کرے تو یہ اطلاق خیال مین نہین آتا بلکہ مدت ایلا تک یعنی چار مہینے تک مطلق رکھنا بھی لائق نہین اور جبکہ باری تانیس اور دفع وحشت کے
لیے واجب ہی تو قریب مدت اعتبار کرنا چاہیے اور میرے گمان مین یہ ہی کہ ایک ہفتہ سے زیادہ دورہ مقرر کرنا ضرر رسانی ہی مگر یہ کہ دونون اسپر راضی ہو جاوین فقط تو معلوم
ہوا کہ شارح کی عبارت مین لفظا و معنی بل ہی اسیواسطے مترجم نے ویسا ہی ترجمہ کیا اور بحر الرائق مین کہا کہ مدت دور کی مطلق ہی اسواسطے کہ جب دورہ برابر ہوا
تو کچھ ضرر رسانی نہین کیونکہ عورت اپنی باری کے آنے پر مطمئن رہیگی اور نہر الفائق مین کہا کہ اطلاق دور مین نفی مضرت کی مسلم نہین فقط یعنی مثلاً اگر مدت دور کی دس
برس ہوئی اور زوج قبل آنے باری دوسری عورت کے مر گیا تو صریح مضرت ہی اور مصنف جو خلاصہ کی عبارت سے تین دن کی تقیید سمجھا سو بھی لائق اعتماد کے نہین اسواسطے
کہ خلاصہ کی عبارت محتمل ہی تمثیل کی نہ تحدید کی اور شارح قہستانی نے خانیہ اور سراجیہ سے نقل کیا کہ زوج کو اختیار ہی کہ ہر ایک عورت کے پاس سات سات دن رہے
اور بلا شک شروح متون کی ترجیح مین مقدم ہین فتاوون پر کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو کان عملہ لیلا کالحارس ذکر الشافعیۃ انہ یقسم نہارا
وہو حسن اگر کام زوج کا رات کو ہو جیسے چوکیدار اور اُسکی دو یا تین عورتین ہون تو شافعیون نے ذکر کیا ہی کہ وہ دن کو باری مقرر کرے شارح نے کہا کہ یہ کلام شافعیون
کا خوب ہی وحقہ علیہا ان تطیعہ فی کل مباح یامرہا بہ اور حق زوج کا زوجہ پر یہ ہی کہ اُسکی اطاعت کرے ہر ایک امر مباح مین جسکا عورت سے حکم کرے
ظاہر یہ ہی کہ امر مباح زوج کے امر سے عورت پر واجب ہوتا ہی جیسے حکم سلطان کا رعیت پر اور زوج کو جائز ہی کہ ترک آرائش سے اور ترک نماز اور
طہارت سے اور وطی کی عدم اجابت سے عورت کو مارے کذا فی فتح القدیر اور اگر مرد کے پاس عورت ہو کہ نماز نہ پڑھتی ہو تو اُسکو طلاق دینا جائز ہی اگرچہ ادائے
مہر پر قادر نہو اور اگر عورت کا باپ لنگڑا ہو اور اُسکا کوئی خبر گیر نہو اور زوج اُسکے پاس جانے سے منع کرتا ہو تو اس صورت مین عورت کو نافرمانی زوج کی جائز
ہی اور خدمت باپ کی ضرور ہی باپ خواہ مسلمان ہو خواہ کافر کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن العالمگیریۃ وله منعہا من الغزل اور جائز ہی مرد کو عورت کا منع کرنا سوت
کاتنے سے اسواسطے کہ نفقہ اُسکا زوج پر واجب ہی ومن اکل ما یتاذی من رائحتہ اور مرد کو جائز ہی کہ عورت کو منع کرے اُس چیز کے کھانے سے جسکی بو سے
اُسکو تکلیف ہوتی ہو جیسے کچا پیاز اور لہسن اور مولے اور حقہ کشی اسواسطے کہ بوسہ لینا حق ہی زوج کا اور بدبو سے نفرت آتی ہی اور سید اسعد مدنی نے

اسنے فتاوے مین مصرح کیا ہی کہ زوج کو اگر مکروہ معلوم ہو تو حقہ پینے سے عورت کو منع کرے کذا فی حاشیۃ المدنی بل وفی الخنار والنقش ان تاذی بہ لکنہ شہروتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی بلکہ زوج کو اختیار ہی کہ مہندی لگانے اور نقش کاری سے منع کرے عورت کو اگر اسکی بو سے اسکو تکلیف ہوتی ہو کذا فی النہر الفائق اور اس مقام کی پوری تقریر ملتقی کے حاشیہ مین مین نے بیان کی ہو م بدائع مین ہی کہ احکام نکاح سے ایک معاشرت بالمعروف ہی بموجب آیت قرآنی کے یعنی احسان اور کرم کرنا عورت سے باعتبار قول اور فعل اور خلق کے اور معاشرت بالمعروف کے بعضون نے یہ معنی کہے کہ مرد عورت سے ایسا سلوک کرے جو اپنی ذات کیواسطے پسند رکھتا ہی اور یہ حسن سلوک دونون طرف سے مستحب ہی اور احکام نکاح سے یہ ہی کہ اگر عورت نافرمانی زوج کی کرے تو اول اسکو نصیحت کرے اگر نصیحت نہ مانے تو کلام کرنا اور پاس لیٹنا اور جماع کرنا ترک کرے اگر اس سے بھی نہ باز آوے تو پھر مارنا جائز ہی کذا فی حاشیۃ المدنی اور مکروہ ہی مرد کو اپنی عورت سے وطی کرنا صبی عاقل اور اندھے اور اسکی سوت کے نزدیک اور اسی طرح اپنی لونڈی اور اسکی لونڈی کے روبرو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

باب الرضاع

یہ باب ہی رضاع کا یعنی اسمین احکام شیرخوارگی کے مذکور ہین ہو لغۃ بفتح وکسر مص الثدی وشرعا مص من ثدی آدمیۃ ولو بکرا او میتۃ او آیسۃ والحق بالمص الوجور والسعوط رضاع بفتح وکسر لغت مین چوسنا ہی چھاتی کا اور شرع مین چوسنا ہی عورت کی چھاتی سے اگرچہ عورت کواری ہو یا مردہ یا بڑھی اور چوسنے سے ملحق ہی حلق مین ڈالنا اور ناک سے سڑکنا یہ اشارہ ہی صاحب بحر الرائق کی معترض کہ اسنے کہا کہ کبھی مص ہوتا ہی اور پیٹ مین نہین جاتا اور گاہے رضاع ثابت ہوتا ہی بدون مص کے جیسے کہ وجور اور سعوط مین شارح نے جواب دیا کہ وجور اور سعوط ملحق ہی مص سے اور چونکہ سبب غالب پیٹ مین جانے کا مص ہوتا ہی اسیواسطے اسیکو ذکر کیا نہر الفائق مین کہا کہ مص مستلزم ہی وصول کا اسواسطے کہ صاحب قاموس نے مص کو شرب رقیق کر تعبیر کیا ہی فی وقت مخصوص ہو حولان ونصف عندہ وحولان فقط عندہما وہو الاصح فتح وبہ یفتی کما فی تصحیح القدوری عن العون مص ہو وقت مخصوص مین وہ وقت اڑھائی برس ہین امام کے نزدیک اور فقط دو برس ہین صاحبین کے نزدیک اور یہی مذہب صاحبین کا اصح ہی کذا فی فتح القدیر اور اسی پر فتوی ہی کما فی تصحیح القدوری ناقلا عن عون الدرایۃ وفی نسخۃ عن العیون اور لفظ حولین کاملین سے جو کلام مجید مین واقع ہی ثابت ہوتا ہی کہ رضاع بعد تمامی حولین کے نہین اور طحاوی نے اسی روایت کو پسند کیا ہی لکن فی الجوہرۃ انہ فی الحولین ونصف ولو بعد الفطام محرم وعلیہ الفتوے لیکن جوہرہ مین ہی کہ البتہ رضاع اڑھائی برس کے اندر اگرچہ بعد چھوڑانے کے ہو حرمت ثابت کرتا ہی اور اسی روایت پر فتوی ہی (کما فی الولوالجیۃ) اور یہی ظاہر الروایت ہی کما فی الخانیۃ اور فتح القدیر مین واقعات ناطفی سے منقول ہی کہ فتوے ہی ظاہر الروایت پر کذا فی حاشیۃ المدنی تو معلوم ہوا کہ مدت رضاع مین فتوے مختلف ہی تو اس صورت مین ظاہر الروایت مرجح ہوگی واستدلوا لقول الامام (بقولہ تعالی وحملہ وفصالہ ثلثون شہرا) اے مدۃ کل منہما ثلثون اور استدلال کیا ہی علمانے واسطے قول امام کے حق تعالی کے اس قول پاک سے کہ حمل لڑکے کا اور دودھ سے چھوٹنا اسکا تیس مہینے مین ہی یعنی مدت ہر ایک کی دونون مین سے تیس مہینے ہین یعنے حمل بھی تیس مہینے اور فصال بھی تیس مہینے اسواسطے کہ حق تعالی نے دو چیزین ذکر کین اور دونون کی مدت مقرر فرمائی تو وہ پوری مدت دونون مین سے ہر ایک کے واسطے ہوگی جیسے کوئی مدت مقرر کرے دو قرض کیواسطے یون کہکر کہ زید کے مجھپر ایک ہزار درم اور پانچ من جو ہین مہینہ بھر کے وعدہ سے تو مہینہ بھر درم کی بھی مدت ہوتی اور پورا مہینہ جو کی بھی مدت ہوگی ایکن سوال ہوتا ہی کہ اس تقریر سے لازم آتا ہی کہ مدت حمل اڑھائی برس ہو اور حالانکہ امام کے نزدیک حمل کی مدت دو برس سے زیادہ نہین تو اسکا جواب شارح نے اپنے آیندہ قول مین دیا غیر ان النقص فی الاول قام بقول عائشۃ لا یبقی الولد اکثر من سنتین ومثلہ لا یعرف الا سماعا مگر یہ کہ کمی چھ مہینے کی اول امر مین یعنی حمل مین ثابت ہوئی عائشہ صدیقہ کے قول سے فرمایا کہ نہین باقی رہتا ہی لڑکا پیٹ مین زیادہ دو برس سے اور مثل اس مضمون کا معلوم نہین ہو سکتا مگر شارع کی سماع سے یعنی تعیین مدت مین اجتہاد مجتہد کو دخل نہین تو یقیناً معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا تو اسوقت مین قول صحابی کا قائم مقام حدیث مرفوع کے ہو گیا چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسکی شرح نخبۃ الفکر مین

اسطرح بیان کیا ہی اور قول حضرت صدیقہؓ کا سنن دارقطنی اور بیہقی مین جمیلہ بنت سعد کی روایت سے موجود ہی کذافی حاشیۃ المدنی پھر یہان دوسرا سوال وارد ہوا
کہ امام نے تخصیص آیت کی حدیث سے کیونکر تجویز کی حالانکہ آیت قطعی ہی اور حدیث ظنی اور تخصیص قطعی کی ظنی سے جائز نہین اسکا جواب شارح نے اگلے قول سے دیا ولانہا
مأولۃ لتوزیعہم الاجل علی الاقل والاکثر فلم تکن دلالتہا قطعیۃ اور آیت موصوفہ ماول ہی یعنی اپنے ظاہری معنی پر محمول نہین بسبب تقسیم کرنے علما کے مدت کو اقل مدت
حمل پر اور فصال اکثر مدت پر یعنی صاحبین اور شافعی وغیرہ نے تیس مہینے کو یون تقسیم کیا کہ چھ مہینے حمل کی مراد رکھے اور دو برس فصال کی پھر جب تیس مہینے کی مدت حمل اور
فصال پر اسطرح تقسیم ہوئی تو دلالت آیت کی قطعی نرہی ظنی ہوگئی اور حدیث بھی ظنی ہی تو تخصیص ظنی کی ظنی سے درست ہوگئی علی ان الواجب علی المقلد العمل بقول
المجتہد وان لم یظہر دلیلہ کما افادہ فی رسم المفتی علاوہ استدلال سے یہ ہی کہ مقلد پر واجب ہی عمل کرنا مجتہد کے قول پر اگرچہ اسکی دلیل ظاہر نہو چنانچہ قاضیخان نے اسکو بیان کیا ہی اپنے
فتاوی مین رسم مفتی کے مقام مین یعنی اگر کوئی بسبب دقت کلام کے استدلال امام کو نہ سمجھے تو کچھ حرج نہین اسواسطے کہ جسکو اجتہاد کا پایہ نہین اسپر تقلید مجتہد کے قول کی
واجب ہی گو اسکی دلیل کو نجانے تو حنفی مذہب کو یہ شانا امام کا قول کافی ہی دلیل کا سمجھنا اسپر ضرور نہین لکن فی آخر الحاوی فان خالفاہ قیل یخیر المفتی والاصح ان العبرۃ
لقوۃ الدلیل لیکن حاوی قدسی کے آخر مین یون ہی کہ اگر مخالفت کی صاحبینؒ نے امام کے کسی مسئلہ مین تو بعضون نے کہا ہی کہ مختار ہی مفتی دونون قول مین
جس قول پر چاہے فتوی دے اور بعضون نے کہا کہ امام کے قول کو مقدم رکھے اور اصح یہ ہی کہ اختلاف امام اور صاحبین مین قوت دلیل کا اعتبار ہی یعنی اگر امامؒ
کی دلیل قوی ہی تو امامؒ کے قول پر فتوی دے اور اگر صاحبین کی دلیل قوی ہی تو انکے قول پر مفتی فتوی دے لیکن قوت دلیل کو کون سمجھ سکتا ہی سوائے اہل اجتہاد کے
اور صاحب بحر الرائق اور نہر الفائق کہ گونہ پایہ اجتہاد کا رکھتے ہین مصرح کرچکے ہین کہ مدت رضاع مین دلیل صاحبینؒ کی قوی ہی کما قال تعالی (والوالدات یرضعن اولادہن
حولین کاملین) کذافی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی ثم الخلاف فی التحریم اما لزوم اجر الرضاع للمطلقۃ فمقدر بحولین بالاجماع پھر معلوم کیا چاہیے کہ اختلاف امام
اور صاحبین کا تحریم مین ہی یعنے امام کے نزدیک اڑھائی برس کے اندر دودھ پینے سے حرمت مرضعہ وغیرہ کی ثابت ہوتی ہی اور صاحبین کے نزدیک فقط دو برس
کے اندر لیکن لازم ہونا دودھ پلانے کی اجرت کا مطلقہ کیواسطے سو دو ہی برس کر مقدر ہی باجماع امام اور صاحبین کے یعنی اگر زوج زوجہ کو طلاق دے اور وہ لڑکے کو
دودھ پلائے جائے بعد طلاق تو فقط دو ہی برس تک بالاتفاق اجرت پاویگی نہ دو برس سے زیادہ ویثبت التحریم فی المدۃ فقط ولو بعد الفطام والاستغناء
بالطعام علی ظاہر المذہب وعلیہ الفتوی فتح وغیرہ قال المصنف تبعا للبحر فما فی الزیلعی خلاف المعتمد لان الفتوی متی اختلف رجح ظاہر الروایۃ اور ثابت ہوتی ہی
تحریم مدت رضاع مین فقط یعنی بعد مدت کے شیرخوارگی سے تحریم نہین مدت کے اندر تحریم ثابت ہی اگرچہ رضاعت ہو بعد دودھ چھوڑانے کے اور بسبب استغنای
طعام کے ہو بنابر ظاہر مذہب کے یعنی اگر مدت کے اندر مثلاً چھ مہینے کے بعد لڑکا روٹی دال کھانے لگا ہو اور دودھ چھوڑ چکا ہو تو بھی اگر دو برس کے اندر دودھ پھر پیے گا
تو حرمت ثابت ہوگی اور اسی روایت پر فتوی ہی چنانچہ فتح القدیر وغیرہ مین مصرح ہی کہا مصنف نے بحر الرائق کی پیروی سے سو جو روایت کہ زیلعی مین ہی مخالف ہی معتمد
کے زیلعی نے کہا کہ حسن نے امام سے روایت کی کہ اگر لڑکے کو دودھ کے سوا کھانے کی عادت ہوگئی قبل گذرنے مدت رضاع کے تو تحریم نہین ثابت ہوتی اور
اسی پر فتوی ہی مصنف نے کہا کہ یہ قول لائق اعتماد کے نہین اسواسطے کہ جب فتوی مختلف ہوا تو ظاہر الروایت کو ترجیح ہوئی اور ظاہر الروایت یہی ہی کہ مدت کے
اندر مطلقاً تحریم ثابت ہی کذافی حاشیۃ المدنی ولم یبح الارضاع بعد مدتہ لانہ جزء آدمی والانتفاع بہ بغیر ضرورۃ حرام علی الصحیح شرح الوہبانیۃ اور مباح نہین
دودھ پلانا بعد مدت رضاع کے یعنی دو برس کے بعد اسواسطے کہ دودھ جزو ہی آدمی کا اور نفع لینا جزو آدمی سے بغیر ضرورت شرعی کے حرام ہی بنابر قول صحیح کے کذافی شرح الوہبانیہ
یعنی بعد دو برس کے لڑکا کھانے پینے لگتا ہی اب ماں کے دودھ کی ضرورت نرہی یہان شبہہ ہوتا تھا کہ جب انتفاع آدمی کے دودھ سے بضرورت جائز ہوا تو بطور علاج
کے استعمال اسکا جائز ہونا چاہیے سو اس وہم کو شارح نے اپنے اگلے قول سے دفع کیا وفی البحر لا یجوز التداوی بالمحرم فی ظاہر المذہب اصلہ بول الماکول کما مر اور
بحر الرائق مین ہی کہ جائز نہین دوا کرنا حرام چیز سے ظاہر مذہب مین اور اصل تداوی بالمحرم کی ماخوذ ہی تداوی بول ماکول اللحم سے چنانچہ کتاب الطہارۃ مین

قبل فصل بیر کے اسکا مذکور ہوچکا شارح نے وہان کہا کہ تداوی بالمحرم مین اختلاف ہی ظاہر مذہب مین تو منع ہی اور بعضون نے کہا جائز ہی سبب شفا کمین
معلوم ہو اور کوئی دوسری دوا اُسکے سوا نہو اور اسی روایت پر فتوی ہی جیسے شراب جائز ہی پیاسے کو و للاب اجبار امتہ علی فطام ولدہا منہ قبل الحولین
انہ لم یضرہ اے الولد الفطام کما لہ ایضاً اجبار ہا ای امتہ علی الارضاع اور باپ کو جائز ہی اپنی لونڈی سے زبردستی کرنا اُسکے لڑکے کے دودھ چھوڑانے
پر جو لڑکا مولی کے نطفے سے ہی دودھ چھوڑانے پر جبر جائز ہی قبل دو برس کے اگر لڑکے کو دودھ چھوڑانا مضرت نکرے جسطرح باپ کو جبر کرنا اپنی لونڈی پر دودھ
پلانے پر بھی جائز ہی یعنی لونڈی مال ہی مولی کا تو اُسکو دودھ پلانے اور چھوڑانے پر اختیار ہی لڑکا مولی کے نطفہ سے ہو یا غیر کے نطفے سے ہان اگر غیر نے حریت اولاد کی شرط
کرلی ہو تو مولی کو جبر کرنا جائز نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولیس لہ ذلک یعنی الاجبار بنوعیہ مع زوجتہ لحرۃ ولو قبلہما لان حق التربیۃ لہا جوہرہ اور باپ کو یہ جائز نہین
یعنی دونون قسم کا جبر اپنی زوجہ حرہ کے ساتھ اگرچہ قبل مدت دو برس کے ہو ہو اسطے کہ حق پرورش کا زوجہ کیواسطے ہی تو دودھ پلانے اور چھوڑانے مین حرہ کا اختیار ہی کذا فی الجوہرہ
یعنی دودھ چھوڑانے اور دودھ پلانے مین اگرچہ قبل مدت کے ہو زوج کو جبر کرنا جائز نہین ہان بعد مدت کے دودھ چھوڑانے پر اُسکو جبر کرنا درست ہی و یثبت بہ لو بین الحربین بزازیہ
وان قل ان علم وصولہ لجوفہ من فمہ او انفہ لاغیر فلو التقم الحلمۃ ولم یدر ادخل اللبن فی حلقہ ام لالم یحرم لان فی المانع شکا ولوالجیہ اور ثابت ہوتا ہی یعنے دائی کا مان ہونا
دودھ پینے سے اگرچہ یہ فعل دو حربی کافرون مین ہو کذا فی البزازیہ اگرچہ دودھ نہایت قلیل ہو بشرطیکہ معلوم ہو دودھ کا پیٹ مین پہونچنا لڑکے کے منھ سے یا اُسکی
ناک سے نہ اور طریق سے یعنی کان مین ٹپکانے سے یا حقنہ وغیرہ سے سو اگر لڑکے نے سر پستان کو منھ مین لیا اور معلوم نہوا کہ دودھ حلق مین داخل ہوا یا نہین تو حرمت نہ
ثابت ہوگی اسواسطے کہ حلت کے مانع مین شک ہی یعنی حلت اصل ہی اور بالیقین ثابت ہی اور مانع حلت مین یعنی دودھ کے اندر جانے مین شک ہی تو شک سے یقین نہین زائل
ہوتا کذا فی الولوالجیۃ ولو ارضعہا اکثر اہل القریۃ ثم لم یدر فارادوا احدہم تزوجہا ان لم یظہر علامۃ ولم لشہد بذلک جاز خانیہ اور اگر دودھ پلایا ایک عورت کو اکثر اہل قریہ نے پھر
معلوم نہ ہا کہ کون کون عورت نے اُسکو دودھ پلایا ہی پھر ارادہ کیا اہل قریہ مین سے کسی نے اُس عورت سے نکاح کا تو اگر علامت ظاہر نہو اور کوئی تعیین رضعہ کا گواہ نہو تو نکاح
کرنا جائز ہی کذا فی الخانیہ طحطاوی نے کہا کہ اس علامت کو کسی نے تفسیر نہین کیا اور ممکن ہی کہ علامت کو یون بیان کیجیے کہ مثلاً ایک عورت دودھ پلائی والی بہت آتی جاتی ہو
جہان صبیہ رہتی ستی یا اُسی گھر مین وہ رہتی ہو تو یہ نشان قوی ہی دودھ پلانے پر اور تقوی ایسے مسائل مین یہ ہی کہ مواقع اشتباہ مین نکاح نکرے اور ولوالجیہ مین ہی کہ عورتون
پر واجب ہی کہ ہر لڑکے کو دودھ نہ پلاوین بلا ضرورت اور اگر پلاوین تو یاد رکھین بلکہ لکھ رکھین یعنے تا نادانستگی مین حرام نہ واقع ہو اور خانیہ مین ہی کہ عورت کو اجنبی
لڑکے کا دودھ پلانا بدون اجازت شوہر کے مکروہ ہی مگر جب ہلاک ہونے کا خوف ہو تو مضائقہ نہین اور محیط مین ہی کہ مرد کو مناسب نہین کہ اپنے لڑکے کو احمق عورت
کا دودھ پلاوے اسواسطے کہ حدیث مین منع ہی کہ دودھ کا اثر ہوتا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی مومیۃ المرضعۃ للرضیع و یثبت ابوۃ زوج مرضعۃ اذا کان لبنہا منہ
لہ والا لاکما یجی ثابت ہوتا ہی مان ہونا دائی کا شیرخوارگی کے واسطے اور ثابت ہوتا ہی باپ ہونا دائی کے زوج کا جبکہ دودھ دائی کا اُسی زوج سے ہو اور
اگر دودھ دائی کا پہلے زوج سے ہو تو زوج ثانی کا باپ ہونا ثابت نہ ہوگا بلکہ شیرخوار ربیب رضاعی ہوگا زوج ثانی کا چنانچہ اسکی تصریح آگے آویگی
فیحرم منہ ای بسببہ ما یحرم من النسب رواہ الشیخان واستثنی بعضہم احدی وعشرین صورۃ وجمعہا فی قولہ پس حرام ہوتا ہی اُس سے بسبب رضاعت کے جو
حرام ہی نسب سے یہ حدیث بالمعنی ہی روایت کیا ہی اسکو بخاری اور مسلم نے مرفوع ابو ہریرہ سے اور ابن عباس رض کی روایت سے ان الفاظ سے کہ (یحرم
من الرضاعۃ ما یحرم من النسب) اور عموم اس حدیث سے بعض علمانے اکیس صورتین مستثنی کی ہین اور انکو اپنی آیندہ قول مین نظم کیا ہی سے یفارق النسب الارضاع
فی صور کام نافلۃ او جدۃ الولد جدا ہی دودھ پلانا نسب سے چند صورتون مین چنانچہ پوتے کی مان یا لڑکے کی نانی یعنی پوتے کی رضاعی مان دادا کو حلال ہی مثلاً زید کا
بیٹا محمود ہی اور محمود کا بیٹا خالد ہی سو خالد کو ایک اجنبی عورت کریمہ نے دودھ پلایا تو زید کو کریمہ سے نکاح کرنا حلال ہی بخلاف نسب کے کہ پوتے کی مان نسبی دادا کو
حلال نہین اسواسطے کہ خالد کی مان زوجہ ہی محمود کی تو بہو ہوئی زید کی اور اگر محمود کا بیٹا رضاعی ہو اسطرح کہ محمود کی زوجہ نے بکر کو دودھ پلایا ہو تو زید کو

بکر کی نسبی ماں سے نکاح درست ہی اور اسیطرح بکر کو زوجہ محمود کے سواے اگر حلیمہ نے دودھ پلایا ہو تو حلیمہ بھی زید کو حلال ہی اور لڑکے کی نانی حلال ہی اسطرح کہ زید کے بیٹے عبداللہ کو حمیدہ نے دودھ پلایا تو حمیدہ کی ماں جو نانی ہوئی عبداللہ کی سو زید کو حلال ہی بخلاف نسب کے کہ عبداللہ کی نانی نسبی خوشدامن ہی زید کی تو اسپر حرام ہی اور اسیطرح زید کا بیٹا ہی

رضاعی خالد اسکا نام تو خالد کی نانی نسبی ہو یا رضاعی زید کو حلال ہی ۵ وام اخت اخت ابن ام اخ + وام خال وعمۃ ابن اعمۃ + اور حلال ہی باعتبار رضاعت کے بہن کی ماں اور بیٹے کی بہن اور بھائی کی ماں اور ماموں کی ماں اور بیٹے کی پھوپھی سو بہن کی ماں سو اسکی بھی تین صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ ماں رضاعی ہو اور بہن نسبی مثلاً زید کی سگی بہن کو حافظہ نے دودھ پلایا تو زید کو حافظہ سے نکاح درست ہی دوسری صورت یہ کہ بہن رضاعی ہو اور اسکی ماں نسبی جیسے زید کی رضاعی بہن رشیدہ ہی تو زید پر رشیدہ کی ماں نسبی حلال ہی اور تیسری صورت یہ ہی کہ ماں بھی رضاعی ہو اور بہن بھی رضاعی چنانچہ مثال سابق میں رشیدہ کی رضاعی ماں زید پر حلال ہی اور بیٹے کی بہن کی بھی تین صورتیں ہیں پہلی یہ کہ بہن رضاعی اور بیٹا نسبی چنانچہ زید کا بیٹا ہی خالد اور اسکی رضاعی بہن ہی فریدہ یعنی خالد اور فریدہ نے ایک اجنبی عورت کا دودھ پیا تو زید کو فریدہ حلال ہی دوسری یہ کہ بیٹا فقط رضاعی ہو جیسے زید کا بیٹا ناصر ہی رضاعی اور ناصر کی بہن نسبی زینب ہی تو زید پر زینب حلال ہی تیسری یہ کہ بیٹا بھی رضاعی اور اسکی بہن بھی رضاعی جیسے کہ مثال سابق میں ناصر کی بہن رضاعی زید پر حلال ہی اور بھائی کی ماں اسکی بھی تین صورتیں ہیں چنانچہ اسکی تفصیل بہن کی ماں میں مذکور ہو چکی اور ماموں کی ماں اسکی بھی تین صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ زید کے ماموں نسبی کو دودھ پلایا … نے تو زید کو ماموں کی دائی حلال ہی دوسری یہ کہ زید کے رضاعی ماموں کی نسبی ماں زید کو حلال ہی تیسری یہ کہ زید کے رضاعی ماموں کی رضاعی ماں زید پر حلال ہی اور اگر ماموں اور اسکی ماں دونوں نسبی ہوں تو حلال نہیں اسواسطے کہ ماموں کی ماں یا سگی نانی ہی یا نانا کی منکوحہ اور بیٹے کی پھوپھی اسکی بھی تین صورتیں ہیں پہلی یہ کہ زید کا بیٹا نسبی ہی حسن کہ سنے دودھ پیا اجنبی عورت کا جو زوجہ ہی خالد کی اور خالد کی بہن ہی عظیمہ تو عظیمہ رضاعی پھوپھی ہوئی حسن کی سو عظیمہ زید پر حلال ہی دوسری یہ کہ زید کا بیٹا رضاعی ہی قاسم سو قاسم کی نسبی عمہ زید پر حلال ہی تیسری یہ کہ قاسم نے زید کی زوجہ کے سواے کریمہ کا دودھ پیا تو کریمہ کے خاوند کی بہن زید پر حلال ہی اور اگر بیٹا اور اسکی عمہ دونوں نسبی ہوں تو زید پر اسکی عمہ حلال نہوگی اسواسطے کہ وہ بہن ہی زید کی مع ہذا تک

اکیس صورتیں جو نظم میں مندرج تھیں مفصلاً بیان ہو چکیں اسواسطے کہ ناظم نے سات صورتیں نظم کی ہیں اور ہر ایک صورت میں تین تین صورتیں محتمل ہیں تو سب اکیس ہوئیں الا ام اخیہ واختہ یعنی جو نسب سے حرام ہی وہ رضاعت سے بھی حرام ہی مگر بھائی اور بہن کی ماں اور اسکے سوا اور معطوفات آئندہ رضاعت سے حلال ہیں نہ نسب سے چنانچہ حلت کا بیان مفصل ہو چکا اس مقام میں قاضی بیضاوی کا اعتراض ہی کہ یہ جو فقہانے حدیث یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب سے ام اخیہ وغیرہ کو استثنا کیا ہی سو صحیح نہیں اسواسطے کہ ان صورتوں کی حرمت باعتبار مصاہرت کے ہی نہ باعتبار نسب کے پھر جب مستثنیٰ مستثنیٰ منہ میں داخل نہوا تو استثنا کیونکر صحیح ہوگا اسکا جواب شارح نے آئندہ میں دیا استثنا

منقطع لان حرمۃ من ذکر بالمصاہرۃ لا بالنسب فلم یکن الحدیث متناولا لما استثناہ کالفقہاء فلا تخصیص بالعقل کما قیل یہ استثنا منقطع ہی اسواسطے کہ حرمت مذکورات کی مصاہرت کے سبب سے ہی نہ نسب کے سبب سے تو حدیث مذکور شامل نہوئی اُن صورتوں کو جنکو فقہانے استثنا کیا ہی تو عموم حدیث کی تخصیص عقل سے نہوئی جیسا کہ بعضوں نے کہا یعنی یہ استثنا متصل نہیں جو مستثنیٰ کا داخل ہونا مستثنیٰ منہ میں ضرور ہو بلکہ یہ استثنا منقطع ہی اور استثناے منقطع میں مستثنیٰ مستثنیٰ منہ میں داخل نہیں ہوتا چنانچہ اس قول میں کہ جاء القوم الا حمارا گیا تک قاضی بیضاوی کے اعتراض کا جواب ہو چکا پھر شارح نے اسی تقریر میں دوسرا اعتراض دفع کیا صاحب النہایہ نے کہا کہ حدیث مذکور عام ہی تو فقہانے حدیث کو دلیل عقلی سے تخصیص کیا کہ چند صورتوں کو عموم حدیث سے نکالا شارح نے جواب دیا کہ جن صورتوں کو فقہانے استثنا کیا ہی انکو حدیث مذکور شامل ہی نہیں تو تخصیص بالعقل کہنا غلط ہی فتح القدیر میں ہی کہ محققین کے نزدیک استثنا فقہا کا تخصیص عقلی نہیں اسواسطے کہ قرآن مجید میں محرمات نسبیہ کی یوں تعبیر ہوئی ہی کہ (حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم واخواتکم وعماتکم وخالاتکم وبنات الاخ وبنات الاخت) سو ان الفاظ کے مسمیات جو رضاعت میں متحقق ہیں وہ بھی بلاشبہ حرام ہیں یعنی ماں اور بیٹی اور بہن اور پھوپھی اور خالہ اور بھتیجی اور بھانجی جیسے نسب سے حرام ہیں ویسے ہی یہ ساتوں رشتے رضاعت سے بھی حرام ہیں اور جنکو فقہانے استثنا کیا ہی وہ ان سات رشتوں میں داخل نہیں تو تخصیص کیونکر

ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی فان حرمۃ ام اختہ واخیہ نسبا لکونہا امہ او موطوۃ ابیہ وہذا المعنی مفقود فی الرضاع سو حرام ہونا بہن اور بھائی کی ماں کا باعتبار نسب کے اسواسطے ہو کہ بہن بھائی کی ماں خود اپنی ماں ہو یا اپنے باپ کی مدخولہ ہو اور یہ امر مفقود ہو رضاعت مین یعنی زید کے بھائی کی رضائی ماں زید کی ماں نہین اور نہ اسکے باپ کی مدخولہ ہو چنانچہ اسکا مفصل بیان نظم کی شرح مین مذکور ہو چکا پھر جو حلت تھی حرمت کی نسب مین وجہ جب رضاعت مین پائی گئی تو حدیث مذکور مستثنیٰ صورتون کو ہرگز شامل نہ ہوئی تو دعوے تخصیص عقلی کا غلط ہو گیا وقس علیہ اخت ابنہ وبنتہ وجدۃ ابنہ وبنتہ وام عمہ وعمتہ وام خالہ وخالتہ اور قیاس کرلے بھائی بہن کی ماں پر بیٹا بیٹی کی بہن کو اور باقی معطوفات کو یعنی ان رشتون مین جو حرمت کا سبب نسب مین ہو وہ امر رضاعت مین مفقود ہو بیٹا بیٹی کی بہن اور بیٹا بیٹی کی نانی اور چچا اور پھوپھی کی ماں اور ماموں اور خالہ کی ماں باعتبار رضاعت کے حلال ہین چنانچہ اسکا بیان شرح نظم مین مثالون کے ساتھ ہو گیا دوبارہ بیان ضرور نہین لیکن چچا اور عمہ کی ماں کی حلت وہان مذکور نہین سو اب بیان دریافت کرنا چاہیے کہ مثلاً زید کا چچا اور عمہ ہین نسبی انکو ایک اجنبی عورت نے جسکا جمیلہ نام ہو دودھ پلایا سو زید پر جمیلہ حلال ہو اور اسیطرح اگر زید کا چچا رضاعی ہو یعنی زید کے باپ نے اور اُسنے حمیدہ کا دودھ پیا ہو پھر رضاعی چچا نے فریدہ کا دودھ پیا تو زید کو فریدہ حلال ہو اور باعتبار نسب کے چچا یا عمہ کی ماں حلال نہین اسواسطے کہ چچا کی نسبی ماں یا سگی دادی ہو یا دادا کی مدخولہ اور یہ دونون حرام ہین وکذا عمۃ ولدہ وبنت عمتہ وبنت اخت ولدہ وام اولاد اولادہ فہو لاء من الرضاع حلال للرجل اور اسیطرح اپنے ولد کی عمہ اور اپنے ولد کی عمہ کی بیٹی اور اپنے ولد کی بہن کی بیٹی اور اپنے پوتون کی ماں سو یہ سب رشتے ام الاخ سے یہانتک رضاعت سے حلال ہین مرد کو چنانچہ انکا بیان نظم کے ترجمہ مین گذرا لیکن دو کا بیان بیان ضرور ہو ایک یہ کہ ولد کی عمہ کی بیٹی رضاعت سے حلال ہو نہ نسب سے اسواسطے کہ بہن کی بیٹی بھانجی ہوئی دوسری یہ کہ ولد کی بہن کی بیٹی رضاعت سے حلال ہو نہ نسب سے اسواسطے کہ یا وہ نواسی ہو یا ربیبہ کی بیٹی سو یہ دونون حرام ہین وکذا اخو ابن المرأۃ لہا فہذہ عشر صور اور اسیطرح عورت کے بیٹے کا بھائی عورت کو حلال ہو یہ صورت مکرر ہو گئی متن کے قول ام اخیہ سے یعنی مثلاً جب زید کے بھائی کی ماں زید پر حلال ہوئی تو زید کے بھائی کی ماں پر زید بھی حلال ہوا سو زید اس عورت کے بیٹے کا بھائی ٹھہرا شارح کہتا ہو سو دس صورتین ہوئین پہلی صورت بھائی بہن کی ماں دوسری بیٹا بیٹی کی بہن تیسری بیٹا بیٹی کی دادی چوتھی چچا اور عمہ کی ماں پانچوین ماموں اور خالہ کی ماں چھٹی ولد کی عمہ ساتوین ولد کی عمہ کی بیٹی آٹھوین ولد کی بہن کی بیٹی نوین پوتے کی ماں دسوین عورت کے بیٹے کا بھائی لیکن دسوین صورت مکرر ہی اسواسطے کہ متقابلات سے ہو تو حقیقت مین نو صورتین ہوئین تصل باعتبار الذکورۃ والانوثۃ الی عشرین بیس صورتین باعتبار مرد ہونے اور عورت ہونے مضاف الیہ کے بیس صورتون تک پہونچتی ہین سو اگر مضاف الیہ کو سب صورتون مین مرد فرض کیجیے تو یون ہوگا بھائی کی ماں اور بیٹے کی بہن اور بیٹے کی دادی اور چچا کی ماں اور ماموں کی ماں اور بیٹے کی عمہ اور بیٹے کی عمہ کی بیٹی اور بیٹے کی بہن کی بیٹی اور پوتے کی ماں اور اگر مضاف الیہ کو عورت فرض کیجیے تو یون ہوگا بہن کی ماں اور بیٹی کی بہن اور بیٹی کی دادی اور عمہ کی ماں اور خالہ کی ماں اور بیٹی کی عمہ اور بیٹی کی عمہ کی بیٹی اور بیٹی کی بہن کی بیٹی اور پوتی کی ماں وباعتبار ما یحل لہ او لہا الی اربعین مثلاً یجوز تزوجہ بام اخیہ وتزوجہا باب اخیہا اور اس اعتبار سے کہ یہ بیس صورتین مرد کو حلال ہین یا عورت کو حلال ہین تو چالیس صورتون تک نوبت پہونچے گی مثلاً جب مرد کے واسطے حلت ہو تو اول صورت مین یون کہا جائیگا کہ مرد کو اپنے بھائی کی ماں سے نکاح کرنا جائز ہو اور جب عورت کے واسطے حلت ہوگی تو اس صورت مین یون بولینگے کہ عورت کو اپنے بھائی کے باپ سے نکاح کرنا درست ہو ہم جو متن اور شرح مین مثالین ہین سو مرد کی حلت کی ہین اور عورت کی حلت مین یون بولینگے کہ بھائی کا باپ اور بیٹے کا بھائی اور بیٹے کا دادا اور چچا کا باپ اور ماموں کا باپ اور بیٹے کا ماموں اور بیٹے کے ماموں کا بیٹا اور بیٹے کی بہن کا بیٹا اور پوتے کا باپ عورت کو حلال ہو دو مثالون مین خلاف قیاس تعبیر واقع ہوئی اسواسطے کہ بیٹے کا چچا اور بیٹے کی عمہ کا بیٹا نسب سے بھی حرام نہین اور بیان اسکا بیان ہو جو رضاعت سے حلال ہو نہ نسب سے اور بعضوں نسخون مین تزوجہا بابی اخیہا کے مقام پر تزوجہا بابن اخیہا واقع ہو سو غلط ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وکل منہا یجوز ان یتعلق الجار والمجرور اعنی من الرضاع تعلقا معنویا بالمضاف کام کان تکون لہ اخت نسبیۃ لہا ام رضاعیۃ او بالمضاف الیہ

کالاخ کان یکون لاخ لنسبی لام رضاعیۃ او بہا کان تجتمع مع آخر علی ثدی اجنبیۃ ولاخیہ رضاعا ام اخری رضاعیۃ ہی مایۃ وعشرون وہذا من خواص
کتابنا اور ہر ایک صورت کو ان چالیس صورتون سے جائز ہی کہ جار اور مجرور یعنی من الرضاع باعتبار تعلق معنوی کے متعلق ہو مضاف سے یعنی من الرضاع
مقدر ہی بعد استثنا کے اس قرینہ سے کہ مستثنی منہ مین مذکور ہی تو تقدیر کلام یون ہی کہ یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب الا ام اختہ من الرضاع سو یہ جار مجرور
مضاف سے متعلق ہو جیسے ام اختہ مین ام کا لفظ اسطرح کہ مثلاً زید کی نسبی بہن کی رضاعی مان ہو یا من الرضاع متعلق ہو مضاف الیہ یعنی اخ کے لفظ
سے اسطرح کہ اُسکے بھائی نسبی کی رضاعی ان ہو اس شال مین شارح سے خطا ہو گئی یون کہنا ٹھیک تھا لاخ رضاعی لام نسبیۃ یعنی رضاعی بھائی کی نسبی ان یا من الرضاع
مضاف اور مضاف الیہ دونون سے متعلق ہو اسطرح کہ ایک شخص دوسرے کے ساتھ اجنبی عورت کی چھاتی پر مجتمع ہو یعنی مثلاً زید خالد کے ساتھ اجنبی عورت کا جسکا زینب نام
ہی دودھ پیے اور اسکے رضاعی بھائی کی زینب کے سوا اور رضاعی ان ہو چنانچہ کلثوم سو کلثوم زید پر حلال ہی تو اس صورت مین بھائی بھی رضاعی ہی اور اسکی ان بھی رضاعی
ہی یعنی خالد اور کلثوم تو یہ ایکسو بیس صورتین ہوئین اسطرح پر کہ چالیس صورتین ہین ہر ایک صورت مین تین صورتین نکلین باعتبار تعلق جار اور مجرور کے اور چالیس کو تین مین ضرب
دینے سے ایکسو بیس ہوتے ہین شارح کہتا ہی کہ ایسا بیان ہماری کتاب کے خواص مین سے ہی یعنی ایکسو بیس صورتین مسائل رضاعیہ مین نکالنا فقط در المختار کا خاصہ ہی دوسری کتاب
فقہ مین یہ بیان نہین سید احمد طحطاوی نے کہا کہ ابن وہبان نے شرح منظومہ مین مسائل استثنائی رضاعت کے کچھ اوپر ستر پہونچائے بحر الرائق مین کہا کہ یہ اسکی کتاب کا خاصہ ہی پھر صاحب
بحر الرائق نے مسائل مذکورہ کو اکاسی تک پہونچایا اور صاحب نہر الفائق نے ایک سو آٹھ تک پہونچایا اور کہا کہ یہ میری کتاب کے خصائص سے ہی سو شارح نے چاہا کہ ایکسو بیس تک
پہونچاوے سو اُسکا ارادہ پورا ہوا اسواسطے کہ نہر الفائق مین نو صورتون کی بنا تھی شارح نے دسوین صورت زیادہ کی سو مکرر ہو گئی چنانچہ اسکا بیان سابق مین گذرا تو اس حساب سے
ایکسو بیس سے بارہ صورتین نکل گئین تو وہی نہر الفائق والی ایکسو آٹھ صورتین باقی رہ گئین اور شیخ عابد محشی مدنی نے دو سو سولہ تک نوبت پہونچائی ہی اور کہا ہی کہ یہ ہماری شرح
کے خصائص سے ہی مترجم نے خوف طوالت کتاب سے انکو ذکر نہ کیا واللہ اعلم الصناعۃ تتکامل بتلاحق الافکار کا مطلب اس مقام مین حل ہو گیا و تحل اخت اخیہ رضاعا یصح اتصالہ
بالمضاف کان یکون لاخ نسبی لہ اخت رضاعیۃ وبالمضاف الیہ کان یکون لاخیہ رضاعا اختہ نسبا وبہما وہو ظاہر اور حلال ہی اپنے بھائی کی بہن باعتبار رضاعت کے صحیح
ہی اتصال رضاعت کا مضاف سے جسطرح کہ اُسکے نسبی بھائی کی رضاعی بہن ہو اور صحیح ہی کہ مضاف الیہ سے متصل ہو جسطرح کہ اُسکے رضاعی بھائی کی نسبی بہن ہو اور یہ بھی صحیح ہی کہ مضاف
اور مضاف الیہ دونون سے متصل ہو اور وہ ظاہر ہی یعنی رضاعی بھائی کی رضاعی بہن ہو لیکن رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہی مثل نسب کے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الخلاصۃ
وکذا نسبا بان یکون لاخیہ لابیہ اخت لام فہو متصل بہما لا باحدہما للزوم التکرار کما لا یخفی اور اسیطرح حلال ہی اپنے بھائی کی بہن باعتبار نسب کے اسطرح کہ سوتیلے بھائی
کی مادری بہن ہو یعنی زید اور خالد ایک باپ مین شریک ہون اور مان دونون کی مختلف اور خالد اور کریمہ فقط ایک مان مین شریک اور باپ مین مختلف تو زید کو کریمہ حلال ہی تو لفظ
نسب کا مضاف اور مضاف الیہ دونون سے متصل ہی نہ ایک سے بسبب لازم آنے تکرار کے چنانچہ یہ چھپا نہین اسواسطے کہ اگر فقط مضاف سے نسب متصل ہو تو مضاف الیہ رضاعی ہوگا اور اگر
مضاف الیہ سے متصل ہو تو مضاف نسبی ہوگا اور یہ دونون صورتین مسئلہ سابقہ مین داخل ہین ولا حل بین رضیعی امرأۃ لکونہما اخوین وان اختلف الزمن والاب اور حلت
نہین ایک عورت کے دو شیر خوارون مین اسواسطے کہ وہ دونون بھائی ہین اگرچہ مختلف ہو زمانہ شیر خوارگی کا اور مختلف ہو دونون کا باپ رضاعی ولا حل بین الرضیعۃ وولد
مرضعتہا ای التی ارضعتہا وولد ولدہا لانہ ولد الاخ اور حلت نہین درمیان عورت شیر خوار کے اور اُسکی دائی کے بیٹے کے اسواسطے کہ دونون بہن بھائی ہین اگرچہ دائی کے
بیٹے نے اپنی مان کا مطلق دودھ نہ پیا ہو اور اسیطرح حلت نہین شیر خوار عورت مین اور اسکی دائی کے پوتے مین اسواسطے کہ دائی کا پوتا بھتیجا ہی اُسکا ولبن بکر بنت
تسع سنین فاکثر محرم والا لا جوہرۃ اور دودھ کنواری نو برس کی عمر والی کا اور زیادہ عمر والی کا حرمت رضاعت کی ثابت کرتا ہی اور اگر نو برس سے عمر کم ہی تو اُسکے
دودھ سے حرمت نہین کذا فی الجوہرۃ کنواری عورت سے مراد یہ کہ جسکی وطی نہ ہوئی ہو نہ نکاح سے نہ زنا سے وکذا یحرم لبن میتۃ ولو محلوبا فیصیر ناکحہا محرما للمیتۃ فییممہا
ویدفنہا اور اسی طرح حرمت رضاعت کی ثابت کرتا ہی مردہ عورت کا دودھ اگرچہ برتن مین دوہا ہو تو ناکح رضیعہ میت کا محرم ہو گیا میت کا تو میت کو بلا حائل تیمم کرا دے

اور اُسکو دفن کرے یعنی ایک صغیرہ نے مردہ عورت کا دودھ پیا پھر اُس صغیرہ سے ایک مرد نے نکاح کیا تو صغیرہ کا زوج محرم ہوا میت کا یعنی داماد ہوا سو اگر وہاں عورتین نہون
تو زوج صغیرہ کا میت کو غسل کے بدلے تیمم کرا دے اور کپڑا حائل کرنے کی حاجت نہین اور دفن بھی کر دے اسواسطے کہ عورت کا دفن کرنا محرم کو بہتر ہی اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہی کہ
کیا وجہ ہی کہ میت کے دودھ پینے سے حرمت رضاعت کی ثابت ہوئی اور میت کے جماع سے حرمت مصاہرت کی ثابت نہین ہوسکا جواب شارح نے اگلے قول مین دیا بخلاف وطئہا وفرق بوجود معنی
لا اللذۃ بخلاف وطی میت کے کہ اس سے حرمت مصاہرت کی ثابت نہین ہوتی اور وطی اور رضاعت مین فرق ثابت کیا ہی بسبب وجود غذا ہونے کے نہ حاصل ہونے لذت کے یعنی
مقصود اصلی رضاعت سے غذا ہی سو میت کے دودھ سے بھی حاصل ہی اور مقصود وطی سے لذت کاملہ ہی سو میت کے جماع مین حاصل نہین اسواسطے دودھ سے حرمت ہوئی نہ جماع سے لیکن
بیان فرق مین لذت کا ذکر کرنا خوب نہین اسواسطے کہ اگر فقط لذت ثبوت مصاہرت کی علت ہو تو انزال الشہوت اور وطی فی الدبر سے بھی حرمت مصاہرت کی ثابت ہو اور حالانکہ ایسا نہین تو شارح
کو یون کہنا بہتر تھا کہ حرمت مصاہرت کا سبب طلب ولد ہی اور جماع میت مین یہ امر حاصل نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ومخلوط بماء او دواء او لبن اخری او لبن شاۃ اذا غلب لبن المرأۃ و
کذا اذا استویا اجماعا لعدم الاولویۃ جوہرہ اور اسیطرح حرمت رضاعت کی ثابت کرتا ہی وہ دودھ کہ مخلوط ہو پانی یا دوا سے یا دوسری عورت کے دودھ سے یا بکری کے دودھ سے بشرطیکہ
عورت کا دودھ پانی وغیرہ سے غالب ہی اور اسیطرح جب دو عورتون کا دودھ برابر مخلوط ہو تو دونون عورتون کی تحریم بالاتفاق ثابت ہوگی بسبب عدم ترجیح کے وعلق محمد الحرمۃ بالمرأتین مطلقا
قیل ہو الاصح اور معلق کیا ہی محمد رح نے حرمت کو دونون عورتون سے مطلقا یعنی دونون عورتون کے مخلوط دودھ سے دونون عورتون کی حرمت ہر طرح سے ثابت ہی خواہ دونون دودھ
برابر ہون خواہ کم وبیش بعضون نے کہا ہی کہ یہی قول صحیح ہی لا یحرم المخلوط بطعام مطلقا وان حساہ حسوا وکذا لو جبنہ لان اسم الرضاع لا یقع علیہ بحر حرمت ثابت نہین
کرتا وہ دودھ جو مخلوط ہی طعام سے کسی طرح اگرچہ اس مخلوط دودھ کو گھونٹ گھونٹ پیا ہو اور اسیطرح اگر دودھ کو پنیر بنایا ہو تو بھی حرمت ثابت نہین اسواسطے کہ نام رضاعت کا اسپر نہین
واقع ہوتا یعنی پنیر کھانے کو دودھ پینا نہین بولتے کذا فی بحر الرائق ولا الاحتقان والاقطار فی اذن واحلیل وجائفۃ وآمۃ اور حرمت ثابت نہین کرتا دودھ سے حقنہ لینا اور کان مین
اور سوراخ ذکر اور پیٹ کے زخم اور سر کے زخم مین دودھ کا ٹپکانا ولا لبن رجل ومشکل الا اذا قال النساء انہ لا یکون علی غزارتہ الا للمرأۃ والا جوہرۃ اور حرمت ثابت نہین کرتا مرد
اور خنثی مشکل کا دودھ مگر جبکہ عورتین خنثی مشکل کے دودھ کو کہین کہ اس کثرت کا دودھ بجز عورت کے نہین ہوتا تو البتہ اس سے حرمت ثابت ہوگی احتیاطا اور اگر عورتین اُسکے دودھ کو
یون نہ کہین تو حرمت نہ ثابت ہوگی کذا فی الجوہرہ مرد کے اگر دودھ نکلے تو وہ حقیقت مین دودھ نہین اسواسطے کہ حقیقت مین دودھ اُسکا ہوتا ہی جس سے ولادت متصور ہو ولا لبن
شاۃ وغیرہا لعدم الکرامۃ اور حرمت رضاعت کی ثابت نہین کرتا بکری کا دودھ اور اُسکے سوا اور حیوانات کا دودھ بسبب عدم بزرگی کے یعنی حرمت رضاعت کی بطریق کرامت وفضیلت
کے باشتباہ جزئیت کے ہی اور آدمی اور بہائم مین جزئیت نہین ولو ارضعت الکبیرۃ ولو مبانۃ ضرتہا الصغیرۃ وکذا لو اوجرہ رجل فی فیہا حرمتا ابدا ان دخل بالام او اللبن منہ
والا جاز تزوج الصغیرۃ ثانیا اور اگر دودھ پلایا زوجہ کبیرہ نے اگرچہ مطلقہ بائنہ ہو اپنی صغیرہ سوت کو اور اسیطرح اگر اُسکے دودھ کو کسی مرد نے زوجہ صغیرہ کے حلق مین ٹپکا دیا ہو
تو کبیرہ اور صغیرہ دونون اپنے زوج پر دائمی حرام ہو جاوینگی اسواسطے کہ ماں اور بیٹی رضاعی کا اجتماع ہوا بشرطیکہ وطی کی ہو زوج نے ماں کی یعنی زوجہ کبیرہ کی یا دودھ کبیرہ کا زوج ہی سے
اور اگر زوجہ کبیرہ کی وطی نکی ہو اور دودھ زوج سے نہو تو جائز ہی زوج کا نکاح کرنا صغیرہ سے دوسری بار اسواسطے کہ پہلا نکاح بسبب جمع ہونے ماں اور بیٹی کے ٹوٹ گیا اور دوسرا نکاح صحیح
ہوا کہ زوجہ کبیرہ مدخولہ نہ تھی تو صغیرہ ربیبہ ہوئی اور ربیبہ سے نکاح درست ہی جب اُسکی ماں مدخولہ نہو اور کبیرہ سے مطلقا نکاح جائز نہین اسواسطے کہ بیٹی کا فقط نکاح ماں کو حرام کر دیتا ہی دخول
ہو یا نہو اور اگر کبیرہ غیر مدخولہ نے بعد طلاق کے صغیرہ کو دودھ پلایا تو صغیرہ کا نکاح فسخ نہوگا اسواسطے کہ پلانے کیوقت کبیرہ سوت صغیرہ کی نرہی اسواسطے کہ غیر مدخولہ کی عدت نہین
کذا فی حاشیۃ المدنی ولا مہر للکبیرۃ ان لم توطأ لمجئ الفرقۃ منہا وللصغیرۃ نصفہ لعدم الدخول اور کچھ مہر نہین زوجہ کبیرہ کا بشرطیکہ مدخولہ نہو بسبب آنے جدائی کے اُسکی
طرف سے اور زوجہ صغیرہ کو نصف مہر ملیگا بسبب عدم دخول کے اور اگر کبیرہ مدخولہ ہوگی تو کل مہر پاویگی لیکن عدت کا نفقہ اُسکو نہ ملیگا ورجع الزوج بہ
علی الکبیرۃ وکذا علی الموجر ان تعمدت الفساد بان تکون عاقلۃ طائعۃ مستیقظۃ عالمۃ بالنکاح وبافساد الرضاع ولم تقصد دفع جوع او ہلاک اور رجوع
کرے زوج مہر کو کبیرہ پر اور اسی طرح اس مرد پر جسنے اسکا دودھ صغیرہ کی حلق مین ڈالا یعنے نصف مہر جو صغیرہ کو دیا اُسکو کبیرہ سے بھرلے بشرطیکہ کبیرہ نے دودھ

پلانے سے فساد نکاح کا قصد کیا ہو اسطرح پر کہ کبیرہ دودھ پلانے کے وقت عاقل ہو اور اپنی خوشی دودھ پلایا ہو جاگتی ہو اور صغیرہ کے نکاح کو اور رضاعت سے فساد نکاح کو جانتی ہو اور
دفع گرسنگی اور ہلاکی صغیرہ کا مقصود نہو تب اسکو نصف مہر دینا ہوگا والا لا لان التسبب یشترط فیہ التعدی اور اگر کبیرہ نے دودھ پلانے سے فساد نکاح کا قصد نہ کیا اسطرح پر کہ وہ اسوقت
مجنونہ تھی یا سوتی تھی یا اسپر کسی نے جبر کیا یا وہ نکاح صغیرہ کو اور فساد رضاعت کو نہ جانتی تھی یا اسکو دفع گرسنگی اور ہلاکی صغیرہ کی مقصود تھی تو ان صورتوں میں زوج
نصف مہر کو کبیرہ سے نہ لے سکیگا اسواسطے کہ ضمان دینے میں تعدی اور زیادتی شرط ہو اور ان صورتوں میں کبیرہ کی تعدی نہیں والقول لہا ان لم یظہر منہا تعمد الفساد معراج اور قول
کبیرہ کا قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اگر اسکی طرف سے فساد کا قصد نہ ظاہر ہوگا کذا فی سراج الدرایہ طلق ذات لبن فاعتدت و تزوجت باٰخر فحملت و ارضعت فحکمہ من الاول
لانہ منہ بیقین فلا یزول بالشک و یکون ابنا للثانی حتی تلد فیکون اللبن من الثانی طلاق دی یا زوج نے دودھ والی زوجہ کو پھر وہ عدت میں رہی اور بعد عدت کے اُسنے دوسرے
زوج سے نکاح کیا سو اسکو حمل رہگیا اور اُسنے کسی صغیرہ کو وہ دودھ پلایا تو حکم اس دودھ کا زوج اول کیطرف ہوگا اسواسطے کہ یہ دودھ زوج اول کا ہو بالیقین تو یہ یقین زائل نہوگا شک سے تو صغیر زوج
اول کا بیٹا ہوگا اور زوج ثانی کا ربیبہ ہوگا تو زوج ثانی کی بیٹی کا نکاح اس صغیر سے جائز ہوگا زوج اول کا حکم ثابت رہیگا یہانتک کہ وہ عورت جنے پھر جب جنے گی تو اب زوج ثانی سے
دودھ ثابت ہوگا والوطی بالشبہۃ کالحلال قیل وکذا الزنا والاوجہ لا فتح اور شبہہ کی وطی حلال وطی کی برابر ہو حرمت کی رضاعت کے ثبوت میں اور بعضون نے کہا اور اسطرح زنا سے
بھی حرمت ثابت ہوتی ہو اور قول معقول یہ ہو کہ زنا کے دودھ سے حرمت نہیں کذا فی فتح القدیر مثلاً ایک عورت کی وطی ہوئی شبہہ سے سو وہ حاملہ ہوئی اور جنی اور پھر اُسنے نکاح کیا
بعد اسکے دودھ پلایا صغیر کو تو یہ صغیر بیٹا اس مرد کا ہوگا جسنے شبہہ سے وطی کی نہ اُسکے زوج کا اور اسی طرح زنا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی قال لزوجتہ ہذہ رضیعتی ثم رجع عن قولہ
صدق لان الرضاع مما یخفی فلا یمنع التناقض فیہ ایک مرد نے اپنی زوجہ کو کہا کہ یہ میری رضاعی بہن ہو پھر اپنے اس قول سے پلٹا یعنی منکر ہوا کہ میں نے غلطی سے کہا تو اسکو
صادق جانیں گے اور زوجہ کی تفریق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ شیرخوارگی اس قسم کی چیز ہو کہ مخفی رہ سکتی ہو تو اسمیں تناقض قول کا ممنوع نہیں ولو ثبت علیہ
بان قال بعدہ ہو حق کما قلت و نحوہ ہکذا فسر الثبات فی الہدایہ وغیرہا فرق بینہما اور اگر ثابت رہا زوج اول اقرار پر اس طرح پر کہ اُسکے بعد بھی
کہے گیا کہ قول اول حق ہو جیسا کہ میں نے کہا اور مانند اس کلام کے ایسی ہی تفسیر ثبات کی ہدایہ وغیرہ میں ہو تو در صورت ثبات تفریق کرائی جائیگی زوج اور زوجہ میں
خانیہ میں ہو کہ قاضی تفریق کردیگا کذا فی حاشیۃ المدنی وان اقرت المرأۃ بذلک ثم اکذبت نفسہا و قالت اخطات و تزوجہا جاز کما لو تزوجہا
قبل ان تکذب نفسہا وان اصرت علیہ لان الحرمۃ لیست الیہا قالوا وبہ یفتی فی جمیع الوجوہ بزازیہ اور اگر اقرار کیا عورت نے اسکا یعنی یوں کہا کہ یہ مرد میرا رضاعی
باپ ہو یا بھائی اور مرد اسکا منکر ہو پھر عورت نے آپ کو جھٹلایا اور کہا کہ میں نے خطا کی تھی دعوی رضاعت میں اور اس مرد نے اُس عورت سے نکاح کیا تو درست ہو چنانچہ
مرد کو جائز ہو کہ عورت سے نکاح کرے قبل اسکے کہ عورت اپنی خطا کی قائل ہو اگرچہ عورت دعوی رضاعت پر مصر رہے تو بھی نکاح درست ہو اسواسطے کہ شرع میں حرمت کا اختیار
عورت کو نہیں ہو یا علما نے کہا کہ اسی پر فتوی ہو جمیع اقسام میں کذا فی البزازیہ یعنی مرد کو نکاح کرنا اور اُسکے پاس رہنا حلال ہو خواہ عورت نے مرد کو باپ رضاعی کہا ہو خواہ بھائی یا یوں کہا
ہو کہ میں نے اس سے خلع کیا ہو اُسنے مجھکو طلاق بائن دی ہو سو اسکو میرے پاس رہنا نہ چاہیے اور مرد کو باوجود ایسے اقرار کے نکاح اسواسطے جائز ہوا کہ عورت کا مستعد ہونا نکاح
بدلیل ہو کہ وہ دعوی رضاعت میں جھوٹھی ہو یہ فتوی ہو لیکن ایسے مقام میں فتوی یہ ہو کہ نکاح نکرے اسواسطے کہ حدیث میں ثابت ہو کہ جو شبہات سے بچا اسکا دین سلامت رہا
کذا فی حاشیۃ المدنی و مفادہ انہا لو اقرت بثلث من رجل حل لہا تزوجہا اور مفاد تعلیل سابق کا یہ ہو کہ اگر عورت اقرار کرے تین طلاق کا ایک مرد سے تو حلال ہو اس
عورت کو اس مرد سے کہ نکاح کرے اسواسطے کہ طلاق عورت کے حق میں مخفی رہ سکتی ہو تو اسکو رجوع کرنا اس اقرار سے درست ہو کذا فی النہر عن الصغری لیکن یہ حکم
ظاہر کا ہو اور اگر عورت کو تین طلاق کا یقین ہو تو باعتبار دیانت کے عورت کو نکاح اس مرد کا حلال نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن الحلبی ولو اقرا بذلک
جمیعا ثم اکذبا نفسہما و قالا اخطانا ثم تزوجہا جاز یا اقرار کیا اس رضاعت کا عورت مرد دونوں نے پھر دونوں نے آپ کو جھٹلایا اور کہا کہ ہمنے خطا کی اقرار
رضاعت میں پھر مرد نے اس عورت سے نکاح کیا تو جائز ہو اور اگر قیام نکاح کی حالت میں یوں کہا تو دونوں میں تفریق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

وکذا الاقرار بالنسب لیس یلزمہ الا ما ثبت علیہ فلو قال ہذہ اختی او امی ولیس نسبہا معروفا ثم قال وہمت صدق وان ثبت علیہ فرق
بینہما اور اسیطرح اقرار نسب کا مرد کو لازم نہیں مگر جس اقرار پر کہ ثابت اور قائم رہے سو اگر ایک مرد نے اپنی زوجہ کو کہا کہ یہ میری بہن ہے یا ماں ہے اور عورت کا نسب مشہور نہیں پھر اس
مرد نے کہا کہ میں نے اقرار نسب میں خطا کی تو اسکی تصدیق کیجائیگی یعنی نکاح قائم رہیگا اسواسطے کہ غلط اور اشتباہ نسب میں رضاعت سے زیادہ متصور ہے اور اگر مرد ثابت رہا اقرار نسب پر تو دونوں میں
تفریق کرادیجائیگی لیکن اگر عورت کا نسب مشہور ہوگا تو مرد کے اقرار کرنے اور ثابت رہنے سے تفریق نہ واقع ہوگی اور اسیطرح اگر عورت کا بہن ہونا یا ماں ہونا اس کی عمر کے لائق نہو تو
بھی تفریق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی المدنی والرضاع حجتہ حجۃ المال وہی شہادۃ عدلین او عدل وعدلتین لکن لا تقع الفرقۃ الا بتفریق القاضی لتضمنہا حق العبد
اور رضاعت کی حجت کا ثبوت وہ ہے جو حجت ہے ثبوت مال کی اور ثبوت مال کی حجت گواہی دو عادل مردوں کی یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتوں کی لیکن اگر دو عادل مرد گواہی
رضاعت کی دینگے تو زوجین میں فرقت نہ واقع ہوگی بدون قاضی کی تفریق کے اسواسطے کہ شہادت متضمن ہے حق العبد کو یعنی اگر نکاح قائم ہے تو ابطال حق عبد ہوتا ہے اور اگر نکاح نہیں تو
ابطال حلت نکاح ہوتا ہے تو فقط گواہی سے ثبوت رضاعت کا نہوگا بدون حکم قاضی کے وہل یتوقف ثبوتہ علی دعوی المراۃ الظاہر لا لتضمنہا حرمۃ الفرج وہو من حقوقہ
تعالی اور کیا موقوف ہے ثبوت رضاع کا عورت کے دعوی پر ظاہر یہ ہے کہ عورت کے دعوی پر ثبوت اسکا موقوف نہیں بسبب متضمن ہونے رضاعت کے شرمگاہ کی حرمت کو اور وہ حقتعالی کے حقوق
سے ہے اور ثبوت حق اللہ دعوی پر موقوف نہیں کما فی الشہادۃ بطلاقہا ثبوت رضاع دعوی پر موقوف نہیں جیسے کہ عورت کی طلاق کی گواہی میں دعوی کا ضرور نہیں اسواسطے
کہ حق اللہ دعوی پر موقوف نہیں ولو شہد عندہا عدلان علی الرضاع بینہما او طلاقہا ثلثا وہو یجحد ثم ماتا او غابا قبل الشہادۃ عند القاضی لا یسعہا المقام معہ ولا قتلہ بہ یفتی
ولا التزوج باخر وقیل لہا التزوج دیانۃ شرح وہبانیۃ اور اگر گواہی دی نزدیک عورت کے دو عادل گواہوں نے دونوں کی رضاعت پر یعنی یوں گواہی دی کہ وہ عورت
اور اسکا زوج مثلاً رضاعی بھائی بہن ہیں یا گواہی دی دو عادلوں نے عورت کی تین طلاق پر اور زوج اسکا انکار کرتا ہے پھر دونوں شاہد مر گئے یا وہانسے غائب ہوئے قاضی کے پاس گواہی
دینے سے پہلے نہیں جائز ہے عورت کو مرد کے ساتھ قیام کرنا اسواسطے کہ حرمت رضاعت کی ثابت ہوگئی فقط حکم قاضی کا باقی رہا اور نہ عورت کو جائز ہے زوج کا قتل کرنا اسی پر فتوی ہے
یعنی قائل ہیں بعضوں نے کہا کہ اگر عورت کو قدرت شوہر کے روکنے کی نہو تو اسکو زہر سے مار ڈالے تا حرام سے بچے لیکن اس روایت پر فتوی نہیں اسواسطے کہ حکم قاضی کا رضاعت کی گواہی سے
متصل نہیں ہوا کہ ثبوت مکمل ہوتا اور یہ بھی عورت کو جائز نہیں کہ تین طلاق کی گواہی سنکر دوسرے شوہر سے نکاح کرلے اور قول ضعیف یہ ہے کہ عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کرلینا باعتبار دیانت کے جائز ہے
کذا فی شرح الوہبانیۃ شیخ عابد سندی مدنی نے شرح وہبانیہ کی عبارت نقل کی اس مضمون کی کہ اگر دو گواہ زوج اور زوجہ کی رضاعت کی گواہی دیں تو عورت کو مرد کے پاس سے بھاگ جانا حلال ہے اور
دوسرے زوج سے نکاح کرلینا دیانتاً درست ہے اور بعضوں نے کہا کہ عورت کو یہ جائز نہیں تو تضعیف شارح کی مخالف ہے اصل کے فروع مسائل ملتقط شارح کے قضی القاضی بالتفریق برضاع
بشہادۃ امراۃ لم ینفذ حکم کیا قاضی نے تفریق زوجین کا رضاعت کے سبب گواہی سے ایک عورت کے تو یہ حکم نافذ نہوگا اسواسطے کہ شہادت کامل نہیں بمص رجل ثدی زوجتہ لم تحرم چوسی ایک مرد نے اپنی
زوجہ کی چھاتی تو زوجہ حرام نہوگی اسواسطے کہ جوان کی رضاعت سے حرمت ثابت نہیں ہوتی تزوج صغیرتین فارضعت کلا امراۃ ولبنہما من رجل لم تضمنا ان تعمدتا الفساد
لحرمتہ بالاختیۃ نکاح کیا دو صغیرہ سے پھر دودھ پلایا ہر ایک صغیرہ کو عورت نے یعنی ایک عورت نے ایک صغیرہ کو پلایا اور دوسری عورت نے دوسری صغیرہ کو پلایا اور
دودھ دونوں عورتوں کا ایک مرد سے ہے یعنی دونوں کا زوج ایک ہے تو دونوں عورتیں نصف نصف مہر کی ضامن نہونگی اگرچہ دونوں نے عمداً فساد کیا ہو اسواسطے کہ فساد نکاح کا
بسبب بہن ہوجانے دونوں صغیرہ کے ہوگیا یعنی جب دونوں عورتوں کا دودھ ایک مرد کے نطفہ سے ہوا تو وہ مرد رضاعی باپ ہوا دونوں صغیرہ کا اور دونوں صغیرہ آپس میں ایک دوسری کی
بہن ہوگئیں نکاح ٹوٹ گیا بسبب جمع بین الاختین کے اور زوج کو نصف نصف مہر دونوں کو دینا پڑا لیکن زوج اس مہر کو دودھ پلانے والیوں سے نہیں لے سکتا اسواسطے کہ ہر واحد کے فعل سے
حرمت نہیں ہوئی جو انپر ضمان آوے بلکہ حرمت تو بسبب بہن ہوجانے دونوں کے عارض ہوگئی قبل الابن زوجۃ ابیہ وقال تعمدت الفساد غرم المہر لو وطیہا وقال ذلک لا للزوم
الحد فلم یلزم المہر بوسہ لیا بیٹے نے باپ کی زوجہ کا اور کہا کہ میں نے عمداً فساد نکاح باپ کا کیا تو بیٹا مہر کا ضامن ہوگا بسبب تعدی کے اور اگر بیٹے نے باپ کی زوجہ سے وطی کی
اور یہی کہا یعنے فساد نکاح کے واسطے عمداً میں نے وطی کی تو مہر کا ضامن نہوگا اسواسطے کہ بیٹے پر حد زنا کی لازم آئی تو مہر نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ حد اور مہر دینا جمع نہیں ہوتا واللہ اعلم

کتاب الطلاق

ہو لغۃ رفع القید لکن جعلوہ فی المرأۃ طلاقاً وفی غیرہا اطلاقاً فلذا کان انت مطلقۃ بالسکون کنایۃ یہ کتاب ہے جسمین مسائل طلاق کے مذکور ہین طلاق لغت عرب مین بمعنی رفع قید ہے یعنے بند کھولنا لیکن فقہا نے عورت کی رفع قید نکاح مین طلاق بولنا قرار دیا ہے اور عورت کے سوا اور چیز کی رفع قید مین اطلاق مستعمل ہے تو اسواسطے انت مطلقۃ بسکون طا کنایہ ہے طلاق سے اسواسطے کہ مطلقۃ اطلاق سے مشتق ہے اور اطلاق بمعنی طلاق کے مستعمل نہین شرعاً رفع قید النکاح فی الحال بالبائن او المآل بالرجعی بلفظ مخصوص ہو ما اشتمل علی الطلاق فخرج الفسوخ کخیار عتق وبلوغ وردۃ فانہ فسخ لا طلاق اور طلاق شرع مین رفع قید نکاح کو کہتے ہین خواہ رفع قید فی الحال ہو جیسے کہ طلاق بائن سے یا آخر کار رفع قید ہو جیسے کہ طلاق رجعی سے بعد گذرنے عدت کے اسواسطے کہ زوج کو عدت کے اندر رجعت کا اختیار ہے اور اگر زوج عدت مین مرجا تو زوجہ مطلقہ اسکی وارث ہوگی رفع قید نکاح ہو بواسطے لفظ مخصوص کے لفظ مخصوص سے مراد وہ جو شامل ہے طلاق پر طلاق صریح ہو یا کنایہ رجعی ہو یا بائن تو لفظ مخصوص کی قید سے فسوخ نکاح نکلگئی جیسے خیار عتق لونڈی کا اور خیار بلوغ صغیر اور صغیرہ کا اور فسخ بسبب ارتداد کے تو تفریق ان صورتون مین فسخ ہے نہ طلاق چنانچہ شارح نے باب ولی مین اقسام فسخ اور طلاق کے درضمن اشعار مفصل بیان کیے ہین اور مراد قید نکاح سے وہ احکام ہین جو نکاح صحیح سے ثابت ہین چنانچہ حلت وطی و حلت نظر اور ملک تمتع اور ملک حبس وغیر ذلک بہذا اعلم ان عبارۃ الکنز والملتقی منقوضۃ طرداً وعکساً بحر اور اس لفظ مخصوص کی قید سے معلوم ہوگیا کہ مقرر عبارت کنز اور ملتقی الابحر کی تعریف طلاق مین منقوض ہے باعتبار جمع ومنع کے کذا فی البحر الرائق کنز اور ملتقی مین عبارت ہے کہ الطلاق رفع القید الثابت شرعاً بالنکاح یعنی طلاق عبارت ہے رفع قید نکاح سے جو شرعاً ثابت ہے تو یہ تعریف افراد محدود کو یعنی طلاق کو جامع نہین کیونکہ رجعی کو شامل نہین اسواسطے کہ اسمین رفع قید بالفعل نہین بلکہ بعد عدت کے ہے اور غیر محدود کی مانع نہین اسواسطے کہ تفریق ارتداد اور خیار بلوغ اور خیار عتق وغیرہ پر بھی تعریف صادق آتی ہے اور حالانکہ یہ جدائیان فسخ ہین طلاق نہین سو اسواسطے مصنف نے لفظ آل کا زیادہ کیا تا کہ طلاق رجعی داخل رہے اور لفظ مخصوص کو بھی زیادہ کیا تا کہ فسوخ حد طلاق سے نکل جاوین **وایقاعہ مباح عند العامۃ لاطلاق الآیات** اکمل اور طلاق دینا مباح ہے نزدیک جمہور فقہا کے بسبب مطلق ہونے آیات طلاق کے کما ذکرہ اکمل یعنی آیات قرآنی مین طلاق کی اجازت ہے بلاقید تو یہ دلیل ہے اباحت کی نہ کراہت کی لیکن ابغض المباحات ہے چنانچہ ابوداود وحاکم نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابغض الحلال الی اللہ الطلاق اسواسطے کہ وصال زوجین کا قاطع ہے اور قلت تناسل کا باعث ہے یعنی فی نفسہ حلال ہے مگر ان وجوہ سے مبغوض ہے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا طلاق دینا بھی ثابت ہے اگر مکروہ ہوتا تو حضرت سے نہ واقع ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی **وقیل قائلہ الکمال الاصح حظرہ** ای منعہ الا لحاجۃ کریبۃ وکبر والمذہب الاول کما فی البحر اور بعضون نے کہا یعنی کمال الدین ابن الہمام نے کہ قول اصح یہ ہے کہ طلاق ممنوع ہے مگر وقت حاجت کے ممنوع نہین حاجت جیسے اشتباہ حرامکاری زوجہ کا یا بڑھاپا عورت کا اور مذہب پہلا ہے یعنی اباحت قوی ہے بسبب اطلاق آیات کے اور فعل نبوی کے کذا فی البحر الرائق لیکن یہان سوال وارد ہوتا ہے کہ فقہا نے طلاق کو مباح قرار دیا ہے اور بعضی مسائل کی تعلیل مین کہا ہے کہ طلاق اصل مین منع ہے حاجت کیواسطے جائز ہے تو اباحت اور منع مین صریحاً تناقض ہے اسکا جواب شارح نے اگلے قول مین دیا وقولہم الاصل فیہ الحظر معناہ ان الشارع ترک ہذا الاصل فاباحہ بل یستحب لو مؤذیۃ او تارکۃ صلوۃ غایۃ اور فقہا کا یہ قول کہ اصل طلاق مین منع ہے اسکی یہ مراد ہے کہ شارع نے اس اصل کو چھوڑ دیا سو اسکو مباح کردیا تو حقیقت مین اباحت اور منع کے دونون قولون مین تناقض باقی نہ رہا جبکہ شرع مین اصل متروک ہوئی تو اباحت بلا تردد ثابت ہوگئی بلکہ طلاق مستحب ہے اگر زوجہ قول اور فعل سے ایذا رسانی کرے یا تارک الصلوۃ ہو کذا فی الغایۃ ومفادہ ان لا اثم بمعاشرۃ من لا تصلی اور مفاد تعلیل استحباب کا یہ ہے کہ گناہ نہین بے نماز عورت کے ساتھ رکھنے مین اسواسطے کہ اگر گناہ ہوتا تو طلاق واجب ہوتی نہ مستحب ویجب لو فات الامساک بالمعروف اور طلاق واجب ہے اگر فوت ہو دستور کے موافق رکھنا چنانچہ اگر زوج خصی ہو یا عنین ہو یا مقطوع الذکر ہو یا شکار ہو یعنی عورت کو ہاتھ لگانے سے منزل ہو جاے پھر وطی کیواسطے استادگی نہو تو ان صورتون مین طلاق واجب ہے اسواسطے کہ اسمین عورت کی حق تلفی ہے ویحرم لو بدعیا اور طلاق حرام ہے اگر بدعی ہو بدعت کی طلاق یہ کہ حیض مین طلاق دے یا طہر مین وطی کے بعد طلاق دے یا تین طلاق ایک لفظ سے دے یا تین طلاق ایک آن مین دے چنانچہ نسائی مین حدیث مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر معلوم ہوئی کہ ایک مرد نے تین طلاق یکبارگی دی تو آپ غضب مین کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ کتاب اللہ سے کھیل ہوتا ہے میرے ہوتے یعنی یکبارگی قرآن مجید مین اجازت نہین اور ابن عمر کی حدیث مین

ثابت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یارسول اللہ اگر تین طلاق دے تو کیسا فرمایا کہ تو نے نافرمانی کی اپنے رب کی اور تیری عورت تجھسے جدا ہوگئی کذا فی
حاشیۃ المدنی ومن محاسنہ التخلص بہ من المکارہ اور طلاق کی خوبیون سے یہ ہو کہ بسبب طلاق کے مکروہات سے نجات ہوتی ہو یعنی مرد طلاق سے عورت کی بدخلقی سے بچتا ہو
اور اگر مقدور نہو تو نان نفقہ کی فکر سے نجات پاتا ہو اور اگر دو عورتین ہین تو ایک کی طلاق سے فرضیت باری کی کشاکش سے خلاصی سی ہوتی ہو اور ایک دفعہ طلاق پر جدائی نہ مقرر
ہوئی تا اگر طلاق سے ندامت ہو تو تدارک کر سکے اور تین عدد واسطے متعین ہوئے کہ اقل جمع ہو وبہ یعلم ان طلاق الدور نحو ان طلقتک فانت طالق قبلہ ثلثا واقع اجماعا کما حررہ المصنف معزیا
لجواہر الفتاوی حتی لو حکم بصحۃ الدور حاکم لا ینفذ اصلا اور اسی سے یعنی خلاصی مکروہات سے معلوم ہوا کہ طلاق دور کی بالاجماع واقع ہوتی ہو چنانچہ اسکو مصنف نے تحریر کیا ہو جواہر الفتاوی
کی طرف نسبت کر کے یہانتک کہ اگر کوئی صحت دور کا حکم کرے یعنی بسبب طلاق دور کے عدم طلاق کا حکم دے تو اسکا حکم ہرگز نجاری ہوگا اسواسطے کہ مخالف ہو اجماع کے طلاق دور
یہ ہو کہ جیسے کوئی اپنی عورت سے کہے کہ مین تجھکو طلاق دون تو طلاق دینے سے پہلے تجھپر تین طلاق ہین اسکو طلاق دور اسواسطے کہا کہ اسمین مدار ہو دریان دو متنافی کے اسواسطے کہ لازم آتا ہو
کہ جب طلاق دے تو تین طلاق اس سے پہلے واقع ہو جاوین اور جب تین طلاق پہلے ہو گئین تو لازم آتا ہو کہ یہ طلاق نہ واقع ہو اور اس مقام مین دور وہ مراد نہین جو علم کلام مین مصطلح ہو خلاصہ یہ کہ
طلاق دور واقع ہوتی ہو بسبب لغو ہونے قبلیت کے اسواسطے کہ خلاصی مکروہات محاسن طلاق سے ہو سو اگر طلاق نہ واقع ہو تو یہ حکمت فوت ہوتی ہو پھر جب قبلیت لغو ہوئی تو گویا اُسنے یون
کہا کہ ان طلقتک فانت طالق ثلثا یعنی اگر تجھکو طلاق دون تو تجھپر تین طلاق ہین پھر جب وہ طلاق دیگا تو ایک طلاق پڑ گئی پھر اسکے بعد تین طلاق پڑینگی تین مین سے ایک لغو ہوگی کہ اُسکی
گنجائش نہین تو تین طلاق پڑ جاوینگی ایک پہلی اور دو پچھلی ابن سریج شافعی قائل ہو کہ طلاق دور واقع نہین ہوتی بعض صالحین نے خواب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ طلاق دور
واقع ہوتی ہو یا نہین فرمایا کہ جو طلاق دور کے عدم وقوع کا قائل ہو اسنے میری امت کو گمراہ کیا کذا فی حاشیۃ الطحاوی المدنی واقسامہ ثلثۃ حسن واحسن وبدعی یاثم بہ اور اقسام طلاق
کے تین ہین ایک حسن یعنی خوب دوسرا احسن یعنی بہت خوب تیسرا بدعی یعنی بدعت والا جسکے فعل سے آدمی گنہگار ہوتا ہو بدعت سے مراد یہان بدعت محرمہ ہو والفاظہ صریح وملحق بہ
وکنایۃ اور الفاظ طلاق کے بھی تین ہین ایک صریح دوسرا ملحق تیسرا کنایہ طلاق صریح وہ جو طلاق کے سوا اور معنون مین مستعمل نہو اور نیت کا محتاج نہو جیسے لفظ طلاق اور طالق
اور تطلیق اور مطلقہ کہ ان الفاظ سے طلاق پڑ جاتی ہو نیت طلاق کی کرے یا نکرے لیکن وقوع طلاق مین عورت کا خطاب شرط ہو تو اگر عورت نے مرد سے طلاق چاہی ہو اور اسنے کہا
کہ طالق طالق طالق یا یون کہا کہ طلاق طلاق طلاق تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ خطاب عورت کی طرف نہین چنانچہ حموی نے شرح کنز مین اسکی تصریح کردی ہو پھر طلاق صریح گاہے رجعی
ہوتی ہو جیسے یکبار یا دوبار طلاق دینا اور گاہے بائن ہوتی ہو جیسے تین بار طلاق دینا اور ملحق بصریح جیسے لفظ حرام اور تحریم کا کہ اسمین بھی نیت کی حاجت نہین اور کنایہ وہ جو طلاق
اور غیر طلاق دونون کا محتمل ہو اسمین بدون نیت کے طلاق نہین پڑتی کذا فی حاشیۃ المدنی ومحلہ المنکوحۃ اور محل طلاق کا منکوحہ ہو یعنی جسپر طلاق واقع ہوتی ہو سو منکوحہ
عورت ہو تو لونڈی محل طلاق کا نہین مولی کے حق مین واہلہ زوج عاقل بالغ مستیقظ اور اہل طلاق کا زوج ہو جو عاقل و بالغ اور جاگتا ہو تو مولی اور اجنبی زوج کی قید سے نکل گیا اور
مجنون اور صبی اور سوتا آدمی بھی نکل گیا یعنی انکی طلاق نہین واقع ہوتی ورکنہ لفظ مخصوص خال عن الاستثناء اور رکن طلاق کا لفظ مخصوص ہو جو خالی ہو استثنا سے تو لفظ مخصوص سے
فسوخ نکل گئے اور معلوم ہوا کہ اگر انشاء اللہ کی قید طلاق مین متصل کرے تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ مخصوص استثنا سے خالی نہین طلقۃ رجعیۃ فقط فی
طہر لا وطی فیہ وترکہا حتی تنقضی عدتہا احسن بالنسبۃ الی البعض الاخر فقط ایکبار طلاق رجعی دینا اس طہر مین جسمین وطی نہین ہوئی اور چھوڑنا اسکا یعنی دوسری
نہ دینا یہانتک کہ اسکی عدت گذر جاوے یہ طلاق احسن ہو بہ نسبت اور دوسری طلاق کے یعنی حسن اور بدعی سے احسن ہو نہ یہ کہ فی نفسہ احسن ہو تو اس تقریر سے وہ اعتراض
دفع ہوا جو بعضون نے کہا کہ طلاق احسن یا حسن کہنا کیونکر درست ہوگا حالانکہ وہ ابغض الحلال ہو وطلقۃ لغیر موطوءۃ ولو فی حیض ولموطوءۃ تفریق الثلث فی ثلثۃ
اطہار لا وطی فیہا ولا فی حیض قبلہا ولا طلاق فیہ وفیمن تحیض وثلثۃ اشہر فی حق غیرہا حسن وسنی فعلم ان الاول سنی بالاولی اور ایک طلاق دینا غیر مدخولہ کو
اگرچہ طلاق حیض مین واقع ہو اور زوجہ مدخولہ کو جدا جدا تین طلاق دینا تین طہر مین جسمین وطی نہوئی ہو اور نہ اس حیض مین وطی ہوئی ہو جو تین طہر
سے پہلے تھا اور نہ اسمین طلاق ہوئی ہو یہ حیض ہونے والی عورت کے حق مین ہو اور تفریق تین طلاق کی تین مہینے مین اس عورت کے حق مین جسکو حیض نہین آتا یعنی بڑی

عمر والی اور صغیرہ اور حاملہ تو ان تینوں سے طلاق دینا طلاق حسن ہے اور سنی ہے یعنی مسنون ہے سو جبکہ طلاق حسن مسنون ہوئی تو طلاق احسن بطریق اولیٰ مسنون ہوگی کہ اس میں
فقط ایک ہی طلاق ہے خالی طہر میں عدت تک اور مسنون کے یہ معنی کہ لائق عتاب کے نہیں اور یہ مراد نہیں کہ اس میں کچھ ثواب ہے اس واسطے کہ طلاق فی نفسہ عبادت نہیں کہ ثواب
کی توقع ہو وحل طلاقهن اي الآيسة والصغيرة والحامل عقب وطي لان الكراهة فيمن تحيض لتوهم الحبل وهو مفقود هنا اور حلال ہے طلاق دینا انکا یعنی آیسہ اور صغیرہ اور
حاملہ کا بعد وطی کے بھی اس واسطے کہ کراہت طلاق کی حیض والی عورتوں میں بسبب احتمال حمل کے ہے اور احتمال حمل کا یہاں یعنی ان عورتوں میں مفقود ہے آیسہ وہ عورت ہے
جسکا حیض بسبب زیادتی عمر کے بند ہوگیا ہو سو پچپن برس والی عورت آیسہ ہے قول اظہر میں اور جسکی عمر نو برس سے کم ہو وہ صغیرہ ہے بنا بر قول مختار کے والبدعي ثلث متفرقة
او ثنتان بمرة او مرتين في طهر واحد لا رجعة فيه او واحدة في طهر وطئت فيه او واحدة في حيض موطوءة اور طلاق بدعی یہ کہ تین طلاق دینا
جدا جدا یا دو طلاق یکبارگی یعنی ایک لفظ سے یا طلاق دو لفظ سے ایک طہر میں جس میں رجعت نہیں یا ایک طلاق دینا اس طہر میں جسمیں وطی ہوچکی ہے یا ایک طلاق دینا موطوءہ کو
حیض میں یہ سب صورتیں طلاق بدعی کی ہیں سو جب تین طلاق متفرق بدعی ہوئیں تو یکبارگی تین طلاق دینا بطریق اولیٰ بدعی ہوگا اور اگر طہر میں طلاق بدعی دے کر رجعت کریگا
تو طلاق بدعی باقی رہیگی ظاہر اور شیعہ کے نزدیک تین طلاق یکبارگی دینے سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے نہ تین اور ہمارے نزدیک تینوں واقع ہو جاتی ہیں اگرچہ
تین طلاق دینا یکبارگی گناہ ہے ہماری دلیل حدیث عجلانی کی ہے جو صحیح بخاری اور مسلم میں وہی ہے اس میں یہ مضمون ہے کہ عجلانی نے تین طلاق روبرو جناب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے دی اور حضرت نے اسپر انکار نہ فرمایا تو اس حدیث تقریری سے وقوع ثابت ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی لو قال البدعي ما خالفها لكان اوجز وافيد شارح کہتا ہے
کہ اگر مصنف صاحب متن بدعی کی تعریف میں یوں کہتا کہ طلاق بدعی وہ ہے جو مخالف ہو طلاق احسن اور حسن کے تو کلام مختصر ہوتا اور زیادہ مفید ہوتا اس واسطے کہ طلاق بدعی
آٹھ قسم ہے اول قسم تین طلاق متفرق ایک طہر میں دینا دوسری قسم تین طلاق ایک لفظ سے ایک طہر میں دینا تیسری دو طلاق ایک لفظ سے دینا چوتھی دو طلاق دو لفظ سے اول
طہر میں دینا جسمیں رجعت نہیں پانچویں حیض میں طلاق دینا چھٹی اس طہر میں طلاق دینا جسمیں وطی ہوچکی ساتویں اس طہر میں طلاق دینا جسمیں وطی نہیں ہوئی لیکن طہر کے قبل حیض
میں وطی ہوچکی آٹھویں نفاس میں طلاق دینا سو ساتویں اور آٹھویں قسم مصنف کی تعریف میں داخل نہیں اگر یوں کہتا کہ بدعی مخالف ہے احسن اور حسن کے تو یہ دونوں قسمیں بھی داخل
ہو جاتیں کذا فی حاشیۃ المدنی وتجب رجعتها على الاصح فيه اي الحيض رفعا للمعصية فاذا طهرت طلقها ان شاء او امسكها قيد بالطلاق لان التخيير والاختيار والخلع في الحيض
لا يكره مجتبى اور واجب ہے رجعت کرنا زوجہ کیطرف بنا بر قول اصح کے حیض میں یعنی حیض میں اگر طلاق دی ہو تو رجعت کر لے واسطے گناہ دور ہونے کے پھر جب عورت طاہر ہو
حیض سے تو چاہے اسکو طہر میں طلاق دے یا چاہے اسکو رکھے شارح کہتا ہے کہ مصنف نے قید طلاق کی اس واسطے لگائی کہ تخییر اور خلع اور اختیار حیض میں مکروہ نہیں کذا فی المجتبی
تخییر یہ کہ زوج اپنی زوجہ کو نکاح باقی رکھنے اور طلاق میں مختار کرے اور اختیار یہ کہ نابالغ کا باپ دادا کے سوا کسی اور ولی نے نکاح کیا پھر جب وہ بالغ ہوا تو اسکو اپنی ذات
کا اختیار ہے چاہے نکاح کو باطل کردے اگرچہ اسوقت وہ حیض میں ہو خلاصہ یہ کہ طلاق دینا حیض میں مکروہ ہے اور تخییر زوج اور اختیار صبی اور اسیطرح خلع حیض میں مکروہ
نہیں والنفاس كالحيض جوهرة اور نفاس مانند حیض کے ہے کذا فی الجوہرۃ یعنی طلاق نفاس میں مکروہ اور تخییر اور اختیار صبی اور خلع نفاس میں مکروہ نہیں قال لموطوءة
وهي من تحيض انت طالق ثلثا او ثنتين للسنة وقع عند كل طهر طلقة ويقع اولها في طهر لا وطي فيه کہا زوج نے اپنی مدخولہ سے درانحالیکہ
وہ حیض آنے والیوں میں ہے کہ تجھکو تین طلاق ہیں یا دو ہیں مخصوص بسنت تو واقع ہوگی ہر طہر کے نزدیک ایک طلاق خواہ قائل نے نیت کی ہو یا نہ
کی ہو اور پہلی طلاق ان تینوں سے یا دو سے اس طہر میں واقع ہوگی جسمیں وطی نہیں ہوئی فلو غير موطوءة او لا تحيض تقع واحدة للحال ثم كلما نكحها او
مضى شهر تقع سو اگر وہ عورت جسکو تین طلاق مسنون ہوئی مدخولہ نہو یا حیض اسکو نہ آتا ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی فی الحال پھر غیر مدخولہ
سے جب زوج نکاح کریگا تو دوسری طلاق واقع ہوگی پھر جب تیسرا نکاح کریگا تو تیسری طلاق واقع ہوگی یا جس عورت کو حیض نہیں آتا جب ایک مہینہ
گذریگا تو طلاق ہو واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وان نوى ان تقع الثلث الساعة او ان تقع عند رأس كل شهر واحدة صحت نيته لانه محتمل كلامه

اور اگر نیت کی تینون طلاق واقع ہونے کی اسی ساعت مین یا نیت کی ایک طلاق واقع ہونے کی ہر مہینے کے سرے پر تو نیت اُسکی صحیح ہوگی اسواسطے کہ اُسکے کلام مین اسکا بھی احتمال ہے اسواسطے کہ لفظ السنۃ کا لام جیسے اختصاص کا محتمل ہے ویسے ہی تعلیل کا بھی احتمال رکھتا ہے تو اس صورت مین السنۃ کے یہ معنی ہونگے کہ وہ طلاق جسکا حکم سنت سے ثابت ہے یا واقع ہونا اُسکا مذہب ہے اہل سنت کا **ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل** ولو تقدیرا بدائع لیدخل السکران اور واقع ہوتی ہے طلاق ہر زوج بالغ عاقل کی اگرچہ تقدیراً عاقل ہو کذا فی البدائع تقدیراً کی قید اسواسطے لگائی تاکہ مست عاقل مین داخل رہے یعنی عقل اور نشے مین کوئی تباین نہ سمجھے اسواسطے کہ شارع نے مست کو وقوع طلاق مین قائم مقام عاقل کے قرار دیا ہے ولو عبدا او مکرہا فان طلاقہ صحیح لا اقرارہ بالطلاق اگرچہ زوج غلام ہو یا مکرہ ہو یعنی زبردستی کسی نے اُس سے طلاق دلوائی ہو اسواسطے کہ طلاق دینا مکرہ کا صحیح ہے اور اقرار طلاق مکرہ کا صحیح نہین یعنی زبردستی سے کوئی طلاق کا اقرار کرا دے تو اس اقرار سے طلاق نہین واقع ہوتی وقد نظم فی النہر ما یصح مع الاکراہ فقال طلاق وایلاء ظہار ورجعۃ + نکاح مع الاستیلاد عفو عن العمد + اور البتہ نظم کیا ہے نہر الفائق مین ان عقود کو جو اکراہ اور زبردستی کے ساتھ صحیح ہو جاتے ہین سو کہا کہ طلاق ہے اور ظہار ہے اور ایلا اور رجعت اور نکاح ہے ساتھ استیلاد کے اور عفو کرنا ہے قصاص کو + رضاع وایمان وفیٔ ونذرۃ + قبول لایداع کذا الصلح عن عمد + رضاع ہے اور خدا کی قسمین کھانا اور ایلاء کرکے رجوع کرنا اور نذر کرنا اور ودیعت قبول کرنا اسی طرح قصاص عمد سے مال پر صلح کرنا + طلاق علی جعل یمین بہ اتت + کذا العتق والاسلام تدبیر للعبد + اور طلاق عوض مال کے خواہ زوجہ کی طرف سے یا غیر کی طرف سے اور قسم طلاق کی یعنی زبردستی سے کسی نے یون قسم کھائی کہ اگر فلانا کام کرے تو اسکی عورت پر طلاق ہے سو اگر وہ کام کریگا تو طلاق واقع ہوگی اور اسیطرح بجبر آزاد کرنا اور مسلمان ہونا اور غلام یا لونڈی کا مدبر کرنا + وایجاب احسان وعتق فہذہ + تصح مع الاکراہ عشرین فی العدو + اور واجب کرنا صدقہ کا اور واجب کرنا عتق کا یعنی زبردستی یون کہلادے کہ مین نے اپنے اوپر خدا کیواسطے ایک درم یا ایک غلام کی آزادی واجب کی تو یہ عقود مذکورہ صحیح ہین اکراہ کے ساتھ بیس ہین شمار مین او ہازلا لا یقصد حقیقۃ کلامہ او سفیہا خفیف العقل یا اگرچہ زوج ہازل ہو یعنی خوش طبعی اور ہنسی سے طلاق دی ہو ہازل وہ ہے جسکو اپنے کلام کی حقیقت مقصود نہو یا زوج سفیہ خفیف العقل کم فہم ہو او سکران ولو بنبیذ او حشیش او افیون او بنج زجرا بہ یفتی تصحیح القدوری یا مست ہو اگرچہ نشا خیساندہ کا ہو یا بھنگ کا ہو یا افیون کا یا خراسانی اجوائن کا ان چیزون کے نشے سے طلاق واقع ہوتی ہے واسطے زجر اور توبیخ کے تا لوگ باز رہین اسی پر فتوی ہے کذا فی تصحیح القدوری زجر اور توبیخ کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر خراسانی اجوائن اور افیون کو بطریق دوا کے استعمال کرے تو اُسپر زجر نہین اسواسطے کہ معصیت نہین تو اس صورت مین طلاق بھی نہ واقع ہوگی نہر الفائق مین کہا کہ خراسانی اجوائن کی اباحت اور حرمت مین اختلاف ہے اور حق یہ ہے کہ اگر بطریق دوا کے استعمال ہو تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ معصیت نہین اور اگر بطریق لہو اور سرور کے ہو تو طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی مست کی طلاق اسواسطے واقع ہے کہ شارع نے مست کو اسکی حالت مستی مین مراد نہی سے خطاب کیا چنانچہ فرمایا (یا ایہا الذین امنوا لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاری) تو معلوم ہوا کہ اُسکو بجاے قابل العقل کے احکام شرعیہ مین تنگ پکڑنے کیواسطے قرار دیا اور وقوع طلاق مین حد سکر کی یہ ہے کہ عورت کو مرد سے اور آسمان کو زمین سے فرق نکرے یہی مذہب ہے امام کا اور یہی قول یہان معتمد ہے اور سکر پر حد واجب ہونے مین صاحبین کا قول مختار ہے وہ یہ ہے کہ جسکا اکثر کلام بیہودہ اور ہذیان ہو اور طہارت ٹوٹنے مین حد سکر یہ ہے کہ جسکی چال ڈانواڈول ہو بحر الرائق مین کہا کہ ورق القنب یعنی بھنگ کے نشے سے باتفاق علماء شافعیہ اور حنفیہ کے طلاق واقع ہوتی ہے اسواسطے کہ اُسکے حرام ہونے پر بالاتفاق فتوی ہے اور اُسکے بائع پر تعزیر ہے اور جو اُسکو حلال کہے وہ زندیق اور ملحد ہے کذا فی المنتقی اور جوہرہ مین حرمت افیون اور خراسانی اجوائن کی مصرح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ویختلف التصحیح فیمن سکر کرہا او مضطرا اور مختلف ہے صحیح کہنا علما کا اس شخص کے حق مین جو مست ہوگیا زبردستی نشا پلانے سے یا اضطرار سے پھر اُس نے طلاق دی نہر الفائق مین کہا صحیح یہ ہے کہ اُسکی طلاق واقع نہین ہوتی چنانچہ تحفہ اور شرح جامع اور خانیہ مین ہے کذا فی الطحطاوی والمدنی نعم لو زال عقلہ بالصداع او بمباح لم تقع ہان اگر زائل ہو عقل نشا پینے والے کی بسبب درد سر کے یا مباح چیز کے استعمال سے جیسے کوئی افیون کھائے بطریق دوا کے تو طلاق واقع نہین ہوئی اسواسطے کہ زوال عقل درد سر سے ہوا نہ نشے سے فی القہستانی معزیا للزاہدی انہ لو لم یمیز ما یقوم بہ الخطاب کان تصرفہ باطلا انتہی اور قہستانی مین زاہدی سے منقول ہے کہ اگر مست کی ایسی عقل زائل ہو کہ امتیاز نہ کرے

احکام شرعیہ کو تو اُسکا تصرف باطل ہوگا فقط یعنی نہایت بدمست کی طلاق نہ واقع ہوگی بحرالرائق مین کہا کہ یہ قول ضعیف ہے واستثنی فی الاشباہ من تصرفات السکران سبع
مسائل منہا الوکیل بالطلاق صاحیا اور مستثنی کیا ہے اشباہ مین مست کے تصرفات سے سات مسائل کو یعنی مست اور ہوشیار کا ایک حکم ہے لیکن سات مسائل مین مست
ہوشیار کے برابر نہین از انجملہ طلاق کا وکیل ہوشیاری مین یعنی مثلاً زید نے حالت ہوشیاری مین خالد کو وکیل کیا طلاق کا پھر خالد نے مست ہو کر طلاق دی تو یہ طلاق نہ واقع
ہوگی لکن قیدہ البزازی بکونہ علی مال والا وقع مطلقا لیکن مقید کیا ہے بزازی نے طلاق وکیل کو مال کے بدلے پر یعنی اگر وکیل نے عوض مال کے طلاق دی تو طلاق صحیح نہ ہوگی
اور اگر طلاق عوض مال کے نہین تو واقع ہوگی ہر طرح سے خواہ موکل نے ہوشیاری مین وکیل کیا ہو خواہ مستی مین اور وکیل نے ہوشیاری مین طلاق دی ہو یا مستی مین ولم یوقع الشافعی طلاق
السکران واختارہ الطحاوی والکرخی وفی التاتارخانیۃ عن التفریق والفتوی علیہ اور امام شافعی نے مست کی طلاق کو واقع نہین کہا اور پسند کیا ہے اس قول کو طحاوی اور کرخی
نے اور تاتارخانیہ مین تفریق سے یہ ہے کہ اس روایت پر فتوی ہے مگر یہ روایت مخالف ہے متون کے اور کتب معتمدہ مین ہرگز اسپر اعتماد نہین فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہے کہ
طلاق مست کی واقع ہے اور یہی مذہب ہے ہمارے اصحاب کا کذا فی حاشیۃ المدنی واخرس ولو طاریا ان دام للموت بہ یفتی یا گونگا ہو یعنی گونگے کی طلاق اشارہ سے ہوتی ہے اگرچہ
پیدائشی گونگا نہو بشرطیکہ موت تک گونگا رہے اسی پر فتوی ہے وعلیہ فتصرفاتہ موقوفۃ واستحسن الکمال اشتراط کتابتہ اور اس شرط پر گونگے کے تصرفات موقوف رہینگے موت تک یعنی اگر
موت تک گونگا رہا تو اشارہ کی طلاق وغیرہ تصرفات صحیح ہونگے اور اگر زبان کھل گئی بولنے لگا تو اُس سے دریافت کیا جائیگا اور پسند کیا ہے کمال الدین بن ہمام نے اُسکی کتابت کا
شرط ہونا یعنی اگر گونگا لکھ جانتا ہو تو اُسکی طلاق اشارہ سے نہ واقع ہوگی لکھنے سے واقع ہوگی باشارتہ المعہودۃ فانہا تکون کعبارۃ الناطق استحسانا گونگے کی طلاق واقع
ہوگی اُسکے اشارہ معلومہ سے اسواسطے کہ اسکا اشارہ ناطق کے بیان کے برابر ہے باعتبار استحسان کے وجہ استحسان کی یہ کہ اگر اسکا اشارہ مثل عبارت ناطق کے نہو تو موجب ہو
حرج کا او مخطئا بان اراد التکلم بغیر الطلاق فجری علی لسانہ الطلاق او تلفظ بہ غیر عالم بمعناہ او غافلا او ساہیا او بالفاظ مصحفۃ یقع قضاء فقط یا زوج نے خطاء سے طلاق دی اسطرح پر کہ
ارادہ کسی بات کے کہنے کا کیا سوا اُسکی زبان پر طلاق جاری ہوگئی یا طلاق کا لفظ بولا حالانکہ اُسکے معنی سے آگاہ نہ تھا یا زوج بھولا کم عقل ہو یا بھولکر طلاق بولا ہو بھول
کی صورت یہ کہ اُسنے قسم کھائی کہ لفظ طلاق نہ بولونگا پھر طلاق بول گیا بھول کر یا طلاق کو الفاظ محرفہ سے بولا چنانچہ بجائے قاف کے کاف یا عین یا غین بولا تو
ان صورتون مین طلاق واقع ہوگی فقط باعتبار قضا کے یعنی باعتبار حکم ظاہر کے نہ باعتبار دیانت کے بخلاف الہازل واللاعب فانہ یقع قضاء ودیانۃ لان الشارع جعل ہزلہ
بہ جدا فتح بخلاف ہنسی کرنے والے اور کھیلنے والے کے کہ اُسکی طلاق ظاہر اور باطن دونون مین واقع ہو جاتی ہے اسواسطے کہ شارع نے اُسکی ہزل کو جد قرار دیا ہے یعنی طلاق دینے
والے کی ہنسی اور خوش طبعی کو بجائے واقعی کلام کے ٹھہرایا ہے کذا فی فتح القدیر ومریضا او کافرا لوجود التکلیف یا زوج بیمار یا کافر بسبب وجود تکلیف کے یعنی کافر بھی احکام شرعی
کا مخاطب ہے لیکن قاضی حکم تفریق کا کافر کے حق مین اُس وقت کریگا جب دونون نے اُسکے پاس نالش کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی واما طلاق الفضولی والاجازۃ قولا وفعلا
فکالنکاح بزازیۃ اور طلاق دینا فضولی کا اور جائز رکھنا زوج کا باعتبار قول اور فعل کے مانند نکاح کے ہے کذا فی البزازیہ یعنی جیسے نکاح فضولی کا زوج کی اجازت پر موقوف ہے
اسیطرح طلاق فضولی کی بھی اُسکی اجازت پر موقوف ہے اجازت خواہ قولی ہو چنانچہ زوج فضولی سے کہے کہ خدا تجھکو راحت دے جیسے تو نے مجھکو اس عورت سے راحت دی
یا یون کہے کہ تو نے مجھپر بڑا احسان کیا کہ اُس سے چھوڑایا خواہ اجازت فعلی ہو چنانچہ اُسکا باقی مہر ادا کرے یا اُسکے سوا چار عورتون سے نکاح کرے وبناء علی اعتبار الزوج
المذکور لا یقع طلاق المولی علی امرأۃ عبدہ لحدیث ابن ماجہ الطلاق لمن اخذ بالساق الا اذا شرط فی العقد فقال زوجتہا منک علی ان امرہا بیدی طلقہا کلما شئت فقال العبد
قبلت وکذا اذا قال العبد اذا تزوجتہا فامرہا بیدک ابدا کان کذلک خانیہ اور بنا بر اعتبار زوج کے جو سابق مین مذکور ہو چکا یعنی ہر زوج عاقل بالغ کی طلاق واقع
ہوتی ہے اگرچہ وہ غلام ہو تو اس اعتبار سے نہ واقع ہوگی طلاق مولی کی اپنے غلام کی جورو پر بدلیل حدیث ابن ماجہ کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طلاق
کا اختیار اُسکو ہے جسنے عورت کی پنڈلی کو پکڑا یعنے زوج کے سوائے دوسرے کو طلاق کا اختیار نہین مگر جبکہ مولی نے شرط کر لیا ہو حالت عقد مین سو یون کہا ہو غلام سے
کہ مین اسکا نکاح تیرے ساتھ کرتا ہون اس شرط پر کہ عورت کا امر میرے ہاتھ مین ہے اسکو مین طلاق دون جب چاہون پھر غلام کہے کہ مین نے قبول کیا اور اسیطرح جب غلام نے

کہا کہ جب مین اس سے نکاح کرون تو اُسکا امر تیرے ہاتھ مین ہو گا ہمیشہ تو اس شرط سے ایساہی ہوگا یعنی مولی کو طلاق کا اختیار ہوگا کذافی الخانیۃ **والمجنون** الا اذا علق

عاقلا ثم جن فوجد الشرط او کان عنینا او مجبوبا او اسلمت وہو کافر وابی ابوہ الاسلام وقع الطلاق بشانہ اور نہین واقع ہوتی طلاق مجنون کی مگر جب کہ معلق کیا

طلاق کو کسی شرط پر حالت ہوشیاری مین پھر دیوانہ ہوگیا پھر پائی گئی شرط یا مجنون نامرد یا مقطوع الذکر ہو یا زوجہ مجنون کی مسلمان ہوگئی اور وہ کافر ہو اور اسکے

باپ نے اسلام نہ قبول کیا تو ان صورتون مین مجنون کی طلاق واقع ہوگی کذافی الاشباہ ان صورتون مین وقوع طلاق ہو نہ ایقاع اور مجنون سے ایقاع طلاق ممتنع ہو نہ وقوع

کذافی حاشیۃ المدنی **والصبی** ولو مراہقا او اجازہ بعد البلوغ اما لو قال اوقعتہ وقع لانہ ابتداء ایقاع وجوزہ الامام احمد اور نہین واقع ہوتی طلاق صبی کی اگرچہ لڑکا

قریب البلوغ ہو یا لڑکپن مین طلاق دی اور اسکو بعد بلوغ کے جائز رکھے تو بھی طلاق نہوگی لیکن اگر یون کہیگا کہ مین نے طلاق کو واقع کردیا تو واقع ہوجائیگی اسواسطے

کہ اس کلام مین ابتداء ایقاع ہے یعنی اب بلوغ مین واقع کی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اسمین طلاق بالفعل نہین واقع ہوگی بلکہ طلاق سابق کو بحال رکھا اور سابق مین اسکو

اہلیت طلاق کی نہ تھی اور امام احمد بن حنبل نے طلاق صبی جائز رکھی ہے **والمعتوہ** من العتہ وہو اختلال فی العقل اور نہین واقع ہوتی طلاق پریشان عقل کی لفظ معتوہ کا

کا مشتق ہے عتہ سے بمعنی اختلال عقل بحر الرائق مین کہا کہ بہترین اقوال معتوہ اور مجنون کے فرق مین یہ ہے کہ معتوہ وہ ہے جو قلیل الفہم پریشان کلام فاسد التدبیر ہو لیکن نہ مارے نہ گالی

دے بخلاف مجنون کے **والمبرسم** من البرسام بالکسر علۃ کالجنون اور نہین واقع ہوتی طلاق مبرسم کی لفظ مبرسم کا مشتق ہے برسام سے جو بروزن قرطاس ہے برسام بیماری ہے مانند

جنون کے اور بعض کتب طبیہ مین ہے کہ برسام وہ گرم ورم ہے جو جگر اور انتڑیون کے درمیان والے پردے مین عارض ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ اس بیماری سے بیہوشی لاحق ہوتی ہے اسواسطے

طلاق واقع نہین ہوتی **والمغمی علیہ** ہو لغۃ المغشی اور نہین طلاق واقع ہوتی جسکو غش آوے اغمی لغت مین بمعنی غشی کے ہے اور یہی معنی فقہ مین بھی مراد ہین منح الغفار مین کہا کہ اغمایہ

کہ دماغ بلغم غلیظ بارد سے بھر جاوے اور قہستانی مین کہا کہ غشی عبارت ہے تعطل قوی محرکہ اور حساسہ سے بسبب ضعف قلب کے تو غشی نیند کے برابر ہے بے اختیاری مین کذافی

حاشیۃ المدنی **والمدہوش** فتح وفی القاموس دہش تحیر ودہش بہنا المفعول فہو مدہوش وادہشہ اللہ اور نہین واقع ہوتی طلاق مدہوش کی مدہوش وہ ہے جسکی عقل

جاتی رہے کذافی فتح القدیر اور قاموس مین کہا کہ دہش بمعنی تحیر کے ہے اور دہش مجہول کا صیغہ ہے اور اسم مفعول مدہوش ہے اور عرب بولتے ہین ادہشہ اللہ یعنی بیہوش یا متحیر

کرے اُسکو اللہ خلاصہ یہ کہ یہ لفظ لازم بھی ہے اور متعدی بھی ہے اور باب افعال سے بھی مستعمل ہے ہم شارح کے استاد خیر الدین رملی نے فتاوی خیریہ مین کہا کہ تاتارخانیہ اور فتح القدیر

مین مصرح ہے کہ طلاق مدہوش کی نہین واقع ہوتی اور اجماع ہے فقہا کا کہ طلاق غیر عاقل کی نہین پڑتی سوائے مست کے کہ مست کی طلاق بنابر زجر اور توبیخ کے واقع

ہوجاتی ہے تو غیر عاقل مین مجنون اور معتوہ اور مبرسم اور مغمی علیہ اور مدہوش سب داخل ہین اور مدہوش یہان بمعنی ذاہب العقل کے ہے اور جسنے مدہوش کو یہان بمعنی متحیر کے تفسیر کیا

سو غلط ہے اسواسطے کہ تحیر اور تردد کو ذہاب عقل لازم نہین اور مدہوش قاموس مین بمعنی متحیر اور ذاہب العقل کے مذکور ہے انتہی خلاصہ کذافی حاشیۃ **والنائم** لانتفاء الارادۃ ولذا

عقل سے خارج ۱۲

لا یتصف بصدق ولا کذب لا خبر ولا انشاء اور نہین واقع ہوتی طلاق سونے والے کی بسبب نہونے ارادہ اور اختیار کے اور اسی واسطے سونے والے کو صادق اور

کاذب نہین بولتے اور اُسکے کلام کو خبر اور انشا نہین کہتے اسواسطے کہ اُسکا کلام بالقصد نہین چنانچہ کتب اصول مین یہ مصرح ہے فلو قال اجزتہ او اوقعتہ لا یقع لانہ اعاد الضمیر

الی غیر معتبر جوہرہ اور اگر سونے والے سے اُسکے جاگنے کے بعد کسی نے کہا کہ تو نے سوتے ہوئے طلاق دی سو اُسنے کہا کہ مین نے اسکو جائز رکھا یا واقع کیا تو

طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ اُسنے ضمیر کو اسکی طرف پھیرا جو غیر معتبر ہے لائق اعتبار کے نہین یعنے طلاق نوم کذافی الجوہرہ اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہے کہ

صبی اگر بعد بلوغ کے کہے کہ اوقعتہ یعنی اسکو مین نے واقع کردیا تو طلاق پڑ جاتی ہے اور اگر یہی لفظ نائم بعد جاگنے کے کہے تو نہین پڑتی دونون مین کیا فرق ہے

شارح نے اسکا جواب دیا کہ کلام صبی کا لغت اور نحو مین معتبر ہے لیکن شارع نے بسبب قصور عقل کے اسکو لغو کردیا بخلاف نائم کے کہ اسکا کلام کسی کے نزدیک معتبر

نہین اسواسطے کہ اُسکا قصد نہین کذافی حاشیۃ المدنی ولو قال اوقعت ذلک الطلاق او جعلتہ طلاقا وقع بحر اور اگر نائم نے کہا بعد بیداری کے کہ مین نے

اس طلاق کو واقع کردیا یا مین نے اسکو طلاق ٹھہرادی تو واقع ہوگی کذا فی البحر الرائق تو اسوقت مین مطلب یہ ہوگا کہ جس جنس کی طلاق حالت نوم مین صادر ہوئی تھی

اس جنس کی طلاق بیداری میں اپنے منہ سے واقع کردی تو یہ طلاق دوسری ہوئی نوم کے سوا تو واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی و اذا ملک احدہما الآخر کلا او بعضہ بطل النکاح اور جبکہ مالک ہوا زوج اور زوجہ میں سے ایک دوسرے کا کل کا مالک ہو یا بعض کا تو نکاح باطل ہوگیا اسواسطے کہ مالکیت منافی ہے زوجیت کی ولو قال حرۃ حین ملکتہ فطلقہا فی العدۃ او خرجت الحربیۃ الینا مسلمۃ ثم خرج زوجہا کذلک مسلما فطلقہا فی العدۃ الغاہ الثانی فی المسئلتین واوقعہ الثالث فیہما اور اگر زوج نے کہا کہ عورت نے اپنے زوج مملوک کو آزاد کردیا جبکہ اسکی مالک ہوئی پھر زوج نے عورت کو طلاق دی عدت میں یا عورت حربی نکل آئی ہماری طرف یعنی دارالاسلام میں آئی مسلمان ہو کر پھر اسکا زوج نکلا اسیطرح مسلمان ہو کر پھر اسنے اسکو طلاق دی عدت میں تو اس طلاق کو ابو یوسفؒ نے لغو کہا ہے دونوں صورتوں میں اور واقع کیا ہے اسکو محمدؒ نے دونوں میں اور فتویٰ ابو یوسفؒ کے قول پر ہے کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ مالک ہوئے تے اور دارالاسلام میں آتے جدائی نہ دونوں میں ہوگئی پھر جب جدائی ہوئی تو طلاق کا اختیار باقی نہ رہا کذا فی حاشیۃ المدنی و اعتبار عددہ بالنساء وعند الشافعی بالرجال اور اعتبار عدد طلاق کا عورتوں پر ہے اور نزدیک امام شافعیؒ کے مردوں پر ہے فطلاق حرۃ ثلث و طلاق امۃ ثنتان مطلقا تو طلاق حرہ کی تین بار ہے اور طلاق لونڈی کی دو بار ہے ہر طرح سے یعنی حرہ کا زوج خواہ حر ہو خواہ عبد اسکو تین بار طلاق ہوگی اور لونڈی کا زوج خواہ حر ہو خواہ عبد اسکو دو بار طلاق ہوگی اسواسطے کہ اعتبار عدد طلاق کا عورتوں پر ہے نہ مردوں پر ویقع الطلاق بلفظ العتق بنیۃ او دلالۃ حال لا عکسہ لان ازالۃ الملک اقوی من ازالۃ القید اور واقع ہوتی ہے طلاق عتق کے لفظ سے بشرط نیت کے یا دلالت حال سے نہ اسکا عکس یعنی عتق طلاق کے لفظ سے نہیں واقع ہوتا ہے صحیح اسواسطے کہ ازالہ ملک کا قوی تر ہے ازالہ قید سے یعنی عتق عبارت ہے ازالہ ملک سے اور طلاق عبارت ہے ازالہ قید نکاح سے تو عتق سے طلاق مراد ہو سکتی ہے اسواسطے کہ عتق قوی تر ہے طلاق سے اور طلاق سے عتق مراد نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ طلاق ضعیف ہے عتق سے تو ضعیف میں قوی نہیں آسکتا مثلاً زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں نے تجھکو آزاد کیا تو اگر نیت طلاق کی زوج نے کی یا قرینہ طلاق کا پایا گیا جیسے زوجہ نے طلاق کی خواہش کی تھی تو طلاق واقع ہوگی فروع مسائل تحفۃ شارح کے کتب الطلاق ان مستبینا علی نحو لوح وقع ان نوی وقیل مطلقا لکھا طلاق کو یعنی زوج نے زوجہ کو یہ لکھدیا کہ تجھکو طلاق ہے اگر صاف ظاہر ہے جیسے تختہ پر یا دیوار پر یا زمین پر تو طلاق واقع ہوگی اگر نیت طلاق کی زوج نے کی اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہر طرح طلاق واقع ہوتی ہے نیت کی ہو یا نہ کی ہو ولو علی نحو الماء فلا مطلقا اور اگر طلاق لکھی اس چیز پر جسپر نقش ثابت نہیں رہتا جیسے پانی پر یا ہوا پر تو کسیطرح طلاق نہ واقع ہوگی نیت طلاق کی کرے یا نہ کرے ولو کتب علی وجہ الرسالۃ والخطاب کان کتب یا فلانۃ اذا اتاک کتابی ہذا فانت طالق طلقت بوصول الکتاب جوہرۃ اور اگر طلاق لکھی زوج نے بطریق خط بھیجنے اور خطاب کرنے کے چنانچہ یوں لکھا کہ اے فلانی جب تیرے پاس میرا یہ خط پہونچے تو تجھکو طلاق ہے تو عورت مطلقہ ہو جاوے گی بعد خط پہونچنے کے کذا فی الجوہرہ و فی البحر کتب لامراتہ کل امراۃ لی غیرک وغیر فلانۃ طالق ثم محا اسم الاخیرۃ وبعثہ لم تطلق وہذہ حیلۃ عجیبۃ و سیجیء انہ استثنی بالکتابۃ اور بحر الرائق میں ہے کہ زوج نے اپنی عورت کو یہ لکھا جسکا مثلاً کریمہ نام ہے کہ جو عورت کہ میری ہے سوائے تیرے اور سوائے فلانی کے یعنی مثلاً سوائے زینب کے سو مطلقہ ہے پھر پچھلی عورت کا نام مٹا ڈالا یعنی زینب کا تو زینب کو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ زینب کو بھی کریمہ کے مانند لکھنے کے وقت مستثنی کر لیا تھا گو بعد اسکے مٹا ڈالا ہو مثلاً زید کی زوجہ کریمہ تھی پھر وہ دوسرے شہر میں گیا اور وہاں زینب سے نکاح کیا یہ خبر سنکر کریمہ کو رنج ہوا تب زید نے اس طرح سے کریمہ کو لکھا تاکہ اسکا دل خوش ہو جاوے اور زینب کو طلاق بھی نہ پڑے شارح کہتا ہے یہ حیلہ عجیب ہے کہ لکھنا بعد مٹانے کے بھی مفید ہوا اور باب التعلیق میں عنقریب آویگا جسکو مستثنی کرے کتابت سے

باب الطلاق الصریح

باب الطلاق الصریح

یہ باب ہے طلاق صریح کا الصریح مالم یستعمل الا فیہ ولو بالفارسیۃ کطلقتک وانت طالق ومطلقۃ بالتشدید قید بخطابہا لانہ لو قال ان خرجت یقع الطلاق او لا تخرجی الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لم یقع لترکہ الاضافۃ الیہا طلاق صریح وہ ہے جو مستعمل نہ ہو مگر اسمیں اگرچہ فارسی زبان میں ہو فارسی سے مراد غیر عربی ہے یعنے طلاق صریح عربی میں منحصر نہیں بلکہ ہر بولی میں جو لفظ ایسا ہو کہ سوائے طلاق کے اور معنے میں مستعمل نہ ہوتا ہو وہ صریح ہے چنانچہ عربی میں طلقتک بہ تشدید لام طلاق صریح ہے یعنے میں نے تجھکو طلاق دی اور

انت طالق اور مطلقہ یعنی تو طلاق والی ہو لفظ مطلقہ کا تبشدید لام صریح ہو اور تخفیف لام صریح نہین کنایہ ہو شارح کہتا ہو مصنف نے طلاق صریح کی مثالون کو عورت کے خطاب سے
مقید کیا پہلی مثال مین کاف ضمیر ہو اور دوسری اور تیسری مثال مین انت ہو اسواسطے کہ اگر بخطاب یون بولے گا کہ اگر تو نکلی تو طلاق واقع ہوگی یا یون کہا کہ نکلنا بدون میرے
حکم کے سو مقرر ہے نے قسم کھائی ہو طلاق کی پھر بعد اس کلام کے عورت نکلے تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب ترک کرنے اضافت کے عورت کی طرف یعنی دونون صورتون مین طلاق کو عورت کیطرف
مضاف نہین کیا تو اول صورت مین احتمال ہو کہ اس عورت کی طلاق واقع ہو یا اسکے غیر کی اور دوسری صورت مین احتمال ہو کہ اس عورت کی طلاق کی قسم کھائی یا اُسکے غیر کی ہم خطاب
مین بھی یہ شرط ہو کہ وہ عورت مقصود بالخطاب ہو تب طلاق واقع ہوگی اور اگر مقصود بالخطاب عورت نہو چنانچہ مسئل طلاق کو مرد نے عورت کے سامنے مکرر کہا بطریق تعلیم اور مثال کے تو طلاق نہ واقع
ہوگی نہ قضا مین نہ دیانۃ مین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **ویقع الطلاق بہا** ای بہذہ الالفاظ وما بمعناہا من الصریح اور واقع ہوتی ہو ایک طلاق رجعی ان الفاظ مذکورہ سے اور جو
کہ ان الفاظ کے معنی رکھتا ہو از قسم صریح چنانچہ یون کہا کہ شئت طلاقک یعنی مین نے تیری طلاق چاہی ور ضیت طلاقک یعنی مین راضی ہوا تیری طلاق سے واوقعت علیک
طلاقک یعنی مین نے تجھپر تیری طلاق ڈالی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الخانیۃ ویدخل نحو طلاغ وتلاغ وطلاک وتلاک وطال ق وطلاق باش بلا فرق بین عالم وجاہل وان قال
تعمدتہ تخویفا لم تصدق قضاء الا اذا اشہد علیہ قبلہ بہ یفتی اور طلاق صریح مین داخل ہین الفاظ محرفہ چنانچہ طلاغ عین مہملہ یا معجمہ سے یا تلاغ یعنی تے عوض طے کے یا طلاک یعنی
کاف عوض قاف کے یا تلاک یعنی تے عوض طو کے اور کاف عوض قاف کے چنانچہ ہند کے عوام تلاک ہی بولتے ہین اور تلاک تبشدید لام بھی جہال مین مستعمل ہو یا طال ق یعنی طلاق
کو بطریق تہجی کے کہا یا طلاق باش اس لفظ کو طحطاوی نے طلاق عظیم کر تفسیر کیا اسواسطے کہ صریح عظیم ہو کنایہ سے اور مدنی نے کہا کہ یہ لفظ فارسی ہو یعنی طلاق ہو شارح کہتا ہو ان
الفاظ محرفہ کے بولنے مین کچھ فرق نہین درمیان عالم اور جاہل کے یعنی عالم اور جاہل جو ان الفاظ کو عورت کی طرف خطاب کریگا طلاق واقع ہوگی بدون نیت کے اسواسطے کہ یہ الفاظ
صریح مین داخل ہین نیت کے محتاج نہین اور اگر زوج نے کہا کہ مین نے بالقصد طلاق کو محرف کیا عورت کے ڈرانے کیواسطے تو ظاہر مین اسکی تصدیق نکیجاویگی یعنی قاضی اسکو نمانیگا
اگر وہ سچا ہو تو عند اللہ طلاق نہ واقع ہوگی مگر بظاہر اُسوقت زوج کی تصدیق ہوگی جبکہ اُسنے تخویف پر گواہ کر لیا ہو قبل اس تکلم کے اسی قول پر فتوی ہو **وقیل لہ طلقت امرأتک**
فقال نعم او بلی بالہجاء طلقت بحر اور اگر زوج سے کہا گیا کہ تو نے طلاق دی اپنی عورت کو سو اُسنے کہا نعم یا بلی ہجے کر کے یعنی نعم کے حروف کو علیحدہ علیحدہ کہا یعنی ن ع م یا ب ل ی کے حروف کو
جدا جدا کہا یعنی ب ل ی تو طلاق بدون نیت کے عورت کو ہوگی کذا فی بحر الرائق یا یہ مطلب ہو کہ ہان مین نے طلاق دی ہجے کر کے یعنی ط ا ل ق لیکن اس صورت مین تکرار لازم آتی ہو اسواسطے کہ
طلاق تہجی کی سابق مین مذکور ہوچکی **واحدۃ رجعیۃ وان نوی خلافہا من البائن او اکثر خلافا للشافعی او لم ینو شیأ** یعنی صریح الفاظ کے بولنے سے ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہو اگرچہ اسنے ایک
رجعی کے خلاف کا ارادہ کیا از قسم بائن یا ایک سے زیادہ کا بخلاف مذہب امام شافعیؒ کے یا طلاق صریح بول کر کچھ ارادہ نہ کیا تو بھی ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح محتاج نیت کی
نہین ہم طلاق رجعی اسکو کہتے ہین کہ تجدید نکاح کی حاجت نہین اور عورت کی رضامندی رجوع مین ضرور نہین اور اسکی عدت مین ترک زینت نہین اور ایک گھر مین زوج اور زوجہ کا عدت مین رہنا
جائز ہو بخلاف طلاق بائن کے اسیواسطے علما نے کہا ہو کہ طلاق رجعی مانند قطع کے ہو اور طلاق بائن مانند قتل کے ہو **ولو نوی بہ الطلاق عن وثاق دین ان لم یقرنہ بعدد ولو مکرہا**
صدق قضاء ایضا کما مر بالوثاق او القید اور اگر نیت کی زوج نے طلاق صریح سے قید سے چھوڑنے کی تو اسکی دیانت پر عمل کیا جائیگا یعنی تصدیق اسکی ہوگی طلاق
نہ واقع ہوگی اگر اُسنے طلاق کو عدد کے ساتھ نہ مذکور کیا یعنی یون نہ کہا کہ تجھکو تین طلاق اسواسطے کہ ذکر عدد کا قرینہ ہو طلاق کا نہ چھوڑنے قید کا یا زبردستی سے زوج طلاق بولا پھر
اُسنے قید چھوڑنے کا ارادہ بیان کیا تو اسکی تصدیق ہوگی باعتبار حکم قضا کے بھی چنانچہ اگر طلاق صریح کیوقت وثاق یا قید کا لفظ مصرح کریگا تو ظاہر مین بھی اُسکی تصدیق ہوگی
طلاق نہ واقع ہوگی **ولو نوی طلاقہا من وجہا لا اول علی الصحیح خانیۃ** اور اسی طرح ظاہر اور باطن مین تصدیق ہوگی اگر زوج نے صریح سے عورت کی طلاق اُسکے
اول زوج سے ارادہ کیا بنابر قول صحیح کے اور قول غیر صحیح مین تصدیق فقط دیانت مین ہوگی نہ قضا مین کذا فی الخانیۃ **ولو نوی عن العمل لم یصدق اصلا ولو صرح بہ دین فقط** اور
اگر نیت کی زوج نے طلقتک کو بول کر طلاق عن العمل کی یعنی کام کرانے سے مین نے تجھکو چھوڑا تو مطلقا اسکی تصدیق نکیجاویگی نہ دیانت مین نہ قضا مین اسواسطے کہ یہ ایسی
نیت ہو کہ اسکو لفظ محتمل نہین اور اگر لفظ عن العمل کو کھولکر کہا یعنی یون بولا کہ طلقتک عن العمل تو اسکی تصدیق فقط دیانت مین ہوگی نہ قضا مین ہم بحر الرائق مین ہی

کہ جب ثابت ہوا کہ طلاق صریح محتاج نیت کی نہیں تو معلوم ہوا کہ اسکے معنی کا علم شرط نہیں سو اگر جاہل کو کسی نے لفظ طلاق سکھایا اور وہ عورت کی طرف خطاب کرکے بولا تو قضا مین طلاق واقع ہوگی نہ دیانت مین اور مشائخ اوزجندی نے کہا کہ مطلقاً طلاق نہ واقع ہوگی نہ قضا مین نہ دیانت مین تاکہ فریب سے املاک آدمیون کی ضائع ہونے سے محفوظ رہین چنانچہ زاہدی مین اسکی تصریح ہی کذا فی حاشیۃ المدنی **وفی انت الطلاق** او طلاق وانت طالق الطلاق او انت طالق طلاقاً **واحدۃ رجعیۃ ان لم ینو شیئاً او نوی** یعنی بالمصدر لانہ لو نوی بطالق واحدۃ وبالطلاق اخری وقعتا رجعیتین لو مدخولاً بہا کقولہ انت طالق انت طالق زیلعی **واحدۃ او ثنتین** لانہ صریح مصدر لا یحتمل العدد اور انت الطلاق انت طلاق مین یعنی جس ترکیب مین مصدر خبر واقع ہو خواہ مصدر معرفہ ہو خواہ نکرہ یا انت طالق الطلاق یا انت طالق طلاقاً مین ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اگر متکلم نے ایک وے کی کچھ نیت نہ کی ہو یا ایک دو طلاق کی فقط مصدر سے نیت کی تو بھی ایک رجعی طلاق واقع ہوگی مصدر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر انت طالق طلاقاً مین لفظ طالق سے ایک طلاق کی نیت کریگا اور لفظ طلاق سے دوسری طلاق کا ارادہ کریگا تو دو طلاق رجعی واقع ہونگی اگر عورت مدخولہ ہوگی اور اگر مدخولہ نہوگی تو ایک ہی طلاق سے بدون عدت کے جدا ہو جاویگی دوسری طلاق کا محل ہی باقی نرہا انت طالق طلاقاً سے دو طلاق ایسی واقع ہونگی جیسے دو طلاق رجعی اس قول سے واقع ہوتی ہین یعنی انت طالق انت طالق سے کذا فی الزیلعی فقط مصدر سے ایک یا دو طلاق کی نیت کرنے سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح مصدر احتمال شمار کا نہین رکھتا یعنی مصدر صیغہ ہی وحدانی کا اسمین کثرت کی گنجایش نہین **فان نوی ثلثاً فثلث** لانہ فرد حکمی ولذا کان **الثنتان فی الامۃ** وکذا فی حرۃ تقدمہا واحدۃ جوہرۃ لکن جزم فی البحر انہ سہو **بمنزلۃ الثلث فی الحرۃ** سو اگر اقوال سابقہ مین مصدر سے تین طلاق کا ارادہ کریگا تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ تین فرد حکمی ہین یعنی تین کل ہی طلاق کا اس سے زیادہ طلاق نہین تو طلاق کی فرد کامل ہوئی اور اسیواسطے دو طلاق لونڈی کے حق مین بمنزلہ تین طلاق کے ہین حرہ کے حق مین یعنے لونڈی کے حق مین دو طلاق کل طلاق ہین جیسے حرہ کے حق مین تین طلاق تو اگر لونڈی سے کہا کہ انت طلاق اور مصدر سے دو طلاق کی نیت کی تو دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ دو طلاق اُسکے حق مین فرد حکمی ہین اور اسیطرح اس حرہ کے حق مین جسکو ایک طلاق سابق مین ہو چکی دو طلاق فرد حکمی ہین کذا فی الجوہرۃ لیکن بحر الرائق مین یقین کیا ہی کہ روایت جوہرہ کی سہو ہی یعنی دو طلاق حرہ کے حق مین مصدر سے نہ واقع ہونگی **ومن الالفاظ المستعملۃ الطلاق یلزمنی والحرام یلزمنی وعلی الطلاق وعلی الحرام** فیقع بلا نیۃ للعرف ولو لم یکن لہ امرأۃ یکون یمیناً فیکفر بالحنث تصحیح القدوری اور الفاظ مستعملہ عوام سے یہ اقوال ہین کہ طلاق مجھکو لازم ہی اگر مین ایسا کرون اور حرام مجھکو لازم ہوا اگر مین نے ایسا کیا اور مجھپر طلاق لازم ہی اگر ایسا نہ کرون اور مجھپر حرام لازم ہی اگر مین ایسا کام کرون تو ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی بدون نیت کے بسبب عرف کے یعنی عرف مین طلاق کی قسم کھانا رائج ہو گیا ہی تو انپر جاری ہونا اُسکا واجب ہوا اور اگر ان اقوال کے بولنے والے کی زوجہ نہوگی تو یہ الفاظ قسم ہو جاوینگے تو کفارہ دینا ہوگا قسم توڑنے سے کذا فی التصحیح القدوری کنا علی الطلاق من ذراعی بحر او اسیطرح طلاق واقع ہوگی اس قول سے کہ مجھپر طلاق لازم ہی میرے ہاتھ سے کذا فی بحر الرائق ہم صاحب بحر نے کہا کہ بزازیہ مین تصریح ہی کہ انت طالق من ہذا العمل سے قضاءً طلاق واقع ہوتی ہی نہ دیانۃً تو یہ دلالت کرتا ہی کہ علی طلاق من ذراعی سے بطریق اولیٰ طلاق واقع ہو قضاءً مقدسی نے کہا کہ یہ قیاس صحیح نہین اسواسطے کہ مقیس علیہ مین عورت مخاطب ہی اور وہ محل ہی طلاق کی بخلاف مقیس کے حلبی نے کہا کہ کلام مقدسی کا مدلل ہی اور مدنی کہا کہ یہ تحقیق لائق ہی قبول کرنے کے ولو قال طلاقک علی لم یقع ولو زاد لازم او واجب او ثابت او فرض ہل یقع قال البزازی المختار لا وقال الخاصی المختار نعم اور اگر یون کہا کہ تیری طلاق مجھپر ہی تو نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ یہ احتمال بھی اسمین ہی کہ تیری طلاق مجھپر حرام ہی اور اگر اس قول پر لازم یا واجب یا ثابت یا فرض کو بڑھایا یعنی یون کہا کہ تیری طلاق مجھپر لازم ہی یا واجب ہی یا ثابت ہی یا فرض ہی تو طلاق واقع ہوگی یا نہین بزازی نے کہا کہ قول مختار یہ ہی کہ نہ واقع ہوگی اور خاصی نے کہا اپنے فتاوی مین کہ قول مختار یہ ہی کہ ہان واقع ہوگی اور فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ واجب مین واقع ہوگی نہ اور الفاظ مین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال طلقک اللہ ہل یفتقر لنیتہ قال الکمال الحق نعم اور اگر یون کہا کہ خدا تجھکو طلاق دے کیا اس کلام مین نیت طلاق کی حاجت ہی یا نہین کمال الدین بن ہمام نے کہا کہ حق یہ ہی کہ ہان نیت کی حاجت ہی یعنی بدون نیت کے طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ احتمال ہی کہ یہ کلام بطریق بددعا کے ہو ولو قال لہا کونی طالقا او طلقی او یا مطلقۃ بالتشدید یقع اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو طلاق والی ہو جا یا یون کہا کہ او مطلقہ بتشدید لام تو طلاق واقع ہوگی وکذا یا طال بکسر اللام وضمہا لانہ ترخیم او انت طال بالکسر والا توقف علی النیۃ کما لو تہجی بہ او بالعتق

اور اسی طرح واقع ہوتی ہے طلاق بدون نیت کے اگر زوج نے زوجہ سے کہا یا طال لام کو زبر کر کے اور پیش دیکر اسواسطے کہ طال ترخیم ہے یا طالق کی یا زوجہ سے کہا انت
طال زیر دیکر یعنی تو طالق ہے تو بھی طلاق بلا نیت واقع ہو گی اور اگر انت طال مین لام کو زیر دیکر یا پیش دیکر کہا تو طلاق موقوف ہو گی نیت پر یعنی بدون نیت کے
طلاق نہ واقع ہو گی چنانچہ طلاق نیت پر موقوف ہے اگر اُسکے حرف جدا جدا بولے جیسے انت ط ال ق یا لفظ عتق کو علیحدہ علیحدہ کاٹ کر بولے جیسے انت ح ر یعنی تو حرہ ہے تو
ان دونون صورتون مین بدون نیت کے طلاق نہو گی م شارح نے یہان تہجی طلاق کو کنایات مین داخل کیا اور سابق مین اُسکو صریح مین شمار کر چکا ہے اسواسطے کہ تہجی
طلاق مین روایت مختلف ہے خانیہ مین مصرح ہے کہ تہجی طلاق کی صریح مین داخل ہے نیت کی حاجت نہین اور بدائع مین مذکور ہے کہ تہجی طلاق کی کنایات مین داخل ہے تو طلاق نیت
پر موقوف ہو گی شارح نے اول بطور خانیہ کے بیان کیا اور یہان بطور بدائع کے کذا فی الطحطاوی و المدنی وفی النہر عن التصحیح الصحیح عدم الوقوع بوہبتک طلاقک ونحوہ اور نہر الفائق
مین تصحیح قدوری سے منقول ہے کہ طلاق واقع نہونا صحیح قول ہے اس کلام سے کہ مین نے تجھکو تیری طلاق بخشی اور مانند اس کلام کے چنانچہ اودعتک طلاقک یعنی تیری
طلاق تیرے پاس ودیعت رکھی اور تیرے پاس تیری طلاق گرو رکھی یعنی بنا بر قول صحیح کے لفظ ہبہ اور ودیعت اور رہن سے طلاق نہین واقع ہوتی کذا فی حاشیۃ المدنی واذا
اضاف الطلاق الیہا کانت طالق او الی ما یعبر بہ عنہا کالرقبۃ والعنق والروح والبدن والجسد لان الاطراف داخلۃ فی الجسد دون البدن والفرج والوجہ
والراس وکذا الاست دون البضع والدبر والدم علی المختار خلاصۃ او اضافہ الی جزء شائع منہا کنصفہا او ثلثہا وقع لعدم تجزیہ اور جب طلاق منسوب کی عورت کی طرف
چنانچہ یون کہا کہ تو طالق ہے یا نسبت کی طلاق کی طرف اُس عضو کی جس سے کل عورت کی تعبیر ہوتی ہے جیسے رقبہ اور عنق یعنی گردن اور روح اور بدن اور جسد اور فرج اور چہرہ اور
سر اور اسیطرح است یعنی چوتڑ یعنی یون کہا کہ تیری گردن یا روح کو طلاق ہے مصنف نے بدن اور جسد دونون کو اسواسطے ذکر کیا کہ ہاتھ پانون سر جسد مین داخل ہین بدن مین
نہ لفظ بضع اور دبر اور خون بنا بر قول مختار کے کذا فی الخلاصہ یعنی اگرچہ لفظ بضع کا مرادف ہے فرج کے اور دبر مرادف ہے است کے لیکن یہ الفاظ کل آدمی کی تعبیر نہین واقع ہوتے یا
نسبت کیا طلاق کو عورت کے جز شائع کی طرف جیسے نصف عورت یا ثلث عورت کی طرف تو ان تینون صورتون مین طلاق واقع ہو گی نصف اور ثلث کی نسبت سے اسواسطے
طلاق ہو گی کہ طلاق مین تقسیم نہین کہ اسمین نصف یا ثلث یا عشر کی گنجائش ہو خلاصہ یہ کہ جب کل کی طرف طلاق کی نسبت ہوئی یا جز معین کیطرف نسبت ہوئی جو جز کہ بجائے
کل کے مستعمل ہوتا ہے یا جز غیر معین چنانچہ نصف یا ثلث کیطرف نسبت ہوئی تو ان صورتون مین طلاق واقع ہو جاویگی ولو قال نصفک الاعلی طالق واحدۃ ونصفک الاسفل ثنتین
وقعت بخاری خانیۃ لعضہم الطلقۃ وبعضہم ثلث عملا بالاضافتین خلاصۃ اور اگر کہا زوج نے زوجہ سے کہ تیرے اوپر کے آدھے جسم کو ایک طلاق ہے اور تیرے نیچے کے آدھے
جسم کو دو طلاق ہین یہ صورت واقع ہوئی تھی بخارا مین اور متقدمین سے اسمین کچھ روایت نہ تھی تو بعضے فقہانے ایک طلاق کا فتوی دیا اسواسطے کہ نصف اعلی مین سر داخل ہے
اور سر بجائے کل کے واقع ہوتا ہے تو کل پہ ایک طلاق واقع ہو گئی اور نصف اسفل مین اگرچہ فرج داخل ہے اور وہ بھی بجائے کل کے واقع ہوتی ہے لیکن جب اسفل اعلی مین مندرج ہو چکا
تو اُسکا کچھ اثر باقی نرہا تو نصف اسفل کی طلاق لغو ہو گئی اور بعضے فقہانے تین طلاق کا فتوی دیا دونون نسبتون پر عمل کرکے کذا فی الخلاصہ واذا قال لرقبۃ منک او الوجہ
او وضع یدہ علی الراس او العنق او الوجہ وقال ہذا العضو طالق لم یقع فی الاصح لانہ لم یجعلہ عبارۃ عن الکل بل عن البعض حتی لو لم یضع یدہ بل قال ہذا الراس
طالق واشار الیہا وقع فی الاصح ولو نوی تخصیص العضو ینبغی ان یدین فتح اور جب کہا کہ تیرے جسم سے گردن یا چہرہ کو طلاق ہے یا رکھا اپنا ہاتھ سر پر یا گردن پر
یا چہرہ پر اور کہا کہ اس عضو کو طلاق ہے تو طلاق نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ اُسنے گردن اور منہ اور سر کو بجائے کل جسم کے مراد نہ رکھا بلکہ بسبب من تبعیضیہ اور ہاتھ رکھنے
کے اور اشارہ کرنے کے بعض کا ارادہ کیا یہانتک کہ اگر ہاتھ نرکھتا بلکہ یون کہتا کہ اس سر کو طلاق ہے اور اشارہ کرتا عورت کے سر کیطرف تو طلاق واقع ہو جاتی قول
اصح مین اور اگر امثلہ سابقہ یعنی راسک طالق ورقبتک طالق مین تخصیص عضو کی متکلم نے مراد رکھی تو لائق ہے کہ باعتبار دیانت کے اسکی تصدیق کیجاوے نہ باعتبار قضا
کے کذا فی فتح القدیر لیکن یہ اُس صورت مین ہے کہ سر اور گردن وغیرہ سے تعبیر کل جسم کی عرف مین مشہور اور رائج ہو اور اگر رواج اسکا نہو تو باعتبار دیانت اور قضا کے بھی اسکی
تصدیق ہو گی چنانچہ بحر الرائق سے یہ مطلب مفہوم ہوتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی کما لا یقع لو اضافہ الی الید لا نیۃ المجاز والرجل والدبر والشعر والانف والساق

والفخذ والظہر والبطن واللسان والاذن والفم والصدر والذقن والسن والریق والعرق کذا الشعر والدم جوہرہ لانہ لا یعبر بہ عن الجملۃ فلو عبر قوم بہ عنہا وقع خبا نچہ
طلاق واقع نہین ہوتی اگر نسبت کی طلاق کی ہاتھ کیطرف مگر بہ نیت مجاز کے اور نہین واقع ہوتی اگر طلاق کی نسبت کی طرف بازون کے اور دبر کے اور بال کے اور
ناک کے اور پنڈلی کے اور ران کے اور پیٹھ کے اور پیٹ کے اور زبان کے اور کان کے اور مُنھ کے اور سینہ کے اور ٹھوڑی کے اور دانت کے اور بال کے اور پسینہ کے اور
اسیطرح چھاتی اور خون کذا فی الجوہرہ ان اعضا کیطرف طلاق کی نسبت کرنے سے طلاق نہین واقع ہوتی اسواسطے کہ ان اعضا سے کل جسم کی تعبیر نہین ہوتی اور اگر کسی قوم کے عرف مین ان
اعضا سے بھی کل عورت کی تعبیر ہوتی ہو تو طلاق واقع ہوگی وکذا کل ما کان من اسباب الحرمۃ لا الحل اتفاقا اور اسیطرح جو سبب کہ حرمت کے ہین نہ حلت کے انکا یہی حکم ہے بالاتفاق
جو طلاق کا حکم ہے حرمت کے اسباب جیسے ایلا اور ظہار اور عتق اور حلت کے اسباب جیسے نکاح یعنی اگر ایلا اور ظہار کل عورت کی ماس عضو سے کی جو بجائے کل مستعمل ہوتا ہے خبانچہ
سر اور گردن اور چہرہ اور فرج یا نصف اور ثلث سے کی تو ایلا اور ظہار واقع ہوگی اور ہاتھ پاؤن کیطرف نسبت کرنے سے واقع ہوگی بخلاف نکاح کے کہ گردن اور سر اور فرج اور
نصف کیطرف نسبت کرنے سے صحیح ہوگا بنا بر احتیاط کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وجزء الطلقۃ ولو من الف جزء تطلیقۃ لعدم التجزی ہر حصہ ایک طلاق کا اگرچہ ہزاروان
حصہ ہو ایک طلاق دینے کے برابر ہے بسبب عدم قسمت پذیری یعنی طلاق لائق قسمت کے نہین تو اسکا جز اگرچہ نہایت قلیل ہو بجائے کل کے ہے مثلاً اگر کوئی کہے کہ مین نے ایک طلاق کا
ہزاروان یا لاکھوان حصہ واقع کیا تو پوری ایک طلاق واقع ہوگی ولو زادت الاجزاء وقع اخری وہکذا اور اگر زیادہ ہون اجزا ایک طلاق سے تو دوسری طلاق واقع
ہوگی اور اسیطرح اگر اجزاء دو طلاق سے زیادہ ہون تو تین طلاق واقع ہونگی چنانچہ اگر یون کہا انت طالق نصف طلقۃ وثلثہا یعنی تجھکو آدھی طلاق ہے اور دو تہائیان
اسکی تو دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ ایک طلاق سے چھٹا حصہ زیادہ ہوگیا ما لم یقل نصف طلقۃ وثلث طلقۃ وسدس طلقۃ فیقع الثلث حکم سابق اسوقت تک ہے جب تک
یون نہین کہا کہ نصف طلقۃ وثلث طلقۃ وسدس طلقۃ اور اگر یون ہی کہا تو تین طلاقین واقع ہونگی یعنی ہر چند نصف اور ثلث اور سدس سے ایک طلاق پوری ہوئی زیادتی
اجزا کی نہوئی لیکن لفظ طلقۃ کا نکرہ ہے تین بار مکرر ہوا اور قاعدہ عرب کلیہ ہے کہ نکرہ کا جب اعادہ ہوا تو وہ غیر ہوتا ہے اول کا تو بسبب مغایرت کے تین طلاقین ٹھہر گئین بخلاف
معرفہ کے کہ اگر وہ مکرر آویگا تو عین ہوگا اول معرفہ کا ولو بلا واو فواحدۃ اور اگر مثال مذکور کو بدون واو عاطفہ کے بولا مثلاً یون کہا کہ انت طالق نصف طلقۃ ثلث طلقۃ
سدس طلقۃ تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ہر احد بدل واقع ہوگا اپنے ماقبل سے اور مبدل منہ ساقط ہوجاتا ہے بیت مین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو قال طلقۃ ونصفہا فثنتان
علی المختار جوہرہ اور اگر کہا کہ تجھکو ایک طلاق ہے اور نصف اسکا تو دو طلاقین ہونگی بنا بر قول مختار کے کذا فی الجوہرہ وکذا لو کان مکان السدس ربعا فثنتان علی المختار وقیل واحدۃ قہستانی
اور اسیطرح اگر مثال سابق مین بجائے سدس کے ربع ہو تو دو طلاقین ہونگی بنا بر قول مختار کے اور قول ضعیف مین ایک طلاق ہے کذا فی القہستانی سید احمد طحطاوی نے کہا کہ قہستانی سے
اس مقام مین دو خطائین واقع ہوئین ایک نقل مین دوسری حکم مین نقل مین یہ خطا ہوئی کہ اس عبارت کو اُسنے محیط سرخسی سے نقل کیا حالانکہ یہ عبارت محیط مین نہین چنانچہ فتاوی ہندی
یعنی عالمگیری مین محیط کی عبارت منقول ہے اور حکم مین یہ خطا ہوئی کہ جب انت طالق نصف طلقۃ وثلث طلقۃ وسدس طلقۃ مین بسبب تکرار نکرہ کے تین طلاق واقع
ہوئین تو انت طالق نصف طلقۃ وثلث طلقۃ وربع طلقۃ مین بطریق اولی تین واقع ہونگی اسواسطے کہ ربع زائد ہے سدس سے کذا فی حاشیۃ المدنی ویجیء ان استثناء بعض التطلیق لغو
بخلاف ایقاعہ اور عنقریب باب التعلیق مین آویگا کہ استثنا کرنا بعض تطلیق کا لغو ہے بخلاف ایقاع طلاق کے یعنے اگر یون کہا کہ انت طالق ثلثا الا
نصف طلقۃ تو امام محمدؒ کے نزدیک تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ طلاق قسمت پذیر نہین بخلاف ایقاع کے کہ اسمین بعض طلاق تو نہین ہوتی یعنی اگر یون کہے گا کہ تجھکو ایک طلاق
اور آدھی طلاق ہے تو دو واقع ہونگی ویقع بقولہ من واحدۃ الی ثنتین او ما بین واحدۃ الی ثنتین واحدۃ اور ایک طلاق واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہے ایک سے
دو تک یا یون کہا کہ تجھکو طلاق ہے ما بین ایک کے دو تک وبقولہ من واحدۃ او ما بین واحدۃ الی ثلث ثنتان لان الاصل فیما اصلہ الحظر دخول الغایۃ الاولی فقط
عند الامام وفیما مرجعہ الاباحۃ کخذ من مالی من مائۃ الی الف الغایتین اتفاقا اور اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہے ایک سے تین تک یا ما بین ایک کے
تین تک واقع ہونگی دو طلاق شارح کہتا ہے قاعدہ کلیہ ان مسائل کا جنمین اصل منع ہے یعنی ضرورت مباح نہین یہ ہے کہ انمین فقط پہلی حد داخل ہوتی ہے

نزدیک امام اعظم کے نہ دوسری حد اور چونکہ طلاق مین اصل منع ہے اسواسطے اسمین دوسری حد یعنی دو اور تین کا اعتبار نہوا فقط پہلی حد یعنی ایک معتبر ہوئی اور جو مسائل
کہ جنکا مرجع اور اصل اباحت ہے چنانچہ یہ مثال کرے میرے مال سے سو سے ہزار تک تو اسمین دونون حدین یعنی سو اور ہزار داخل ہونگے باتفاق امام اور صاحبین کے
و یقع بثلثۃ انصاف طلقتین ثلثۃ وقیل ثنتان اور واقع ہوگی دو طلاق کے تین آدھون سے تین طلاق اور قول ضعیف یہ ہے کہ دو طلاق واقع ہوگی وبثلثۃ انصاف
طلقۃ اوانصفی طلقتین طلقتان وقیل ثلث والاول اصح اور واقع ہوگی ایک طلاق کے تین آدھون سے اور دو طلاق کے دو آدھون سے دو طلاق اور قول ضعیف مین تین
طلاق اور پہلا قول صحیح ہے یعنی دو طلاق کا وبواحدۃ فی ثنتین واحدۃ وان لم ینوا اونوی الضرب لانہ یکثر الاجزاء لا الافراد اور اس قول سے کہ تجھکو ایک طلاق ہے دو
طلاق مین ایک طلاق واقع ہوگی اگر ضرب عدد کی نیت نہ کی یا نیت کی ایک کی ضرب کی دو مین یعنی خواہ ضرب کی نیت کی یا نہ کی ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ
ضرب اجزا کو بڑھاتی ہے نہ افراد وعدد کو فتح القدیر مین اس قول کو مسلم نہین رکھا کذا فی حاشیۃ المدنی وان نوی واحدۃ وثنتین فثلث لو مدخولا بہا اور اگر نیت کی ایک اور دو کی
یعنی واحدۃ فی ثنتین مین لفظ فی کو بمعنی واو عاطفہ کے استعمال کیا تو تین طلاق واقع ہونگی اگر زوجہ مدخولہ ہوگی وفی غیر المدخولۃ واحدۃ کقولہ لہا واحدۃ وثنتین لانہ لم یبق للثنتین
محل اور زوجہ غیر مدخولہ مین ایک واقع ہوگی چنانچہ اس قول مین کہ جب غیر مدخولہ سے کہا کہ تجھکو ایک اور دو طلاق ہین تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ غیر مدخولہ ایک
ہی طلاق سے بدون عدت کے جدا ہوگئی تو طلاق کا محل باقی نرہا وان نوی مع الثنتین فثلث مطلقا اور اگر نیت کی ساتھ ایک طلاق کے دو طلاق کی یعنی واحدۃ فی
ثنتین مین لفظ فی کو بمعنی مع کے مستعمل کیا تو اس صورت مین تین طلاق واقع ہونگی مطلقاً خواہ مدخولہ ہو خواہ غیر مدخولہ اسواسطے کہ معیت اجتماع کی مقتضی ہے ویقع بثنتین فی ثنتین
ولو بنیۃ الضرب ثنتان لما مر ولو نوی معنی الواو او مع فکما مر اور واقع ہونگی دو طلاق اس قول سے کہ تجھکو دو طلاق ہین دو طلاق کے اندر اگرچہ ضرب عدد کی نیت کی ہو
اسواسطے کہ عنقریب گذرا کہ ضرب سے اجزا زیادہ ہوتے ہین نہ افراد اور اگر لفظ فی کو بمعنے واو یا مع کی نیت کی سو اسکا حکم ویسا ہی ہے جیسا کہ گذر گیا یعنی اگر طلقتک ثنتین
فی ثنتین مین فی کو بمعنی واو عاطفہ کے مستعمل کیا تو زوجہ مدخولہ کو تین طلاق ہونگی اور غیر مدخولہ کو ایک طلاق ہوگی اور اگر فی کو بمعنی مع کے مستعمل کیا تو مدخولہ
اور غیر مدخولہ دونون کو تین طلاق واقع ہونگی وبقولہ من ہنا الی الشام واحدۃ رجعیۃ مالم یصفہا بطول اوکبر فبائنۃ اور واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ تجھکو
طلاق ہے یہان سے شام تک ایک طلاق رجعی بشرطیکہ طلاق کو طول اور بزرگی کے موصوف نہین کیا اور اگر طول اور بزرگی کے متصف کریگا تو طلاق بائن واقع ہوگی وانت
طالق بمکۃ اوفی مکۃ اوفی الدار اوالظل اوالشمس او ثوب کذا تنجیز یقع للحال کقولہ انت طالق مریضۃ او مصلیۃ اوانت مریضۃ اوانت مصلیۃ او
یہ قول کہ انت طالق بمکۃ اوفی مکۃ یعنی تجھکو طلاق ہے مکہ مین یا گھر مین یا سایہ مین یا دھوپ مین یا ایسے کپڑے مین تنجیز ہے طلاق کی یعنی اس قول سے بالفعل طلاق
پڑجاتی ہے دخول مکہ اور گھر پر اور سایہ اور دھوپ پر موقوف نہین چنانچہ اس قول سے بھی بالفعل طلاق پڑجاتی ہے کہ تجھکو طلاق ہے حالت بیماری در نماز خوانی مین خواہ
بیمار ہو یا نہو نماز پڑھے یا نہ پڑھے اسواسطے کہ طلاق کو مرض اور نماز اور اسیطرح سایہ اور دھوپ سے کچھ خصوصیت نہین ویصدق فی الکل دیانۃ اور تصدیق کیجاویگی زوج کی
ان مثالون مین باعتبار دیانت کے نہ باعتبار قضا کے لو قال عنیت اذا دخلت الدار او اذا لبست او اذا مرضت ونحو ذلک فیتعلق بہ کقولہ الی سنۃ او الی راس الشہر
او الی الشتاء اور اگر کہا زوج نے کہ مین نے انت طالق فی الدار مین انت طالق اذا دخلت الدار کا ارادہ کیا ہے وانت طالق فی ثوب مین انت طالق اذا لبست
کا وانت طالق مریضۃ مین انت طالق اذا مرضت کا ارادہ کیا اور اسی طرح بعضے اقوال مین تو طلاق معلق ہوگی اسی شرط سے یعنی بدون دخول دار اور بدون مرض وغیرہ کے
طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ یہ قول کہ تجھکو طلاق ہے ایک سال تک یا مہینے کے شروع تک یا موسم سرما تک یعنی بدون سال گذر جانے اور بدون سرما آنے کے طلاق نہ واقع ہوگی واذا
دخلت مکۃ تعلیق اور یون کہنا کہ تجھکو طلاق ہے جبکہ تو مکہ مین داخل ہوگی یہ تعلیق ہے حقیقت مین یعنی بدون دخول مکہ کے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی دخولک الدار وکذا فی
لبسک ثوب کذا او فی صلاتک ونحو ذلک لان الظرف یشبہ الشرط اور اسیطرح یہ قول تعلیق ہے کہ تجھکو طلاق ہے تیرے گھر داخل ہونے مین اور اسیطرح تجھکو طلاق ہے تیرے ایسے کپڑا پہننے
مین یا تجھکو طلاق ہے تیری نماز مین اور مانند ان اقوال کے تعلیق مین داخل ہین اسواسطے کہ ظرف مشابہ ہے شرط کے باعتبار جمعیت کے اسواسطے کہ مظروف بدون ظرف کے

نہین ہوتا جیسے شرط بدون شرط کے نہین ہوتا ولو قال لدخولک الدار او لحیضک تنجیز اور اگر یون کہا کہ تجھکو طلاق ہر بسبب داخل ہونے تیرے کے تیرے گھر مین یا بسبب
تیرے حیض کے تو یہ قول تنجیز ہر یعنی فی الحال طلاق واقع ہوگی دخول دار اور حیض پر موقوف نہین ولو بالباء تعلیق اور اگر بجائے لام کے با موحدہ بولا یعنی یون کہا کہ انت طالق
بدخولک الدار او بحیضک تو یہ قول تعلیق ہر یعنی دخول دار اور حیض پر طلاق موقوف ہوگی وفی حیضک وہی حائض حتی تحیض اخری اور اگر اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہر تیرے
حیض مین اور حالانکہ اُسکو حیض موجود ہر تو طلاق نہ واقع ہوگی یہانتک کہ اُسکو دوسری بار حیض آوے وفی حیضتک حتی تحیض وتطہر اور اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہر تیرے
حیضہ مین یعنی ایکبار حیض آنے مین تو وہ مطلقہ نہوگی یہانتک کہ اُسکو دوسری بار حیض آوے اور پاک بھی ہوجاوے اسواسطے کہ حیضہ حیض کامل کو کہتے ہین اور کمال حیض بدون طہر
کے نہین خلاصہ یہ کہ اگر حیض و تے کے بولا تو تعلیق طلاق حیض ثانی پر ہوگی اور اگر تے کو اُسمین ملایا تو تعلیق طلاق کی طہر بعد حیض ثانی کے ہوگی کذا فی حاشیة
المدنی وفی ثلثة ایام تنجیز وفی مجیء ثلثة ایام تعلیق بمجیء الثالث سوی یوم کلمہ لان الشروط تعتبر فی المستقبل اور اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہر تین دن مین فی الحال طلاق ہوگی
اور اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہر تین دن کے آنے مین تعلیق ہر طلاق کے تیسرے دن کے آنے پر سواے اُسدن کے جسدن یہ کلام کیا اسواسطے کہ شروط کا اعتبار زمانہ مستقبل
مین ہوتا ہر نہ ماضی مین اور آنا دن کا ابتداے یوم سے ہوتا ہر حالانکہ یوم تکلم کچھ دن گذر چکا تھا تو یوم تکلم کا آنا ثابت نہوا اسواسطے اُسدن کو شمار سے نکال ڈالا ویوم القیمة
لغو اور یون کہنا کہ تجھکو طلاق ہر قیامت کے دن لغو ہر یعنی اس کلام سے طلاق نہین واقع ہوتی اسواسطے کہ قیامت کا دن محل وقوع احکام شرعیہ نہین وقبلہ تنجیز اور اس قول
مین کہ تجھکو طلاق ہر روز قیامت سے پہلے فی الحال طلاق واقع ہوگی وفی انت طالق تطلیقة حسنة فی دخولک الدار ان رفع حسنة تنجیز وان نصبها تعلیق اور اس قول مین کہ انت
طالق تطلیقة حسنة فی دخولک الدار اگر رفع دیا لفظ حسنة کو تو فی الحال طلاق ہوگی اور اگر نصب دیا اُسکو تو تعلیق ہوگی اسواسطے کہ لفظ حسنة حالت رفع مین صفت ہوگی
عورت کی تو فاصل ہوئی درمیان طلاق اور تعلیق کے تو فی دخولک الدار جدا کلام ہوگیا تعلیق نرہا تو تنجیز ہوگا اور جب حسنة کو نصب دیا تو صفت ہوئی طلاق کی تو فاصل نہوئی
تو دخول دار پر تعلیق ہوگی طلاق کی وسأل الکسائی محمدا عمن قال لامرأته شعر فان ترفقی یا ہند فالرفق ایمن + وان تخرقی یا ہند فالخرق اشأم + فانت طلاق
والطلاق عزیمة + ثلث ومن یخرق اعق واظلم + کم یقع فقال ان رفع ثلث فواحدة وان نصبها فثلث وتمامه فی المغنی وفیما علقناه علی الملتقی اور سوال کیا کسائی
نحوی اور قاری نے امام محمد سے کہ جس شخص نے اپنی عورت سے یہ شعر کہا کہ اگر نرمی کریگی تو اے ہند تو نرمی کرنا مبارک ہر اور اگر سختی اور بدمزاجی کریگی اے ہند تو سختی
نامبارک ہر سو تو مطلقہ ہر اور طلاق تو عزیمت کی چیز ہر یعنے لہو اور لعب نہین تین بار اور جو سختی اور بدمزاجی کرتا ہر وہ نافرمان اور ظالم تر ہر کسائی نے پوچھا کہ اس
کلام سے کے بار طلاق واقع ہوتی ہر تو امام محمد رح نے جواب دیا کہ اگر اُسنے لفظ ثلث کو رفع دیا تو ایک طلاق ہوگی اور اگر اُسکو نصب دیا تو تین بار طلاق ہوگی شارح
نے کہا اور پوری تقریر اسکی مغنی اللبیب مین ہر اور ہماری شرح مین ہر جو ملتقی پر ہر ہم جب لفظ ثلث مرفوع ہوگا تو ایکبار طلاق ہوگی گویا یون کہا کہ انت طالق پھر خبر دی کہ پوری طلاق تین
بار ہر اور جب ثلثا منصوب ہوگا تو تین بار طلاق ہوگی تو تقدیر کلام کی انت طالق ثلثا ہوگی اور والطلاق عزیمة جملہ معترضہ ہوگا کتاب مغنی اللبیب کے باب اول مین مذکور ہر کہ
ہارون رشید نے یہ سوال امام ابو یوسف سے کیا اُنکو جواب آیا کسائی سے دریافت کر کے جواب دیا بحر الرائق مین کہا کہ یہ حکایت غلط ہر اسواسطے کہ ابو یوسف مجتہد تھے اور شرط
اجتہاد کی ایک یہ بھی ہر کہ معرفت کامل عربیت کی ہو اور یہ نقل اہل درایت کے مخالف ہر چنانچہ مبسوط مین مذکور ہر کہ یہ سوال کسائی نے امام محمد رح سے کیا اور تاریخ خطیب بغدادی
مین بھی یون ہی مذکور ہر چنانچہ جلال الدین سیوطی نے حاشیہ مغنی اللبیب مین اسکی تصریح کردی ہر کذا فی حاشیة المدنی وبقوله انت طالق غدا وفی غد یقع عند طلوع
الصبح اور اس قول سے کہ تو طالق ہر کل یا کل مین تو واقع ہوگی طلاق طلوع صبح کے وقت وصح فی الثانی نیة العصر آخر النهار قضاء وصدق فیهما دیانة ومثله انت
طالق شعبان او فی شعبان اور صحیح ہر قول ثانی مین یعنی انت طالق فی غد مین نیت عصر کی یعنی آخر دن کی باعتبار قضا کے اور تصدیق کیجاویگی متکلم کے دونون قولون
مین باعتبار دیانت کے اور مانند اُسکے ہر یہ قول کہ تو طالق ہر شعبان کو یا شعبان مین تو اگر اس متکلم نے کچھ نیت نہ کی تو آخر رجب مین بعد غروب آفتاب کے طلاق واقع ہوگی
اور اگر آخر شعبان کی نیت کی تو قضاءً قول ثانی مین صحیح ہوگی اور دیانةً دونون مین تصدیق ہوگی وفی انت طالق الیوم غدا او غدا الیوم اعتبر اللفظ الاول

اور اس قول مین کہ تو طالق ہو آج کل یا تو طالق ہو کل آج پہلا لفظ معتبر ہوگا اور دوسرا لفظ لغو ہوگا تو اول قول مین آج طلاق ہوگی اور ثانی قول مین کل ہوگی
ولیعطف بالواو تقع فی الاول واحدۃ وفی الثانی ثنتان اور اگر مثال سابق مین عطف واو کرکے کیا یعنی یون کہا کہ انت طالق الیوم وغدًا یا انت طالق غدًا والیوم
تو قول اول مین ایک طلاق ہوگی یعنی الیوم وغدًا مین اور قول ثانی مین دو طلاق ہونگی یعنی غدًا والیوم مین کقولہ انت طالق باللیل والنہار او اول النہار وآخرہ
وعکسہ او الیوم وراس الشہر چنانچہ اس قول مین کہ انت طالق باللیل والنہار اگر یہ قول دن کو کہا تو دو بار طلاق ہوگی اور اگر یون کہا انت طالق بالنہار
واللیل تو ایکبار واقع ہوگی اور اگر رات کو یہ قول کہا تو حکم بالعکس ہوگا یا یون کہا کہ انت طالق اول النہار وآخرہ سو اگر یہ قول اول روز کہا تو ایکبار
طلاق واقع ہوگی اور اگر اول روز یون کہا کہ انت طالق آخر النہار واولہ تو دو بار طلاق ہوگی اور اگر آخر روز مین یون کہا کہ انت طالق اول النہار وآخرہ
تو دو بار طلاق واقع ہوگی اگر آخر روز یون کہا کہ انت طالق آخر النہار واولہ تو ایکبار طلاق ہوگی اور اسی طرح عکس اسکا یعنی عکس باللیل والنہار کا بالنہار واللیل اور
عکس اول النہار وآخرہ کا آخر النہار واولہ چنانچہ اسکا حکم بھی متصل مذکور ہوچکا یا یون متکلم بولا کہ انت طالق الیوم وراس الشہر تو اگر یہ کلام دن مین کہا تو ایک طلاق
ہوگی اور اگر شروع مہینہ مین کہا تو دو بار طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی والاصل انہ متی اضاف الطلاق لوقتین کائن ومستقبل بحرف عطف فان
بدا بالکائن اتحد او بالمستقبل تعدد اور قاعدہ کلیہ امثلہ سابقہ مین یہ ہو کہ جب مضاف کیا طلاق کو دو وقت کی طرف کہ ایک انمین ماضی ہو اور دوسرا مستقبل اور
دونون وقتون کے درمیان مین حرف عطف کا ڈالا سو اگر ابتدا ماضی سے کی تو دونون وقت متحد ہونگے اس صورت مین ایک ہی طلاق واقع ہوگی
چنانچہ انت طالق الیوم وغدًا مین اور اگر ابتدا مستقبل سے کی تو تعدد اور کثرت ہوگی یعنے دو بار طلاق واقع ہوگی چنانچہ انت طالق غدًا والیوم مین وفی
انت طالق الیوم واذا جاء غد او انت طالق لا بل غدًا طلقت واحدۃ للحال واخری فی الغد اور اس قول مین کہ تو طالق ہو آج اور جب کہ کل آویگا
یا یون کہا کہ تو طالق ہی نہین بلکہ کل طالق ہو تو اسکو ایکبار طلاق ہوگی فی الحال اور دوسری بار کل مثال ثانی مین متکلم نے تلفظ لا و بل سے نفی کلام سابق کی
ارادہ کی سو ابطال منجز کا ممکن نہین انت طالق واحدۃ اولا او مع موتی او مع موتک لغو اما الاول فلحرف الشک واما الثانی فلاضافتہ لحالۃ منافیۃ
للایقاع او للوقوع تو طالق ہو ایکبار یا کہ طالق نہین یا یون کہنا تو طالق ہو میری موت کے ساتھ یا اپنی موت کے ساتھ تو یہ دونون قول لغو ہین یعنی ایسے کلام
سے طلاق نہین ہوتی پہلا قول تو اسواسطے لغو ہوا کہ حرف شک کا اسمین واقع ہو اور قول ثانی اسواسطے لغو ہوا کہ اسمین طلاق مضاف ہو اس حالت کی طرف
جو مخالف ہو ایقاع طلاق کے یا وقوع طلاق کے یعنی موت زوج کی منافی ہو ایقاع طلاق کی کہ اس حالت مین اسکو اہلیت طلاق دینے کی نہین اور موت زوجہ کی منافی
ہو وقوع طلاق کی کہ اس حالت مین محل طلاق باقی نہین کذا انت طالق قبل ان اتزوجک او امس وقد نکحہا الیوم اور اسیطرح لغو ہو یہ قول کہ تو طالق ہو قبل
اسکے کہ مین تیرے ساتھ نکاح کرون یا یون کہے کہ تو طالق ہو کل یعنی جو دن کہ ہوچکا اور حالانکہ نکاح کیا اس عورت سے آج یہ دونون قول سو اسواسطے لغو ہوئے
کہ طلاق کو اسوقت کی طرف مضاف کیا جبکہ اسکو ملکیت طلاق کی نہ تھی اسواسطے کہ بعد نکاح کے زوج طلاق کا مالک ہوتا ہو نہ قبل نکاح کے ولو نکحہا قبل امس
وقع الآن لان الانشاء فی الماضی انشاء فی الحال اور اگر نکاح کیا تھا عورت سے کل سے پہلے یعنی پرسون نکاح کیا تھا اور پھر یون کہا کہ انت طالق امس تو وقت
تکلم کے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ماضی کا ایقاع زمانہ موجود کا ایقاع ہو ولو قال امس والیوم تعدد او لعکسہ اتحد وقیل لعکسہ اور اگر کہا کہ انت طالق امس
والیوم تو دو بار طلاق ہوگی یا بالعکس اسکے کہا یعنی یون کہا کہ انت طالق الیوم والامس تو ایکبار ہوگی اور بعض علمانے اسکے بالعکس کہا ہے یعنے
اول صورت مین ایکبار اور دوسری صورت مین دو بار ہوگی اور یہی قول اخیر موافق قاعدہ سابقہ کے یعنی اگر ماضی مقدم ہو استقبال پر تو اتحاد ہوگا اور
استقبال مقدم ہو ماضی پر تو تعدد ہوگا اور یہی حق ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الحلبی او انت طالق قبل ان اخلق او قبل ان تخلقی او طلقتک و
صبی او نائم او مجنون وکان معہودًا کان لغوًا یا یون کہا کہ تو طالق ہو قبل میری پیدایش کے یا قبل تیری پیدایش کے یا یون کہا کہ مین نے تجھکو

طلاق دی جبکہ مین لڑکا تھا یا جبکہ مین سوتا تھا یا جبکہ مین دیوانہ تھا اور حالانکہ اسکا جنون معلوم تھا تو یہ قول لغو ہوگا اسواسطے کہ حالات مذکورہ منافی ہین ایقاع طلاق کے بخلاف قولہ انت حر قبل ان اشتریک او انت حر امس وقد اشتراہ الیوم فانہ یعتق کما یعتق لو اقر لعبد ثم اشتراہ لاقرارہ بحریتہ بخلاف حکم سابق کے ہی یہ قول کہ تو آزاد ہی قبل اسکے کہ مین تجھکو خرید کرون یا یون کہا کہ تو آزاد تھا کل اور حالانکہ اسکو خرید کیا آج تو وہ آزاد ہو جاویگا اسواسطے کہ آزادی ایقاع اور وقوع کی محتاج نہین احتمال ہی کہ اسکو اور شخص نے آزاد کیا ہو یا کہ وہ اصلی آزاد ہو بخلاف طلاق کے چنانچہ اسطرح بھی آزاد ہو جاویگا اگر اقرار کیا ایک شخص نے کسی کے غلام کے حق مین کہ یہ آزاد ہی پھر اسکو خرید کیا ان تینون صورتون مین آزادی ثابت ہوگی بسبب اقرار کرنے قائل کے اسکی آزادی کا انت طالق قبل موتی بشہرین او اکثر ومات قبل مضی شہرین لم تطلق لانتفاء الشرط وان مات بعدہ طلقت مستندا الاول لمدۃ لاعندالرتۃ وفائدتہ انہ لا میراث لہا لان العدۃ قد تنقضی بشہرین بثلاث حیض تو طالق ہی میری موت سے دو مہینے پہلے یا کہ اس سے زیادہ اور مرگیا زوج قبل گذرنے دو مہینے کے تو عورت مطلقہ نہو گی بسبب نہ پائے جانے شرط کے اور اگر زوج مرگیا بعد دو مہینے کے تو مطلقہ ہوگی نزدیک امام کے فی الحال باستناد اول مدت کے یعنی دو مہینے سے مطلقہ ہوگی نہ موت کے نزدیک سے اور فائدہ طلاق مستند کا یہ ہی کہ عورت کو میراث زوج کی نہ ملیگی اسواسطے کہ عدت کبھی منقضی ہوجاتی ہی دو مہینے مین تین حیض ہو کر م مصنف اور شارح نے اس مقام مین قول ضعیف کو پسند کیا ہی باتباع صاحب درر کے اور قول صحیح یہ ہی کہ عدت وقت موت سے ہوگی اور عورت وارث ہوگی نزدیک امام کے اسواسطے کہ حق میراث مین استناد ظاہر نہین ہوتا کیونکہ اسمین ابطال ہی عورت کے حق کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور تحریر مین تصریح ہی کہ وجوب عدت نزدیک امام کے موت سے ہی اور علامہ سمرقندی نے کہا کہ اسی پر فتوی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی قال لہا انت طالق کل یوم او کل جمعۃ او رأس کل شہر ولا نیۃ لہ تقع واحدۃ فان نواہ کل یوم او قال فی کل یوم او مع او عند او کلما مضی یوم تقع ثلث فی ایام ثلث والاصل ان متی ترک کلمۃ الظرف اتحد والا تعدد کہا زوج نے زوجہ سے کہ تو طالق ہی ہر دن یا ہر جمعہ یا ہر مہینے کے شروع پر اور زوج کی ان اقوال مین کچھ نیت نہین تو ایکبار طلاق واقع ہوگی اور اگر اسنے نیت کی ہر روز ایک طلاق کی یا اسنے یون کہا کہ تو طالق ہی ہر ایک دن مین یا یون کہا کہ تو طالق ہی ہر دن کے ساتھ یا کہا کہ تو طالق ہی نزدیک ہر دن کے یا یون کہا کہ تو طالق ہی ہر بار کہ دن ہو چکے تو ان صورتون مین تین بار طلاق واقع ہوگی تین دن مین اور قاعدہ کلیہ تین طلاق یا ایک طلاق کے واقع ہونے کا ان مثالون مین یہ ہی کہ جب کلمہ ظرف کا ترک ہوگا کلام مین تو ایکبار طلاق واقع ہوگی اور جب کلمہ ظرف کا مذکور ہوگا تو تین بار طلاق واقع ہوگی کلمہ ظرف کا ان اقوال مین لفظ فی اور مع اور عند ہی وفی الخلاصۃ انت طالق مع کل یوم تطلیقۃ وقع ثلث للحال اور خلاصہ مین ہی کہ اگر یون کہیگا کہ تو طالق ہی ہر دن کے ساتھ ایک طلاق کر تو واقع ہونگی تین طلاق فی الحال م روایت خلاصہ کی مخالف ہی شارح کے قول کے اسواسطے کہ شارح نے کہا کہ مع کل یوم مین تین طلاق تین دن مین واقع ہونگی اور خلاصہ مین فی الحال واقع کہا اور دونون کلامون مین سوائے مفعول مطلق کے کوئی فارق ظاہر نہین ہوتا اور شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ خلاصہ مین یون عبارت ہی کہ انت طالق مع کل تطلیقۃ یعنی اسمین لفظ یوم کا نہین تو یہ مطلب ہوا کہ تو طالق ہی ہر ہر طلاق کے ساتھ تو اس صورت مین تین بار طلاق فی الحال واقع ہونگی اور شاید کہ نسخہ بحر الرائق مین تحریف واقع ہو گئی اور مصنف اور شارح نسخہ محرفہ کے پیرو ہو گئے کذا فی حاشیۃ المدنی قال اطولکما عمرا طالق الآن لا تطلق حتی یموت احدہما فتطلق الاخری لوجود شرطہ حینئذ کہا زوج نے اپنی دو زوجہ سے کہ تم دو مین بڑی عمر والی کو طلاق ہی اسوقت تو کسی کو طلاق نہوگی یہانتک کہ ایک انمین سے مرجاوے پھر جب ایک مرے گی تو دوسری زندہ زوجہ مطلقہ ہوگی بسبب پائے جانے شرط زوج کے اسوقت یعنی جب ایک مرگئی تو دوسری عورت کی زیادتی عمر کی ثابت ہوئی م شیخ رحمتی نے کہا کہ طول عمر بدون دونون عورتون کے مرجانے کے ثابت نہین ہوسکتا اسواسطے کہ جو عورت کہ اول مرگئی جائز ہی کہ چالیس برس کی ہو اور جو زندہ ہی شاید اسکی عمر تیس ہی برس کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی اور نسخہ مطبوع مین بعد حینئذ کے لفظ مستندا کا بھی مرقوم ہی قال انت طالق قبل قدوم زید بشہر فقدم بعد شہر وقع الطلاق مقتصرا کہا زوج نے کہ تو طالق ہی زید کے آنے سے پہلے بقدر ایک مہینہ کے پھر زید آیا بعد مہینے کے

تو طلاق واقع ہوگی فی الحال بطور اقتصار کے م مصنف نے طلاق قبل موت مین استناد کو ذکر کیا اور طلاق قبل قدوم مین اقتصار کو مذکور کیا تو اسواسطے شارح نے
استناد اور اقتصار کو اگلے قول مین مصرح کیا اعلم ان طرق ثبوت الاحکام اربعة الانقلاب والاقتصار والاستناد والتبیین معلوم کر کہ ثبوت احکام شرعیہ کے چار طریقے
ہین ایک انقلاب دوسرا اقتصار تیسرا استناد چوتھا تبیین فالانقلاب صیرورة ما لیس بعلة علة کالتعلیق سو انقلاب یہ ہی کہ جو چیز علت نہین ہی واقع مین علت
ہو جاوے چنانچہ تعلیق مثلاً یون کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تجھکو طلاق ہی سو دخول دار واقع مین طلاق کی علت نہین وقت تکلم کے لیکن بسبب تعلیق زوج
کے علت ہوگیا طلاق کی یعنی بعد تعلیق کے جب دخول دار پایا جاویگا تو طلاق واقع ہوگی اور مراد تعلیق سے معلق علیہ ہی یعنی دخول دار والاقتصار ثبوت الحکم
فی الحال اور اقتصار عبارت ہی ثبوت حکم سے فی الحال چنانچہ انشاء عقود مثل بیع اور نکاح کے یا فسوخ مثل طلاق اور خلع کے تو بمجرد ایجاب و قبول کے بیع
اور نکاح ثابت ہو جاتا ہی والاستناد ثبوته فی الحال مستندا الی ما قبله بشرط بقاء المحل کل المدة کلزوم الزکوة حین الحلول مستندا لوجود النصاب اور استناد عبارت
ہی ثبوت حکم سے فی الحال اپنے ماقبل کی طرف مستند ہو کر بشرط باقی رہنے محل حکم کے تمام مدت مین جیسے لازم ہونا زکوة کا سال تمام ہونے کیوقت باعتبار
وجود نصاب کے یعنی بعد سال کے زکوة بالفعل واجب ہوتی ہی باعتبار ماقبل کے یعنی حولان حول کے بشرط باقی رہنے مال کے اول سے آخر تک گو نصاب
درمیان سال کے کم ہو جاوے والتبیین ان یظهر فی الحال تقدم الحکم کقوله ان کان زید فی الدار فانت طالق وتبین فی الغد وجوده فیها تطلق من حین القول فتعتد منه
اور تبیین یہ ہی کہ ظاہر ہو فی الحال حکم کا مقدم ہونا یعنے اب ظاہر ہوا کہ وقت تکلم سے حکم مقدم تھا چنانچہ زوج کا یہ قول کہ اگر زید گھر مین ہوگا تو تجکو طلاق ہی
اور کل ظاہر ہوا وجود زید کا گھر مین یعنی دوسرے دن ثابت ہوا کہ وقت تعلیق کے زید گھر مین موجود تھا تو عورت مطلقہ ہوگی وقت تکلم سے تو اسیوقت سے اسکی
عدت ہوگی خلاصہ یہ ہی کہ ثبوت حکم تین حال سے خالی نہین یعنی زمانہ مستقبل مین ہی یا زمانہ حال مین یا زمانہ ماضی مین تو اگر زمانہ استقبال مین ہی بطور تعلیق کے تو اسکو
انقلاب کہتے ہین اور اگر زمانہ حال مین ہی بلا استناد و سابق تو اسکو اقتصار بولتے ہین اور اگر زمانہ حال مین ہی ماقبل سے مستند ہو کر اسکو استناد کہتے ہین اور اگر نسبت
طرف کے زمانہ ماضی مین ہی اسکو تبیین بولتے ہین انت طالق ما لم اطلقک او متی لم اطلقک او متی ما لم اطلقک وسکت طلقت للحال بسکوته اگر زوج نے
کہا کہ تو طالق ہی ما دامیکہ تجھکو طلاق نہ دون یا جب تک کہ مین تجھکو طلاق نہ دون یا تا وقتیکہ تجھکو طلاق نہ دون اور یہ کلام کر کے زوج ساکت ہو گیا تو عورت
فی الحال مطلقہ ہوگی بسبب اسکے سکوت کے اسواسطے کہ کلمہ متی کا ظرف زمان ہی اور اسیطرح کلمہ ما کا مصدر ہی قائم مقام ظرف کے اگرچہ بمعنی شرط کے مستعمل ہی
لیکن فقہا کا اتفاق ہی کہ وہ یہان بمعنی وقت کے ہی خلاصہ یہ کہ ان مثالون مین طلاق کی اضافت ہوئی اس زمانہ کی طرف جو طلاق منکوحہ سے خالی ہی پھر جب سے
سکوت کیا تو وہ زمانہ پایا گیا لہذا وہ مطلقہ ہوگی کذا فی حاشیة المدنی عن البحر وفی ان لم اطلقک لا تطلق بالسکوت بل یمتد النکاح حتی یموت احدهما قبله لاسے
التطلیقه فتطلق قبیل الموت لتحقق الشرط ویکون فارا اور اس قول مین کہ تو طالق ہی اگر مین تجھکو طلاق نہ دون عورت مطلقہ نہوگی بسبب سکوت زوج کے بلکہ نکاح قائم رہیگا یہانتک
کہ کوئی ان دونون مین سے قبل طلاق دینے زوج کے مرجائے پھر جب یک کوئی مریگا تو عورت مطلقہ ہوگی قبل موت کے قریب تر بسبب پائے جانے شرط کے یعنی عدم طلاق
کے پھر اگر زوج اول مریگا تو فار ہوگا سو اگر عورت مدخولہ ہوگی تو وارث ہوگی زوج کی فار کا بیان آگے آویگا واذا ما واذا بلا نیة مثل ان عنده ومثل متی
عندهما وقد مر حکمها اور کلمہ اذا ما کا اور اذا کا بدون نیت کے مانند کلمہ ان کے ہی نزدیک امام کے اور مثل کلمہ متی کے ہی نزدیک صاحبین کے اور دونون کا یعنی ان
اور متی کا حکم عنقریب مذکور ہو چکا یعنی جب اذا ما اور اذا بمعنی ان کے ہوگا تو طلاق نہ واقع ہوگی تا وقتیکہ کوئی زوجین مین سے مرے اور جب بمعنی متی کے ہونگے
تو فی الحال بسبب سکوت زوج کے طلاق واقع ہوگی ولو نوی الوقت او الشرط اعتبرت نیته اتفاقا ما لم تقم قرینة الفور فعلی الفور اور اگر نیت کی
زوج نے کلمہ اذا سے وقت کی یا شرط کی تو اسکی نیت معتبر ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے جب تک کہ قرینہ فی الفور کا قائم نہو اور اگر فی الفور کا قرینہ
قائم ہوگا تو فی الفور طلاق واقع ہوگی نیت شرط کی معتبر نہ ہوگی قرینہ فی الفور کا یہ کہ عورت نے کہا کہ مجھکو طلاق دے زوج نے کہا کہ انت طالق اذا لم اطلقک تو

ف طرق ثبوت احکام شرعیہ کے چار ہیں ۱۲

فی الفور طلاق واقع ہوگی و نے قولہ انت طالق مالم اطلقک انت طالق مع الوصل بقولہ مالم اطلقک طلقت بالمنجزة الا فی الذخیرة فقط استحسانا
اور اس قول مین کہ انت طالق مالم اطلقک انت طالق یعنے زوج نے انت طالق کو اپنے قول مالم اطلقک سے ملاکر کہا تو عورت مطلقہ ہوگی فقط پچھلے قول
منجز سے باعتبار استحسان کے یعنی اخیر قول انت طالق سے کہ وہ منجز ہے معلق نہین طلاق واقع ہوگی اور اگر انت طالق کو مالم اطلقک سے جدا کرکیا وصل نکیا تو منجز اور
معلق دونون واقع ہونگی کذا فی حاشیة الطحطاوی المدنی عن البحر فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا قال ان لم اطلقک الیوم ثلثا فانت طالق فحیلتہ ان یطلقها علی الف ولا
تقبل المرأة فان مضی الیوم لا تطلق به یفتی خانیة لان التطلیق المقید یدخل تحت المطلق کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ اگر مین آج تجھکو تین طلاق نہ دون تو تجھکو طلاق
ہے تو حیلہ نہ طلاق واقع ہونے کا یہ ہے کہ اسکو طلاق دے بعوض ہزار کے یعنی یون کہے کہ مین نے تجھکو طلاق دی بشرط ہزار اشرفی کے اور عورت ہزار اشرفی
دینا نہ قبول کرے پھر اگر وہ دن گذر جاویگا تو عورت مطلقہ نہوگی اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیة والخلاصة والمحیط اسواسطے کہ تطلیق مقید داخل ہے تطلیق مطلق
کے تحت مین یعنی ہر چند تعلیق طلاق مطلق پر تھی بعوض مال ہو یا بلا عوض اور جو طلاق کہ زوج نے دی وہ مقید ہے یعنی بعوض مال کے ہے لیکن چونکہ مقید مطلق
مین داخل ہے اسواسطے طلاق نہ واقع ہوگی انت طالق یوم تزوجک فنکحها لیلا حنث بخلاف الامر بالید امرک بیدک یوم یقدم زید فقدم لیلا لم تخیر و
ہو نہارا بقی للغروب کہا مرد نے عورت سے کہ تو طالق ہوگی جسدن کہ مین تجھسے نکاح کرون پھر نکاح کیا اُس سے رات مین تو حانث ہوگا یعنے طلاق واقع
ہوگی اسواسطے کہ یوم اس قول مین بمعنی مطلق وقت کے ہے جو رات اور دن دونون کو شامل ہے بخلاف امر بالید کے یعنی زوج نے زوجہ سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ
مین ہے یعنی تجھکو طلاق کا اختیار ہے جسدن کہ زید آوے پھر زید آیا رات کو تو عورت کو اختیار طلاق کا نہوگا اور اگر دن مین زید آویگا تو عورت کو اختیار طلاق کا باقی
رہیگا اسی دن کے غروب تک والاصل ان الیوم متی قرن بفعل یستوعب المدة یراد به النهار کالامر بالید فانه یصح جعله بیدها یوما او شهرا ومتی قرن بفعل لا یستوعبها یراد
مطلق الوقت کایقاع الطلاق فانه لو قال طلقتک شهرا کان ذکر المدة لغوا وتطلق للحال اور قاعدہ کلیہ جو فارق ہے طلاق اور امر بالید مین یہ ہے
کہ یوم جب مقرون ہے ایسے فعل سے کہ پورا بھرے تمام مدت کو تو وہان یوم سے مراد نہار ہوگا چنانچہ امر بالید ایسی چیز ہے کہ اُسکو عورت کے اختیار مین دینا
ایک دن یا ایک مہینہ درست ہے اور اسی طرح ہے سیر اور رکوب اور صوم کہ کل مدت یوم مین ممتد ہوسکتا ہے اور جب کہ یوم مقرون ہو ایسے فعل سے کہ کل مدت ممتد نہوسکے
تو وہان یوم سے مراد مطلق وقت ہوگا جو شامل ہے لیل و نہار کو چنانچہ ایقاع طلاق اور تزوج اور کلام اور دخول اور خروج اور عتاق سو اگر کہے گا کہ مین نے
تجھکو طلاق دی مہینہ بھر تو ذکر مدت کا لغو ہوگا اور فی الحال طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ایقاع طلاق لائق امتداد کے نہین انا منک طالق او
بری لیس بشیء ولو نوی به الطلاق اور اگر کہا اپنی عورت سے کہ مین تجھسے طالق ہون یا کہ مین تجھسے بری ہون تو یہ قول کچھ نہین اگرچہ اس قول سے طلاق کی
نیت کرے تو بھی طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ محل طلاق عورت ہے نہ مرد سو جبکہ اضافت طلاق کی مرد کی طرف ہوئی تو یہ موقع ہوئی تو لغو ہوئی وتبین فی البائن
والحرام ای انا منک بائن او انا علیک حرام ان نوی لان الابانة لازالة الوصلة والتحریم لازالة الحل وهما مشترکان فتصح الاضافة الیه حینئذ لو لم یقل منک او علیک لم تقع او
جدا ہو جاویگی عورت لفظ بائن اور حرام مین یعنی اگر عورت سے کہا کہ مین تجھسے بائن ہون یعنی جدا ہون یا کہ مین تجھپر حرام ہون تو مطلقہ ہوگی اگر طلاق کی نیت
کرے اسواسطے کہ لفظ ابانت یعنی جدائی کا موضوع ہے واسطے زائل کرنے اتصال نکاح کے اور لفظ تحریم کا موضوع ہے واسطے زائل کرنے حلت کے اور وہ دونون
یعنی ازالۂ اتصال نکاح اور ازالۂ حلت مشترک مین درمیان زوج اور زوجہ کے تو صحیح ہوگی اضافت بانت اور تحریم کی طرف زوج کے یہانتک کہ اگر نہ کہیگا لفظ منک
اور علیک کا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ اسمین عورت کی طرف خطاب نہین تو احتمال ہے کہ دوسری وجہ کی جدائی اور حرمت مراد ہو بخلاف انت بائن او حرام حیث
تقع اذا نوی وان لم یقل منی بخلاف اس قول کے کہ انت بائن او حرام یعنی تو جدا ہے یا کہ تو حرام ہے اسواسطے کہ اس کلام سے طلاق واقع ہوگی جبکہ زوج نیت طلاق
کی کرے اگرچہ لفظ منی کا نہ کہے یعنی اگرچہ یون نہ کہے کہ تو جدا ہو مجھسے تو بھی طلاق واقع ہوگی شارح نے اس کلام سے خزانة الاکمل کی عبارت کو رد کیا اسمین یون ہے

کہ انت بائن سے جدائی نہین ہوتی تا وقتیکہ انت بائن منی نہ کہے نعم لو جعل امرہا بیدہا لیشترط قولہا بائن منی ہان اگر عورت کو طلاق کا اختیار دے تو عورت کا یون کہنا مشروط ہو کہ بائن منی یعنے تو مجھ سے جدا ہو یعنے وقوع طلاق مین منی کا لفظ عورت کو کہنا ضرور ہو م بحر الرائق مین خلاصہ ان مسائل کا یون مذکور ہو کہ اگر اضافت حرمت اور بینونت کی عورت کی طرف کی یعنی یون کہا کہ تو حرام یا بائن ہو تو طلاق واقع ہو گی زوج کی طرف اضافت کی حاجت نہین یعنی یون کہنا کہ تو حرام ہو مجھپر ضرور نہین اور اگر حرمت کی اضافت اپنی طرف کی یعنی یون کہا کہ مین حرام یا بائن ہون تو طلاق نہ واقع ہو گی بدون اضافت عورت کے یعنی یون کہے کہ مین حرام ہون تجہپر یا تو بائن ہو مجہسے اور اگر عورت کو طلاق کا اختیار دیا تو حرمت اور بینونت کی اضافت زوج اور زوجہ دونون کی طرف ضرور ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ویقع بابرائک عن الزوجیۃ بلانیۃ اور طلاق واقع ہو گی اس قول سے کہ مین نے تجھکو بری کیا زوجہ ہونے سے بدون نیت کے جدائی ہو گی اسواسطے کہ یہ قول صریح ہو ابطال نکاح مین اور صریح محتاج نیت کا نہین انت طالق ثنتین مع عتق مولاک ایاک فاعتق سیدہا طلقت ثنتین ولہ الرجعۃ لوجوب التطلیق بعد الاعتاق لانہ شرط کہا زوج نے اپنی زوجہ سے جو لونڈی ہو کسیکی کہ تو طالق ہو دو بار ساتھ آزاد کرنے مولی کے تجھکو یعنی تیری آزادی کے ساتھ تجھکو دو بار طلاق ہو پھر اُسکے مالک نے اسکو آزاد کیا تو دو طلاق کر مطلقہ ہو گی اور اُسکے زوج کو رجعت کا اختیار ہو گا بسبب وجود تطلیق کے بعد آزاد کرنے کے یعنی اول آزادی ہوئی بعد اسکے طلاق واقع ہوئی اسواسطے کہ آزادی شرط تھی طلاق کی اور شرط مقدم ہوتی ہو مشروط پر تو آزادی مقدم ہوئی طلاق پر یعنی عورت پہلے حرہ ہو چکی پھر طلاق ہوئی اور حرہ سے رجعت کرنا دو طلاق کی درست ہو اگر کوئی کہے کہ لفظ مع مقارنت کا مقتضی ہو جب مقارنت ہوئی تو تقدیم اور تاخیر کی کہان گنجائش رہی اسکا جواب یہ ہو کہ لفظ مع کلمے یعنی تاخیر بھی مستعمل ہوتا ہو چنانچہ ان مع العسر یسرا مین یعنی سختی کے بعد آسانی ہو اور یہ مطلب نہین کہ سختی اور آسانی آنے احدے مین مقارن ہین و نقل ابن الکمال ان کلمۃ مع اذا اقحم بین جملتین مختلفین تحل محل الشرط اور نقل کیا ہو ابن کمال نے ایضاح مین طحاوی سے کہ کلمہ مع کا جب داخل کیا جاوے درمیان دو جملون مختلفہ کے تو قائم مقام ہوتا ہو شرط کے تو طلاق اور عتاق دو جنسین ہین مختلف انمین کلمہ مع کا داخل ہوا اسواسطے بجاے شرط ہو گیا تو گویا تقدیر کلام یون ہوئی کہ ان اعتقک مولاک فانت طالق ثنتین یعنی اگر تیرا مولی تجھے آزاد کر دے تو تجھکو دو بار طلاق ہو ولو علق بالبناء للمجہول عتقہا و طلاقہا بمجی الغد فجاء الغد لا رجعۃ لہ لتعلیقہما بشرط واحد اور اگر معلق ہو آزادی لونڈی کی اور طلاق اُسکی کل کے آنے پر یعنی اُسکے مولی نے کہا ہو کہ جب کل کا دن آوے تو تو آزاد ہو اور اُسکے زوج نے کہا کہ جب کل آوے تو تجھکو طلاق ہو پھر آیا کل کا دن تو زوج کو رجعت کا اختیار نہو گا واسطے معلق ہونے عتق اور طلاق کے ایک شرط پر یعنی زمانہ عتق اور طلاق کا ایک ہی ہوا کیونکہ شرط دونون کی ایک ہی تھی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان عتق طلاق پر مقدم تھا باعتبار مرتبہ کے اور لونڈی کے حق مین دو طلاق ایسی جیسے حرہ کے حق مین تین طلاق تو اُسکے زوج کو رجعت کا اختیار نہ باقی رہا و عدتہا فی المسئلتین ثلث حیض احتیاطا اور عدت اُس عورت کی دونون مسئلون مین یعنی اس مسئلہ مین اور مسئلہ سابقہ مین تین حیض ہین بنا بر احتیاط کے ولو کان الزوج مریضا لا ترث منہ لوقوعہ وہی امۃ فلا ترث مبسوط اور مسئلہ ثانیہ مین اگر زوج مریض ہو گا تو عورت اُسکی وارث نہو گی اسواسطے کہ طلاق اسوقت واقع ہوئی جبکہ وہ لونڈی تھی تو وارث نہو گی کذا فی المبسوط بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہ وارث ہو گی انت طالق ہکذا مشیرا بالاصابع المنشورۃ وقع بعددہا کہا عورت سے کہ تو طالق ہو اسطرح منتشر انگلیون سے اشارہ کر کے تو واقع ہوئی طلاق مشار الیہ کے شمار پر یعنی اگر ایک انگلی سے اشارہ کیا تو ایک طلاق اور دو انگلیون سے اشارہ کیا تو دو طلاق اور اگر تین انگلیون سے اشارہ کیا تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ لفظ ہکذا مین ہا واسطے تنبیہ کے ہو اور کاف واسطے تشبیہ کے اور ذا واسطے اشارہ کے ہو بخلاف مثل ہذا فانہ ان نوی ثلثا فثلث والا فواحدۃ لان الکاف للتشبیہ فی الذات ومثل للتشبیہ فی الصفات ولذا قال ابو حنیفۃ ایمانی کایمان جبریل لا مثل ایمان جبریل بحر بخلاف اسکے کہ اگر عورت سے کہا کہ تو طالق ہو مثل اسکے اور تین انگلیون سے اشارہ کیا تو اگر تین طلاق کی نیت کریگا تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر نیت تعدد نہ کی تو ایک ہی طلاق ہو گی اسواسطے کہ مسئلہ سابقہ مین کاف ہکذا کا موضوع ہو واسطے تشبیہ فی الذات کے تو گویا اُس نے یون کہا کہ تجھکو ایسی طلاق ہو جسکی ذات ان انگلیون کی ذات کے مانند ہو تو اس صورت مین

انگلیون کا عدد معتبر ہوگا اور اس مسئلہ مین یعنی مثل ہذا مین کلمہ مثل کا موضوع ہی واسطے تشبیہ فی الصفات کے تو اُسنے گویا یون کہا کہ تجھکو طلاق ثابت ہی مانند
ثبوت ان انگلیون کے اور طلاق ثابت ہی ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہی اور جبکہ کاف اور مثل مین تفرقہ ثابت ہوا تو بنا بر اسی تفرقہ کے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ
علیہ نے کہا کہ ایمانی کایمان جبرئیل لا مثل ایمان جبرئیل یعنے میرا ایمان اور جبرئیل علیہ السلام کا ایمان ذات مین یکسان ہی مثل ایمان جبرئیل علیہ السلام کے ہی
صفات مین کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ ایمان عبارت ہی تصدیق جازم سے اور ایمان امام کے نزدیک زیادہ اور کم نہین ہوتا تو ایمان امام کا اور ایمان ملائکہ کا اور ایمان
ہر مومن کا ذات مین متحد ہوا اور یون امام نے نہین کہا کہ میرا ایمان مثل ایمان جبرئیل علیہ السلام کے ہی اسواسطے کہ صفات مختلف ہین کیونکہ علم الیقین اور عین الیقین اور
حق الیقین مین بڑا فرق ہی جو ترقی انوار اور ثمرات تقرب وغیرہ ملائکہ کو حاصل ہی وہ اور مومنین کو کہان کذا فی حاشیۃ المدنی وتعتبر المنشورۃ لا المضمومۃ الا دیانۃ کالکف
اور اشارہ کرنے مین معتبر منتشر انگلیان ہین بنا بر عرف کے نہ مضموم اور متصل مگر باعتبار دیانت کے یعنی اگر دو مضموم انگلیون سے اشارہ کرکے نیت کریگا تو اسکی دیانت
مین تصدیق ہوگی نہ قضا مین مانند حکم کف کے یعنی اگر نیت کریگا ہتھیلی سے اشارہ کرکے بدون انگلیون کے تو فقط دیانت مین اسکی تصدیق ہوگی نہ قضا مین بنا بر
عدم عرف کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والمعتمد فی الاشارۃ وفی الکف نشر کل الاصابع اور معتمد کف کے اشارہ مین کھولنا سب انگلیون کا ہی یعنی اشارہ
کف مین باعتبار دیانت کے تصدیق نہوگی جبتک سب انگلیون کو علحدہ علحدہ نہ کھولے گا اور بعض کو متصل رکھیگا تو معتبر منتشر انگلیان ہونگی اسواسطے کہ نشر انگلیون
کا قرینہ ہی عدد کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ونقل القہستانی انہ یصدق قضاء بنیۃ الاشارۃ بالکف فہی واحدۃ اور قہستانی نے نقل کیا ہی کہ قضا مین اُسکی
تصدیق ہوگی اشارہ کف کی نیت سے یعنی جب اصابع منشور ہون اور کف سے اشارہ کرکے نیت کرے تو قائل کی تصدیق ہوگی قضا مین اور اسطرح اشارہ
کف سے ایکبار طلاق ہوگی ولو لم یقل ہکذا یقع واحدۃ لفقد التشبیہ اور اگر کہا کہ تو طالق ہی اور اشارہ انگلیون سے کیا اور نہ کہا ہکذا تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی بسبب
فقدان تشبیہ کے ولو قال انت ہکذا مشیرا ولم یقل طالق لم ارہ اور اگر عورت سے کہا کہ تو ایسی ہی انگلیون سے اشارہ کرکے اور یون نہ کہا کہ تو طالق ہی شارح کہتا ہی کہ مین
نے اس مسئلہ کا حکم کسی کتاب مین نہین دیکھا مگر حلبی نے کہا کہ اس صورت مین طلاق نہ واقع ہونا نہایت صریح ہی اسواسطے کہ یہ لفظ نہ طلاق صریح مین داخل ہی
نہ کنایہ مین اور اشارہ بیان ہوتا ہی ملفوظ کا سو یہان موجود نہین اور خیر الدین رملی نے بھی کہا کہ ایسا قول لغو ہی اگرچہ قائل نیت طلاق کی کرے اسواسطے کہ لفظ مشعر
طلاق کا نہین اور نیت کو بدون لفظ کے طلاق مین تاثیر نہین اور حموی نے بھی عدم وقوع طلاق کی بعضے علما کے قول سے تصریح کی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی
ولو اشار بظہورہا فالمضمومۃ للعرف اور اگر اشارہ کیا انگلیون کی پیٹھ سے یعنی پیٹھ انگلیون کی مخاطب کیطرف کی اور پیٹ انکا شوہر کیطرف تو معتبر ملی انگلیان ہونگی
بسبب عرف محاسبین کے یا رواج مین الناس کے ولو کان رؤسہا نحو المخاطب فان نشر عن ضم فالعبرۃ للنشر وان ضم عن نشر فالضم ابن الکمال اور اگر ہون سر انگلیون کے
مخاطب کیطرف سو اگر افتراق کیا انگلیون کا بعد اتصال کے تو اعتبار ہی افتراق کا اور اگر اتصال کیا انگلیون کا بعد افتراق کے تو اعتبار ہی اتصال کا چنانچہ ابن کمال
نے اسکو ذکر کیا م جبکہ فراغت ہوئی بیان طلاق رجعی سے تو مصنف لگے بعد طلاق بائن کا بیان شروع ہوا ویقع بقولہ انت طالق بائن او البتۃ وقال الشافعی
یقع رجعیا لو موطوءۃ اور واقع ہوتی ہی طلاق بائن زوج کے اس قول سے کہ تو طالق بائن ہی یا یون کہا کہ تو طالق ہی البتہ کلمہ بتہ کا مصدر ہی بمعنی قطع اور جزم
کے اور منصوب ہی بنا بر مصدریت کے تو ترجمہ لفظی یون ہوگا کہ تو طالق ہی قطعاً اور یقیناً اور امام شافعی نے کہا کہ لفظ بائن اور البتہ سے اور اسیطرح اور الفاظ
آیندہ سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہی اگر عورت مدخولہ ہو کذا فی حاشیۃ المدنی او افحش الطلاق او طلاق الشیطان او البدعۃ او اشر الطلاق او کالجبل
او کالف او ملا البیت یا یون کہا کہ تو طالق ہی افحش طلاق کر یا تجھکو طلاق شیطان ہی یا طلاق بدعت ہی یا تجھکو بدتر طلاق ہی یا تجھکو مانند پہاڑ کے طلاق ہی
یا تو طالق ہی مانند ہزار کے یا تجھکو گھر بھر کی طلاق ہی او تطلیقۃ شدیدۃ او عریضۃ او طویلۃ یا یون کہا کہ تجھکو سخت طلاق ہی یا چوڑی طلاق یا لنبی
طلاق ہی او اسوء او اشدہ او اخبثہ او اخشنہ او اکبرہ او اعرضہ او اطولہ او اغلظہ او اعظمہ واحدۃ بائنۃ فی الکل لانہ وصف الطلاق بما یحتملہ ان لم ینو ثلثا فی الحرۃ

وتمنتين سفے الامۃ فیصح مر یا یون کہا کہ تجھکو اسوء طلاق ہو یعنے بُری طلاق ہو یا اشد طلاق ہو یا اخبث طلاق ہو یا اخشن طلاق ہو اخشن بمعنی اشد ہو یا اکبر
طلاق ہو یا اعرض طلاق ہو یا اطول طلاق ہو یا اغلظ طلاق ہو یا اعظم طلاق ہو تو ایک ہی طلاق بائن واقع ہوتی ہو ان سب الفاظ مذکورہ مین
اسواسطے کہ قائل سنے طلاق کو موصوف کیا ایسی صفت کر جسکو طلاق محتمل ہو یعنے صفت بینونت کی ان سب الفاظ مین مندرج ہو مثلاً طلاق بدعت
اسواسطے طلاق بائن ٹھہری کہ طلاق رجعی سنی ہو تو بدعی بائن ہوگی بسبب تقابل اور ضدیت کے اور طلاق شدید اسواسطے بائن ہوئی کہ طلاق رجعی شدید نہین
چنانچہ تفصیل اسکی مطولات مین مصرح ہو ایک طلاق بائن ان الفاظ مین اُسوقت ہو کہ اگر قائل نے نیت تین طلاق کی حرہ مین اور دو طلاق کی لونڈی مین نہ کی ہو اور اگر
قائل نے تین طلاق کی حرہ مین اور دو طلاق کی لونڈی مین نیت کی تو صحیح ہوگی اسواسطے کہ باب اول مین مذکور ہو چکا کہ مصدر محتمل ہو فرد اعتباری کو تو تین طلاق کی
نیت حرہ مین اور دو طلاق کی لونڈی مین صحیح ہوگی م صیغہ افعل کا ان الفاظ مین بمعنی تفضیل کے نہین بلکہ اصل وصف مراد ہو یعنی افحش بمعنی فاحش اور اشد بمعنی شدید
کے ہو نہ بمعنی شدید تر اور فاحش تر کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو نوی بطالق واحدۃ وبنحو بائن اخری فیقع ثنتان بائنتان چنانچہ اس قول مین کہ انت طالق بائن صحیح ہو اگر
نیت کرے لفظ طالق سے ایک طلاق کی اور بائن اور اُسکے مانند سے دوسری طلاق کی تو وہ طلاق بائن واقع ہونگی بائن کی مانند لفظ البتہ اور جمیع کنایات جو متصل
طلاق کے واقع ہون کذا فی حاشیۃ المدنی ولو عطف فقال بائن او ثم بائن ولم ینو شیئا فرجعیۃ ولو بالفاء فبائنۃ ذخیرۃ اور اگر عطف کیا سو یون کہا کہ انت طالق بائن
یا یون کہا کہ انت طالق ثم بائن اور لفظ بائن سے کچھ نیت نہ کی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور اگر بحرف فا عطف کیا یعنی یون کہا کہ انت طالق فبائن اور کچھ نیت نہ
کی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی کذا فی الذخیرہ کما یقع البائن لو قال انت طالق طلقۃ تملکی بہا نفسک لانہا لا تملک نفسہا الا بالبائن چنانچہ طلاق بائن
واقع ہوتی ہو اگر یون کہے کہ تو مطلقہ ہو ایسی طلاق کر کہ مالک ہو جاوے تو بسبب اُس طلاق کے اپنی ذات کی اس قول سے طلاق بائن اسواسطے ثابت ہوئی کہ عورت
اپنی ذات کی مالک نہین ہوتی مگر طلاق بائن سے اسواسطے کہ طلاق رجعی مین زوجیت ہر طرح سے ثابت ہو یہانتک کہ اُسکی باری واجب ہو کذا فی حاشیۃ
الطحطاوی ولو قال انت طالق علی ان لا رجعۃ لی علیک لہ الرجعۃ وقیل لا جوہرۃ ورجح فی البحر الثانی اور اگر کہا کہ طالق ہو اس شرط پر کہ مجھکو رجعت نہین تجھپر تو اُسکو
رجعت کرنا جائز ہو یعنے شرط عدم رجعت کی لغو ہو اور بعضون نے کہا کہ اس قول سے زوج مالک رجعت کا نہین اسواسطے کہ طلاق بائن پڑ گئی اور اگر تین طلاق کی
نیت کریگا تو تین واقع ہونگی کذا فی الجوہرہ اور ترجیح دی ہو بحر الرائق مین قول ثانی کو اسطرح کہ ظاہر ہدایہ سے ثابت ہوتا ہو کہ قول ثانی قوی ہو کیونکہ ہدایہ مین
کہا ہو کہ جب طلاق کو کسی طرح کی شدت اور زیادت کر موصوف کیا تو طلاق بائن ہوتی ہو اور عنایہ اور فتح القدیر مین مصرح ہو کہ شرط عدم رجعت سے طلاق بائن واقع
ہوتی ہو تو مذہب صحیح قول ثانی ہی ٹھہرا کذا فی حاشیۃ المدنی وخطأ من افتی بالرجعی فی التعالیق وقول الموثقین تکون طالقا طلقۃ تملک بہا نفسہا انتہی بحر الرائق
مین خطاکار کہا ہو اُنکو جنہون نے فتوی طلاق رجعی کا دیا تعلیقات مین اور اس قول موثقین مین جو وثیقہ نکاح مین بعد ذکر عقد اور شروط کے لکھتے ہین کہ جب
اس عورت پر دوسرا نکاح کریگا یا اُسکو شہر سے باہر لیجاویگا تو یہ عورت طالق ہوگی ایسی طلاق کر کہ مالک ہو جاویگی بسبب اُس طلاق کے اپنی جان کی الی آخر عبارۃ البحر
م موثقین بتشدید ثاء مثلثہ وکسرہ وہ لوگ ہین جو عدول ہین دار القضاء کے موثقین اسواسطے اُنکو کہتے ہین کہ وہ شاہدون کی توثیق کرتے ہین یا یہ وجہ ہو کہ
اُنکے لکھے شرعی کاغذ لوگون مین معتمد ہوتے ہین کذا فی الطحطاوی خلاصہ بحر الرائق کا یہ ہو کہ تعلیق مذکور موثقین کی طلاق بائن ہو رجعی نہین فی البزازیۃ و
غیرہا لو قال للمدخولۃ ان طلقتک واحدۃ فہی بائنۃ او ثلث ثم طلقہا یقع رجعیا لان الوصف لا یسبق الموصوف لیکن بزازیہ وغیرہ مین یون ہو کہ اگر کہا زوجہ
مدخولہ سے کہ اگر مین تجھکو ایک طلاق دون تو وہ ایک طلاق بائن ہو یا تین بار طلاق ہو پھر زوج نے اُسکو طلاق دی تو طلاق رجعی واقع ہوگی
اسواسطے کہ صفت مقدم نہین ہوتی موصوف پر یعنے اگر ہم اس قول کو طلاق بائن یا رجعی کہین تو لازم آوے سبقت صفت کی موصوف پر اسواسطے
کہ اصل طلاق تو معلق ہو ہنوز واقع نہین ہوئی پھر قبل وقوع اُسکو بائن قرار دینا کیونکر صحیح ہوگا شارح نے اس قول سے استدراک کیا تخطیہ صاحب بحر پر

وجہ استدراک کی یہ ہے کہ جب لغو ہوا یہ قول کہ فہی بائن اور ثلث باوجود صراحت بینونت کے اور ثابت ہوا کہ تعلیق ساتھ بائن کے بھی رجعی ہے تو یہ قول کہ انت
طالق علی ان لا رجعۃ لی علیک اگر رجعی ہو تو کیا بعید ہے بلکہ اسکا رجعی ہونا بطریق اولی ہے اسواسطے کہ اسمین صراحت بینونت کی نہین لیکن تصریح صاحب ہدایہ کی
اس استدراک کے مخالف ہے کہ جب طلاق موصوف شدت اور زیادت کہ ہوئی تو طلاق بائن واقع ہوتی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو قال ان دخلت الدار فکذا ثم قبل
دخولها الدار قال جعلتہ بائنا او ثلثا لا یصح لعدم وقوع الطلاق علیہا انتہی اور اسیطرح اگر کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو طالق ہے پھر قبل داخل ہونے عورت کے گھر مین زوج
نے کہا کہ مین نے اُس طلاق کو بائن یا تین طلاق قرار دی تو یہ صحیح نہوگا بسبب واقع ہونے طلاق کے عورت پر یعنی ہنوز طلاق معلق واقع نہین پھر اسکو بائن
وغیرہ قرار دینا کیونکر صحیح ہوگا انتہی قول البزازیہ طحطاوی نے کہا کہ تقدم صفت کا موصوف پر اس مسئلہ مین البتہ ثابت ہے بخلاف مسئلہ سابقہ کے ومفادہ وقوع الطلاق الرجعی
فی متی تزوجت علیک فانت طالق طلقۃ تملکی بہا نفسک اذ غایتہ مساواتہ لانت بائن والوصف للسبق الموصوف کذا حررہ المصنف ہنا وفی الکنایات تعلیل بر ازیہ
سے ثابت ہوتا ہے وقوع طلاق رجعی اس قول مین کہ جب مین تیرے اوپر دوسرا نکاح کرون تو تو طالق ہے ایسی طلاق کہ کہ مالک ہو جاوے تو بسبب اسکے اپنی ذات
کی اسواسطے کہ غایت مضمون اس قول کا یہ ہے کہ یہ برابر ہے انت بائن کے اور حالانکہ انت بائن سے بھی طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اسواسطے کہ صفت سبقت
نہین کرتی موصوف پر اسیطرح منقح کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین یہان اور کنایات طلاق مین بخلاف انت طالق اکثرہ ای الطلاق بالثاء المثلثۃ من
فوق فانہ یقع بہ الثلث ولا یدین فی ارادۃ الواحدۃ بخلاف الفاظ بائنہ سابقہ کے ہے یہ قول کہ تو طالق ہے اکثر طلاق کر لفظ اکثر کا ثاء مثناۃ فوقانیہ
سے ہے اس قول مین سو تین طلاق اس قول سے واقع ہونگی اور قائل کی تصدیق دیانت مین نہوگی ایک طلاق کی نیت مین م عوام عرب بالفعل بجائے
اکثر بثاء مثلثہ کے اکثر بثاء مثناۃ فوقانیہ بولتے ہین تحریف کر کے مصنف نے تصریح کردی کہ محرف اور غیر محرف تین طلاق واقع ہونے مین یکسان ہے اسواسطے
کہ طلاق کا مدار عرف پر ہے اور سابق مین تصریح ہوچکی ہے کہ الفاظ محرفہ سے بھی طلاق واقع ہوتی ہے کما لو قال اکثر الطلاق او انت طالق مرارا او الوفا او لا قلیل
ولا کثیر فثلث علی المختار کما فی الجوہرۃ چنانچہ ارادہ ایک طلاق کی دیانت مین تصدیق نہوگی اگر یون کہیگا کہ تو طالق ہے اکثر طلاق کر اکثر یہان بثاء مثلثہ ہے یا یون
کہے کہ تو طالق ہے چند بار یا ہزارون بار یا یون کہے کہ تو طالق ہے نہ قلیل نہ کثیر تو ان اقوال مین تین بار طلاق واقع ہوگی بنا بر قول مختار کے کذا فی الجوہرہ م
لفظ مرار مین تین بار طلاق ہوگی اسواسطے کہ جمع ہے اور اقل جمع تین ہین اور لفظ الوف مین بھی تین بار طلاق ہوگی اور زیادتی لغو ہوگی اسواسطے کہ منتہای طلاق
تین ہین اور لا قلیل مین او لا کثیر مین تین طلاق اسواسطے ہونگی کہ جب قائل نے کہا کہ لا قلیل تو معلوم ہوا کہ طلاق کثیر کا ارادہ کیا اور کثیر تین ہین بعد اسکے کہا اسنے کہ
لا کثیر تو اسمین کلام سابق کی نفی ہوگی تو مقبول نہوگی اور بعضون نے کہا کہ لا قلیل او لا کثیر مین دو بار طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ لا قلیل سے ایک طلاق کی نفی ہوئی اسواسطے
کہ اقل طلاق ایک ہے اور لا کثیر سے تین طلاق کی نفی ہوئی اسواسطے کہ اکثر طلاق تین ہین تو دو طلاق ثابت ہوئین اور طحطاوی نے اسی قول کو پسند کیا ہے کذا فی حاشیۃ
المدنی ولو قال اقل الطلاق فواحدۃ اور اگر کہا تجھکو کمتر طلاق ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ اقل طلاق ایک ہے اور ظاہر اس کلام کا یہ ہے کہ طلاق رجعی ہو
اسواسطے کہ رجعی اقل ہے بائن سے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو قال عامۃ الطلاق او اجلہ او لو تین منہ او اکثر الثلث او کبیر الطلاق فثنتان اور اگر کہا کہ تو مطلقہ
ہے عامہ طلاق کر یا تجھکو اجل طلاق ہے یا تجھکو دو رنگ کی طلاق ہے یعنے دو قسم کی یا تجھکو طلاق ہے اکثر الثلث یا تجھکو کبیر الطلاق ہے تو ان اقوال مین دو بار
طلاق واقع ہوگی م عامہ طلاق مین دو بار طلاق اسواسطے ہوئی کہ عامہ بمعنی غالب کے کثیر الاستعمال ہے اور غالب طلاق دو ہین اور اجل طلاق مین محشیون نے
کہا کہ لفظ اجل یہان تحریف کا تبین سے ہے اسواسطے کہ بحر الرائق مین جُل الطلاق ہے بضم جیم وتشدید لام اور جُل بمعنی معظم ہے اور اکثر ثلث مین دو اسواسطے مراد ہین کہ
کلمہ اکثر کا مضاف ہے افراد کی طرف اور اکثر افراد کے دو ہین کما مر فی عامۃ الطلاق بخلاف اکثر الطلاق کے کہ وہان تین مراد ہین اسواسطے کہ اکثر مضاف ہے طرف جنس
کے اور کبیر الطلاق مین دو اسواسطے ہوئین کہ طلاق واحد صغیر الطلاق ہے اور تین طلاق اکبر الطلاق ہین تو دو طلاق کبیر الطلاق ہوئین کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لا کثیر

ولا قليل على الاشبہ مضمرات اور اسی طرح دو طلاق واقع ہین اس قول سے کہ تو طالق ہی نہ قلیل نہ کثیر بنا بر قول اشبہ کے کذا فی المضمرات اسواسطے کہ جب نفی کثیر کی کی تو قلیل ثابت ہوا پھر جب قلیل کی نفی کی تو متوسط بین القلیل والکثیر مراد ہوگا اور متوسط دو ہین بخلاف لاقلیل ولاکثیر کے چنانچہ عنقریب گذرا وفی القنیۃ

طلقتک آخر الثلث تطلیقات فثلث وطالق آخر ثلث تطلیقات فواحدۃ والفرق دقیق حسن اور قنیہ مین ہی کہ اگر عورت سے کہا کہ طلقتک آخر الثلث تطلیقات تو تین طلاق ہونگی اور اگر یون کہا کہ انت طالق آخر ثلث تطلیقات یعنی تو طالق ہی تین طلاقون کی پچھلی طلاق کر تو ایک طلاق واقع ہوگی اور فرق دونون صورتون مین خوب باریک ہی م پہلی صورت مین یعنی آخر الثلث مین لفظ آخر مضاف ہی معرف باللام کی طرف اور الف لام ہی اسپر عہد کا تو ثلث کا معہود ہونا بدون وقوع کے متصور نہین تو تین طلاق ہونگی بخلاف صورت ثانی یعنی آخر ثلث کے کہ اسمین آخر مضاف ہی نکرہ کیطرف اسمین کوئی علامت عہد کی نہین اور قائل نے پچھلی تین واقع کی ہین اور پچھلی صادق نہین مگر ایک پر کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے یقع بانت طالق کل التطلیقۃ واحدۃ وکل تطلیقۃ ثلث اس قول سے کہ انت طالق کل التطلیقۃ ایک طلاق واقع ہوگی اور اس قول سے کہ انت طالق کل تطلیقۃ تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ لفظ کل کا جب مضاف ہو معرفہ کیطرف تو عموم اجزا کا مقتضی ہوتا ہی اور جب مضاف ہو نکرہ کی طرف عموم افراد کا فائدہ دیتا ہی اسیواسطے کل الرمان ماکول غلط ہی اسواسطے کہ کل اجزا انار کے ماکول نہین اور کل رمان صحیح ہی اسواسطے کہ جمیع افراد انار کے ماکول ہین تو کل التطلیقۃ مین جمیع اجزا ایک طلاق کی مراد ہوئی اور کل تطلیقۃ مین جمیع افراد طلاق کے ثابت ہوئے اور افراد طلاق کے تین سے زیادہ نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وعدد التراب احدا اور اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہی بعدد خاک کے ایک طلاق واقع ہوگی تراب سے وہ چیز مراد ہی جو قلیل اور کثیر دونون پر صادق آوے چنانچہ خاک اور پانی اور شہد کہ ایک قطرہ کو بھی پانی بولتے ہین اور تمام دریا کو بھی پانی بولتے ہین اسکو اسم جنس افرادی کہتے ہین تو جبکہ طلاق مضاف ہوگی عدد جنس افرادی کیطرف تو ادنی جنس مراد ہوگی تو ایک طلاق بائن پڑیگی اسواسطے کہ تشبیہ مقتضی ہی کچھ زیادتی کی یعنی بینونت کی کذا فی حاشیۃ المدنی وعدد الرمل ثلث اور واقع ہوئی ہین تین طلاق یون کہنے سے کہ تجھکو طلاق ہی بقدر عدد رمل یعنی ریگ کے رمل سے وہ چیز جو قلیل اور کثیر پر نہ صادق آوے اور جسکا واحد ممتاز ہوتا ہو وحدت سے چنانچہ تمر اور عنب اور انجیر اور ایک تمر کو تمرہ بولتے ہین اور دو تمر کو تمرتین اور تین تمر یا زیادہ کو تمر بولتے ہین اسکو اسم جنس جمعی کہتے ہین وعدد شعر ابلیس او عدد شعر بطن کفی واحدۃ اور یون کہنے سے کہ تجھکو طلاق ہی بعدد شیطان کے بالون کے یا میری ہتھیلی کے پیٹھ کے بالون کی شمار کے برابر تو دونون صورتون مین ایک طلاق واقع ہوگی شعر ابلیس سے مراد وہ چیز جسکی نفی اور اثبات کچھ نہ معلوم ہو اسواسطے کہ ابلیس کے بال معلوم نہین اور اسپر اطلاع ممکن نہین تو یہ شرط لغو ہوگی تو فقط یہی باقی رہا کہ انت طالق تو ایک واقع ہوگی اور اسیطرح باطن کف مین بھی بال نہین تو یہ شرط بھی لغو ہوگی وعدد شعر ظہر کفی او ساقی او ساقک او فرجک

او عدد ما فی ہذا الحوض من السمک وقع بعددہ ان وجد والا لا اور اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہی بشمار ہتھیلی کی پیٹھ کے بالون کے یا بشمار میری پنڈلی کے بالون کے یا بشمار پنڈلی کے بالون کے یا بشمار تیری شرمگاہ کے بالون کے یا بشمار اس حوض کی مچھلیون کے تو طلاق واقع ہوگی بشمار بالون یا مچھلیون کے اگر بال اور مچھلیان پائی جاوین اور اگر وہان کوئی بال اور مچھلی نہ پائی جاویگی تو ایک طلاق بھی نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ طلاق معلق تھی شرط پر سو شرط نہ پائی گئی لست لک بزوج او لست

لی بامرأۃ او قالت لہ لست لی بزوج فقال صدقت طلاق ان نواہ خلافا لہما یون کہنا کہ مین تیرا شوہر نہین یا تو میری زوجہ نہین یا زوجہ نے زوج سے کہا کہ تو میرا زوج نہین سو زوج نے کہا کہ تو سچی ہی تو یہ قول طلاق ہی اگر مرد اس قول سے طلاق کی نیت کریگا برخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک باوجود نیت کے بھی

یہ قول طلاق نہین ولو اکدہ بالقسم او سئل لک امرأۃ فقال لا لا تطلق اتفاقا وان نوی لان الیمین والسوال قرینتان ارادۃ النفی فیہما اور اگر قول سابق کو قسم سے مؤکد کیا یعنے یون کہا کہ واللہ تو میری زوجہ نہین یا زوج سے کسی نے پوچھا کہ کیا تیری جورو ہی سو اسنے کہا کہ نہین تو عورت مطلقہ نہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے اگرچہ زوج نے نیت طلاق کی بھی کی ہو اسواسطے کہ قسم کھانا پہلی صورت مین اور سوال کرنا دوسری صورت مین دو قرینہ ہین ارادہ کرنے نفی طلاق کے دونون مسئلون مین یعنی پہلی صورت جملہ خبریہ ہی محتمل ہی صدق اور کذب کو اور قسم موضوع ہی واسطے تقویت ایک جانب کے تو قسم سے

خبر یت تو ہی ہوگئی اور طلاق واقع نہین ہوتی مگر جملہ انشائیہ سے اور سوال کا جواب بھی جملہ خبریہ ہوتا ہو وفی الخلاصۃ قیل لہ الست طلقتہا تطلق ببلی لا بنعم اور خلاصہ
مین ہو کہ پوچھا گیا ایک مرد سے کہ الست طلقتہا یعنے تو نے اپنی عورت کو طلاق کیا نہین دی تو طلاق واقع ہوگی لفظ بلے سے نہ نعم سے یعنی اگر اسنے جواب مین
بلے کہا تو طلاق واقع ہوگی اور اگر نعم کہا تو نہوگی اسواسطے کہ کلمہ بلے کا موضوع ہو واسطے منفی کے اثبات کے تو مثال مذکور کا یہ مطلب ہوا کہ مین نے طلاق دی
اور کلمہ نعم کا موضوع ہو واسطے اثبات ماقبل کے منفی ہو یا مثبت استفہام ہو یا خبر تو مثال مذکور کا یہ مطلب کہ طلاق نہین دی ہی وفی الفتح ینبغی عدم الفرق للعرف
اور فتح القدیر مین ہو کہ بلے اور نعم مین فرق کرنا نہ چاہیے بسبب عرف اہل زمانہ کے یعنی ہرچند اصل لغت عرب مین بلے اور نعم مین فرق ثابت ہو لیکن طلاق مین
دونون مین فرق کرنا لائق نہین اسواسطے کہ عرف مین دونون برابر ہین تو دونون لفظون سے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ مدار طلاق کا عرف پر ہو نہ اصل لغت پر وفی البزازیۃ
قالت لہ انا امرأتک فقال انت طالق کان اقرارا بالنکاح وتطلق لاقتضاء الطلاق النکاح وضعا اور بزازیہ مین ہو کہ کہا عورت نے مرد سے کہ مین تیری جورو ہون سو مرد نے
کہا کہ تو طالق ہو تو مرد کا یہ کلام اقرار ہی نکاح کا اور عورت پر طلاق واقع ہوگی اس کلام سے نکاح اسواسطے ثابت ہوا کہ طلاق مقتضی ہو نکاح کو باعتبار شرع اور لغت
کے علم انہ حلف ولم یدر بطلاق او بغیرہ لغا کما لو شک اطلق ام لا مرد کو معلوم ہو کہ قسم کھائی ہو اور یہ یاد نہین کہ طلاق کی قسم کھائی یا غیر طلاق کے تو ایسی قسم لغو ہو یعنے
طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ اگر مرد کو شک پڑے کہ طلاق دی ہو یا نہین تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ نکاح بالیقین ثابت ہو اور قاطع نکاح کا مشکوک ہو حالانکہ شک
سے یقین نہین ملتا ولو شک اطلق واحدۃ او اکثر بنی علی الاقل اور اگر شک پڑے کہ آیا ایک طلاق دی ہو یا زیادہ تو کمتر کو قائم رکھے یعنی اگر ایک اور دو مین شک ہو تو
ایک کو قائم رکھے اور اگر دو مین اور تین مین شک ہو تو دو کو قائم رکھے وفی الجوہرۃ طلق المنکوحۃ فاسدا ثلثا لہ تزوجہا بلا محلل ولم یحک خلافا اور جوہرہ مین ہو کہ ایک
مرد نے اس عورت کو طلاق دی ہی جس سے نکاح فاسد کیا تھا تو جائز ہو اس مرد کو کہ اسی عورت سے بدون محلل کے نکاح کرلے اور صاحب جوہرہ نے اس مسئلہ مین خلاف فقہا کا
نہین نقل کیا مراد نکاح فاسد یہ کہ مثلاً عورت سے اسکی بہن کی عدت کے اندر نکاح کرے یا نکاح بدون گواہون کے کرے طلاق نکاح فاسد مین محلل کی اسواسطے
حاجت نہوئی کہ طلاق لاحق نہین ہوتی مگر نکاح صحیح مین یا عدت مین یا فسخ ارتداد سی مین یا انکار اسلام مین تو نکاح فاسد ان مین داخل نہین

باب طلاق غیر المدخول بہا

اس باب مین مسائل ہین عورت غیر مدخولہ کی طلاق کے قال لزوجتہ غیر المدخولۃ بہا انت طالق یا زانیۃ ثلثا فلا حد ولا لعان لوقوع الثلث علیہا
وہی زوجتہ ثم بانت بعدہ کہا زوج نے اپنی زوجہ غیر مدخولہ سے کہ تو طالق ہو اے زانیہ تین بار تو زوج پر نہ حد ہو قذف کی اور نہ لعان واسطے پڑجانے تین طلاقون کے
حالت زوجیت مین پھر وہ عورت بائن ہوگئی بعد تین طلاق کے یعنی حد قذف اسواسطے ساقط ہوئی کہ زوجہ کا قذف موجب حد کا نہین اور جبکہ مرد نے اسکو زانیہ کہا تھا تو
وہ اسکی زوجہ تھی پھر جب اُسنے تین طلاق کہے تو بائن ہوگئی زوجیت قطع ہوگئی اور لعان نہین ہو تا مگر زوجہ سے وکذا انت طالق ثلثا یا زانیۃ انشاء اللہ لتعلق الاستثنار
بالوصف بزازیہ اور چنانچہ واقع ہونا قذف کا درمیان طلاق اور عدد کے مثال سابق مین فاصل نہین اسی طرح واقع ہونا قذف کا درمیان طلاق اور استثنا کے اس
مثال مین فاصل نہین کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو طالق ہو تین بار اے زانیہ اگر خدا نے چاہا تو طلاق کو جا ہا تعلق ہو استثنا یعنی مشیت خدا او صف سے یعنی طلاق سے کذا فی البزازیۃ
تو طلاق اس صورت مین نہ واقع ہوئی اسواسطے کہ فاصل کا کچھ اعتبار نہین اور اس صورت مین یا زانیہ کہنا موجب ہو لعان کا بسبب بقائے زوجیت کے تو تشبیہ اس مثال کی
مثال سابق سے محض بنا بر عدم فصل کے ہو نہ باعتبار نفی حد اور لعان کے وقعن لما تقرر انہ متی ذکر العدد کان الوقوع بہ یعنی اگر غیر مدخولہ سے کہا کہ انت طالق ثلثا تو
اُسپر تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ یہ قاعدہ ثابت ہوچکا ہو کہ جب طلاق کے بعد عدد مذکور ہوگا تو واقع ہونا طلاق کا بقدر عدد کے ہوگا اور امام محمد نے
تصریح کی ہو کہ غیر مدخولہ پر تین طلاق واقع ہونا ہمکو حدیث مرفوع اور آثار علی مرتضی اور ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے ثابت ہوچکا ہی کذا فی
حاشیۃ الطحاوی والمدنی یہ رد ہی حسن بصری اور عطا کے مذہب کا کہ اُنکے نزدیک غیر مدخولہ پر تین طلاق نہین واقع ہوتین فقط انت طالق سے اسپر طلاق بائن

ہو گئی لفظ ثلثا کا لسبب نہ باقی رہنے محل کے لغو ہو گیا اُسکے زوج کو جائز ہی کہ اُس عورت سے بدون محلل کے نکاح کرے اور یہ آیہ شریفہ فان طلقها فلا تحل له من
بعد حتی تنکح زوجا غیره) عورت مدخولہ کے حق مین نازل ہوئی ہی غیر مدخولہ مین زوج ثانی سے نکاح کر لینا شرط نہین اسکا جواب شارح نے آئندہ قول سے دیا وقیل انہ

لا یقع لنزول الآیة فی الموطوة باطل محض منشاره الغفلة عما تقرر ان العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب در یہ جو بعضون نے کہا ہی کہ انت طالق ثلثا سے تین طلاق
نہین واقع ہوتین اور غیر مدخولہ مین محلل شرط نہین لسبب نازل ہونے آیت کے حق مدخولہ مین سو محض قول باطل ہی قابل تاویل کے نہین منشا اس قول باطل کا غفلت ہی
اُس قاعدہ سے جو مقرر ہو چکا ہی کہ استدلال اور حدیث مین اعتبار ہی عموم لفظ نص کا نہ خصوص سبب کا یعنی ہر چند آیت موصوفہ مدخولہ کے حق مین نازل ہوئی لیکن لفظ
آیت کا عام ہی مدخولہ اور غیر مدخولہ دونون کو شامل ہی وحمله فی غرر الاذکار علی کونها متفرقة فلا یقع الا الاولی فقط اور محمول کیا ہی حسن بصری کے قول کو غرر الافکار
مین متفرق تین طلاق ہونے پر یعنی اگر جدا جدا تین بار طلاق کہیگا تو نہ واقع ہوگی اس صورت مین مگر پہلی طلاق فقط اور اگر بالاجتماع یکبارگی تین طلاق
کہیگا تو تینون واقع ہونگی سو اگر یہ قول واقع مین صحیح ہی تو حسن بصری اور جمہور مین کچھ اختلاف نہین لیکن ظاہر کتب کے مخالف ہی واللہ اعلم وان فرق

بوصف او خبر او جمل لعطف او غیره بانت بالاولی لا الی عدة اور اگر تین طلاق کو جدا جدا کہیگا بہ ذکر وصف یعنی یون کہیگا کہ انت طالق واحدة وواحدة وواحدة
یا بذکر خبر تفریق کے چنانچہ یون کہا کہ انت طالق وطالق وطالق یا بذکر چند اقوال تفریق کے خواہ بعطف چنانچہ یون کہا کہ انت طالق وانت طالق وانت
طالق یا بدون عطف کے چنانچہ یون کہیگا کہ انت طالق انت طالق انت طالق تو ان تینون صورتون مین پہلی لفظ سے طلاق بائن غیر مدخولہ پر پڑ جائیگی بدون
علت اسواسطے کہ طلاق غیر مدخولہ مین عدت نہین چنانچہ کلام مجید مین مصرح ہی ولذا لم تقع الثانیة بخلاف الموطوة حیث یقع الکل اور چونکہ غیر مدخولہ پر اول
لفظ سے طلاق بائن بلا عدت پڑ جاتی ہی اسیواسطے اُسپر طلاق ثانی نہین پڑتی تو ثالث بطریق اولیٰ نہ واقع ہوگی بخلاف مدخولہ کے کہ اُسپر دوسری اور تیسری طلاق
سب واقع ہو جاتی ہین کل امثلہ سابقہ مین وعم التفریق قوله وکذا انت طالق ثلثا متفرقات او ثنتین مع طلاقی ایاک فطلقها واحدة وقع واحدة اور شامل ہی
تفریق طلاق مصنف کی اس قول کو اور اسیطرح ہی یون کہنا کہ تو طالق ہی تین بار جدا جدا یا یون کہنا کہ تو طالق ہی دو بار ساتھ طلاق دینے میری کے تجھکو پھر طلاق
دی عورت کو ایکبار تو واقع ہوگی دونون صورتون مین ایک طلاق اسواسطے کہ لفظ مع کا مثال ثانی مین بمعنی شرط کے ہی اور شرط مقدم ہوتی ہی مشروط پر اور
شرط ایک طلاق تھی جب ایک طلاق واقع ہوگی تو مشروط کیواسطے یعنی دو طلاق کیواسطے محل نہ باقی رہا اور طحطاوی نے کہا کہ مع یہان بمعنی بعد کے ہی چنانچہ ان مع العسر یسرا مین
ہی تو غیر مدخولہ مین بعد ایک طلاق پڑنے کے دو طلاق کا محل نہ باقی رہا لسبب نہونے عدت کے کما لو قال نصفا وواحدة علی الصحیح جوہرہ چنانچہ اگر کہا کہ تو طالق ہی آدھی طلاق
اور ایک طلاق تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی بنا بر قول صحیح کے کذا فی الجوہرہ اسواسطے کہ نصفا وواحدة بولنا مستعمل نہین بلکہ واحدة ونصفا بولنا مستعمل ہی پھر جب مخالف
استعمال ہوا تو کلام واحد نہ ٹھہر امتفرق ہوا ولو قال واحدة ونصفا فثنتان اتفاقا لانه جملة واحدة اور اگر کہا کہ تجھکو ایک طلاق ہی اور آدھی تو دو طلاقین واقع ہونگی
بالاتفاق اسواسطے کہ یہ ایک جملہ ہی موافق استعمال کے ولو قال واحدة وعشرین او ثلثین فثلث لما مر اور اگر کہا انت طالق واحدة وعشرین یا یون کہا کہ واحدة وثلثین تو تین
بار طلاق واقع ہوگی بدلیل گذشتہ یعنی یہ ایک جملہ ہی طلاق متفرق نہین وان الطلاق یقع بعدد قرن به لا بنفسه عند ذکر العدد اور طلاق واقع ہوتی ہی عدد سے جو طلاق کے متصل ہی نہ
کہ خود لفظ طلاق سے نزدیک ذکر عدد کے بیان مراد عدد سے وہ ہی جو واحد کو بھی شامل ہو وعند عدمه الوقوع بالصیغة اور نزدیک عدم ذکر عدد وقوع طلاق ہوگا صیغہ طلاق سے خلاصہ
یہ ہی کہ جب طلاق کے ساتھ عدد مذکور ہوا چنانچہ انت طالق واحدة او ثنتین او ثلثا تو وقوع طلاق متعلق ہوگا عدد سے نہ صیغہ طلاق سے اور اگر عدد مذکور نہین چنانچہ
انت طالق تو یہان وقوع طلاق فقط صیغہ طلاق سے متعلق ہوگا فلو ماتت یعم الموطوة وغیرها بعد الایقاع قبل تمام العدة لغا لما تقرر تو اگر زوجہ مر گئی خواہ
مدخولہ ہو خواہ غیر مدخولہ بعد ایقاع طلاق کے قبل تمام ہونے عدد کے تو طلاق لغو ہوگی یعنی نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ابھی ثابت ہو چکا کہ وقوع طلاق عدد سے
ہوتا ہی نہ صیغہ طلاق سے اور جبکہ زوج نے عدد ذکر کیا تب زوجہ لسبب موت کے محل طلاق نہ باقی رہی پھر جب طلاق نہ واقع ہوئی تو مہر پورا ثابت ہوا اور زوج اپنی زوجہ کا

وارث ہوگا شارح نے لفظ تمام کا زیادہ کرکے اشارہ کیا کہ اگر اثنار تلفظ عدد کے بھی عورت مر گئی تو طلاق نہ واقع ہوگی ولو مات الزوج او اخذ احد فمہ قبل ذکر العدد
وقع واحدۃ عملاً بالصیغۃ لان الوقوع بلفظہ لا بالقصد اور اگر مر گیا زوج یا کسی نے اسکا منھ بند کر لیا قبل ذکر عدد کے تو ایک طلاق واقع ہوگی بنا بر عمل صیغہ طلاق
کے اسواسطے کہ جب عدد مذکور نہو سکا تو انت طالق باقی رہگیا اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ درصورت عدم ذکر عدد تعلق طلاق کا صیغہ سے ہوتا ہے اور یہ نہین کہ
عدد ہی نہوسے تو وقوع طلاق کو تعلق کیجیے اسواسطے کہ وقوع طلاق کا لفظ عدد سے ہوتا ہے نہ اسکے قصد کرنے سے بدون تلفظ کے ولو قال لغیر الموطوءۃ انت
طالق واحدۃ وواحدۃ لعطف او قبل واحدۃ او بعدہا واحدۃ تقع واحدۃ بائنۃ ولا تلحقہا الثانیۃ لعدم العدۃ اور اگر کہا زوجہ غیر مدخولہ سے کہ تو طلاق ہے
ایکبار اور ایکبار یعنی بواو عاطفہ بولا یا یون کہا کہ تو طلاق ہے ایکبار قبل ایکبار کے یا یون کہا کہ تجھکو ایک طلاق ایسی ہے جسکے بعد ایک اور طلاق ہے تو ان تینون صورتون
مین ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور دوسری طلاق اسکو نہ لاحق ہوگی بسبب نہ ہونے عدت غیر مدخولہ کے وفی انت طالق واحدۃ بعد واحدۃ او قبلہا واحدۃ او مع
واحدۃ معہا واحدۃ ثنتان الاصل انہ متی وقع بالاول لغا الثانی او بالثانی اقترنا لان الایقاع فی الماضی ایقاع فی الحال اور اس کلام مین کہ تو طلاق ہے
ایکبار بعد ایکبار کے یا یون کہا کہ تو طلاق ہے ایکبار جسکے قبل ایک طلاق ہے یا تو طلاق ہے ایکبار ساتھ ایک طلاق کے یا تجھکو ایک طلاق جسکے ساتھ ایک
اور طلاق ہے دو بار طلاق واقع ہوگی ان مثالون مین اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب طلاق واقع ہوئی اول لفظ سے تو دوسرا لفظ لغو ہوگا جیسا کہ انت طالق واحدۃ
وواحدۃ او قبل واحدۃ او بعدہا واحدۃ مین طلاق واقع ہوئی ثانی لفظ سے جیسا کہ دو طلاق پڑنے کی مثالون مین تو اول اور ثانی دونون متصل ہو جاوینگی اسواسطے
کہ ایقاع فی الماضی ایقاع فی الحال ہے یعنی زمان ماضی مین طلاق واقع کرنا متصور نہین تو فی الحال واقع ہوگی تو گویا دو طلاق دفعۃ واقع ہوئین یہ تعلیل جاری ہے قبلیت
اور بعدیت مین اور معیت مین تو صاف اقتران علت ہے و تقع بانت طالق واحدۃ وواحدۃ ان دخلت الدار ثنتان لو دخلت لتعلقہا بالشرط دفعۃ
اور دو واقع ہوتی ہین اس قول سے کہ تجھکو ایک طلاق اور ایک طلاق ہے اگر تو گھر مین داخل ہوئی دو طلاقین بسبب تعلق ہونے دو طلاقون کے شرط سے یکبارگی اور معلق
نزدیک وجود شرط کے مثل منجز کے ہے و تقع واحدۃ ان قدم الشرط لان المعلق کالمنجز اور واقع ہوگی ایک طلاق اگر شرط مقدم ہو شروع بعبارت یعنی اگر یون ہو کہ ان دخلت
الدار فانت طالق واحدۃ وواحدۃ تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور ثانی لغو ہوگی اسواسطے کہ معلق نزدیک وجود شرط کے مانند منجز کے ہے و تقع فی الموطوءۃ ثنتان
فی کلہا لوجود العدۃ اور واقع ہونگی زوجہ مدخولہ کے حق مین دو طلاقین سب اگلی مثالون مین بسبب موجود ہونے عدت کے یعنی ایک طلاق حالت بقاء نکاح مین ہوگی اور
دوسری عدت مین بخلاف غیر مدخولہ کے کہ اسکی طلاق مین عدت نہین تو طلاق ثانی کے وقوع کیواسطے محل باقی نہین و من مسائل قبل و بعد ما قیل شعر و ما یقول الفقیہ ایدہ اللہ
ولا زال عندہ الاحسان ✤ فی فتی علق الطلاق لشہر ✤ قبل ما بعد قبلہ رمضان ✤ وینشد علی ثمانیۃ اوجہ اور مسائل قبل و بعد سے وہ نظم ہے جو بعضون نے منظوم کی
ہے کہ کیا کہتا ہے فقیہ اللہ تعالیٰ اسکی مدد کرے اور ہمیشہ اس فقیہ مجیب کے نزدیک احسان اور کرم رہا ہے اس جوان کے مقدمہ مین کہ اسنے طلاق معلق
کی اس مہینہ پر جسکے ما بعد قبل کے قبل رمضان ہے جواب اس سوال کا یہ ہے کہ وہ مہینہ شوال کا ہے اور مصرع اخیر آٹھ طرح پر پڑھا گیا ہے پہلی وجہ یہ کہ قبل ما قبل قبلہ
رمضان دوسری وجہ یہ کہ قبل ما بعد قبلہ رمضان تیسری یہ کہ قبل ما قبل بعدہ رمضان چوتھی یہ کہ بعد ما قبل قبلہ رمضان پانچوین یہ کہ بعد ما بعد بعدہ رمضان چھٹی یہ
کہ بعد ما قبل بعدہ رمضان ساتوین یہ کہ بعد ما بعد قبلہ رمضان آٹھوین یہ کہ قبل ما بعد بعدہ رمضان فیقع بمحض قبل فی ذی الحجۃ تو طلاق واقع ہوگی صرف قبل
کی تین لفظون سے ذی الحجہ کے مہینہ مین چنانچہ پہلی وجہ مین ہے اسواسطے کہ پہلی ذی الحجہ کی ذیقعدہ ہے اور اسکے قبل شوال ہے اور اسکے قبل رمضان ہے
تو رمضان قبل قبل القبل ٹھہرا و بمحض بعد فی جمادی الآخری اور واقع ہوگی طلاق صرف بعد کے تین لفظون سے جمادی الآخری مین چنانچہ پانچوین وجہ مین ہے
اسواسطے کہ بعد جمادی الآخری کے رجب ہے اور بعد رجب کے شعبان ہے اور بعد شعبان کے رمضان ہے تو رمضان بعد بعد البعد ٹھہرا و بقبل اولا و وسطا
او آخرا فی شوال و بعد کذلک فی شعبان لالغاء الطرفین فیبقی قبلہ و بعدہ رمضان اور واقع ہوگی طلاق لفظ قبل سے خواہ اول ہو

یا درمیان یا آخر شوال مین اور لفظ بعد سے اسی طرح یعنے بعد اول پڑے یا درمیان یا آخر طلاق واقع ہو گی شعبان مین واسطے لغو ہو جانے دو طرفون متقابل کے یعنی قبل اور بعد کے سوا اگر دو قبل ہونگے اور ایک بعد تو لغو ہو جاویگا ایک قبل اور بعد اور باقی رہیگا وہ مہینہ جسکے قبل رمضان ہی یعنی شوال ور اگر دو بعد ہونگے اور ایک قبل تو لغو ہو جایگا ایک قبل اور بعد اور باقی رہیگا وہ مہینے جسکے بعد رمضان ہی یعنی شعبان اسیطرح شرح کی ہی محشیون نے یعنی حلبی ور شیخ رحمتی اور طحطاوی نے اور اسیواسطے انھون نے کہا ہی کہ شارح کی عبارت منقلب ہو گئی ہی شوال کے مقام پر شعبان چاہیے اسواسطے کہ قبلیت بمقابلہ بعدیت کے ساقط ہو گئی تو باقی رہا بعدہ رمضان اور رمضان بعد ہی شعبان کے اور جہان شارح نے شعبان کہا وہان شوال چاہیے بموجب تقریر گذشتہ کے شارح نے اس مقام مین اتباع کیا ہی صاحب بحر الرائق کا اور صاحب نہر الفائق نے اُسکے خلاف تحقیق کی ہی یہ مختصر لائق اُس سب بیان کے نہین اور قاعدہ سہل اختلاط قبل اور بعد کے جواب دریافت کرنے کا یہ ہی کہ جہان دو قبل ہون بعد کے ساتھ کسی طرح وہان شوال جواب ہی اور جہان دو بعد ہون قبل کے ساتھ کسیطرح وہان شعبان جواب ہی چنانچہ بعضے علمانے اس قاعدہ کو سوال منظوم مذکور کے جواب مین یون نظم کیا ہی اشعار محض قبل حجۃ محض بعد + فالجمادی الاخیر ذا اعلان + مع قبلین کیف ما کان بعد + فھو شوال عکسہ شعبان + ہکذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال امرأتی طالق ولہ امرأتان او ثلث تطلق واحدۃ منھن ولہ خیار التعیین اتفاقا اور اگر کہا زوج نے کہ میری عورت کو طلاق ہی اور اُسکی دو عورتین ہین یا تین تو مطلقہ ہوگی ایک عورت اُنمین سے اور زوج کو بالاتفاق فقہا اختیار ہی کہ جسکو چاہے اُسکو مطلقہ ٹھہراوے اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہی کہ شارح نے اس مسئلہ مین اتفاق نقل کیا ہی اور علامہ زیلعی نے ذکر کیا ہی کہ خیار تعیین بھی صحیح ہی اور صحیح کہنا مشعر ہی اسمین کہ علما کا خلاف ہی اسکا جواب شارح نے اگلے قول مین دیا واما تصحیح الزیلعی فانما ھو فی غیر الصحیح کامرأتی حرام کما حررہ المصنف ویجئی فی الایلاء اور تصحیح زیلعی کی تو فقط طلاق غیر صحیح مین ہی چنانچہ یون کہنا کہ میری عورت حرام ہی اور نقل اتفاق کی طلاق صریح مین ہی چنانچہ اُسکو مصنف نے تحریر کیا ہی اور عنقریب باب الایلا مین آویگا قال لنسائہ الاربع بینکن تطلیقۃ طلقت کل واحدۃ تطلیقۃ کہا اپنی چار عورتون سے کہ تمھارے درمیان مین ایک طلاق ہی تو ہر ایک عورت پر ایک طلاق پڑ جائیگی ہو اسطے کہ حصہ ہر ایک کا چوتھائی طلاق ہوا اور چونکہ طلاق تقسیم پذیر نہین اسواسطے ہر ایک کو ایک طلاق ہوگی وکذا لو قال بینکن تطلیقتان او ثلث او اربع الا ان نوی قسمۃ کل واحدۃ بینھن فتطلق کل واحدۃ ثلثا اور اسیطرح چار عورتون مین ہر ایک پر ایک ایک طلاق واقع ہوگی اگر کہا اُنسے کہ درمیان تمھارے دو طلاق ہین تو ہر ایک کا حصہ آدھا ہوا یا تین طلاق ہین تو ہر ایک کا حصہ یون ہوا یا چار طلاق ہین تو ہر ایک کا حصہ پورا ایک ہوا لیکن اگر ہر طلاق کی قسمت درمیان عورتون کے مراد رکھے یعنی تین طلاق یا چار طلاق مین ہر ایک فرد طلاق سے ہر ایک عورت کو حصہ دیا تو ہر عورت پر اس نیت سے تین طلاق واقع ہونگی اور چوتھی طلاق لغو ہو جائیگی اور اگر چار عورتون سے کہا کہ تمکو دو طلاق ہین اور قسمت ہر فرد طلاق کا ارادہ کیا تو ہر ایک کو دو طلاق ہونگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الطحطاوی ولو قال بینکن خمس تطلیقات یقع علی کل واحدۃ طلاقان ہکذا الی ثمان تطلیقات اور اگر کہا چار عورتون سے کہ تمھارے درمیان پانچ طلاق ہین تو واقع ہونگی ہر ایک عورت پر دو طلاق اسواسطے کہ چار طلاق چارون پر منقسم ہوئین اور پانچوین طلاق سے چوتھائی ہر ایک کو پہونچا اُس بعض کو کل قرار دیا تو ہر ایک کو دو پہونچے اسیطرح ہر ایک کو دو دو ملینگی آٹھ طلاق تک فان زاد علیھا طلقت کل واحدۃ ثلثا سوا اگر زیادہ ہونگی طلاق آٹھ سے تو ہر ایک کو تین تین طلاق ہونگی گیارہ تک بعض کو کل کرنے سے اور بارہ مین تین تین پوری ہونگی اور بارہ سے زیادہ مین زائد لغو ہو جاوینگی ومثلہ قولہ اشرکتکن فی تطلیقۃ الخانیۃ او مثل بینکن تطلیقۃ کے ہی اشرکتکن فی تطلیقۃ یعنی تمکو شریک کیا مین نے ایک طلاق مین کذا فی الخانیۃ وفیھا قال لامرأتین لم یدخل بواحدۃ منھما امرأتی طالق امرأتی طالق ثم قال اردت واحدۃ منھما لا یصدق ولو مدخولتین ولہ ایقاع الطلاق علی احدیھما لصحۃ تفریق الطلاق علی المدخولۃ ولا علی غیرھا اور خانیہ مین ہی کہا زوج نے اپنی دو عورتون سے جو مدخولہ نہین ہین کہ میری عورت طالق ہی میری عورت طالق ہی پھر زوج نے کہا کہ مینے اس طلاق مکرر سے ان دو مین سے ایک عورت کے طلاق کا ارادہ کیا نہ دونون عورتون کا تو اسکی تصدیق نہ ہوگی اور اگر دونون عورتین مدخولہ ہین تو زوج کو اُنمین سے ایک پر طلاق واقع کرنا جائز ہی بسبب صحت تفراق طلاق

کے مدخولہ پر نہ غیر مدخولہ پر یعنی مدخولہ کی تو عدت ہوتی ہے تو دوسری طلاق واقع ہونے کی ہین گنجایش ہے بخلاف غیر مدخولہ کے کہ اُسکی عدت نہین تو دوسری طلاق
کا وہان محل نہین اسواسطے زوج کی تصدیق نہو گی قاضی کے نزدیک **قال امرأتی طالق ثم لم یسم ولہ امرأۃ معروفۃ طلقت امرأتہ استحسانًا** کہا زوج نے کہ میری عورت
طالق ہے اور عورت کا نام نہ لیا اور اُسکی ایک عورت مشہور ہے تو اُسکی وہی عورت مطلقہ ہوگی باعتبار استحسان کے اور قیاس یہ ہے کہ بدون نام یا خطاب کے طلاق نہو طحطاوی نے کہا جبکہ زوج کی
دوسری عورت کا نہو اور ایک ہی اُسکی عورت مشہور ہو تو قیاس مقتضی ہے اُسکی طلاق کا **فان قال لی امرأۃ اخری وایاہا عنیت لا یقبل قولہ الا ببینۃ ولو کان**
لہ امرأتان کلتاہما معروفۃ لہ صرفہ الی ایتہما شاء خانیۃ ولم یحک خلافًا سو جبکہ زوج کی سوا ایک عورت کے مشہور نہین اور اُسنے کہا کہ میری عورت کو طلاق
ہے پھر اگر زوج کہیگا کہ میری ایک عورت اور ہے اور اسی غیر مشہور عورت کی طلاق کا ارادہ مین نے کیا تو اُسکا یہ قول نہ مقبول ہوگا بدون گواہون کے اور اگر زوج کی دو عورتین ہین
اور دونون مشہور ہین تو اُسکو اختیار ہے طلاق کو جسکی طرف چاہے پھیرے کذا فی الخانیۃ اور خانیہ کے مصنف نے اس مسئلہ مین خلاف فقہا کا نہین منقول کیا **فروع** مسائل
ملحقۂ شارح کے کرر لفظ الطلاق وقع الکل فان نوی التاکید دین مکرر کہا لفظ طلاق کو یعنی یون کہا کہ انت طالق انت طالق تو ہر ایک طلاق علٰحدہ علٰحدہ واقع ہوگی پھر
اگر کہیگا کہ مین نے طلاق ثانی سے طلاق اول کی تاکید کی نیت کی تو باعتبار دیانت کے اُسکی تصدیق ہوگی نہ باعتبار قضا کے کذا فی العالمگیری کان اسمہا طالق او حرۃ
فناداہا ان نوی الطلاق او العتاق وقعا والا لا تھا نام زوجہ کا طالق اور لونڈی کا حرہ پھر اُسنے زوجہ کو طالق کہا اور لونڈی کو حرہ کہکر پکارا اگر نیت طلاق و عتاق
کی کی تو طلاق و عتاق واقع ہونگے اور اگر نیت نہین کی نہ اعتاق واقع ہوگا نہ طلاق قال لامرأتہ ہذہ الکلبۃ طالق طلقت او لعبدہ ہذا الحمار حر عتق کہا اپنی زوجہ سے کہ یہ کتیا مطلقہ ہے
تو وہ مطلقہ ہو جائیگی یا کہا اپنے غلام سے کہ یہ گدھا آزاد ہے تو وہ آزاد ہو جائیگا اسواسطے کہ پہلی صورت مین گالی کا ارادہ کیا اور طلاق کا اور دوسری صورت
مین گالی کا قصد کیا اور آزادی کا قال انت طالق او انت حر وعنی بہ الاخبار کذبا وقع قضاء الا اذا اشہد علی ذلک کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہے یا کہا غلام سے کہ تو
حر ہے اور ارادہ ہر واحد سے جھوٹ خبر دینے کا کیا تو طلاق اور عتاق باعتبار حکم قاضی کے واقع ہونگی مگر جبکہ گواہ کر رکھے جھوٹ خبر دینے پر تو باعتبار دیانت کے بھی
اُسکی تصدیق ہوگی اور باعتبار قضا کے بھی وکذا المظلوم اذا اشہد عند استحلاف الظالم بالطلاق الثلث انہ یحلف کاذبا صدق قضاء و دیانۃ شرح وہبانیۃ اور اسی طرح
مظلوم جبکہ گواہ کر رکھے نزدیک قسم لینے ظالم کے تین طلاق کی اس بات پر کہ مظلوم جھوٹی قسم کھائیگا تو اسوقت مظلوم کی قضا اور دیانت دونون مین تصدیق ہوگی
کذا فی شرح الوہبانیۃ اور اگر گواہ نہ کر رکھیگا جھوٹی قسم کھانے پر تو قضا مین اُسکی تصدیق نہوگی اُسکی زوجہ پر طلاق کا حکم ہو جائیگا علما مین اختلاف ہے کہ قسم مین
قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہے یا قسم لینے والے کی فتوی اسپر ہے کہ اگر قسم کھانے والا مظلوم ہے تو اُسکی نیت کا اعتبار ہے اور نہین تو قسم لینے والے کی نیت معتبر ہے
کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلًا عن الاشباہ وفی النہر قال فلانۃ طالق واسمہا کذلک وقال عنیت غیرہا دین ولو غیرہ صدق قضاء اور نہر الفائق مین ہے کہ کہا فلانی یعنی
زینب طالق ہے اور واقع مین اُس عورت کا نام بھی زینب تھا اور کہا زوج نے کہ مین نے اپنی زوجہ کے سوا اور عورت جسکا نام بھی زینب ہے ارادہ کیا تو اُسکی
دیانت مین تصدیق ہوگی نہ قضا مین اور اگر اُسکی زوجہ کا نام غیر زینب ہے تو قضا مین بھی اُسکی تصدیق ہوگی وعلی ہذا لو حلف لدائنہ بطلاق امرأتہ فلانۃ واسمہا غیرہ لم
تطلق اور اسی طرح پر اگر قسم کھائی اپنے قرضخواہ سے اپنی زوجہ زینب کی طلاق کی اگر فلان دن قرضہ ادا کرے اور حالانکہ اُسکی زوجہ کا نام زینب نہین بلکہ حلیمہ ہے
مثلًا تو اُسکی زوجہ پر طلاق نہ واقع ہوگی وقد کثر فی زماننا قول الرجل انت طالق علی الاربعۃ مذاہب قال المصنف ینبغی الجزم بوقوعہ قضاءً و دیانۃ اور البتہ
بکثرت مستعمل ہے ہمارے زمانہ مین مرد کا یون کہنا کہ تو طالق ہے چارون مذہب پر یعنی باتفاق مذاہب اربعہ تجھکو طلاق ہے کہا مصنف نے اپنی شرح
منح الغفار مین کہ لائق ہے یقین کرنا وقوع اس طلاق کا قضا مین بھی اور دیانت مین بھی اور فتاوے رملی مین ہے کہ یہ طلاق رجعی ہے نہ بائن اسواسطے
کہ مذاہب اربعہ کا اتفاق ہے کہ انت طالق سے طلاق رجعی ہوتی ہے نہ بائن کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال انت طالق فی قول الفقہاء او فلان القاضی
او المفتی دین اور اگر کہا کہ تو طالق ہے فقہا کے قول مین یا فلانے قاضی کے قول مین یا فلانے مفتی کے قول مین تو باعتبار دیانت کے اُسکی تصدیق ہوگی

یعنی طلاق نہ واقع ہوگی بدون نیت کے لیکن قضا مین تصدیق نہوگی قال نساء الدنیا او نساء العالم طوالق لم تطلق امرأته بخلاف نساء المحلة او الدار او البیت
کہا مردنے کہ دنیا کی عورتین یا جہان کی عورتین مطلقہ ہین تو اُسکی عورت کو نہ طلاق ہوگی اسواسطے کہ یہ طلاق صریح نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر لیکن اگر نیت
کریگا تو مطلقہ ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی بخلاف محلہ یا گھر یا کوٹھری کی عورتون کے یعنی اگر یون کہا کہ محلہ کی عورتین یا گھر کی عورتین یا کوٹھری کی عورتین مطلقہ ہین
اور اُنمین اُسکی زوجہ بھی داخل ہی تو اُسکی زوجہ پر طلاق واقع ہوگی وفی نساء القریۃ والبلدۃ خلاف الثانی اور گانٔون اور شہر کی عورتون مین خلاف ہی
ابو یوسف رح کا یعنی اگر یون کہا کہ گانٔون کی عورتین یا شہر کی عورتین مطلقہ ہین تو ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکی زوجہ پر طلاق نہوگی وکذا العتق اور مثل طلاق
کے ہی حال عتق کا یعنی اگر کہا کہ دنیا کے غلام یا جہان کے غلام آزاد ہین تو اُسکا غلام نہ آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ محلہ کے غلام یا گھر کے غلام یا کوٹھری کے غلام
آزاد ہین تو اُسکا غلام آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ گانٔون کے غلام یا شہر کے غلام آزاد ہین تو اُسکا غلام ابو یوسف رح کے نزدیک آزاد نہوگا اور محمد رح کے نزدیک آزاد
ہوگا قالت لزوجہا طلقنی قال فعلت طلقت کہا عورت نے اپنے زوج سے کہ مجھکو طلاق دے زوج نے کہا مین نے کیا تو عورت مطلقہ ہوگی فان قالت زدنی
فقال فعلت طلقت اخری پھر اگر زوجہ نے کہا کہ میری طلاق کو زیادہ کر سو زوج نے کہا کہ مین نے کیا تو دوسری طلاق اُسپر واقع ہوگی ولو قالت طلقنی طلقنی طلقنی
فقال طلقت فواحدۃ ان لم ینو الثلث ولو عطفت بالواو فثلث اور اگر کہا زوجہ نے کہ مجھکو طلاق دے مجھکو طلاق دے مجھکو طلاق دے سو کہا زوج نے کہ مین نے
طلاق دی تو ایک طلاق واقع ہوگی اگر زوج نے نیت تین طلاق کی نہین کی اور اگر زوجہ نے عطف واو سے کیا یعنی یون کہا کہ طلقنی وطلقنی وطلقنی تو تین طلاق
واقع ہوگی اسواسطے کہ واو موضوع ہی واسطے جمع کے ولو قالت طلقت نفسی فاجاز طلقت باعتبار الانشاء وکذا ابنت نفسی لا اخترت وان نوی ثلثا بخلاف الاول ولو اگر
کہا زوجہ نے کہ مین نے اپنی ذات کو طلاق دی پھر زوج نے اُسکو جائز رکھا تو اُسپر طلاق پڑ گئی باعتبار انشاء طلاق کے یعنی اجازت طلاق قائم مقام انشاء طلاق کے
ہوگئی گویا زوج نے خود کہا کہ طلقت اسیطرح ہی ابنت نفسی یعنی زوجہ نے کہا کہ مین نے اپنی ذات کو جدا کیا اور زوج نے اجازت دی تو اُسپر طلاق پڑ جائیگی بشرطیکہ زوج نے
نیت طلاق کی کی ہو اگرچہ تین طلاق کی بھی نیت کی ہو اسواسطے کہ ابانت طلاق کنایہ ہی اور کنایہ بدون نیت کے معتبر نہین بخلاف صورت اول کے یعنی طلقت
محتاج نیت کا نہین اور تین طلاق کی نیت کرنا اسمین صحیح نہین وفی اخترت لا یقع لانہ لم یوضع الا جوابا اور لفظ اخترت مین طلاق نہین واقع ہوتی یعنی اگر زوجہ نے
کہا کہ مین نے اپنی ذات کو اختیار کیا اور زوج نے کہا کہ مین نے اجازت دی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ اخترت کا موضوع نہین مگر واسطے جواب کے یعنی اگر
زوج کہے کہ مثلاً اختاری نفسک تو زوجہ اُسکے جواب مین کہے کہ اخترت اور لفظ جواب کا بجائے انشاء طلاق کے نہین ہو سکتا وفی البزازیۃ قال من اصحابہ من کانت لہ امرأۃ
علیہ حرام فلیفعل لہذا الامر ففعلوہ احدہم فہو اقرار منہ بحرمتہا وقیل لا انتہی اور بزازیہ مین ہی کہا ایک مرد نے اپنے ساتھیون سے کہ جس شخص کی زوجہ اُسپر حرام ہو وہ یہ کام کرے
یعنی پانی پئے یا اپنے مقام سے اُٹھ کھڑا ہو پھر ایک شخص نے یہی کام کیا تو یہ کام کرنا اُسکی جانب سے اقرار ہی اُسکی زوجہ کی حرمت کا اور بعضون نے کہا کہ یہ فعل اقرار حرمت کا نہین
اسواسطے کہ طلاق قولی چیز ہی نہ فعلی انتہی قول البزازیۃ وسئل ابو اللیث عمن قال لجماعۃ کل من لہ امرأۃ مطلقۃ فلیصفق بیدہ فصفقوا فقال طلقن وقیل لیس
ہو باقرار اور سوال ہوا ابو اللیث فقیہ سے اُس شخص کے کلام کا کہ اُسنے ایک جماعت سے کہا کہ جسکی عورت مطلقہ ہو وہ اپنے ہاتھ سے تالی بجاوے پھر سب
جماعت نے تالی بجائی تو جواب دیا ابو اللیث رح نے کہ سب کی عورتین مطلقہ ہوگئین اور قول ضعیف یہ ہی کہ یہ فعل اقرار طلاق کا نہین بروایت بزازیہ مین فاعل ایک
ہی اور اسمین جماعت شارح نے مزید تاکید کا بیان ارادہ کیا جماعۃ یتحدثون فی مجلس فقال رجل منہم من تکلم بعد ہذا فامرأتہ طالق ثم تکلم الحالف طلقت امرأتہ لان
کلمۃ من للتعمیم والحالف لا یخرج نفسہ عن الیمین فیحنث چند لوگ ہین کہ باتین کر رہے ہین ایک مجلس مین سو ایک مرد نے اُنمین سے کہا کہ جو بولیگا بعد اسکے تو اُسکی جورو
کو طلاق ہی پھر بولا قسم والا تو اُسکی جورو پر طلاق پڑ جائیگی اسواسطے کہ کلمہ من کا جسکا ترجمہ جو ہی عام ہی متکلم اور غیر متکلم دونون کو شامل ہی اور حالانکہ قسم والا نہین
نکالتا اپنی ذات کو قسم سے تو حانث ہوگا یعنی طلاق واقع ہوگی لیکن اگر جماعت سے متکلم کے سوا کوئی اور بولا تو اُسکا حکم بیان نہین کیا کہ ظاہر اُسکے تکلم سے طلاق نہوگی
قسم کا توڑنیوالا ۱۲

اسواسطے کہ تعلیق اور قسم متکلم کی غیر پر جاری نہین واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

باب الکنایات

یہ باب ہی کنایات طلاق مین جب بیان احکام طلاق صریح سے کہ حقیقت مین وہی اصل ہی فراغت ہوئی تو وقت بیان احکام کنایات کا آیا کنایۃ عند الفقہاء
مالم یوضع لہ ای للطلاق واحتملہ وغیرہ کنایہ طلاق فقہا کے نزدیک اس مقام مین وہ لفظ ہی جو طلاق کیواسطے موضوع نہو اور احتمال رکھے طلاق کا اور غیر طلاق کا
مثلاً لفظ بتہ کا واضع نے طلاق کے واسطے موضوع نہین کیا لیکن طلاق اور غیر طلاق کا محتمل ہی اسواسطے کہ بتہ بمعنی قطع کے ہی تو اگر پیوند نکاح کا کاٹنا مراد لیجیے تو بمعنی
طلاق ہی اور اگر قطع الفت اور قطع آدمیت کو ارادہ کیجیے تو طلاق کا محتمل نہین مصنف نے کنایہ کی تعریف بصیغۂ عام کی تو معلوم ہوا کہ کنایات منحصر نہین شرح ملتقی مین
کہا کہ ہی الفاظ کنایات پچپن سے زیادہ ہین کذا فی حاشیۃ المدنی فالکنایات لا تطلق بہا قضاءً الا بنیۃ او دلالۃ الحال وہی حالۃ مذاکرۃ الطلاق او الغضب کنایات
سے طلاق نہین واقع ہوتی باعتبار قضا کے مگر نیت طلاق سے یا دلالت حال سے دلالت حال یہ کہ اسوقت گفتگو ہو طلاق کی یا رنج یا غصہ ہو شارح نے قضا
کی قید اسواسطے لگائی کہ وقوع طلاق باعتبار دیانت کے محض نیت پر موقوف ہی اُسمین دلالت حال کا کچھ اعتبار نہین اور کنایات سے وقوع طلاق مین نیت یا دلالت
حال اسواسطے شرط ہوئی کہ الفاظ کنایہ کے طلاق اور غیر طلاق دونون کے محتمل ہین تو احتیاج پڑی طرف مرجح کے کہ وہ غیر طلاق کے احتمال کو قطع کر دے اور یہان ایسا
مرجح سوا نیت یا دلالت حال کے کوئی نہین مذاکرہ طلاق اسطرح پر کہ زوجہ نے زوج سے کہا کہ مجھکو طلاق دے اور زوج نے کہا اعتدی تو حالت مذاکرہ دلالت کرتی
ہی کہ اس لفظ سے زوج نے طلاق کا ارادہ کیا فالحالات ثلث رضاً و غضب و مذاکرۃ والکنایات ثلث ما یحتمل الرد او یصلح للسب او لا ولا سو حالات تین ہین ایک رضامندی
کی حالت دوسری رنج و خفگی کی حالت تیسری مذاکرۂ طلاق کیحالت اور الفاظ کنایات کے بھی تین احتمال سے خالی نہین بعضے اُنمین محتمل ہین رد کو یعنی عورت کے سوال طلاق
کا رد اُن مین سے نکلتا ہی اور جواب طلاق کے بھی محتمل ہین یا بعضے اُنمین صلاحیت سب اور دشنام کی رکھتے ہین اور محتمل ہین جواب طلاق کے بھی یا بعضے وہ ہین کہ نہ رد سوال
کے محتمل ہین نہ لیاقت سب اور دشنام کی رکھتے ہین لیکن جواب طلاق کا البتہ احتمال رکھتے ہین فنحو اخرجی واذہبی وقومی تقنعی تخمری استتری انتقلی انطلقی اغربی اعزبی من الغربۃ
او العزوبۃ یحتمل ردا سو مانند اخرجی اور اذہبی اور قومی کے تقنعی تخمری استتری انتقلی انطلقی اغربی احتمال رکھتے ہین یہ الفاظ رد سوال طلاق کا اور جواب کے بھی
محتمل ہین اور سب و شتم کی صلاحیت نہین رکھتے سو اخرجی بمعنے نکل یعنی اس مکان سے نکل تا کہ تیرے شر سے نجات ہو تو یہ رد ہوا طلاق کے سوال کا یا یہ مطلب کہ
نکل میرے گھر سے اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہ جواب ہی طلاق کے سوال کا اور اذہبی بمعنی جا یعنی اپنے کام کو جا یہ رد ہی سوال کا یا یہ مطلب کہ اپنے ماں باپ کے گھر جا
اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہ جواب ہی سوال کا اور قومی بمعنی اُٹھ یعنی اپنے ضروری کام کیواسطے اُٹھ یہ رد ہی سوال کا یا اُٹھ میرے پاس سے اسواسطے کہ تجھکو طلاق ہوئی یہ
جواب ہی سوال کا اور تقنعی یا مشتق قناع سے ہی یا قناعت سے قناع بمعنی خمار ہی یعنی اپنا منھ کپڑے سے چھپا لے حیا کر ایسا کام نہ کر یا قناعت سے یعنی اس کلام سے قناعت کر باز رہ یہ
رد ہی سوال کا یا استتار اور باز رہنے کلام کا اسواسطے امر کیا کہ طلاق واقع ہوئی یہ جواب ہی سوال کا اور تخمری یعنے اپنے سر پر خمار ڈال خمار وہ کپڑا جس سے سر چھپاتے
ہین اس لفظ مین بھی مانند تقنعی کے دو احتمال ظاہر ہین اور استتری بمعنی چھپ یا پردہ کر استتار کا حکم اسواسطے کیا کہ شرعاً محرم وہ ہی تو رد ہوا سوال کا یا اسواسطے کہ تجھکو تیرا دیکھنا
جائز نہ ہا بسبب طلاق کے یہ جواب ہی سوال کا اور انتقلی اور انطلقی بمعنی چل جا مانند اذہبی کے دو احتمال ہین اور اغربی بغین معجمہ اور را مہملہ مشتق ہی غربت سے یعنی دور ہو یا اعزبی
بعین مہملہ و زا معجمہ مشتق ہی عزوبت سے بمعنی بُعد اور دوری کے تو مطلب یہ کہ دور رہو ایسا کلام نکر یہ رد ہی سوال کا یا دور رہو میرے پاس نہ بیٹھ اسواسطے کہ تو مطلقہ
ہوئی یہ جواب ہی سوال کا ونحو خلیۃ بریۃ حرام بائن ومرادفہا کبتۃ بتلۃ تصلح سبا اور مانند الفاظ خلیہ بریہ حرام بائن اور ہم معنی ان الفاظ کے مثل بتہ اور بتلہ
کے صلاحیت رکھتے ہین سب اور دشنام کی مراد سب سے وہ کلام ہی جس سے آبروریزی اور بیحرمتی نکلے مخاطب کی ان الفاظ مین رد سوال کا احتمال نہین لیکن
جواب سوال طلاق کا احتمال البتہ موجود ہی خلیہ یعنے تو خالی ہی حسن یا خوبیون سے یہ دشنام ہوئی یا خالی ہی نکاح سے یہ جواب ہی سوال کا اور بریہ یعنی

تو خوبیون سے بری ہی یا نکاح سے بری اور حرام بمعنی منع یا ممنوع لفظ حرام کا مصدر ہی بمعنی صفت کے یا خود صفت ہی اور آگے مذکور ہوگا کہ ہمارے زمانہ مین بلفظ
حرام طلاق بائن واقع ہوئی ہی بدون نیت کے لسبب عرف اہل زمانہ کے اور بائن بمعنی منفصل ہی یعنی تو خوبیون سے منفصل اور منقطع ہی یہ دشنام ہی یا نکاح سے منفصل
ہی یہ جواب سوال کا اور بتہ مشتق ہی بت سے بمعنی قطع کے اور بتلہ مشتق ہی بتل سے بمعنی انقطاع مثل الفاظ سابقہ کے ان دونون لفظون مین بھی احتمال سب اور جواب
کا ظاہر اور باہر ہی **ونحو اعتدی واستبرئی رحمک انت واحدۃ انت حرۃ اختاری امرک بیدک سرحتک فارقتک لا یحتمل الرد والسب** اور مانند ان
الفاظ کے نہین احتمال رکھتے ہین رد سوال کا اور نہ سب اور نہ دشنام کا اعتدی یعنے شمار کر اپنے حیضون کو اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہ احتمال ہی سوال کے جواب کا
یا میرے نکاح کو خدا کی نعمت اپنے اوپر شمار کر استبرئی یعنی اپنے رحم کی صفائی حاصل کر لڑکے سے اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی تو یہ جواب ہی سوال کا یا یہ مطلب کہ تو اپنے
رحم کو صاف کرتے تاکہ مین تجھکو طلاق دون تو یہ وعدہ ہی طلاق کا ایسے کلام سے طلاق نہین ہوتی انت واحدۃ یعنی تو طالق ہی بطلاق واحد یہ جواب ہی سوال کا یا یہ مطلب
کہ تو میرے نزدیک اپنی برادری مین ایک ہی ہی خوبیون مین یا برائیون مین بمثل ہی تو یہ مدح ہی یا مذمت انت حرۃ تو آزاد ہی حقیقۃ مملوکیت سے یا آزاد ہی مملوکیت نکاح
سے اختاری یعنی اپنی ذات اختیار کر لے امرک بیدک یعنی تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہی یہ دونون الفاظ کنایہ ہین تفویض طلاق سے تو عورت مطلقہ نہوگی جبتک کہ وہ
اپنی ذات کو طلاق نہ دے اور کنایات طلاق مین ان دونون لفظون کو اسواسطے داخل کیا کہ طلاق اور غیر طلاق کا بھی انمین احتمال موجود ہی چنانچہ اختاری مین یہ احتمال ہی
کہ اختاری نفسک بالفراق او فی عمل یعنی اختیار کر اپنی ذات کو لسبب فراق کے یا پابند کر لے اپنی ذات کو کسی کام کی مشغولی مین اور امرک بیدک مین یہ احتمال ہی کہ امرک
بیدک فی الطلاق او فی تصرف آخر یعنی تیرے قابو مین ہی طلاق یا کوئی اور کام اور نہر الفائق مین حواشی سعدیہ سے منقول ہی کہ ان دونون لفظون کا ذکر کنایات
طلاق مین مناسب نہین اسواسطے کہ اسکی جہت سے بعضے مفتی خطاء عظیم مین واقع ہوگئے یہ گمان کرکے کہ ان لفظون سے طلاق واقع ہوجاتی ہی بدون ایقاع زوجہ کے
اور شارح نے بھی اسپر آگاہ کردیا ہی کہ اختاری کنایات تفویض طلاق سے ہی نہ ایقاع طلاق سے کذا فی حاشیۃ المدنی و الطحطاوی سرحتک مشتق ہی سرح بالفتح سے بمعنی ارسال کے
یعنی مین نے تجھکو کسی کام کیواسطے بھیجایا اسواسطے بھیجا کہ تو مطلقہ ہی اور اسیطرح فارقتک یعنی کسی کام کیواسطے اس مکان مین تجھکو چھوڑا یا طلاق دی اسواسطے چھوڑا مگر ان الفاظ مین احتمال
رد سوال اور دشنام کا نہین پایا یہ مخصوص ہین جواب کیواسطے چنانچہ صاحب بحر الرائق اور قہستانی نے اسکی تصریح کی ہی اور بعضے محشیون نے کہا ہی کہ انت واحدۃ مین احتمال
دشنام کا موجود ہی یعنی تو بدکامی مین یکتا ہی چنانچہ منح الغفار مین اسکی تصریح ہی اور اعتدی مین بھی احتمال دشنام ہی یعنی شمار کر ان قبائح کو جو تجھسے صادر ہوے کذا فی حاشیۃ
المدنی **ففی حالۃ الرضا** ای غیر الغضب و المذاکرۃ **تتوقف الاقسام الثلثۃ** تاثیرا **علی النیۃ للاحتمال** تو حالت رضامندی مین یعنی سواے حالت خفگی اور مذاکرہ طلاق
مین تینون قسم کے کنایات کی تاثیر نیت پر موقوف ہی لسبب احتمال کے یعنی اس حالت مین احتمال ہی کہ زوج نے ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور قرینہ کوئی
موجود نہین تو بدون نیت کے ایقاع طلاق کی کوئی وجہ نہین اگر کوئی کہے کہ جو الفاظ کہ جواب کیواسطے مخصوص ہین تو لائق یون ہی کہ رضامندی مین ان سے
طلاق بدون نیت کے بھی واقع ہوجاوے اسکا جواب یہ ہی کہ یہ مطلب نہین کہ وہ الفاظ فقط جواب طلاق کیواسطے موضوع ہین بلکہ وہ الفاظ مطلق کلام کے جواب ہین اور اگر
عورت نے طلاق کا سوال کیا اور زوج نے جواب کا لفظ کہا تو یہ حالت مذاکرہ طلاق کی ہوگئی اس حالت مین وقوع طلاق نیت پر موقوف نرہیگا کذا فی حاشیۃ المدنی **والقول له بیمینه
فی عدم النیۃ ویکفی تحلیفها له فی منزله فان ابی رفعته للحاکم فان نکل فرق بینهما مجتبی** اور قول زوج کا قسم کے ساتھ معتبر ہی عدم نیت مین اور کفایت کرتا ہی قسم لینا عورت
کا زوج سے اسکے گھر مین سو اگر زوج نے قسم کھانے سے انکار کیا تو عورت نالش کرے اسکی حاکم سے سو اگر زوج وہان بھی قسم نہ کھاوے تو قاضی دونون مین جدائی کرادے
کذا فی المجتبی لیکن قسم نہ کھانا غیر مجلس قاضی مین باعث تفریق کا نہین **وفی الغضب توقف الاولان** ان نوی وقع والا لا اور خفگی کی حالت مین دونون قسمین
پہلی نیت پر موقوف رہینگی یعنے جو قسم صلاحیت رد اور جواب کی رکھتی ہی اور جو کہ لیاقت شتم اور جواب کی رکھتی ہی اگر وہ پہلی قسمون سے نیت طلاق کی
کی تو طلاق واقع ہوگی اور اگر نیت نہ کی تو نہ واقع ہوگی لیکن جو الفاظ جواب کے واسطے متعین نہین حالت غضب مین انسے بلا توقف نیت کے طلاق واقع ہوجائیگی

اسواسطے کہ غضب قرینہ مرجحہ ہی طلاق کا وفی مذاکرۃ الطلاق تیوقف الاول فقط اور مذاکرہ طلاق کی حالت مین فقط اول قسم نیت پر موقوف ہوگی

یعنی جو صلاحیت رد اور جواب کی رکھتی ہو ویقع فی الآخرین وان لم ینو لان مع الدلالۃ لا یصدق قضاء فی نفی النیۃ لانہا اقوی لکونہا ظاہرۃ والنیۃ باطنۃ ولذا

تقبل بینتہا علی الدلالۃ لا علی النیۃ الا ان یقام علی اقرارہ بہا عمادیۃ اور واقع ہوتی ہی طلاق دو اخیر قسمون سے یعنی جو صلاحیت دشنام کی رکھے اور جو دشنام اور رد کا محتمل ہو اُنسے طلاق واقع ہوتی ہی اگرچہ زوج نے نیت طلاق کی نہ کی ہو اسواسطے کہ باوجود دلالت تعیین کے یعنی حالت مذاکرہ طلاق اور حالت غضب کے مرد کی تصدیق نہ کیجائیگی باعتبار قضا کے نفی نیت مین اسواسطے کہ دلالت قوی تر ہی نیت سے اس سبب سے کہ دلالت امر ظاہر ہی شخص کو اسپر اطلاع ممکن ہی اور نیت امر باطن ہی کہ سواے زوج کے کوئی نہین جان سکتا اور قاضی کو حکم ہی ظاہر پر عمل کرنے کا اور چونکہ دلالت امر ظاہر ہی اور نیت امر باطن اسیواسطے مقبول ہونگے گواہ عورت کے دلالت کے اثبات پر نہ نیت پر مگر یہ کہ گواہ قائم کیے جاوین نیت کرنے زوج کے اقرار پر یعنے اگر زوج نے اپنی نیت کا کہین اقرار کیا ہو اور پھر منکر ہو گیا ہو تو اسکے

اقرار کے گواہ البتہ مقبول ہونگے کذا فی العمادیۃ ثم فی کل موضع تشترط النیۃ فلو السؤال ہل یقع بقول نعم ان نویت ولو بکم یقع بقول واحدۃ ولا یتعرض لاشتراط النیۃ

بزازیۃ فلیحفظ پھر جس مقام مین وقوع طلاق کنایات مین نیت مشروط ہی یعنی اقسام ثلثہ حالت رضا مین اور قسمین اولین حالت غضب مین اور قسم اول حالت مذاکرہ مین تامل کرے فتوے دینے والا سوال سائل مین سو اگر سوال یون ہو یعنی سائل کہے کہ مین نے یون کہا ہی آیا اس لفظ سے طلاق واقع ہوتی ہی تو مفتی جواب دے کہ ہان طلاق واقع ہوتی ہی اگر تو نے طلاق کی نیت کی ہو اور اگر سائل نے کہا کہ مین نے یون کہا ہی اس لفظ سے چند بار طلاق واقع ہوئی تو مفتی کہے کہ ایکبار اور تعرض نہ کرے یہان نیت مشروط ہونے کا کذا فی البزازیۃ اسکو یاد رکھنا چاہیے سوال ثانی مین نیت مشروط ہونے کا ذکر اسواسطے نہ چاہیے کہ سائل کا یون سوال کرنا کہ

چند بار طلاق واقع ہوئی یہ صاف دلیل ہی نیت طلاق کی اب نیت کا ذکر کرنا گویا حیلہ سکھلانا ہی انکار نیت کا ویقع رجعیۃ بقولہ اعتدی استبرئی رحمک انت واحدۃ ان

نوی اکثر ولا عبرۃ باعراب احدۃ فی الاصح اور ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہی اعتدی اور استبرئی رحمک اور انت واحدۃ کے قول سے اگرچہ زوج نے ایک سے زیادہ کی نیت کی ہو اور کچھ اعتبار نہین لفظ واحدۃ کے اعراب کا قول اصح مین اور بعضون نے کہا کہ انت واحدۃ مین اگر لفظ واحدۃ کو قائل نے منصوب کہا تو طلاق بلا نیت واقع ہوگی اسواسطے کہ واحدۃ اس ترکیب مین صفت ہی مصدر موصوف محذوف کی اصل مین یون تھا کہ انت طالق تطلیقۃ واحدۃ اور اگر واحدۃ کو مرفوع کہا تو طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ نیت کی ہو اسواسطے کہ واحدۃ اس صورت مین صفت ہوگئی عورت کی نہ طلاق کی اور اگر واحدۃ کو ساکن پڑھا تو دونون احتمال ہین لیکن اصح یہ ہی کہ اعراب احدۃ کا کچھ اعتبار نہین ہر صورت سے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ عوام اعراب کا تفرقہ نہین جانتے ہین اور خواص بھی اسکا التزام نہین رکھتے یہان عرف پر مدار ہی نہ نحو اور لغت پر ویقع

بباقیہا ای باقی الفاظ الکنایات المذکورۃ فلا یرد وقوع الرجعی ببعض الکنایات ایضا نحو انا بری من طلاقک وخلیت سبیل طلاقک وانت مطلقۃ بالتخفیف وانت

اطلق من امرأۃ فلان وہی مطلقۃ وانت طال ق وغیر ذلک مما صرحوا بہ اور طلاق بائن واقع ہوتی ہی باقی الفاظ کنایات سے یعنی باقی وہ الفاظ کنایات کے جو یہان مذکور ہو چکے تو اعتراض نہ وارد ہوگا واقع ہونا طلاق رجعی کا بعضے کنایات سے بھی مثل انا بری من طلاقک یعنی منزہ اور دور ہون تیری طلاق سے وخلیت سبیل طلاقک یعنی تیری طلاق کی راہ مین نے چھوڑ دی سو طلاق نے راہ پائی اور تجھپر واقع ہوئی وانت مطلقۃ بالتخفیف یعنی تو مطلق العنان ہی وانت اطلق من امرأۃ فلان اور تو مطلق العنان زیادہ تر ہی مثلاً زید کی عورت سے اور حالانکہ زید کی عورت پر طلاق واقع ہو چکی ہی وانت طال ق یعنی تو طالق ہی اور طالق کو بطور ہجی کے کہا اور سوائے ان مثالون کے جسکی فقہا نے تصریح کی ہی ہم مصنف نے کہا کہ سوائے مثلہ ثلثہ کے باقی کنایات سے طلاق بائن واقع ہوتی ہی حالانکہ چند کنایات ایسے ہین کہ اُنسے بھی طلاق رجعی واقع ہوتی ہی تو حصر کرنا مصنف کا صحیح نہوا شارح نے جواب اس سوال مقدر کا یون دیا کہ مصنف کو حصر اضافی مراد ہی یعنے جو الفاظ کنایات کے اس کتاب مین مذکور ہو چکے ہین اُنمین سوائے تین کے طلاق بائن ہی واقع ہوتی ہی تو اگر بعضے کنایات غیر مذکورہ سے

سے طلاق رجعی واقع ہو تو قادح اس حصر کی نہین خلاا ختاری فان نیۃ الثلث لا تصح فیہ ایضا ولا یقع بہ ولا بامرک بیدک مالم تطلق المرأۃ نفسہا کما یاتی

یعنی باقی الفاظ کنایات سے تین طلاق کی نیت کرنا صحیح ہو سوائے لفظ اختاری کے اسواسطے کہ تین طلاق کی نیت کرنا لفظ اختاری میں بھی صحیح نہیں
جنانچہ اعتدی او استبری رحمک اور انت واحدۃ میں صحیح نہیں چنانچہ باب تفویض طلاق میں اسکی تصریح آویگی اور اس لفظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی اور نہ
امرک بیدک سے ہوتی ہو تا وقتیکہ عورت اپنی ذات کو طلاق نہ دے چنانچہ اسکا بیان بھی باب تفویض طلاق میں آویگا البائن ان نواہا او الثنتین لما تقرر
ان الطلاق مصدر لا یحتمل العدد ولفظ بائن فاعل ہو یقع بباقیہا کا یعنی باقی الفاظ کنایات سے ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہو اگر ایک طلاق کی نیت کی یا دو
کی اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہو کہ لفظ طلاق مصدر ہی محتمل نہیں ہو عدد کا تو طلاق سے دو کا ارادہ کرنا صحیح نہوگا دو کی نیت کرنے سے بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگی لیکن
یہ علت کل الفاظ کنایات میں ظاہر نہیں ہوتی اسواسطے کہ سرحتک و فارقتک و خلیۃ و بریۃ میں مصدر نہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وثلث ان نواہ للوحدۃ الجنسیۃ ولذا
صح فی الامۃ نیۃ الثنتین اور الفاظ باقیہ کنایات سے تین طلاقیں واقع ہونگی اگر زوج تین طلاق کی نیت کریگا بسبب وحدت جنسی کے اور اسیواسطے ان الفاظ سے لونڈی کے
حق میں دو طلاق کی بھی نیت کرنا صحیح ہو خلاصہ یہ کہ مصدر موضوع ہو وحدت کے واسطے خواہ وحدت حقیقی ہو جنانچہ ایک میں یا وحدت جنسی ہو جنانچہ تین میں تو تین فرد حکمی ہوئی
اسواسطے کہ تین حرہ کے حق میں کل طلاق ہیں اور اسیطرح دو لونڈی کے حق میں فرد حکمی ہیں اسواسطے کہ کل طلاق ہیں قال اعتدی ثلثا ونوی بالاول طلاقا و
بالباقی حیضا صدق قضا لنیتہ حقیقۃ کلامہ زوج نے زوجہ سے اعتدی کا لفظ تین بار کہا اور نیت کی اول لفظ سے طلاق کی اور باقی دوسرے اور تیسرے لفظ سے
حیض کی تو اسکی تصدیق کیجاویگی قضا میں بسبب نیت کرنے حقیقت کلام اپنے کے اسواسطے کہ اعتداد کے حقیقی معنی حیض ہیں اور طلاق مجاز ہو تو حیض والی عورت
میں جب زوج نے حیض کا ارادہ کیا بعد لفظ اعتدی کے تو معنی حقیقی کا ارادہ کیا تو بلا شبہ اسکی قضا میں تصدیق ہوگی اور جب قضا میں تصدیق ہوتی تو دیانت میں بھی ہوگی وان
لم ینو بالباقی شیئا فثلث لدلالۃ الحال بنیۃ الاول اور اگر نیت نہ کی باقی سے کچھ نہ طلاق کی نہ حیض کی تو تین طلاق واقع ہونگی بواسطہ دلالت حال کے بسبب
نیت کرنے طلاق کے لفظ اول سے یعنی جب اسنے اول لفظ اعتدی سے طلاق کا ارادہ کیا تو حالت مذاکرۂ طلاق کی پائی گئی تو بسبب اس قرینہ کے باقی دونوں لفظوں
سے بھی طلاق کا تعین ہوگیا تو اس صورت میں نفی نیت زوج کی تصدیق نہوگی قضا میں لیکن دیانت میں طلاق نہ واقع ہوگی مگر اول لفظ سے کذا فی حاشیۃ المدنی حتی
لو نوی بالثانی فقط فثنتان او بالثلث فواحدۃ دلالت حال یہانتک معتبر ہو کہ اگر زوج فقط لفظ ثانی سے طلاق کی نیت کریگا تو دو طلاق واقع ہونگی ایک طلاق لفظ ثانی
سے اور دوسری طلاق لفظ ثالث سے اسواسطے کہ جب اسنے لفظ ثانی سے طلاق کا ارادہ کیا تو حالت مذاکرۂ طلاق کی پائی گئی تو لفظ ثالث سے بھی بقرینۂ حالیہ طلاق ثابت
ہوگی اور اگر فقط لفظ ثالث سے طلاق کی نیت کی تو ایک ہی طلاق ہوگی اسواسطے کہ اول دو لفظوں میں حالت مذاکرۂ طلاق کی نپائی گئی ولو لم ینو بہ بالکل لم یقع اور اگر زوج نے
کل الفاظ ثلثہ سے نیت طلاق کی نہ کی تو ایک طلاق بھی واقع نہوگی اسواسطے کہ ظاہر حال میں کوئی قرینہ نہیں نیت کا اور اگر ان الفاظ سے حیض کی نیت کریگا تو
ایک طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی واقسامہا اربعۃ وعشرون ذکرہا الکمال اور مسئلہ اعتدی کی جب تین بار کہے چوبیس ۲۴ قسمیں ہیں فتح القدیر میں کمال الدین نے
انکو ذکر کیا ہو انمیں سے چھ قسموں میں ایک طلاق واقع ہوتی ہو اور گیارہ میں دو طلاق واقع ہوتی ہیں اور چھ میں تین طلاقیں ہوتی ہیں اور ایک قسم میں مطلق طلاق نہیں ہوتی پہلی
صورت یہ کہ الفاظ ثلثہ سے حیض کی نیت کی اسمیں ایک طلاق ہوگی دوسری صورت یہ کہ فقط تیسرے لفظ سے طلاق کی نیت کی تیسری یہ کہ تیسرے لفظ سے فقط حیض
کی نیت کی چوتھی یہ کہ دوسرے لفظ سے طلاق اور تیسرے لفظ سے حیض کی نیت کی پانچوین یہ کہ ثانی اور ثالث سے حیض کی نیت کی چھٹی یہ کہ اول سے طلاق اور ثانی اور
ثالث سے حیض کی نیت کی ان چھصورتوں میں ایک طلاق واقع ہوگی ساتوین یہ کہ فقط دوسرے لفظ سے طلاق کی نیت کی آٹھوین یہ کہ اول سے طلاق اور ثانی سے
حیض کی نیت کی اور ثالث سے کچھ نیت نہ کی نوین یہ کہ اول و لفظوں حیض کی نیت کی اور ثالث سے کچھ نہ کی دسوین یہ کہ اول اور ثالث سے حیض کی نیت کی اور ثانی سے
کچھ نیت نہ کی گیارھوین یہ کہ اول اور ثانی سے طلاق کی نیت کی اور ثالث سے حیض کی بارھوین یہ کہ اول اور ثالث سے طلاق کی نیت کی اور ثانی سے حیض کی تیرھوین یہ کہ
اول اور ثانی سے حیض اور ثالث سے طلاق کی نیت کی چودھوین یہ کہ اول اور ثالث سے حیض اور ثانی سے طلاق کی نیت کی پندرھوین کہ ثانی سے حیض کی نیت کی باقی سے

کچھ نیت نہ کی سولھوین یہ کہ اول سے طلاق و ثالث سے حیض کی نیت کی اور ثانی سے کچھ نیت نہ کی سترھوین یہ کہ ثانی و ثالث سے طلاق کی نیت کی اور اول سے کچھ نیت نہ کی
ان گیارہ صورتون مین یعنی ساتوین سے سترھوین تک دو طلاقین واقع ہونگی اٹھارھوین یہ کہ فقط اول سے حیض کی نیت کی انیسوین یہ کہ اول و ثانی سے طلاق کی نیت کی
اور ثالث سے کچھ نیت نہ کی بیسوین یہ کہ اول و ثالث سے طلاق کی نیت کی اور ثانی سے کچھ نیت نہ کی اکیسوین یہ کہ اول سے حیض کی اور ثانی و ثالث سے طلاق کی نیت کی بائیسوین
یہ کہ سب الفاظ ثلثہ سے طلاق کی نیت کی تیئیسوین یہ کہ اول سے طلاق کی نیت کی اور ثانی و ثالث سے کچھ نیت کی ان چھ صورتون مین یعنی اٹھارھوین سے تیئیسوین
تک تین طلاقین واقع ہونگی چوبیسوین صورت یہ کہ الفاظ ثلثہ سے کچھ نیت کی تو کچھ نہ واقع ہوگا اور قاعدہ کلیہ ان مسائل کے دریافت کرنیکا یہ ہو کہ جب ایک لفظ سے طلاق کی نیت کی تو حالت
مذاکرہ طلاق کی پائی گئی سو مابعد اس لفظ کے نفی نیت کی تصدیق نہو گی ہان اگر مابعد مین حیض کی نیت کریگا تو صحیح ہوگی اور اگر کسی لفظ سے طلاق کی نیت نہ کریگا تو صحیح ہوگا
اوسی طرح قبل سنوی کے عدم نیت صحیح ہو مثلاً لفظ ثانی سے طلاق کی نیت کی تو ثانی مین نفی نیت مقبول نہو گی اسواسطے کہ بعد منوی کے واقع ہو اور اول لفظ مین عدم نیت
طلاق کی البتہ مقبول ہو اسواسطے کہ قبل منوی کے واقع ہو اور اگر کسی لفظ سے حیض کی نیت کی اور اسکے قبل طلاق کی نیت نہین تو اُس حیض کی نیت سے طلاق واقع ہوگی اور اگر
اُسکے قبل طلاق کی نیت ہوچکی ہو تو حیض کی نیت سے طلاق نہ واقع ہوگی اگر اس قاعدہ کو خوب غور کرے تو مسائل مذکورہ کا حکم نکالنا آسان ہوجاوے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا
عن البحر ویزاد لو نوی بالکل واحدۃ فواحدۃ دیانۃ وثلاث قضاء اور چوبیس قسمون مذکورہ پر ایک یہ قسم اور زیادہ کی گئی ہو کہ اگر کل الفاظ ثلثہ سے ایک طلاق کا ارادہ کرے تو ایک
ہی طلاق واقع ہوگی دیانۃً مین بنظر احتمال تاکید کے اور تین طلاق ہونگی قضاءً مین اسواسطے کہ تاکید خلاف ظاہر ہو ولو قال انت طالق اعتدی اعتدی عطفہ بواو او فاء فان
نوی مع احدۃ فواحدۃ او ثنتین فثنتان واذا لم ینو ففی الواو ثنتان وفی الفاء قیل واحدۃ وقیل ثنتان اور اگر کہا زوج نے کہ انت طالق اعتدی بدون عطف کے یا
لفظ اعتدی کو عطف کیا واو یا فا سے یعنی یون کہا کہ انت طالق واعتدی یا یون کہا کہ انت طالق فاعتدی سو اگر ان تینون صورتون مین ایک طلاق کا ارادہ
کیا تو ایک ہی طلاق ہوگی یا دو طلاق کا قصد کیا تو دو واقع ہونگی اور اگر کچھ نیت نہ کی تو انت طالق واعتدی مین دو طلاق واقع ہونگی اور فاعتدی مین بعضون کے
نزدیک ایک طلاق اور بعضون کے نزدیک دو طلاق واقع ہونگی طلقھا واحدۃ بعد الدخول فجعلھا ثلثا صح کما لو طلقھا رجعیا فجعلہ قبل الرجعۃ بائنا او ثلثا ایک طلاق
بائن دی بعد دخول کے پھر اُس ایک طلاق کو تین طلاق کر ڈالا تو یہ ایک کا تین کر ڈالنا امام کے نزدیک صحیح ہو چنانچہ یہ بھی صحیح ہو کہ اگر عورت کو ایک طلاق رجعی
دی پھر اُسکو قبل رجعت کے بائن کر ڈالا یا ایک رجعی کو تین کر ڈالا وکذا لو قال فی العدۃ الزمت امرأتی ثلث تطلیقات بتلک التطلیقۃ او الزمتھا تطلیقتین بتلک التطلیقۃ
فھو کما قال اور اسیطرح اگر کہا زوج نے عدت مین کہ لازم کردی مین نے اپنی عورت کو تین طلاق اُسی ایک طلاق سے جسکے سبب عدت مین تھی یا یون کہا
کہ مین نے اُسکو دو طلاق لازم کرڈالی اُسی ایک طلاق سے تو ویسا ہی ہوگا جیسا اُسنے کہا یعنی وہ عورت اُسپر حرام ہوگئی اور کبھی اُسکو حلال نہو گی مگر بعد طلاق و زوج
ثانی کے ولو قال ان طلقتک فھی بائن او ثلاث ثم طلقھا یقع رجعیا لان الوصف لا یسبق الموصوف کما مر فتذکر اور اگر کہا کہ اگر تجھکو طلاق دون تو وہ
طلاق بائن ہوگی یا تین پھر اُسکو طلاق دی تو رجعی واقع ہوگی نہ بائن اور نہ تین اسواسطے کہ صفت مقدم نہین ہوتی موصوف پر یعنے بائن یا تین
ہونا صفت ہو طلاق کی تو طلاق پر کیونکر مقدم ہوگی چنانچہ یہ امر سابق مذکور ہوچکا اُسکو یاد کر الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن بشرط العدۃ
طلاق صریح لاحق ہوتی ہو طلاق صریح کو اور لاحق ہوتی ہو طلاق بائن کو بشرط عدت کے یعنی اول کہا انت طالق پھر کہا انت طالق یا طلاق
عوض مال کے دی تو یہ دوسری طلاق بھی واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح لاحق ہوتی ہو صریح کو یا اول یون کہا کہ انت بائن پھر کہا انت طالق تو یہ
دوسری طلاق واقع ہوگی اور بائن ہوجائیگی اسواسطے کہ طلاق سابق کا بائن ہونا مانع ہوا رجعی ہونے سے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والبائن یلحق الصریح
اور طلاق بائن لاحق ہوتی ہو طلاق صریح کو بشرط عدت کے مثلاً اول یون کہا کہ انت طالق پھر کہا انت بائن تو طلاق ثانی بھی واقع ہوگی الصریح
ما لا یحتاج الی نیۃ بائنا کان الواقع بہ او رجعیا فتح فمنہ الطلاق الثلاث فیلحقھما طلاق صریح وہ ہو جو محتاج نہو نیت کی خواہ صریح سے طلاق بائن واقع ہو

یا رجعی کذا فی فتح القدیر سو طلاق صریح مین داخل ہی تین بار طلاق دینا تو یہ طلاق ثلث صریح اور بائن دونون کو لاحق ہوگی م بعضون نے کہا کہ طلاق صریح
وہ ہی جس سے رجعی واقع ہو شارح نے اس قول کو رد کیا تعمیم صریح کی ثابت کر کے اور فی الواقع طلاق ثلث یا طلاق بعوض مال کے اگر بائن ہوئی چنانچہ بعضون
کا گمان ہی تو طلاق بائن کو نہ لاحق ہوئی حالانکہ دونون اسکو لاحق ہوتی ہین کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا الطلاق علی مال فیلحق الرجعی ویجب المال والبائن ولا یلزم
المال کما فی الخلاصۃ اور اسی طرح طلاق عوض مال کے صریح مین داخل ہی تو لاحق ہوگی طلاق رجعی کو اور مال دینا عورت کو واجب ہوگا اور بائن کو لاحق ہوگی
اور مال دینا اسمین لازم نہ آویگا کذا فی الخلاصۃ م رجعی کے بعد مال دینا اسواسطے واجب ہوا کہ رجعی مین زوج کو اختیار ہی کہ رجوع کرے اور عورت کو نہ چھوڑے تو
عورت نے اپنی جان چھوڑانے کا بدلا دیا اور بائن مین زوج کا عورت پر بدون اسکی رضامندی کے کچھ اختیار باقی نہ رہا تو عوض دینے کی کچھ حاجت باقی نہ رہی فالمعتبر فیہ اللفظ
لا المعنی علی المشہور تو معتبر طلاق کے صریح اور بائن ہونے مین لفظ ہی نہ معنی بنا بر قول مشہور کے یعنی اگر لفظ محتاج نیت کا نہین تو وہ صریح ہی خواہ طلاق اس سے بائن پڑے یا
رجعی تو صریح مین طلاق ثلث اور طلاق عوض مال کے داخل ہوئی اور جو کہ بلفظ حرام ہو وہ بائن مین داخل ہی اسواسطے کہ عدم احتیاج نیت کی اسمین طاری ہوگئی ہی بسبب
شیوع استعمال عرفی کے لا یلحق البائن البائن اذا امکن جعلہ اخبارا عن الاول کانت بائن بائن او ابنتک بتطلیقۃ ولا یقع لانہ اخبار فلا ضرورۃ فی جعلہ انشاء
نہین لاحق ہوتی طلاق بائن اول طلاق بائن کو جب ممکن ہو دوسری بائن کو اول بائن سے خبر ڈالنا چنانچہ اول کہا انت بائن دوسری بار کہا انت بائن
یا دوسری بار یون کہا کہ ابنتک بتطلیقۃ یعنی مین نے تجھکو ایک طلاق بائن کو جدا کیا تو یہ دوسری بائن نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ یہ اخبار ہی اول سے تو کچھ
ضرورت نہین اسکے انشاء طلاق ٹھہرانے مین یعنی بائن ثانی سے دوسری طلاق بائن پیدا کرنا کچھ ضرور نہین اسواسطے کہ اسکا خبر ڈالنا اول سے ممکن ہی یعنی اول
کلام سے طلاق نہ واقع کی اور کلام ثانی سے وقوع طلاق سابق کی خبر دی م یہ جو کہا کہ بائن بائن سے ملحق نہین ہوتی مراد یہ ہی کہ جو بائن بلفظ کنایات ہی وہ
ملحق نہین ہوتی اور اگر بائن بلفظ کنایہ نہین تو وہ واقع ہوتی ہی چنانچہ اگر اول یون کہا کہ انت طالق افحش الطلاق پھر دوسری بار کہا انت طالق افحش الطلاق تو
یہ طلاق ثانی بھی واقع ہوگی اور یہ جو شارح نے کہا اخبار کی مثال انت بائن بائن کر ذکر کر کے خوب نہین بلکہ یون کہنا مناسب تھا کہ انت بائن انت بائن اسواسطے
کہ یہان مراد اخبار سے خبر نحوی نہین بلکہ جملہ خبریہ مراد ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی بخلاف ابنتک باخری او انت طالق بائن او قال نویت البینونۃ الکبری لتعذر
حملہ علی الاخبار فیجعل انشاء بخلاف سابق کے یہ ہی کہ اول طلاق بائن دی پھر کہا کہ مین نے تجھکو دوسری طلاق کر بائن کیا یا اول طلاق بائن دی پھر
کہا انت طالق بائن یا اول کہا انت بائن پھر کہا انت بائن اور کہا کہ مین نے ثانی بائن سے بینونت کبری یعنی بہت بڑی جدائی کی نیت کی تو ان
تینون صورتون مین دوسری طلاق بھی واقع ہوگی بسبب تعذر محمول کرنے اس کلام کے اخبار پر تو یہ کلام ثانی انشاء طلاق قرار دیا جائیگا م
صورت اول مین لفظ اخری کا مانع ہی حمل اخبار کا اور صورت ثانی مین لفظ طلاق کا صریح ہی اور حمل اخبار کا نہین ہوتا مگر کنایہ مین اور لفظ بائن کا
لغو ہی اور صورت ثالث مین بینونت کبری یعنی طلاق ثلث کا ارادہ کیا پھر جب ان تینون صورتون مین بسبب وجوہ مذکورہ کے حمل علی الاخبار نہو سکا تو خواہ
مخواہ دوسری طلاق بائن بھی واقع ہوئی ولذا وقع المعلق کما قال الا اذا کان البائن معلقا بشرط او مضافا قبل ایجاد المنجز البائن کقولہ ان دخلت الدار
فانت بائن ناویا للطلاق ثم ابانہا ثم دخلت بانت باخری لانہ لا یصلح اخبارا اور اسی واسطے یعنی بسبب تعذر حمل اخبار کے واقع ہوتی ہی طلاق معلق
چنانچہ مصنف نے کہا کہ بائن ملحق نہین ہوتی بائن سے مگر جبکہ بائن معلق بشرط ہو یا کہ بائن مضاف ہو قبل واقع کرنے منجز بائن کے یعنی اول تعلیق یا اضافت ہو
بعد اسکے منجز بائن یعنے طلاق بائن بلا شرط واقع ہوگی مانند قول زوج کے کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو بائن ہوگی تو یہ کہا طلاق کی نیت سے پھر
اس کہنے کے بعد عورت کو طلاق بائن دی پھر عورت گھر مین داخل ہوئی تو اسپر دوسری طلاق بائن پڑیگی اسواسطے کہ طلاق معلق کو صلاحیت نہین
خبر واقع ہونے کی اسواسطے کہ تعلیق قبل ہو چکی تھی اور خبر نہین ہوتی مگر بعد مخبر عنہ کے ومثلہ المضاف کانت بائن غدا ثم ابانہا ثم جاء الغد لقع اخری

اور مانند معلق کے ہی مضاف چنانچہ اول زوج نے کہا کہ تجھکو طلاق بائن ہی کل پھر اُسکو آج ہی طلاق بائن دی پھر جب دوسرا دن آویگا تو دوسری طلاق بائن
واقع ہوگی بسبب اضافت سابقہ کے اسواسطے کہ مضاف بھی بسبب اضافت سابقہ کے خبر نہیں ہوسکتا وفی البحر عن الوہبانیۃ انت بائن کنایۃ معلقا کان او منجزا فیفتقر الی
النیۃ اور بحرالرائق میں ہی وہبانیہ سے کہ انت بائن یہ کنایہ ہی طلاق سے خواہ معلق ہو خواہ منجز تو لفظ بائن کا محتاج ہی نیت کی طرف اس قول سے شارح نے استدلال کیا
کہ لفظ بائن میں نیت کرنا ضرور ہی بدون نیت کے طلاق نہ ہوگی ولو قال ان دخلت الدار فانت بائن ثم قال ان کلمت زیدا فانت بائن ثم دخلت الدار بانت ثم
کلمت یقع اخری ذخیرۃ اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو بائن ہی پھر کہا کہ اگر تو زید سے بولیگی تو تو بائن ہی پھر زوجہ گھر میں داخل ہوئی
تو ایک طلاق بائن اُسپر ہوئی پھر وہ زید سے بولی تو دوسری طلاق بائن اُسپر واقع ہوئی کذا فی الذخیرۃ یہ مثال ہی دو معلق بائن کی وفی البزازیۃ ان فعلت کذا
فحلال اللہ علی حرام ثم قال کذلک لامر اخر ففعل احدہما بانت وکذا لو فعل الثانی علی الاشبہ فلیحفظ اور بزازیہ میں ہی کہ زوج نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں یعنی مثلاً اگر
شراب پیوں تو اللہ کا حلال مجھپر حرام ہی پھر اسی طرح دوسرے امر کے واسطے کہا یعنی مثلاً اگر میں ترک صلوۃ کروں تو حلال خدا کا مجھپر حرام ہی سو زوج نے
کوئی ان دونوں میں سے کیا تو اُسکی عورت پر ایک طلاق بائن پڑی اور اسیطرح اگر دوسرا امر کیا تو دوسری طلاق واقع ہوگی بنا بر قول اشبہ کے سو اسکو یاد رکھنا چاہیے
قید بالقبلیۃ لانہ لو ابانہا اولا ثم اضاف البائن او علقہ لم یصح لتنجیزہ بدائع مصنف نے مقید کیا معلق کو قبلیت کر اسواسطے کہ اگر عورت کو طلاق بائن دیگا پھر
مضاف کریگا بائن یا معلق کو تو صحیح نہوگا مثل تنجیز بائن کے کذا فی البدائع یعنی جیسے بائن بلا تعلیق بعد بائن کے صحیح نہیں ویسے ہی تعلیق اور اضافت بعد
بائن کے درست نہیں ویستثنی ما فی البزازیۃ قال کل امراۃ لہ طالق لم یقع علی المختلعۃ اور اُس قاعدہ سے کہ طلاق صریح بائن کو لاحق ہوتی ہی وہ روایت جو بزازیہ میں
ہی مستثنی ہی کہ کہا مرد نے کہ جو عورت کہ اسکی ہی وہ طالق ہی تو یہ طلاق نہ واقع ہوگی مختلعہ پر یعنی وہ عورت جسپر طلاق بدلے مال کے واقع ہوئی اسواسطے کہ صریح
بائن کو اسوقت لاحق ہوتی ہی جبکہ عورت کیطرف خطاب ہو طلاق کا یا اشارہ ہو اُسکی طرف اور یہاں نہ خطاب ہی نہ اشارہ کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال ان فعلت
کذا فامراتہ کذا لم یقع معتدۃ البائن اور اگر کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو اُسکی عورت ایسی ہی یعنی طالق ہی نہ واقع ہوگی معتدہ بائن پر اسواسطے کہ بائن سے نکاح
جاتا رہتا ہی تو وہ اُسکی عورت نہ رہی علاوہ اسکے خطاب اور اشارہ یہاں بھی نہیں وینضبط الکل بقولہ ۵ کلا اجز لا بائنا مع مثلہ الا اذا علقتہ من قبلہ لا لکل امراتہ وقد
خلع ۵ والحق الصریح بعد لم یقع ۵ اور جمع کردی ہیں نظم میں بعضے علمانے تمام لحوق کی صورتیں مع المستثنی اور عدم لحوق کی صورتیں مع المستثنی یعنی
طلاق صریح اور بائن کی ہر صورت کے لحوق کو جائز رکھ نہ جائز جان بائن کے لحوق کو ساتھ بائن کے مگر جبکہ تو نے تعلیق کی ہو بائن کی قبل بائن کے یعنی اس
صورت میں بائن لاحق ہوگی بائن سے اور صریح بعد بائن کے لاحق ہوتی ہی مگر اس صورت میں کہ کل امراۃ لہ طالق کہا اور حالانکہ اول خلع کیا اور طلاق صریح کو بعد
خلع کے لاحق کیا تو یہ طلاق صریح بعد بائن کے نہ واقع ہوگی اور بعضے نسخوں میں مصرع اولی یوں ہی ۵ فحوزنا اجز لا بائنا مع مثلہ ۵ یعنی ہر لحوق کو جائز جان بائن بعد بائن کے

کل فرقۃ ہی فسخ من کل وجہ کاسلام وردۃ مع لحاق وخیار بلوغ وعتق **لا یقع الطلاق فی عدتہا** مطلقا جو جدائی کہ وہ فسخ نکاح ہی ہر طرح سے جیسے
مسلمان ہونا زوجین میں سے کسی کا یا مرتد ہونا عورت کا اور دار الحرب میں جا کر ملنا اور خیار بلوغ کا عورت یا مرد کو یا خیار عتق عورت کا تو نہ واقع ہوگی طلاق اسکی
عدت میں مطلقا طلاق صریح نہ بائن نہ منجز نہ معلق خواہ عدت حیض سے ہو خواہ مہینوں سے کذا فی حاشیۃ المدنی **وکل فرقۃ ہی طلاق یقع الطلاق فی عدتہا علی
نحو ما بینا** اور جو جدائی کہ وہ طلاق ہی تو واقع ہوگی طلاق اُسکی عدت میں اسطرح پر واقع ہوگی جیسا کہ ہمنے بیان کیا یعنی الصریح یلحق الصریح الی آخرہ فروع مسائل ملحقہ شارح
کے انما یلحق الطلاق لمعتدۃ الطلاق اما المعتدۃ للوطی بشبہۃ فلا یلحقہا خلاصۃ طلاق تو اُس عورت کو لاحق ہوتی ہی جو طلاق کی عدت میں ہی اور جو عورت بسبب
وطی اشتباہی کے عدت میں ہی اُسکو طلاق نہیں لاحق ہوتی کذا فی الخلاصۃ م اسی طرح نکاح فاسد اور لونڈی جبکہ آزاد ہو جاوے تو اُسکی عدت میں
بھی طلاق نہیں لاحق ہوتی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی القنیۃ زوج امراتہ من غیرہ لم یکن طلاقا ثم رقم ان نوی طلقت اور قنیہ میں ہی کہ زوج نے

نکاح کر دیا اپنی زوجہ کا غیر سے تو یہ تزویج طلاق نہین اسواسطے کہ تزویج نہ طلاق صریح مین داخل ہی نہ کنایہ مین مگر صاحب قنیہ نے بعض مشائخ کی طرف اشارہ کرکے رقم کیا کہ اگر زوج اس تزویج سے طلاق کی نیت کریگا تو عورت مطلقہ ہوگی اور ظاہر عدم طلاق معتمد ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اذہبی تزوجی یقع واحدۃ بلا نیۃ کہا زوج نے زوجہ سے کہ جا اور نکاح کرلے تو اس قول سے ایک طلاق بدون نیت کے واقع ہوگی کذا فی البزازیۃ اور قاضیخان کی شرح جامع صغیر مین یون ہی کہ اگر زوج نے کہا کہ اذہبی فتزوجی اور طلاق کی نیت نہ کی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ مطلب یہ ہی کہ تو نکاح کرلے اگر تجھکو نکاح ممکن اور حلال ہو تو ان دونون قولون مین اختلاف ثابت ہوا اور دونون قولون مین او اور ف کا فرق نکالنا نہایت بعید ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وکذا اذہبی الی جہنم یقع ان نوی خلاصۃ کہا زوج نے زوجہ سے کہ جہنم کو جا تو اس قول سے طلاق واقع ہوگی اگر زوج نے طلاق کی نیت کی کذا فی الخلاصۃ تو مراد اس قول سے گالی اور طلاق ہی وکذا اذہبی عنی اور اسیطرح بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہی اس قول سے کہ جا میرے پاس سے وافلحی اور اسیطرح افلحی سے بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہی اسواسطے کہ افلحی بمعنی اذہبی کے ہی یعنی جا رخصت کیوقت عرب بولتے ہین افلح بخیر اور یہ بھی محتمل ہی کہ افلحی بمعنی اظفری بمرادک تو بامراد ہو یعنی اپنا مطلب حاصل کر کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر الرائق وفسخت النکاح اور اسیطرح بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہی اس قول سے کہ مین نے نکاح کو فسخ کردیا وقوع طلاق مین اس قول سے شاید نیت اسواسطے شرط ہوئی کہ نکاح کی نسبت وجہ کیطرف نہین یعنی یون نہین کہا کہ مین نے تیرا نکاح فسخ کردیا اور اگر عورت کیطرف نسبت کرے تو نیت کی حاجت نہو لیکن مشکل یہ ہی کہ اس قول کو کہ الفاظ طلاق صریح مین شمار نہین کیا تو یہ مقتضی ہی احتیاج نیت کا بہر صورت یہ مسئلہ تحریر اور تنقیح طلب ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الشیخ الرحمتی وانت علی کالمیتۃ او کلحم الخنزیر او حرام کالماء لانہ تشبیہ بالسرعۃ اور اسیطرح بشرط نیت طلاق واقع ہوتی ہی اس قول سے کہ تو میرے نزدیک مانند مردار کے ہی یا مثل سور کے گوشت کے ہی یا تو مجھپر حرام ہی مثل پانی کے اسواسطے کہ یہ تشبیہ ہی جلدی اور شتابی مین گویا یون کہا کہ تو مجھپر حرام ہی نہایت جلد جیسے پانی مین جلدی ہوتی ہی بہنے کیوقت ولا یقع باربعۃ طرق علیک مفتوحۃ وان لو تکلم بفعل خذی ای طریق شئت اور نہین واقع ہوتی طلاق اس قول سے کہ چارون رستے تجھپر کھلے ہین اگرچہ نیت طلاق کی بھی کرے جب تک یون نہ کہے کہ تو جس راہ کو کہ تو چاہے فائدہ چند الفاظ کنایات طلاق کا ذکر کرنا یہان سب معلوم ہوا واسطے مزید افادہ طالبین کے از انجملہ انت سائبۃ یعنی تو سانڈ ہی یعنی تو بےقید ہی جیسے سانڈ وحبلک علی غاربک یعنی تیری رسی تیری گردن پر یہ استعارہ ہی تخلیہ سے عرب کا دستور ہی کہ جب اونٹنی کو چھوڑتے ہین تو اسکی گردن پر رسی ڈالدیتے ہین والحقی باہلک یعنی اپنے لوگون مین جا مل وہبتک لاہلک او لابیک او لامک یعنی مین نے تجھکو تیرے لوگون کو دیا یا تجھکو تیرے باپ یا تیری ماں کو دیا عفوت عنک لاجل اہلک یعنی مین نے تجھکو معاف کیا تیرے لوگون کے سبب سے رددتک الیہم یعنی مین نے تجھکو تیرے لوگون کو پھیر دیا اور ان صحیح رستون مین انکا قبول کرنا شرط نہین اور اگر یون کہا کہ مین نے تجھکو تیرے بھائی کو دیا یا تیری بہن یا تیری عمہ یا تیرے چچا کو یا تیری خالہ کو دیا تو ان الفاظ سے طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ زوج نے نیت بھی کی ہو واعتقتک یعنی مین نے تجھکو آزاد کیا وکونی حرۃ یعنی تو آزاد ہو جا واظفری بمرادک یعنی تو اپنے مطلب کو حاصل کر وخالعتک مین نے تجھسے خلع کیا وتنحی یعنی ہٹ ولست لی بامرأۃ یعنی تو میری جورو نہین ولست لک بزوج یعنی مین تیرا زوج نہین ولا نکاح بینی وبینک یعنی میرے اور تیرے درمیان نکاح نہین ولست امرأتی یعنی تو میری جورو نہی وقالت لست لی بزوج فقال صدقت یعنی زوجہ نے کہا کہ تو میرا شوہر نہین سو شوہر نے کہا کہ تو نے سچ کہا وابتغی الازواج یعنی اور شوہر تلاش کر والعدی عنی یعنی مجھسے دور ہو ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی بشرط نیت کے یا دلالت حال کے اور اگر زوج نے کہا لا اریدک لا احبک لا اشتہیک یعنی مین تجھکو نہین چاہتا مین تجھسے محبت نہین رکھتا مجھکو تیری خواہش نہین تو ان الفاظ سے طلاق واقع نہین ہوتی اگرچہ زوج نے نیت بھی کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الملتقی والہندیۃ

باب تفویض الطلاق

یہ باب ہی تفویض طلاق کا لما ذکر ما یوقعہ بنفسہ بنوعیہ ذکر ما یوقعہ غیرہ باذنہ شارح کہتا ہی جب کہ مصنف ذکر کر چکا اُس طلاق کو جسکو زوج خود واقع کرتا ہی دونون قسمون کے ساتھ یعنے صریح اور کنایۃ تو اب ذکر کیا اُس طلاق کو جسکو غیر زوج بحکم زوج واقع کرتا ہی وانواعہ ثلثۃ تفویض وتوکیل ورسالۃ اور ایقاع غیر کی تین قسمین ہین ایک تفویض یعنے غیر کو طلاق کا مالک کردینا دوسرے توکیل یعنے دوسرے کو طلاق کا وکیل کرنا تیسری قسم

باب تفویض الطلاق

رسالت یعنی غیر سے طلاق کو کہلا بھیجنا فرق تفویض اور توکیل مین یہ ہو کہ جسکو تفویض ہو وہ اپنی ذات کے واسطے عمل کرتا ہو اور توکیل مین وکیل مامور ہوتا ہو
غیر کے واسطے عمل کرتا ہو اور رسالت تو محض تحمل اور سفارت سے عبارت ہو والفاظ التفویض ثلثة تخییر وامر بید ومشیئة اور الفاظ تفویض کے تین
ہین ایک تخییر دوسرا امر بالید تیسرا مشیت قال لہا اختاری (اپنی کری ۱۲) اوامرک بیدک وینوی تفویض الطلاق لانہا کنایة فلا یعملان بلانیة
او طلقی نفسک فلہا ان تطلق فی مجلس علمہا بہ مشافہة او اخبارا اگر کہا زوج نے زوجہ سے کہ اختیار کر لے یا یون کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین
ہو نیت کی ان دونون لفظون مین طلاق سپرد کرنے کی اسواسطے کہ یہ دونون لفظ کنایہ طلاق ہین تو طلاق واقع ہونے مین بدون نیت کے عمل
نہ کرینگے یا زوج نے یون کہا کہ طلاق دے لے اپنی ذات کو تو ان تینون صورتون مین زوجہ کو اختیار ہو کہ اپنی ذات کو طلاق دے لیوے علم تفویض
کی مجلس مین یعنی جس جگہ عورت کو تفویض طلاق کا حال علوم ہوا وہین تک اسکو اختیار حاصل ہو خواہ بالمشافہہ زوج سے اسکا علم ہوا ہو خواہ وکیل یا رسول
سے خبر پہونچی ہو یا زوج کا خط آیا ہو وان طال یوما او اکثر مالم یوقتہ ویمضی الوقت قبل علمہا مجلس علم تک عورت کو اختیار حاصل ہو اگرچہ مجلس دراز ہو گئی ہو ایک
دن تک یا زیادہ مجلس طویل مین وہانتک اختیار ہو جبتک زوج نے تفویض کا وقت نہین ٹھہرایا اور حال یہ ہو کہ وقت معین گذر گیا قبل علم زوجہ کے یعنی مثلاً زوج نے
کہا تھا کہ زوجہ کو جمعہ تک اختیار ہو پھر زوجہ کو خبر ہوئی بعد غروب آفتاب جمعہ کے تو تفویض باطل ہو گئی مالم تقم لتبدل مجلسہا حقیقة او حکما بان تعمل ما یقطعہ
مما یدل علی اعراض لانہ تملیک فیتوقف علی قبولہا فی المجلس لا توکیل فلم یصح رجوعہ زوجہ کو اختیار باقی ہو جب تک مجلس علم سے نہ اُٹھے اسواسطے کہ اُٹھنے مین
اسکی مجلس کا تبدل ہو حقیقت مین یا تبدل مجلس حکماً ہو اس طرح پر کہ وہ کام کرنے لگے جو قاطع ہو اختیار کا اُس قسم سے جو دلالت کرے بے التفاتی اور
روگردانی پر اسواسطے کہ تفویض تملیک ہو تو موقوف رہیگی عورت کے قبول پر مجلس مین تفویض توکیل نہین بلکہ تملیک ہو تو زوج کو تفویض سے رجوع کرنا صحیح
نہین حتی لو خیرہا ثم حلف ان لا یطلقہا فطلقت لم یحنث فی الاصح تفویض تملیک ہو یہانتک کہ اگر زوجہ کو اختیار طلاق کا دیا پھر قسم کھائی کہ مین اسکو
طلاق نہ دونگا پھر عورت نے خود طلاق دے لی تو زوج حانث نہوگا قول اصح مین اسواسطے کہ طلاق دینے والی عورت ہوئی نہ زوج اور اگر تفویض تملیک نہوتی
بلکہ توکیل ہوتی تو عورت کی طلاق سے زوج حانث ہوتا اسواسطے کہ وکیل کا فعل بعینہ موکل کا فعل ہوتا ہو اور اگر زوج بعد حلف کے زوجہ کو مختار کریگا تو
بالاتفاق حانث ہوگا شارح کو مناسب تھا کہ حتی لو خیرہا کے مقام پر ولو خیرہا کہتا اسواسطے کہ یہ مسئلہ بھی متفرع ہو تملیک تفویض پر کذا فی حاشیة المدنی لا تطلق بعدہ
ای المجلس الا اذا زاد وعلی قولہ طلقی نفسک اخواتہ متی شئت او متی ما شئت او اذا شئت او اذا ما شئت فلا یتقید بالمجلس نہ طلاق دے سکیگی عورت بعد مجلس
علم کے مگر اُسوقت کہ زیادہ کرے اپنے قول طلقی نفسک اور اُسکے امثال پر لفظ متی شئت کا یا متی ما شئت کا یا لفظ اذ شئت کا یا اذا ما شئت کا تو اُسکے زیادہ کرنے
سے اختیار عورت کا مجلس علم تک مفید نہوگا بلکہ ہر وقت اُسکو اختیار باقی رہیگا اسواسطے کہ قول زوج کا یون ترجمہ ہو کہ تو اپنی ذات کو طلاق دے لے جب تو چاہے یا جسوقت
تو ارادہ کرے ولم یصح رجوعہ لما مر اور نہین صحیح ہو رجوع کرنا زوج کا اُس سبب سے جو مذکور ہو چکا یعنی تفویض تملیک ہو نہ توکیل جو پلٹ جانا درست ہوتا واما فی
طلقی ضرتک او قولہ لاجنبی طلق امرأتی فیصح رجوعہ ولم یتقید بالمجلس لانہ توکیل محض اور اس قول مین کہ طلقی ضرتک یعنی طلاق دے
اپنی سوت کو یا اس قول مین جو اجنبی سے کہا کہ تو طلاق دے میری عورت کو صحیح ہو رجوع کرنا اس قول سے اور یہ تخییر مقید اُسی مجلس کو نہین اسواسطے کہ یہ
قول محض توکیل ہو مطلق تملیک نہین اسواسطے کہ مامور اسمین عمل غیر کے واسطے کرتا ہو نہ اپنے واسطے بخلاف مسئلہ سابقہ کے پھر جب توکیل ہوئی تو رجوع
کرنا درست ہو اور توکیل مین مجلس کی قید نہین وفی طلقی نفسک وضرتک کان تملیکا فی حقہا توکیلا فی حق ضرتہا جوہرہ اور اس قول مین کہ طلاق دے
اپنی ذات کو اور اپنی سوت کو تو یہ قول تملیک ہو مخاطبہ کے حق مین اور توکیل ہو اُسکی سوت کے حق مین کذا فی الجوہرہ تو زوج کو طلاق دلانی
مخاطبہ سے رجوع کرنا درست نہین اور اُسکی سوت کے طلاق دلانے سے رجوع درست ہو اور مخاطبہ کی تخییر مقید بمجلس ہو بخلاف اُسکی سوت کے

الا اذا علقه بالمشیئة فیصیر تملیکا لا توکیلا توکیل مین رجوع کرنا درست ہی مگر جب کہ زوج نے طلاق کو مشیت وکیل سے معلق کیا تو اسوقت مین توکیل تملیک ہو جاویگی توکیل نہ باقی رہیگی یعنے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تیرا جی چاہے تو اپنی سوت کو طلاق دے تو اب رجوع کرنا زوج کو اس قول سے جائز نہین کیونکہ یہ توکیل نرہی بلکہ تملیک ہو گئی اسواسطے کہ وکیل سے فعل مطلوب ہوتا ہی وکیل کا دل چاہے یا نچاہے اور جب اُسکی خواہش اور رائے پر رکھا تو اُسکو مالک کر دیا اسواسطے کہ اپنی خواہش کے موافق تصرف کرنا یہ صفت ہی مالک کی نہ وکیل کی اس قول سے دکیا مذہب زفر کو کذا فی حاشیة المدنی والفرق بینهما فی خمسة احکام ففی التملیک لا یرجع ولا یعزل ولا یبطل بجنون الزوج ویتقید بمجلس لا العقل فیصح تفویضه لمجنون وصبی لا یعقل بخلاف التوکیل بحر اور فرق درمیان توکیل اور تملیک کے پانچ حکمون مین ہی سو تملیک مین نہین رجوع کر سکتا زوج اور نہین معزول کر سکتا مملک لہ کو اور باطل نہین ہوتی تملیک زوج کے دیوانہ ہونے سے اور مقید ہوتی ہی تملیک مجلس سے اور نہین مقید ہوتی مملک لہ کی عقل سے تو صحیح ہی تفویض طلاق کی دیوانہ کو اور صبی بیعقل کو بشرطیکہ وہ دونون کلام کر سکتے ہون بخلاف توکیل کے کہ اسمین رجوع کرنا اور وکیل کو معزول کرنا درست ہی اور موکل کے جنون سے وکالت باطل ہوتی ہی اور وکالت مقید بمجلس نہین اور وکیل کے عاقل ہونے پر مقید ہی کذا فی بحر الرائق ثم عزل کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی ذکر عدم رجوع کافی ہی یعنے جب تملیک سے رجوع کرنا جائز نہوا تو معزول کرنا بھی جائز نہوگا کذا فی حاشیة الطحطاوی والمدنی نعم لو جن بعد التفویض لم یقع فهنا تسومح ابتداء لا بقاء بعکس القاعدة فلیحفظ ہان اگر مفوض الیہ یعنے جسکو طلاق کی تفویض ہوئی مجنون ہو گیا بعد تفویض کے پھر اُسنے حالت جنون مین طلاق دی تو یہ طلاق نہ واقع ہو گی تو اس مسئلہ مین مسامحہ اور تساہل ہوا ابتدا مین نہ بقا مین بالعکس قاعدہ فقہیہ کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے قاعدۂ فقہیہ یہ ہی کہ یتسامح فی البقاء ما لا یتسامح فی الابتداء یعنی مسامحہ کیا جاتا ہی بقاء امر مین ایسا جو کہ نہین مسامحہ ہوتا ابتداء امر مین اور اس مسئلہ مین بالعکس اس قاعدہ کے ہوا یعنی ابتدا مین مسامحہ ہوا نہ بقا مین یعنی مجنون کو تفویض طلاق درست ہی اور اُسکا ایقاع بھی درست اور اگر مفوض الیہ وقت تفویض کے عاقل ہو اور پھر مجنون ہو جاوے تو اُسکی طلاق درست نہین اور سبب اسکا یہ ہی کہ جب مجنون کو زوج نے تفویض طلاق کی کی تو اُسکے ایقاع طلاق پر باوجود اُسکی بیعقلی کے راضی ہوا تو گویا طلاق کو جنون نو وجہ پر معلق کیا بخلاف اسکے اگر عاقل کو تفویض کی پھر وہ دیوانہ ہو گیا تو یہان تفویض تھی اُسکی عقل کے اعتماد پر حالانکہ عقل بعد جنون کے باقی نہین وجلوس القائمة واتکاء القاعدة وقعود المتکئة ودعاء الاب او غیرہ للمشورة بفتح فضم المشاورة ودعاء الشهود للاشهاد علی اختیارها الطلاق او لم یکن عندها من یدعوهم سواء تحولت عن مکانها او لا فی الاصح خلاصه اور قاطع مجلس کا نہین بیٹھنا کھڑی عورت کا اور تکیہ لگانا بیٹھی کا اور اُٹھنا تکیہ لگانے والی کا اور بلانا باپ کا یا غیر اُسکے کسی اور کا باہم صلاح کرنے کے واسطے اور بلانا گواہون کا گواہ کرنے کے واسطے اپنی طلاق کے اختیار کرنے پر جبکہ عورت کے نزدیک کوئی اُسکا بلا دینے والا نہو خواہ اُس بلانے مین عورت اپنے مکان سے ٹل گئی ہو یا نہ ٹلی ہو دونون برابر ہین قول اصح مین کذا فی الخلاصة معلوم ہوا کہ اگر باپ وغیرہ کو صلاح کرنے کو نہ بلایا یا ہوتے ہوئے دوسرے بلا دینے والے کے عورت خود گواہون کے بلانے کو گئی تو مجلس بدل گئی اُسکو اختیار نہ باقی رہا کذا فی حاشیة الطحطاوی شارح نے کہا کہ مشورہ بفتح میم وضم شین معجمہ بمعنی مشاورت ہی یعنی باہم صلاح کرنا اور مصباح مین تصریح ہی کہ مشورہ مین دو لغت ہین لغت اول سکون شین کا اور فتح واو کا لغت ثانی ضمہ شین کا اور سکون واو کا اور قاموس مین ہی کہ مشورہ مفعلہ کے وزن پر ہی نہ مفولہ کے کذا فی حاشیة المدنی والفلک والقاف دابة ہی اکیتها لا یقطع المجلس اور ٹھہرانا اُس سواری کا جس عورت سوار ہی مجلس اختیار کو قطع نہین کرتا ولو اقامها او جامعها مکرها بطل لتمکنها من الاختیار اور اگر زوج نے بعد تخییر کے عورت کو مجلس سے اُٹھایا یا زبردستی اُس سے صحبت کی تو باطل ہو گیا اختیار عورت کا واسطے قادر ہونے عورت کے اختیار سے یعنی حالت اقامت اور حالت جماع مین عورت یون کہنے پر قادر تھی کہ اخترت نفسی پھر جب کہ اُس نے نہ کہا تو اختیار باطل ہو گیا والفلک لها کالبیت وسیر دابتها کسیرها حتی لا یتبدل المجلس بجری الفلک ویتبدل بسیر الدابة لاضافة الیها اور کشتی عورت کے حق مین مانند کوٹھری کے ہی اور چلنا اُسکی سواری کا

لم یعنی بعض

اپنے نفس کو اختیار کیا

مانند چلنے عورت کے ہی یہان تک کہ نہین بدلتی مجلس کشتی کے بہنے سے اور بدلتی ہی سواری کے چلنے سے واسطے منسوب ہونے چال کے عورت کیطرف اسواسطے کہ سواری کے چلانے پر جانور چلتا ہی بخلاف کشتی کے الا ان تجیب مع سکوتہ او یکونا فی محمل یقودہا الجمال فانہ کالسفینۃ سواری کے چلانے سے اور عورت کے خود چلنے سے مجلس بدل جاتی ہی مگر اسوقت مجلس نہین بدلتی جب عورت بول اُٹھے جواب مین زوج کے چپ رہنے کے ساتھ ہی یعنی فوراً اسکے جانور کے پاؤن قدم اُٹھاتے ہی جواب دیا اور اگر پہلے قدم اُٹھا پھر جواب دیا تو طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلاً عن الہندیۃ یا کہ زوج اور زوجہ دونون ایک کجاوے مین ہون اور اونٹ کو اونٹ والا ہانکتا ہو اسوقت مین مثل کشتی کے ہی یعنی اُسکے چلنے سے مجلس نہین بدلتی **و فی اختاری نفسک لا تصح نیۃ الثلث**

لعدم تنوع الاختیار بخلاف انت بائن اوامرک بیدک اور اختاری نفسک یعنی اپنی ذات کو اختیار کرلے اسمین صحیح نہین عورت کو تین طلاق کی نیت کرنا بسبب عدم تنوع اختیار کے یعنی اختیار ایسا امر نہین جو چند قسم ہو بخلاف انت بائن کے یا امرک بیدک کے اسواسطے کہ بینونت چند قسم ہوسکتی ہی یعنے بینونت صغری اور بینونت کبری تو اگر انت بائن مین تین طلاق کی نیت کریگی تو صحیح ہی بسبب تنوع کے اور اسیطرح امرک بیدک بھی چند قسم ہی کہ ربع کو اختیار کرے یا طلاق کو پھر طلاق رجعی کو اختیار کرے یا بائن کو پھر بینونت صغری کا ارادہ کرے یا کبری کا بخلاف اختاری نفسک کے کہ اسمین تنوع اور تعدد کو گنجائش نہین اسواسطے کہ اختیار عورت کا مفید ہی استخلاص نفس کو اور استخلاص کو بینونت اقتضاءً ثابت ہی اور جو چیز اقتضاءً ثابت ہوتی ہی اسکو عموم نہین ہوتا تو بقدر ضرورت تصحیح کلام کے اسکی تقدیر ہوگی اور قدر ضرورت بیان ادنی مرتبہ ہی بینونت کا یعنی بینونت صغری اسواسطے کہ بینونت صغری سے بھی استخلاص نفس کا ملک زوج سے ہوتا ہی تو بینونت کبری یعنی تین طلاق کی نیت کرنا صحیح نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی **بل تبین بواحدۃ ان قالت اخترت نفسی او انا اختار نفسی استحسانا بخلاف**

قولہ طلقی نفسک فقالت انا طالق او انا اطلق نفسی لم یقع لانہ وعد جوہرہ مالم یتعارف او تنوی الانشاء بلکہ اختار نفسک مین بائن ہوگی عورت ایک طلاق کہ اگر یون کہیگی کہ مین نے اپنی ذات کو اختیار کیا یا یون کہے کہ مین اختیار کرتی ہون اختار نفسی سے طلاق واقع ہوگی بدلیل استحسان کے برخلاف قیاس بخلاف اس قول کے کہ طلقی نفسک تو عورت نے جواب مین کہا کہ انا طالق یعنی مین مطلقہ ہون یا یون کہا کہ مین اپنی ذات کو طلاق دیتی ہون تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ وعدہ ہی ایقاع و طلاق کا یہ قول خود ایقاع طلاق نہین کذا فی الجوہرہ عدم وقوع طلاق جبتک ہی کہ وقوع طلاق اس لفظ سے متعارف نہو یا عورت نے نیت طلاق کی نہ کی ہو اور اگر اس زمانہ مین صیغۂ مضارع سے یا جملہ اسمیہ سے طلاق واقع کرنا مروج اور مشہور ہو یا عورت نے ایسی ایقاع طلاق کی نیت کی ہو تو البتہ طلاق واقع ہوگی ہم قیاس چاہتا ہی کہ انا اختار نفسی سے طلاق نہ واقع ہو اسواسطے کہ یہ وعدہ ہی خود انشاء طلاق نہین انشا ہوتا ہی ماضی سے نہ مضارع سے لیکن باعتبار استحسان کے اس لفظ سے طلاق واقع ہوتی ہی وجہ استحسان کی یہ ہی کہ صحیح مسلم مین حدیث مروی ہی کہ جب آیت تخییر کی نازل ہوئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ حال کہا تو صدیقہؓ نے کہا کہ انی ارید اللہ ورسولہ والدار الآخرۃ یعنی مین اللہ اور اُسکے رسول اور آخرۃ کے گھر کو چاہتی ہون اور مسلم کی دوسری روایت مین یون ہی کہ بل اختار اللہ ورسولہ یعنی بلکہ مین اللہ اور اُسکے رسول کو اختیار کرتی ہون اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جواب کو بصیغہ مضارع معتبر رکھا **و ذکر النفس او الاختیارۃ فی احد کلامیہما شرط لصحۃ الوقوع بالاجماع** اور مذکور کرنا نفس کا یا لفظ اختیارۃ کا زوجین مین سے ایک کے کلام مین شرط ہی واسطے صحت وقوع طلاق کے باجماع صحابہ یعنی وقوع طلاق کا بلفظ اختیارۃ باجماع صحابہ کرام معلوم ہوا ہی ہم ذکر نفس اور اختیارۃ کا بالخصوص ضرور نہین بلکہ جو لفظ کہ قائم مقام نفس اور اختیارۃ کے ہو وہ بھی انھین دونون لفظون کے برابر ہی **ویشترط ذکرہا متصلا فان کان منفصلا فان فی المجلس صح لانہا تملک فیہ** **بالانشاء** اور مشروط ہی ذکر نفس کا یا اختیارۃ کا متصل کلام مین پھر اگر منفصل ہی سو اگر اُسی مجلس مین اُسکا ذکر ہوگیا تو صحیح ہی اسواسطے کہ عورت مجلس مین انشاء طلاق کی مالک ہی تو ذکر نفس اور اختیارۃ کی بھی مالک ہی **والا لا الا ان یتصادقا علی اختیار النفس فیصح وان خلا کلامہما عن ذکر النفس درر وتاجیہ واقرہ البہنسی والباقانی لکن ردہ الکمال ونقلہ الاکمل بقیل فالحق ضعفہ نہر** اور اگر ذکر نفس کا عورت نے مجلس مین نہ کیا تو ایقاع طلاق صحیح نہین تفویض باطل ہوئی مگر اگر زوجین نے

۵ یعنی سورۂ احزاب کی یہ آیت یا ایہا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتہا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا وان کنتن تردن اللہ ورسولہ والدار الآخرۃ فان اللہ اعد للمحسنات منکن اجرا عظیما یعنی اے نبی کہہ اپنی ازواج سے اگر تم چاہتی ہو زندگی دنیا کی اور یہان کی رونق تو آؤ کچھ فائدہ دون تمکو اور رخصت کرون بھلی طرح اور اگر تم چاہتی ہو اللہ کو اور اسکے رسول کو اور پچھلے گھر کو تو اللہ نے رکھ چھوڑا ہے ان مین نیکیون کے لیے بڑا ثواب ۱۲

اختیار نفس پر اتفاق کیا یعنی زوج نے زوجہ کی تصدیق کی کہ اُسنے اپنا نفس اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگی اگرچہ دونون کا کلام ذکر نفس سے خالی ہو کذا
فی الدرر والفوائد التاجیہ اور ثابت کہا ہی اس قول کو بہنسی اور باقانی نے لیکن رد کیا ہی اسکو کمال الدین محقق نے اور نقل کیا ہی اس قول کو اکمل الدین نے عنایہ مین بصیغہ
تمریض یعنی قیل کے لفظ سے تو ضعیف ہونا اس قول کا ٹہیک ہی بدون ذکر نفس کے تصادق زوجین کا کچھ اعتبار نہین کذا فی النہر الفائق **فلو قال اختاری اختیارة**
او طلقة او امرک بیدک فقالت اخترت فان ذکر الاختیارة کذکر النفس اذ التاء فیہ للوحدة وکذا ذکر التطلیقة پھر اگر کہا زوج نے اختاری اختیارة یا یون کہا اختاری
طلقة یا یون کہا کہ اختاری امرک تو طلاق واقع ہوگی اگر زوجہ نے کہا اخترت اسواسطے کہ ذکر لفظ اختیارة کا مانند ذکر نفس کے ہی خصوصیت طلاق مین اسواسطے
کہ لفظ اختیارة مین تے واسطے وحدت کے ہی اور تا وحدت نشانی ہی اتحاد کی اور اسیطرح ذکر تطلیقة کا وقوع طلاق مین مثل ذکر نفس کے ہی بلکہ اُس سے بھی صریح
تر ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وتکرار لفظ اختاری وقولہا اخترت ابی او امی او اہلی او الازواج یقوم مقام ذکر النفس اور تکرار لفظ اختاری کا اور یون کہنا عورت
کا کہ مین نے اپنے باپ یا اپنی مان کو یا اپنے اہل کو یا اپنے شوہرون کو اختیار کیا قائم مقام ہی ذکر نفس کے لیکن اختیار کرنا قوم کا یا اور کسی قرابت والے
کا موجب طلاق کا نہین لیکن اگر عورت کے مان باپ نہون اور اسکا بہائی ہو اور وہ کہے کہ مین نے بہائی کو اختیار کیا تو اس صورت مین بھی طلاق واقع
ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والشرط ذکرہ ذلک فی کلام احدہما کما مثلنا فلم یختص اختیارہ بکلامہ کما ظن اور شرط ہی ذکر کرنا اُسکا یعنی نفس یا قائم مقام
نفس کا ایک کے کلام مین خواہ زوج کے خواہ زوجہ کے چنانچہ ہمنے مثالون مین مذکور کیا تو نہین مخصوص ہی اُسکا ذکر زوج کے کلام مین چنانچہ بعضون کا
گمان ہی **ولو قالت اخترت نفسی وزوجی او نفسی لا بل زوجی وقع** اور اگر کہا عورت نے کہ مین نے اختیار کیا اپنی ذات کو اور اپنے زوج کو یا یون کہا کہ مین نے
اختیار کیا اپنی ذات کو نہین بلکہ اپنے زوج کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ جب اول اپنے نفس کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگی پھر زوج کو
اختیار کیا تو یہ رجوع ہوا طلاق سے حالانکہ بعد وقوع طلاق کے اُس سے رجوع کرنا درست نہین وما فی الاختیار من عدم الوقوع سہو اور جو کتاب
اختیار مین مسئلہ ثانیہ مین عدم وقوع طلاق مذکور ہی سو خطا ہی **نعم لو عکست لم یقع** اعتبارا للمقدم **ولبطل امرہا کما لو عطفتہ باو** او رشاہا لتختارہ فاختارتہ او ما
الحقت نفسی باہلی ہان اگر عورت اس کلام کو بالعکس کہے یعنی یون کہے کہ مین نے اختیار کیا اپنے زوج کو اور اپنے نفس کو یا یون کہے کہ مین نے
اختیار کیا اپنے زوج کو نہین بلکہ اپنے نفس کو تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب اعتبار مقدم کے یعنی جسکو اول ذکر کیا اسکا اعتبار ہی اور موخر کا کچھ اعتبار نہین اور
باطل ہو گیا اختیار اُسکا چنانچہ باطل ہی اختیار عورت کا اگر عطف کیا بحرف او یعنی یون کہا کہ اخترت نفسی او زوجی یعنے اختیار کیا مین نے اپنی ذات کو یا اپنے
زوج کو اسواسطے کہ بسبب تذبذب اور تردد کے اختیار اُسکا باطل ہو گیا طلاق نہ واقع ہوئی یا زوج نے عورت کو رشوت دی تاکہ زوج ہی کو اختیار کرے سو
اُسنے زوج ہی کو اختیار کیا تو عورت کا اختیار باطل ہوا طلاق نہ واقع ہوئی اور زوج کو مال دینا واجب نہین اسواسطے کہ رشوت دینا حرام ہی بلکہ اگر دی ہو تو پھیر سکتا ہی
یا زوج نے کہا اختاری اور عورت نے کہا الحقت نفسی باہلی یعنے مین نے اپنی ذات کو اپنے لوگون مین ملایا تو طلاق واقع نہوگی اسواسطے کہ اختیار کا
جواب ان الفاظ سے معروف اور مشہور نہین کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی **ولو کررہا** ای لفظۃ اختاری **ثلثا** بلا عطف وغیرہ **فقالت اخترت او اخترت اختیارة**
او اخترت الاولی او الوسطی او الاخیرة یقع ثلثا بلا نیۃ من الزوج لدلالۃ التکرار علی ثلث اور اگر مکرر کیا زوج نے لفظ اختاری کو تین بار خواہ بعطف چنانچہ
اختاری اختاری اختاری کہا یا تکرار بدون عطف کے کی چنانچہ اختاری اختاری اختاری کہا سو عورت نے جواب مین فقط اخترت کہا یعنی مین نے اختیار کیا یا یون
کہا کہ اخترت اختیارة یا یون کہا کہ مین نے پہلی یا درمیانی یا پچھلی اختیار کی تو تین بار طلاق واقع ہوگی بدون نیت زوج کے واسطے دلالت کرنے تین بار کے تکرار
کے اوپر طلاق کے اور صاحب کنز اور ہدایہ اور صدر الشہید اور عتابی نے اسی قول کو پسند کیا ہی اسواسطے کہ جامع صغیر مین امام محمد نے اسمین نیت مشروط
نہین کی اور زیادات اور جامع کبیر مین اور قاضیخان وغیرہا مین نیت مشروط ہی اور صاحب فتح القدیر نے بھی شرط نیت کو پسند کیا ہی بحر الرائق مین کہا کہ

باعتبار روایت اور درایت کے یہی قول معتمد ہے کہ نیت مشروط ہے نہ ذکر نفس کذا فی حاشیۃ المدنی وقالا یقع فی اخترت الاولی الآخرۃ واحدۃ بائنۃ واختارہ
الطحاوی بحر واقرہ المقدسی وفی الحاوی القدسی وبہ ناخذ انتہی فقد افاد ان قولہما ہو المفتی بہ لان قولہم وبہ ناخذ من الالفاظ المعلم بہا علی الافتاء کذا بخط الشرف
الغزی محشی الاشباہ اور صاحبین رح نے کہا کہ اخترت الاولی مین اور اخترت الوسطی اور اخترت الآخرۃ مین ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور طحاوی
نے اسکو پسند کیا ہے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہے اسکو مقدسی نے اور حاوی قدسی مین ہے کہ اسی روایت کو ہم لیتے ہین تو حاوی قدسی کے کلام نے
البتہ اسکا فائدہ بخشا کہ صاحبین ہی کا قول مفتی بہ ہے اسواسطے کہ فقہا کا یون کہنا کہ بہ ناخذ یعنی ہم اسی کو لیتے اُن الفاظ سے ہے جنسے اعلام دیا جاتا ہے
افتا پر ایسا ہی مرقوم ہے شرف غزی محشی اشباہ کے دستخط سے ولو قالت فی جواب التخییر المذکور طلقت نفسی او اخترت نفسی تطلیقۃ او اخترت الطلقۃ
الاولی بانت بواحدۃ فی الاصح لتفویضہ بالبائن فلا تملک غیرہ اور اگر عورت نے کہا تخییر مذکور کے جواب مین کہ طلاق دی مین نے اپنی
ذات کو یا اختیار کیا مین نے اپنی ذات کو ایک طلاق کر یا مین نے پہلی طلاق اختیار کی تو ایک طلاق بائن ہوگی مذہب اصح مین اسواسطے کہ زوج نے طلاق
بائن تفویض کی ہے تو عورت مالک نہین غیر بائن کی یعنی رجعی کو اختیار نہین کر سکتی امرک بیدک فی تطلیقۃ او اختاری تطلیقۃ فاختارت نفسہا
طلقت رجعیۃ لتفویضہ الیہا بالصریح والمقید للبینونۃ اذا قرن بالصریح صار رجعیا لعکسہ زوج نے کہا تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہے ایک طلاق مین یا اختیار
کر ایک طلاق کو سو عورت نے اپنی ذات کو اختیار کیا تو اسکو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ زوج نے اسکو صریح طلاق تفویض کی اور صریح طلاق سے
رجعی طلاق واقع ہوتی ہے نہ بائن اور جو لفظ کہ بینونت کا فائدہ دیتا ہے جب صریح سے متصل ہوگا تو بائن بھی رجعی ہو جائیگا چنانچہ بالعکس اسکے یعنی جب صریح
متصل بائن کے ہوگا تو صریح بائن ہو جاتا ہے چنانچہ انت طالق بائن مین طلاق بائن ہی واقع ہوگی یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی لفظ امر بالید اور لفظ
اختیار کا بینونت کا مفید ہے پھر طلاق رجعی ہونے کی کیا وجہ شارح نے جواب دیا کہ جب بائن کے بعد صریح متصل ہوتا ہے تو رجعی ہو جاتا ہے اور صریح کے بعد بائن جب متصل ہوگا تو
بھی رجعی ہوگا قید بفی وشلہا الباء بخلاف لتطلقی نفسک وحتی تطلقی فہی بائنۃ مقید کیا مصنف نے مثال مذکور کو بحرف فی اور مثل فی کے بے بھی ہے مقید کیا بسبب مخالفت لتطلقی نفسک
یا حتی تطلقی کے کہ اسمین ایک طلاق بائن ہوتی ہے یعنی امرک بیدک فی تطلیقۃ مین رجعی طلاق ہوتی ہے بسبب اتصال صریح کے بائن کے ساتھ اسواسطے کہ فی اور بے
بیان واسطے ظرفیت کے ہے اور ظرف و مظروف کا اتصال صریح ہے بخلاف امرک بیدک لتطلقی نفسک کے یعنی تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہے تا کہ تو اپنی ذات کو طلاق دے یا یون کہا
کہ امرک بیدک حتی تطلقی یعنی تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہے طلاق دینے تک کہ اسمین لفظ طلاق کا متصل ہے اسواسطے کہ علت اور غایت شی کی شی سے جدا ہوتی ہے تو جب صریح
بائن سے متصل نہوئی تو بائن ہی واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو جعل امرہا بیدہا لو لم تصل نفقتی الیک فطلقی نفسک متی شئت فلم تصل فطلقت کان بائنا لان
لفظۃ الطلاق لم تکن فی نفس الامر چنانچہ اگر عورت کو طلاق کا اختیار دیا اسطرح کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہے اگر میری طرف سے تجھکو خرچ نہ پہونچے تو طلاق
دے لینا اپنی ذات کو جب چاہنا پھر زوج کی طرف سے خرچ نہ پہونچا سو عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی تو یہ طلاق بائن ہوگی اسواسطے کہ لفظ طلاق کا لفظ امر کی
ذات سے متصل نہ تھا پھر جب اتصال صریح کا بائن سے نہوا تو بائن طلاق واقع ہوگی م نفس الامر سے یہان واقع مراد نہین بلکہ لفظ امرک بیدک مراد ہے نتائل فروع مسائل
ملحقہ شارح کے قال لرجل خیر امرأتی فلا خیار لہا ما لم یخیر ہا زوج نے کسی مرد سے کہا طلاق کا اختیار دے میری زوجہ کو سو عورت طلاق کو اختیار نہین کر سکتی جب تک
وہ مرد عورت کو اختیار نہ دے اسواسطے کہ زوج نے ایک امر کا امر کیا تو جبتک وہ مرد اسکو نکریگا زوج کا ماموربہ حاصل ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر
بخلاف اخبرہا بالخیار لاقرارہ بہ بخلاف اس قول کے کہ اگر زوج نے کسی مرد سے کہا کہ خبر کردے عورت کو اختیار کی سو عورت نے قبل خبر پہونچانے اس
مرد کے طلاق لی تو طلاق واقع ہوگی بسبب اقرار کرنے زوج کے اختیار کے یعنی اس قول مین اختیار مقدم ہے خبر پر تو گویا زوج نے خود ثبوت اختیار کا
اقرار کیا قال لہا انت طالق ان شئت واختاری فقالت شئت واخترت وقع ثنتان زوج نے کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہے اگر تو چاہے اور اختیار کر طلاق کو

سو کہا زوجہ نے کہ مین نے چاہا اور اختیار کیا تو دو طلاق واقع ہونگی ایک مشیت سے اور دوسری اختیار سے **قال اختاری الیوم وغدا** اتحد کہا زوج نے کہ اختیار کر آج اور کل تو یہ ایک ہی اختیار ہوا تو اگر عورت آج کے اختیار کو رد کریگی تو کل کا بھی اختیار باطل ہوگا **ولو قال اختاری الیوم واختاری غدا** تعدد اور اگر کہا کہ اختیار کر آج اور اختیار کر کل تو یہ متعدد ہوا یعنی دو اختیار ہوئے بسبب اعادہ لفظ اختیار کے بواسطہ عطف کے اور عطف مقتضی ہے مغایرت کا تو آج کے اختیار رد کرنے سے کل کا اختیار نہ باطل ہوگا **قال اختاری الیوم او امرک بیدک ہذا الشہر خیرت فی بقیتہما** کہا کہ اختیار کر آج یا یون کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہے اس مہینے مین تو مختار ہوگی عورت بقیہ دن مین اور بقیہ مہینے مین یعنی اگر زوج نے پہر دن چڑھے اختیار دیا تو تین پہر تک اختیار عورت کو حاصل ہے اور اگر مثلاً دسوین تاریخ اختیار دیا تو بیس یا انیس دن تک اختیار ہے **وان قال یوما او شہرا فمن ساعۃ تکلم الی مثلہا من الغد والی تمام ثلثین یوما** اور اگر زوج نے کہا اختاری یوما یعنی اختیار کر ایکدن یا یون کہا کہ اختیار کر ایک مہینہ یعنی یوم اور شہر کو نکرہ کہا تو بولنے کے وقت سے دوسرے دن کے اسیوقت تک پہلی صورت مین اور بولنے کے وقت سے پورے تیس دن تک دوسری صورت مین عورت مختار ہے طلاق کی **ولو جعل لہا اس الشہر خیرت فی اللیلۃ الاولی و یومہا** اور اگر زوج نے عورت کا اختیار مہینے کے سرے پر قرار دیا تو عورت مختار ہوگی اس مہینہ کی پہلی رات اور اُسکے دن مین **ولا یبطل الموقت بالاعراض بل بمضی الوقت علمت او لا** اور باطل نہین ہوتا معین وقت مجلس عورت کے اعراض اور روگردانی سے بلکہ اختیار باطل ہوتا ہے وقت معین کے گذر جانے سے عورت کو تخییر کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو بخلاف اختیار غیر معین کے کہ وہ اعراض سے باطل ہوتا ہے

باب الامر بالید

یہ باب ہے امر بالید کا امر بیان بمعنی حال کے ہے اور ید بمعنی تصرف کے یعنی یہ باب ہے طلاق عورت کے حال کے بیان کا جس طلاق کو اُسکے زوج نے اسکے تصرف مین کر دیا تخییر کو مقدم کیا اسواسطے کہ تخییر باجماع صحابہ ثابت ہے بخلاف امر بالید کے اگرچہ اسمین اختلاف نہین لیکن صحابہ کا اجماع نہین کذا فی حاشیۃ المدنی **ہو کالاختیار الا فی نیۃ الثلث** لا غیر امر بالید مانند اختیار کے ہے نیت کی طرف محتاج ہونے مین اور مجلس تک مقید ہونے مین اور نفس کے ذکر کرنے مین یا جو نفس کے قائم مقام ہو مگر تین طلاق کی نیت کرنے مین اختیار کے مانند نہین ہے اسکے غیر مین یعنی فقط اتنا فرق ہے کہ اختیار مین تین طلاق کی نیت صحیح نہین اور امر بالید مین صحیح ہے باقی امور مین دونون برابر مین **فاذا قال لہا ولو صغیرۃ لانہ کالتعلیق بزازیۃ امرک بیدک او بشمالک او فمک او لسانک ینوی ثلثا ای تفویضہا فقالت فی مجلسہا اخترت نفسی بواحدۃ او قبلت نفسی او اخترت امری او انت علی حرام او منی بائن او انا منک بائن او طالق وقعن** جبکہ کہا زوج نے زوجہ سے اگرچہ عورت صغیرہ ہو اسواسطے کہ امر بالید مثل تعلیق کے ہے کذا فی البزازیہ اس طرح کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین یا تیرے بائین ہاتھ مین ہے یا تیرے منہ مین یا تیری زبان مین ہے تفویض تین طلاق سے تین کی نیت کر کے کہا سو زوجہ نے اپنی مجلس مین کہا کہ مین نے اپنی ذات کو اختیار ہ واحدہ کر اختیار کیا یا قبول کیا مین نے اپنی ذات کو یا اختیار کیا امر اپنا یا عورت نے کہا کہ تو مجھپر حرام ہے یا کہ تو مجھسے بائن ہے یا کہ مین تجھسے بائن ہون یا طالق ہون تو سب صورتون مین تین طلاق واقع ہونگی **ثم صغیرۃ** کی تخییر صحیح ہے مثل تعلیق کے یعنی اگر یون کہا کہ **ان اخترت نفسک فانت کذا** پھر جب صغیرہ اختیار کریگی تو شرط پائی جاویگی تو طلاق واقع ہوگی اسیطرح صغیرہ کے ایقاع سے بھی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ جانور کے فعل سے بھی تعلیق صحیح ہے اسیطرح صغیرہ کذا فی حاشیۃ المدنی **وکذا لو قال ابوہا قبلتہا خلاصۃ وینبغی ان یقید بالصغیرۃ** اور اسیطرح تین طلاق واقع ہونگی اگر تفویض مذکور مین عورت کے باپ نے کہا کہ مین نے قبول کیا انکو یعنی تین طلاق کو کذا فی الخلاصہ اور لائق یون ہے کہ اس مسئلہ کو مقید بصغیرہ کیجیے یعنی صغیرہ کے باپ کا قبول بھی موجب ہے طلاق کا مگر شارح نے قید صغیرہ کی مصنف نہر الفائق کی تقلید سے لگائی حالانکہ اسکی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ عبارت خلاصہ عام ہے بلا قید بائن لفظ لو جعل امرہا بیدہا فقال ابوہا قبلت طلقت اسواسطے کہ امر جب باپ کے ہاتھ مین ہے اور پھر اُسنے قبول کیا تو طلاق واقع ہو جاویگی خواہ عورت صغیرہ ہو خواہ کبیرہ اسواسطے کہ یہ مانند تعلیق کے ہے بلکہ اجنبی شخص کو اختیار دینا بھی صحیح ہے اگرچہ عورت کبیرہ ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الشیخ الرحمتی المحشی **واعتدی طلاقک وامرک بید اللہ وبیدک** او امری بیدک علی المختار خلاصۃ **کامرک بیدک** وفی ذکر اسم اللہ تعالیٰ للتبرک وفی ان لم تتوثلثا فواحدۃ اور یہ اقوال یعنی مین نے تجھکو

تیری طلاق عاریت دی اور امر تیرا خدا کے ہاتھ مین ہو یعنی اختیار مین اور تیرے ہاتھ مین ہو اور امر میرا تیرے ہاتھ مین ہو بنابر قول مختار کے کذا فی الفتاوی
اقوال مذکورہ مانند امرک بیدک کے ہین تین طلاق واقع ہونے مین بشرط نیت کے اور اس قول مین کہ امرک بید اللہ و بیدک ذکر اسم اللہ تعالی کا محض برکت
کیواسطے ہو اور اگر ان اقوال مین تین طلاق کی نیت نہ کریگا تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی **ولو طلقت ثلثا فقال نویت واحدۃ ولا دلالۃ حلف وتقبل بینتہا علی**
الدلالۃ کما مر اور اگر امر بالید وغیرہ مین عورت نے اپنی ذات کو تین طلاق کر مطلقہ کیا پھر زوج نے کہا کہ مین نے تخییر مین ایک ہی طلاق کی نیت کی تھی اور حالانکہ
دلالت حال اُسوقت موجود نہین تو قسم لیجاویگی زوج سے تین طلاق کی نیت کرنے پر اور اگر عورت گواہ لاویگی تو مقبول ہونگے اُسکے گواہ دلالت حال پر یا
اُسکے اقرار پر چنانچہ یہ مضمون اول باب الکنایات مین مذکور ہوچکا **واتحاد المجلس علمہا وذکر النفس او ما یقوم مقامہا شرط فلو جعل امرہا بیدہا ولم تعلم فطلقت**
نفسہا لم تطلق لعدم شرط خانیہ اور متحد ہونا مجلس تخییر اور اختیار کا اور دریافت کرنا عورت کا تخییر زوج کو اور مذکور ہونا نفس یا اسکے قائم مقام کا شرط ہی سو
اگر زوج نے لفظ امر بالید کا عورت کو اختیار دیا اور اُسکو اُسکا علم نہوا اور عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی تو عورت پر طلاق نہ پڑیگی بسبب نہ پائے جانے شرط وقوع طلاق
کے یعنی علم کے کذا فی الخانیہ **وکل لفظ یصلح للایقاع منہ یصلح للجواب منہا وما لا یصلح للایقاع منہ فلا یصلح للجواب منہا فلو قالت انا طالق او طلقت**
نفسی وقع بخلاف نحو طلقتک لان المرأۃ توصف بالطلاق دون الرجل اختیار اور جو لفظ کہ لیاقت رکھتا ہی ایقاع طلاق کی جانب زوج سے وہی لیاقت رکھتا
ہی جواب کی جانب زوجہ سے اور جو ایقاع کی لیاقت نہین رکھتا جانب زوج سے وہ عورت کی طرف سے بھی جواب کی لیاقت نہین رکھتا تو اگر عورت نے
کہا کہ مین طالق ہون یا یون کہا کہ مین نے اپنی ذات کو طلاق دی تو واقع ہوگی اسواسطے کہ دونون لفظ ایقاع طلاق کے لائق ہین جانب زوج سے
بخلاف ایسے قول کے کہ عورت مرد سے کہے کہ مین نے تجھکو طلاق دی ہر چند یہ لفظ ایقاع زوج کے لائق ہی لیکن عورت کے جواب کے لائق نہین اسواسطے
کہ عورت موصوف ہوتی ہی وقوع طلاق کر نہ مرد کذا فی الاختیار یعنے عورت پر طلاق واقع ہوتی ہی نہ مرد پر **الا لفظ الاختیار خاصۃ فانہ لیس من**
الفاظ الطلاق ویصلح جوابا منہا بدائع مگر لفظ اختیار کا خاص کر اسواسطے کہ لفظ اختیار کا طلاق واقع کرنے کے الفاظ سے نہین اور حالانکہ جواب کے
لائق ہی عورت کی طرف سے کذا فی البدائع لکن یرد علیہ صحتہ بقبولہا وقبول ابیہا کما مر فتدبر لیکن اعتراض وارد ہوتا ہی مصنف پر حصر کرنے پر جواب صحیح
ہونے کا عورت کے قبول کرنے سے اور اُسکے باپ کے قبول کرنے سے چنانچہ اسی باب مین عنقریب مذکور ہوچکا سو اسکو غور کر یعنی مصنف نے دعوی کیا کہ سواے لفظ
اختیار کے جو لفظ صالح ہی ایقاع کا وہی صالح ہی جواب کا اور حالانکہ قبول کرنا زوجہ اور اُسکے باپ کا جواب کا صالح ہی اور ایقاع کا صالح نہین اور جواب مصنف
کیطرف سے یون ہوسکتا ہی کہ قبول کا جواب تابتقدیر طلاق کے ہی یعنی گویا عورت یون کہتی ہی کہ مین نے طلاق قبول کی اور طلاق کا لفظ ایقاع اور جواب دونون
کے لائق ہی کذا فی حاشیۃ المدنی **وفی قولہا فی جوابہ طلقت نفسی واحدۃ او اخترت نفسی بتطلیقۃ بانت بواحدۃ لما مر ان المعتبر تفویض الزوج لا ایقاعہا**
اور یون عورت کے کہنے مین مرد کے جواب امر بالید مین کہ مین نے اپنی ذات کو مطلقہ کیا ایک طلاق کر یا یون کہا کہ مین نے اپنی ذات کو پسند کیا ایک طلاق کر تو
بائن ہوگی ایک طلاق کر اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ معتبر بائن یا رجعی ہونے مین تفویض زوج کی ہی نہ ایقاع عورت کا یعنی ہر چند عورت کے جواب مین لفظ
طلاق ہی اور لفظ طلاق سے رجعی واقع ہوتی ہی نہ بائن لیکن چونکہ زوج نے بلفظ امر بالید بائن کی تفویض کی تو اُسکی تفویض کا اعتبار ہوگا نہ عورت کے جواب کا اور جبکہ
سے تین طلاق کا اختیار عورت کو دیا تو ایک طلاق کا بھی اُسکو اختیار ہوگا **ولا یدخل اللیل فی قولہ امرک بیدک الیوم وبعد غد لانہما تملیکان** اور نہ داخل ہوگی رات
مرد کے اس قول مین کہ تیرا امر تیرے ہاتھ آج اور کل کے بعد یعنی پرسون رات اسواسطے داخل نہین کہ اس قول مین دو تملیکین ہین جدا جدا **فان ردت الامر لو بطل الامر**
فی ذلک الیوم وکان امرہا بیدہا بعد غد ولو طلقت لیلا لم یصح لانہ لاطلاق لا امرۃ سو اگر مثال مذکور مین رد کیا عورت نے اختیار آج کا تو باطل ہوگا اختیار آج کا اور اُسکا اختیار باقی
رہیگا پرسون اور اگر عورت طلاق دیگی رات کو تو صحیح نہوگی اسواسطے کہ رات اس تخییر مین داخل نہین اور طلاق نہ دیگی عورت مگر ایکبار یعنی ہر چند دو تملیکین ہین جدا جدا لیکن ایک طلاق کے سوا

دو طلاق نہین دے سکتی کذا فی حاشیۃ الحلبی و یدخل اللیل فی امرک بیدک الیوم وغدًا وان ردته فی یومہا لم یبق فی الغد لانہ تفویض واحد ور داخل ہو رات اس قول مین کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہو آج اور کل اور اگر عورت رد کریگی تفویض کو آج تو باقی نرہیگا اختیار کل کے دن مین اسواسطے کہ یہ ایک ہی تفویض تھی و لو قال امرک بیدک الیوم وامرک بیدک غدًا فہما امران ولم یذکر خلافا ولا یدخل اللیل کما لایخفی اور اگر زوج کہیگا کہ امر تیرا تیرے ہاتھ مین ہو آج اور امر تیرا تیرے ہاتھ مین ہو کل تو یہ دو امر ہین اسواسطے کہ دو کلام مستقل ہین اور قاضیخان مین اس مسئلہ مین اختلاف تھا کا مذکور نہین کیا اور اس مسئلہ مین رات نہین داخل چنانچہ یہ مخفی نہین کذا فی حاشیۃ المدنی تنبیہ یہ آگاہ کرنا ہو شارح کی طرف سے دفع تناقض وغیرہ پر ظاہر ما مرانہ یرتد بردہا لکن فی العمادیۃ انہ یرتد قبل قبولہ لا بعدہ کالابراء ظاہر مطلب مسائل مذکورہ کا یہ ہو کہ اختیار عورت کا پھر جاتا ہو اُسکے رد کر دینے سے اور ذخیرہ مین ثابت ہو کہ امر بالید لازم ہو عورت کے رد کرنے سے رد نہین ہوتا دونون قول مین تناقض ثابت ہوا لیکن عمادیہ مین توفیق اس تناقض کی یون مذکور ہی کہ امر بالید مین اختیار عورت کا پھر جاتا ہو قبل قبول کرنے امر کے نہ بعد قبول کرنے کے یعنی اگر عورت نے ہنوز تخییر کو قبول نہین کیا تو رد کر سکتی ہو اور بعد قبول کر چکنے کے رد نہین کر سکتی مانند ابراء کے یعنی قرض سے بری کرنا ہر چند قرضدار کے قبول کرنے پر موقوف نہین لیکن اُسکے رد کرنے سے رد ہو جاتا ہو اور مراد قبول سے یہان مباشرت مفوض الیہ کی ہو قبول لفظی ضرور نہین تو اگر عورت نے بعد تفویض کے اپنی ذات کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہو چکی اب یہ طلاق نہین رد ہو سکتی اور یہ دفع تناقض کا نہایت خوب اور ظاہر ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وانہ فی المتحد لایبقی فی الغد لکن فی الولوالجیۃ امرک بیدک الی راس الشہر فقالت اخترت زوجی بطل خیارہا فی الیوم ولہا ان تختار نفسہا فی الغد عند الامام ووجہہ فی الدرایۃ انہ متی ذکر الوقت اعتبر تعلیقا والا فتملیکا اور ظاہر مطلب مسائل مذکورہ کا یہ ہو کہ تخییر متحد مین یعنی امرک بیدک الیوم وغدًا مین اگر عورت اول دن انکار کریگی تو دوسرے دن مین بھی اختیار عورت کا باقی نرہیگا اور ولوالجیہ مین یون ہو کہ اگر زوج نے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہو اس مہینے کے سرے تک پھر عورت نے کہا کہ مین نے اپنے زوج کو اختیار کیا تو باطل ہوگا اختیار اُسکا اُسدن جسدن اُسنے یہ کہا اور جائز ہو عورت کو کہ اپنے نفس کو اختیار کرے بعد اُسدن کے نزدیک امام کے بخلاف ابی یوسف کے تو باوجود تخییر متحد ہونے کے ایکدن کے رد کرنے سے دوسرے دن کا اختیار باقی رہا تو یہ قول اول قول کا متناقض ہوا اور وجہ قول امام کی درایہ مین مذکور ہو کہ جب تفویض کے ساتھ وقت مذکور ہوگا تو اُسکو تعلیق معتبر کرینگے اور اگر وقت مذکور نہین تو اُسکو تملیک قرار دینگے حلبی نے کہا کہ بیان دونون قضیون مین وقت مذکور ہی تو شارح کی تقریر سے تناقض نہ دفع ہوا طحطاوی نے کہا کہ شارح کو بیان اثبات تناقض منظور ہی نہ دفع تناقض کذا فی حاشیۃ المدنی بقی لو طلقہا بائنا ہل یبطل امرہا ان کان التفویض منجزًا نعم وان کان معلقا کان وخلت الدار فامرک بیدک او موقتا فالاعمادیۃ باقی رہا بیان اس مسئلہ کا کہ اگر زوج نے اول تفویض کی پھر اُسکو طلاق بائن دی تو آیا باطل ہو اختیار عورت کا جواب اُسکا یہ ہو کہ اگر تفویض منجز تھی یعنی معلق شرط پر نہ تھی تو ہان اُسکا اختیار باطل ہوا اسواسطے کہ اگر باطل نہو تو لازم آوے لاحق ہونا بائن کا بائن کو اور حالانکہ یہ جائز نہین اور اگر تفویض معلق ہو اسطرح کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو امر تیرا تیرے ہاتھ مین ہو یا تفویض موقت ہو اسطرح کہ امر تیرا تیرے ہاتھ مین ہو کل تو اختیار عورت کا باطل نہوگا اسواسطے کہ بائن معلق اور بائن موقت کا لاحق ہونا جائز ہو چنانچہ سابق مین گذرا کذا فی العمادیۃ لکن فی البحر عن القنیۃ ظاہر الروایۃ ان المعلق کالمنجز لکن بحر الرائق مین قنیہ سے منقول ہو کہ ظاہر روایت یہ ہو کہ تفویض معلق مانند تفویض منجز کے ہو یعنی دونون صورتون مین اختیار باقی نہین رہتا تو جواب عمادیہ کی تفصیل معتمد اسواسطے کہ ظاہر روایت مقدم ہو فروع مسائل ملحقہ شارح نے لکھا علی ان امرہا بیدہا صح نکاح کیا مرد نے عورت سے اس شرط پر کہ عورت طلاق کی مختار ہو تو یہ صحیح ہو ہم بحر الرائق مین خلاصہ اور بزازیہ سے یہی تفصیل مذکور ہو یعنی اگر یہ شرط مرد کی طرف سے ہو تو عورت کو اختیار نہین اور اگر عورت کی طرف سے ہو تو اختیار ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ادعت جعل امرہا بیدہا لم تسمع الا اذا طلقت نفسہا بحکم الامر ثم ادعتہ فتسمع اور اگر دعوی کیا عورت نے مرد کے مختار کرنے کا عورت کو اس دعوی کی سماعت نہوگی مگر جبکہ طلاق دی عورت نے اپنی ذات کو بموجب امر زوج کے پھر اس تفویض کا دعوی کیا تو مسموع ہوگا اور گواہ طلب ہونگے قالت طلقت فی المجلس بلا تبدل وانکر فالقول لہا کہا عورت نے کہ مین نے طلاق دی اپنی ذات کو مجلس میں بلا تبدل مجلس کے اور زوج نے اُسکا انکار کیا تو عورت

ہی کا قول معتمد ہوگا جعل امرہا بیدہا ان ضربہا بغیر جنایۃ فضربہا ثم اختلفا فالقول لہ لانہ منکر مرد نے عورت کو طلاق کا اختیار دیا اگر اُسکو بے قصور مارے سو اسکو مارا پھر دونون

مختلف ہوئے زوج کہتا ہے کہ مین نے قصور پر مارا زوجہ کہتی ہے کہ نہین بلا قصور مارا تو مرد ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے تقبل بینتہا علی الشرط المنفی کما یجیٔ اور مقبول ہوتے

ہین گواہ عورت کے شرط منفی پر چنانچہ باب التعلیق مین اسکا ذکر آویگا یعنی اگر عورت گواہ لاوے کہ زوج نے اسکو بلا قصور مارا تو لائق یہ ہے کہ مقبول ہوان ہر چند نفی پر گواہ

مقبول نہین لیکن شرط منفی پر مقبول ہین طلب ولیا رہا طلاقہا فقال الزوج لابیہا ما ترید منی افعل ما ترید فخرج فطلقہا ابوہا لم تطلق ان لم یرد الزوج التفویض والقول

لہ فیہ خلاصہ عورت کے والیون نے عورت کی طلاق طلب کی سو زوج نے اُسکے باپ سے کہا کہ تو مجھسے کیا چاہتا ہے کر جو تیرا جی چاہے اور یہ کہکر زوج باہر نکلا پھر عورت

کے باپ نے اُسکو طلاق دی تو عورت کو طلاق ہوگی اگر زوج نے اس قول سے تفویض طلاق کا ارادہ نہ کیا اور زوج ہی کا قول اسمین معتبر ہوگا کذا فی الخلاصہ لا یدخل

نکاح الفضولی مالم یقل ان دخلت امرأۃ فی نکاحی نہ داخل ہوگا نکاح فضولی کا جبتک زوج یون نہ کہے کہ اگر داخل ہو عورت میرے نکاح مین یعنی زوجہ سے زوج نے کہا کہ

اگر مین تجھپر دوسری عورت سے نکاح کرون تو اُسکی طلاق تیرے اختیار مین ہے پھر ایک عورت داخل ہوئی اُسکے نکاح مین فضولی کے نکاح کر دینے سے اور زوج نے فضولی کے نکاح کو جائز رکھا تو زوجہ

اولی اُسکی طلاق کی مالک ہوگی اسواسطے کہ زوج نے اس عورت سے خود نکاح نہین کیا بلکہ دوسرے شخص نے اُسکا نکاح کر دیا اور اُسنے اسکو جائز رکھا اور اسیطرح اگر وکیل نے نکاح کر دیا کذا فی حاشیۃ

المدنی جعل امرہا بید رجلین فطلقہا احدہما لم تقع زوج نے طلاق عورت کی دو شخص کو تفویض کی پھر اُنمین سے ایک شخص نے طلاق عورت کو دی تو طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ایک کو فقط اختیار نہ تھا

فصل فی المشیۃ یہ فصل ہے مشیت مین یعنی وہ مسائل جنمین طلاق عورت کی خواہش پر زوج نے رکھی لیکن اول مصنف نے مسئلہ طلقی نفسک کا مقدم کیا سائل

مشیت پر **قال لہا طلقی نفسک ولم ینو او نوی واحدۃ** او ثنتین فی الحرۃ **فطلقت وقعت رجعیۃ وان طلقت ثلثا ونواہ وقعن** قید بخطابہا لانہ

لو قال طلقی ای نسائی شئت لم تدخل تحت عموم خطابہ کہا زوج نے زوجہ سے کہ طلاق دے اپنی ذات کو اور کچھ نیت نہ کی یا ایک طلاق کی نیت کی یا دو

طلاق کی نیت کی حرہ مین پھر زوجہ نے اپنی ذات کو طلاق دی خواہ ایکبار خواہ دو بار خواہ تین بار اور یہ تینون صورتین عدم نیت کے ساتھ ہون یا ایک طلاق کی نیت

کے ساتھ ہو یا دو طلاق کی نیت کے ساتھ ہو تو ان سب صورتون مین ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور اگر عورت نے تین بار طلاق دی اور حالانکہ مرد نے نیت بھی تین

کی کی تھی تو اسصورت مین تین طلاق واقع ہونگی مصنف نے طلقی نفسک کو عورت کے خطاب سے مقید کیا اسواسطے کہ اگر یون کہا کہ تو طلاق دے میری عورتون مین سے

جس عورت کو کہ تو چاہے تو مخاطبہ اس عموم خطاب مین نہ داخل ہوتی یعنی بسبب قرینہ مقام کے مخاطبہ اس صورت مین خود اپنی ذات کو طلاق نہ دیسکتی **وبقولہا فی جوابہ**

ابنت نفسی طلقت رجعیۃ ان جازہ لانہ کنایۃ اور زوج کے جواب مین یعنی طلقی نفسک کے جواب مین عورت کا یون کہنا کہ مین نے اپنی ذات کو طلاق بائن دی ایک

طلاق رجعی اُسپر واقع ہوگی اگر زوج نے اسکو جائز رکھا اسواسطے کہ ابنت نفسی کنایہ ہے اور کنایہ محتاج ہوتا ہے نیت کا مگر زوج نے طلاق رجعی کو مفوض کیا اور زوجہ نے

طلاق بائن دی تو اصل طلاق مین دونون کلام موافق ہوئے وصف بینونت زوجہ نے زیادہ کیا تھا سو لغو ہوگیا اور یہ جو شارح نے اجازت زوج کی شرط لگائی اور

بسبب کنایہ ہونے کے احتیاج نیت کی طرف اشارہ کیا سو اسکی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ طلاق کا حکم کرنا صاف دلیل ہے کہ زوج نے طلاق کی نیت کی تو اب کیا حاجت

رہی اجازت اور نیت کی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی **لا باخترت نفسی** ان اجازہ لان الاختیار لیس بصریح ولا کنایۃ اور نہ واقع ہوگی طلاق عورت کی اس قول

سے کہ مین نے اپنی ذات کو اختیار کیا اگرچہ زوج اُسکو جائز رکھے اسواسطے کہ لفظ اختیار نہ طلاق صریح مین داخل ہے نہ کنایہ مین اور لفظ اختیار سے ایقاع طلاق نہین ہوتا تو جواب

بھی نہوگا چنانچہ سابق مذکور ہو چکا **ولا یملک الزوج الرجوع عنہ** ای عن التفویض بانواعہ الثلثۃ لما فیہ من معنی التعلیق اور مالک نہین زوج تینون قسم کی تفویض

سے رجوع کرنیکا خواہ تفویض بلفظ تخییر ہو خواہ بلفظ امر بالید ہو خواہ یون ہو کہ طلقی نفسک رجوع کا اختیار اسواسطے نہین کہ تفویض مین تعلیق کے معنی پائے

جاتے ہین اور تعلیق مین رجوع کا اختیار نہین تو تفویض مین بھی نہین **وتقید بالمجلس لانہ تملیک الا اذا زاد متی شئت** ونحوہ مما یفید عموم الوقت فمطلق

مطلقا اور امر تطلیق کا مقید ہے مجلس علم سے اسواسطے کہ تملیک ہے مگر جبکہ زوج نے متی شئت اور مانند اسکے جو عموم وقت کا مفید ہو زیادہ کیا ہو تو عورت مطلقہ

مطلقاً یعنی ہر وقت طلاق دے سکیگی یعنی جب زوج نے کہا کہ طلقی نفسک متی شئت واذا شئت تو مجلس اور غیر مجلس ہر وقت عورت کو اختیار ہی **ولو قال لرجل فی لک ادقال لہا**
طلقی ضرتک لم یتقید بالمجلس لانہ توکیل **فلہ الرجوع الا اذا زاد و کلما عزلتک فانت وکیل** اور اگر کہا زوج نے کسی مرد سے اس کلام کو یعنی اپنی زوجہ کی تطلیق کو یا کہا زوجہ سے کہ
طلاق دے اپنی سوت کو تو یہ مقید بمجلس نہوگا تو اسکو مجلس اور بعد مجلس کے طلاق دینے کا اختیار ہی اسواسطے کہ یہ کلام خالص توکیل ہی تملیک کا اسمین لگاؤ نہین پھر جب توکیل ہوئی تو زوج
کو رجوع کرنا بھی درست ہی اسواسطے کہ وکالت عقد جائز ہی نہ لازم مگر جسوقت کہ زوج نے امر تطلیق کے ساتھ اتنا مضمون زیادہ کیا کہ ہر وقت کہ مین تجھکو معزول کر دون سو
تو میرا وکیل ہی تو اب زوج وکیل کو معزول نہین کر سکتا ام بحر الرائق مین اس وکالت عامہ کے عزل کی تدبیر یون بتلائی کہ یون کہے کہ مین نے تجھکو جمیع وکالت سے معزول کیا کذا فی
حاشیۃ المدنی **الا اذا زاد ان شئت فیتقید بہ ولا یرجع** لصیرورتہ تملیکا توکیل مقید بمجلس نہین ہوتی مگر جبکہ توکیل مین زوج نے ان شئت کا لفظ زیادہ کیا یعنی یون
کہا طلاق دے تو سیری زوجہ کو اگر تیرا جی چاہے تو اسوقت مین مقید بمجلس ہوگا اور زوج رجوع نکر سکیگا بسبب ہو جانے توکیل کے تملیک یعنی جب وکیل کی خواہش پر تفویض ہوئی تو
وکالت باقی رہی اسواسطے کہ وکالت مین خواہش یا عدم خواہش وکیل کو دخل نہین وفی الخانیۃ طلقھا ان شاءت لم یصح بلا ما لم تشا رفاذا شارت فی مجلس علمھا طلقھا فی مجلسہا لا غیر والوکالۃ
عنہ غافلون اور خانیہ مین ہی کہ ایک مرد نے زوج نے کہا کہ طلاق دے زوجہ کو اگر وہ چاہے تو وہ مرد وکیل نہوگا جبتک عورت طلاق کی خواہش کریگی پھر جب عورت طلاق کی خواہش کریگی
اپنی مجلس علم مین تو وکیل اسکو طلاق دے اپنی مجلس مین نہ غیر اس مجلس مین اسواسطے کہ مشیت عورت کی منحصر ہی مجلس پر تو اسیطرح وکالت اسکی مشیت کی بھی مجلس پر منحصر ہوگی اور وکیل
اس مسئلہ سے غافل ہین یعنے وکلا طلاق نہین جانتے کہ ایقاع طلاق مشیت کی مجلس تک مقید ہی تو یہ مسئلہ مستثنی ہی اس قاعدے سے کہ وکالت مجلس کی مقید نہین کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی
ناقلا عن النہر **قال لہا طلقی نفسک ثلثا او ثنتین فطلقت واحدۃ وقعت** لان البعض ما فوضہ وکذا الوکیل ما لم یقل بالف کہا زوج نے زوجہ سے کہ طلاق دے اپنی ذات
کو تین بار یا دو بار پھر زوجہ نے اپنی ذات کو ایکبار طلاق دی تو یہ ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ایک طلاق بعض ہی تفویض زوج کی یعنی جب کل کا اختیار ہوا تو بعض کا بھی ہوگا اور اسیطرح
وکیل کا حکم ہی جبتک یہ نہ کہے زوج کہ عوض ہزار کے یعنی وکیل کو تین یا دو طلاق کا اختیار دیا اور وکیل نے ایک طلاق واقع کی تو واقع ہوگی اور اگر وکیل سے زوج نے یون کہا کہ زوجہ کو تین طلاق
دے بعوض ہزار درم کے مثلا تو اس صورت مین اگر وکیل ایک طلاق واقع کریگا تو نہ واقع ہوگی **لا یقع شئی فی عکسہ** فلا واحدۃ نہ واقع ہوگی کوئی طلاق اسکے بالعکس مین یعنے اگر یون کہا
کہ ایک طلاق دے اپنی ذات کو سو عورت نے یکبارگی تین دے لین تو کوئی طلاق واقع ہوگی امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ ایک طلاق واقع ہوگی **طلقی نفسک ثلثا ان شئت فطلقت**
واحدۃ وکذا عکسہ لا یقع فیہما لاشتراط الموافقۃ لفظا لما فی تعلیق الخانیۃ امرہا لیجبر فطلقت ثلثا او بواحدۃ فطلقت نصفا لم یقع کہا مرد نے کہ طلاق دے اپنی ذات کو تین طلاق
اگر تو چاہے سو طلاق دی عورت نے اپنی ذات کو ایک طلاق اور اسیطرح بالعکس یعنے طلاق دے اپنی ذات کو ایک طلاق اگر سو عورت نے تین طلاق واقع کین تو ان دونون صورتون مین طلاق
نہ واقع ہوگی کیونکہ شرط ہو موافقت لفظی کے اسواسطے کہ خانیہ کے باب التعلیق مین ہی کہ امر کیا زوج نے زوجہ کو دس طلاق کا اسطرح پر کہ اپنی ذات کو دس طلاق دے اگر تو چاہے پھر
عورت نے تین طلاق واقع کین یا امر کیا تھا ایک طلاق کا سو اسنے نصف طلاق واقع کی تو دونون صورتون مین طلاق نہ واقع ہوگی بسبب مخالفت لفظی کے اس مسئلہ
مین بدون موافقت لفظی کے موافقت معنوی کافی نہین بخلاف مسئلہ سابقہ کے جسمین مشیت پر تعلیق نہین **امرہا ببائن او رجعی فعکست فی الجواب وقع ما امر الزوج بہ**
ویلغو وصفہا والاصل ان المخالفۃ فی الوصف لا تبطل الجواب بخلاف الاصل ہذا اذا لم یکن معلقا بمشیتہا فان علقہ بمشیتہا فعکست لم یقع شئی لانہا ما اتت بمشیئۃ ما
فوض الیہا خانیۃ بحر امر کیا مرد نے عورت کو طلاق بائن کا یا رجعی کا سو عورت نے جواب مین بالعکس کہا یعنی پہلی صورت مین طلاق رجعی اور دوسری صورت مین طلاق بائن واقع
کی تو وہی طلاق واقع ہوگی جسکا زوج نے امر کیا اسواسطے کہ اصل طلاق حاصل ہی ساتھ زیادتی وصف کے یعنی رجعی ہونا یا بائن ہونا سو اصل قائم رہیگی اور وصف لغو
ہو جائیگا اور قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہی کہ مخالفت جواب کی تفویض سے اگر وصف مین ہی تو یہ مخالفت جواب کو باطل نہین کرتی بلکہ وصف باطل ہوتا ہی چنانچہ بائن اور رجعی
کی مخالفت بخلاف مخالفت اصل کے کہ اسمین جواب ہی باطل ہو جاتا ہی چنانچہ امام کے نزدیک ایک طلاق کی تفویض مین تین طلاق واقع کرنا اور یہ وصف کا لغو ہونا اور حکم
تفویض زوج کے واقع ہونا اسوقت ہی جبکہ طلاق معلق نہو سو اگر عورت کی مشیت پر مرد نے طلاق کو معلق کیا اور عورت نے جواب بالعکس کہا تو کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ عورت بجا نہ لائی

اس امر کو جو اسکی مشیت پر مفوض ہوا تھا کذا فی البحر ناقلا عن الخانیہ قال لہا انت طالق ان شئت فقالت شئت ان شئت انت فقال شئت ینوی
الطلاق او قالت شئت ان کذا المعدوم ای لم یوجد بعد کان شاء ابی وان جاء اللیل وہی فی النہار بطل الامر لفقد الشرط کہا عورت سے کہ تو طالق ہے اگر تو چاہے
عورت نے کہا مرد سے کہ میں نے چاہا اگر تو نے چاہا سو مرد نے کہا کہ میں نے چاہا اور اس قول سے طلاق کی نیت کی یا عورت نے جواب میں یوں کہا کہ میں نے چاہا اگر ایسا امر ہو یعنی امر معدوم
پر تعلیق کی مراد امر معدوم سے وہ امر ہے جو ممکن الوجود ہو لیکن ہنوز موجود نہیں مثلاً یوں کہا عورت نے کہ میں نے چاہا اگر میرے باپ نے چاہا یا یوں کہا کہ میں نے چاہا اگر رات آوے
اور حالانکہ عورت وقت تکلم کے دن میں ہے تو ان دونوں صورتوں میں باطل ہوگا امر یعنی طلاق جو معلق تھی عورت کی مشیت پر وہ باطل ہوگی بسبب پائے جانے شرط کے اسواسطے
کہ شرط زوج کی مطلق مشیت تھی بلا قید اور عورت نے اپنی مشیت کو معلق اور مقید کر دیا تو حقیقت میں شرط پائی گئی وان قالت شئت ان کان کذا الامر قد مضی اراد بالماضی
المحقق وجودہ کان کان ابی فی الدار وہو فیہا او ان کان ہذا لیلا وہی فیہ مثلا طلقت لانہ تنجیز اور اگر تفویض مذکور کے جواب میں عورت نے کہا کہ میں نے چاہا اگر ایسا ہو یعنی معلق کیا
امر ماضی پر مراد ماضی سے وہ امر ہے جو ثابت الوجود ہو چنانچہ عورت نے کہا کہ میں نے چاہا اگر میرا باپ گھر میں ہو اور حالانکہ اسکا باپ گھر میں موجود ہے یا یوں کہا کہ میں نے چاہا اگر یہ وقت [illegible]
اور حالانکہ عورت اسوقت رات ہی میں تھی مثلاً تو عورت مطلقہ ہوگی اسیوقت اسواسطے کہ تعلیق امر ثابت الوجود پر درحقیقت تعلیق نہیں بلکہ تنجیز ہے قال لہا انت
طالق متی شئت او متی ما شئت او اذا شئت او اذا ما شئت فردت الامر لا یرتد ولا یتقید بالمجلس ولا تطلق نفسہا الا واحدۃ لانہا تعم الازمان لا الافعال فتملک
التطلیق فی کل زمان لا التطلیق بعد التطلیق کہا عورت سے کہ تو طالق ہے جبکہ تو چاہے یہ عموم زمانی خواہ بلفظ متی شئت ذکر کیا یا متی ما شئت یا اذا شئت یا اذا ما شئت کے
لفظ سے بیان کیا پھر عورت نے رد کیا امر کو یعنی کہا کہ میں طلاق نہیں چاہتی تو اس رد کرنے سے عورت کا اختیار رد نہوگا یہ اختیار مشیت کا مجلس علم پر اور نہ طلاق دے
سکیگی عورت مگر ایک طلاق اسواسطے کہ یہ الفاظ سب زمانوں کو شامل ہیں نہ افعال کو تو عورت مالک رہیگی طلاق کی ہر زمانہ میں اور مالک نہوگی دوسری تطلیق کی بعد تطلیق اول
کے بسبب عموم افعال کے ولہا التفریق الثلث فی کلما شئت ولا تجمع ولا تثنی لانہا للعموم الافراد اور عورت کو اختیار ہے تین طلاق کو علیحدہ علیحدہ لیا کلما شئت میں
یعنی مرد نے کہا کہ تو طالق ہے ہر بار کہ تو چاہے سو عورت نے ایک مجلس میں کہا کہ میں نے اپنی ذات کی طلاق چاہی پھر دوسری مجلس میں یوں ہی کہا تیسری مجلس میں یوں
ہی کہا تو درست ہے لیکن تین طلاق کو ایک مجلس میں جمع نکر سکیگی اور نہ دو طلاق کو اسواسطے کہ کلما کا لفظ موضوع ہے واسطے عموم افراد کے تو ہمیں جمع اور تثنیہ کا ارادہ صحیح
نہیں ولو طلقت بعد زوج آخر لا یقع ان کانت طلقت نفسہا ثلثا متفرقۃ والا فلہا التفریق بعد زوج آخر وہی مسئلۃ الہدم الآتیۃ اور اگر طلاق واقع کی عورت نے بعد
دوسرے زوج کے تو طلاق نہ واقع ہوگی اگر اپنی ذات کو تین متفرق طلاق دے چکی ہوگی یعنی اگر زید نے مثلاً حمیدہ سے کہا کہ انت طالق کلما شئت سو اسنے تین طلاق متفرق اپنے
نفس پر واقع کیں اور اسنے خالد سے نکاح کیا پھر خالد نے اسکو طلاق دی پھر حمیدہ نے زید سے نکاح کیا اور اپنی ذات پر طلاق واقع کی تو یہ طلاق ثانی نہ واقع ہوگی اسواسطے
کہ تعلیق کلما شئت کی اول ملک تک تھی تو اس ملک ثانی مستحدث کو شامل نہوگی اور اگر حمیدہ نے اپنی ذات پر مطلق طلاق نہ واقع کی تھی یا تین طلاق ایک مجلس میں کر چکی تھی
یا فقط ایک ہی طلاق یا دو طلاق ایک مجلس میں واقع کر چکی ہے تو حمیدہ کو تین متفرق طلاق واقع کرنے کا اختیار ہے بعد دوسرے زوج کے اور یہ کا مسئلۃ الہدم نام ہے جو باب التعلیق اور
باب الرجعۃ میں آویگا انت طالق حیث شئت او این شئت لا تطلق الا اذا شاءت فی المجلس وان قامت من مجلسہا قبل مشیتہا لا مشیئۃ لہا لانہما للمکان ولا
تعلق للطلاق بہ فجعلا مجازا عن ان لانہا ام الباب کہا زوج نے انت طالق حیث شئت یعنی تو طالق ہے جہاں تو چاہے یا یوں کہا کہ انت طالق این شئت یعنی تو طالق ہے
جس جگہ تو چاہے تو عورت طلاق نہ دے سکیگی مگر جبکہ چاہیگی مجلس علم میں اور اگر اٹھ کھڑی ہوگی اپنی مجلس سے قبل مشیت کے تو اب اسکی خواہش کا کچھ اعتبار نہوگا اسواسطے کہ
حیث اور این موضوع ہیں واسطے مکان کے اور حالانکہ طلاق کو کچھ تعلق نہیں مکان سے تو مکان کو وجود اور عدم بہ نسبت طلاق کے برابر ہے تو اسواسطے حیث اور این باعتبار مجاز کے
بمعنی ان شرطیہ کے قرار دیے گئے اسواسطے کہ ان شرطیہ اصل ہے باب تعلیق میں علاقہ مجاز کا یہ کہ ظرف اور شرط میں مناسبت ہے اسواسطے کہ مظروف بدون ظرف کے نہیں ہوتا
جیسے کہ مشروط بدون شرط کے نہیں ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی وفی کیف شئت یقع فی الحال رجعیۃ اور انت طالق کیف شئت میں یعنے تو طالق ہے جس طرح کہ تو چاہے

ایک طلاق رجعی فی الحال واقع ہوگی یعنی قبل مشیت عورت کے طلاق رجعی ہوگی امامؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک بدون مشیت کے طلاق نہو گی دلیل امامؒ کی یہ کہ زوج نے طلاق کو خود واقع کیا اور وصف طلاق مین یعنی رجعی یا بائن واقع کرنے مین عورت کو مختار کیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وان شاءت بائنۃ او ثلثا وقع ما شاءت مع نیتہ والا فرجعیۃ لو موطوءۃ والا بانت وبطل الامر وقول الزیلعی والعینی قبل الدخول صوابہ بعدہ فتنبہ سو اگر کیف شئت مین عورت نے طلاق بائن کو چاہا یا تین طلاق سو واقع ہوگا جو کہ وہ چاہیگی اسواسطے کہ وہ مختار تھی وصف اور عدد مین اگر مشیت عورت کی موافق ہو ساتھ نیت زوج کے اور اگر نیت زوج کے مخالف ہو مشیت زوجہ کی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی یعنی اس صورت مین دونون کی نیت لغو ہوگی اصل وقوع صریح کا باقی رہیگا اگر عورت مدخولہ ہو اور اگر مدخولہ نہین تو عورت پر طلاق بائن واقع ہوگی اور باطل ہوگا امر مشیت کا اور قول زیلعی اور عینی کا قبل دخول کے طلاق رجعی واقع ہوتی ہو سو سہو ہو قلم کا ٹھیک یون ہو کہ بعد دخول کے رجعی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وفی کم شئت او ما شئت لہا ان تطلق ما شاءت فی مجلسہا ولم یکن بدعیا للضرورۃ اور اس قول مین کہ انت طالق کم شئت یا ما شئت یعنی تو طالق ہو جتنا کہ تو چاہے یا جو بار کہ تو چاہے تو عورت مختار ہو طلاق دینے مین تین طلاق تک جیسا کہ وہ چاہے اُسی مجلس مین اپنی ذات کو خواہ ایک طلاق دے خواہ دو یا تین اور عورت کا تین طلاق واقع کرنا طلاق بدعی مین نہ شمار ہوگا بسبب ضرورت کے یعنی عورت مضطر ہو تین طلاق کیطرف اپنی خلاصی کیواسطے اسواسطے کہ اُسکو بعد مجلس کے اختیار نہ باقی رہیگا بخلاف زوج کے کہ اُسکو تین طلاق دینا بدعت ہو وان ردت ارتد او اتت بما یفید الاعراض ارتد لانہ تملیک فی الحال فجوابہ کذلک اور اگر عورت نے رد کیا امر کو یعنی یون کہا کہ مین طلاق نہین چاہتی یا لائی اُس فعل کو کہ جو مفید ہو اعراض کا تو امر رد ہو جائیگا پھر عورت کو اختیار نہ باقی رہیگا اسواسطے کہ یہ تملیک ہو فی الحال تو اسکا جواب بھی ایسا ہی فی الحال چاہیے قال لہا طلقی نفسک من ثلث ما شئت تطلق ما دون الثلث وشلہ اختاری من الثلث ما شئت لان من تبعیضیۃ وقالا بیانیۃ فتطلق الثلث والاول اظہر کہا عورت سے کہ طلاق دے اپنی ذات کو تین سے جسقدر کہ تو چاہے تو عورت طلاق دے کمتر تین سے یعنی دو یا ایک طلاق مین وہ مختار ہو اور مانند اُسی قول کے یہ قول ہو کہ اختیار کر اپنی ذات کے واسطے تین سے جسقدر کہ تو چاہے اسواسطے کہ کلمہ من کا طلقی من ثلث مین تبعیضیہ ہو اور کہا صاحبینؒ نے کہ من بیانیہ ہو تو اسصورت مین عورت تین طلاق بھی دے سکیگی اور پہلا قول ظاہر تر ہو اسواسطے کہ من اپنے حقیقی معنی مین مستعمل ہو فروع مسائل ملحقہ شارح کے قال انت طالق ان شئت وان لم تشائی طلقت للحال کہا زوج نے زوجہ سے کہ تو طالق ہو اگر تو چاہے اور اگر تو نہ چاہے تو فی الحال مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ خواہش یا عدم خواہش سے خالی ہونا ممکن نہین تو ایک شرط بلا شبہہ ثابت ہو ولو قال ان کنت تحبین الطلاق فانت طالق وان کنت تبغضینہ فانت طالق لم تطلق لانہ یجوز ان لا تحب ولا تبغض ولا یجوز ان لا تشاء وان لا تشاء اور اگر کہا مرد نے کہ اگر تو طلاق کو محبوب رکھتی ہو تو تو طالق ہو اور اگر اسکو مبغوض اور مکروہ جانتی ہو تو تو طالق ہو تو اسصورت مین عورت مطلقہ نہ ہوگی اسواسطے کہ یہ جائز ہو کہ عورت طلاق کو محبوب نہ رکھتی ہو نہ مبغوض بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان مشیت اور عدم مشیت عورت سے خالی ہونا جائز نہین ولو قال لہما اشد کما حبا للطلاق او اشد کما بغضا لہ طالق فقالت کل انا اشد حبا لہ لم تقع لدعوے کل ان صاحبتہا اقل حبا منہا فلم یتم الشرط اور اگر کہا مرد نے اپنی دو عورتون سے کہ تم دو مین جو زیادہ تر محبت رکھتی ہو طلاق سے اُسکو طلاق ہو یا یون کہا کہ تم مین جو زیادہ تر بغض رکھتی ہو طلاق سے اُسکو طلاق ہو سو کہا ہر عورت نے کہ مین زیادہ تر محبت رکھتی ہون طلاق سے تو کسی عورت پر طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ہر ایک عورت کا دعوی یہ ہو کہ اُسکی سوت کو کمتر حب ہو نسبت مدعیہ کے تو نہ تمام ہوئی شرط زوج کی یعنے کثرت حب کسی کی نہ ثابت ہوئی بسبب عدم تصادق آپس کے ثم التعلیق بالمشیۃ او الارادۃ او الرضاء او الہوے او المحبۃ یکون تملیکا فیہ معنی التعلیق فیتقید بالمجلس کامرک بیدک بخلاف التعلیق بغیرہا پھر یہ معلوم کرنا چاہیے کہ طلاق کو معلق کرنا عورت کی نسبت پر یا ارادہ پر یا رضا پر یا ہوا یعنی خواہش پر یا محبت پر یہ تملیک ہو جسمین تعلیق کے معنی ہین پھر جب یہ تعلیق تملیک ٹھہری تو مقید بمجلس ہوگی مانند امرک بیدک کے بخلاف اس تعلیق کے جو بغیر ان الفاظ مذکورہ کے ہو جیسے دخول دار کی تعلیق کہ وہ تملیک نہین بلکہ خاص تعلیق ہو تو مقید بمجلس نہین واللہ اعلم بالصواب

باب التعلیق

یہ باب ہے مسائل تعلیق طلاق میں جب طلاق منجز سے مصنف نے فراغت پائی تو طلاق معلق کا بیان شروع کیا اسواسطے کہ معلق مرکب ہے طلاق اور شرط سے لہذا
طلاق مفرد کے بعد مذکور ہوا ہو لغۃ من علقہ تعلیقا جعلہ معلقا واصطلاحا ربط حصول مضمون جملۃ بحصول مضمون جملۃ اخری تعلیق باعتبار
لغت کے ماخوذ ہے علقہ تعلیقا سے عرب اس کلام کو اسوقت بولتے ہیں جب کسی چیز کو کوئی معلق کرے یعنی لٹکا دے اور اصطلاح فقہ میں تعلیق عبارت ہے مربوط کرنے
حصول مضمون ایک کلام کے ساتھ حصول مضمون دوسرے کلام کے یعنی مضمون جزا کو مضمون شرط سے گانٹھنا اور لٹکانا اسکو تعلیق کہتے ہیں چنانچہ انت طالق ان
دخلت الدار تعلیق ہے اسواسطے کہ طلاق مخاطبہ کی دخول دار سے مربوط ہے یعنی طلاق کا حصول دخول دار کے حصول پر موقوف ہے وکسی یمینا مجازا اور تعلیق کو یمین بھی
مجازا کہتے ہیں وشرط صحتہ کون الشرط معدوما علی خطر الوجود فالمحقق کان کانت السماء فوقنا تنجیز والمستحیل کان دخل الجمل فی سم الخیاط لغو اور شرط صحت تعلیق کی ہونا شرط کا
معدوم جائز الوجود یعنی وقت تکلم کے شرط موجود نہیں لیکن موجود ہونا اسکا محال نہیں تو امر ثابت الوجود جیسے ان کانت السماء فوقنا یہ تنجیز ہے تعلیق نہیں یعنی اگر کوئی یوں
کہے کہ تو طالق ہے اگر آسمان ہمارے اوپر ہو تو اسیوقت طلاق واقع ہوگی اور امر محال چنانچہ اگر اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو تو ایسی تعلیق لغو ہے یعنی اگر طلاق کو امر محال
پر معلق کرے تو طلاق نہ واقع ہوگی وکونہ متصلا الا لعذر اور شرط صحت تعلیق کی ہونا شرط کا متصل مشروط کے تو اگر انت طالق کہا پھر بعد سکوت کے شرط بیان کی تو صحیح نہوگی
مگر بسبب جیسے زکے البتہ صحیح ہوگی عذر یہ کہ ہکلا ہو مشکل سے بات پوری کرتا ہو وان لا یقصد بہ المجازاۃ فلو قالت یا سفلۃ فقال ان کنت کما قلت فانت کذا تنجیز کان کذلک اولا
اور شرط صحت تعلیق کی یہ ہے کہ مرد تعلیق سے عورت کے کلام کے بدلا دینے کا نہ قصد کرے سو اگر عورت نے مرد سے کہا یا سفلہ یعنی او بے غیرت پھر مرد نے کہا کہ اگر میں ایسا ہی ہوں جیسا کہ تو نے
کہا تو تو ایسی ہے یعنی طالق ہے تو یہ تعلیق نہیں تنجیز ہے یعنے فی الحال طلاق واقع ہوگی مرد سفلہ ہو یا نہو وذکر المشروط فنحو انت طالق ان لغو بہ یفتی اور شرط صحت
تعلیق کی یہ ہے کہ مشروط مذکور ہو شارح نے لفظ مشروط سے فعل شرط کا ارادہ کیا تو ایسا کہنا کہ انت طالق ان یعنی حرف شرط کا بدون فعل شرط کے بولنا لغو ہے اسصورت میں طلاق نہ
واقع ہوگی اسی روایت پر فتوی ہے ووجود رابط حیث تاخر الجزاء کما یاتی اور شرط صحت تعلیق کی وجود رابط کا ہے جہاں جزا موخر ہو شرط سے چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا رابط سے
مراد وہ حرف جو ربط دے شرط اور جزا کو چنانچہ ف اور اذا مفاجات کا وشرطہ الملک حقیقۃ کقولہ لقنہ ان فعلت کذا فانت حر او حکما کقولہ لمنکوحتہ او معتدتہ ان
ذہبت فانت طالق اور شرط لزوم تعلیق کی ملک ہے خواہ ملک حقیقی ہو چنانچہ یوں کہنا مولی کا اپنے غلام سے کہ اگر تو ایسا کام کریگا تو تو آزاد ہے یا ملک حکمی ہو
اگرچہ ملک حکمی حقیقۃ نہو بلکہ حکما ہو مانند قول زوج کے اپنی منکوحہ یا عدت والی سے اگرچہ تو جائیگی تو تو طالق ہے ملک حقیقی کی مثال غلام ہے اسواسطے کہ مولی غلام کی
گردن کا مالک ہے اور منکوحہ ملک حکمی کی مثال ہے اسواسطے کہ زوج منکوحہ کی گردن کا مالک نہیں لیکن بسبب نکاح کے انتفاع قربت کا مالک ہے اور معتدہ ملک حکمی حکما کی مثال ہے تو
ملک حکمی کی دو صورتیں ہیں اگر نکاح بلا مانع قائم ہے تو ملک حکمی ہے حقیقۃ اور اگر طلاق کے بعد عورت عدت میں ہے تو یہ ملک حکمی ہے حکما بسبب باقی رہنے اثر نکاح کے اسواسطے
کہ معتدہ محل ہے طلاق کی کذا فی حاشیۃ المدنی او الاضافۃ الیہ ای لملک الحقیقی عاما او خاصا کان ملکت عبدا او ان ملکتک لمعین فکذا او الحکمی کذلک کان
نکحت امراۃ او ان نکحتک فانت طالق وکذا کل امراۃ یا اضافت اور نسبت ہو ملک حقیقی کیطرف عام ہو یا خاص چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں مالک ہونگا کسی غلام کا تو وہ آزاد ہے یا اگر میں
مالک ہونگا تیرا یہ کہا معین شخص سے تو تو آزاد ہے اول مثال ہے ملک حقیقی عام کی اضافت کی اور ثانی مثال ہے ملک حقیقی خاص کی اضافت کی یا اضافت ہو ملک حکمی
کیطرف اسیطرح یعنی حکمی عام ہو یا خاص حکمی عام کی مثال چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں کسی عورت سے نکاح کروں تو وہ مطلقہ ہے یا یوں کہنا اجنبی عورت سے کہ اگر میں تجھسے
نکاح کروں تو تو طالق ہے یہ مثال ہے حکمی خاص کی اضافت کی اور اسیطرح کل امراۃ نکحتھا فھی طالق مثال ہے حکمی عام کی اضافت کی ویکفی معنی الشرط الا فی المعینۃ باسم او نسب او
اشارۃ اور اضافت ملک کی صحت کیواسطے کافی ہیں معنی شرط کے خواہ حرف شرط مذکور ہو یا نہو مگر جو عورت کہ معین ہوگئی نام یا نسب یا اشارہ کرنے سے تو وہاں معنی شرط کے کافی نہیں بلکہ
معینہ کی تعلیق طلاق میں شرط صریح ضرور ہے ہم شارح نے باسم او نسب کہا اور بحر الرائق اور نہر الفائق اور شارح کی شرح ملتقی میں تعبیر لو او ہے یعنی باسمہ و نسب اور تعبیر لو او نہایت

باب التعلیق

له تو طالق ہے

خوب ہی صورت تعیین اسم اور نسب کی یون ہی کہ زینب بیٹی زید بن خالد ہاشمی کی جس سے مین نکاح کرونگا مطلقہ ہی پھر زینب سے نکاح کیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ زینب
معین ہو چکی اسم اور نسب سے اُسکی تعلیق طلاق مین مومی شرطکے کافی نہین بلکہ شرط صریح چاہیے کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی فلو قال لمرأۃ التی اتزوجہا طالق تطلق
تبزوجہا سو اگر مرد کہیگا کہ جس عورت سے مین نکاح کرون وہ طالق ہی تو وہ عورت مطلقہ ہوگی بمجرد اُسکے نکاح کے اسواسطے کہ یہ عورت باسم و نسب اور بہ اشارہ معین نہین تو اُسکی صحت
تعلیق مین معنے شرطکے کافی ہین **ولو قال ہذہ المرأۃ** الی آخرہ لتعریفہا بالاشارۃ فلغا الوصف اور اگر یون کہیگا کہ ہذہ المرأۃ التی اتزوجہا طالق یعنی یہ عورت جس سے مین نکاح
کرونگا طالق ہی تو اُسپر طلاق نہ واقع ہوگی اگر بعد اس اضافت کے اُس سے نکاح کریگا اسواسطے کہ وہ معین ہو چکی بسبب اشارہ کرنے کے تو لغو ہو گیا وصف یعنی التی اتزوجہا کہنا بیفائدہ ہو گیا
اسواسطے کہ وصف معتبر ہوتا ہی غیر معروف مین اور معروف مین وصف کی کیا حاجت ہی بلکہ عورت معینہ کی تعلیق اضافت مین شرط صحیح ذکر کرنا چاہیے اسطرح کہ اگر اس عورت سے نکاح کرونگا تو یہ
طالق ہی تب تعلیق صحیح ہوگی **فلغا قولہ لاجنبیۃ ان زرت زیدًا فانت طالق فنکحہا فزارت** تو لغو ہوا یون کہنا مرد کا اجنبی عورت سے کہ اگر تو زیارت یعنی ملاقات
کریگی زید سے تو تو طالق ہی پھر بعد اس قول کے اُس عورت سے نکاح کیا پھر عورت نے زید کی ملاقات کی یہ تعلیق اسواسطے لغو ہوئی کہ تعلیق کیوقت نہ ملک تھی مرد کی عورت پر اور نہ اضافت
طرف ملک کے وکذا کل امرأۃ اجتمع معہا فی فراش فہی طالق فتزوجہا لم تطلق ومثلہ کل جاریۃ اطأہا حرۃ فاشتری جاریۃ فوطیہا لم تعتق لعدم الملک والاضافۃ الیہ اور اسیطرح لغو
ہی یہ قول کہ جس عورت کے ساتھ مین جمع ہون فرش پر تو وہ طالق ہی پھر نکاح کیا تو یہ منکوحہ طالق نہ ہوگی اسواسطے کہ اجتماع فی الفراش لازم نہین کہ فقط نکاح ہی سے ہو تو اجتماع فی الفراش نہ ملک ہی نہ اضافت
ملک کی اور مانند اسکے یہ قول ہی کہ جس لونڈی سے مین صحبت کرون وہ آزاد ہی پھر مول لیا اُسنے ایک لونڈی کو پھر اُس سے صحبت کی تو وہ آزاد نہوگی بسبب عدم ملک اور بسبب عدم اضافت
الی الملک کے وافاد فی البحر ان زیارۃ المرأۃ فی عرفنا لاتکون الا بالطعام معہا لطبخ عند الزور فلیحفظ اور فائدہ بیان کیا ہی بحر الرائق مین یہ کہ عورت کی زیارت ہمارے عرف مین یعنی مصر کے عرف
مین نہین ہوتی مگر جبکہ عورت کے ساتھ کھانا ہو اور وہ کھانے کو جسکی زیارت کو گئی ہی اُسکے پاس پکا دے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو بموجب اس عرف کے اگر عورت قرض مانگنے یا خرید و فروخت کو گئی تو
اُسکو زیارت نہ کہینگے طحطاوی نے کہا کہ اب مصر مین یہ عرف باقی نہین ہا **کما لغا الیقاع للطلاق مقارنا للثبوت ملکہ کانت طالق مع نکاحک یصح مع تزوجی ایاک لتمام الکلام**
بفاعلہ ومفعولہ جیسا کہ لغو ہی واقع کرنا زوج کا طلاق کو ہنی ملک ثابت ہونے کے متصل یعنی بمجرد ثبوت نکاح القاع طلاق لغو ہی چنانچہ یون کہنا کہ تو طالق ہی اپنے نکاح کے
ساتھ ہی اور القاع طلاق یون صحیح ہی کہ تو طالق ہی ساتھ نکاح کرنے میرے کے تجھکو بسبب تام ہو جانے کلام کے اپنے فاعل و مفعول پر بحر الرائق مین دونون صورتون مین اسطرح فرق
بیان کیا ہی کہ مع تزوجی ایاک مین جب لفظ تزوج کا اپنے فاعل و مفعول سے ملکر کلام کامل ہوا تو زوج یعنی ملک مجازاً قرار دیا گیا اور مع بمعنی بعد کے محمول ہوا واسطے تصحیح کلام کے
اور مع نکاحک مین فقط مفعول ہی فاعل مذکور نہین تو یہ کلام ناقص ہوا اسواسطے مع بمعنی بعد کے محمول ہوا لیکن اُس تعلیل مین مناقشہ ہی کہ اگرچہ مع نکاحک مین فاعل مذکور نہین لیکن مقدر
ہی اسطرح کہ مع نکاحی ایاک اور حذف فاعل کا بیان قیاسی ہی اور جبکہ فاعل مقدر ہوا تو قائم مقام ملفوظ کے ہی تو اب دونون صورتون مین کچھ فرق نہ ثابت ہوا واللہ اعلم
کذا فی حاشیۃ المدنی اور زوالہ کمع موتی او موتک بالغو ہی القاع طلاق زوال ملک زوج کے متصل چنانچہ یون کہنا کہ تو طالق ہی میری موت کے ساتھ یا یون کہا کہ تو طالق ہی
اپنی موت کے ساتھ یہ کلام لغو ہوا اسواسطے کہ حالت موت منافی ہی القاع اور وقوع طلاق کی چنانچہ طلاق صریح کے باب مین مفصل مذکور ہو چکا **فائدۃ** فی المجتبی عن محمد فی المضافۃ لا
تقع وبہ افتی ائمۃ خوارزم انتہی وہو قول الشافعی وللحنفی تقلیدہ لفسخ قاض شافعی بل محکم بل افتاء عدل وبفتوین فی حادثتین وبہذا العلم والافتی بہ بزازیہ فائدہ ہی مناسب مقام کے
مجتبی مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ یمین مضاف مین طلاق نہین واقع ہوتی یعنی تعلیق باضافت ملک اسطرح کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون یا جس عورت سے کہ نکاح کرون وہ مطلقہ ہی تو بقول
امام محمد رح نکاح کرنے کے بعد طلاق نہ واقع ہوگی اور اسی روایت پر فتویٰ دیا ہی علماء خوارزم نے انتہی عبارۃ المجتبی اور یہی قول ہی امام شافعی کا اور حنفی مذہب کو جائز ہی تقلید مذہب
شافعی کی قاضی شافعی کے فسخ کر دینے مین یعنی اگر حنفی مذہب نے تعلیق مضاف کی ہو تو اُسکو جائز ہی کہ مقدمہ قاضی شافعی کے نزدیک رجوع کرے تا کہ قاضی اس تعلیق کو فسخ کرے پھر وطی اُس
عورت کی بلا تردد حلال ہوگی کذا فی البحر الرائق بلکہ حنفی کو فسخ اس تعلیق مین تقلید محکم یعنی حاکم اور پنچ کی بھی جائز ہی لیکن تقلید قاضی شافعی کی بالاتفاق جائز ہی اور تقلید محکم شافعی مین خلاف ہی
بلکہ حنفی کو فتوی دینا عادل شافعی کا کافی ہی اور دو مقدمون کے دو فتوے پر عمل کرنا دو مقدمہ مین جائز ہی یعنی ایک شخص کو ایک مفتی نے بطلان تعلیق مضاف کا فتوی دیا اور اُسنے

اس فتوے پر عمل کیا ایک عورت کے حق میں پھر دوسرے مفتی نے حرمت کا فتوے دیا تو وہ شخص دوسرے فتوے پر عمل کرے دوسری عورت کے حق میں بلی عورتاں ابن اس مسئلہ کو دریافت کر لینا چاہیے فتوے اسپر دینا نہ چاہیے کذا فی البزازیہ شیخ الاسلام مفتی ابو سعود نے کہا فائدہ دریافت کرنے کا یہ ہے کہ وقت ضرورت کے اپنی ذات پر عمل کرے حلوائی نے کہا اسکا علم رکھے فتوے دے تاکہ جاہل لوگ ہدم مذہب پر راہ نہ پاوین اور بحر الرائق میں بزازیہ سے منقول ہے کہ ہمارے زمانہ میں فسخ یمین سے نکاح فعلی بہتر ہے اسطرح کہ کسی عالم پاس جائے اور اپنی یمین کا ذکر کرے اپنی احتیاج طرف نکاح فضولی کے بیان کرے سو عالم اسکا نکاح عورت سے کردے اور یہ شخص اجازت فعلی سے نکاح کو صحیح کردے تو اس تدبیر سے نکاح بھی ہو گیا اور حانث بھی نہوا انتہیٰ حاشیۃ المدنی **ویبطل تنجیز الثلث** للحرۃ والثنتین للامۃ **تعلیقہ للثلث** ما دونہا اور باطل کرتا ہے فی الحال تین طلاق واقع کرنا حرہ کے حق میں اور دو طلاق لونڈی کے حق میں تین طلاق کی تعلیق کو اور تین سے کمتر کو یعنی زوج نے اول تین طلاق یا کمتر کی تعلیق کی پھر اسکے بعد تین طلاق کو بلا تعلیق کے فی الحال واقع کر دیا تو اگلی تعلیق کا کچھ اعتبار نہ رہا اگر اس مطلقہ سے بعد زوج ثانی کے نکاح کریگا اور بعد اسکے شرط تعلیق پائی جائیگی تو طلاق نہ واقع ہوگی الا المضافۃ الی الملک لما مر تنجیز تین کی باطل ہے تعلیق کی مگر اس تعلیق کو جو ملک کیطرف مضاف ہے باطل نہیں چنانچہ سابق میں یہ مذکور ہو چکا مراد تعلیق مضاف سے وہ تعلیق ہے جو بلفظ کلما ہو چنانچہ کلما تزوجتک فانت طالق یعنی جو بار کہ میں تجھسے نکاح کروں تو تو طالق ہے تو تنجیز تین طلاق کی اس تعلیق مضاف کی باطل نہیں ہو سکتی کذا فی حاشیۃ المدنی طحطاوی نے کہا یہ جو شارح نے کہا کہ یہ مسئلہ مذکور ہو چکا سو درست نہیں ہوا اسواسطے کہ سابق میں یہ مسئلہ کہیں مذکور نہیں لا تنجیز ما دونہا یبطل تعلیق ثلث کی نہیں تین طلاق سے کمتر کی تنجیز اعلم ان التعلیق یبطل بزوال المحل لا بزوال الملک دریافت کر کہ تعلیق طلاق کی باطل ہوتی ہے زوال حلت سے نہ زوال ملکیت سے اور حلت زائل ہوتی ہے بینونت کبری سے یعنی تین طلاق سے حرہ میں اور دو طلاق سے لونڈی میں پھر جب تین طلاق کے بعد جدائی کامل ہو گئی اور حلت باطل ہو چکی تو اب تبع طلاق کا محل باقی نہ رہا تو تعلیق بھی باطل ہو گئی اور جو حلت کہ بعد زوج ثانی کے پیدا ہو گی وہ بالفعل معدوم ہے اور معدوم لائق اعتبار کے نہیں فلو علق الثلث او ما دونہا بدخول الدار ثم نجز الثلث ثم نکحہا بعد التحلیل بطل التعلیق فلا یقع بدخولہا شئی لو اگر زوج نے تین طلاق یا کمتر کی تعلیق دخول دار پر کی پھر فی الحال تین طلاق کو واقع کر دیا پھر نکاح کیا اسی عورت سے بعد تحلیل زوج ثانی کے تو باطل ہو گی تعلیق مذکور تو نہ واقع ہو گا کچھ عورت کے دخول دار سے اسواسطے کہ اثر تعلیق کا اب کچھ باقی نہ رہا تعلیق کے وقت کی حلت بالکل مٹ گئی اور حلت حادثہ سے اُس تعلیق کو کچھ علاقہ نہیں ولو کان نجز ما دونہا لم یبطل فیقع المعلق کلہ اور اگر زوج نے تین طلاق یا کمتر تعلیق کی پھر فی الحال دو طلاق یا ایک طلاق کو واقع کر دیا تو تعلیق نہ باطل ہوگی تو بالکل معلق واقع ہوگا تعلیق اسواسطے نہ باطل ہوئی کہ حلت زوج کی ایک یا دو طلاق سے نہ زائل ہوئی زوج کو جائز تھا بعد ایک دو طلاق کے کہ بدون زوج ثانی کے مطلقہ کی رضامندی سے نکاح کر لیتا اس صورت میں تو فقط ملکیت زوج کی بسبب بینونت صغری کے زائل ہوئی تھی اور ثابت ہو چکا ہے کہ زوال ملک سے تعلیق باطل نہیں ہوتی پھر جبتک علت باقی ہے تو تعلیق بھی باقی ہے پھر جب عورت زوج مطلق معلق کے پاس عود کریگی اور شرط پائی جائیگی تو جسقدر طلاق کی تعلیق ہوئی تھی سب واقع ہوگی خواہ ایک طلاق ہو خواہ دو خواہ تین وا وقع محمد بقیۃ الاولی وہی مسئلۃ الہدم الآتیۃ اور واقع کرتے ہیں امام محمد بقیہ اول کو یعنی جب تنجیز تین طلاق سے کم کی ہوئی تو جسقدر ملک اول میں عدد طلاق کے باقی رہ گئے اسقدر بعد وجود شرط کے واقع ہونگے مثلاً زوج نے تعلیق تین طلاق کی دخول دار پر کی پھر ایک طلاق کی تنجیز کی یعنے فی الحال واقع کر دی اور بعد زوج ثانی کے پھر زوج اول کے نکاح میں عورت آئی اور شرط تعلیق کی پائی گئی تو دو طلاق واقع ہونگی اور اگر ملک اول میں دو طلاق کی تنجیز کی تھی تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ اتنا ہی بقیہ تھا ملک اول کا اور یہ مسئلہ ہدم کا ہے جو باب الرجعۃ میں آویگا خلاصہ یہ کہ تنجیز ما دون ثلث میں باتفاق شیخین اور محمد تعلیق باطل نہیں ہوتی لیکن اختلاف ہے وقوع معلق میں شیخین کے نزدیک کل معلق واقع ہوتا ہے اور محمد کے نزدیک جسقدر تین طلاق سے باقی رہا ہے اتنا واقع ہوتا ہے ونثرۃ فیمن علق واحدۃ ثم نجز ثنتین ثم نکحہا بعد زوج آخر فدخلت لہ رجعتہا خلافا لمحمد اور ثمرہ اختلاف شیخین اور محمد کا ظاہر ہوتا ہے اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک طلاق کی تعلیق کی دخول دار پر پھر بعد تعلیق کے اُسنے دو طلاق کو فی الحال واقع کر دیا پھر اس عورت سے نکاح کیا بعد دوسرے زوج کے پھر عورت دار میں داخل ہوئی تو شیخین کے نزدیک زوج اول کو رجعت کرنا عورت سے درست ہے اسواسطے کہ زوج ثانی نے طلاق منجز کو ہدم کر دیا گو یا اسکا وجود ہی نہ تھا تو زوج اول کو بملک جدید پھر تین طلاق کا اختیار حاصل ہے پھر جب

ایک

طلاق معلق واقع ہوئی تو دو طلاق کا اختیار باقی رہا اسواسطے اسکو رجعت کا اختیار ہی بخلاف امام محمدرح کے کہ اُنکے نزدیک زوج اول رجعت نہین کرسکتا اسواسطے

کہ دو طلاق پہلے واقع ہوچکی تھیں اور ایک طلاق معلق اب واقع ہوئی تینون طلاق پوری ہوگئین رجعت کی گنجائش کہان ہی کذا یبطل بلحاقه مرتدا بدار الحرب خلافا لهما

اور اسیطرح باطل ہوتی ہی تعلیق طلاق کی بسبب ملحق ہونے زوج کے دار الحرب مین مرتد ہوکر بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک اس لحوق سے تعلیق باطل نہین ہوتی

وبفوت محل البر كان كلمت فلانا او دخلت هذه الدار فمات او جعلت بستانا كما بسطناه فيما علقناه على الملتقى وهي مسئلة الكوز بفروعها اور اسی طرح باطل ہوتی ہی

تعلیق بسبب فوت ہونے محل بر کے یعنے قسم پورا کرنے کا مقام نہ باقی رہنے سے مثلا زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو فلانے شخص سے کلام کریگی یا داخل ہوگی اُس

گھر مین تو طالق ہی پھر وہ شخص مرگیا اور وہ گھر باغ بنا یا گیا تو یہ تعلیق باطل ہوگئی یعنی اگر عورت اُس باغ مین جائیگی تو طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ اس مسئلہ کو ہمنے

شرح ملتقی مین خوب واضح بیان کیا ہی اور عنقریب مسئلہ کوزہ کا مع الفروع کتاب الایمان کے باب الاکل والشرب مین آویگا فروع مسئلہ محققہ شامی کا قال لزوجته

الامة ان دخلت الدار فانت طالق ثلثا فعتقت فدخلت له رجعتها قنية کہا زوج نے اپنی زوجہ لونڈی سے کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو طالق ہی تین بار

پھر وہ لونڈی آزاد ہوئی پھر گھر مین داخل ہوئی تو زوج کو اُس سے رجعت کرنا درست ہی کذا فی القنیہ اسواسطے کہ وقت تعلیق کے لونڈی تھی دو طلاق سے

زیادہ اُسپر اختیار نہ تھا تو گویا دو ہی طلاق کی تعلیق ہوئی نہ تین کی پھر جب شرط پائی گئی تو وہ حرہ تھی تو زوج کو تین طلاق کا اختیار رہا تو جب دو طلاق معلق

واقع ہوئین تو ایک طلاق کی ملکیت زوج کو باقی رہی اسواسطے رجعت کرسکتا ہی والفاظ الشرط اي علامات وجود الجزاء ان المكسورة ولو فتحها وقع للحال

مالم ينو التعليق فيدين اور الفاظ شرط کے یعنی نشانیان وجود جزا کی یعنی یہ الفاظ بالذات وجود جزا پر دلالت کرتے ہین نہ دیکہ وجود شرط کے ایک اُنمین سے ان مکسورہ

ہی اور اگر زوج نے اُسکو فتح دیا تو فی الحال طلاق واقع ہوگی جبتک کہ زوج تعلیق کی نیت نہ کرے اور اگر تعلیق کی نیت کریگا باعتبار دیانت کے اُسکی تصدیق

ہوگی نہ باعتبار قضا کے وكذا لو حذف الفاء من الجواب في نحو طلبية واسمية وبجامد وبما وقد ولن وبالتنفيس كما لخصناه في شرح الملتقى اور اسی طرح فی الحال طلاق

واقع ہوگی اگر ف کو جواب سے حذف کرے جملہ طلبیہ مین اور جملہ اسمیہ مین اور جملہ فعلیہ جامدہ مین اور اُس جملہ مین جو متصل ہی ما اور قد اور لن اور تنفیس سے سین یا سوف مصطلح کہتا ہی

چنانچہ ہمنے اس مقام کو ملخص کیا ہی شرح ملتقی میں ہم جملہ طلبیہ عبارت ہی امر و نہی اور تمنی اور تخصیص اور دعا سے اور جملہ اسمیہ کی مثال چنانچہ ان تعذبهم فانهم عبادك

اور جملہ فعلیہ جامدہ کی مثال چنانچہ ان تبدوا الصدقات فنعما هي اور ما کی مثال فان توليتم فما سألتكم من اجر اور قد کی مثال چنانچہ ان يسرق فقد سرق اخ له

اور لن کی مثال چنانچہ وما يفعلوا من خير فلن يكفروه اور تنفیس کی مثال چنانچہ ان خفتم عيلة فسوف يغنيكم الله من فضله اور ان امور کی مثال مناسب تعلیق طلاق

کی یون ہی ان دخلت فاطلقي او فانت طالق او فعسى ان تطلقي او فما انت لي بزوجة بہ نیت طلاق او فقد طلقتك او فلن تكوني معي بہ نیت طلاق او فسوف اطلقك

مثال طلبیہ ۱۲ — مثال اسمیہ — مثال فعلیہ جامدہ ۱۲ — مثال ما ۱۲ — مثال قد ۱۲ — مثال لن ۱۲ — مثال سوف ۱۲

خلاصہ یہ ہی کہ ان مواقع مین ف کا لانا واجب ہی پھر جب زوج ایسے موقع پہ ف نہ لایا تو اُسنے شرط کی شرطیت نہ ادا کی پھر جب شرطیت ثابت ہوئی تو تعلیق ہوئی جب

تعلیق نہ ہی تو بالضرور طلاق فی الحال واقع ہوگی ہان اگر زوج تعلیق کی نیت کریگا تو دیانۃً مقبول ہوگی نہ قضاءً كما مر والله اعلم واذ واذا واذا ما وكل ولم يسمع كلما

الا منصوبة ولو مبتدأ لاضافتها للمبني اور الفاظ شرط سے اذ ہی اور اذا اور اذا ما اور کل اور مسموع نہین ہوا لفظ کلما کا مگر منصوب اگرچہ وہ مبتدا ہو موجب مذہب ابن عصفور

نحوی کے بسبب اضافت ہونے کلما کے طرف مبنی کی مراد منصوب سے مفتوح ہی بدلیل اضافت الی المبنی ومتى ومتى ما ونحو ذلك كلو كانت طالق لو دخلت الدار لتعلق

بدخولها اور الفاظ شرط سے متی ہی اور متی ما ہی اور مانند ان الفاظ کے جیسا لو چنانچہ انت طالق لو دخلت الدار یعنی تو طالق ہی اگر داخل ہوگی گھر مین تو طلاق معلق

ہوگی عورت کے دخول پر ومن نحو من دخل منكن الدار فهي طالق فلو دخلت واحدة مرارا طلقت بكل مرة لان الدخول اضيف الى جماعة فاز داد عموما كذا في النهاية

وہی عزمیہ وجعبہ نے اسمیں احد القولین اور مانند الفاظ مذکورہ کے لفظ من ہی چنانچہ قول زوج کا اپنی ازواج سے کہ جو تم مین سے داخل ہوگی گھر مین

وہ طالق ہی تو اگر ایک عورت انمین سے داخل ہوگی گھر مین چند بار تو اسپر بقدر ہر بار داخل ہونے کے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ دخول مضاف ہوا جماعت کیطرف تو

اسکا عموم زیادہ ہوگیا یعنی تعمیم فعل کی باربار مراد ہوئی کذا فی النہایہ اور یہ مسئلہ غریب ہو وجہ غرابت کی یہ ہو کہ تکرار فعل کی فقط کلما مین مشہور ہو نہ اسکے غیر مین اور بحر الرائق مین روایت غایہ کو احد القولین ٹھہرایا ہو اور کہا ہو کہ غیر کلما کے کوئی موجب تکرار فعل نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہا کلہا تنحل ای تبطل الیمین ببطلان التعلیق اذا وجد الشرط مرۃ الا فی کلما فانہ ینحل بعد الثلث لاقتضائہا عموم الافعال کاقتضاء کل عموم الاسماء اور ان الفاظ شرط مین سب مین باطل ہوجاتی ہو یمین بسبب باطل ہوجانے تعلیق کے جبکہ ایکبار شرط پائی جاوے مگر کلما کے لفظ مین ایکبار شرط پائی جانے سے یمین باطل نہین ہوتی اسواسطے کہ کلما مین تین بار کے بعد باطل ہوتی ہو بواسطہ اقتضاء کلما کے عموم افعال کو جیسے کہ مقتضی ہو لفظ کل کا عموم اسما کو تو اگر زوج نے کہا کہ کلما دخلت الدار فانت طالق پھر عورت داخل ہوئی گھر مین تین بار تو وہ تین طلاق کر بائن ہوگی پھر اگر بعد زوج ثانی کے زوج اول کے نکاح مین آویگی اور چوتھی بار گھر مین داخل ہوگی تو کچھ نہ واقع ہوگا بسبب بطلان تعلیق کے اور اگر کہا کل امرأۃ اتزوجہا فہی طالق یعنی جس عورت سے کہ مین نکاح کرون تو وہ طالق ہو تو ہر عورت مطلقہ ہوگی بعد نکاح کے پھر اگر دوسری بار اسی عورت سے نکاح کریگا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ کل عموم اسما کو مقتضی ہو نہ عموم افعال کو فلا یقع ان نکحہا بعد زوج آخر الا اذا دخلت کلما علی التزوج نحو کلما تزوجتک فانت کذا لدخولہا علی سبب الملک وہو غیر متناہ تو نہ واقع ہوگی طلاق کلما دخلت الدار فانت طالق کے کہنے اور عورت کے تین بار داخل ہونے کے بعد اگر زوج اول اس سے نکاح کریگا بعد زوج ثانی کے مگر جبکہ داخل ہو کلما تزوج کے لفظ پر چنانچہ کلما تزوجتک فانت کذا یعنی جبکہ مین تجھسے تزوج کرون تو تو طالق ہو تو اس صورت مین بعد نکاح کرنے تین بار کے بھی تعلیق نہ باطل ہوگی بسبب داخل ہونے کلما کے ملک کے سبب پر یعنی تزوج پر اور سبب ملک کا متناہی نہین لہٰذا طلاق واقع ہوگی ہر بار نکاح کرنے سے اگرچہ سو بار نکاح کرے بعد زوج کے بعد اسواسطے کہ جب شرط پائی جائیگی یعنی تزوج تو بالضرور اسکو جزا لاحق ہوگی یعنی طلاق ومن لطیف مسائلہا لو قال لموطوئتہ کلما طلقتک فانت طالق فطلقہا واحدۃ تقع ثنتان اور مسائل کلما سے لطیف مسئلہ یہ ہو کہ اگر کہا زوج نے اپنی مدخولہ سے کہ جبکہ مین تجھکو طلاق دون تو تو طالق ہو پھر اسکو ایکبار طلاق دی تو دو بار طلاق واقع ہوگی ایک طلاق بسبب تنجیز کے اور دوسری طلاق بسبب تعلیق کے بواسطے وجود شرط کے ولو قال کلما وقع علیک طلاقی یقع ثلث لتکرار الوقوع لکنہ لا یزید علیہ الثلث اور اس قول مین کہ کلما وقع علیک طلاقی فانت طالق یعنی جب تجھپر طلاق واقع ہو تو تو طالق ہو پھر اسکو ایک طلاق دی تو تین بار طلاق واقع ہوگی بسبب مکرر ہونے وقوع طلاق کے اسواسطے کہ جب ایک طلاق دی تو شرط پائی گئی تو دوسری طلاق واقع ہوئی اور ثانی کے وقوع سے پھر شرط پائی گئی تو تیسری طلاق واقع ہوئی وعلی ہذا القیاس الی غیر النہایہ لیکن وقوع طلاق کا تین سے زیادہ نہوگا اسواسطے تنجیز تین کی مبطل ہو تعلیق کی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اسمین تکرار وقوع کی نہین تو دو ہی بار واقع ہوگی نہ تین بار واللہ اعلم وزوال الملک من نکاح او یمین لا یبطل الیمین فلو ابانہا او باعہ ثم نکحہا او اشتراہ فوجد الشرط طلقت وعتق لبقاء التعلیق ببقاء محلہ اور بعد تعلیق کے زوال ملک کا ملک نکاح کا زوال ہو یا ملک یمین کا نہین باطل کرتا تعلیق کو تو اگر منکوحہ کو ایک طلاق یا دو طلاق بائن دی اور اسکی عدت گذر گئی یا غلام کو بیچا بعد تعلیق عتق کے پھر نکاح کیا مطلقہ بائنہ سے گو بعد زوج ثانی کے یا اس غلام کو مول لیا پھر تعلیق کی شرط پائی گئی تو عورت مطلقہ ہوگی اور غلام آزاد ہوگا بجہت بقاء تعلیق کے بسبب باقی رہنے کل تعلیق کے مراد محل تعلیق سے عورت اور غلام ہو اور یہ جو کہا کہ زوال ملک مبطل تعلیق کا نہین یہ اس صورت مین ہو جبکہ زوال کمتر تین طلاق سے ہوا ہو اور اگر زوال ملک کا تین طلاق سے ہوا ہو تو بلاشبہہ مبطل ہو تعلیق کا اسواسطے کہ تنجیز تین طلاق کی مبطل ہو تعلیق کی کما مر وتنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکنہ ان وجد فی الملک طلقت وعتق والا لا اور باطل ہوجاتی ہو تعلیق بعد پائے جانے شرط کے ہر طرح سے یعنی وجود شرط کا ملک مین ہوا ہو یا غیر ملک مین دونون طرح تعلیق باقی نہین رہتی لیکن اگر ملک مین شرط پائی گئی تو عورت مطلقہ ہوگی اور غلام آزاد ہوگا اور اگر شرط ملک مین نہ پائی گئی اسطرح کہ عورت داخل ہوئی گھر مین مثلا بعد ابانت اور انقضاء عدت کے قبل تزوج کے تو عورت مطلقہ نہوگی اسیطرح غلام آزاد نہوگا اسواسطے کہ جزا شرط کو لاحق نہین ہوتی غیر ملک مین چنانچہ اسی شارح نے مسئلہ آئندہ کو شروع کیا فحیلۃ من علق الثلث بدخول الدار ان یطلقہا واحدۃ ثم بعد العدۃ تدخلہا فتنحل الیمین فینکحہا تو حیلہ اس شخص کے واسطے جسنے معلق کیا تین طلاق کو دخول دار پر یہ ہو کہ عورت کو ایک طلاق دے پھر جبکہ ہوچکے بائنک

کہ اُسکی عدت گذر جاوے اور بعد عدت کے عورت گھر مین داخل ہو تو ٹوٹ جائیگی تعلیق اسواسطے کہ بعد وجود شرط کے تعلیق باطل ہوجاتی ہی پھر اُس عورت سے نکاح
کرے تو اگر عورت پھر اُس گھر مین داخل ہوگی تو کچھ نہ واقع ہوگا یہ اُس صورت مین ہی جب کہ تعلیق بکلمہ کلما نہو اور اگر بکلمہ کلما تعلیق ہو تو ایکبار داخل ہونے سے تعلیق نہ
باطل ہوگی تو وہان بعد عدت کے قبل اعادۂ نکاح کے عورت کو تین بار گھر مین داخل ہونا چاہیے تب تعلیق باطل ہوگی کما فی حاشیۃ المدنی فان اختلفا فی
وجود الشرط ای ثبوتہ لیعم العدمی فالقول لہ مع الیمین لانکارہ الطلاق پھر اگر اختلاف پڑے زوج اور زوجہ مین وجود شرط مین یعنی ثبوت شرط مین شارح نے وجود
کو ثبوت کرا اسواسطے تقریر کیا تاکہ شرط عدمی کو بھی شامل رہے چنانچہ ان لم تدخل الدار الیوم فانت طالق تو حالت اختلاف مین قول زوج کا قسم کے ساتھ معتبر ہوگا
بسبب انکار زوج کے طلاق کو اور معتبر قول منکر کا ہوتا ہی ومفادہ انہ لو علق طلاقہا بعدم وصول نفقتہا ایاہا فادعی الوصول وانکرت کان القول لہ وبہ جزم فی القنیۃ او بغاد
تعلیل مذکور کا یہ ہی کہ اگر معلق کیا زوج نے طلاق کو چند روزہ خرچ عورت کے نہ پہونچنے پر یعنی یون کہا کہ اگر تجھکو تیر النفقہ مثلاً شہر رجب مین نہ پہونچے تو تو طالق ہی پھر
دعوی کیا زوج نے وصول کا اور انکار کیا اُسکا عورت نے تو قول زوج کا معتبر ہوگا اور اسی روایت پر یقین کیا ہی قنیہ مین بنظر ظاہر عورت منکر معلوم ہوتی ہی لیکن دریردہ مدعی ہی
طلاق کی اور نفس الامر مین ثبوت شرط کا اور طلاق کا زوج منکر ہی تو اُسی کا قول معتبر ہوگا لکن صحح فی الخلاصۃ والبزازیۃ ان القول لہا واقرہ فی البحر والنہر وہو یقتضی
تخصیص المتون لکن قال المصنف وجزم شیخنا فی فتواہ بما یقیدہ المتون والشروح لانہا الموضوعۃ لنقل المذہب کما لا یخفی لیکن تصحیح کی ہی خلاصہ اور بزازیہ مین اسکی کہ
مسئلہ سابقہ مین عورت ہی کا قول معتبر ہی اور اسی کو ثابت رکھا ہی بحر الرائق اور نہر الفائق مین اور یہ مقتضی ہی متون کی تخصیص کا اسواسطے کہ متون مین مطلقاً قول زوج ہی
معتبر ہی اختلاف کے نزدیک خواہ وصول نفقہ مین اختلاف ہی یا اُسکے غیر مین لیکن مصنف نے منح الغفار مین کہا ہی کہ ہمارے استاد یعنی بحر الرائق کے مصنف نے یقین کیا اپنے
فتوی مین موافق متون اور شروح کے اسواسطے کہ متون اور شروح ہی موضوع ہین نقل مذہب مین تو بلاشبہہ روایت متون اور شروح کی مقدم ہوگی خلاصہ اور بزازیہ
کی روایت پر اسواسطے کہ وہ دونون فتاوے مین داخل ہین چنانچہ یہ امر اہل فقہ کے نزدیک مخفی نہین الا اذا برہنت فان البینۃ تقبل علی الشرط وان کان نفیا کان لم تجی صہرہ
اللیلۃ فامرأتی کذا فشہد انہا لم تجیٔ قبلت وطلقت منح مگر جبکہ عورت گواہ لاوے اپنے دعوے پر تو گواہ مقبول ہونگے شرط پر اگرچہ شرط نفی کی ہو چنانچہ یون کہا زوج کا کہ اگر
آج کی رات میری خوشدامن یا میری سالی نہ آویگی تو میری عورت طالق ہی پھر دو گواہون نے گواہی دی کہ خوشدامن یا سالی زوج کے پاس نہین آئی تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور
عورت مطلقہ ہوگی کذا فی منح الغفار ہر چند کہ نفی پر گواہی مسموع نہین لیکن یہان اسواسطے مسموع ہوئی کہ یہ ظاہر مین نفی ہی لیکن حقیقت مین اثبات ہی طلاق کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

وفی البتیمین ان لم اجامعک فی حیضک فانت طالق للسنۃ ثم قال جامعتک ان حائضا فالقول لہ لانہ یملک الانشاء والا لا انتہی قلت فالمسئلۃ السابقۃ والآتیۃ لیستا
علی اطلاقہما اور یتیمین مین یون روایت ہی کہ زوج نے کہا کہ اگر مین تجھ سے جماع نہ کرون تیرے حیض کے اندر تو تو طالق ہی موافق سنت کے پھر زوج نے کہا کہ مین نے تجھسے جماع
حیض مین کیا اگر دعوی جماع کے وقت عورت کو حیض موجود ہی تو زوج ہی کا قول معتبر ہی اسواسطے کہ وہ مالک ہی انشاء جماع کا یعنی حیض مین جماع کرنا اسکو ممکن ہی گو شرعا جائز نہین
اور اگر وقت دعوے جماع کے عورت طاہر ہی حائض نہین تو قول زوج کی تصدیق نہ ہوگی اسواسطے کہ واقع اسکے قول کے مخالف ہی اور طلاق سنت کا وقت موجود ہی یعنی طہر شارح
کہتا ہی کہ مسئلہ سابقہ یعنی ان اختلفا فی وجود الشرط فالقول لہ اور مسئلہ آیندہ یعنی ان حضت فانت طالق یہ دونون مسئلہ اپنے اطلاق پر نہین ہین بلکہ مقید ہین مطلق نہین اسواسطے کہ تقیید مسئلہ سابقہ کی
یتیمین کی روایت سے ثابت ہوئی یعنی وقت طہارت حیض کے زوج کا قول معتبر نہین اور تقیید مسئلہ آیندہ کی خود وہین مصرح ہی وما لا یعلم وجودہ الا منہا صدقت فی حق نفسہا
خاصۃ استحسانا بلا یمین ہی بخشا اور جو شرط جسکا وجود نہ معلوم ہو سکے بجز عورت کے چنانچہ حیض اور حب البغض تو وہان عورت کے قول کی تصدیق ہوگی فقط اُسکی ذات کے حق مین نہ غیر کے
حق مین اسواسطے کہ اپنے واسطے وہ امین ہی اور اپنی سوت کے واسطے متہم ہی کذا فی حاشیۃ المدنی تصدیق قول عورت کی باعتبار استحسان کے ہی بدون قسم کے کذا فی النہر الفائق بحماد وجہ استحسان کی یہ ہی کہ یہ شرط
بدون عورت کے معلوم نہین ہوسکتی اور اسپر حکم شرعی مترتب ہوا تو عورت پر اُسکی خبر دینا واجب ہی تاکہ حرام مین نہ واقع ہو ومراہقۃ کبالغۃ واحتلام کحیض فی الاصح اور عورت
قریب البلوغ بالغہ کی برابر ہی اور احتلام مانند حیض کے ہی قول اصح مین تو اگر حیض پر تعلیق طلاق کی ہوئی اور کہا قریب البالغ نے کہ مجھکو حیض آیا تو اُسکی تصدیق ہوگی

مانند بالغہ کے اور اسیطرح غلام قریب البلوغ کی آزادی احتلام پر معلق ہوئی اور غلام نے کہا کہ مجھکو احتلام ہوا تو اسکے قول کی تصدیق ہوگی مثل حیض کے کقولہ ان حضت فانت طالق
وفلانۃ وان کنت تحبین عذاب اللہ فانت کذا او عبدہ حر فلو قالت حضت والحیض قائم فان انقطع لم یقبل قولہا زیلعی وحدادی وحب طلقت ہی
فقط ان کذبہا الزوج فان صدقہا او علم وجود الحیض طلقتا جمیعا حدادی چنانچہ یون کہنا زوج کا اگر تو حائض ہوئی تو تو طالق ہے اور فلانی عورت طالق ہے یا یون کہا کہ
اگر تو عذاب خدا کو دوست رکھتی ہے تو تو طالق ہے یا غلام اسکا آزاد ہے تو اگر عورت نے کہا کہ مین حائض ہوئی اور حالانکہ حیض اسوقت قائم ہے اور اگر حیض منقطع ہوگیا تو اسکا
قول مقبول نہوگا چنانچہ زیلعی اور حدادی نے اسکو صرح کیا ہے یا عورت نے یون کہا مسئلہ ثانیہ کے جواب مین کہ مین عذاب خدا کو دوست رکھتی ہون تو فقط وہی عورت بمجرد مطلقہ
ہوگی نہ اسکی سوت اگر زوج نے اسکی تکذیب کی اور اگر زوج نے اسکی تصدیق کی یا زوج کو اسکے حیض کا ہونا معلوم ہوگیا تو دونون عورتین مطلقہ ہونگی یعنی خبر دینے والی
اور اسکی سوت کذا صرح الحدادی وفی ان حضت لا یقع برویۃ الدم لاحتمال الاستحاضۃ فان تم ثلثا وقع من حین رأت کما مر عیا اور اس قول مین کہ اگر تو حائض
ہوگی تو تو طالق ہے طلاق واقع ہوگی بمجرد نظر آنے خون کے بسبب اس احتمال کے کہ شاید وہ استحاضہ کا ہو پھر اگر خون برابر جاری رہا تین دن تو طلاق واقع ہوگی اوسوقت سے جب سے کہ عورت
نے خون کو دیکھا اور یہ طلاق بدعی ہوئی اسواسطے کہ حیض مین واقع ہوئی فلو غیر مدخولۃ فتزوجت بآخر فی ثلثۃ ایام صح فلو تمت فیہا فارثہا للزوج الاول دون الثانی وتصدق فی حقہا
دون ضرتہا پھر اگر عورت غیر مدخولہ ہو سو وہ نکاح کرے دوسرے زوج سے تین دن مین تو یہ نکاح صحیح ہوگا پھر اگر غیر مدخولہ بعد نکاح ثانی کے مرگئی تین دن کے اندر تو وراثت اس عورت کی
زوج اول کو ہوگی اسواسطے کہ معلوم نہین کہ یہ خون حیض تھا یا نہین کیونکہ حیض تین دن سے کم نہین ہوتا اور اگر تین دن برابر خون جاری رہا تو زوج ثانی اسکا وارث ہوگا اور تصدیق
ہوگی عورت کے قول کی اسی کے حق مین نہ اسکی سوت کے حق مین کما مر وفی ان حضت حیضۃ او نصفہا او ثلثہا او سدسہا لعدم تجزیہا لا یقع حتی تطہر منہا لان الحیضۃ
اسم للکامل اور زوج کے اس قول مین کہ اگر تو حائض ہوگی ایک حیض کر یا نصف حیض کر یا ثلث حیض یا سدس حیض کر یعنی کل او بعض حیض کہنا یکسان ہے بسبب
عدم قسمت پذیری حیض کے تو ایک یا بعض حیض کی تعلیق سے طلاق نہ واقع ہوگی یہانتک کہ پاک ہوجاوے عورت اس سے اسواسطے کہ ایک حیض نام ہے پورے حیض کا
اور پورا ہونا بدون پاکی کے متصور نہین ثم انما یقبل قولہا مالم تر حیضۃ اخری جوہرۃ پھر جاننا چاہیے کہ قول عورت کا حیض ہونے مین یہانتک مقبول ہے کہ اسنے دوسری بار حیض نہین دیکھا کذا فی
الجوہرہ یعنی حالت حیض مین یا بعد پاک ہونے کے حیض کا اظہار کیا تبتک مقبول ہوگا اور اگر حیض ثانی مین اظہار کیا تو مقبول نہوگا وفی ان صمت یوما فانت
طالق تطلق حین غربت الشمس من یوم صومہا بخلاف ان صمت فانہ یصدق بساعۃ اور اس قول مین کہ اگر تو روزہ رکھیگی ایکدن تو تو طالق ہے تو طلاق
واقع ہوگی وقت غروب آفتاب کے جسدن روزہ رکھے بخلاف اس قول کے کہ ان صمت یعنی اگر تو صائم ہوگی تو تو طالق ہے تو غروب آفتاب کی ضرورت نہین اسواسطے
کہ صوم لغوی ایک ساعت پر بھی صادق آتا ہے قال لہا ان ولدت غلاما فانت طالق واحدۃ وان ولدت جاریۃ فانت طالق ثنتین فولدتہما ولم یدر الاول
تلزمہا واحدۃ قضاء وثنتان تنزہا ای احتیاطا لاحتمال تقدم الجاریۃ کہا زوجہ سے کہ اگر تو لڑکا جنی تو تجھکو ایکبار طلاق ہے اور لڑکی جنی تو تجھکو دو بار طلاق ہے سو عورت
لڑکا اور لڑکی ایک کو دوسرے کے بعد جنی اور معلوم نہین کہ اول کون جنی لڑکا یا لڑکی تو لازم ہوگی اسکو ایک طلاق باعتبار قضا کے اور دو بار طلاق باعتبار احتیاط کے
بسبب احتمال تقدم جاریہ کے یعنی شاید اول لڑکی ہی پیدا ہوئی ہو ومضت العدۃ بالثانی فلذا لم یقع بہ شئ لان الطلاق المقارن لانقضاء العدۃ لا یقع اور آخر ہوگی عدت
اس طلاق کی ولد ثانی سے اور اسی سبب سے ولد ثانی کے تولد سے کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ جو طلاق کہ متصل ہوا انقضاء عدت کے اس سے کچھ نہین واقع ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی فان
علم الاول فلا کلام وان اختلفا فالقول للزوج لانہ منکر وان تحقق ولادتہما معا وقع الثلث وتعتد بالاقراء پھر اگر معلوم ہو پہلا ولد تو اسمین کچھ کلام کی حاجت نہین اگر
عورت اول لڑکا جنی تو ایک طلاق واقع ہوگی اور عدت لڑکی پیدا ہونے سے آخر ہوگی پھر دوسری طلاق نہ واقع ہوگی اور اگر اول لڑکی جنی تو دو بار طلاق واقع ہوگی اور
عدت لڑکا ہونے سے منقضی ہوگی پھر تیسری طلاق نہ واقع ہوگی اور اگر زوجین مین اختلاف ہوا سو عورت نے دعوی کیا کہ اول لڑکی پیدا ہوئی اور زوج نے کہا کہ نہین اول لڑکا ہوا تو
تو زوج کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے لزوم طلاق ثانی کا اور اگر ثابت ہوئی دونون کی ولادت ساتھ ہی تو تین بار طلاق واقع ہوگی اور عدت مین حیضون سے ہوگی اسواسطے کہ عدت

بسبب ولادت کے مقتضی نہیں ہوتی اسواسطے کہ ولادت والدین معاً شرط واقع ہوگئی طلاق کی وان ولدت غلاماً وجاریتین ولم یدر الاول یقع ثنتان قضاءً وثلث تنزہاً
اور اگر جنی عورت ایک لڑکا اور دو لڑکیاں اور پہلا ولد معلوم نہیں تو دو بار طلاق باعتبار قضا کے واقع ہوگی اور تین بار بنابر احتیاط کے اسواسطے کہ اگر لڑکا اول یا
درمیان میں ہوگا تو تین بار طلاق ہوگی ایک اسکے سبب سے اور دو پہلی لڑکی کے سبب سے اور اگر لڑکا آخر ہوگا تو دو طلاق پہلی لڑکی کے سبب ہونگی پھر باقی دو سے کچھ نہ واقع
ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلاً عن النہر وان ولدت غلامین وجاریۃ فواحدۃ قضاءً وثلث تنزہاً اور اگر عورت دو غلام اور جاریہ جنی اور پہلا معلوم نہیں تو بنابر قضا کے ایک
طلاق واقع ہوگی اور بنابر احتیاط کے تین اسواسطے کہ اگر دو غلام پہلے ہیں تو ایک طلاق ایک غلام سے دوسرے سے کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ تعلیق باطل ہوئی بسبب اول
غلام کے اور ولادت جاریہ سے کچھ نہ ہوگا اسواسطے کہ انقضاے عدت اسکی ولادت سے متعلق ہے اور اگر جاریہ اول ہے یا وسط تو تین طلاق واقع ہونگی ایک طلاق بسبب اول غلام کے اور
دو بسبب جاریہ کے تو یہ مسئلہ محتمل ہے ایک کو اور تین کو تو قضا میں اقل لازم ہوگا اور بنابر احتیاط کے اکثر کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وہذا بخلاف ما لو قال ان کان حملک
غلاماً فانت طالق واحدۃ وان کان جاریۃ فثنتین فولدت غلاماً وجاریۃ لم تطلق لان الحمل اسم للکل فما لم یکن الکل غلاماً او جاریۃ لم تطلق اور یہ مسئلہ ولادت کا
مخالف ہے مسئلہ حمل سے اسطرح کہ اگر زوج نے کہا کہ اگر تیرا حمل لڑکا ہے تو تجھکو ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی ہے تو دو طلاق ہیں پھر وہ لڑکا اور لڑکی ساتھ ہی جنی تو طلاق
نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ حمل نام ہے کل کا اسواسطے کہ اسم جنس مضاف ہے تو کل کو شامل ہوگا تو جب تک کل حمل لڑکا یا لڑکی نہوگا تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب
نپائے جانے شرط کے وکذا لو قال ان کان ما فی بطنک غلاماً والمسئلۃ بحالہا للعموم ما اور اسی طرح طلاق نہ واقع ہوگی اگر زوج نے کہا کہ جو تیرے پیٹ میں ہے اگر وہ لڑکا
ہے تو تجھکو ایک طلاق ہے پھر وہ لڑکا اور لڑکی ساتھ ہی جنی تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب عموم لفظ ما کے تو مطلب یہ ہوا کہ جب جمیع ما فی البطن لڑکا ہو تب شرط پائی جائیگی حالانکہ
ایسا نہیں بخلاف ان کان فی بطنک والمسئلۃ بحالہا فانہ تقع الثلث لعدم اللفظ العام بخلاف سابق کے یہ مسئلہ ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں
لڑکا ہے تو تجھکو ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی ہے تو دو طلاق ہیں پھر عورت لڑکا اور لڑکی ساتھ ہی جنی تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ اس قول میں کوئی عام لفظ
نہیں کہ جمیع ما فی البطن مراد ہو بلکہ لفظ فی البطن کا لڑکا اور لڑکی دونوں پر صادق آتا ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو علق طلاقہا بحبلہا لم تطلق حتی تلد لاکثر من سنتین من
وقت الیمین اگر معلق کیا طلاق کو عورت کے حمل پر تو طلاق اسپر واقع ہوگی یہانتک کہ جنی دو برس سے زیادہ وقت تعلیق سے یعنی بعد تعلیق کے جبتک دو برس سے زیادہ ولادت
نہوگی طلاق نہ واقع ہوگی اور اگر قبل دو برس کے یا پورے دو برس میں جنے تو طلاق نہوگی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ شاید حمل تعلیق سے پہلے ہوا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی
قال ان ولدت ولداً فانت طالق او حرۃ فولدت ولداً میتاً طلقت وعتقت کہا کہ اگر تو لڑکا جنے گی تو تو طالق ہے یا آزاد ہے پھر عورت مردہ لڑکا جنی تو زوجہ
مطلقہ ہوگی اور لونڈی آزاد ہوگی اسواسطے کہ مردہ کو بھی لڑکا کہتے ہیں قال لام ولدہ ان ولدت فانت حرۃ تنقضی بالعدۃ جوہرہ کہا مولے نے یعنی ام ولد سے کہ
اگر تو جنے گی تو تو آزاد ہے پھر وہ مردہ لڑکا جنی تو اسکے تولد سے ام ولد کی عدت منقضی ہو جائیگی کذا فی الجوہرہ م حلبی اور طحطاوی محشیوں نے کہا کہ اس مسئلہ میں سہو واقع ہوا ہے
اسواسطے کہ عدت نہیں ہوتی مگر بعد آزاد ہونے کے اور آزادی ثابت نہیں ہوتی مگر بعد ولادت کے تو کیونکر ولادت سے مدت منقضی ہوگی شیخ رحمتی محشی نے جواب دیا کہ قیاس تو یہی ہے لیکن عدت سے
مقصود تو یہ ہے کہ رحم کی صفائی معلوم ہو اور ولادت سے صفائی تو ثابت ہوگئی لہذا ولادت ہی پر اکتفا کی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی علق العتاق والطلاق ولو
الثلث بشیئین حقیقۃ بتکرر الشرط او لا کان جاء زید او بکر فانت کذا یقع المعلق ان وجد الشرط الثانی فی الملک الا لاشتراط الملک حالۃ الحنث وہی مسئلہ
رباعیۃ تعلیق کی عتاق اور طلاق کی گو تین طلاق ہوں دو چیز پر فی الحقیقۃ دو پر تعلیق ہو بسبب مکرر لانے شرط کے اسطرح کہ اگر آویگا زید اور اگر آویگا بکر تو تو طالق
ہے یا تعلیق دو چیز پر بدون تکرار شرط کے ہو اسطرح کہ اگر آویگا زید اور بکر تو تو طالق ہے یا آزاد ہے تو عتاق اور طلاق معلق واقع ہوگی اگر شرط ثانی ملک میں پائی
جاوے اور اگر شرط ثانی ملک میں نہ پائی جاویگی تو معلق نہ واقع ہوگی بسبب مشروط ہونے ملک کے وقت حنث یعنی تعلیق ٹوٹنے کے وقت ملک ضرور ہے پھر جب شرط ثانی ملک
میں نہ حاصل ہوئی تو معلق نہ واقع ہوگی اور شرط اول کا ملک میں حاصل ہونا کافی نہیں اور یہ مسئلہ رباعی ہے یعنی چار صورتوں کا محتمل ہے ایک صورت یہ کہ دونوں چیزیں ملک میں پائی

جاوین اسمین طلاق واقع ہوگی دوسری صورت یہ کہ دونون چیزین الملک مین نہ پائی جاوین اسمین طلاق نہوگی تیسری صورت یہ کہ اول چیز ملک مین پائی گئی نہ دوسری
تو اسمین طلاق نہوگی چوتھے یہ کہ دوسری چیز ملک مین پائی گئی نہ پہلی اسمین طلاق واقع ہوگی علق الثلث او العتق لامتہ بالوطی حنث بالتقاء الختانین ولم
یجب علیہ العقر فی اللبثین باللبث بعد الایلاج لان اللبث لیس بوطی معلق کیا تین طلاق کو یا اپنی لونڈی کی آزادی کو جماع پر تو حانث ہوگا بمجرد ملنے
دونون شرمگاہ کے یعنی بمجرد دخول کے طلاق اور آزادی ثابت ہوگی اور نہ واجب ہوگا مہر یا عقر دونون صورتون مین بسبب توقف اور درنگی کے بعد ادخال
کے اسواسطے کہ ٹھہرنا اور درنگی جماع نہین بلکہ جماع عبارت ہے ادخال سے سو ادخال بعد طلقات ثلثہ اور عتق کے نہین پایا گیا ہم عقر عبارت ہے مہر مثل سے
حرہ مین لونڈی مین دسوان حصہ قیمت کا اگر وہ باکرہ ہو اور اگر باکرہ نہو تو بیسوان حصہ ولذا لم یصر به مراجعا فی الطلاق الرجعی اور چونکہ لفظا ٹھہرنا بدون ادخال کے
جماع نہین لہذا بسبب ٹھہرنے کے طلاق رجعی مین وہ مراجع نہوگا یعنی زوج نے دخول کیا پھر عورت کو طلاق رجعی دی اور ٹھہر گیا بدون حرکت کے تو بمجرد اس ٹھہرنے
کے رجعت ثابت نہوگی نزدیک محمد رح کے اسواسطے کہ اس فعل کو جماع نہین کہتے اور ابو یوسف رح کے نزدیک فقط اسی فعل سے رجعت ثابت ہے اسواسطے کہ بعد طلاق
رجعی کے ٹھہرنا مساس سے خالی نہین اور مساس مثبت ہے رجعت کا بحر الرائق مین کہا کہ مذہب ابو یوسف رح کا بسبب قوت دلیل کے لائق ترجیح کے ہے کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا اخرج ثم
اولج ثانیا حقیقۃ او حکما بان حرک نفسہ فیصیر مراجعا بالحرکۃ الثانیۃ ویجب العقر لا الحد لاتحاد المجلس مگر جبکہ زوج نے نکالا پھر داخل کیا دوبارہ خواہ ادخال ثانی حقیقۃ ہو اسطرح
کہ آلہ تناسل کو عورت کی شرمگاہ سے جدا کیا پھر داخل کیا یا ادخال حکما ہو اسطرح کہ بلا انفصال حرکت دی بدون اخراج اور ادخال کے تو دونون طرح زوج مراجع ہوگا
بسبب دوسری حرکت کے طلاق رجعی مین اور مرد پر عقر واجب ہوگا تین طلاق یا عتق کی تعلیق مین اور حد نہ واجب ہوگی بسبب متحد ہونے مجلس عتق اور وطی کے ہم اس
قول سے شارح نے معراج الدرایہ کے اعتراض کو دفع کیا اسمین یون مذکور ہے کہ تعلیق عتق مین جبکہ آلہ تناسل کو خارج کیا پھر داخل کیا تو چاہیے کہ مرد پر حد زنا واجب
آوے اسواسطے کہ یہ وطی بعد آزاد ہونے لونڈی کے نہ ملک مین داخل ہوئی نہ شبہ حلت مین بخلاف مسئلہ تعلیق طلاق کے کہ وہان شبہ حلت کا موجود ہے یعنی عدت
شارح نے جواب دیا کہ بسبب اتحاد مجلس کے یہ فعل ابتدائی نہین ہر وجہ سے کہ حد لازم آوے کذا فی حاشیۃ المدنی لا تطلق الجدیدۃ فی قولہ للقدیمۃ ان نکحتہا امرأۃ
علیک فہی طالق اذا نکح فلانۃ علیہا فی عدۃ البائن لان الشرط مشارکتہا فی القسم ولم یوجد نہ مطلقہ ہوگی منکوحہ جدیدہ منکوحہ قدیمہ کو اسطرح کہنے سے
زوج کے کہ اگر مین فلانی سے نکاح کرون تیرے اوپر تو وہ طالق ہے جبکہ نکاح کیا زوج نے فلانی سے قدیمہ پر اسکی طلاق بائن کی عدت مین یعنی اول
قدیمہ کو طلاق بائن دی پھر اسکی عدت مین جدیدہ سے نکاح کیا تو جدیدہ پر طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ شرط طلاق جدیدہ کی مشارکت تھی جدیدہ کی قدیمہ کے
ساتھ باری مین حالانکہ مشارکت مذکورہ بعد طلاق بائن کے موجود نہین ہم عدم لزوم قسم کی تعلیل خوب نہین اسواسطے کہ اگر جدیدہ سے سفر مین زوج نکاح کریگا تو
بھی طلاق واقع ہوگی حالانکہ سفر مین باری نہین تو عدم بقاء نکاح قدیمہ بہتر تعلیل ہے عدم طلاق کی کذا فی حاشیۃ المدنی ولو نکح فی عدۃ الرجعی اولم یقل علیک
طلقت الجدیدۃ ذکرہ مسکین وقیدہ فی النہر بحثا بما اذا اراد رجعتہا والا فلا قسمۃ لہا کما مر اور اگر نکاح کیا جدیدہ سے قدیمہ کی عدت رجعی مین یا زوج نے یون نہ کہا کہ
اگر تیرے اوپر نکاح کرون بلکہ یون کہا کہ اگر فلانی سے نکاح کرون تو وہ طالق ہے تو دونون صورتون مین منکوحہ جدیدہ مطلقہ ہوگی مذکور کیا اسکو
مسکین نے اور نہر الفائق مین بحث کرکے طلاق مذکور کو مقید کیا ہے قصد رجعت سے یعنی زوج جب قدیمہ سے رجعت کا ارادہ رکھتا ہو تب جدیدہ پر طلاق
واقع ہوگی اور اگر ارادہ رجعت کا نہین تو مطلقہ رجعی کی باری نہین چنانچہ باب القسم مین اسکا بیان ہوچکا پھر جب اسکی باری نہوئی تو جدیدہ مطلقہ بھی نہوگی
بسبب عدم شرط کے ہم عنقریب گذرا کہ سفر مین باری نہین حالانکہ وہان بھی نکاح جائز نہین تو بحث صاحب نہر الفائق کی مندفع ہوگئی کذا فی حاشیۃ
المدنی قال لہا انت طالق انشاء اللہ متصلا الا لتنفس او سعال او جشاء او عطاس او ثقل لسان او امساک فم او فاصل مفید لتاکید او تکمیل او حد
طلاق او نداء کانت طالق یا زانیۃ او یا طالق ان شاء اللہ صح الاستثناء خانیۃ کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہے انشاء اللہ یا اگر یہ کہ انشاء اللہ کو متصل کہا

بسبب دم لینے کے یا کھانسی سے یا ڈکار سے یا چھینک سے یا ہکلاپن سے یا کسی کے منھ بند کر لینے سے یا بسبب لفظ فاصل کے جو مفید ہو تاکید طلاق یا تکمیل طلاق کو فاصل تاکیدی کی مثال چنانچہ انت طالقٌ طالقٌ انشاء اللہ اور فاصل تکمیلی کی مثال چنانچہ انت طالقٌ واحدۃ او ثلثا او بائنا انشاء اللہ یا بسبب فاصل کے جو مفید ہو حد کا یا طلاق کا یا ندا کا چنانچہ مفید حد کی مثال انت طالقٌ یا زانیۃ انشاء اللہ اور مفید طلاق کی مثال انت طالق یا طالق انشاء اللہ اور ندا کی مثال انت طالق یا کلثوم انشاء اللہ سوان سب صورتوں میں استثناء صحیح ہے کذا فی الخانیۃ یعنی اسقدر انفصال مانع اتصال استثنا کا نہیں بخلاف الفاصل اللغو کانت طالق رجعیا انشاء اللہ وقع بائنا لایقع بخلاف فاصل لغو کے چنانچہ یوں کہنا کہ انت طالقٌ رجعیا انشاء اللہ تو اسمیں طلاق واقع ہوگی لفظ رجعیا کا فاصل لغو ہے اسواسطے کہ لفظ طلاق خود موضوع ہے واسطے طلاق رجعی کے تو رجعیا کہنا محض بیفائدہ ہوا تو مانع ہوگا صحت استثنا کو اور اگر یوں کہیگا کہ انت طالقٌ بائناً انشاء اللہ تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ یہ فاصل لغو نہیں کہ مانع ہو صحت استثنا کا بلکہ یہ فاصل تکمیلی ہے چنانچہ عنقریب گذرا ولو قال رجعیا او بائنا لایقع بنیۃ البائن لا الرجعی قنیہ وقواہ فی النہر اور اگر زوج نے کہا انت طالق رجعیا او بائنا انشاء اللہ تو طلاق واقع ہوگی بائن کی نیت سے نہ رجعی کی نیت سے کذا فی القنیہ اور تقویت دی ہے روایت قنیہ کو نہر الفائق میں م بحر الرائق میں قنیہ کی روایت کی تضعیف ہے اور نہر الفائق میں اُسکی تقویت ہے اور درالمختار کے محشیوں نے یعنے شیخ رحمتی اور حلبی نے بحر الرائق کی تصویب کی ہے بسبب صراحت دلیل کے یعنی جب ذکر رجعی مسبب ہے طلاق کا تو نیت رجعی کی بھی سبب طلاق کی ہوگی اور جبکہ ذکر بائن سے طلاق نہیں ہوتی تو اسکی نیت سے بھی طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی مسموعاً بحیث لو قرب شخص اذنہ الی فمہ یسمع فیصح استثناء الاصم خانیۃ استثناء متصل مسموع ہو اسطرح کہ اگر نزدیک کرے کوئی شخص اپنا کان متکلم کے منھ کی طرف تو سُن لے تو صحیح ہوا استثنا کرنا بہرے آدمی کا کذا فی الخانیۃ یعنی جب سماع کی یہ حد ہوئی کہ دوسرا آدمی کان لگانے سے سُن سکے تو بہرے آدمی کا استثنا کرنا بھی صحیح ہوگا کہ ہرچند وہ خود نہیں سنتا لیکن دوسرا سن سکتا ہے تو یہ قول جو مشہور ہے فقہا کا کہ مسموع قول وہ ہے جسکو آپ سنے اس سے اصم مستثنی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی لایقع للشک نہ واقع ہوگی طلاق انشاء اللہ کہنے سے بسبب شک کے اسواسطے کہ زوج نے طلاق کو معلق کیا خدا کی مشیت پر اور خدا کی مشیت معلوم نہیں تو ہمکو شک پڑا مشیت اور عدم مشیت میں اور نکاح ثابت ہو چکا ہے بالیقین تو طلاق نہ ثابت ہوگی بسبب شک کے وان ماتت قبل قولہ ان شاء اللہ طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ زوجہ مر گئی ہو انشاء اللہ کہنے سے پہلے یعنی زوج نے اسیقدر کہا تھا کہ انت طالق ہنوز انشاء اللہ کہنے کی نوبت نہ آئی کہ زوجہ مخاطبہ مر گئی تو بھی طلاق نہ واقع ہوگی عدم طلاق کا ثمرہ یہ ہے کہ زوجہ غیر مدخولہ کا زوج وارث ہوگا اور اگر طلاق پڑتی تو زوج اسکا وارث نہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی وان مات یقع اور اگر زوج مر گیا قبل تلفظ انشاء اللہ کے تو طلاق واقع ہوگی بسبب عدم استثنا کے م استثنائے زوج کا ارادہ اسطرح معلوم ہو سکتا ہے کہ زوج نے قبل تلفظ طلاق کے کسی شخص سے قصد استثنا کو مذکور کیا ہو ولا یشترط فیہ القصد اور شرط نہیں صحت استثنا میں قصد استثنا کا کرنا تو اگر زوج نے تین طلاق دینے کا ارادہ کیا اور اُسکی زبان سے انت طالق انشاء اللہ نکل گیا تو استثنا صحیح ہوگا طلاق نہ واقع ہوگی ولا التلفظ بہما اور شرط نہیں بولنا طلاق اور استثنا کا فلو تلفظ بالطلاق وکتب الاستثناء موصولا او عکس او ازال الاستثناء بعد الکتابۃ لم یقع عمادیۃ تو اگر بولا طلاق کو اور لکھا استثنا متصل بولنے کے یا اسکے برعکس کیا یعنی طلاق کو لکھا اور استثنا کو فوراً بولا یا طلاق اور استثنا دونوں کو لکھا پھر استثنا کو بعد لکھنے کے مٹا ڈالا تو ان تینوں صورتوں میں طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ تلفظ شرط نہیں کذا فی العمادیۃ ولا العلم بمعناہ حتی لو اتی بالمشیئۃ من غیر قصد جاہلا لم یقع خلافا للشافعی اور شرط نہیں جاننا معنی استثنا کا یہانتک کہ اگر زوج انشاء اللہ کو اپنے کلام میں بلا قصد نادانستہ بولا تو بھی طلاق واقع نہوگی بخلاف امام شافعی کے کہ اُنکے نزدیک صحت استثنا میں قصد اور اُسکے معنی کا علم شرط ہے وافتی الشیخ الرملی الشافعی فیمن حلف علی شئی بالطلاق فاستثنی لہ الغیر ظانا صحتہ بعدم الوقوع انتہی قلت ولم ارہ لاحد من علمائنا واللہ اعلم اور فتوی دیا ہے شیخ رملی شافعی نے اُس شخص کے حق میں جسنے قسم کھائی کسی چیز پر طلاق کی پھر انشاء اللہ کہا قسم کھانے والے کیواسطے کوئی غیر شخص نے درحالیکہ قسم کھانے والا صحت استثناء غیر کا گمان کرتا ہے فتوی دیا عدم وقوع طلاق کا انتہی کلامہ یعنی اسطرح کا اس عالم کے نزدیک صحیح ہے لہذا عدم وقوع کا فتوی دیا شارح کہتا ہے کہ ہمنے اپنے علماء حنفیہ سے کسی نہیں دیکھا جسنے اس مسئلہ کا تعرض کیا ہو واللہ اعلم طحطاوی نے کہا کہ ظاہر کلام علماء حنفیہ کا یہ ہے کہ اتحاد متکلم شرط ہے تو غیر کا استثنا کرنا صحیح نہوگا

واللہ اعلم ولو شهدا بها وهو لا يذكر با ان كان بحال لا يدري ما يجري على لسانه لغضب جاز له الاعتماد عليهما والا لا بحر اور اگر گواہی دی دو گواہون نے مشیت کی یعنے
انشاء اللہ کہنے کی اور زوج کو یاد نہین اسکا کہنا سو اگر زوج وقت تکلم کے اس حال پر تھا کہ نہین جانتا تھا کہ کیا نکلتا تھا اُسکی زبان سے بسبب غضب کے تو زوج کو اعتماد
کرنا شاہدون کے قول پر جائز ہی اور اگر اسکو ایسی حالت بیخبری کی نہ تھی تو اُسکو اُنکے قول پر اعتماد کرنا نچاہیے کذا فی بحر الرائق ویقبل قوله ان ادعاه وانكره
في ظاهر المروي عن صاحب المذهب وقيل لا يقبل الا ببينة وعليه الاعتماد والفتوى احتياطا لغلبة الفساد خانية اور مقبول ہوگا قول زوج کا اگر وہ
مدعی ہوا استثنا کا اور منکر ہوا اُسکی عورت ظاہر الروایت مین جو مروی ہی صاحب مذہب سے اور قول غیر ظاہر یہ ہی کہ زوج کا قول مقبول نہین بدون گواہون کے
اور اسی قول پر اعتماد اور فتوی ہی بنا بر احتیاط کے بسبب غلبہ فساد زمانہ کے کذا فی الخانیہ یعنی اہل زمانہ مین بسبب شیوع فسق کے حلال حرام کی امتیاز نہین تو بدون
گواہون کے قول زوج پر اعتماد نچاہیے طحطاوی نے کہا کہ یہ اگلے زمانہ کا حال تھا ہم اپنے زمانہ کا کیا حال بیان کرین کہ جاہل ایک طرف بعضے علما طمع دنیا سے سائل کو یہ بھی
حیلہ سکھا دیتے ہین تاکہ طلاق نہ واقع ہو بسبب دعوی استثنا کے استغفر اللہ من شرور الفساد قيل ان عرف بالصلاح فالقول له اور بعضے علمانے یعنی کمال الدین بن الہمام نے
فتح القدیر مین کہا کہ اگر زوج معروف بصلاح وتقوی ہو تو اسیکا قول معتبر ہو خیر الدین رملی نے منح الغفار کے حاشیہ مین کہا کہ جب دو قول کی ترجیح مین اختلاف پڑے
تو ظاہر الروایت کیطرف رجوع کرنا واجب ہی کذا فی حاشية المدني وحكم من لم يوقف على مشيته فيما ذكر كالانس والجن والملائكة لو الجدار والحمار كذلك اور حکم اُس
شخص کا جسکی مشیت نہین معلوم ہو سکتی امر مذکور مین یعنی تعلیق بالمشیة مین چنانچہ آدمی اور جن اور فرشتے اور دیوار اور گدھا ایسا ہی ہی جیسا مشیت خدا کا حکم ہی
یعنی اگر زوج زوجہ سے کہے کہ تو مطلقہ ہی اگر سب آدمی یا جن یا فرشتے چاہین یا دیوار یا گدھا چاہے تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ سب آدمیون کی خواہش
معلوم نہین ہو سکتی اسی طرح جن اور فرشتے کی مشیت معلوم نہین ہو سکتی اور دیوار اور گدھے مین تو مطلق مشیت نہین دیوار سے مراد جمیع جمادات اور گدھے سے مراد
جمیع حیوانات ولو شرك كان شاء اللہ وشاء زيد لم يقع اصلا اور اگر ملایا مشیت خدا کو ساتھ مشیت اُس شخص کے جسکی مشیت معلوم ہو سکتی ہی مثلا یون کہا کہ تو مطلقہ ہی اگر
چاہا خدا نے اور چاہا زید نے تو طلاق اصلا نہ واقع ہوگی اگرچہ زید چاہے ومثل ان الا وان لم واذا وما ومالم اور مانند ان شرطیہ کے ہی لفظ الا وان لم واذا اور ما
اور مالم کا یعنی اگر زوج نے کہا انت طالق الا ان يشاء اللہ یا یون کہا کہ انت طالق ان لم يشاء اللہ یا یون کہا کہ انت طالق اذا شاء اللہ یا یون کہا کہ
انت طالق ما شاء اللہ یا یون کہا کہ انت طالق مالم يشاء اللہ تو ان سب مثالون مین طلاق نہ واقع ہوگی جیسا کہ انشاء اللہ کہنے سے نہین واقع ہوتی ومن الاستثناء
انت طالق لولا ابوك ولولا حسنك ولولا اني احبك فلا يقع خانية اور استثنا مین سے یہ قول ہی کہ انت طالق لولا ابوک یعنی تو مطلقہ ہی اگر تیرا باپ نہ ہوتا اور انت طالق
لولا حسنک یعنی تو مطلقہ ہی اگر تیرا حسن نہو اور انت طالق لولا اني احبک یعنی تو مطلقہ ہی اگر مین تیرا محب نہوتا سو اس قول سے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی الخانیہ یہ قول
استثنا مین اسواسطے داخل ہوا کہ کلمہ لولا کا امتناع جزا پر دلالت کرتا ہی یعنی طلاق پر بسبب وجود شرط کے ومنه سبحان اللہ ذكره ابن الهمام نے فتواہ اور استثنا
مین سے ہی سبحان اللہ بیان کیا ہی اسکو کمال الدین ابن الہمام نے اپنے فتوی مین یعنی اگر یون کہے کہ انت طالق سبحان اللہ تو طلاق نہ واقع ہوگی جیسے انشاء اللہ
سے نہین ہوتی م سبحان اللہ بمعنی استثنا ہونے کی حلبی محشی نے وجہ بعید بیان کی ہی کہ تنال وغیرہ محشیون کو پسند نہین اور فتح القدیر سے سبحان اللہ کا بمنزلہ
استثنا کے ہونا ثابت نہین ہوتا بلکہ خلاف اسکے متبادر ہوتا ہی واللہ اعلم کذا فی حاشية المدني قال انت طالق ثلثا وثلثا ان شاء اللہ وانت حر وحر
ان شاء اللہ طلقت ثلثا وعتق العبد عند الامام لان اللفظ الثاني لغو لا وجه لكونه تاكيدا للفصل بالواو بخلاف قوله حر حر او حر وعتيق لانه توكيد وعطف
تفسير فيصح الاستثناء کہا زوج نے کہ تو طالق ہی تین بار اور تین بار اگر چاہا اللہ نے یا مولے نے غلام سے کہا کہ تو حر ہی اور حر ہی اگر چاہا اللہ تعالی
نے تو زوجہ مطلقہ ہوگی تین طلاق کر اور غلام آزاد ہوگا نزدیک امام اعظم رحمہ اللہ کے اسواسطے کہ لفظ ثانی یعنے ثلثا اور حر لغو ہی لفظ اول سے
کچھ زیادہ فائدہ اسمین نہین اور لفظ ثانی تاکید بھی نہین ہو سکتا اسواسطے کہ جدائی ہوگئی لفظ اول کو لفظ ثانی سے بسبب واو کے اور تاکید مین جدائی نہین ہوتی تو استثنا صحیح

نہوا بخلاف اس قول کے کہ انت حر ان شاء اللہ تعہ یا انت حر و عتیق ان شاء اللہ تعہ اسواسطے کہ قول اول تاکید ہی اور قول ثانی عطف تفسیری ہی تو استثنا صحیح ہوگا تو غلام
نہ آزاد ہوگا **وکذا لیقع الطلاق بقولہ ان شاء اللہ انت طالق فانہ تطلیق عندہما تعلیق عند ابی یوسف رح لاتصال المبطل بالایجاب فلا یقع کما لو اخرہ**
صححہ البزازی وفی الخانیۃ علی قول ابی یوسف رح الفتوی وقیل الخلاف بالعکس وعلی کل فالمفتی بہ عدم الوقوع اذا قدم المشیۃ ولم یات بالفاء اور سیطرح واقع
ہوتی ہی طلاق اس قول سے کہ ان شاء اللہ تعہ انت طالق اسواسطے کہ یہ قول تطلیق ہی امام رح اور محمد رح کے نزدیک اور تعلیق ہی نزدیک ابی یوسف کے واسطے متصل
ہونے مبطل کے ساتھ ایجاب کے مبطل سے مراد استثنا ہی اور ایجاب سے مراد انت طالق ہی سو جبکہ ایجاب باطل ہوا تو طلاق واقع ہوگی چنانچہ طلاق نہین واقع ہوتی اگر استثنا
موخر ہو اسطرح کہ انت طالق ان شاء اللہ تعہ اور تصحیح کی ہی بزازی نے ابو یوسف رح کے قول کی اور خانیہ مین ہی کہ ابو یوسف ہی کے قول پر فتوی ہی اور بعضون نے کہا کہ
خلاف بالعکس ہی یعنے ان شاء اللہ تعہ انت طالق ابو یوسف رح کے نزدیک تطلیق ہی اور امام رح اور محمد رح کے نزدیک تعلیق اور بہر تقدیر مفتی بہ عدم وقوع طلاق ہی جبکہ مقدم کرے
زوج مشیت کو یعنی ان شاء اللہ تعہ کو اور فی جزا مین نہ لاوے ہم شارح نے تصریح کی کہ متن اس مقام مین خلاف مفتی بہ ہی وان اتی بہا لم یقع اتفاقا کما فی البحر والنہر بلا بیۃ و
القہستانی وغیرہا اور اگر زوج قول مذکور مین فی لاویگا یعنی یون کہے کہ ان شاء اللہ تعہ فانت طالق تو باتفاق امام اور صاحبین رح کے طلاق واقع ہوگی چنانچہ بحر الرائق
اور نہر بلا لیہ اور قہستانی وغیرہا مین مصرح ہی وثمرتہ فیمن حلف لا یحلف بالطلاق وقالہ حنث علی التعلیق لا الابطال اور ثمرہ اس اختلاف کا اُس شخص کے حق مین ظاہر
ہوتا ہی جسنے قسم کھائی کہ مین طلاق کی قسم نہ کھاونگا اور وہ قول بولا یعنی ان شاء اللہ تعہ انت طالق اُسکی زبان سے نکلا تو اسکی قسم ٹوٹیگی تعلیق کہنے پر نہ ابطال پر ہم یہ مسئلہ
مستقل ہی تقدیم شرط پر متفرع نہین چنانچہ نہر الفائق مین قاضیخان سے منقول ہی کہ طلاق مقرون باستثنا صحیح مین ہی یعنی تعلیق ہی ابو یوسف رح کے نزدیک اور
محمد رح کے نزدیک تعلیق نہین بلکہ ابطال ہی یعنی اصل کلام بسبب استثنا کے باطل ہوگیا کذا فی حاشیۃ المدنی **وبانت طالق بمشیۃ اللہ او بارادتہ او بمحبتہ او
برضاہ لا تطلق لان الباء للالصاق فکان کالصاق الجزاء بالشرط** اور اس قول سے کہ تو طالق ہی ساتھ مشیت خدا کے یا ساتھ ارادہ خدا کے یا ساتھ محبت
خدا کے یا ساتھ رضاء الٰہی کے طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ مشیت اور ارادہ اور محبت اور رضا کی بے بمعنی الصاق اور اتصال کے ہی تو یہ اتصال مثل اتصال جزا
کے ہوا ساتھ شرط کے تو جیسا کہ شرط اور جزا سے یعنی انت طالق ان شاء اللہ سے طلاق نہین واقع ہوتی ویسے ہی اس قول سے بھی طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ
مشیت الٰہی اور ارادہ اور محبت اور رضا امور غیبیہ سے ہین بشر کو اطلاع انپر ممکن نہین تو بسبب شک کے طلاق کیونکر واقع ہو **وان اضافہ ای المذکور من المشیۃ
وغیرہا الی العبد کان ذلک تملیکا فیقتصر علی المجلس کما مر** اور اگر نسبت کیا مذکور سابق کو یعنے مشیت وغیرہا کو بندۂ خدا کی طرف تو یہ تملیک طلاق ہوگی
منحصر ہوگی مجلس علم پر چنانچہ فصل مشیت مین اسکا بیان ہوچکا یعنی اگر یون کہا کہ تو طالق ہی بمشیت زید یا بارادۂ زید یا بمحبت زید یا برضاء زید تو زید کو اختیار
طلاق دینے کا مجلس تک ہی نہ بعد مجلس کے **وان قال بامرہ او بحکمہ او بقضائہ او باذنہ او بعلمہ او بقدرتہ یقع فی الحال اضیف الیہ تعالی
او الی العبد اذ یراد بمثلہ التنجیز عرفا کقولہ انت طالق بحکم القاضی** اور اگر زوج نے کہا کہ تو مطلقہ ہی بامر خدا یا بحکم خدا یا بقضاء خدا یا باذن خدا یا بعلم
خدا یا بقدرت خدا تو فی الحال طلاق واقع ہوگی خواہ امور مذکورہ خدا کی طرف منسوب ہون خواہ بندہ کی طرف اسواسطے کہ ایسے قول سے عرف مین تنجیز
مراد ہوتی ہی نہ تعلیق تو گویا مطلب یہ ہوا کہ تو مطلقہ ہوئی اسواسطے کہ خدا نے طلاق دینے کا امر کیا اور حکم دیا اور اضافت الی العبد کی مثال چنانچہ زوج کا
یون کہنا کہ تو طالق ہی بحکم قاضی یا بامر قاضی یا بعلم قاضی **وان قال ذلک باللام یقع فی الوجوہ کلہا لانہا للتعلیل** اور اگر الفاظ عشرہ کو یعنی مشیت وغیرہ
اور امر وغیرہ کو لام کے ساتھ کہا یعنی یون کہا کہ انت طالق لمشیۃ اللہ او لامرہ تو سب صورتون مین طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ لام موضوع ہی واسطے تعلیل کے اور
علت کا ہونا طلاق کیواسطے نفس الامر مین ضرور نہین **وان کان ذلک بحرف فی ان اضاف الی اللہ تعالی لا یقع فی الوجوہ کلہا لانہ فی معنی الشرط الا فی العلم
فانہ یقع فی الحال وکذا القدرۃ ان نوی بہا ضد العجز** لوجود قدرتہ اللہ تعہ قطعا کالعلم اور اگر امور عشرہ قول مذکور مین متصل ہون بحرف فی تو اللہ تعہ کی طرف نسبت کی

تو طلاق نہ واقع ہوگی سب صورتون مین اسواسطے کہ فی بمعنی شرط ہے تو انت طالق فی مشیتہ اللہ بجائے انت طالق ان شاء اللہ کے ہے مگر لفظ علم مین فی الحال طلاق واقع ہوگی
اور اسیطرح قدرت مین اگر نیت کی زوج نے قدرت سے ضد عاجزی کی طلاق واقع ہوگی بسبب موجود ہونے قدرت حقتعالی کے یقیناً مانند علم الٰہی کے یعنی اگر یون کہا کہ
انت طالق فی علم اللہ یا یون کہا کہ انت طالق فی قدرۃ اللہ تو فی الحال طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ علم الٰہی اور قدرت الٰہی قطعی الوجود ہین تو گویا درعلیم سے کیونکہ نفی علم
اور قدرت کی متصور نہین تو گویا یہ تعلیق ہوئی امر موجود پر تو فی الحال واقع ہوگی اور اگر زوج نے قدرت سے تقدیر کی نیت کی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ حکیم مطلق ہر
شی کو مقدر کرتا ہے اور گاہے نہین تو اسصورت مین تعلیق بالمجہول ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وان اضاف الی العبد کان تملیکا فی الاربع الاول وما بمعناہا کالہوی والرؤیۃ
وتعلیقا فی غیرہا وہی ستہ اور اگر نسبت کی بندہ کیطرف بحرف فی تو تملیک ہوگی پہلے چار امور مین یعنی مشیت اور ارادہ اور محبت اور رضا مین اور جو لفظ کہ انکے ہم معنی
ہو چنانچہ ہوی بمعنی محبت اور خواہش اور رویت بمعنی رویت قلبی اور یہ اضافت تعلیق ہوگی ان چار کے غیر مین اور وہ چھ ہین یعنے امر اور حکم اور قضا اور اذن اور علم اور
قدرت تو اگر زوج نے یون کہا کہ انت طالق فی مشیتہ زید تو یہ تملیک ہے زید کو مجلس تک تطلیق کا اختیار ہے اور اگر یون کہا کہ انت طالق فی امر زید تو یہ تعلیق ہے کہ
العشرۃ اما ان تضاف الی اللہ او العبد والعشرون اما ان تکون بباء او لام او فی فہی ستون پھر الفاظ عشرہ یا مضاف ہون خدا کی طرف یا عبد کی طرف تو بیس ہوئے
اور بیسون تین حال سے خالی نہین یا ساتھ بے کے مستعمل ہون یا لام کے یا فی کے چنانچہ انت طالق لعلم اللہ اور لعلم اللہ او فی علم اللہ او لعلم زید او لعلم زید او فی علم
زید تو یہ ساٹھ صورتین ہوئین اسواسطے کہ بیس کو تین مین ضرب کرنے سے ساٹھ ہوتے ہین وفی البزازیۃ کتب الطلاق واستثنی بالکتابۃ صح اور بزازیہ مین ہے کہ لکھا زوج نے طلاق کو
اور استثنا کیا ساتھ لکھنے کے تو صحیح ہے اس عبارت سے دو صورتین مفہوم ہوئین ایک یہ کہ طلاق اور استثنا کو ساتھ ہی بولے دوسرے یہ کہ دونون کو ساتھ ہی لکھے پھر اگر ساٹھ کو دو مین ضرب
کیجیے تو ایک سو بیس ہوتے ہین شارح نے اس سے بھی زیادتی کا ارادہ کیا لہذا کہا وعلیہا من العمادیۃ فہی مائۃ وثمانون اور بنا بر اس قول کے جو عمادیہ سے اس باب مین عنقریب مذکور
ہو چکا تو ایک سو اسی ہوتے ہین عمادیہ مین تین احتمال مذکور ہین ایک یہ کہ طلاق کو بولا اور استثنا کو فوراً لکھا دوسرے یہ کہ طلاق کو لکھا اور استثنا کو فوراً بولا تیسرے یہ کہ
استثنا کو بعد لکھنے کے مٹا ڈالا تو اگر ساٹھ کو تین مین ضرب کیجیے تو ایک سو اسی ہوتے ہین چلپی محشی نے کہا بلکہ یہان تین سو بیس صورتین ہین اسواسطے کہ الفاظ عشرہ یا
مضاف ہون خدا کیطرف یا بندہ کیطرف تو بیس ہوئے اور ہر ایک خالی نہین کہ مستعمل ہوان شرطیہ سے یا بے سے یا لام سے یا فی سے تو اسی ہوئے بیس کو چار مین ضرب کرنے سے اور
ہر ایک صورت چار حال سے خالی نہین ایک یہ کہ طلاق اور استثنا دونون ملفوظ ہون دوسرے یہ کہ دونون مکتوب ہون تیسرے یہ کہ طلاق ملفوظ ہو اور استثنا مکتوب چوتھے یہ کہ طلاق مکتوب
ہو اور استثنا ملفوظ تو یہ تین سو بیس ہوئے اسی کو چار مین ضرب کرنے سے اور شیخ رحمتی محشی نے اٹھتر ہزار ایک سو بیس بلکہ چوراسی ہزار چار سو صورتین ثابت کی ہین وفوق کل
ذی علم علیم جسکو دریافت تفصیل کا شوق ہو وہ حاشیہ شیخ عابد سندھی مدنی کو ملاحظہ کرے مترجم نے خوف طوالت سے ذکر تفصیل کا ضرور نجانا وفی کیف شاء اللہ تطلق
رجعیۃ اور اس قول مین کہ انت طالق کیف شاء اللہ یعنی تو طلاق ہے جس کیفیت سے کہ خدا چاہے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ خلاصہ مین مذکور ہے کہ کیفیت باطل ہوگئی
بسبب تعلیق بالمشیۃ کے تو باقی رہگیا انت طالق تو اس سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی انت طالق ثلثا الا واحدۃ تقع ثنتان اس قول سے کہ تو طلاق ہے
تین بار مگر ایک نہین دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ استثنا اقل کا اکثر سے بلا خلاف جائز ہے یہان بحث استثنا تحصیلی کی شروع ہوئی بعد از فراغت استثنا تعطیلی کے بحر الرائق مین کہا کہ
استثنا دو قسم ہے ایک استثنای عرفی دوسرا استثنای وضعی استثنای عرفی مذکور ہو چکا یعنی تعلیق بالمشیۃ اور استثنا وضعی اب مذکور ہوتا ہے استثنای وضعی وہ ہے جو مابعد الا یا اخوات الا
مذکور ہو اور مابعد الا کا حکم مین مخالف ہوتا ہے ماقبل الا سے ماقبل الا کو مستثنی منہ کہتے ہین اور مابعد الا کو مستثنی بولتے ہین وفی الا ثنتین تقع واحدۃ اور اس قول مین کہ انت طالق
ثلثا الا ثنتین یعنی تجھکو تین طلاق مگر دو تو ایک طلاق واقع ہوگی وفی الا ثلثا تقع ثلث لان استثناء الکل باطل ان کان بلفظ الصدر او مساویہ اور اس قول مین کہ انت
طالق ثلثا الا ثلثا یعنی تجھکو تین طلاق ہین مگر تین تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ استثنا کرنا کل کا کل سے باطل ہے اگر بلفظ صدر کلام یعنی مستثنی منہ کے ہو یا مین برابر ہو استثنا
بلفظ صدر کے مثال متن مین مذکور ہوچکی یعنی ثلث سے ثلث مستثنی ہوا اور مساوی کی یہ مثال ہے کہ انت طالق ثلثا الا واحدۃ و واحدۃ و واحدۃ فان بغیرہما کنسائی طوالق الا ہولاء

اوالا زینب فی عمرة وہند وعبیدی احرار الا ہولار او الا سالما او غانما ور اشد اوہم الکل صح کما یجی فی الاقرار اور اگر استثنا کل کا بغیر لفظ صدر اور نہ بغیر مساوی ہو
چنانچہ نسائی طوالق الا ہولار یعنی میری عورتین مطلقہ ہین مگر یہ یا یون کہا کہ نسائی طوالق الا زینب وعمرة وہند یعنی میری عورتین مطلقہ ہین مگر زینب اور
عمرہ اور ہند اور چنانچہ عبیدی احرار الا ہولار یعنی میرے غلام آزاد ہین مگر وہ یا یون کہا کہ میرے غلام آزاد ہین مگر سالم اور غانم اور راشد اور حالانکہ اسکی عورتین
اور غلام اتنے ہی ہین جتنے کہ اُسنے مذکور کیے تو یہ استثنا صحیح ہی اگرچہ استثنائے کل ہی اسواسطے کہ لفظ نسا عام ہی اگرچہ واقع مین اُسکی کل عورتین اتنی ہی ہین اور
لفظ عبید بھی عام ہی اگرچہ نفس الامر مین اُسکے غلام اتنے ہی ہین چنانچہ کتاب الاقرار مین آویگا ویعتبر فی المستثنی کونہ کلا او بعضا من جملة الکلام لا من جملة
الکلام الذی یحکم بصحتہ وہو الثلث اور مستثنی مین معتبر ہی ہونا اسکا کل یا بعض مستثنی منہ کا منجملہ مطلق کلام کے منجملہ اُس کلام کے جسکی صحت پر حکم ہوتا ہی اور وہ
تین ہین یعنی اگر مستثنی منہ زیادہ ہو تین طلاق سے تو اُسی اکثر سے استثنا ہوگا نہ فقط تین سے ففی انت طالق عشرا الا تسعا یقع واحدة تو اس قول مین
کہ تو طالق ہی دس بار مگر نو بار ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ جب نو کو دس سے گرایا تو ایک باقی رہا اور اگر استثنا کو منجملہ کلام صحیح کے اعتبار کرتے یعنی تین طلاق
سے استثنا کرتے تو استثنا باطل ہوتا اسواسطے کہ اکثر اقل سے نہین گر سکتا والا ثمانیة یقع ثنتان اور اس قول مین کہ انت طالق عشرا الا ثمانیة یعنی تو طالق ہی دس بار
مگر آٹھ بار دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ اگر دس سے آٹھ ساقط کیجیے تو دو باقی رہتی ہین والا سبعا یقع ثلث اور اس قول مین کہ انت طالق عشرا الا سبعا یعنے تو
طالق ہی دس بار مگر سات بار تین طلاق واقع ہونگی ومتی تعدد الاستثنا ربلا واو کان کل اسقاطا مما یلیہ اور جبکہ چند استثنا ہون بدون واو کے تو ہوگا ہر مستثنی کا اسقاط
اپنے متصل سے اور یہی صحیح مذہب نحویون کا ہی اور اگر چند مستثنی بحرف واو ہون تو ہر ایک مستثنی کا اسقاط صدر سے ہوگا چنانچہ انت طالق عشرا الا خمسا والا ثلثا
والا واحدة مین ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ خمس اور ثلث اور واحد کا مجموعہ نو ہین جب نو کو دس سے گرایا تو ایک باقی رہا کذا فی حاشیة المدنی فیقع ثنتان با
طالق عشرا الا تسعا الا ثمانیة الا سبعة جب مستثنی متعدد بلا واو کا ضابطہ معلوم ہوا تو دو طلاق واقع ہونگی اس قول سے کہ تو طالق ہی دس بار مگر نو مگر آٹھ مگر سات اور
اسکی دریافت کے دو قاعدے ہین پہلا قاعدہ یہ کہ اول مستثنی کو مستثنی منہ سے ساقط کیا جو باقی رہا اُسکو ثانی مستثنی پر بڑھایا اور ثالث مستثنی کو ثانی سے ساقط کیا
وعلی ہذا القیاس آخر تک پھر جو باقی رہا وہی مستثنی مراد ہی سو مثال مذکور مین اول مستثنی تسعہ ہی اُسکو عشر سے ساقط کیا ایک باقی رہا اُسکو ثانی مستثنی یعنی ثمانیہ پر زیادہ کیا تو
تسعہ ہوا پھر اُس سے ثالث یعنی سبعہ کو ساقط کیا دو باقی رہگئے لہذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور مین دو طلاق واقع ہونگی اور دوسرا قاعدہ یہ کہ مستثنے اخیر کو اُسکے قریب سے
ساقط کیا جو باقی رہا اُسکو اُسکے قریب سے گرایا اسیطرح گراتے گئے مستثنی منہ تک سو مثال مذکور مین اخیر مستثنی سبعہ ہی اُسکو ثمانیہ سے ساقط کیا ایک رہا تسعہ سے ساقط کیا آٹھ رہے
آٹھ کو عشر سے ساقط کیا دو باقی رہے اسیواسطے شارح نے کہا کہ مثال مذکور مین دو طلاق واقع ہونگی کذا فی حاشیة المدنی ویلزمہ خمسة بلہ علی عشرة الا تسعا الا ثمانیا الا سبعا الا ستا
الا خمسا الا اربعا الا ثلثا الا اثنین الا واحدا اور لازم ہونگی مقر کو پانچ درم اس قول سے کہ مثلا زید نے کہا کہ خالد کے مجھپر دس درم ہین مگر نو مگر آٹھ مگر سات مگر چھ مگر پانچ مگر چار
مگر تین مگر دو مگر ایک درم وجہ اسکی بموجب قاعدہ اولی کے یہ ہی کہ مستثنی اول یعنی نو کو دس سے ساقط کیا ایک باقی رہا اُسکو آٹھ پر بڑھایا نو ہوئے اس سے سات کو ساقط
کیا دو باقی رہے اُنکو چھ پر بڑھایا آٹھ ہوئے اس سے پانچ کو گرایا تین باقی رہے اُنکو چار پر بڑھایا سات ہوئے اس سے تین کو گرایا چار باقی رہے اُنکو دو پر
بڑھایا چھ ہوئے اُس سے ایک ساقط کیا پانچ باقی رہگئے اور بموجب قاعدہ ثانیہ کے ایک کو ساقط کیا دو سے ایک باقی رہا اُسکو تین سے گرایا دو باقی رہے اُنکو چار سے ساقط
کیا دو باقی رہے اُنکو پانچ سے گرایا تین باقی رہے اُنکو چھ سے گرایا تین باقی رہے اُنکو سات سے ساقط کیا چار باقی رہے اُنکو آٹھ سے گرایا چار باقی رہے اُنکو نو سے
ساقط کیا پانچ باقی رہے اُنکو دس سے گرایا پانچ باقی رہگئے لہذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور مین پانچدرم لازم آتے ہین باقی رہا تیسرا قاعدہ اسکے دریافت کرنے کا سو اُسکو
شارح نے اپنے اگلے قول مین بیان کیا وتقریبہ ان تاخذ العدد الاول بیمینک والثانی بیسارک والثالث بیمینک والرابع بیسارک وہکذا ثم تسقط ما بیسارک
مما بیمینک فما بقی فہو الواقع اور تقریب اسکے دریافت کی یہ ہی کہ لے عدد اول کو اپنے داہنے ہاتھ مین اور عدد ثانی کو اپنے بائین ہاتھ مین اور عدد

ثالث کو اپنے داہنے مین اور عدد رابع کو اپنے بائین بین اور اسیطرح لیتا جا ایک داہنے مین اور ایک بائین مین آخر تک پھر ساقط کر بائین ہاتھ کے اعداد کو داہنے ہاتھ کے اعداد سے پھر جسقدر بعد اسقاط کے باقی رہتے ہین وہی واقع ہین تو مثال مذکور مین مستثنی اول کو یعنی نو کو داہنے ہاتھ مین لیا اور ثانی کو یعنی آٹھ کو بائین مین لیا پھر ثالث یعنے سات کو داہنے مین لیا اور رابع کو یعنی چھ کو بائین مین لیا پھر خامس یعنی پانچ کو داہنے مین اور سادس یعنی چار کو بائین مین لیا پھر سابع یعنی تین کو داہنے مین اور ثامن یعنی دو کو بائین مین لیا باقی رہا ایک اسکو داہنے مین لیا تو داہنے مین نو اور سات اور پانچ اور تین اور ایک مجتمع ہوئے جنکا مجموعہ ہوا پچیس اور بائین مین آٹھ اور چھ اور چار اور دو مجتمع ہوئے جنکا مجموعہ ہوا بیس پھر بائین ہاتھ کے اعداد کو یعنی بیس کو داہنے کے اعداد سے یعنی پچیس سے ساقط کیا تو پانچ باقی رہگئے لہذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور کے اقرار سے پانچ درم لازم آتے ہین اخراج بعض التطلیقہ لغو بخلاف ایقاعہ ایک طلاق کے بعض کو نکالنا بطریق استثنا کے لغو ہے بخلاف اُسکے ایقاع کے یعنی مثلاً نصف طلاق کا واقع کرنا لغو نہین بلکہ نصف سے پوری ایک طلاق واقع ہوگی چنانچہ اوائل باب مین مذکور ہو چکا لیکن نصف یا ثلث کا استثنا کرنا صحیح نہین فلو قال انت طالق ثلثا الا نصف تطلیقہ وقع الثلث فی المختار عن الثانی تتمتان فتح تو اگر زوج نے کہا کہ تجھکو تین طلاق ہین مگر آدھی طلاق تو قول مختار مین تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ بعض طلاق کا استثنا لغو ہے اور ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ دو ہی طلاق واقع ہونگی کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ اُنکے نزدیک استثنا بعض کا صحیح ہے مانند ایقاع کے

وفی السراجیہ انت طالق الا واحدۃ تقع ثنتان انتہی نکاہ استثنی من ثلث مقدرا اور سراجیہ مین ہے کہ اس قول مین کہ تو طالق ہے مگر ایک دو طلاق واقع ہونگی انتہی کلامہ گویا استثنا کیا تین سے جو مقدر ہین سالت المراۃ الطلاق فقال انت طالق خمسین طلقۃ فقالت المراۃ ثلث تکفینی فقال ثلث لک والبواقی لصواحبک ولہ ثلث نسوۃ غیرہا تطلق المخاطبۃ لاغیرہا اصلا ہو المختار لصیرورۃ الباقی لغوا فلم یقع بصرفہ لصواحبہا عورت نے طلاق مانگی سو زوج نے کہا کہ تو طالق ہے پچاس طلاق کر تو عورت نے کہا کہ مجھکو تین طلاق کافی ہین سو زوج نے کہا تین طلاق تجھکو اور باقی تیری ساتھ والی سوتون کیواسطے اور حالانکہ اُس مرد کے تین عورتین اور ہین سواے مخاطبہ کے تو مخاطبہ ہی مطلقہ ہوگی نہ اسکے سوا کوئی یہی قول مختار ہے بسبب جانے باقی طلقات کے لغو یعنی پچاس میں سے تین کے باطل ہوگئے لہذا انکی سوتون پر لغو طلاق کے صرف کرنے سے کچھ نہ واقع ہوگا فروع مسائل ملحقہ شارح کے فی ایمان الفتح باللفظ وقد عرف فی الطلاق انہ لو قال ان دخلت الدار فانت طالق ان دخلت الدار فانت طالق وقع الثلث واقرہ المصنف شرح فتح القدیر کے باب الایمان مین یہ مسئلہ انہین لفظ مذکور ہے جیسا کہ شارح نے ذکر کیا یعنی باب الطلاق مین معلوم ہو چکا ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو طالق ہے اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو طالق ہے اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو طالق ہے تو تین طلاق واقع ہونگی دخول سے اگرچہ دخول ایکہی بار ہو کذا فی حاشیۃ المدنی اور مصنف نے منح الغفار مین اسکو ثابت رکھا ہے باب الایمان مین ان سکنت ہذہ البلدۃ فامراتہ طالق فخرج فوراً فخلع امراتہ ثم سکنہا فی العدۃ لم تطلق بخلاف فانت طالق فلیحفظ کہا اگر مین رہون اس شہر مین تو اسکی زوجہ مطلقہ ہے یعنی میری زوجہ پھر فوراً شہر سے نکلگیا پھر اپنی زوجہ سے خلع کیا بعد اسکے اسی شہر مین اقامت کی اندر عدت مختلعہ کے تو بسبب اس رہنے کے وہ عورت مطلقہ نہوگی اسواسطے کہ شرط پائی جانے کیوقت وہ عورت اُسکی زوجہ نہین کذا فی البحر بخلاف اس مسئلہ کے یہ ہے کہ اگر کہا اپنی زوجہ سے کہ اگر مین اس شہر مین رہون تو تو مطلقہ ہے پھر فوراً نکل گیا پھر اُس سے خلع کیا پھر بعد اسکے شہر مین آرہا تو مخاطبہ مطلقہ ہوگی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اسواسطے کہ اسصورت مین تعلیق ہو سکتی ہے بتقیید زوجیت نہین بخلاف پہلی صورت کے کذا فی حاشیۃ المدنی ان تزوجتک ان تزوجتک فانت کذا لم تقع حتی تتزوجہا مرتین بخلاف ما لو اخر الجزاء فلیحفظ اگر مین تجھسے نکاح کرون اور اگر مین تجھسے نکاح کرون تو تو ایسی ہے یعنی مطلقہ ہے تو مخاطبہ پر طلاق نہ واقع ہوگی یہانتک کہ اس سے دوبارہ نکاح کرے بخلاف اسکے وہ صورت ہے کہ اگر جزا کو موخر لاوے سو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر جزا کو شرط پر مقدم کریگا یا درمیان مین لاویگا دونون شرطون کے تو ایک ہی بار نکاح کرنے سے مخاطبہ مطلقہ ہوگی تقدیم جزا کی مثال انت طالق ان تزوجتک وان تزوجتک اور توسیط جزا کی مثال ان تزوجتک فانت طالق وان تزوجتک کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر والہندیہ ان غبت عنک اربعۃ اشہر فامرک بیدک ثم طلقہا فاعتدت فتزوجت ثم عادت للاول ثم غاب اربعۃ اشہر فلہا ان تطلق نفسہا ولو خلعت لا لانہ تنجیز والاول تعلیق زوج نے کہا کہ اگر مین تجھسے غائب ہون چار مہینے تو امر تیرا تیرے ہاتھ مین ہے پھر اسکو طلاق دی یعنی کمتر تین سے پھر عورت نے بعد عدت کے زوج ثانی سے نکاح کیا پھر مطلقہ ہوئی اور

بعد عدت کے زوج اول کے نکاح مین پھر آئی بعد اسکے مرد غائب ہوا چار مہینے تو عورت کو اپنی ذات کو طلاق دینے کا اختیار ہی اسواسطے کہ سابق مین مذکور ہو چکا کہ
زوال ملک سے باطل تعلیق نہین اور اگر عورت نے خلع کیا یعنی زوج نے زوجہ کو طلاق معوض کی بدون تعلیق کے پھر عورت نے خلع کیا پھر اختیار طلاق کا عورت کو نہ باقی رہیگا اسواسطے
کہ یہ تنجیز ہی یعنی تعلیق یعنی تفویض منجز مادام النکاح قائم ہی پھر جب نکاح نہ رہا تو تفویض بھی نہ رہیگی اور مثال اول تعلیق ہی تو زوال نکاح سے باطل نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی دعاھا
للوقاع فابت فقال متی یکون فقالت غدا فقال ان لم تفعلی ہذا المراد غدا فانت کذا ثم نسیاہ حتی مضی الغد لا تقع بلا یا زوج نے زوجہ کو واسطے جماع کے سو زوجہ نے انکار کیا
تو زوج نے کہا یہ امر کب ہوگا سو عورت نے کہا کہ کل تو مرد نے کہا کہ اگر اس مطلب کو کل نہ کریگی تو تو ایسی ہی یعنی مطلقہ ہی پھر زوج اور زوجہ دونون بھول گئے یہانتک کہ کل کا
دن گذر گیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ بقائے تعلیق سوقت مین امکان بر مین شرط ہی یہان بسبب نسیان کے اُسکا وقت باقی نہ رہا اس جہت سے تعلیق باطل ہو گئی حلف لا یاتیھا
فاستلقی فجاءت فجامعتہ ان مستیقظا حنث قسم کھائی کہ عورت سے صحبت نہ کریگا پھر چت لیٹا سو عورت آئی اور اُسنے صحبت کی تو اگر مرد حالت جماع مین جاگتا ہوگا تو حانث
ہوگا ان لم اشبعک من الجماع فعلی الانزال الماء مرد نے عورت سے کہا کہ اگر مین تجھکو آسودہ نہ کردون جماع سے تو تجھکو طلاق ہی تو یہ آسودگی عورت کے انزال پر موقوف ہی اسواسطے
آسودگی سے مراد کسر شہوت ہی بسبب جماع کے سو بدون انزال کے نہین ہوتی ان لم اجامعہا الف مرۃ فکذا فعلی المبالغۃ لا العدد مرد نے کہا کہ مین زوجہ سے ہزار بار جماع نکرون
تو وہ مطلقہ ہی تو یہ محمول مبالغہ اور کثرت جماع پر ہی نہ اس عدد خاص پر خانیہ مین کہا کہ ستر بار کثیر مین داخل ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ان وطیتک فعلی جماع الفرج وان نوی الدوس
بالقدم حنث بہ ایضا مرد نے عورت سے کہا کہ اگر مین تیری وطی کرون تو تو طالق ہی تو یہ وطی جماع شرمگاہ پر محمول ہی اسواسطے کہ متبادر وطی سے جماع ہی ہی اور اگر زوج
وطی سے قدم سے روندنا اور کچلنا مراد لیگا تو اس معانی سے بھی حانث ہوگا چنانچہ جماع سے لہ امراۃ جنب و حائض و نفساء فقال اخبثکن طالق طلقت النفساء ایکمرد کہ عورت
اسکی جنب ہی جماع سے یا احتلام سے اور دوسری حائض ہی اور تیسری نفاس والی ہی سو اس مرد نے کہا تم عورتون مین سے گندہ تر اور پلید تر عورت مطلقہ ہی تو نفاس والی
عورت پر طلاق واقع ہوگی وفی اخشکن فعلی الحائض اور اگر مرد نے کہا اُن عورتون سے کہ تم مین سے افحش کو طلاق ہی تو حائض پر طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ذکر کرنے مین حیض
افحش اور معیوب تر ہی نفاس سے کذا فی حاشیۃ المدنی قال لی الیک حاجۃ فقال امراتہ طالق ان لم اقضہا فقال ہی ان تطلق امراتک فلہ ان لا یصدقہ مثلا زید نے کہا
خالد سے کہ میری کچھ حاجت ہی تیری طرف تو خالد نے کہا کہ اُسکی زوجہ مطلقہ ہی اگر مین تقاضی حاجت نکرون سو زید نے کہا کہ وہ حاجت تو یہی ہی کہ تو اپنی زوجہ کو طلاق
دے تو خالد کو جائز ہی کہ زید کی تصدیق نکرے اسواسطے کہ احتمال ہی دروغگوئی زید کا ممکن ہی شاید کہ اُسکی حاجت کچھ اور ہو جب اُسنے دیکھا کہ یہ قسم کھا بیٹھا تو زوج یا زوجہ کی ضرر رسانی
کیواسطے یون اظہار کیا علاوہ اسکے جب زوج اور زوجہ مین وجود شرط کا اختلاف ہو تو زوج ہی کا قول معتبر ہی تو اجنبی کے ساتھ بطریق اولی معتبر ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی قال
لاصحابہ ان لم اذہب بکم اللیلۃ الی منزلی فامراتہ کذا فذہب بہم بعض الطریق فاخذہم العسس فحبسہم لا یحنث کہا ایک شخص نے اپنے ساتھیون سے کہ اگر مین لیجاؤن تمکو آجکی رات اپنے گھر
کیطرف تو اُسکی عورت مطلقہ ہی سو اُنکو لیچلا تھوڑی راہ تو پکڑا اُنکو کوتوال نے اور قید کر رکھا سب کو اُسکے گھر تک پہونچ سکے تو وہ شخص حانث نہوگا طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ تعلیق
لیجانے پر تھی نہ گھر مین داخل کرنے کی سو لیجانا متحقق ہو چکا ان خرجت من الدار الا باذنی فخرجت لحریقہا لا یحنث کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر تو گھر سے نکلیگی بدون حکم میرے تو تو طالق ہی
پھر عورت نکلی بسبب آگ لگنے گھر کے تو زوج حانث نہوگا اور یہی حال ہی خوف انہدام اور خوف غرق اور خوف ڈوبنے کا اسواسطے کہ بنائے یمین عرف پر ہی اور ایسے مورعرف مین
یمین سے مستثنے ہوتے ہین حلف لا یرجع ثم رجع لشیٔ نسیہ لا یحنث قسم کھائی شہر یا گھر سے نکلتے کہ نہ پلٹے گا پھر پلٹا کسی بھولی چیز کے لینے کیواسطے تو حانث نہوگا ان لم تجی بفلان
او ان لم تردی ثوبی الساعۃ فانت طالق فجاء فلان من جانب آخر بنفسہ او اخذ الثوب قبل دفعہا لا یحنث کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر تو فلانے شخص کو نہ لاویگی
تو تو طالق ہی یا یون کہا کہ اگر تو میرا کپڑا اسی دم نہ پھیر دیگی تو تو طالق ہی پھر فلانا شخص خود آ گیا دوسری طرف سے یا زوج نے فوراً اپنا کپڑا لے لیا عورت کے دینے
سے پہلے تو حانث نہوگا کذا ان لم ادفع الیک الدینار الذی علی الی راس الشہر فکذا فابراتہ قبل الشہر بطل الیمین اسی طرح حانث نہوگا اس قول مین کہ زوج نے
زوجہ سے کہا کہ اگر مین تجھکو نہ دون وہ اشرفی جو مجھپر قرض ہی فلانے مہینے کے شروع تک تو تو طالق ہی پھر زوجہ نے وہ اشرفی زوج کو معاف کر دی اس مہینے کے آنے سے پہلے

تو یمین باطل ہوگئی طلاق نہ واقع ہوگی حلف لیخرجن ساکن دارہ الیوم والساکن ظالم فان لم یمکنہ اخراجہ فالیمین علی التلفظ باللسان قسم کھائی کہ مقرر نکالیگا اپنے گھر کے
رہنے والے کو آج کے دن اور رہنے والا اسکے گھر کا مرد ظالم ہی سو اگر گھر والے کو اسکا نکالنا ممکن نہو تو براۃ یمین یعنی ادائے قسم فقط زبان کے بولنے پر ہی یعنی زبان سے
یون کہے کہ مین نے تجھکو اپنے گھر سے نکالا تو حانث نہوگا لیعنی ما یکتب فی التعالیق حتی لو نقلها او تزوج علیها او ابرأت من کذا او من باقی صداقها ولو دفع لها الکل
لم تبطل الظاهر لا لتصحیح براءۃ الاسقاط دار رجوع بما دفعہ باقی رہا کلام انمین جو تعالیق مین لکھا جاتا ہی کہ جب زوج زوجہ کو شہر سے باہر لیجائیگا یا اسپر دوسرا
نکاح کریگا یا کہ زوج زوجہ کو فلانے قرض سے ابرا کرے یا باقی مہر سے ابرا کرے تو زوجہ مطلقہ ہی سو اگر زوج زوجہ کو کل قرض یا سب باقی مہر دے تو آیا تعلیق براۃ کی
باطل ہوگی یا نہین جواب ظاہر یہ ہی کہ زوج کے دینے سے تعلیق نہ باطل ہوگی اسواسطے کہ فقہا نے صرح کیا ہی کہ بعد وصول دین کے بھی براۃ اسقاط صحیح ہی اور جو دیا ہی اسکا
پھیر لینا درست ہی مم تعالیق سے مراد وہ وثائق ہین جو عقد نکاح کیوقت شرطے لکھے جاتے ہین براۃ اسقاطیہ کہ دائن مدیون کو اپنا دین معاف کردے اپنا حق اسکی گردن سے ساقط
کرے سو براۃ اسقاط قبل وصول دین کے بھی ہوتی ہی اور بعد وصول کے بھی لیکن مدیون بعد براۃ اسقاط کے جو دیا تھا اُسے پھیر سکتا ہی اسواسطے کہ وہ براۃ سے فارغ الذمہ
ہوگیا پھر جب براۃ بعد وصول کے بھی صحیح ہوئی تو تعلیق براۃ کی کیونکر باطل ہوگی تو بعد براۃ کے طلاق واقع ہوگی حلف باللہ انہ لم یدخل ہذہ الدار الیوم ثم قال عبدہ
حر ان لم یکن دخل الیوم لا کفارۃ ولا یعتق عبدہ اما الصدقۃ او لانہا غموس ولا مدخل للقضاء فی الیمین باللہ ایک شخص نے قسم کھائی اللہ کی کہ وہ داخل نہین ہوا اُس گھر مین
آج پھر بولا کہ اُسکا غلام آزاد ہی اگر آج اس گھر مین داخل ہوا ہو تو اسپر کفارہ قسم کا نہ لازم آویگا اور اُسکا غلام بھی نہ آزاد ہوگا کفارہ نہ لازم آویگا بسبب صدق اُس شخص کے
یعنی عدم دخول دار کے یا اس سبب سے کہ وہ قسم غموس ہی اور غموس مین گناہ ہی کفارہ نہین اور قاضی کے حکم کو کچھ دخل نہین خدا کی قسم مین خلاصہ یہ ہی کہ یہ دونون قسمین متناقض ہین
اگر ایک مین صادق ہوگا تو بالضرور دوسری مین کاذب ہوگا اور آزادی غلام کی ثابت نہوگی جبتک پہلی قسم مین صادق نہو اور پہلی قسم یمین باللہ ہی اور اسمین قاضی کے حکم کو دخل
نہین پھر بدون قاضی کے اُسکا صادق یا کاذب ہونا کیونکر ثابت ہو لہذا اس مسئلہ مین نہ کفارہ ہی نہ عتق حتی لو کانت یمینہ الاولی بعتق او طلاق حنث بالیمین لدخولہما
فی القضاء یہانتک کہ اگر اُسکی پہلی قسم عتق یا طلاق کی ہوگی تو وہ شخص دونون قسمون مین حانث ہوگا بسبب داخل ہونے دونون یمین کے قاضی کے حکم مین باقی بیان اسکا باب
عتق البعض مین انشاء اللہ تعالی آویگا اخذت من مالہ درہما فاشترت بہ لحما وخلطتہ اللحام بدراہمہ قال زوجہا ان لم ترد بہ الیوم فانت کذا فالحیلۃ ان تاخذ کیس اللحام وتسلمہ للزوج
ولو ضاع عن اللحام قبل العلم انہ اذیب او سقط فی البحر لا یحنث لیا زوجہ نے زوج کے مال سے ایک درم پھر اُس سے گوشت مول لیا اور قصاب نے اُس درم کو اپنے
درمون مین ملا ڈالا اور اُسکے زوج نے کہا کہ اگر اُس درم کو آج نہ پھیر لاویگی تو تو طلاق ہی تو تدبیر اسکی یہ ہی کہ عورت قصاب کی تھیلی جسمین وہ درم داخل ہوا لاوے اور زوج کو
دیوے اور اگر وہ درم قصاب سے ضائع ہوا تو جب تک یہ معلوم نہو کہ وہ درم پگھلایا گیا یا دریا مین گر گیا تو زوج حانث نہوگا اسواسطے کہ اُسکا پھر ملنا ممکن ہی بخلاف
اذیب او سقوط فی البحر کے حلف ان لم یکن الیوم فی العالم او فی ہذہ الدنیا فکذا فحبس او فی بیت حتی مضی الیوم قسم کھائی کہ اگر ہون مین آج جہان مین یا اس دنیا مین
تو اسکی زوجہ مطلقہ ہی تو وہ شخص محبوس کیا جاوے اگرچہ کسی گھر ہی مین قید رہے یہانتک کہ وہ دن گذر جاوے تو جبکہ وہ قید ہوگا حانث نہوگا طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے
کہ حقتعالی نے قرآن مجید مین حبس پر نفی من الارض کا اطلاق کیا ہی چنانچہ فرمایا او ینفوا من الارض تو گویا وہ حبس سے دنیا مین موجود نہ رہا اس مسئلہ مین ان کا اعتبار نہین
طحطاوی نے کہا کہ شارح کو بجاے ان لم اکن کے ان اکن کہنا واجب تھا اسواسطے کہ تعلیق وجود حالف پر ہی نہ عدم پر مترجم نے اسیواسطے ترجمہ مضارع مثبت کیا نہ منفی کا کیا
ولو حلف ان لم یخرب بیت فلان غدا فقید ومنع حتی مضی الغد حنث ہو المختار اور اگر قسم کھائی کہ اگر مین نہ ویران کرون فلانے کے گھر کو کل تو ایسا ہو پھر اُسکے پانون مین بیڑیان
ڈالی گئین اور روکا گیا ویران کرنے سے تو وہ حانث ہوگا یہی قول مختار ہی فتوی کیواسطے کذا ان لم اخرج من ہذہ المنزل فکذا فقید وان لم اذہب بک الی منزلی فاخذ ما ذہبت
منہ وان لم تحضری اللیلۃ منزلی فکذا فمنعہا ابوہا حنث فی المختار اسیطرح حانث ہوگا جسنے یون کہا کہ اگر مین نکلون اس گھر سے تو ایسا ہو پھر اُسکے بیڑیان ڈالی گئین یا یون کہا
اپنی زوجہ سے کہ اگر مین تجھکو اپنے گھر نہ لیجاؤن تو ایسا ہو پھر اُس عورت کو پکڑا سو وہ اُس سے چھوٹ بھاگی یا یون کہا عورت سے کہ اگر تو حاضر نہوگی آج کی رات

میرے گھر مین تو ایسا ہو گا پھر اُسکے باپ نے اُسکو نہ جانے دیا تو ان سب صورتون مین وہ حانث ہو گا قول مختار مین اسواسطے کہ مقید کرنا اور منع کرنا اکراہ ہے یعنی زبردستی ہے اور اکراہ کی تاثیر فعل مین ہوتی ہے نہ عدم فعل مین اور ان مسائل مین تعلیق عدم فعل پر ہوئی ہے تو اُسمین اکراہ کی تاثیر نہو گی کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف لااسکن فاغلق الباب قید لاالحیث فی المختار بخلاف اس مسئلہ کے کہا مین سکونت کرونگا اس گھر مین پھر دروازہ بند کر لیا گیا یا اُس شخص کے پاؤن مین بیڑیان ڈالی گئین تو حانث نہو گا قول مختار مین اسواسطے کہ شرط حنث کی فعل ہے یعنی سکونت کرنا اور اکراہ کی تاثیر فعل مین ثابت ہے قلت قال ابن الشحنۃ والاصل انہ متی عجز عن شرط الحنث حنث فی العدمی لا الوجودی شارح کہتا ہے مین کہتا ہون کہ ابن شحنہ نے کہا کہ قاعدہ کلیہ حنث اور عدم حنث کا یہ ہے کہ جب قسم کھانے والا عاجز ہوا شرط حنث سے تو حانث ہو گا امر عدمی مین نہ امر وجودی مین یعنی جب قسم ٹوٹنا مترتب ہو عدم شی پر نہ وجود پر چنانچہ عدم حضور اور عدم فتح باب مسائل سابقہ مین تو عاجز ہونے سے حانث ہو گا اور اگر قسم ٹوٹنا امر وجودی پر مترتب ہے چنانچہ دخول ان دخلت مین اور سکونت لااسکن مین تو بسبب عاجز ہونے کے حانث نہو گا قال فی النہر ومفادہ الحنث فیمن حلف لیؤدین الیوم دینہ فعجز لفقرہ وفقد من یقرضہ خلافا لما فی البحر فتدبر کہا نہر الفائق مین اور مستفاد ہوتا ہے اُس اصل سے حانث ہونا اُس شخص کے حق مین جسنے قسم کھائی کہ مقرر ادا کریگا آج کے دن اپنے دین کو پھر وہ عاجز ہو گیا بسبب اپنی محتاجی کے اور مفقود ہونے اُس شخص کے جو اُسکو قرض دے بخلاف اُس بحث کے جو بحر الرائق مین ہے سو غور اور تامل کر اس مقام مین کہ قائل اس کلام کا بسبب عجز کے اسواسطے حانث ہوا کہ شرط حنث کی امر عدمی ہے یعنی عدم ادا اور بحر الرائق مین کہا کہ قنیہ مین ثابت ہے کہ جب محلوف علیہ سے عاجز ہوا اور یمین موقت ہو تو یمین باطل ہو جاتی ہے تو اُس سے لازم آتا ہے کہ مثال مذکور مین جب ادا دین سے عاجز ہو تو یمین باطل ہو یعنی جب یمین باطل ہوئی تو حانث بھی نہو گا انتہی کلامہ حالانکہ قول قنیہ کا مطلق نہین بلکہ اُس صورت پر محمول ہے جبکہ شرط حنث کی وجودی ہو اور یہان عدمی ہے صاحب نہر نے کہا کہ یہ مقام لائق اہتمام ہے تو یہان خبردار رہنا لازم ہے علامہ شامی نے تدبر اور تامل کرنیکو فرمایا

باب طلاق المریض

یہ باب ہے طلاق مریض کے احکام مین جبکہ مصنف نے طلاق تندرست سے اور اقسام طلاق سے یعنی تنجیز اور تعلیق اور صریح اور کنایہ سے فراغت پائی تو طلاق مریض کی شروع کی عنوان یہ لااصالۃ مصنف نے شروع اس باب کو طلاق مریض کر تعبیر کیا بسبب اُسکی اصالت کے یعنی مقصود بالذات اسمین احکام مریض ہی کے ہین اور احکام مقتول وغیرہ کے بالتبع ہین ویقال لہ الفار لفرارہ من ارثہا فیرد علیہ قصدہ الی تمام عدتہا وقد یکون الفرار منہا کما سیجی اور طلاق دینے والے مریض کو فار بھی کہتے ہین یعنی بھاگنے والا بسبب اُسکے بھاگنے کے عورت کی وراثت سے یعنی مرض الموت مین اسواسطے عورت کو طلاق دیتا ہے تاکہ وہ اسکے مال کی وارث نہو تو مردود ہو گا اُسپر ارادہ اُسکا تمامی عدت تک یعنی اُسکے فرار کا کچھ اثر نہو گا عورت عدت تک اُسکی وارث ہو گی اور کاہے فرار عورت کیطرف سے ہوتا ہے چنانچہ اسی باب مین اُسکا ذکر بھی آویگا من غالب حالہ الہلاک بمرض او غیرہ بان اضناہ مرض عجز بہ عن اقامۃ مصالحہ خارج البیت ہو الاصح کعجز الفقیہ عن الاتیان الی المسجد وعجز السوقی عن الاتیان الی دکانہ وفی حقہا ان تعجز عن مصالحہا داخلہ کما فی البزازیۃ جو شخص کہ غالب حال اُسکا ہلاکی ہو مرض سے یا غیر مرض سے اس طرح پر کہ توڑ دیا اور تھکا ڈالا اُسکو بیماری نے اتنا کہ عاجز ہو گیا اُسکے سبب سے اپنے مصالح کی اقامت سے گھر کے باہر یعنی بیماری سے باہر کے کاروبار ضروری نہین کرسکتا ہی قول تعریف مریض مین اصح ہے چنانچہ عاجز ہو جانا فقیہ مدرس کا مسجد کے جانے سے اور عاجز ہونا دوکاندار کا اپنی دکان کے جانے سے اور عورت کے حق مین حد مرض کی یہ ہے کہ وہ عاجز ہو جائے گھر کے اندر کے کاروبار سے یعنی پکانے اور گھر کے جھاڑنے سے کذا فی البزازیہ ومفادہ انہا لو قدرت نحو الطبخ دون صعود السطح لم تکن مریضۃ قال فی النہر وہو الظاہر اور مستفاد ہوتا ہے تعریف مذکور سے کہ اگر عورت قادر ہو پکانے وغیرہ پر نہ چھت کے چڑھنے پر تو وہ مریض نہو گی نہر الفائق مین کہا کہ یہی قول ظاہر ہے قلت وفی آخر وصایا المجتبی المرض المعتبر المضنی المبیح لصلوتہ قاعدا والمقعد والمفلوج والمسلول اذا تطاول ولم یقعدہ فی الفراش کالصحیح ثم رمز شیخ حد التطاول سنۃ انتہی مین کہتا ہون کہ مجتبی کی کتاب الوصایا کے آخر مین یون ہے کہ بیماری خطرناک جو معتبر ہے فار ہونے مین سو وہ ہے جس سے مباح ہو جاوے نماز پڑھنا بیٹھکر اور جسکو بیماری نے بٹھلا دیا اور جسکو فالج کی بیماری ہووے یعنی آدھا دھڑ رہ گیا ہو اور جسکو سل کی بیماری ہے جبکہ وہ بیماری پرانی ہو جاوے اور اُسکو بستر پر نہ ڈالے تو یہ تینون بیمار مانند تندرست اور صحیح کے ہین پھر رمز کی شیخ نے کہ حد تطاول مرض کی ایک سال ہے انتہی کلام المجتبی فتاوی عالمگیری مین یہ حد تطاول کی شیخ ترجمانی سے منقول ہے اور واقعات مین شمس الدین سرخسی سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ المفلوج والمسلول والمقعد ما دام یزداد کالمریض اور قنیہ مین ہے کہ مفلوج اور مسلول اور مقعد جبتک

یہ بیماریاں بڑھتی جاتی ہون مانند مریض کے ہین فتاوی عالمگیری مین ہو کہ جبتک ان بیماریون پر مرض کی ترقی ہو تو مریض کے مانند ہین اور جب ثابت ہوگئی تو مانند صحیح ہین او بارز رجلا اقوی منہ او قدم لیقتل من قصاص او رجم او بقی علی لوح من السفینۃ او افترسہ سبع و بقی فی فیہ فار بالطلاق خبر من غلبہ ہلاکی کا سطرح پر ہو کہ جنگ کرے اپنے سے زیادہ زور آور مرد سے یا پیش کیا گیا ہو قتل کرنے کے واسطے خون کے بدلے سے یا سنگسار ہونے کو یا باقی رہگیا ہو ایک تختہ پر کشتی کے ٹکڑون سے یا پکڑا ہو اسکو درندہ جانور نے اور اسکے منھ مین بیچ رہا ہو تو ایسا شخص فار بالطلاق ہو اسکو طلاق دینا جائز نہین اسواسطے کہ عورت کا حق اُسکے مال مین متعلق ہو چکا شامل ہے کما کہ فار بالطلاق خبر ہو سن غالب حالہ الہلاک کی یعنی جسپر ظن غالب ہلاکی کا ہو خواہ بیماری سے خواہ تو بیح کی جنگ سے خواہ تقدیم قتل وغیرہ سے وہ فار ہو ولا یصح تبرعہ الا من الثلث لو صحیح نہین تبرع فار کا مگر تہائی مال سے تبرع سے مراد عقود غیر لازمہ جیسے وقف یا نکاح کیا زیادہ مہر مثل سے فلو ابانہا وہی من اہل المیراث علم باہلیتہا ام لا کان علمت اد عتقت ولم یعلم سو اگر فار نے عورت کو طلاق بائن دی اور عورت اہل تھی میراث کی یعنی حرہ مسلمہ تھی زوج اُسکی اہلیت کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو چنانچہ اُسکی زوجہ کتابیہ مسلمان ہوگئی یا اُسکی زوجہ لونڈی آزاد ہوگئی اور زوج کو اُسکا اسلام یا آزاد ہونا معلوم نہو طائعا بلا رضاہا فلو اکرہ او رضیت لم ترث طلاق بائن دی اپنی خوشی بدون رضامندی زوجہ کے تو اگر طلاق مین زبردستی ہوئی زوجہ کی زوج پر یا اگر عورت راضی ہوگئی اپنی طلاق سے تو وارث نہوگی اسواسطے کہ عورت نے اپنا حق آپ قطع کیا اور یہ مراد نہین کہ غیر زوجہ کا اکراہ مبطل ہو وراثت کا اسواسطے کہ اس صورت مین عورت کا کچھ قصور نہین کذا فی حاشیۃ المدنی لہذا مترجم نے ترجمہ مین اکراہ زوجہ کی قید زیادہ کی ولو اکرہت علی رضاہا او جامعہا ابنہ مکرہۃ ورثت اور اگر عورت پر جبر ہوا اُسکے راضی ہونے پر یعنی عورت سے بزبردستی طلاق کا سوال کرا دیا یا زوج کے بیٹے نے زبردستی عورت سے صحبت کی تو عورت ارث ہوگی اسواسطے کہ جبر مین رضامندی نہین وہو کذلک الی الحال ومات فیہ فلو صح ثم مات فی عدتہا لم ترث اور حالانکہ زوج طلاق دینے والا ایسا ہی بیمار اسی حال سے بنا رہا اور اسی مرض مین مرگیا تو اگر زوج بعد طلاق کے تندرست ہوگیا پھر زوجہ کی عدت مین مرگیا تو زوجہ نہ وارث ہوگی اُسکی بذلک السبب موتہ او بغیرہ کان قتل المریض او یموت بجہۃ اخری فی العدۃ المدخولۃ ورثت ہی منہ لا ہو منہا لرضاہ باسقاط حقہ اسی مرض ہی کے سبب سے موت ہو زوج کی یا اسکے سوا جیسے مریض قتل کرڈالا جاے یا کسی اور جہت سے مرجا عدت مین عدت کی قید مدخولہ کیواسطے ہو تو مطلقہ وارث ہوگی زوج کی اور اگر عورت اول مرگئی تو زوج اُسکا وارث نہوگا بسبب راضی ہونے زوج کے اپنے اسقاط حق سے مترجم متن مین لفظ ورثت کا جزا ہو شرط کی یعنی فلو ابانہا کی تو متن کا خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ اگر طلاق بائن دیگا اپنی خوشی اور اسی بیماری مین عدت کے اندر مرجائیگا تو عورت مطلقہ اُسکی وارث ہوگی موت اُسکی اسی بیماری سے ہو یا کسی اور وجہ سے اور مدخولہ کی قید سے خلوت والی عورت نکلگئی اسواسطے کہ ہر چند اسپر عدت واجب ہو لیکن وہ وارث نہین ہوتی وعند احمد ترث بعد العدۃ ما لم تتزوج باخر اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک زوجہ فار کی وارث ہوگی بعد عدت کے بھی جبتک دوسرے زوج سے نکاح نکرے اور یہی مذہب ہی اسحق اور ابن ابی لیلی کا اور امام مالک کے نزدیک اگر سو ازواج سے نکاح کریگی تو بھی وارث ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا ترث طالبۃ رجعیۃ او طلاق فقط طلقت بائنا او ثلثا لان الرجعی لا یزیل النکاح حتی یحل وطیہا و یتوارثان فی العدۃ مطلقا اور اسیطرح وارث ہوگی رجعی طلاق یا فقط طلاق کی مانگنے والی جو مطلقہ ہوگئی ایک طلاق بائن کر یا تین طلاق کر اسواسطے کہ طلاق رجعی نکاح کو زائل نہین کرتی یہانتک کہ وطی اُسکی حلال ہو اور زوجین ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہین عدت کے اندر ہر طرح سے یعنی خواہ صحت مین طلاق رجعی دی ہو خواہ بیماری مین اور اگر عدت منقضی ہوگئی تو نکاح زائل ہوگا وتلغی اہلیتہا للارث وقت الموت بخلاف البائن اور کفایت کرتی ہو اہلیت عورت کی وارث ہونے کے واسطے زوج کی موت کے وقت بخلاف بائن کے کہ اسمین طلاق اور موت دونون مین اہلیت وراثت کی شروط ہو وکذا ترث مبانۃ قبلت او طاوعت ابن زوجہا لمجیء الحرمۃ بعد البینونۃ اور اسیطرح وارث ہوگی مطلقہ بائنہ جسنے بوسہ لیا اپنے زوج کے بیٹے کا یا بخوشی اُسسے ہم صحبت ہوئی بواسطے آنے حرمت کے بسبب طلاق بائن دینے زوج کے یعنی اول جدائی زوج کیطرف سے ہوئی نہ زوجہ کیطرف سے سو تقبیل یا وطی زوجہ کی مبطل وراثت کی نہوگی و من لاعنہا فی مرضہ او آلی منہا مریضا کذلک ای ترثہ لما مر اور جسنے لعان کیا اپنی عورت سے اپنی بیماری مین یا ایلا کیا اُس سے حالت بیماری مین اُسکا بھی ایسا ہی حکم ہو یعنی عورت وارث ہوگی زوج کی چنانچہ اُسکی وجہ مذکور ہو چکی یعنی فرقت موکیطرف سے ہوئی نہ عورت کیطرف سے وان آلی فی صحتہ و بانت بہ ای بالایلاء فی مرضہ او ابانہا فی مرضہ فصح فمات او ابانہا فارتدت فاسلمت فمات لا ترثہ لانہ لا بد ان یکون المرض الذی طلقہا

فیہ مرض الموت فاذا صح تبین انہ لم یکن مرض الموت اور اگر ایلا کیا زوج نے اپنی صحت مین اور جدا ہوگئی عورت بسبب انقضاء مدت ایلا کے اُسکے مرض مین تو وارث نہوگی یا زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اپنی بیماری مین پھر وہ تندرست ہوا پھر مرگیا یا عورت کو طلاق بائن دی بیماری مین پھر عورت مرتد ہوگئی پھر اسلام لائی پھر زوج مرگیا عورت مین تو عورت وارث نہوگی زوج کی درصورت صحت اسواسطے وارث نہوگی کہ وراثت مطلقہ مین یہ ضرور ہے کہ جس مرض مین زوج نے اسکو طلاق دی ہے وہ مرض الموت ہو پھر جبکہ بعد مرض کے وہ تندرست ہوگیا تو ظاہر ہوگیا کہ وہ مرض جسمین طلاق واقع ہوئی مرض الموت نہ تھا ولابد فی البائن ان تستمر اھلیتھا للارث من وقت الطلاق الی وقت الموت حتی لو کانت کتابیۃ او مملوکۃ وقت الطلاق ثم اسلمت او عتقت لم ترث اور درصورت ارتداد اسواسطے وارث نہوگی کہ ضروری طلاق بائن مین کہ اہلیت وراثت کی عورت مین برابر ثابت رہے طلاق کے وقت سے موت کے وقت تک یہانتک کہ اگر عورت کتابیہ یا مملوکہ ہو طلاق کیوقت پھر اسلام لاوے کتابیہ یا آزاد کیجاوے مملوکہ تو وارث نہوگی اسواسطے کہ اسلام اور آزادی وقت طلاق کے موت تک برابر ثابت نہین تو دونون مین اہلیت وراثت کی بالاستمرار ثابت ہوئی اسواسطے کہ کفر اور مملوکیت مانع ہے وراثت کی کما لا ترث لو طلقھا رجعیا او لم یطلقھا فطاوعت او قبلت ابن زوجھا لمجیٔ الفرقۃ منھا چنانچہ عورت وارث نہین ہوتی اگر زوج اسنے طلاق رجعی دی یا نہ دی پھر عورت نے زوج کے بیٹے کو اپنے اوپر بخوشی قادر کیا یا اُسکا بوسہ لیا اسواسطے وارث نہوگی کہ فرقت اُسکی طرف سے آئی او ابانھا بامرھا قید بہ لانھا لو ابانت نفسھا فاجازہ ورثت عملا باجازتہ قنیۃ یا زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اسکے کہنے سے تو وارث نہوگی مصنف نے امر عورت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر عورت نے خود اپنی ذات کے طلاق بائن دی پھر زوج نے اسکو جائز رکھا اپنے مرض مین تو عورت وارث ہوگی زوج کی اجازت پر عمل کرنے سے کذا فی القنیہ یعنی اسصورت مین نفاذ نکاح مرد کی اجازت سے ہوا نہ عورت کی طلاق پر او اختلعت منہ او اختارت نفسھا ولو ببلوغ وعتق وجب وعنۃ لم ترث لرضاھا یا خلع کیا عورت نے زوج سے یا اپنی ذات کو اختیار کیا اگرچہ خیار نفس بسبب بلوغ عورت کے اور آزادی کے اور زوج کو مقطوع الذکر ہونے کے اور نامرد ہونے کے ہو وارث نہوگی اپنی رضامندی کے سبب سے یعنی ان صورتون مین عورت نے جدائی بخوشی چاہی لہذا وارث نہوگی ولو کان الزوج محصورا او فی صف القتال او مثلہ حال فشو الطاعون اشباہ او قائما بحوائجہ خارج البیت مشتکیا من الم او محموما او محبوسا لقصاص او رجم لا ترث لغلبۃ السلامۃ اور اگر زوج مقید ہو بسبب حبس کے یا صف قتال مین ہو اور یہی حال ہے کثرت وبا کا کذا فی الاشباہ یا کہ زوج گھر کے باہر ہو کاروبار ضروری کرتا ہو بحالت دردمندی یا کہ زوج کو تپ آتی ہو یا کہ محبوس ہو بعلت قصاص یا رجم کے تو عورت وارث نہوگی اگر ان حالات مین مطلقہ ہوئی اور زوج عدت ہی مین مرگیا بسبب غلبہ سلامتی کے ان حالات مین والحامل لا تکون فارۃ الا اذا جاءھا المخاض وھو الطلق واما حینئذ کالمریضۃ وعند مالک اذا اتم لھا ستۃ اشھر اور حاملہ فارہ نہین ہوتی مگر بوقت لاحق ہونے دردزہ کے اسواسطے کہ وہ اسوقت مین مانند مریضہ کے ہے یعنی گھر کا کام نہین کرسکتی اور امام مالک کے نزدیک جبکہ اُسکو چھ مہینے پورے ہوجاوین تب فارہ ہوتی ہے مخاض یعنی طلق ہے یعنی دردزہ اذا علق المریض طلاقھا البائن بفعل اجنبی ای غیر الزوجین ولو ولدہا منہ او بمجیٔ الوقت والحال ان التعلیق والشرط فی مرضہ او علق طلاقھا بفعل نفسہ وھما فی المرض او الشرط فقط فیہ او علق بفعلھا ولا بد لھا منہ طبعا او شرعا کاکل وکلام ابوین وھما فی المرض او الشرط فیہ فقط ورثت لفرارہ جبکہ معلق کیا مریض نے عورت کی طلاق بائن کو اجنبی کے فعل پر مراد اجنبی سے وہ شخص ہے جو زوج اور زوجہ کے سوا ہو اگرچہ شخص غیر اُس عورت کا بیٹا ہو زوج سے یا معلق کیا طلاق بائن کو وقت کے آنے پر مثلاً ابتداء محرم پر اور حالانکہ تعلیق اور شرط یعنی اجنبی اور محرم کا آنا اُسکی بیماری مین ہوئی یا معلق کیا اُسکی طلاق کو اپنی ذات کے فعل پر اور حالانکہ تعلیق اور فعل ذات مرض مین ہوئی یا فقط شرط ہی مرض مین ہوئی یا معلق کیا طلاق کو عورت کے فعل پر اور حالانکہ اُس فعل سے عورت کو چارہ نہین یعنی ضروری ہے خواہ باعتبار طبیعت بشری کے خواہ باعتبار شریعت کے چنانچہ کھانا اور ماں باپ سے بات کرنا اور حالانکہ دونون یعنی تعلیق اور شرط مرض مین ہوئی یا فقط شرط مرض مین ہوئی تو ان سب صورتون مین عورت وارث ہوگی بسبب فرار زوج کے ومنہ ما فی البدائع ان لم اطلقک او ان لم اتزوج علیک فانت طالق ثلثا فلم یفعل حتی مات ورثتہ ولو ماتت ہی لم یرثھا اور اسی قسم فرار ہے وہ صورت جو بدائع مین ہے کہ اگر مین تجھکو طلاق نہ دون یا تیرے اوپر دوسرا نکاح نکرون تو تجھکو طلاق ہے تین بار پھر زوج نے اسکو نہ کیا یعنی تطلیق یا تزوج نہ کیا یہانتک کہ وہ مرگیا تو عورت اُسکی وارثہ ہوگی اور اگر اس صورت مین

عورت مرگئی تو زوج اُسکا وارث نہوگا اسواسطے کہ سبب کی طلاق اور تزوج کے اپنے اسقاط حق پر راضی ہوا **وفی غیرہا لا ترث** وہو ما اذا کان فی الصحۃ والتعلیق فقط او بفعلہا ولہا منہ بد او ران صورتوں کے غیر مین وارث نہوگی اور وہ غیر وہ ہی جبکہ تعلیق اور شرط دونون صحت مین ہون خواہ تعلیق اجنبی کے فعل پر ہو خواہ وقت کے آنے پر خواہ زوج یا زوجہ کے فعل پر یا فقط تعلیق صحت مین ہو یا تعلیق ہو عورت کے فعل پر اور حالانکہ وہ فعل اُسکو لابد نہین خواہ تعلیق و شرط دونون مرض مین ہون خواہ تعلیق صحت مین ہو اور شرط مرض مین و حاصلہا ستۃ عشر لان التعلیق اما بمجئ وقت او بفعل اجنبی او بفعلہ او بفعلہا وکل وجہ علی اربعۃ لان التعلیق والشرط اما فی الصحۃ او فی المرض او احدہما وقد علم حکمہا خلاصہ اسکا یہ ہی کہ سولہ صورتین ہین اسواسطے کہ تعلیق طلاق کی یا وقت کے آنے پر ہی یا اجنبی کے فعل پر یا زوج کے فعل پر یا عورت کے فعل پر تو یہ چار صورتین ہوئین اور ہر وجہ چار وجہ پر ہی اسواسطے کہ تعلیق اور شرط یا صحت مین ہین یا مرض مین یا ایک صحت مین اور دوسرا مرض مین یعنی تعلیق صحت مین اور شرط مرض مین یا شرط صحت مین اور تعلیق مرض مین تو یہ سولہ صورتین ہوگئین چار کو چار مین ضرب کرنے سے اور بالتحقیق معلوم ہوچکا حکم ہر صورت کا کہ چھ صورتون مین عورت وارث ہی اور دس صورت مین نہین م تفصیل وجوہ مذکورہ کے احکام کی یون ہی پہلی صورت یہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر اور تعلیق اور فعل اجنبی مرض مین ہوئی تو عورت وارث ہوگی ۲ صورت یہ کہ تعلیق اور فعل مذکور صحت مین ہوئی تو وارث نہوگی ۳ صورت یہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر لیکن تعلیق ہوئی صحت مین اور شرط مرض مین تو وارث نہوگی ۴ یہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر لیکن تعلیق ہوئی مرض مین اور شرط صحت مین تو بھی وارث نہوگی ۵ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر اور تعلیق اور شرط دونون مرض مین ہوئی تو وارث ہوگی ۶ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر اور تعلیق اور شرط صحت مین ہوئی تو وارث نہوگی ۷ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر لیکن تعلیق صحت مین ہوئی اور شرط مرض مین تو وارث نہوگی ۸ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر لیکن تعلیق ہوئی مرض مین اور شرط صحت مین تو بھی وارث نہوگی ۹ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر اور تعلیق اور شرط دونون مرض مین ہوئی تو وارث ہوگی ۱۰ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر اور تعلیق اور شرط صحت مین ہوئی تو وارث نہوگی ۱۱ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر مگر تعلیق ہوئی صحت مین اور شرط مرض مین تو وارث ہوگی ۱۲ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر مگر تعلیق ہوئی مرض مین اور شرط صحت مین تو وارث نہوگی ۱۳ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر اور تعلیق اور شرط دونون مرض مین ہوئی تو عورت وارث ہوگی ۱۴ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر اور تعلیق اور شرط صحت مین ہوئی تو وارث نہوگی ۱۵ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر مگر تعلیق ہوئی مرض مین اور شرط صحت مین تو وارث نہوگی ۱۶ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر مگر تعلیق ہوئی صحت مین اور شرط مرض مین تو وارث ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی **قال لہا فی صحتہ ان شئت انا وفلان فانت طالق ثلثا ثم مرض فشاء الزوج والاجنبی الطلاق معا او شاء الزوج ثم الاجنبی ثم مات الزوج لا ترث** کہا زوج نے زوجہ سے اپنی صحت مین کہ اگر مین چاہونگا اور فلانا شخص چاہیگا تو تو طالق ہی تین بار پھر بیمار ہوا زوج پھر چاہا زوج اور اجنبی نے طلاق کو ساتھ یا کہ اول زوج نے چاہا بعد اسکے اجنبی نے پھر زوج مر گیا تو عورت نہ وارث ہوگی **وان شاء الاجنبی اولا ثم الزوج ورثت** کذا فی الخانیۃ والفرق لا یخفی او بمشیۃ الاجنبی اولا صار الطلاق معلقا علی فعلہ فقط اور اگر چاہا طلاق کو اجنبی نے پہلے پھر زوج نے چاہا تو عورت وارث ہوگی کذا فی الخانیۃ اور فرق دونون صورتون مین پوشیدہ نہین اسواسطے کہ اجنبی کے اول خواہش کرنے سے طلاق معلق ہوگی فقط زوج ہی کے فعل پر یعنی تمامی علت طلاق کی زوج ہی کے فعل پر ہوئی بخلاف اول صورت کے کہ اسمین مشیت زوج کی جزو ہی علت کی نہ تمامی علت کی **تصادقا ای المریض مرض الموت والزوجۃ علی ثلثۃ فی الصحۃ وعلی مضی العدۃ ثم اقر لہا بدین او عین او اوصی لہا بشیئ فلہا الاقل منہ ای مما اقر او اوصی ومن المیراث للتہمۃ** مرض الموت والے بیمار نے اور زوجہ نے اتفاق کیا صحت کی تین طلاق پر اور انقضاء عدت پر پھر زوج نے اقرار کیا عورت کے دین کا یا سوائے نقد کے کسی جنس کا یا زوج نے وصیت کی عورت کیواسطے کسی چیز کی تو عورت کو اقرار یا وصیت اور میراث سے جو کمتر ہوگا وہ ملیگا یعنی اگر اقرار یا وصیت کا مال کمتر ہی میراث سے تو اقرار یا وصیت والا مال عورت پاویگی اور اگر میراث عورت کی کمتر ہی اقرار یا وصیت کے مال سے تو میراث ہی پاویگی کُل مال ملیگا بسبب اس تہمت کے کہ شاید عورت طلاق کو اسواسطے اظہار کرتی ہو تاکہ اقرار یا وصیت اسکے واسطے صحیح ہو تاکہ میراث سے زیادہ پاوے اور اقرار یا وصیت وارث کے حق مین صحیح نہین اور احتمال ہی کہ زوجین کی محبت سے زوج اسکے موافق ہوگیا ہو اور قدر میراث مین کچھ تہمت نہین لہذا اکمہ مال عدت کیواسطے مقرر ہوگیا **ذفقتہ من**

وقت اقرارہ بیقین اور عورت کی عدت شروع ہوگی وقت اقرار زوج سے اسی پر فتوی ہے ولو مات بعد مضیہا فلہا جمیع ما اقر او اوصی عمادیہ اور اگر مرگیا زوج بعد انقضای
عدت کے وقت اقرار سے تو عورت سب اس مال کو پاویگی جسکا زوج نے اقرار کیا یا وصیت کی کذا فی العمادیہ اسواسطے کہ بعد عدت کے وہ وارث نرہی اجنبی ہوگئی تو اقرار یا وصیت
اسکے حق مین صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو لم یکن بمرض موتہ صح اقرارہ ووصیتہ ولو کذبتہ لم یصح اقرارہ شرح مجمع اور اگر تصادق اور اتفاق زوجین زوج کے مرض الموت
مین نہو تو صحیح ہوگا اقرار اُسکا اور وصیت اُسکی اور اگر زوج نے صحت مین دعوی طلاق و انقضاء عدت کا کیا اور عورت نے اُسکی تکذیب کی تو نہ صحیح ہوگا اقرار اُسکا کذا فی شرح
المجمع اور اسیطرح وصیت بھی صحیح نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الفصول ادعت علیہ مریضا انہ ابانہا فجحد فاحلفہ القاضی فحلف ثم صدقتہ ومات ترثہ لو صدقتہ قبل
موتہ لا لو بعدہ اور فصول مین ہے کہ دعوی کیا عورت نے زوج پر اُسکی بیماری کی حالت مین کہ اُسنے عورت کو طلاق بائن دی ہے زوج نے اُسکا انکار کیا اور قسم لی اُس سے قاضی نے
سو اُسنے قسم کھائی طلاق نہ دینے پر پھر عورت نے عدم تطلیق مین زوج کی تصدیق کی اور زوج مرگیا تو عورت وارث ہوگی زوج کی اگر اُسنے تصدیق کی زوج کی اُسکے مرنے
سے پہلے اور اگر اُسکی موت کے بعد تصدیق کی تو وارث نہوگی کمن طلقت ثلثا بامرہا فی مرضہ ثم اوصی لہا او اقر فان لہا الاقل مسئلہ تصادق کا حکم مانند اُس
عورت کے ہے جو مطلقہ ہوئی ہتین طلاق کہ اپنے امر سے زوج کی بیماری مین بعد اُسکے زوج نے اُسکے واسطے وصیت کی یا اقرار دین کیا تو عورت کو کمتر مال ملیگا یعنی
اگر وصیت کمتر ہے میراث سے تو وصیت کا مال پاویگی اور اگر میراث کمتر ہے وصیت سے تو میراث پاویگی قال صحیح لامراتیہ احدکما طالق ثم بین الطلاق فی مرضہ الذی
مات فیہ فی احدہما صار فارا بالبیان فترث منہ کافی ومفادہ انہ لو حلف صحیحا وحنث مریضا فبنیۃ فی احدہما صار فارا ولم ارہ نہر کہا ایک تندرست نے اپنی دو
عورتون سے کہ ایک تم مین سے طالق ہے پھر طلاق کی تصریح اور تعیین کردی ایک عورت مین اپنے مرض کے اندر جسمین گیا تو ہوگیا زوج فار بسبب بیان کے تو عورت اُسکی وارث ہوگی کذا فی
الکافی اور اُس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر قسم کھائی یعنی تعلیق کی زوج نے صحت مین اور حانث ہوا یعنی شرط وقوع ہوئی مرض مین پھر تعلیق مبہم کا بیان کردیا ایک عورت مین تو زوج فار
ہوگا اور اس مسئلہ قسم کو کتب فقہ مین مین نے نہین دیکھا کذا فی النہر الفائق ولا یشترط علمہ ای الزوج باہلیتہا ای المراۃ للمیراث فلو طلقہا بائنا فی مرضہ وقد کان سیدہا
اعتقہا قبلا او کانت کتابیۃ فاسلمت ولم یعلم بہ کان فارا فتح ظہیریہ اور شرط نہین علم زوج کا ساتھ اہلیت عورت کے واسطے میراث کے سو اگر زوج نے
عورت کو طلاق بائن دی اپنی بیماری مین اور حالانکہ عورت کے مالک نے اُسکو آزاد کیا تھا قبل طلاق کے یا کہ عورت کتابیہ تھی سو مسلمان ہوگئی اور زوج کو اُسکی
آزادی یا اسلام کا علم نہوا تو بھی زوج فار ہوگا تو عورت اُسکی وارث ہوگی کذا فی الظہیریہ بخلاف ما لو قال لامتہ انت حرۃ غدا وقال الزوج انت طالق ثلثا
بعد غد ان علم بکلام المولی کان فارا و الا لعلم لا ترث خانیہ بخلاف سابق کے یہ صورت ہے کہ مالک نے اپنی لونڈی سے کہا کہ تو آزاد ہے کل اور اُس لونڈی
کے زوج نے کہا کہ تجھکو تین بار طلاق ہے پرسون اگر زوج کو کلام مولی کا علم ہوا تو فار ہوگا یعنی زوجہ وارث ہوگی اور اگر اُسکو کلام مولی کا علم نہوا تو عورت وارث نہوگی کذا فی الخانیہ
اسواسطے کہ وقت تعلیق طلاق کے اُسکو علم نہ تھا تو ابطال حق کا قصد اُسکی طرف سے ثابت نہوا اگرچہ عورت اہل میراث کی ہوچکی تھی قبل نزول طلاق کے ولو علقہ بعتقہا او بمرضہ
او وکلہ بہ ولو فی صحتہ فاوقعہ حال مرضہ قادرا علی عزلہ کان فارا اور اگر زوج نے معلق کیا طلاق کو عورت کے آزاد ہونے پر یا اپنی بیماری پر یا وکیل کیا زوج نے کسی شخص کو اپنی زوجہ
کی تطلیق پر اپنی حالت صحت مین پھر وکیل نے طلاق کو زوج کی بیماری مین واقع کیا حالانکہ زوج قادر تھا وکیل کے معزول کرنے پر تو زوج فار ہوگا تینون صورتون
مین عورت وارث ہوگی ولو باشرت المراۃ سبب الفرقۃ وہی ای الحال انہا مریضۃ وماتت قبل انقضاء عدتہا ورثہا الزوج کما اذا وقعت الفرقۃ بینہا باختیارہا
نفسہا فی خیار البلوغ والعتق او بتقبیلہا او مطاوعتہا ابن زوجہا ہی لیفتہ لانہا من قبلہا ولذا لم یکن طلاقا اور اگر عورت خود مرتکب ہوئی فرقت کے
سبب کی اور حالانکہ وہ بیمار تھی اور مرگئی قبل اپنے انقضاء عدت کے تو زوج اُسکا وارث ہوگا چنانچہ جسوقت فرقت واقع ہوئی دونون مین بسبب اختیار کرنے عورت کے اپنی
ذات کو خیار بلوغ مین یا در خیار عتق مین یا کہ جدائی ہوئی بسبب بوسہ لینے عورت کے ابن زوج کا یا اُسکی مطاوعت سے اپنی بیماری کی حالت مین زوج باوجود
جدائی کے اسواسطے وارث ہوگا کہ ان مسائل مین فرقت عورت ہی کی طرف سے ہوئی اور اسیواسطے یہ جدائی طلاق نہین کیونکہ عورت طلاق کی مالک نہین بلکہ یہ جدائی فسخ ہی

بخلاف وقوع الفرقۃ بینہما بالجب والعنۃ واللعان فانہ لا یرثہا علی ما فی الخانیۃ والفتح عن الجامع وجزم بہ فی الکافی قال فی البحر فکان ہو المذہب لانہا طلاق
فکانت مضافۃ الیہ وقیل کما قالہ الزیلعی ہو کالاولی فیرثہا بخلاف واقع ہونے فرقت کے دونوں میں بسبب مقطوع الذکر ہونے کے اور نامردی اور لعان کے کہ
ان صورتوں میں زوج وارث نہوگا زوجہ کا بنابر روایت خانیہ اور فتح القدیر کے جامع سے اور عدم وراثت پر یقین کیا ہی کافی میں بحر الرائق میں کہا تو یہی مذہب
ٹھہرا اسواسطے کہ یہ فرقت طلاق ہی تو زوج ہی کیطرف منسوب ہوگی اور قول ضعیف یہ ہی کہ یہ فرقت بھی مثل پہلی فرقت کے ہی تو زوج اس فرقت میں بھی وارث ہوگا مانند قول
اول کے اور اس قول ضعیف کا قایل زیلعی ہی ولو ارتدت ثم ماتت او لحقت بدار الحرب فلو کانت الردۃ فی المرض ورثہا زوجہا استحسانا اور اگر عورت مرتد ہوگئی اور
دار الحرب میں جا ملی تو اگر ارتداد اسکا مرض میں ہوا تھا تو زوج اسکا وارث ہوگا باعتبار دلیل استحسان کے اور قیاس مقتضی ہی عدم وراثت کو اسواسطے کہ مسلم اور کافر میں وراثت
نہیں والا بان ارتدت فی الصحۃ لا یرثہا بخلاف ردتہ فانہا فی معنی مرض موتہ فترثہ مطلقا ولو ارتدا معا فان اسلمت ہی ورثتہ والا لا خانیہ اور اگر عورت بیماری میں
مرتد نہیں ہوئی اس طرح کہ صحت میں مرتد ہوئی تو زوج اسکا وارث نہوگا بخلاف ارتداد زوج کے اسواسطے کہ زوج کا ارتداد بجاے اسکے مرض الموت
کے ہی اسواسطے کہ مرد اگر ارتداد سے توبہ نکرے تو قتل ہوتا ہی تو عورت مرتد کی وارث ہوگی ہر طرح سے خواہ وہ بیماری میں مرتد ہوا خواہ صحت میں اور اگر زوج اور زوجہ
دونوں ساتھی مرتد ہوئے پھر اگر عورت مسلمان ہوئی تو وارث ہوگی اور اگر زوج مسلمان ہوگا تو وارث نہوگا کذا فی الخانیۃ قال آخر امرأۃ اتزوجہا طالق
ثلثا فنکح امرأۃ ثم اخری ثم مات الزوج طلقت الاخری عند التزوج ولا یصیر فارا خلافا لہما لان الموت معرف والاتصاف بالآخریۃ من
وقت الشرط فیثبت مستندا کہا ایک مرد نے کہ پچھلی عورت جس سے میں نکاح کرون وہ مطلقہ ہی تین بار سو اُسنے نکاح کیا ایک عورت سے پھر دوسری عورت سے
نکاح کیا پھر زوج مرگیا تو مطلقہ ہوگی دوسری عورت نکاح کے ساتھی اور زوج فار نہوگا تو وہ عورت وارث نہوگی بخلاف صاحبین کے اسواسطے کہ موت معرف ہی
یعنی زوج کی موت سے یہ معلوم ہوا کہ پچھلی عورت منکوحہ یہی دوسری عورت ہی اور متصف ہونا زوج ثانی کا بوصف آخریت شرط کے وقت سے ہوا یعنی تزوج
کے وقت سے تو طلاق ثابت ہوگی وقت تزوج سے مستند ہوکر خلاصہ یہ کہ امام کے نزدیک طلاق واقع ہوئی تزوج ثانی کے وقت اور اُسوقت زوج
بیمار نہ تھا لہذا دوسری عورت وارث نہوگی اور صاحبین کے نزدیک طلاق واقع ہوگی موت کے نزدیک لہذا وارث ہوگی فروع مسائل ملحقہ شارح کے اباناہا فی مرضہ
ثم قال لہا اذا تزوجتک فانت طالق ثلثا فتزوجہا فی العدۃ ومات فی مرضہ لم ترث لانہا فی عدۃ مستقبلۃ وقد حصل التزوج بفعلہا فلم یکن فرارا خلافا لمحمد خانیہ زوج نے
طلاق باین دی زوجہ کو اپنے مرض موت میں پھر کہا اُس سے کہ جب میں تجھسے نکاح کرون تو تو طالق ہی تین طلاق کر پھر اُس سے نکاح کیا عدت میں اور مرگیا
اپنے مرض میں تو وہ وارث نہوگی اسواسطے کہ وہ عدت مستقبلہ میں ہوگئی اور البتہ تزوج ثانی عورت کے فعل سے ہوا تو یہ فرار نہوا بخلاف محمد کے کذا فی الخانیہ یعنی
طلاق باین کی پہلی عدت بسبب نکاح ثانی کے باطل ہوگئی اب عورت پر بسبب نکاح ثانی اور وقوع طلاق ثانی کے دوسری جدی عدت واجب ہوئی
پھر جب پہلی عدت باطل ہوئی تو وراثت کیونکر ثابت ہوگی اسواسطے کہ وراثت فار کی عدت تک منحصر ہی اور یہ ممکن نہیں کہ عدت ثانیہ میں وہ وارث ہوسکے اسواسطے
کہ ابطال عدت کا عورت ہی کی رضا سے ہوا تو زوج پر فرار ثابت نہوگا کذبہا الورثۃ بعد موتہ فی الطلاق فی مرضہ فالقول لہا کقولہا طلقنی وہو نائم وقالوا فی
الیقظۃ ولوالجیۃ جھٹلایا عورت کو وارثون نے بعد موت زوج کے اُسکی بیماری کے طلاق دینے میں یعنی زوج کے وارثون نے کہا کہ زوج نے اپنے مرض میں اُسکو
طلاق نہیں دی عورت کا دعوی غلط ہی تو اسصورت میں عورت ہی کا قول معتبر ہوگا چنانچہ اسکا قول اس دعوی میں معتبر ہی کہ زوج نے مجھکو طلاق دی حالانکہ وہ سوتا تھا
اور وارثون نے کہا کہ جاگتے میں طلاق دی کذا فی الولوالجیہ طلقہا فی المرض ومات بعد العدۃ فالمشکل من متاع البیت لوارث الزوج لصیرورتہا اجنبیۃ بخلافہ فی
العدۃ جامع الفصولین طلاق دی زوج نے زوجہ کو مرض میں اور مرگیا بعد عدت کے تو مشکل اسباب گھر کا زوج کے وارث کا ہوگا بسبب بیگانہ ہوجانے
عورت مطلقہ کے بعد انقضای عدت کے بخلاف اسکے کہ اگر زوج عدت میں مرگیا تو عورت وارث ہوگی اور مشکل اسباب اُسکے قبضہ میں ہوگا تو عورت ہی

کا قول اُسوقت معتبر ہوگا کذا فی جامع الفصولین مشکل اسباب سے وہ اسباب مراد ہی کہ مرد اور عورت دونون کے مناسب حال ہو جیسا نقد اور توشک اور لحاف خلاصہ یہ کہ جب بعد عدت کے زوج مر گیا تو عورت وارث ہوگی تو جو اسباب کہ مرد کے مناسب حال ہوگا مانند کتب اور اسلحہ کے اسمین زوج کے وارثون کا قول معتبر ہوگا اور جو اسباب کہ عورت کے مناسب حال ہوگا اسمین عورت کا قول معتبر ہوگا اور جو اسباب کہ دونون کے مناسب حال ہی اُسی کو شارح نے مشکل کہا سو زوج کے وارثون کا ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی

باب الرجعۃ

بالفتح وتکسر یتعدی ولا یتعدی یہ باب ہی رجعت کا رجعت کی رکو فتح ہی اور اُسکو کسرہ بھی ثابت ہی اور لفظ رجعت کا متعدی بنفسہ ہوتا ہی اور کاہے بنفسہ متعدی نہین ہوتا بلکہ بواسطہ عن اور الی کے متعدی ہوتا ہی رجعت کو بعد طلاق کے اسواسطے ذکر کیا کہ رجعت مشروع ہی واسطے رفع طلاق کے اور رفع نہین ہوتا مگر بعد وقوع کے ہی استدامۃ الملک القائم بلا عوض مادامت فی العدۃ ای عدۃ المدخول حقیقۃ اذ لا رجعۃ فی عدۃ الخلوۃ ابن الکمال اصطلاح فقہا مین رجعت عبارت ہی طلب دوام ملکیت استمتاع سے جو قائم ہی نکاح سے بدون عوض کے جبتک کہ مطلقہ عدت مین ہی اور مراد عدت سے عدت دخول کی ہی فی الحقیقت یعنی وطی کی عدت اسواسطے کہ خلوت کی عدت مین رجعت نہین کذا ذکرہ ابن الکمال ہم رجعت کو استدامت ملک قائم کہا اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا (فامسکوہن بمعروف) یعنی رکھو مطلقات کو دستور کے موافق اور امساک عبارت ہی استدامت ملک قائم سے نہ اعادہ زائل سے اور بلا عوض کی قید شارح نے اسواسطے لگائی کہ رجعت مین مال دینے کی حاجت نہین اسواسطے کہ تصرف ہی اپنی ملک قائم مین بلکہ اگر رجعت مین کچھ مال مشروط ہوگا تو زوج پر اسکا دینا واجب نہوگا کذا فی المعراج اور ثبوت رجعت مین بقای عدت کی قید اسواسطے لگائی کہ بعد انقضاے عدت کے رجعت نہین بسبب باقی رہنے زوجیت کے بعد عدت کے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی البزازیۃ ادعی الوطی بعد الدخول وانکرت فلہ الرجعۃ لا فی عکسہ اور بزازیہ مین ہی کہ زوج نے دعوی کیا وطی کا بعد دخول کے اور عورت نے وطی کا انکار کیا تو زوج کو رجعت کا اختیار ہی اُسکے بالعکس مین یعنی اگر عورت وطی کی مدعی ہو اور زوج منکر ہو تو زوج کو رجعت کا اختیار نہین اسواسطے کہ انکار وطی سے حق رجعت کا ساقط ہوگیا وتصح مع اکراہ وہزل ولعب وخطاء اور صحیح ہی رجعت ساتھ جبر اور بیہودگی اور کھیل اور چوکنے کے ہم ہزل نقیض ہی جد کی اور قاموس مین ہی کہ لعب ضد ہی جد کی تو ہزل اور لعب مرادف ٹھہری اور خطا کی صورت یہ کہ زوج اور کچھ کلام کیا چاہتا تھا اور اُسکے منھ سے نکل گیا کہ مین نے اپنی زوجہ سے رجعت کی تو بھی رجعت صحیح ہوگی بنحو متعلق باستدامۃ راجعتک وردتک ومسکتک بلا نیۃ لانہ صریح استدامت ملک ثابت ہوتی ہی مانند لفظ راجعتک سے یعنی مین نے تجھسے رجعت کی اور لفظ رددتک سے یعنی مین نے تجھکو پھیرا اور لفظ مسکتک سے یعنی مین نے تجھکو رکھا ان الفاظ ثلثہ سے رجعت قولی صحیح ہی بدون نیت کے بھی اسواسطے کہ ہر لفظ الفاظ ثلثہ سے صریح ہی رجعت مین بلا خلاف اور صریح مین حاجت نیت کی نہین اور کنایات رجعت سے یہ قول ہی کہ (انت عندی کما کنت) کہ تو میرے نزدیک ویسی ہی جیسی کہ تھی (فانت امراتی) یعنی تو میری عورت ہی تو ان الفاظ سے بدون نیت کے رجعت صحیح نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الحموی وبالفعل مع الکراہۃ بکل ما یوجب حرمۃ المصاہرۃ المس ولو منہا اختلاسا او نائما او مکرہا او مجنونا او معتوہا ان صدقہا ہو او ورثتہ بعد موتہ جوہرہ اور صحیح ہی رجعت فعل سے ساتھ کراہت کے رجعت فعلی ہر اُس فعل سے صحیح ہی جو موجب ہی حرمت مصاہرت کا مانند مساس یا تقبیل کے اگرچہ مساس عورت ہی کیطرف سے بطور جھپٹا مارنے کے یا کہ زوج سوتا ہو یا کہ اُسپر زبردستی ہوئی ہو یا کہ دیوانہ یا کہ بیہوش ہو بشرطیکہ بعد خواب یا اکراہ کے یا ہوشیار ہونے کے زوج عورت کی تصدیق کرے یعنی یون کہے کہ عورت نے مجھکو بشہوت مساس کیا یا وارث زوج کے بعد موت زوج کے عورت کی تصدیق کرین کذا فی الجوہرہ تو اس فعل سے ان حالات مین رجعت ثابت ہوگی اسواسطے کہ رضامندی رجعت مین شرط نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ورجعۃ المجنون بالفعل بزازیۃ اور رجعت دیوانہ کی ساتھ فعل کے ہی کذا فی البزازیۃ یعنی جس زوج نے حالت صحت عقل مین زوجہ کو طلاق دی پھر دیوانہ ہوگیا تو اُسکی رجعت فعلی صحیح ہی اسواسطے کہ اقوال مجنون کے لغو ہین لائق اعتبار کے نہین وتصح بتزوجہا فی العدۃ بہ یفتی جوہرۃ اور صحیح ہی رجعت عورت کے نکاح سے عدت مین

اسی پر فتوی ہی کذا فی الجوہرہ صحت رجعت بلفظ زوج یہ مذہب ہی امام محمدؒ کا خلافاً للشیخین و وطیہا ولو فی الدبر علی المعتمد لانہ لا یخلو عن مس بشہوۃ اور صحیح ہی رجعت
مطلقہ کی وطی سے اگرچہ وطی مقعد مین ہو بنا بر قول معتمد کے اسواسطے کہ وطی مقعد کی وطی شہوت کے ساتھ سے خالی نہین ان لم الطلاق بائناً فان ابانہا فلا رجعت
صحیح ہی اگر زوج نے طلاق بائن نہین دی ہی اور اگر عورت کو طلاق بائن دی تو پھر رجعت نہین ہو سکتی مگر عورت کی رضامندی سے اور نکاح جدید سے وان ابت او
قال ابطلت رجعتی او لا رجعۃ لی فلہ الرجعۃ بلا عوض اگر طلاق بائن نہین دی تو رجعت صحیح ہی اگرچہ عورت انکار کرے یا کہ زوج یون کہے کہ مین نے اپنی رجعت کو باطل کر دیا
یا یون کہے کہ رجعت میرے واسطے نہین تو بھی زوج کو رجعت کا اختیار ہی بدون عوض کے اسواسطے کہ رجعت باطل کرنا یا اسکی نفی کرنا خلاف شرع ہی لہذا صحیح
نہوگا ولو سمی ہل تجعل زیادۃ فی المہر قولان اور اگر زوج نے کچھ مال معین کیا رجعت مین یعنی یون کہا کہ مین نے تجھسے رجعت کی بدلے ہزار درم کے تو آیا یہ مال بھی مہر کی
زیادتی مین قرار دیا جاویگا یا نہین جواب اس سوال کا یہ ہی کہ یہان دو قول ہین ایک قول مین درست ہی اور دوسرے قول مین نہین و تعجل المؤجل بالرجعی ولا تتاجل
برجعتہا خلاصہ اور مہر موجل معجل ہو جاتا ہی بسبب طلاق رجعی کے اور موجل نہین ہوتا بسبب رجعت کرنے عورت کے کذا فی الخلاصہ صورت اسکی یہ ہی کہ نکاح کیا
عورت سے مہر معجل پر یعنی مدت والی مہر پر اور مہر کی مدت ٹھہرائی طلاق یا موت جو انمین قریب تر ہی پھر عورت کو طلاق رجعی دی تو اوقات باقی گئی یعنی طلاق
تو مدت مہر کی ساقط ہو گئی تو مہر معجل ہو گیا بسبب طلاق کے یعنی شتابی بلا مدت ادا کرنا مہر کا لازم ہوا پھر جب بعد طلاق کے رجعت کی تو مہر موجل ہوگا یعنی مہر کی
مدت پھر عود نکریگی اسواسطے کہ مدت ساقط ہو چکی بسبب طلاق کے اور جو ساقط ہوتا ہی وہ پھر عود نہین کرتا کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الصیرفیۃ لا یکون المؤجل حالاً حتی تنقضی
العدۃ اور صیرفیہ مین یون ہی کہ مہر مدت والا فی الحال واجب الادا نہین ہوتا بسبب طلاق رجعی کے جبتک اُسکی عدت منقضی ہو جاوے ظاہر عبارت صیرفیہ کی مخالف
ہی خلاصہ کے اور شاید کہ توفیق دونون قولون مین یون ہی کہ خلاصہ کی عبارت اُس صورت پر محمول ہی جبکہ مدت مہر کی طلاق ہو اور صیرفیہ کی عبارت اُس صورت پر
محمول ہی جبکہ مدت مہر کی فراق زوجین ہو واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی وندب اعلامہا بہا لئلا تنکح غیرہ بعد العدۃ فان نکحت فرق بینہما وان دخل شمنی
اور مستحب ہی خبر دینا عورت کو رجعت کی یعنی زوج عورت کو رجعت کرنے کی اطلاع کر دے تاکہ وہ نکاح نہ کرے بعد عدت کے زوج کے سوا کسی اور شخص سے
سو اگر زوج نے رجعت کی خبر نہ کی اور عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کر لیا تو جدائی کر دائی جاویگی دونون مین یعنی عورت اور زوج ثانی مین اگرچہ اُسنے وطی
بھی کی ہو کذا ذکرہ الشمنی سو جدائی اسواسطے ہوگی کہ وہ منکوحہ ہی زوج اول کی تو نکاح ثانی فاسد ہوا پھر اگر زوج ثانی نے وطی کی ہی تو اسکو مہر مثل دینا لازم آویگا اور عورت
بعد عدت کے زوج اول پاس رجوع کریگی بلا اعادہ نکاح کذا فی حاشیۃ المدنی وندب الاشہاد بعدلین ولو بعد الرجعۃ بالفعل اور مستحب ہی گواہ کرنا دو عادل شاہدون کا
اگرچہ بعد رجعت فعلی کے ہو وندب عدم دخولہ بلا اذنہا علیہا لتاہب ان قصد رجعتہا لکراہتہا بالفعل کما مر اور مستحب ہی نہ داخل ہونا زوج کا عورت
کے پاس بدون اسکی اجازت کے تاکہ وہ پردہ کا سامان کرے اگرچہ زوج اسکی رجعت کا قصد رکھتا ہی بسبب مکروہ ہونے رجعت فعلی کے چنانچہ مذکور
ہو چکا ہم ہدایہ مین کہا کہ جب رجعت کا قصد ہو تو اعلان اور اذن مانگنا مستحب نہین شارح نے اسکو رد کیا کہ بدون اجازت جانے مین احتمال ہی کہ عورت برہنہ ہو
اور مرد اسکی شرمگاہ کو بنظر شہوت دیکھے اور رجعت فعلی ہو جاوے حالانکہ رجعت فعلی مکروہ ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ادعاہا بعد العدۃ فیہا بان قال کنت
راجعتک نے عدتک فصدقتہ صح بالمصادقۃ والا لا یصح زوج نے دعوی کیا رجعت کا بعد عدت کی عدت کے اندر رجعت کرنے کا یعنی اسطرح کہا کہ مین نے
تجھسے رجعت کی تیری عدت مین سو عورت نے اسکی تصدیق کی تو دعوی رجعت کا صحیح ہوگا باہم کی تصدیق کے سبب سے اور اگر عورت نے مرد کی تصدیق نہ کی تو دعوی
رجعت کا صحیح نہوگا کذا لو اقام بنیۃ بعد العدۃ انہ قال فی عدتہا قد راجعتہا او انہ قال قد جامعتہا و تقدم قبولہا علی نفس اللمس والتقبیل فلیحفظ اور اسیطرح
رجعت ثابت ہوگی اگر قائم کیے زوج نے گواہ بعد عدت کے کہ زوج نے کہا تھا عورت کی عدت مین کہ مین نے اس سے رجعت کی یا کہ زوج نے کہا تھا کہ مین نے اس سے جماع کیا تھا اور
فصل محرمات مین مقدم ہو چکا ہی کہ گواہ مقبول ہین نفس لمس اور تقبیل پر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر لمس و تقبیل گواہی سے ثابت ہونگے عدت مین تو بھی رجعت ثابت ہوگی

کان رجعۃ لان الثابت بالبینۃ کالثابت بالمعاینۃ وہذا من اعجب المسائل حیث لا یثبت اقرارہ باقرارہ بل بالبینۃ یعنی اگر گواہی سے رجعت قولی باجماع
ثابت ہوگا تو رجعت ثابت ہوگی اسواسطے کہ جو چیز گواہی سے ثابت ہو اُسکے برابر ہے جو کہ مشاہدہ سے ثابت ہو اور یہ عجیب تر مسئلہ ہے اس سبب سے کہ مرد کا اقرار
ثابت نہین ہوتا اُسکے اقرار کرنے سے بلکہ اُسکا اقرار ثابت ہوتا ہے گواہی سے م بحر الرائق اور نہر الفائق مین یہ اعجوبگی امام سرخسی کیطرف منسوب ہے اور
حلبی محشی نے کہا کہ یہ مسئلہ کچھ تعجب کا مقام نہین اسواسطے کہ زوج کا بعد عدت کے یون اقرار کرنا کہ مین نے عدت مین رجعت کا اقرار کیا تھا یہ مجرد دعوی ہے تو بدون
گواہون کے کیونکر ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو قال فیہا کنت راجعتک امس فانہا تصح وان کذبتہ لملکہ الانشاء فی الحال چنانچہ اگر زوج نے
عدت مین کہا کہ مین نے تجھسے رجعت کل کی تھی تو رجعت صحیح ہوگی اگرچہ عورت اُسکی تکذیب کرے بسبب مالک ہونے زوج کے انشاء فی الحال کا اور جو انشاء کا مالک ہے وہ
اخبار کا بھی مالک ہے بخلاف قولہا راجعتک یرید الانشاء فقالت علی الفور مجیبۃ لہ قد مضت عدتی فانہا لا تصح عند الامام لمقارنتہا الانقضاء العدۃ
حتی لو سکتت ثم اجابت صحت اتفاقا بخلاف اس قول کے کہ زوج نے عورت سے کہا کہ مین نے تجھسے رجعت کی یعنی اب رجعت کرتا ہون اس قول سے انشاء رجعت
کا ارادہ کیا نہ اخبار سو عورت نے بلا توقف جواب مین کہا کہ میری عدت منقضی ہوگئی تو یہ رجعت صحیح نہوگی نزدیک امام کے بسبب متصل ہونے رجعت کے انقضاء
عدت سے یہانتک کہ اگر عورت سکوت کریگی رجعت سنکر پھر جواب دیگی انقضاء عدت کا تو رجعت صحیح ہوگی باتفاق امام وصاحبین کے یعنی رجعت بعد عدت کے
صحیح نہین تو جب بلا سکوت عورت نے انقضاء عدت کی خبر دی تو اقرب احوال بعد عدت کے قول زوج ٹھہرا تو رجعت انقضاء عدت سے مقارن اور متصل ہوئی لہذا
رجعت ثابت نہوگی بخلاف جواب بعد از سکوت کے کہ وہان اقرب احوال بعد عدت کے سکوت ہوگا تو اسصورت مین رجعت عدت کے اندر واقع ہوگی لہذا صحیح ہوگی اور امام کے
نزدیک انقضاء عدت کی خبر اُسوقت مقبول ہوگی جب مدت محتمل ہو انقضا کی یعنی بعد طلاق کے دو مہینے گذر گئے ہون اور اگر دو مہینے سے قبل انقضاء عدت کے عورت نے خبر دی
تو مقبول نہوگی اور رجعت ثابت ہوجاویگی کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو نکلت عن الیمین عن مضی العدۃ چنانچہ رجعت صحیح ہے اگر قسم لیگئی عورت سے انقضاء عدت پر سو اُسنے
انقضاء عدت کی قسم سے انکار کیا قال زوج الامۃ بعدہا ای العدۃ راجعتہا فیہا فصدقہ السید کذبتہ الامۃ ولا بینۃ او قالت مضت عدتی
وانکر الزوج والمولے فالقول لہا عند الامام لانہا امینۃ کما لونڈی کے زوج نے بعد عدت کے کہ مین نے اُس سے رجعت کی عدت کے اندر سو اُسکی تصدیق کی مالک
نے اور تکذیب اسکی کی لونڈی نے اور گواہ زوج کے نہین یا کہ لونڈی منکوحہ نے کہا کہ میری عدت منقضی ہوگئی اور زوج اور مالک نے انکار کیا تو لونڈی ہی کا قول
معتبر ہوگا نزدیک امام کے اسواسطے کہ لونڈی بیان عدت مین امین ہے فلو کذبہ المولی وصدقتہ الامۃ فالقول لہ ای للمولی علی الصحیح لظہور ملکہ فی البضع
فلا یملکہا ابطالہ پھر اگر تکذیب کی زوج کے عدت کی رجعت مین لونڈی کے مالک نے اور تصدیق کی زوج کی لونڈی نے تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا بنا بر قول
صحیح کے بسبب ظاہر ہونے ملکیت مالک کے لونڈی کی وطی مین سو ممکن نہین لونڈی کو ابطال اُسکا یعنی جب لونڈی کے زوج نے اُسکو طلاق دی اور عدت گذر گئی تو مولی
کی ملکیت علت وطی مین ظاہر ہو چکی اب تصدیق رجعت زوج سے اس ملکیت کو لونڈی باطل نہین کر سکتی قالت انقضت عدتی ثم قالت لم تنقض کان
لہ الرجعۃ لاخبارہا بکذبہا فی حق علیہا شمنی کہا عورت نے کہ میری عدت منقضی ہوگئی پھر اُسنے کہا کہ عدت نہین منقضی ہوئی تو زوج کو رجعت کرنا صحیح ہوگا بسبب
خبر دینے عورت کے اپنے کذب پر اُس حق مین جو اُسپر واجب تھا کذا ذکرہ الشمنی ثم انما تعتبر المدۃ لو بالحیض لا بالسقط ولہ تحلیفہا انہ مستبین الخلق ولو بالولادۃ لم تقبل الا ببینۃ
ولو حرۃ فتح پھر تو اعتبار مدت کا اُسی صورت مین ہے اگر انقضاء عدت حیض سے ہو یعنی اگر عورت نے انقضاء عدت کا بسبب حیض کے دعوے
کیا بعد طلاق کے دو مہینے مین تو مسموع ہوگا اور اگر اُس مدت سے کمتر مین دعوی کیا تو مقبول نہوگا اور مدت معتبر نہین اسقاط حمل مین اسواسطے کہ ممکن ہے کہ
بعد طلاق کے بلا توقف اسقاط حمل ہو اور عدت منقضی ہو جاوے اور در صورت دعوی اسقاط زوج کو جائز ہے کہ قسم لے عورت سے اس امر کی کہ اسقاط حمل سے جو بچہ گرا
اُسکے بعضے اعضا مخلوق ہو چکے تھے اسواسطے کہ گوشت کے لوتھڑا گرنے سے عدت نہین منقضی ہوتی اور قتیکہ کچھ صورت بنے اور اگر عورت نے انقضاء عدت کی

بسبب ولادت کے تو اسکا قول مقبول ہوگا بدون گواہی کے اگرچہ عورت حرہ ہو کذا فی فتح القدیر و تنقطع الرجعة اذا طہرت من الحیض الاخیر لتمام العشرة
ایام مطلقا وان لم تغتسل اور منقطع ہوتی ہے رجعت جبکہ عورت طاہر ہو حیض اخیر سے بسبب گذر جانے دس روز کے ہر طرح سے خواہ خون بند ہوگیا ہو یا کہ جاری ہو
اگرچہ عورت نہائی نہو اور طہارت حیض اخیر سے لونڈی کو بھی شامل ہے او یمضی وقت صلوة یا اگرچہ وقت ایک نماز کا گذر گیا ہو تو بھی بعد دس روز کے عدت
منقضی ہوگی ولاقل لا تنقطع حتی تغتسل ولو بسؤر حمار مع وجود الماء المطلق لکن لا تصلی ولا تزوج احتیاطا اور اگر طاہر ہوئی حیض اخیر سے دس دن سے
کمتر میں تو عدت منقطع نہوگی یہان تک کہ عورت غسل کرے اگرچہ غسل گدھے کے جھوٹے پانی سے ہو باوجود مطلق پانی کے یعنی مشکوک پانی کے غسل سے
بھی طہارت ثابت ہوگی انقضاے عدت کے حق میں لیکن اس غسل سے نماز نہ پڑھے اور نکاح بھی نہ کرے بنابر احتیاط کے او یمضی جمیع وقت صلوة
فتصیر دینا فی ذمتہا یا کہ گذر جاے تمام وقت نماز کا تو نماز دین ہو جاے عورت کے ذمے میں مثلا اشراق کے وقت اقل مدت حیض میں عورت طاہر ہوئی
اور غسل نہ کیا تو ظہر کے وقت اسکی مدت منقضی ہوگی ولو عاد دما ولم یجاوز العشرة فلہ الرجعة اور اگر عورت کے حیض نے پھر عود کیا اور حالانکہ دس روز سے تجاوز
نہ کیا تھا تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے اسواسطے کہ بسبب عود حیض کے معلوم ہوا کہ ہنوز عدت منقضی نہین ہوئی او حتی تتیمم عند عدم الماء و تصلی ولو نفلا
صلوة تامة فی الاصح یا یہانتک کہ عورت تیمم کرے پانی نہونے کے وقت اور نماز پڑھے پوری نماز اگرچہ نفل کی نماز ہو قول اصح میں یعنی اقل حیض میں
عورت طاہر ہوئی اور پانی غسل کا موجود نہین سواسنے تیمم کرکے نماز پڑھی تب عدت منقضی ہوگی وفی الکتابیة بمجرد الانقطاع ملتقی لعدم الخطاب قلت مفادہ
ان المجنونة والمعتوہة کذلک اور مطلقہ کتابیہ مین بمجرد حیض منقطع ہونے کے عدت منقضی ہوتی ہے کذا فی الملتقی بسبب کے نہ مخاطب ہونے کے یعنی احکام
شرعی کی وہ مخاطب نہین شارح کہتا ہے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ دیوانی عورت اور بیہوش بھی اسیطرح ہے یعنی انکی عدت بھی بمجرد انقطاع حیض کے
منقضی ہوگی اسواسطے کہ وہ بھی بسبب زوال عقل کے احکام شرعی کی مکلف نہین ولو اغتسلت ونسیت اقل من عضو تنقطع للتسارع الجفاف فلو
تیقنت عدم الوصول وترکتہ عمدا لا تنقطع اور اگر غسل کیا عورت نے بعد اقل حیض کے اور بھول گئی کسی عضو کے ٹکڑے کو پانی پہونچانا جیسا کہ ایک
انگلی کو تو عدت منقطع ہوگی بواسطے احتمال جلد خشک ہوجانے کے تو اگر عورت کو پانی نہ پہونچنے کا اس ٹکڑے مین یقین ہو یا اسنے اسکو عمدا ترک کیا ہو تو عدت منقطع
ہوگی ولو نسیت عضوا لا تنقطع اور اگر غسل مین پورے عضو کا پانی پہونچانا بھول گئی مانند ہاتھ یا پانون کے تو عدت منقطع ہوگی وکل واحد من المضمضة والاستنشاق
کالاقل لانہا عضو واحد علی الصحیح اور ہر واحد مضمضہ اور استنشاق سے مانند بعض کے ہے اسواسطے کہ وہ دونون ملکر ایک عضو ہین بنابر قول صحیح کے تو اگر کلی کرنا
بھولگئی غسل مین تو عدت منقطع ہوگی طلق حاملا منکرا وطہا فراجعہا قبل الوضع فجاءت بولد لاقل من ستة اشہر من وقت الطلاق اولستة اشہر فصاعدا
من وقت النکاح صحت رجعتہ السابقة طلاق دی حاملہ کو اسکی وطی سے منکر ہوکر پھر عورت سے رجعت کی قبل وضع حمل کے پھر حاملہ لڑکا جنی
چھ مہینے سے کمتر مین طلاق دینے کے وقت سے یا پورے چھ مہینے یا اس سے زیادہ مدت مین جنی نکاح کیوقت سے تو زوج کی اگلی رجعت صحیح ہوگی م
جبکہ بعد طلاق کے چھ مہینے سے کمتر مدت مین حاملہ جنی تو زوج کے انکار وطی کو شرع نے باطل کیا اور یہ لڑکا زوج ہی کا ٹھہرا تو رجعت سابقہ کی صحت بھی
ظاہر ہوگئی اسواسطے کہ عین عدت مین واقع ہوئی اور اگر بعد نکاح کے چھ مہینے سے کمتر مین جنے گی تو شرعا تکذیب زوج کی انکار وطی مین ثابت نہوگی اسواسطے کہ انعقاد ولد کا قبل
نکاح کے ہوا اور رجعت بھی صحیح نہوگی کذا فی حاشیة المدنی بیان در المختار کے نسخون مین اختلاف ہے بعضے نسخون مین یون ہے فجاءت بولد لاقل من ستة اشہر فصاعدا من وقت
النکاح ظاہرا یہ نسخہ صحیح نہین اسواسطے کہ وقت نکاح سے کمتر چھ مہینے مین ولادت ہونے سے شرعا تکذیب زوج کی ثابت نہوگی لہذا مترجم نے نسخہ محشی مدنی کا اختیار کیا و تو
ظہور صحتہا علی الوضع لا ینافی صحتہا قبلہ فلا مسامحة فی کلام الوقایة اور موقوف ہونا ظہور صحت رجعت کا وضع حمل پر صحیح ہونے رجعت کا قبل وضع
حمل کے مخالف نہین تو کچھ تساہل اور بے تاملی وقایة الروایة کے کلام مین نہین م یہ شارح نے جواب دیا اس اعتراض کا جو صدر الشریعة نے شرح وقایہ مین

اعتراض کیا متن پر وقایہ کا مضمون یہ ہی کہ اگر حلالہ کو طلاق دے اسکی وطی سے منکر ہو کر تو زوج کو رجعت کا اختیار ہی خلاصہ عبارت شرح وقایہ
کی اعتراض کا یہ ہی کہ وقت طلاق سے بدون کمتر چھ مہینے کی ولادت کے حمل ثابت نہین ہو سکتا پھر جب عورت جنی تو عدت منقضی ہوگئی پھر رجعت کیونکر صحیح ہوگی اور
حلت رجعت کی قبل وضع حمل کے مراد نہین ہو سکتی اسواسطے کہ زوج منکر ہی وطی کا اور بدون ولادت مذکورہ کے شرع اسکی تکذیب نہین کرتی فقط شارح نے وقایہ کی
طرف سے جواب دیا کہ صحت رجعت کا ظاہر ہونا البتہ ولادت پر موقوف ہی تو اس سے یہ لازم نہین آتا کہ اصل صحت قبل ولادت کے نہ ثابت ہو خلاصہ یہ کہ وضع حمل
پر ظہور صحت موقوف ہی نہ اصل صحت اور کلام وقایہ کا اصل صحت پر مبنی ہی نہ ظہور صحت پر تو اب اس کلام مین کچھ تساہل اور سامحت باقی نہ رہا کما صحت لو طلق
من ولدت قبل الطلاق فلو ولدت بعده فلا رجعة لمضی العدة منکرا وطیها لان الشرع کذبه بجعل الولد للفراش فبطل زعمه حیث لم یتعلق باقراره حق الغیر
چنانچہ رجعت صحیح ہی اگر طلاق دی منکر وطی ہو کر اُس عورت کو جو جنی قبل طلاق کے اور اگر بعد طلاق کے جنی تو رجعت صحیح نہین اسواسطے کہ بسبب ولادت کے
عدت منقضی ہوگئی اور ولادت قبل طلاق مین باوجود انکار وطی کے رجعت اسواسطے صحیح ہوئی کہ شرع نے انکار زوج کی تکذیب کی بسبب ٹھہرانے ولد کے واسطے
فراش کے یعنی تا قیام نکاح منکوحہ کا لڑکا زوج ہی کی طرف منسوب ہوگا شرعاً تو زوج کا عدم وطی کا زعم باطل ہوگیا اسوجہ سے کہ اسکے اقرار پر غیر کا حق
متعلق نہین ولو خلا بها ثم انکره ای الوطی ثم طلقها لا یملک الرجعة لان الشرع لم یکذبه اور اگر عورت سے خلوت کی پھر وطی کا منکر ہوا پھر اسکو طلاق
دی تو رجعت کا مالک نہوگا اسواسطے کہ شرع نے اسکی تکذیب نہین کی ولو اقر به وانکرته فله الرجعة اور اگر زوج نے بعد خلوت کے وطی کا اقرار کیا اور
عورت نے اُسکا انکار کیا تو زوج کو رجعت جائز ہی اسواسطے کہ ظاہر حال شاہد ہی زوج کا ولو لم یخل بها فلا رجعة له لان الظاهر شاهد لها ولوالجیه اور اگر
زوج نے وطی کا دعوی کیا اور عورت اسکی منکر ہی اور حالانکہ زوج نے عورت سے خلوت نہین کی تو زوج کو رجعت کا اختیار نہین اسواسطے کہ ظاہر حال شاہد
عورت کا ہی کذا فی الولوالجیه فان طلقها فراجعها والمسئلة بحالها فجاءت بولد لاقل من حولین من حین الطلاق صحت رجعته السابقة لصیرورته مکذبا
کما مر سپھر اگر طلاق دی عورت کو اور اُس سے رجعت کی اور یہ مسئلہ بھی بحال سابق کے ہی یعنی بعد خلوت کے وطی کا انکار کر کے طلاق دی پھر رجعت کی پھر
عورت لڑکا جنی دو برس سے کمتر مین وقت طلاق سے تو صحیح ہوگی زوج کی رجعت سابقہ بواسطے ہو جانے زوج کے دروغگو شرعاً چنانچہ عنقریب گذرا
یعنی بسبب ولادت کے انکار وطی مین زوج کی تکذیب ہوئی تو رجعت سابقہ عدت کے اندر واقع ہوئی لہذا صحیح ہوگی ولو قال ان ولدت فانت طالق
فولدت فطلقت فاعتدت ثم ولدت آخر ببطنین یعنی بعد ستة اشهر ولو لاکثر من عشر سنین مالم تقر بانقضاء العدة لان امتداد الطهر لا غایة له الا الایاس فهو
ای الولد الثانی رجعة اذ یجعل العلوق بوطی حادث فی العدة بخلاف مالو کان ببطن واحد اور اگر زوج نے کہا زوجہ سے کہ اگر تو جنے گی تو تو طلاق ہی پھر
وہ جنی سو وہ مطلقہ ہوئی پھر وہ معتدہ ہوئی بعد اُسکے وہ دوسرا لڑکا جنی دوسرے پیٹ سے یعنی ولادت ولد اول سے بعد چھ مہینے کے ولد ثانی جنی اگر ولد
ثانی کو دس برس سے زیادہ مین جنی جبتک کہ عورت انقضاے عدت کا اقرار نہ کرے اسواسطے کہ درازی طہر کی کچھ حد نہین سواے بڑھاپے کے تو یہ
ولد ثانی رجعت ہوگا اسواسطے کہ علوق ولد ثانی کا وطی جدید سے قرار دیا جائیگا عدت مین بخلاف اُس صورت کے جبکہ ولد ثانی ایک ہی پیٹ سے ہو یعنی دونون
کی ولادت مین چھ مہینے سے کم مدت ہو مثلاً ولد اول کے بعد چار یا پانچ مہینے کے ولد ثانی پیدا ہو تو رجعت نہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ علوق ثانی کا وطی
حادث سے ثابت نہین و فی کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثة ببطون تقع الثلث والولد الثانی رجعة فی الطلاق الاول کما مر وتطلق
به ثانیا کالولد الثالث فانه رجعة فی الثانی وتطلق به ثلثا عملاً بکلما وتعتد للطلاق الثالث بالحیض لانها من ذوات الاقراء مالم تدخل فی سن الایاس فبالاشهر اور
اس قول مین کہ جب تب جنے گی تو تو طلاق ہی تو پھر وہ جنی تین لڑکے تین پیٹ سے تو تین بار طلاق ہوگی اور ولد ثانی رجعت ہوگا طلاق اول مین چنانچہ مذکور ہو چکا
یعنی علوق اسکا عدت مین وطی جدید سے ہوا اور ثانی سے دوسری بار عورت مطلقہ ہوگی مانند ولد ثالث کے اسواسطے کہ ولد ثالث رجعت ہی طلاق ثانی مین اور مطلقہ ہوگی

عورت تین طلاق کر ولد ثالث کے سبب کلام کے معنی پر عمل کرنے سے اسواسطے کہ کلام مقتضی ہر عموم افعال کا اور طلاق ثالث کیواسطے عورت کی عدت ہوگی حیض سے اسواسطے کہ مطلقہ وقت طلاق سے حیض آنے والی عورتون مین داخل ہر جبتک کہ وہ ناامیدی کے سن مین نہ داخل ہو پھر جب بڑھاپے مین داخل ہوگی تو اسکی عدت مہینون سے ہوگی ولو کانوا ببطنین یقع ثنتان بالاولین لا بالثالث لانقضاء العدۃ بہ فتح اور اگر تین لڑکے دو حمل سے جنی تو پہلے دو لڑکون سے دو بار طلاق واقع ہوگی نہ تیسرے لڑکے سے واسطے منقضی ہونے عدت کے اسکی ولادت سے خواہ اول حمل سے دو پیدا ہوئے ہون خواہ دوسرے حمل سے کذا فی فتح القدیر والمطلقۃ الرجعیۃ تتزین ویحرم ذلک فی البائن والوفات لزوجہا الحاضر لا الغائب لفقد العلۃ اذا کانت الرجعۃ مرجوۃ والا فلا لفعل کرہ مسکین اور مطلقہ رجعیہ سنگار کرے اور حرام ہر سنگار کرنا طلاق بائن مین اور زوج کی وفات مین مطلقہ رجعیہ اپنے زوج موجود کیواسطے سنگار کرے نہ زوج غائب کیواسطے بسبب فقد ان علت کے یعنی سنگار فقط بامید رجعت ہی سو غائب مین حاصل نہین سنگار اسوقت مستحب ہر جبکہ رجعت کی امید ہوا اور اگر رجعت کی امید نہو تو سنگار نکرے چنانچہ مسکین نے اسکو مذکور کیا ہر ولا یخرجہا من بیتہا ولو لما دون سفر للنہی المطلق مالم یشہد علی رجعتہا فتبطل العدۃ وہذا اذا صرح بعدم رجعتہا فلو لم یصرح کان السفر رجعۃ دلالۃ فتح بحثا واقرہ المصنف اور زوج مطلقہ رجعیہ کو اسکے گھر سے نہ نکال لیجائے اگرچہ اخراج مدت سفر سے کم ہو بسبب نہی مطلق کے یعنی قرآن مجید مین مطلقہ کا مطلقاً اخراج ممنوع ہر بقدر مدت سفر ہو یا کم مطلقہ کو گھر سے نہ نکالے جب تک گواہ نہ کرلے اسکی رجعت پر پھر جب رجعت پر گواہ کریگا تو عدت طلاق کی باطل ہوگی تو نکالنا جائز ہوگا اور یہ یعنی اخراج بلا شہادت کا رجعت نہونا اسوقت ہر جبکہ زوج نے وقت اخراج کے عدم رجعت کی تصریح کی ہوا اور اگر عدم رجعت کی تصریح نہ کی ہو تو سفر مین مطلقہ کا لیجانا بھی رجعت ہی باعتبار دلالت حال کے چنانچہ یہ قید فتح القدیر مین بدلیل مصرح ہر اور مصنف نے بھی اپنی شرح مین اسکو مسلم رکھا ہر والطلاق الرجعی لا یحرم الوطی خلافا للشافعی فلو وطی لا عقر علیہ لانہ مباح اور طلاق رجعی حرام نہین کرتی وطی کو بخلاف مذہب شافعی کے سو اگر مطلقہ رجعی کی وطی کریگا تو زوج پر مہر مثل دینا لازم نہ آویگا اسواسطے کہ وطی کرنا مباح ہر یعنی حرام نہین اگرچہ مکروہ ہر اسواسطے کہ رجعت فعلی مکروہ ہر لکن تکرہ الخلوۃ بہا تنزیہا ان لم یکن من قصدہ المراجعۃ والا لا یکرہ لیکن مطلقہ رجعی سے خلوت کرنا مکروہ ہر بکراہت تنزیہی بشرطیکہ زوج کو رجعت کا قصد نہو اور اگر رجعت کا قصد ہو تو خلوت کرنا مکروہ نہین ویثبت القسم لہا ان کان من قصدہ المراجعۃ والا لا قسم لہا بحر عن البدائع قال وصرحوا بان لہ ضرب امرأتہ علی ترک الزینۃ وہو شامل للمطلقۃ رجعیا اور مطلقہ رجعی کیواسطے باری ثابت ہر اگر زوج کو قصد رجعت کا ہو اور اگر قصد رجعت کا نہین تو اسکی باری بھی نہین کذا فی البحر عن البدائع صاحب بحر الرائق نے کہا کہ فقہا نے تصریح کی ہر کہ زوج کو مارنا عورت کا ترک زینت پر جائز ہر اور یہ جواز ضرب مطلقہ رجعی کو بھی شامل ہر اسواسطے کہ طلاق رجعی مین زوجیت تا عدت منقطع نہین وینکح مبانۃ بما دون الثلث فی العدۃ وبعدہا بالاجماع اور نکاح کرے زوجہ مطلقہ بائنہ سے تین طلاق سے کم مین یعنی اگر ایک طلاق بائن ہوئی یا دو طلاق تو عدت کے اندر بدلیل اجماع نکاح جائز ہر اور بعد عدت کے بھی جائز ہر مم لفظ بالاجماع متعلق ہر فی العدۃ کا تو بہتر یون تھا کہ بلا فصل اُسی کے قریب ہوتا اور یہ جواب ہر سوال مقدر کا تقریر سوال یہ ہر کہ حق تعالی فرماتا ہر (لا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتٰب اجلہ) یعنی نکاح کا قصد نکرو تاوقتیکہ عدت نہ تمام ہو اور یہ خطاب شامل ہر زوج اور غیر زوج دونون کو پھر زوج کو عدت مین نکاح کرنے کی کیا وجہ ہر خلاصہ جواب یہ ہر کہ زوج اس عموم سے بدلیل اجماع مخصوص ہر کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الدرر والمنتقی ومنع غیرہ فیہا لاشتباہ النسب اور غیر زوج ممنوع ہوا عدت مین نکاح کرنے سے بسبب اشتباہ نسب کے یعنی اگر غیر زوج کو عدت مطلقہ مین نکاح جائز ہوتا اور بعد اُسکے لڑکا پیدا ہوتا تو معلوم نہوتا کہ زوج اول کا یہ نطفہ ہر یا ثانی کا مم یہ تعلیل صغیرہ اور آئسہ اور عدت وفات قبل دخول اور معتدہ صبی سے منقوض ہر تو یون کہنا بہتر ہر کہ نص قرآنی سے عدت مین نکاح کرنا عموماً منع ہر اور زوج اُس سے بالاجماع مخصوص ہر کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر لا ینکح مطلقۃ من نکاح صحیح نافذ کما سنحققہ بہا ای بالثلث لو حرۃ وثنتین لو امۃ ولو قبل الدخول نہ نکاح کرے زوج مطلقہ ثلثہ سے بشرطیکہ نکاح صحیح نافذ کے بعد تین بار طلاق واقع ہو چنانچہ قید صحت اور نفاذ کی اس باب مین بعد ایک صفحہ کے ہم ثابت

کرینگے اگر منکوحہ حرہ ہو تو بعد تین طلاق کے نکاح نہین اور اگر لونڈی ہو تو بعد دو طلاق کے نکاح نہین اگرچہ قبل دخول مطلقہ ہوئی ہو تو بھی نکاح حلال نہین و مافی المشکلات باطل اومأول کما مر اور جو قول مشکلات مین یعنی مطلقہ ثلثہ کا قبل دخول کے نکاح بلا تحلیل جائز ہو سو باطل ہو یا مأول ہو باطل اسوجہ سے ہو کہ نص اور اجماع کے مخالف ہو اور تاویل اُسکی یون ہو سکتی ہو کہ متفرق تین طلاق پر محمول ہو تو اس صورت مین اول طلاق سے بلا عدت جدا ہو گئی اور دوسری اور تیسری طلاق لغو ہو گئی بسبب فقدان محل کے چنانچہ اسکا بیان باب الطلاق قبل الدخول مین شرح ہو چکا حتی لیطاہا وغیرہ ولو الغیر مراہقا یجامع مثلہ وقدرہ شمس الاسلام بعشر سنین او خصیا او مجنونا او ذمیا لذمیۃ مطلقہ ثلثہ کا نکاح زوج اول کو جائز نہین یہانتک کہ جماع کرے اُس سے غیر اسکا اگرچہ غیر یعنی زوج ثانی مراہق یعنی قریب البلوغ لڑکا ہو کہ ویسا لڑکا جماع کر سکتا ہو اور شمس الاسلام نے مراہق کا اندازہ دس برس تک مقرر کیا ہو یا زوج ثانی خصی ہو یا کہ دیوانہ ہو یا ذمی ہو مطلقہ ذمیہ کیواسطے خصی کا محلل ہونا اسواسطے صحیح ہوا کہ اگرچہ اُسکے فوطے نہین لیکن آلۂ تناسل ہو اور مجنون کی تحلیل اسطرح ہو سکتی ہو کہ اُسکا ولی اُسکا نکاح کر دے مگر طلاق اُسکی بدون ہوش آنے کے صحیح نہو گی اور ذمی کے محلل ہونے کی یہ صورت ہو کہ کتابیہ ذمیہ مسلم کی منکوحہ تھی سو مطلقہ ثلثہ ہوئی تو اگر بعد عدت کے ذمی اُس سے نکاح کریگا اور بعد دخول کے طلاق دیگا تو زوج اول پر نکاح اُسکا حلال ہوگا بنکاح نافذ خرج الفاسد والموقوف فلو نکحہا عبد بلا اذن سیدہ ووطیہا قبل الاجازۃ لا یحلہا حتی یطأہا بعدہ زوج ثانی مطلقہ ثلثہ کی وطی نافذ نکاح سے کرے تب زوج اول پر حلال ہو گی نکاح نافذ کی قید سے نکاح فاسد اور نکاح موقوف نکل گیا تو اگر مطلقہ سے غلام نے نکاح بدون اذن مولی کے کیا اور وطی کی اُس سے قبل اجازت مولی کے تو وطی اُس غلام کی عورت کو زوج اول پر حلال نکریگی جبتک دوبارہ اُس عورت سے وطی نکرے بعد اجازت مولی کے اسواسطے کہ نکاح غلام کا مولی کی اجازت پر موقوف ہو بدون اجازت کے نافذ نہین ومن لطیف الحیل ان تتزوج بمملوک مراہق بشاہدین فاذا اولج یملکہ لہا فیبطل النکاح ثم تبعثہ لبلد آخر فلا یظہر امرہا اور زوج اول پر حلال ہونے کی نہایت خوب تدبیر یہ ہو کہ مطلقہ ثلثہ کا نکاح کر دے قریب البلوغ غلام سے روبرو دو شاہدون کے پھر جب وہ دخول کر چکے تو غلام کا مالک عورت کو غلام کا مالک کر دے تو نکاح باطل ہوگا پھر عورت غلام کو کسی دوسرے شہر مین بھیجدے کہ وہان بیچ ڈالا جاوے تو اس تدبیر سے عورت کا حال کسی پر نہ کھلے اور یہ حیلہ مبنی ہو ظاہر مذہب پر کہ کفایت نکاح مین شرط نہین لہذا شارح نے آیندہ قول مین اسکا استدراک کیا لکن علی روایۃ الحسن المفتی بہا انہ لا یحلہا لعدم الکفاءۃ ان لہا ولی والا فیحلہا اتفاقا کما مر لیکن حسن بن زیاد کی روایت پر جسپر فتوی ہو چکا ہو البتہ غلام عورت کو زوج اول پر حلال نکریگا بسبب کفاءت کے اگر عورت کا ولی موجود ہوگا اور اگر ولی نہو گا تو اُسکو حلال کر دیگا باتفاق حنفیہ کے چنانچہ یہ مسئلہ باب الاکفاء الاولیا مین گذر گیا وتمضی عدتہ اور مطلقہ ثلثہ زوج اول پر اُسوقت حلال ہو گی جبکہ زوج ثانی بنکاح نافذ وطی کرے اور زوج ثانی کی عدت بھی گذر جائے خواہ عدت طلاق کی ہو خواہ عدت فسخ نکاح کی خواہ موت کی کذا فی حاشیۃ المدنی لا بملک یمین لاشتراط الزوج بالنص فلا یحلہا وطی المولی اور حلال نہین کرتی مطلقہ کو وطی ملک یمین کی بسبب مشروط ہونے زوج کے نص سے تو لونڈی کو حلال نکریگی وطی مولی کی یعنی زوج نے اپنی منکوحہ لونڈی کو دو بار طلاق دی تو زوج پر بحرمت غلیظ حرام ہو گئی پھر اُس لونڈی کے مالک نے اُس سے وطی کی بملک یمین بعد عدت کے تو وہ لونڈی زوج پر حلال نہو گی اسواسطے کہ نص قرآنی مین حلت موقوف ہو زوج کی وطی پر نہ مالک کی وطی پر ولا ملک امۃ بعد طلقتین او ثلث ورنہ مالک ہونا لونڈی کا بعد دو طلاق کے یعنی جسنے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اسکو دو بار طلاق دی پھر اُس لونڈی کو مول لیا تو اُس مشتری کو وطی اُسکی بملک یمین حلال نہین اسواسطے کہ حلت مطلقہ کی غایت ہنوز موجود نہین یعنی زوج ثانی کی وطی قال تعالی (حتی تنکح زوجا غیرہ) م مسئلہ ملک امۃ کا لا یحلہا وطی المولی پر معطوف نہین اسواسطے کہ وہ غیر کی ملک پر متفرع ہو بخلاف اسکے تو شارح نے بمناسبت مقام اسکو بطور استیناف کے ذکر کیا کذا فی حاشیۃ المدنی او حرۃ بعد ثلث وردۃ وسبی یا ملک حرہ کی بعد تین طلاق کے اور مرتد ہونے اور گرفتار ہونے کے بعد یعنی ایک مرد نے اپنی زوجہ حرہ پر تین بار طلاق واقع کی پھر وہ مرتد ہو گئی اور دار الاسلام مین گرفتار ہو آئی پھر اُسکے مالک نے اُس سے وطی کی تو زوج اول پر یہ عورت حلال نہو گی اسواسطے کہ زوج ثانی کی وطی غایت ہو حلت کی نہ ملک یمین کی وطی نظیرہ

من فرق بینہما لظہار او لعان ثم ارتدت وسبیت ثم ملکہا لم تحل لہ ابدًا اور مانند مسئلہ حرہ مرتدہ کے وہ ہے کہ بسبب ظہار یا لعان کے زوج اور زوجہ مین تفریق
واقع ہوئی یعنی وطی ممنوع ہوگئی پھر زوجہ مرتد ہوگئی اور دار الحرب سے دار الاسلام مین گرفتار ہوآئی پھر زوج اُسکا مالک ہوگیا تو یہ عورت مرد پر کبھی حلال
نہوگی یعنی ظہار مین بدون کفارہ کے اور لعان مین بدون ابطال لعان کے حلال نہوگی تو شارح کے کلام مین یعنی حرمت موبدہ کے ذکر مین مسامحت ہے
اس اعتماد سے کہ باب ظہار اور لعان مین قیود مقررہ مذکور ہین کذا فی حاشیۃ المدنی وشرط التیقن بوقوع الوطی فی المحل المتیقن بہ فلو کانت صغیرۃ
لا یوطأ مثلہا لم تحل للاول اور شرط تحلیل کی یہ ہے کہ مکان مخصوص مین وطی واقع ہونے کا یقین ہو یعنی محل مشتہی ہو تو اگر عورت مطلقہ ایسی صغیرہ ہو کہ ویسی
لڑکی لائق جماع کے نہو تو زوج اول پر حلال نہوگی اگرچہ زوج ثانی وطی کرچکا ہو اسواسطے کہ نہایت صغیرہ محل شہوت نہین اور اسکی وطی شرعًا معتبر نہین تو
وجود کالعدم ہوا وطی متیقن نہ پائی گئی کذا فی حاشیۃ المدنی والا حلت وان افضاہا بزازیۃ اور اگر ویسی صغیرہ وطی کے لائق ہو تو زوج ثانی کی وطی سے زوج اول پر
حلال ہوگی اگرچہ زوج ثانی صغیرہ کو مفضاۃ کرڈالے کذا فی البزازیۃ مفضاۃ اُس عورت کو کہتے ہین جسکے قبل و دُبر کے درمیان کا پردہ پھٹکر ایک ہوجاوین فلو مفضاۃ
لا تحل لہ الا اذا حبلت لیعلم ان الوطی کان فی قبلہا جب وطی متیقن شرط تحلیل کی ہوئی تو اگر مطلقہ ثلثہ مفضاۃ ہو تو زوج ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال
نہوگی مگر جب کہ وہ حاملہ ہوجاوے تا کہ بالیقین معلوم ہوجاے کہ وطی اُسکی قبل ہی مین ہوئی نہ دُبر مین اور بدون حمل ہونے کے قبل کی وطی کا یقین نہین ہوسکتا
اسواسطے کہ دونون مکان ملکر ایک ہوگئے ہین بخلاف مسئلہ سابقہ کہ وہان قبل کی وطی مین شبہہ نہین اسواسطے کہ صغیرہ پہلے مفضاۃ نہ تھی بلکہ قبل کی وطی سے
اُسکی یہ حالت ہوگئی تو دونون صورتون مین فرق ظاہر ہوگیا کما لو تزوجت بمجبوب فانہا لا تحل حتی تحبل لوجود الدخول حکمًا حتی یثبت النسب نہر فلا اقتصار
علی الوطی تصورًا الا ان یعمم بالحقیقی والحکمی چنانچہ اگر مطلقہ ثلثہ نے نکاح کیا زوج ثانی مقطوع الذکر سے تو یہ عورت زوج اول پر حلال نہوگی تا وقتیکہ
حاملہ نہو اور جب حاملہ ہوگی تو اول کو حلال ہوگی بسبب وجود دخول حکمی کے یعنے ہرچند یہان دخول حقیقی متصور نہین اسواسطے کہ زوج ثانی کا آلۂ تناسل
مطلق باقی نہین لیکن حکمی دخول ہے یعنی شرع مین یہ حمل زوج ہی کی طرف سے منسوب ہوگا بسبب قیام نکاح کے یہانتک کہ بسبب اسی دخول حکمی کے
اُس ولد کا نسب زوج ہی سے ثابت ہوگا کذا فی فتح القدیر پھر جب دخول حکمی بھی علت ہوا تحلیل کی تو اقتصار کرنا مصنف کا شرط تحلیل کے ذکر مین
فقط وطی پر قصور ہے عبارت کا مگر یہ کہ وطی کو عام کیجیے وطی حقیقی اور وطی حکمی سے تو البتہ قصور باقی نرہیگا مقطوع الذکر بھی وطی حکمی مین داخل رہیگا
والایلاج فی محل البکارۃ یحلہا والموت عنہا لا کما فی القنیۃ واستشکلہ المصنف اور ادخال محل بکارت مین حلال کر دیتا ہے عورت کو زوج اول
کیواسطے اور مرجانا زوج ثانی کا عورت کو زندہ چھوڑکر حلال نہین کرتا بدون وطی کے کذا فی القنیۃ اور مشکل جانا ہے اس احلال کو مصنف نے اپنی شرح مین اور
اصل اشکال صاحب بحر الرائق کا ہے تقریر اشکال کی یہ ہے کہ قنیہ مین کہا کہ مجرد ادخال محل بکارت مین سبب ہے حلت کا حالانکہ باوجود باقی رہنے پردہ
بکارت کے دخول حشفہ کا متصور نہین اور تحلیل مین وہ ادخال معتبر ہے جو موجب ہو غسل کا اور غسل بدون دخول حشفہ کے واجب نہین وفی النہر وکانہ ضعیف لما فی
التبیین یشترط ان یکون الایلاج موجبا للغسل وھو التقاء الختانین بلا حائل یمنع الحرارۃ اور نہر الفائق مین کہا ہے کہ شاید قول قنیہ کا ضعیف ہے اسواسطے کہ
تبیین مین یون ثابت ہے کہ تحلیل مین شرط یہ ہے کہ وہ ادخال ہو جو موجب ہے غسل کا اور موجب غسل کا ملنا دونون شرمگاہون کا ہے بدون حائل ہونے اُس چیز کے جو
مانع ہو حرارت کی مس شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ ادخال فی محل البکارۃ سے مراد یہ ہے کہ بعد ازالہ بکارت کے ادخال ہو اسواسطے کہ دو چیز کا حلول محل واحد مین محال ہے
تو اشکال مصنف کا اور تضعیف صاحب نہر الفائق کی مندفع ہوگئی کذا فی حاشیۃ المدنی وکونہ عن قوۃ نفسہ فلا یحلہا من لا یقدر علیہ الا بمساعدۃ الید
الا اذا انتعش وعمل ولو فی حیض ونفاس واحرام وان کان حرامًا وان لم ینزل لان الشرط الذوق لا الشبع اور شرط تحلیل ہے ہونا ادخال کا اپنی قوت
ذات سے تو عورت کو زوج پر حلال نہ کریگا وہ شخص جو قادر نہین ادخال پر بدون مددگاری ہاتھ کے مگر اُسوقت حلت ثابت ہوگی جبکہ بعد

ادخال بمساعدت ید کے اسکو استادگی حاصل ہو اور عمل کرے یعنی بلامساعدت داخل کرے اگرچہ ادخال حیض اور نفاس اور احرام مین ہو اگرچہ وطی ان
مین حرام ہے لیکن تحلیل صحیح ہوگی اگرچہ اس وطی سے انزال نہو اسواسطے کہ تحلیل مین لذت پانا شرط ہے نہ کہ سیری جماع سے تملت وفی المجتبی الصواب
حلہا بدخول الحشفۃ مطلقا لکن فی شرح المشارق لابن ملک لو وطیہا وہی نائمۃ لا یحلہا للاول لعدم ذوق العسیلۃ وینبغی ان یکون الوطی فی حالۃ الاغماء
کذلک شارح کہتا ہے مین کہتا ہون کہ مجتبی مین ہے کہ حق یون ہے کہ ثابت ہوتی ہے حلت عورت کی دخول حشفہ سے مطلقا خواہ بمساعدت ہاتھ کے
ہو خواہ بلامساعدت لیکن ابن ملک کی شرح مشارق مین یون ہے کہ اگر سوتی عورت سے وطی کریگا تو عورت کو زوج اول پر حلال نکریگا بسبب عدم
ذوق عسیلہ کے ذوق عسیلہ کنایہ ہے لذت جماع سے یعنی حدیث صحیح مین مرد اور عورت دونون کیواسطے جماع کی لذت پانی تحلیل کی شرط فرمائی ہے حالانکہ
سوتی عورت کو لذت حاصل نہین اور سزاوار یون ہے کہ بیہوشی کی حالت کی وطی بھی اسیطرح ہو یعنی مانند وطی نائمہ کے شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ استدراک شارح
کا لائق اعتماد کے نہین اسواسطے کہ شارح مشارق فقہ مین ایسی کتاب معتمد نہین کہ اسکی روایت نقل مذہب مین درست ہو اور اطلاق متون اور شروح
کا مشکور کرتا ہے اور ذوق عسیلہ نائمہ کو موجود ہے حکما کیا تو نہین جانتا کہ جب نائم طراوت کو پاوے تو اسپر غسل واجب ہے حالانکہ خروج منی بدون لذت کے موجب
غسل کا نہین تو نائم کو حکم غسل کا نہین مگر بسبب وجود لذت حکمی کے اسواسطے کہ اکثر یہ ہے کہ لذت حاصل ہوتی ہے مگر بسبب ثقل نوم کے یاد نہین رہتی کذا فی
حاشیۃ المدنی وکرہ التزوج للثانی تحریما لحدیث لعن اللہ المحلل والمحلل لہ بشرط التحلیل کتزوجتک علی ان احللک وان حلت للاول لصحۃ النکاح وبطلان
الشرط فلا یجبر علی الطلاق کما حققہ الکمال خلافا لما زعمہ البزازی اور مکروہ تحریمی ہے زوج ثانی کو نکاح کرنا تحلیل کی شرط سے بموجب حدیث عبداللہ
ابن مسعود کے جو جامع ترمذی مین بروایت صحیح مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لعنت کرے اللہ تحلیل کرنے والے پر اور اسپر جسکے
واسطے تحلیل ہوتی یعنی زوج ثانی اور زوج اول دونون پر لعنت ہے شرط تحلیل کا طریقہ یون ہے جیسے کہ زوج ثانی عورت سے کہے کہ مین نے تجھسے نکاح کیا اس
شرط پر کہ مین تجھکو طلاق دونگا اگرچہ نکاح بشرط التحلیل سے عورت حلال ہوگی زوج اول کو بسبب صحیح ہو جانے اس نکاح شروطہ کے اور باطل ہو جانے
شرط تحلیل کے تو زوج ثانی پر جبر نہین ہو سکتا طلاق دینے پر چنانچہ اسکو تحقیق کیا ہے کمال الدین محقق نے بخلاف زعم بزازی کے بزازی نے کہا کہ نکاح بشرط تحلیل
مین نکاح بھی جائز ہے اور شرط بھی جائز ہے یہانتک کہ اگر زوج ثانی طلاق دینے سے انکار کریگا تو قاضی بجبر اس سے طلاق دلائیگا اور فتح القدیر مین محقق نے
اسکو رد کیا کہ یہ قول ظاہر الروایت مین ثابت نہین اور قواعد مذہب کے مخالف ہے اسواسطے کہ یہ شرط ایسی ہے جسکو عقد مقتضی نہین تو اصل نکاح صحیح ہوگا اور شرط باطل
ہو جائیگی کذا فی حاشیۃ المدنی ومن لطیف الحیل قولہا تزوجتک وجامعتک دامسکتک فوق ثلث مثلا فانت بائن اور تحلیل کے واسطے لطیف حیلہ زوج کا
یون کہنا ہے کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون اور جماع کردن تو تو بائن ہے یا اگر مین تجھکو تین رات سے مثلا زیادہ رکھون تو تو بائن ہے تو اگر بعد جماع کے تین رات سے
زیادہ زوج ثانی عورت کو رکھیگا تو عورت مطلقہ ہوکر بعد عدت کے زوج اول پر حلال ہو جاویگی ولو خافت ان لا یطلقہا تقول زوجتک نفسی علی ان
امری بیدی زیلعی وتمامہ فی العمادیۃ اور اگر عورت اس سے ڈرے کہ زوج ثانی اسکو طلاق نہ دیگا تو اسکے واسطے یہ حیلہ ہے کہ عورت ایجاب کے وقت یون
کہے کہ مین نے اپنی ذات کا نکاح کیا تجھسے اس شرط پر کہ امر میرا میرے ہاتھ مین ہے یعنی طلاق کا مجھکو اختیار ہو کذا فی الزیلعی اور پوری تقریر اسکی
فصول عمادیہ مین ہے فصول عمادیہ مین یون ہے کہ جب عورت امساک محلل سے ڈرے تو یون کہے کہ مین نے اپنی ذات کا نکاح تجھسے کیا اس شرط پر کہ میرا امر
میرے ہاتھ مین ہے اور زوج نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو نکاح جائز ہوگا اور عورت کو طلاق کا اختیار حاصل ہوگا اور اگر زوج نے ابتدا کی اور کہا کہ مین نے تجھسے نکاح کیا
اس شرط پر کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہے سو عورت نے اس ایجاب کو قبول کیا تو نکاح جائز ہوگا اور طلاق کا اسکو اختیار نہوگا وجہ فرق کی یہ ہے کہ جب زوج نے عورت
کو طلاق تفویض کی تو اسکے نکاح مین نہ تھی اور تفویض بدون ملک یا اضافت الی سبب الملک کے صحیح نہین حالانکہ دونون امر اسوقت موجود نہین بخلاف پہلی

حیلہ تحلیل

صورت کے کہ جب زوج نے قبول کیا تو عورت کے منکوحہ ہونے کی مقارن تفویض پائی گئی لہذا صحیح ہوئی اما اذا اضمر ذلک لا یکرہ وکان الرجل ماجورا

لقصد الاصلاح وتاویل اللعن اذا شرط الاجر ذکرہ البزازی اور اگر قصد تحلیل کو زوج ثانی نے دل مین رکھا یعنی زبان سے نہ کہا تو اس مرد کو ثواب ملیگا بسبب

قصد اصلاح کے کہ بعد ازالۂ حرمت کے دو بچھڑے مسلمان کو ملا دیا اور تاویل لعن محلل کی یہ ہی جبکہ کچھ اجرت تحلیل پر لی کذا ذکرہ البزازی ثم ہذا کلہ فرع

صحۃ النکاح الاول حتی لو کان بلا ولی بل بعبارۃ المرأۃ او بلفظ ہبۃ او بحضرۃ الفاسقین ثم طلقہا ثلثا واراد حلہا بلا زوج یرفع الامر لشافعی یقضی به

بطلان النکاح ای فی القائم والآن لا فی المنقضی بزازیۃ پھر یہ سب کچھ جو مذکور ہوا تو اول نکاح کی صحت پر متفرع ہی یعنی اگر زوج اول کا نکاح

صحیح تھا تو بعد تین طلاق کے تحلیل کیواسطے ان حیلون کی البتہ حاجت ہی سو اگر اول نکاح بدون ولی کے تھا بلکہ خود عورت کی عبارت سے

ہوا تھا یا بلفظ ہبہ تھا یا دو فاسق گواہون کے روبرو ہوا تھا پھر زوج نے اسکو تین بار طلاق دی اور عورت کا حلال ہونا بدون زوج ثانی کے چاہا تو

اس امر کو قاضی شافعی المذہب کے پاس رجوع کرے تا کہ قاضی حلت کا اور بطلان نکاح کا حکم کرے یعنی حکم بطلان کا اس نکاح مین کرے جو قائم اور اب موجود ہی

نہ نکاح گذشتہ مین کذا فی البزازیۃ م شارح کی یہ تعبیر ٹھیک نہین اسواسطے کہ یہ تعبیر اسکو مقتضی ہی کہ نکاح بلا ولی و بلفظ ہبہ اور بحضور شاہدین فاسقین حنفی

مذہب مین صحیح نہین بلکہ فاسد ہی حالانکہ یہ غلط ہی تو عبارت مین قصور ہی یون کہنا تھا کہ جب نکاح فاسد ہوگا تو طلاق نہ واقع ہوگی سو اگر ہمارے نزدیک

صحیح ہو اور ہمارے غیر کے نزدیک فاسد ہو چنانچہ مسائل مذکورہ مین تو شافعی رح کے پاس مرافعہ کرے طحطاوی نے کہا ایسے مسائل لائق اظہار کے نہین کہ ایسین

مفاسد کا دروازہ کھلتا ہی علاوہ اسکے تین طلاق کا وجود گاہے متحقق نہو سکیگا اسواسطے کہ جب شافعیؒ نے بطلان نکاح اول کا حکم درصورت شہادت فاسقین کے

کیا تو عقد ثانی کس مذہب پر ہوگا اگر شافعی مذہب پر ہو تو نہایت متعسر ہی اسواسطے کہ عدالت شہود نزدیک شافعیؒ کے نادر الوجود ہی علی الخصوص ہمارے

زمانہ مین اور اگر عقد ثانی بموجب مذہب حنفی کے ہو تو ہمان آش در کاسہ کذا فی حاشیۃ المدنی فیہا قال الزوج الثانی کان النکاح فاسدا او لم ادخل بہا وکذبتہ

فالقول لہا ولو قال الزوج الاول ذلک فالقول لہ اور بزازیہ مین ہی کہ زوج ثانی نے کہا کہ نکاح ثانی فاسد تھا یا یون کہا کہ نکاح صحیح تھا لیکن مینے اس عورت سے

جماع نہین کیا یعنی بعد طلاق کے زوج ثانی نے یہ اظہار کیا تا کہ عورت زوج اول کو حلال نہو اور عورت نے زوج ثانی کی تکذیب کی تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اور

اگر زوج اول نے یہ کہا یعنی فساد نکاح ثانی یا عدم دخول زوج کا دعوی کیا تو زوج اول ہی کا قول معتبر ہوگا والزوج الثانی یہدم بالدخول فلو یدخل لم یہدم

اتفاقا قنیہ مادون الثلث ایضا کما یہدم الثلث اجماعا لانہ اذا ہدم الثلث فما دونہا اولی خلافا لمحمدؒ اور زوج ثانی بعد دخول کے تین طلاق سے کمتر کو گرا دیتا ہی

چنانچہ تین طلاق کو بالاجماع گرا دیتا ہی اسواسطے کہ جب تین طلاق کو اسنے گرایا تو کمتر کو بطریق اولی گرا دیگا بخلاف امام محمدؒ کے کہ انکے نزدیک ایک یا دو طلاق کو

نہین گراتا پھر اگر زوج ثانی نے وطی نہین کی تو بالاتفاق نہ گرا دیگا کذا فی القنیۃ فمن طلقت دونہا وعادت الیہ بعد آخر عادت بثلث لو حرۃ وبثنتین لو امۃ وعند

محمدؒ بما بقی الائمۃ بالبقی وہو الحق فتح واقرہ المصنف وغیرہ سو جو عورت کہ تین طلاق سے کم مطلقہ ہوئی یعنی ایک طلاق ہوئی یا دو اور طلاق دینیوالے زوج کے

نکاح مین پھر آئی بعد دوسرے زوج کے تو زوج اول کو پھر تین طلاق دینے کا اس عورت پر اختیار ہوگا اگر وہ حرہ ہی اور اگر لونڈی ہی تو دو طلاق کا اختیار ہوگا

اسواسطے کہ زوج ثانی نے پہلے ایک یا دو طلاق کو گرا دیا یعنی نیست و نابود کر ڈالا اور نزدیک محمدؒ اور باقی اماموں کے باقی طلاق کا زوج اول کو اختیار ہوگا یعنی

اگر پہلے ایک طلاق دی تھی تو اب دو طلاق کا اختیار ہوگا اور اگر اول دو بار طلاق واقع کی تھی تو اب ایک طلاق کا اختیار ہوگا اور یہی قول امام محمد کا حق ہی کذا فی

فتح القدیر اور اسکو ثابت رکھا ہی مصنف نے اپنی شرح مین اور مصنف کے سوا اور علما نے چنانچہ صاحب بحر اور صاحب نہر نے م شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ قول امام کا

علی الاطلاق ماخوذ ہی اور ابو یوسفؒ کا ساتھ ہونا زیادہ تر موجب ہی ترجیح کا اور اسیواسطے متون مین یہی ثابت ہی اور ترجیح کمال الدین بن ہمام کی مخالف

متون کے معتبر نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اخبرت مطلقۃ الثلث بمضی عدتہ وعدۃ الزوج الثانی بعد دخولہ والمدۃ تحتملہ ای للاول ان یصدقہا ان غلب علی

ظنه صدقها اور اگر خبر دی مطلقہ ثلثہ نے زوج اول کی عدت اور زوج ثانی کی عدت گذر جانے کے بعد دخول زوج ثانی کے اور مدت گنجایش رکھتی ہو
انقضاے عدت کی تو زوج اول کو جائز ہی کہ اُسکی تصدیق کرے یعنی نکاح کرے اگر اُسکو ظن غالب ہو عورت کی راستی کا واقل مدة عدة عنده شهران
ولامة اربعون يوما الم تدع السقط كما مر اور کمتر مدت حیض والی کی عدت نزدیک امام کے حرہ کیواسطے دو مہینے ہین اور لونڈی کیواسطے چالیس دن ہین جب تک
کہ عورت اسقاط ولد کا دعوی نکرے چنانچہ گذرا اسواسطے کہ اسقاط سے فوراً عدت منقضی ہو جاتی ہی ولو تزوجت بعد عدة تحمله ثم قالت لم تنقض عدتي او ما تزوجت
بآخر لم تصدق لان اقدامها على التزوج دليل الحل وعن السرخسي لا تحل تزوجها حتى يستفسرها اور نکاح کیا مطلقہ ثلثہ نے زوج اول سے بعد اُس مدت کے کہ
انقضاے عدت کی محتمل تھی پھر عورت نے کہا کہ میری عدت ہنوز نہین منقضی ہوئی یا کہ مین نے زوج ثانی سے نکاح نہین کیا تو عورت کی تصدیق نہوگی اسواسطے کہ
عورت کی پیش قدمی نکاح کرنے پر دلیل ہی حلت کی یعنی زوج اول پر حلال ہونی عورت کی دلیل ہی اور سرخسی سے روایت ہی کہ زوج اول کو اُسکا نکاح کرنا حلال
نہین جبتک کہ عورت سے حلت کو دریافت نہ کرلے وفي البزازية قالت طلقني ثلثا ثم ارادت تزوج نفسها منه ليس له ذلك اصرت عليه او كذبت نفسها اور بزازیہ
مین ہی کہ عورت نے کہا کہ زوج نے مجھکو تین بار طلاق دی پھر عورت نے اپنے نکاح کرنے کا ارادہ کیا اُسی زوج سے عورت کو یہ نکاح کرنا جائز نہین خواہ عورت
طلاق کے قول پر ثابت ہی ہو یا کہ اُسنے اپنی ذات کو جھٹلایا ہو یہ اُس صورت مین ہی جبکہ عورت مدعی تھی طلاق کی زوج اُسکا منکر تھا اور اگر زوج نے
بھی طلاق کا اقرار کیا تھا تو بالاتفاق عورت کو نکاح کرنا اس سے درست نہوگا كذا في حاشية المدني سمعت من زوجها انه طلقها ولا تقدر على منعه من
نفسها الا بقتله لها قتله بدواء لخوف القصاص ولا تقتل نفسها وقال الاوزجندي ترفع الامر الى القاضي فان حلف ولا بينة فالاثم عليه وان قتله فلا شي
عليها والبائن كالثلث بزازیہ عورت نے اپنے زوج سے سنا کہ اُسنے اُسکو طلاق دی یعنی تین بار طلاق اور عورت اپنی ذات کو مرد سے بچا نہین
سکتی بدون اُسکے مار ڈالنے کے تو عورت کو اُسکا قتل کرنا دوا سے جائز ہی قصاص کے ڈر سے یعنی زہر سے مارے کہ قصاص اُسپر لازم آوے اور نہ مار ڈالے
عورت اپنی ذات کو اور اوزجندی نے کہا کہ اُسکی نالش کرے قاضی کے پاس سو اگر زوج قاضی کے روبرو طلاق دینے کی قسم کھا جاے اور عورت کے گواہ نہون تو
اب گناہ اُسکا مرد پر ہوگا اگر عورت کو اپنی جان کا خوف ہو اور اسصورت مین اگر عورت اُسکو قتل کر ڈالے تو اُسپر کچھ گناہ نہین اور طلاق بائن کا انقطاع نکاح مین مانند تین
طلاق کے ہی كذا في البزازية وفيها شهدا انه طلقها ثلثا لها التزوج بآخر للتحليل لو غائبا انتهى قلت يعني ديانة والصحيح عدم الجواز قنيه اور بزازیہ مین ہی کہ دو گواہون نے
گواہی دی کہ مرد نے عورت کو تین بار طلاق دی تو عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کر لینا جائز ہی تحلیل کیواسطے اگر زوج اول غائب ہو یعنی اگر عورت کو خوف ہو کہ زوج طلاق
کا انکار کریگا تو بعد عدت کے دوسرے مرد سے نکاح کرے اور بعد وطی کے اُس سے طلاق لے تا کہ زوج اول پر حلال ہو رہے پھر جب زوج اول آوے تو اُس سے بعد عدت
زوج ثانی کے تجدید نکاح کی درخواست کرے كذا في حاشية المدني والعالمگیریہ شارح کہتا ہی کہ مین کہتا ہون کہ مراد بزازیہ کی یہ ہی کہ عورت کو دیانةً نکاح جائز ہی
یعنی قضاءً جائز نہین اسواسطے کہ قضا علی الغائب صحیح نہین اور مذہب صحیح یہ ہی کہ عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کر لینا جائز نہین دیانةً بھی درست نہین جیسے
کہ قضاءً درست نہین كذا في القنية وفيها ولم تقدر هو ان تتخلص عنها ولو غاب سحرته وردته اليها لا تحل له قتلها ويبعد عنها جهده اور قنیہ مین ہی کہ اگر زوج بعد
تین بار طلاق دینے کے قادر نہو کہ آپ چھوڑ سکے عورت سے اور اگر غائب ہو جاوے اُس سے تو عورت اُسپر جادو کرے اور پھر لاوے اپنی طرف کو
تو مرد کو اسکا قتل کرنا حلال نہین اور دور رہے اُس سے اپنے مقدور بھر وقيل لا تقتله قائله الاسبيجابي وبه يفتى كما في التاتارخانية وشرح الوهبانية
عن الملتقط اي والاثم عليه كما مر اور دوسرا قول مطلقہ ثلثہ مین جو مرد کو نہین روک سکتی یہ ہی کہ مرد کو قتل نہ کرے قائل اس قول کا اسبیجابی ہی اور اسی
قول پر یعنی عدم قتل پر فتوی ہی چنانچہ تاتارخانیہ اور شرح وہبانیہ مین ملتقط سے یہ فتوی موجود ہی یعنی اسصورت مین گناہ وطی غیرہ کا مرد پر ہوگا عورت
مجبور ہی چنانچہ تصریح اسکی قول اوزجندی مین مذکور ہو چکی قال لعدة اي لعد طلاقة ثلثة كان قبلها طلقت واحدة وانقضت عدتها وصدقته المرأة في

ذلک لا یصدقان علی المذہب المفتی بہ کما لو لم تصدقہ ہی وقیل یصدقان کہا زوج نے تین بار طلاق دینے کے بعد کہ اس تین طلاق سے پہلے مین نے عورت کو ایک طلاق دی تھی اور عدت اسکی منقضی ہو گئی تھی زوج کی غرض اس کلام سے یہ ہو کہ تا مجھکو اس عورت سے نکاح کر لینا درست ہو اسواسطے کہ تین طلاق بعد عدت کے واقع ہوئی تو لغو ہو گئی اور عورت نے مرد کی تصدیق کی اس قول مین تو مرد اور عورت کی تصدیق نہو گی بنا بر مذہب مفتی بہ کے جیسا کہ بصورت مین جبکہ عورت اسکی تصدیق نکرے اور قول ضعیف یہ ہو کہ زوج اور زوجہ کے کلام کی تصدیق کرنا چاہیے لو طلقہا ثنتین قبل الدخول ثم قال کنت طلقتہا بلسما واحدۃ اخذ بالثلث اور اگر عورت کو دو بار طلاق دی قبل دخول کے پھر بولا کہ مین اسکو دو طلاق سے پہلے ایک طلاق دیچکا ہون غرض اس کلام سے یہ کہ دو طلاق باطل ہو جاوین اسواسطے کہ غیر مدخولہ پہلے ایک ہی طلاق سے بائن ہو چکی بلا عدت تو زوج اس کلام سے ماخوذ ہو گا تین طلاق کہ اسواسطے کہ اقرار زوج کا دو طلاق پر دلالت کرتا ہو ثبوت نکاح پر واللہ سبحانہ اعلم بالصواب

باب الایلاء

یہ باب ہو ایلا کا مناسبتہ البینونۃ مآلا مناسبت ایلا کی طلاق رجعی سے باعتبار جدائی انجام کار کے ہو یعنی جیسے طلاق رجعی مین عورت بعد عدت کے مرد سے جدا ہو جاتی ہو ویسے ہی ایلا مین بعد چار مہینے کے جدا ہوتی ہو لہذا دونون باب متصل مذکور ہوئے وہو لغۃ الیمین شرعا الحلف علی ترک قربانہا مدتہ او لو ذمیا ایلاء لغت مین بمعنی قسم کے ہو اور شرع مین ایلا وہ قسم ہو جو زوج نے زوجہ کی ترک قربت پر چار مہینے تک قسم کھائی ہو اگرچہ زوج ذمی ہو چنانچہ ایلاء ذمی کا بیان متن مین آگے مذکور ہو گا والمولی ہو الذی لا یمکنہ قربان امراتہ الا بشیئ شق یلزمہ الا المانع کفر اور معنی بضم میم و کسر لام اسکو کہتے ہین جسکو ممکن نہین اپنی عورت سے وطی کرنا بدون مشقت والی چیز کے کہ یہ لازم ہوتی ہو اسپر یعنی بدون کفارہ کے قربت نہین کر سکتا مگر مانع کفر سے معنی پر کفارہ لازم نہین اتا یعنی کافر اگر ایلا کریگا تو اسکو قربت اپنی زوجہ کی ممکن ہو بدون لزوم کفارہ کے ورکنہ الحلف اور رکن ایلا کا قسم ہو خواہ قسم اللہ تعالی کے نام پاک سے ہو یا تعلیق ہو بالتزام نذر کے یا طلاق یا عتاق کے وشرطہ محلیۃ المراۃ بکونہا منکوحۃ وقت تنجیز الایلاء اور شرط ایلا کی یہ ہو کہ عورت محل ہو ایلا کی بسبب منکوحہ ہونے عورت کے وقت تنجیز ایلا کے یعنی اگرچہ وقت تعلیق کے منکوحہ نہو لیکن ایلا واقع ہونے کے وقت منکوحہ ہونا کفایت کرتا ہو ومنہ ان تزوجتک فو اللہ لا اقربک اور ایلا مذکور سے یہ مثال ہو کہ مرد نے عورت سے کہا کہ اگر مین تجھسے نکاح کرونگا تو قسم اللہ کی کہ تجھسے وطی نکرونگا ہر چند عورت اس قول مین وقت ایلا کے منکوحہ نہین لیکن بعد نکاح کے ایلا ثابت ہو گا اسواسطے کہ تعلیق بعد وجود شرط کے مانند تنجیز کے ہو تو گویا اسنے بعد نکاح کے ایلا کیا ولو زاد وانت طالق تم تزوجہا لزمہ کفارۃ وبالقربان ووقع بائن بر کہ اور اگر مثال مذکور مین وانت طالق زیادہ کیا یعنی یون کہا کہ ان تزوجتک فو اللہ لا اقربک وانت طالق یعنی اگر مین تجھسے نکاح کرون تو قسم اللہ کی کہ تجھسے وطی نکرونگا اور تو مطلقہ ہو گی تو لازم آویگا اس قائل کو کفارہ بسبب وطی کے اور طلاق بائن واقع ہو گی وطی چھوڑنے سے مع اس مثال مین کفارہ لازم آویگا وطی سے اسواسطے کہ ایلا ہو اور طلاق واقع ہو گی ترک وطی سے چنانچہ وطی سے لیکن مشکل یہ ہو کہ اسمین تعلیق ہو طلاق کی نکاح پر تو بمجرد نکاح کے طلاق واقع ہو گئی کفارہ وطی سے کیونکر لازم آویگا تو مراد یہ ہو کہ اول بار عورت سے نکاح کیا اور وہ مطلقہ ہو گئی بسبب تعلیق طلاق کے بعد اسکے دوسری بار اس سے نکاح کیا تو اگر بعد نکاح ثانی کے چار مہینے گذر گئے بدون وطی کے تو دوسری بار طلاق بائن واقع ہو گی اور اگر چار مہینے کے اندر وطی کی تو کفارہ لازم آویگا کذا فی حاشیۃ المدنی والہیۃ الزوج للطلاق وعندہما للکفارۃ اور شرط ایلا کی ہو اہل ہونا زوج کا واسطے طلاق کے یعنی جسکو طلاق کی لیاقت ہو اسکو ایلا کی بھی لیاقت کہی اور صاحبین کے نزدیک کفارہ کی اہلیت شرط ہو ایلا کی فصح ایلاء الذمی بغیر ما ہو قربۃ تو صحیح ہو ایلا کرنا ذمی کا امام کے نزدیک بجز عبادات کے یعنی چونکہ ذمی اہل ہو طلاق کا تو اسکا ایلا بھی صحیح ہو لیکن اگر ذمی عبادات کی قسم کھاویگا تو صحیح نہین اور صاحبین کے نزدیک ذمی کا ایلا صحیح نہین اسواسطے کہ وہ کفارہ کا اہل نہین معلوم کرنا چاہیے کہ ذمی کا ایلا تین طرح پر ہو ایک یہ کہ بالاتفاق صحیح ہو یعنی بغیر عبادت کے قسم کھانا چنانچہ عتاق کی دوسرے عبادات کی قسم کھانا چنانچہ حج یا صوم کی یہ بالاتفاق باطل ہو تیسرے مین اختلاف ہو یعنی بنام خدا قسم کھانے مین کذا فی حاشیۃ المدنی اگر کوئی کہے کہ جب ذمی پر کفارہ لازم نہوا تو امام کے نزدیک اسکی ایلا کا کیا فائدہ ہوا تو اسکا جواب اگلے قول مین ہو

وفائدتہ وقوع الطلاق اور ایلاء ذمی کا فائدہ وقوع طلاق ہو یعنی اگر بعد ایلاء کے چار مہینے تک قربت نکریگا تو طلاق واقع ہوگی ومن شرائطہ عدم النقص
عن المدۃ اور ایلاء کی شرائط سے ہو مدت معینہ سے کم ہونا تو اگر کوئی قسم کھاوے کہ مین ایک مہینہ قربت نکرونگا تو ایلاء ثابت ہوگا وحکمہ وقوع طلقۃ
بائنۃ ان بر ولم یطاء اور حکم ایلاء کا یہ ہو کہ ایک طلاق بائن واقع ہوگی اگر اُسنے قسم پوری کی یعنی چار مہینے تک وطی نہ کی ولزوم الکفارۃ والجزاء المعلق ان
حنث بالقربان اور کفارہ اور جزاے معلق لازم آویگی اگر اُسنے قسم توڑی بسبب وطی کے کم والجزاء کا واو بمعنی او ہے یعنی اگر قسم بدون تعلیق کے ہو تو کفارہ لازم ہو اور
اگر تعلیق کی قسم ہو تو جزا لازم ہو اور گاہے کفارہ اور جزا ساتھ ہی لازم آتا ہو جبکہ حلف باللہ اور تعلیق معاً ہو چنانچہ اس مثال مین کہ واللہ قربت نکرونگا اور اگر قربت
کرون تو مجھپر حج ہو والمدۃ اقلہا للحرۃ اربعۃ اشہر وللامۃ شہران ولا حد لاکثرہا فلا ایلاء بحلفہ علی اقل الاجلین اور کمتر مدت ایلاء کی حرہ کیواسطے چار مہینے ہین
اور لونڈی کیواسطے دو مہینے ہین اور اکثر مدت کی کچھ حد نہین تو دونون کمتر مدتون سے کمتر کی قسم کھانے مین ایلا نہین تو اگر حرہ مین دو یا تین مہینے کی قسم کھائی
یا لونڈی مین ایک مہینے کی قسم کی تو ایلا نہ ثابت ہوگا وسببہ کالسبب فی الرجعی اور سبب ایلا کا مانند اُس سبب کے ہو جو طلاق رجعی مین ہو یعنی چنانچہ اختلاف مزاج اور
ناموافقت طلاق رجعی کا سبب ہوتا ہو ویسے ہی ایلا کا سبب پڑتا ہو والفاظہ صریح وکنایۃ او الفاظ ایلاء کے دو قسم ہین صریح اور کنایہ صریح وہ جو فقط جماع مین
مستعمل ہو اور کنایہ وہ جو جماع اور غیر جماع دونون مین مستعمل ہو صریح محتاج نیت کا نہین بخلاف کنایہ کے کذا فی حاشیۃ المدنی فمن الصریح لو قال واللہ و
کل ما ینعقد بہ الیمین لا اقربک لغیر حائض ذکرہ سعدی لعدم اضافۃ المنع الی الیمین اور منجملہ ایلاء صریح کے یہ مثال ہو کہ اگر زوجہ کے زوجہ غیر حائضہ سے کہ مین تجھسے
قربت نکرونگا اور جس لفظ سے کہ یمین منعقد ہوتی ہو وہ بھی مانند واللہ کے ہو یعنی بعظمۃ اللہ وبجلالہ وکبریائہ سے ایلا صحیح ہو اور علم اللہ اور غضب اللہ سے صحیح
نہین اسواسطے کہ اول سے یمین منعقد ہوتی ہو نہ ثانی سے علامہ سعدی نے صحت ایلا مین عدم حیض کی قید لگائی بسبب مضاف ہونے منع قربت کے
طرف یمین کے یعنی حالت حیض مین باز رہنا وطی سے بسبب منع شرعی کے ہو نہ کہ بسبب قسم کے او واللہ لا اقربک لا اجامعک لا اطاک لا اغتسل منک من جنابۃ اربعۃ
اشہر ولو حائض لتعیین المدۃ یا یون کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا تجھسے جماع نکرونگا تجھسے وطی نکرونگا غسل جنابت نکرونگا تیرے سبب سے چار مہینے
اگر خطاب حائض سے ہو بسبب معین کردینے مدت کے یعنی تعیین چار مہینے کی یہ قرینہ ہو کہ منع وطی کا بسبب قسم کے ہو نہ کہ بسبب حیض کے اسواسطے کہ چار مہینے تک
برابر حیض نہین ہوتا بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان قسم مین مدت مذکور نہین وان قربتک فعلی حج او نحوہ مما یشق بخلاف فعلی صلوۃ رکعتین فلیس مولیا لعدم
مشقتہا اور اگر قربت کرون مین تیری تو مجھپر حج واجب ہو یا مانند اسکے اس قسم سے جسکا فعل انسان پر شاق اور سخت ہو چنانچہ ایک مہینہ روزہ رکھنا یا طلاق یا عتاق
بخلاف اس قول کے کہ اگر مین قربت کرون تو مجھپر دو رکعت واجب ہین تو اسکا قائل مولی نہین یعنی ایلا کرنے والا نہین بسبب نہ شاق ہونے دو رکعت نماز کے بخلاف
فعلی مائۃ رکعۃ وقیاسہ ان یکون مولیا بمائۃ ختمۃ او اتباع مائۃ جنازۃ ولم ارہ بخلاف اس قول کے کہ مین تیری قربت کرون تو مجھپر سو رکعتین لازم ہین اسواسطے
کہ اسقدر نماز اکثر لوگون پر شاق ہو اور قیاس شقت کا اُسکو مقتضی ہو کہ سو بار ختم قرآن مجید اور سو جنازہ کے اتباع سے مولی ہو شارح کہتا ہو کہ اسکو مین نے
کتب فقہ مین نہین دیکھا یعنی اگر کوئی کہے کہ اگر مین تجھسے قربت کرون تو سو بار قرآن ختم کرنا مجھپر لازم ہو یا سو جنازہ کی ہمراہی و دفن کرنے کی شرکت مجھپر
واجب ہوئی تو ایلا ثابت ہوا اسواسطے کہ اسمین غایت مشقت ہو او فانت طالق او عبدہ حر یا یون کہا کہ اگر مین تجھسے قربت کرون تو تو مطلقہ ہو یا غلام اُسکا
آزاد ہو هم یہانتک مثالین ایلاء صریح کی تھین ومن الکنایۃ لا امسک لا آتیک لا اغشاک لا اقرب فراشک لا ادخل علیک اور از قسم کنایہ ہین یہ مثالین کہ مین
تجھکو نہ چھوؤنگا تیرے پاس نہ آونگا تیرے بچھونے کے نزدیک نہ جاؤنگا نہ داخل ہونگا تیرے اوپر یعنی تیرے پاس نہ آونگا م لا اغشاک بمعنی لا آتیک کے ہو لیعنے
تیرے پاس نہ آونگا اسواسطے کہ غشیان بالکسر بمعنے اتیان ہو کذا فی المغرب اور صراح مین کہا کہ غشیان بالکسر مجامعت فرو گرفتن و بیہوش شدن و
من المؤید نحوہ حتی تخرج الدابۃ او الدجال او تطلع الشمس من مغربہا اور از قسم ایلاء دائمی کے ہو یون کہنا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا یہانتک

کہ دابۃ الارض نکلے یا دجال خروج کرے یا کہ آفتاب اپنے غروبگاہ سے طلوع کرے **فان قربہا فی المدۃ ولو مجنونا حنث وحینئذ ففی الحلف**
باللہ وجبت الکفارۃ وفی غیرہ وجب الجزاء وسقط الایلاء لانتہاء الیمین سو زوج نے وطی کی زوجہ سے مدت کے اندر اگرچہ زوج اُس وقت دیوانہ ہو تو حانث ہوگا
پھر جسوقت کہ حانث ہوگا تو اللہ کی قسم سے کفارہ واجب ہوگا اور اُسکے سوا یمین یعنی تعلیق یمین میں جزا واجب ہوگی خواہ حج خواہ اعتاق خواہ سوا اسکے
اور ساقط ہوگا ایلا بسبب آخر ہونے یمین کے یعنی جب بعد وطی کے کفارہ یا جزا لازم ہوگی تو اب حکم ایلا کا باجماع علما باقی نرہا یعنی بعد چار مہینے گذرنے کے اب طلاق نہ واقع
ہوگی **ولا القربہا بانت بواحدۃ بمضیہا** اور اگر مدت میں کسی وجہ سے وطی نہ کی تو عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی بسبب منقضی ہونے مدت کے **ولو ادعاہ بعد مضیہا**
لم یقبل قولہ الا ببینۃ اور اگر زوج نے دعوی وطی کا کیا بعد گذرنے مدت کے تو اسکا قول مقبول نہوگا بدون گواہوں کے **وسقط الحلف لو کان موقتا ولو مؤبدا اے**
بمعنے التابید بقیت ثم بانت ثانیۃ وسقط الایلاء اور ساقط ہوگی قسم بعد جدائی کے اگر موقت اور معین ہوگی اگرچہ توقیت ومدت کی ہو اسواسطے کہ دوسری مدت کے گذرنے سے
عورت پر دوسری طلاق بائن واقع ہوگی یعنی اگر زوج نے یوں کہا کہ واللہ میں تجھسے آٹھ مہینے صحبت نکرونگا پھر چار مہینے اُسنے صحبت نکی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی پھر مرد
نے اس سے نکاح کیا اور باقی چار مہینے تک صحبت نکی تو دوسری طلاق واقع ہوگی اُسکے بعد اب قسم کا اثر نہ باقی رہیگا یعنی اگر تیسری بار اُس عورت سے نکاح کریگا اور بعد اسکے چار مہینے
تک صحبت نکریگا تو اب طلاق نہ واقع ہوگی بسبب قطع ہونے قسم کے **لا لو کان مؤبدا او کانت طاہرۃ** کما مر اور قسم ساقط نہوگی بائن ہونے سے اگر قسم دائمی وابدی ہوگی اور عورت
طاہر ہوگی یعنی بشرطیکہ حائض ہو عورت قسم کھانے کیوقت چنانچہ ذکر اس قید کا گذر گیا **وفرع علیہ فلو نکحہا ثانیا وثالثا ومضت المدتان بلا فی ای بان بانت**
باخریین اور متفرع کیا مصنف نے عدم سقوط قسم دائمی پر اس قول کو کہ اگر زوج نے عدم قربت کی دائمی قسم کھائی اور طلاق بائن اسپر پڑی اور اُس سے دوسری اور تیسری
بار نکاح کیا اور دو مدتیں بدون قربت کے گذر گئیں تو عورت پر دو بار طلاق بائن اور پڑینگی یعنی زوج نے یوں کہا کہ واللہ میں تجھسے صحبت نکرونگا اور چار مہینے تک صحبت
نہ کی تو ایک طلاق بائن پڑی پھر دوسری بار نکاح کیا اور چار مہینے بدون جماع کے گذر گئے تو دوسری بار طلاق بائن واقع ہوگی پھر تیسری بار نکاح کیا اور چار مہینے
بدون وطی کے منقضی ہوگئے تو تیسری بار طلاق بائن پڑیگی اسواسطے کہ قسم دائمی تھی نہ موقت **والمدۃ من وقت التزوج** اور مدت کا اعتبار نکاح کیوقت سے یعنی اگر
دائمی قسم کھائی اور بعد چار مہینے کے عورت بائن ہوگئی اور مرد نے اُس سے نکاح نہ کیا اور بعد بائن ہونے کے چار مہینے گذر گئے تو اب دوسری بار طلاق نہوگی اسواسطے کہ وہ
منکوحہ نہیں اور بدون نکاح کے مدت کا اعتبار نہیں **فلو نکحہا بعد زوج آخر لم تطلق لانتہاء ہذا الملک** سو اگر ایلا کرنیوالے نے اُس عورت سے نکاح کیا دوسرے زوج کے
بعد تو اب اُسپر طلاق نہ واقع ہوگی بسبب آخر ہونے اس ملک کے یعنی زوج نے عدم قربت کی دائمی قسم کھائی اور تین بار طلاق بائن عورت پر واقع ہوئی بسبب نکاح ثانی
اور ثالث کے اور عدم قربت کے پھر عورت نے زوج ثانی سے نکاح کیا اور بعد وطی کے مطلقہ ہوئی اور عدت کے بعد زوج اول نے اس سے نکاح کیا اور چار مہینے تک قربت
نہ کی تو اب اُسپر طلاق نہ واقع ہوگی بسبب حلیت دائمی کے اسواسطے کہ بعد وقوع تین طلاق کے زوج کی ملکیت بالکل معدوم ہوگئی پھر جب ملکیت باقی نرہی تو طلاق کیونکر
واقع ہو **بخلاف ما لو بانت بالایلاء بواحدۃ او ثنتین او ابانہا بتنجیز الطلاق ثم عادت تبلث یقع بالایلاء خلافا لمحمد کما مر فی مسئلۃ الہدم** بخلاف اسکے کہ اگر عورت جدا
ہوگئی بسبب ایلا کے کمتر تین طلاق سے یا کہ زوج نے عورت کو قبل چار مہینے کے طلاق بائن دی پھر بعد زوج ثانی کے زوج اول کے نکاح میں آئی اور تین
کے نزدیک زوج اول کو تین طلاق کی ملکیت حاصل ہوئی تو تین بار طلاق واقع ہوگی بسبب قسم دائمی کے بخلاف امام محمدؒ کے کہ اُنکے نزدیک بعد باقی طلاق واقع
ہوگی چنانچہ اسکی تصریح باب الرجعۃ کے اندر مسئلہ ہدم میں ہوچکی یعنی اگر بعد ایلاء دائمی کے تین بار طلاق نہوئی اسطرح پر کہ ایک شخص نے کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت
نکرونگا اور چار مہینے تک قربت نکی تو اُسپر ایک طلاق بائن پڑی پھر اس عورت سے دوسرا نکاح کیا اور قربت نہ کی تو دو بار طلاق بائن ہوئی پھر عورت نے دوسرے
زوج سے نکاح کیا اور بعد طلاق اور عدت کے زوج اول کے نکاح میں پھر آئی تو زوج اول پھر تین طلاق کا مالک ہوا نزدیک امام اور ابو یوسف کے اسواسطے کہ زوج
ثانی نے طلاق سابق کو منہدم کردیا تو اگر زوج اول چار مہینے تک قربت نکریگا تو ایک طلاق بائن پڑیگی پھر اگر نکاح کرکے قربت نکریگا تو دوسری بار طلاق واقع

ہوگی پھر اگر نکاح کرکے قربت نکریگا تو تیسری بار طلاق واقع ہوگی اور امام محمد رح کے نزدیک بعد زوج ثانی کے ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ دو بار طلاق پہلے ہوچکی اور اسیطرح تنجیز طلاق کا حال ہے یعنی اگر کہا کہ واللہ مین قربت نکرونگا اور قبل چار مہینے گذرنے کے ایکبار یا دو بار طلاق بائن فی الحال واقع کی اور اُسنے زوج ثانی سے نکاح کیا پھر زوج اول کے نکاح مین آئی تو مانند سابق کے تین بار پھر طلاق بائن واقع ہوگی اور امام محمد کے نزدیک ایکبار وان وطیها بعد زوج آخر کفر لبقاء الیمین لحنثہ اگر قسم والی کھانیوالے نے عورت سے وطی کی بعد دوسرے زوج کے تو کفارہ دے بسبب باقی رہنے یمین کے کفارہ لازم ہو بسبب قسم توڑنے کے یعنی ہر چند بعد تین طلاق بائن پڑجانے کے اب چوتھی طلاق نہ پڑیگی لیکن عدم یمین عدم قربت کی ہنوز باقی ہے تو وطی سے کفارہ لازم ہوگا واللہ لا اقربک شہرین وشہرین بعد ہذین الشہرین ایلاء لتحقق المدة اور یون کہنا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا دو مہینے اور دو مہینے بعد اگلے دو مہینون کے تو ایلاء ہے بسبب محقق ہونے مدت ایلاء کے اسواسطے کہ واو عاطفہ موضوع ہے واسطے جمع کے تو چار مہینے ثابت ہوئے ولو مکث یوما ازاد به مطلق الزمان فی الساعة کذلک بحر اور اگر زوج نے کہا کہ واللہ مین دو مہینے تجھسے قربت نکرونگا پھر اُسنے ایکدن توقف کیا شارح کہتا ہے مصنف نے لفظ یوم سے مطلق زمانہ مراد رکھا اسواسطے کہ ایکساعت کا توقف بھی مانند یوم کے ہے حکم مین کذا فی بحر الرائق ثم قال واللہ لا اقربک شہرین لم یکن مولیا قال بعد الشہرین الاولین اولا لنقص المدة پھر بعد توقف ایکدن یا ایک ساعت کے کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا دو مہینے بعد پہلے دو مہینون کے یا بعد الشہرین الاولین کے لفظ کو نہ بیان کیا یعنی اسیقدر بولا کہ واللہ مین دو مہینے تجھسے قربت نکرونگا تو دونون صورتون مین مولی نہوگا یعنی ایلاء نہ ثابت ہوگا بسبب کم ہونے مدت کے یعنی جب اُسنے کہا کہ واللہ مین تجھسے دو مہینے صحبت نکرونگا تو دو مہینے اس یمین سے ثابت ہوئے پھر اُسنے ایکدن توقف کرکے دوسری قسم کھائی اسطرح کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا دو مہینے بعد پہلے دو مہینون کے تو دونون یمین کے چار مہینے ہوئے ایکدن توقف کا درمیان سے ساقط ہوگیا تو ایکدن کم چار مہینے باقی رہے اور حالانکہ مدت ایلاء کی پورے چار مہینے ہین لہذا ایلاء نہ ثابت ہوا اور جبکہ زوج نے بعد الشہرین الاولین کو یمین ثانی مین نہ مذکور کیا تو دونون یمین متداخل ہونگے مثلاً یمین اول غرہ محرم سے شروع ہوئی آخر صفر مین تمام ہوئی اور یمین ثانی دوسری تاریخ محرم سے شروع ہوئی غرہ ربیع الاول کو تمام ہوئی مدت ایلاء کی اسمین بھی نہ پائی گئی لکن ان قالہ اتحدت الکفارة والا تعددت لیکن اگر بعد الشہرین الاولین کہیگا تو وطی سے ایک ہی کفارہ لازم آویگا اور اگر نہ کہیگا تو دو کفارہ لازم آوینگے پہلی صورت مین اگر پہلے دو مہینون مین وطی کریگا تو ایک کفارہ لازم ہوگا اور اگر پچھلے دو مہینون مین وطی کریگا تو بھی ایک ہی کفارہ لازم ہوگا اسواسطے کہ مدت ہر یمین کی جدی جدی ہے متداخل نہین اور دوسری صورت مین اگر دو مہینے کے اندر وطی کریگا تو دوہرا کفارہ لازم آویگا ایک کفارہ یمین اول سے اور دوسرا کفارہ یمین ثانی سے اسواسطے کہ دونون یمین کی مدت متداخل ہے جدی جدی نہین او قال واللہ لا اقربک سنة الا یوما لم یکن مولیا للحال بل ان قربها وبقی من سنة اربعة اشہر فاکثر صار مولیا او لا یا زوج نے زوجہ سے یون کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا ایک سال مگر ایکدن تو فی الحال مولی نہوگا ہاں اگر قربت کرے عورت سے اُسوقت جبکہ باقی رہگئے ہون ایکسال سے چار مہینے یا زیادہ اُسوقت مولی ہوگا اور اگر سال مین سے چار مہینے باقی نہین رہے مثلاً تین مہینے باقی رہے تھے کہ اُسنے قربت کی تو مولی نہوگا ولو حذف سنة لم یکن مولیا حتی یقربها فیصیر مولیا اور اگر مثال مذکور سے سال کا لفظ گرا دیا یعنی یون کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا مگر ایک دن تو مولی نہوگا بدون قربت کے پھر جب عورت سے قربت کریگا تو مولی ہوگا بعد غروب ہونے آفتاب کے وطی کے دن اور یہی قید مثال سابق مین بھی ہے کذا فی حاشیة المدنی ولو زاد الا یوما اقربک فیہ لم یکن مولیا ابدا لانہ استثنی کل یوم یقربها فیہ فلم یتصور منعہ ابدا اور اگر اُسنے مثال مذکور مین (الا یوما اقربک فیہ) کو زیادہ کیا یعنی یون کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا ایک سال مگر وہ دن جسمین تجھسے قربت کرونگا تو کبھی مولی نہوگا خواہ قربت کرے یا نکرے اسواسطے کہ اُسنے ہر ایک اُسدن کو مستثنی کرلیا جسمین عورت سے قربت کرے تو اُسکا ممنوع ہونا وطی سے کبھی متصور نہین تمام سال او قال وهو بالبصرة واللہ لا ادخل مكة وهی بها لا یکون مولیا لانہ یمکنہ ان یخرجها منها فیطاها یا کہ زوج بصرہ مین ہے اور اُسنے یون کہا کہ واللہ مکہ مین نہ جاؤنگا اور حالانکہ زوجہ مکہ مین ہے تو اس قول سے مولی نہوگا اسواسطے

کہ ممکن ہو کہ عورت کو مکہ سے بلا لیوے پھر اس سے وطی کرے آلی من المطلقۃ رجعیا صح لبقاء الزوجیۃ وبطل بمضی المدۃ ایلا کیا رجعیہ مطلقہ سے تو یہ صحیح ہو
بسبب باقی رہنے زوجیت کے اور باطل ہوگا ایلا بعد طلاق بائن پڑنے کے بسبب گذر جانے مدت ایلاء کے یعنی چار مہینے گذر گئے اور ہنوز عدت رجعی
کی باقی ہو بسبب امتداد طہر کے اور اگر مدت عدت کی قبل مدت ایلاء کے گذر گئی تو بھی ایلا باطل ہوگا بسبب باقی نہ رہنے محل کے کذا فی حاشیۃ للمدنی اقلا عن النہر
م بعضے نسخوں میں بمضی العدۃ ہو بجائے بمضی المدۃ کے چونکہ نسخہ محشی مدنی کا دوسری صورت کو شامل تھا لہذا مجھکو مترجم نے اختیار کیا ولو آلی من بائنۃ او اجنبیۃ
نکحہا بعدہ ای بعد الایلاء ولم یضفہ الی الملک کما مر لا یصح لفوات محلہ ولو وطیہا کفر لبقاء الیمین اور اگر ایلا کیا مطلقہ بائنہ سے یا اجنبیہ سے جس سے
بعد ایلا کرنے کے نکاح کیا اور ایلا باضافت الی الملک نہ کیا یعنی نکاح پر تعلیق نہ کی جنانچہ اسکا ذکر ہو چکا تو ایلا صحیح نہوگا بسبب فوت ہونے محل ایلاء کے یعنی
نکاح کے اور اگر بعد ایلا کے بائنہ یا اجنبیہ سے وطی کریگا تو کفارہ لازم آویگا بسبب باقی رہنے یمین کے یعنی ہر چند ایلا نہوا لیکن یمین عدم قربت کی ثابت ہی
ولو آلی فابانہا ان مضت مدتہ وہی فی العدۃ بانت باخری والا لا خانیۃ اور اگر زوج نے ایلا کیا پھر زوجہ کو طلاق بائن دی اگر مدت ایلاء کی گذر گئی اور حالانکہ
عورت ہنوز عدت میں ہو تو اُسپر دوسری طلاق بائن پڑیگی اور اگر عدت پہلے منقضی ہوگئی تو دوسری طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی الخانیۃ عجز عجزا حقیقیا او
حکمیا کاحرام لکونہ باختیارہ عن وطیہا لمرض احدہما او صغرہا او رتقہا او جبہ او عنۃ او بسافۃ لا یقدر علی قطعہا فی مدۃ الایلاء او لحبسہ اذا لم یقدر علی وطیہا
فی السجن کما فی البحر عن الغایۃ وقولہ لا بحق لم ارہ لغیرہ فلیراجع عاجز ہوا ایلا کرنے والا وطی سے حقیقی عاجزی کرنہ حکمی کر جنانچہ بسبب احرام باندھنے کے یا
اعتکاف کے اسواسطے کہ یہ عاجزی اختیاری ہو نہ اضطراری عاجز ہوا وطی سے بسبب بیماری زوج یا زوجہ کے یا بسبب صغیرہ ہونے عورت کے یا بسبب تنگی شرمگاہ عورت کے
یا بسبب مقطوع الذکر یا نامرد ہونے مرد کے یا بسبب حائل ہونے اتنی مسافت کے کہ اسکو قطع نہیں کرسکتا اور پہنچ نہیں سکتا زوجہ تک ایلاء کی مدت میں یا بسبب محبوس ہونے
زوج کے ناحق بشرطیکہ قادر نہو عورت کی وطی پر قید خانے میں کما فی البحر الرائق عن الغایہ شارح کہتا ہو حبس میں ناحق کی قید مصنف کے سوا اور کسی فقیہ کے کلام میں نہیں دیکھی تو
اُسکے دریافت کرنے کو کتب فقہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے حلبی محشی نے کہا کہ ہمنے اس روایت کی تلاش کی سو فتاوے عالمگیری میں اسکو پایا منقول غایۃ السروجی سے
کہ حبس احبی میں رجوع کرنا زبانی معتبر نہیں اور حبس ناحق میں معتبر ہو اور مترجم نے بھی اس روایت کو فتاوی مذکور میں دیکھا تو اب مصنف کا قول تحقیق ہو گیا وکذا صہا
ونشوزہا ففیئہ نحو قولہ بلسانہ فئت الیہا او راجعتک او ابطلت الایلاء او رجعت عما قلت ونحوہ لانہ اذاہا بالمنع فیرضیہا بالوعد اور اسی طرح عاجز ہوا وطی
سے بسبب محبوس ہونے زوجہ کے اور اُسکی نافرمانی سے تو رجوع کرنا زوج کا زبانی قول سے کفایت کرتا ہو جنانچہ یوں کہنا کہ میں نے رجوع
کیا زوجہ کی طرف یا یوں کہا کہ میں پھرا تیری طرف یا یوں کہا کہ میں نے ایلا کو باطل کردیا یا یوں کہا کہ جو میں نے کہا تھا اُس سے میں پھرا اور مانند ان
اقوال کے یعنی بعد ایلاء کے بسبب عذرات مذکورہ کے وطی نکرسکا تو زبانی قول سے ایلا موقوف کرے اسواسطے کہ زوج نے زوجہ کو اذیت اور تکلیف دی تھی
بسبب منع وطی کے تو اسکو اب راضی کرے وعدہ کرکے فان قدر علی الجماع فی المدۃ ففیئہ الوطی فی الفرج لانہ الاصل فان وطی فی غیرہ کدبرہا لا یکون
فئیا پھر بعد رجوع قول کے اگر زوج قادر ہوا جماع پر مدت ایلا میں تو اُسکا رجوع کرنا معتبر ہوگا وطی فی الفرج سے اسواسطے کہ وہی اصل ہو سو اگر غیر
فرج میں وطی کریگا جیسے کہ مقعد میں تو رجوع کرنا معتبر نہوگا ومفادہ اشتراط دوام العجز من وقت الایلاء الی مضی مدتہ وبہ صرح فی الملتقی وفی الحاوی الی وہو
صحیح ثم مرض لم یکن فیئہ الا الجماع اور مستفاد ہوتا ہو قول مصنف سے یعنی (فان قدر علی الجماع) سے مشروط ہونا دوام عاجزی کا رجوع لسانی میں ایلاء کے وقت
سے اُسکی مدت کے گذرنے تک اور اسی شرط کو مصرح کردیا ہو ملتقی الابحر میں اور حاوی میں یوں ہو کہ زوج نے حالت صحت میں ایلا کیا پھر بیمار ہوگیا تو اسکا رجوع
کرنا ثابت نہوگا بدون جماع کے شارح نے اس روایت سے ملتقی کے کلام کی تائید کی وبقی شرط ثالث ذکرہ فی البدائع وہو قیام النکاح وقت الفئ باللسان
فلو ابانہا ثم قال بلسانہ بقے الایلاء اور باقی رہی تیسری شرط رجوع قولی کی شرط اول عجز ہو اور شرط ثانی دوام عجز اور شرط ثالث کو

بدائع مین ذکر کیا وہ قیام ہو نکاح کا وقت رجوع کرنے زبانی کے یعنی رجوع کیوقت موجب مشکوحہ ہونا شرط ہو اگر زوج بعد ایلاء کے عورت کو طلاق بائن دی پھر زبانی رجوع کیا تو رجوع کرنا ثابت نہوگا اور ایلا باقی رہیگا **قال لامرأته انت علی حرام** ونحو ذلک کانت معی فی الحرام ایلاء نوی التحریم او لم ینو شیا و ظہار ان نواہ وہدر ان نوی الکذب دیانۃ ولما قضاء فایلاء قہستانی وتطلیقۃ بائنۃ ان نوی الطلاق وثلث ان نواہا ویفتی بانہ طلاق بائن وان لم ینوہ لغلبۃ العرف وکذا الحق بالاالرجال کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ تو مجھپر حرام ہو اور بانشد اس کلام کے کچھ اور بولا یعنی حرام کا لفظ ہو چنانچہ یون کہا کہ تو میرے ساتھ ہو حرام کے اندر تو یہ قول ایلاء ہو اگر اُسنے تحریم کا ارادہ کیا اسواسطے کہ تحریم حلال کی یمین ہو یا زوج نے اس کلام سے کچھ ارادہ نکیا نہ ظہار کا نہ طلاق کا نہ ایلا کا نہ کذب کا تو بھی ایلاء ہو اور یہ کلام ظہار ہوگا اگر اُسنے ظہار کا ارادہ کیا اور یہ کلام باطل اور مہمل ہوگا اگر اُسنے کذب کا ارادہ کیا اور اُسکا باطل ہونا باعتبار دیانت کے ہو اور باعتبار حکم قاضی کے تو ایلاء ہی ثابت ہوگا کذا فی القہستانی اور یہ کلام ایک بائن طلاق ہوگا اگر اُسنے طلاق کی نیت کی اور تین بار طلاق واقع ہوگی اگر اُسنے تین طلاق کی نیت کی اور فتوی اُسپر ہو کہ یہ کلام یعنی انت علی حرام طلاق بائن ہی ہو اگرچہ زوج نے طلاق بائن کی نیت نکی ہو بسبب غلبہ استعمال کے یعنی بالفعل یہ قول طلاق ہی مین اکثر مستعمل ہو ولہذا اس قول سے سوا مردون کے کوئی قسم نہین کھاتا ولو لم تکن لہ امرأۃ وحلف بہ المرأۃ کان یمینا کما لو بانت وبانت لاالی عدۃ ثم وجد الشرط لم تطلق امرأتہ التی تزوجہا بعد یفتی بتصیرہ یمینا فلا تنقلب طلاقا اور اگر مرد کے کوئی زوجہ نہو اور اُسنے کہا کہ علی الحرام یعنی حرام مجھپر لازم ہو یا کہ عورت نے بلفظ حرام قسم کی یعنی زوج سے خطاب کر کر بولی کہ تو مجھپر حرام ہو تو یہ قول یمین ہوگا نہ طلاق چنانچہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو مجھپر حرام ہو اگر مین غلام کو مارون پھر زوجہ مخاطبہ مرگئی یا بائن ہوگئی بدون عدت کے بسبب طلاق قبل دخول کے پھر شرط پائی گئی یعنی مثلاً غلام کو مارا تو مطلقہ نہوگی اُسکی عورت وہ عورت جس سے بعد موت زوجہ اولی کے نکاح کیا اسی قول پر فتوی ہو کہ زوجہ ثانیہ پر طلاق نہ واقع ہوگی بسبب ہوجانے تعلیق کے یمین یعنی جب زوجہ مخاطبہ مرگئی یا بائن ہوگئی تو تعلیق طلاق کی بسبب نہونے محل کے یمین ہوگئی پھر جب تعلیق یمین ہوگئی تو یمین منقلب ہوکر طلاق نہین ہوسکتی ومثلہ انت معی فی الحرام والحرام یلزمنی وحرمتک علی وانت محرمۃ او حرام علی او لم تحل علی وانا علیک حرام او محرم او حرمت نفسی علیک او انت علی حرام کالحمار او الخنزیر بزازیہ اور انت علی حرام کے مانند مین یہ اقوال ساتھ میرے ہو حرام مین وہ حرام مجھکو لازم ہوا اور مین نے تجھکو اپنے اوپر حرام کیا اور تو مجھپر محرمہ ہو یا حرام ہو یا کہ اس مثال مین مجھپر کا لفظ نہ بولا یعنی فقط اسیقدر کہا کہ تو حرام ہو یا محرم ہو اور مین تجھپر حرام ہون یا محرم ہون یا کہ مین نے اپنی ذات کو تجھپر حرام کیا یا کہ تو مجھپر حرام ہو مانند گدھے یا سور کے کذا فی البزازیہ پس ان مثالون سے طلاق بائن واقع ہوگی بقول مفتی بہ اور اگر قائل کے زوجہ نہوگی تو یہ اقوال یمین ہوجاوینگے تو حانث ہونے سے کفارہ لازم آویگا ولو کان لہ اربع نسوۃ والمسئلۃ بحالہا وقع علی کل واحدۃ منہن طلقۃ بائنۃ وقیل تطلق واحدۃ منہن والیہ البیان کما مر فی الصریح وہو الاظہر والاشبہ ذکرہ الزیلعی والبزازی وغیرہما وقال الکمال الاشبہ عندی الاول وبہ جزم صاحب البحر فی فتاواہ وصححہ فی جواہر الفتاوی واقرہ المصنف فی شرحہ اور اگر زوج کی چار عورتین ہون اور یہ مسئلہ بحال خود بطور سابق کے ہو ذکر تحریم مین یعنی چار عورتون کے زوج نے کہا کہ امرأتی علی حرام یعنی میری عورت مجھپر حرام ہو تو ہر عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور بعضون نے کہا کہ ان چار عورتون مین سے ایک ہی عورت پر طلاق واقع ہوگی اور زوج کا اختیار ہو بیان تعیین مین چنانچہ اسکا ذکر طلاق صریح مین ہوچکا اور یہی قول ظاہر تر اور اشبہ بالحق ہو چنانچہ زیلعی اور بزازی اور اُنکے سوا اور فقہا نے مثل صاحب خلاصہ و ذخیرہ اور برجندی کے اسکو ذکر کیا ہو اور کمال الدین محقق نے فتح القدیر مین کہا کہ میرے نزدیک اشبہ بحق قول اول ہو یعنی ہر عورت پر طلاق واقع ہونا اور اسیکا یقین کیا ہو صاحب بحر الرائق نے اپنے فتاوے مین اور جواہر الفتاوے مین بھی اسکی تصحیح کی ہو اور مصنف نے بھی اسی قول کو اپنی شرح مین قائم رکھا ہو مع منح الغفار مین کلام محقق کا فتح القدیر سے یون منقول ہو کہ میرے نزدیک اشبہ بحق وہ ہو جو فتاوی مین ہو اسواسطے کہ یون کہنا کہ حلال خدا یا حلال مسلمین کا مجھپر

حرام ہو یہ ہر زوجہ کو شامل ہو تو ہر ایک زوجہ پر طلاق بائن واقع ہوگی انتہی تو معلوم ہوا کہ محقق ممدوح اور اسکے تابعین کا کلام حلال اللہ اور حلال المسلمین میں ہی
نہ کہ (انت علی حرام) میں اسواسطے کہ خطاب صریحا مانع ہو عموم کا اور نہ امرأتی علی حرام میں ہو اور ظاہر نظر میں بھی معلوم ہوتا ہو کہ یہ گفتگو (انت علی حرام) میں ہی
لہذا شارح نے اگلے قول میں اسکا استدراک کیا لکن فی النہر یجب ان یکون معنی قول الزیلعی والمسئلۃ بحالہا یعنی التحریم لا بقید انت علی حرام مخاطبا لواحدۃ کما فی المتن
بل یجب فیہ ان لا یقع الا علی المخاطبۃ انتہی قلت یعنی بخلاف حلال اللہ او حلال المسلمین فانہ یعم وبہ یحصل التوفیق فلیحفظ لیکن نہر الفائق میں ہو کہ واجب ہی
کہ ہوں معنی اس قول زیلعی کے کہ یہ مسئلہ بطور سابق کے ہو یعنی فقط تحریم میں مثل مسئلہ سابقہ کے ہونہ کہ بقید خطاب وجہ واحدہ کے جیسا کہ متن میں ہو کہ
یعنے کنز میں بلکہ یہ واجب ہو انت علی حرام میں کہ طلاق نہ واقع ہو کسی پر بجز زوجہ مخاطبہ کے انتہی کلام النہر شارح کہتا ہو کہ میں کہتا ہوں یعنی بخلاف
حلال اللہ یا حلال المسلمین کے کہ یہ عام ہو چاروں عورتوں کو شامل ہو اور اسی سے حاصل ہوگئی توفیق یعنی تصریح صاحب نہر الفائق اور توضیح شارح سے
کلام فقہا میں اتفاق حاصل ہوگیا سو اس تحقیق کو یاد رکھنا چاہیے یعنے جو کہتا ہو کہ سب عورتوں پر طلاق واقع ہوگی سو اس قول سے کہتا ہو کہ حلال اللہ
یا حلال المسلمین اور جو کہتا ہو کہ فقط زوجہ مخاطبہ ہی پر واقع ہوگی سو اس قول سے کہتا ہو کہ (انت علی حرام) اور شارح کا یہ مطلب نہیں کہ نہر الفائق کی تصریح
سے متن تنویر الابصار کے دونوں قولوں میں اتفاق ہوگیا اسواسطے کہ ان دونوں قولوں کا اختلاف (امرأتی علی حرام) پر مبنی ہو سو جو فقہا کہ عموم کے قائل
ہیں سو امرأتی کی اضافت کو اضافت جنسی کہتے ہیں اور جو خصوص کے قائل ہیں وہ اضافت عہدی کہتے ہیں خلاصہ یہ کہ الفاظ تین طرح پر ہیں قسم اول حلال اللہ یا
حلال المسلمین تو یہ عام ہو اور یہی مراد ہو اصحاب فتاویٰ کی اور کمال الدین محقق اور مصنف کی اپنی شرح میں قسم ثانی انت علی حرام یہ خاص ہو مخاطبہ کو قسم ثالث امرأتی علی
حرام اسمیں اختلاف ہو کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل لمعۃ شارح کے انت علی حرام الف مرۃ تقع واحدۃ زوجہ سے کہا کہ تو مجھپر حرام ہی ہزار بار تو ایک طلاق
واقع ہوگی اسواسطے کہ حرمت شئ واحد ہو اسمیں تعدد کی گنجائش نہیں بخلاف طلاق کے واللہ اعلم طلقہا واحدۃ ثم قال لہا انت حرام ناویا ثنتین وقع واحدۃ عورت
کو ایک طلاق دی پھر کہا اسے کہ تو حرام ہو دو طلاق کی نیت کرکے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی کرہ قرتین نوی بالاول طلاقا وبالثانی یمینا صح انت حرام کو دوبار
کہا اور اول سے طلاق کی نیت کی اور دوسری سے یمین کی تو صحیح ہو قال ثلث مرات حلال اللہ علیہ حرام ان فعل کذا ووجد الشرط وقع الثلث کہا تین بار کہ
حلال خدا کا حرام ہو مجھپر اگر ایسا کرے اور شرط پائی گئی تو تین بار طلاق واقع ہوگی قال لہما انتما علی حرام ونوی فی احدہما ثلثا وفی الاخری واحدۃ فکما نوی اتفاقا
وتمامہ فی البزازیۃ کہا دو عورتوں سے کہ تم دونوں مجھپر حرام ہو اور ایک عورت میں تین طلاق کا ارادہ کیا اور دوسری میں ایک طلاق کا تو ویسا ہی ہوگا
جیسا کہ اسنے ارادہ کیا اسی پر فتویٰ ہو اور پورا بیان اسکا بزازیہ میں ہو قال انتما علی حرام حنث بوطی کل ولو قال واللہ لا اقربکما لم یحنث الا بوطیہما والفرق لا
یخفی کہا کہ تم دونوں مجھپر حرام ہو تو حانث ہوگا ہر عورت کی وطی سے اور اگر یوں کہا کہ واللہ تم دونوں سے میں قربت نکرونگا تو حانث نہوگا مگر دونوں کی وطی
سے یعنی ایک وطی سے قسم نہ ٹوٹیگی اور وجہ فرق دونوں مسئلوں کی مخفی نہیں اسواسطے کہ پہلی صورت میں ہر عورت کو متصف بحرمت کیا تو ہر عورت کو حرمت
مستقلہ ثابت ہوئی اور دوسری صورت میں دونوں کی وطی سے اپنی ذات کو روکا تو ایک کی وطی سے حانث نہوگا اور دوسری وجہ فرق کی یہ ہو کہ پہلی صورت
میں ایلا معنوی ہو باعتبار معنی تحریم کے کہ ہر ایک میں جدی ہی جدی موجود ہو بخلاف صورت ثانیہ کے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی نقلا عن البحر فی الجوہرۃ کرر واللہ لا اقربک
ثلثا فی مجلس ان نوی التکرار اتحد والا فالایلاء واحد والیمین ثلث وان تعدد المجلس تعدد الایلاء والیمین واللہ اعلم اور جوہرہ میں ہو کہ واللہ میں تجھسے قربت نکرونگا
اسکو تین بار ایک مجلس میں مکرر کہا اگر تکرار کی یعنی تاکید کی نیت کی تو ایک ہی ایلاء اور ایک ہی یمین ہوگی اور اگر تاکید کی نیت نکی تو ایک ایلا ہوا یعنی اگر
چار مہینے بدون وطی کے منقضی ہونگے تو ایک طلاق ہوگی اور تین یمین ہونگی یعنی اگر وطی کریگا تو تین کفارے دینے لازم ہونگے اور مجلسیں متعدد ہونگی یعنی ہر مجلس میں
ایکبار واللہ لا اقربک کہیگا تو تین ایلاء اور تین یمین ہونگی اگر چار مہینے تک قربت نکریگا تو تین بار طلاق واقع ہوگی اور اگر قربت کریگا تو تین کفارے لازم آوینگے واللہ اعلم

باب الخلع

ہو لغۃ الازالۃ یہ باب ہی احکام خلع مین اور خلع لغت مین بمعنی ازالہ ہی یعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے زائل کرنا اور جدا کرنا اور نکالنا جیسے کپڑے کو بدن سے
اور موزہ کو پانون سے نکالنا واستعمل فی ازالۃ الزوجیۃ بالضم وفی غیرہ بالفتح اور خلع مستعمل ہی ازالۂ زوجیت مین بضم اول اور ازالۂ زوجیت کے غیر مین بفتح اول
مستعمل ہی وشرطہ کما فی البحر ازالۃ ملک النکاح خرج بہ الخلع فی النکاح الفاسد وبعد البینونۃ والردۃ فانہ لغو کما فی الفصول وخلع باعتبار اصطلاح شرع
کے چنانچہ بحر الرائق مین ہی عبارت ازالۂ ملک نکاح سے ہی ملک نکاح کی قید سے نکاح فاسد مین خلع کرنا اور طلاق بائن اور مرتد ہونے کے بعد خلع کرنا
خلع شرعی کی تعریف سے نکلگیا اسواسطے کہ وہ لغو ہی بسبب عدم ملکیت نکاح کے کذا فی الفصول المتوقفۃ علی قبولہا خرج بہ الو قال خلعتک ناویا الطلاق
فانہ یقع بائن غیر مسقط للحقوق لعدم توقفہ علیہ ولیسا ازالہ ملک نکاح کا خلع ہی جو موقوف ہی عورت کے قبول کرنے پر تو اس قید سے نکل گئی وہ صورت کہ
اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ مین نے تجھکو خلع کیا طلاق کی نیت سے یون کہا تو طلاق بائن واقع ہوگی بلا اسقاط حقوق زوجیت تو یہ قول خلع نہوگا
بسبب نہ موقوف ہونے اُس طلاق کے عورت کے قبول پر اور جو ازالۂ ملک نکاح عورت کے قبول پر موقوف نہین وہ خلع نہین بخلاف خالعتک بلفظ
المفاعلۃ او اختلعی بالامر ولم یسم شیئا فقبلت فانہ خلع مسقط حتی لو کان قبضت البدل ردتہ خانیۃ بخلاف خالعتک یعنی زوج نے بلفظ باب مفاعلت
خلع کیا یا عورت سے بصیغہ امر اختلعی کہا یعنی خلع قبول کر اور اُسکے عوض مین کچھ مال مقرر نہ کیا سو عورت نے خلع قبول کیا تو یہ قول خلع ہی مسقط حقوق
زوجیت کا بیانتک کہ اگر منکوحہ مہر قبض کر چکی ہوگی تو اُسکو مہر کا پھیر دینا لازم ہوگا کذا فی الخانیۃ بلفظ الخلع خرج الطلاق علی مال فانہ غیر مسقط
فتح یعنی ازالہ ملک بلفظ خلع ہو تو اس قید سے طلاق بعوض مال کے تعریف خلع سے نکلگیا اسواسطے کہ طلاق مذکور زوجیت کو ساقط نہین کرتا
کذا فی فتح القدیر وزاد قولہ او ما فی معناہ لیدخل لفظ المباراۃ فانہ تسقط کما یجئ ولفظ البیع والشراء فانہ کذلک کما صححہ فی الصغری خلافا للخانیۃ یعنی
خلع عبارت ہی اُس ازالہ ملک سے جو بلفظ خلع ہو یا اس لفظ سے ہو جو بمعنی خلع ہو مصنف نے اس قول کو اسواسطے زیادہ کیا تاکہ مبارات کا لفظ خلع
مین داخل ہو جائے اسواسطے کہ وہ بھی حقوق زوجیت کا مسقط ہی چنانچہ عنقریب آویگا اور تاکہ خلع بلفظ بیع اور شراء داخل رہے خلع مین سواسطے کہ وہ بھی اسیطرح
مسقط ہی چنانچہ اسکی تصحیح کی ہی فتاوی صغری مین برخلاف خانیہ کے ہم اب تعریف خلع کی پوری ہوگئی اپنی افراد کی جامع اور غیر کی مانع وافاد التعریف صحۃ
خلع المطلقۃ رجعیا اور فائدہ دیا تعریف مذکور نے مطلقہ رجعی کی صحت خلع کا اسواسطے کہ خلع عبارت ہی ازالۂ ملک نکاح سے اور بقاء عدت تک طلاق رجعی
مین ملک ثابت ہی لہذا رجعت بدون تجدید نکاح کے درست ہی ولا بأس بہ عند الحاجۃ للشقاق بعدم الوفاق اور کچھ مضائقہ نہین خلع کرنے مین وقت
ضرورت کے جب آپسمین پھوٹ پڑی نا اتفاقی سے اور مرد کو مال لینا عورت سے چھوڑنے کے بدلے جائز ہی بشرطیکہ نا اتفاقی مرد کیطرف سے نہو چنانچہ صحیح بخاری مین بروایت
عبداللہ بن عباس ثابت ہی کہ ایک عورت نے ایک باغ اپنے مہر مین پایا تھا وہ اپنے زوج سے راضی نتھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ باغ پھیر کر خلع
کرلے اور بلا ضرورت عورت کو خلع کی خواہش کرنا حرام ہی جامع ترمذی مین بحدیث مرفوع ثابت ہی کہ جو عورت کہ بلا ضرورت زوج سے طلاق کی خواہش کریگی
تو اُسپر بہشت کی خوشبو حرام ہی لیکن جب کسیطرح موافقت نہو سکے تو بموجب نص قرآنی کے جدائی بعوض مال کے جائز ہی کذا فی حاشیۃ المدنی بما یصلح للمهر بغیر عکس کلی لصحۃ الخلع بدون
العشرۃ وبما فی بطنہا وبطن غنمہا وجوز العینی انعکاسہا خلع جائز ہی عوض اُس مال کے جو صلاحیت مہر کی رکھتا ہو بدون عکس کلی کے یعنی جو صلاحیت خلع کی رکھتا ہو وہ صلاحیت
مہر کی بھی رکھے یہ کلیہ صحیح نہین بسبب صحت خلع کے کمتر دس درم سے اور بعوض اُس مال کے جو عورت کے قبضہ مین ہو اور بعوض اُس بچہ کے جو بکری کے پیٹ مین ہی اور حالانکہ
دس درم سے کم مین اور عورت کے مقبوضے سے بسبب مجہول ہونے مال کے اور پیٹ کے بچہ سے مہر صحیح نہین اور علامہ عینی نے انکا انعکاس جائز رکھا ہی کلام عینی مین انعکاس
سے مراد شاید انعکاس منطقی ہی اسواسطے کہ منطق مین موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ ہوتا ہی سو یہان صحیح ہی عکس لغوی کسیطرح صحیح نہین ہو سکتا و شرطہ کالطلاق اور شرط

خلع کی مانند شرط طلاق کے ہے یعنی منکوحہ ہونا زوجہ کا اور اہلیت زوج کی تو صبی اور مجنون کا خلع صحیح نہین و صفتہ ما ذکر فیقول ہو یمین فی جانبہ لانہ
تعلیق الطلاق بقبول المال فلا یصح رجوعہ قبل قبولہا ولا یصح شرط الخیار لہ ولا یقتصر علی المجلس الی مجلسہ ویقتصر قبولہا علی مجلس علمہا اور خلع
یمین ہے مرد کی جانب مین اسواسطے کہ وہ تعلیق ہے طلاق کی مال کے قبول پر تو صحیح نہین پلٹنا زوج کا خلع سے قبل قبول کرنے عورت کے اور صحیح نہین زوج
کو شرط کرنا اپنے اختیار کا اور منحصر نہین زوج کی مجلس پر یعنے اگر زوج مجلس بدلیگا تو خلع باطل نہو گا اور موقوف ہے قبول کرنا عورت کا اپنے علم کی مجلس پر
یعنے جب عورت کو خلع کی خبر ہو اور وہ مجلس مین نہ قبول کرے اُٹھ کھڑی ہو خلع باطل ہو گا وفی جانبہا معاوضۃ بمال فیصح رجوعہا قبل قبولہ ویصح
شرط الخیار لہا ولو اکثر من ثلثۃ ایام بحر ویقتصر علی المجلس کالبیع اور عورت کی جانب مین خلع بدلائی ہے عوض مال دینے کے تو صحیح ہے عورت کا رجوع کرنا قبل
قبول کرنے زوج کے اور صحیح ہے عورت کو اختیار کا شرط کرنا اگرچہ تین روز سے زیادہ اپنے اختیار کو شرط کرے کذا فی البحر الرائق اور موقوف ہے صحت خلع
کی عورت کی مجلس پر مانند بیع کے فائدہ یشترط فی قبولہا علمہا بمعناہ لانہ معاوضۃ بخلاف طلاق وعتاق وتدبیر لانہ اسقاط والاسقاط یصح مع الجہل فائدہ
شرط ہے عورت کی صحت قبول مین دریافت کرنا عورت کا معنی خلع کو تو اگر زوج مثلاً ہندی عورت سے خلع بعوض مال عربی زبان مین کراوے تو قول
صحیح مین صحیح نہوگا اسواسطے کہ خلع بدلائی کا نام ہے اور بدلائی بدون دریافت کے نہین ہوتی بخلاف طلاق اور عتاق اور تدبیر کے کہ اُنمین علم ہونا
ضرور نہین اسواسطے کہ ہر واحد عبارت ہے اسقاط حق سے اور اسقاط نادانی کے ساتھ صحیح ہو جاتا ہے یعنی فقط قضاءً صحیح ہے نہ دیانۃً کذا فی حاشیۃ المدنی
وطرف العبد فی العتاق علی مال کطرفہا فی الطلاق اور جانب غلام کے آزادی بشرط مال مین مانند جانب عورت کے ہے طلاق مین یعنی اگر
غلام نے مولی سے کہ عوض اسقدر مال کے مجھکو آزاد کیجیے تو غلام کو رجوع کرنا قبل قبول مولی کے درست ہے اور اگر مولی کہے کہ مین نے بعوض اتنے مال کے تجھکو
آزاد کیا تو مولی اس کلام سے پلٹ نہین سکتا اور شرط خیار اور اقتصار علی المجلس کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیے والخلع یکون بلفظ البیع والشراء والطلاق
والمبارأۃ کبعت نفسک او طلاقک او طلقتک علی کذا او ابرأتک ای فارقتک وقبلت المرأۃ اور خلع ہوتا ہے بلفظ بیع اور شرا اور طلاق اور مبارات کے
چنانچہ یون زوج کا کہنا کہ مین نے تیری ذات کو یا تیری طلاق کو بیچا یا یون کہے کہ مین نے تجھکو طلاق دی بعوض اتنے مال کے یا یون کہا کہ مبارأۃ کی مین نے
تجھسے یعنی تجھکو جدا کیا اور عورت نے قبول کر لیا تو خلع ان الفاظ سے ثابت ہو گیا مثال خلع بلفظ شرا کی یہ مثال کہ عورت نے کہا کہ مین نے اپنی ذات یا اپنی طلاق تجھسے
مول لی بعوض اتنے مال کے کذا فی منح الغفار وحکم ان الواقع بہ ولو بلا مال وبالطلاق الصریح علی مال طلاق بائن وثمرتہ فیما لو بطل البدل کما سیجی
اور حکم خلع یہ ہے کہ جو خلع سے واقع ہوتی ہے سو طلاق بائن ہے اگرچہ خلع بدون مال کے ہو اور اگرچہ بلفظ طلاق صریح ہو عوض مال کے اور ثمرہ اس حکم کا مقصود
مین ظاہر ہوتا ہے جبکہ بدل خلع کا مال باطل واقع ہو مانند شراب یا سور کے چنانچہ بدل باطل کا بیان بعد چند سطر کے عنقریب آتا ہے یعنی جبکہ بدل خلع مین مال باطل
مذکور ہوگا تو اگر خلع بلفظ خلع ہوا ہے تو طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر بلفظ طلاق ہوا ہے تو طلاق رجعی واقع ہوگی والخلع ہو من الکنایات فیعتبر
فیہ ما یعتبر فیہا من قرائن الطلاق لکن لو قضی بکونہ فسخا نفذ لانہ مجتہد فیہ وقیل لا اور خلع کنایات مین داخل ہے تو خلع مین اعتبار کیا جاویگا اس امر کا
جسکا کنایات مین اعتبار ہوتا ہے یعنی قرائن طلاق کا چنانچہ قبل اسکے مذاکرہ طلاق کا ہونا یا طلاق کا سوال کرنا در المنتقی مین ہے کہ مال مقرر کرنا خلع مین
یہ بھی قرینہ ہے طلاق کا کذا فی حاشیۃ المدنی اور باوجودیکہ خلع کنایات مین داخل ہے اور کنایات سے طلاق ہی واقع ہوتی ہے نہ فسخ لیکن اگر قاضی حنبلی یا
شافعی بموجب اپنے مذہب کے فسخ کرنے کا حکم کرے تو نافذ ہوگا اسواسطے کہ اس امر مین اجتہاد کی گنجائش ہے اور قول مجتہد فیہ مین حکم قاضی نافذ ہے اگرچہ قاضی
شافعی ہو اور مدعی یا مدعا علیہ حنفی یا مالکی یا حنبلی اور قول ضعیف یہ ہے کہ قاضی کا حکم اسمین نافذ نہین خلعہا ثم قال لم انو بہ الطلاق فان ذکر بدلا لم یصدق
قضاء فی الصور الاربع اور اگر مرد نے عورت سے خلع کیا پھر بولا کہ مین نے اس سے طلاق کی نیت نہین کی تو اگر زوج بدل خلع مین کچھ مال ذکر کر چکا ہے تو قضاءً

اسکی تصدیق نہوگی چارون صورتون مین الفاظ بیع اور شرا اور خلع اور مبارات مین اسواسطے کہ ذکر عوض کا قرینہ ہی طلاق کا اگر باعتبار دیانت کے البتہ تصدیق ہوگی لیکن اس صورت مین بھی عورت کو مرد کے پاس رہنا جائز نہین اسواسطے کہ عورت مانند قاضی کے ہی ظاہر پر عمل کرنے مین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والاصدق فی ما اذا وقع بلفظ الخلع والمباراۃ لانہما کنایتان ولا قرینۃ بخلاف لفظ بیع وطلاق اور اگر مال مذکور نہین ہوا تو زوج کی تصدیق ہوگی اُس خلع مین جو کہ بلفظ خلع اور بلفظ مبارات واقع ہوا ہی اسواسطے کہ یہ دونون لفظ کنایہ ہین طلاق سے اور قرینہ طلاق کا کوئی موجود نہین بخلاف لفظ بیع اور طلاق کے کہ اُسمین زوج کی تصدیق نہوگی بدون ذکر مال کے بھی اسواسطے کہ وہ دونون لفظ طلاق صریح ہین قرینہ اور نیت کی کچھ اسمین حاجت نہین لفظ بیع اسواسطے طلاق صریح ٹھہرا کہ بیع عبارت ہی زوال ملک عین سے اور زوال ملک عین کو زوال ملک منافع لازم ہی وفیہ اشارۃ الی اشتراط النیۃ وہو ظاہر الروایۃ الا ان المشائخ قالوا لا یشترط النیۃ لانہ بحکم غلبۃ الاستعمال صار کالصریح کما فی القہستانی عن متفرقات طلاق المحیط اور اسمین یعنی خلع اور مبارات کی کنایہ ہونے مین اشارہ ہی نیت کے شرط ہونے کی طرف یعنی بلفظ خلع بدون نیت کے طلاق نہ واقع ہوگی اور یہ ظاہر الروایہ ہی مگر مشائخ نے کہا ہی کہ نیت شرط نہین اسواسطے کہ لفظ خلع بسبب کثرت استعمال کے مانند طلاق صریح کے ہوگیا ہی چنانچہ قہستانی مین یہ مذکور ہی متفرقات طلاق محیط سے طحطاوی نے کہا کہ مشائخ سابقین کے زمانہ مین شاید ایسا ہی ہوگا کہ خلع بجاے طلاق صریح مستعمل ہوتا ہوگا وکرہ لہ تحریما اخذ شئ ویلحق بہ الابراء عما لہا علیہ ان نشز اور اگر ناموافقت اور زیادتی زوج کی طرف سے ہو اسکو خلع کی عوض کچھ لینا عورت سے مکروہ تحریمی ہی اور اس سے ملحق ہی ابراء دین یعنی اگر عورت کا دین ہو مرد پر مہر ہو یا غیر مہر اور مرد عوض خلع کے اُسکی معافی چاہے تو یہ بھی مکروہ تحریمی ہی طحطاوی محشی نے کہا کہ حق یون ہی کہ اس حال مین مال لینا حرام قطعی ہی لیکن اگر لیگا تو مالک ہوگا بملک خبیث کذا فی حاشیۃ المدنی وان نشزت لا ولو منہ نشوز ایضا ولو باکثر مما اعطاہا علی الاوجہ فتح اور اگر نافرمانی اور ناموافقت عورت کی طرف سے ہو تو عورت سے عوض خلع کے مال لینا مکروہ نہین اگرچہ بعد نافرمانی زوجہ کے زوج کی طرف سے بھی ناموافقت ہوگئی ہو تو بھی مال لینا درست ہی اگرچہ خلع مین لینا دینے سے زیادہ ہو یعنے اگر مثلاً دس درم مہر مین عورت کے دیے تھے اور بیس درم خلع کی عوض لیے تو بھی جائز ہی بنابر اُس قول کے جسکی وجہ خوب تر ہی کذا فی فتح القدیر وصحح الشمنی کراہیۃ الزیادۃ وتعبیر الملتقی لا باس یفید انہا تنزیہیۃ وبہ یحصل التوفیق اور شمنی نے مہر سے زیادہ لینے کی کراہیت کو صحیح کیا ہی اور تعبیر ملتقی الابحر کی بلفظ لا باس بہ کے اسکا فائدہ دیتی ہی کہ کراہت تنزیہی ہی تو اس تقریر سے حاصل ہوگیا اتفاق دونون قولون کا سو جو فقیہ کہ دینے سے زیادہ لینے کو کہتا ہی سو کراہت تنزیہی کا ارادہ کرتا ہی اور جو نفی کراہت کی کرتا ہی وہ کراہت تحریمی کی نفی کرتا ہی نہ تنزیہی کی تو اختلاف جاتا رہا اکرہہا الزوج علیہ تطلق بلا مال لان الرضا شرط للزوم المال وسقوطہ زبردستی کی عورت پر زوج نے خلع قبول کرنے پر تو بدون مال کے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ رضامندی شرط ہی لازم ہونے مال مین اور ساقط ہونے مال مین یعنی خواہ عورت نے مال دینا اپنے اوپر جبر سے لازم کرلیا ہی یا اسقاط مہر کا قبول کیا تو جبر مین نہ مال دینا لازم ہوگا اور نہ مہر ساقط ہوگا ولو ہلک بدل الخلع فی یدہا قبل الدفع او استحق فعلیہا قیمتہ لو البدل قیمیا ومثلہ لو مثلیا لان الخلع لا یقبل الفسخ اور اگر ہلاک ہوگیا بدل خلع کا عورت کے ہاتھ مین یا اُسکا کوئی اور مالک نکلا عورت کے سوا تو اگر بدل قیمت والی چیز تھا جیسا غلام یا کپڑا تو عورت پر اُسکی قیمت دینا لازم ہوگا اور اگر بدل مثلی تھا جیسا کیلی یا وزنی چیز تھا تو عورت کو اُسکے مانند دینا لازم آویگا اسواسطے کہ خلع فسخ ہونے کو قبول نہین کرتا بخلاف بیع کے جبکہ بائع کے پاس ہلاک ہوجاوے اسواسطے کہ بیع فسخ ہوسکتی ہی خلعہا او طلقہا بخمر او خنزیر او میتۃ او نحوہا مما لیس بمال وقع طلاق بائن فی الخلع رجعی فی غیرہ دقو مامجانا فیہما لبطلان البدل وہو الثمرۃ کما مر خلع کیا عورت سے یا طلاق دی اُسکو عوض شراب یا سور یا مردار یا مانند اُسکے اس قسم سے کہ وہ مسلمان کے حق مین مال نہین تو طلاق بائن واقع ہوگی خلع کے لفظ مین اور طلاق رجعی ہوگی خلع کے سوا اور الفاظ مین دونون صورتون مین

طلاق کا واقع ہونا صفت ہوگا بسبب باطل ہونے بدل کے اور یہ وہ ثمرہ ہی جسکی آمد کا شارح نے وعدہ کیا تھا و تمت طلاقا لہذا اقل فاذا ہو مرجع بالمہران لم

یعلم والا لاشیٔ لہ اور اگر عورت نے عوض خلع مین حلال مال کا نام لیا چنانچہ یون کہا کہ مجھسے خلع کر عوض اس سرکے کے حالانکہ وہ شراب تھی سرکہ نہ تھا

تو زوج مہر کو پھیرے اگر ادا کیا ہو اور اگر ہنوز دیا نہین تو ساقط ہوا لیکن بشرطیکہ زوج کو شراب ہونے کا علم نہ تھا اور اگر زوج جانتا ہو کہ وہ سرکہ نہین

بلکہ شراب ہی تو صفت طلاق واقع ہوگی مہر عورت کا قائم رہیگا اسواسطے کہ فریب عورت کا ثابت نہین اس صورت مین کما لعنی علی ما فی یدی امی امیۃ

ولا شیٔ فی یدہا العدم التسمیۃ چنانچہ صفت طلاق واقع ہوتی ہی اُس صورت مین کہ عورت نے اپنے مرد سے کہا کہ مجھسے خلع کر میرے ہاتھ والی چیز پر اور

حالانکہ اُسکے ہاتھ مین کچھ نہین صفت طلاق ہوگی بسبب عدم تقرر مال کے اور ہاتھ سے مراد اس مثال مین ظاہری ہاتھ ہی نہ معنوی یعنی قبض اور تصرف و

کذا عکسہ اور اسیطرح اس مثال کے بالعکس مین صفت طلاق ہوگی یعنی اگر مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجھسے خلع کیا اپنی ہاتھ والی چیز پر اور حالانکہ اُسمین کچھ نہین

لکن لو کان فی یدہ جوہرۃ لہا فقبلت فہی لہ علمت او لا لاضرارہا نفسہا بقبولہا لیکن اگر زوج کے ہاتھ مین عورت کا جواہر ہوگا اور عورت ہاتھ والی چیز پر خلع

قبول کرلیگی تو وہ جواہر مرد کا مملوک ہوجاویگا عورت کو ہاتھ مین جواہر ہونے کا علم ہو یا نہو بسبب ضرر رسانی عورت کے اپنی ذات کو اُسکے قبول کرلینے سے

وان زادت من مال او دراہم ردت علیہ فی الاولی مہرہا ان قبضتہ والا لاشیٔ علیہا جوہرۃ او ثلثۃ دراہم فی الثانیۃ اور اگر عورت نے مثال مذکور

مین مال یا دراہم کا لفظ زیادہ کیا یعنی یون کہا کہ مجھسے خلع کر میرے ہاتھ والے مال پر یا میرے ہاتھ والے دراہم پر اور حالانکہ اُسکے ہاتھ مین کچھ نہین تو پہلی

صورت مین یعنی درصورت ذکر مال عورت اپنا مہر مرد کو پھیردے اگر مہر کو مرد سے لےچکی ہو اور اگر مہر ہنوز نہ پایا ہو تو عورت کو کچھ دینا لازم نہین یعنی اگر مہر مرد

پر ہوگا تو ساقط ہوگا عورت کو کچھ نہ دینا پڑیگا یا کہ عورت تین درم مرد کو پھیردے دوسری صورت مین یعنی درصورت ذکر دراہم کے کذا فی الجوہرہ ہاتھ سے مراد ان

دونون صورتون مین ظاہری ہاتھ نہین بلکہ مقبوضہ مراد ہی ولو فی یدہا اقل کملتہا اور اگر مثال مذکور مین عورت کے ہاتھ مین تین درم سے کم ہون یعنی ایک درم ہو

یا دو نین کو پورا کردے تاکہ اقل جمع پایا جاوے ولو سمت دراہم فبان دنانیر لم ارہ اور اگر عورت نے عوض خلع مین دراہم کا نام لیا پھر ظاہر ہوا کہ عورت

کے ہاتھ مین درم نہین بلکہ دینارین ہین شارح کہتا ہی کہ مین نے اسکا حکم کتب فقہ مین نہین دیکھا م صاحب نہر نے کہا کہ اس صورت مین دراہم ہی

واجب ہونگے نہ دنانیر لیکن اسکو کہین مصرح نہین دیکھا کذا فی حاشیۃ المدنی والبیت والصندوق وبطن الجاریۃ اذا لم تلد لاقل المدۃ وبطن

الغنم وثمر الشجر کالید فذکر الید مثال کما فی البحر اور کوٹھری اور صندوق اور لونڈی کا پیٹ بشرطیکہ چھ مہینے سے کم مین نہ جنی ہو اور پھر بکری

کا پیٹ اور درخت کا پھل حکم مین مانند ہاتھ کے ہین تو ذکر ہاتھ کا مسئلہ سابقہ مین بطور مثال کے ہی کذا فی بحر الرائق یعنی اگر عورت نے کہا کہ میری

کوٹھری والی یا صندوق والی چیز یا میری لونڈی اور بکری کے پیٹ کے بچے یا میرے درخت کے پھلون پر مجھسے خلع کر اور حالانکہ اُسکی کوٹھری اور صندوق مین اور

لونڈی اور بکری کے پیٹ مین اور درخت پر کچھ نہین تو طلاق صفت ہوگی عورت پر کچھ دینا لازم نہوگا لیکن اگر لونڈی چھ مہینے سے کم مدت مین جنے گی تو

مرد اُسکے بچہ کا مالک ہوگا اور اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ مدت مین جنے گی تو مرد اُسکا مالک نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی قال وقیدہ فی الخلاصۃ وغیرہا بعدم الملک فقال لو

علم انہ لا متاع فی البیت او انہ لا مہر لہا علیہ فی خلعہا بمہرہا ولا یلزمہا شیٔ لانہا لم تطمعہ فلم یصر مغرور او لو ظن ان علیہ المہر ثم تذکر عدمہ ردت المہر اور صاحب بحر الرائق نے

کہا کہ مسائل مذکورہ مین صفت طلاق واقع ہونے کو خلاصہ وغیرہا مین مقید کیا ہی بقید عدم علم کے سو یون کہا ہی کہ اگر زوج نے جانا کہ کچھ اسباب کوٹھری یا صندوق مین نہین یا

خلع بعوض مہر مین زوج یہ جانتا تھا کہ عورت کا اُسپر کچھ مہر نہین تو عورت کو کچھ دینا لازم نہ آویگا اسواسطے کہ اس صورت مین عورت نے مرد کو کچھ لالچ نہین دلایا تو زوج

کو عورت نے کچھ فریب نہین دیا اور اگر مرد کو اپنے اوپر مہر واجب ہونے کا گمان تھا پھر اُسکو یاد آگیا کہ کچھ مہر باقی نہین ہا تو عورت کو مہر کا پھیر دینا لازم ہوگا اسواسطے

کہ مرد کو دھوکا ہوا م طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ لعدم العلم سے لفظ عدم کو محذوف کرتا تاکہ آیندہ قول سے مناسبت ہوئی کذا فی حاشیۃ الدرر

خالعت علی عبدٍ ابق لها علی براءتها من ضمانه لم تبرأ وعليها تسليمه ان قدرت والا فقيمته لانه لا يبطل بالشرط الفاسد كالنكاح عورت نے خلع کیا اپنے بھاگے غلام پر بشرط بری الذمہ ہونے کے اسکی ضمانت سے تو عورت بری الذمہ ہنوگی اس شرط سے اور عورت پر تسلیم غلام کی واجب ہوگی اگر قادر ہو اُسپر اور اگر غلام نہ ملسکے تو قیمت غلام کی لازم ہوگی اسواسطے کہ خلع باطل نہین ہوتا شرط فاسد سے جیسا نکاح نہین باطل ہوتا قالت طلقني ثلثا بالف او علی الف فطلقها واحدة وقع في الاولی بائنة بثلثه اے بثلث الالف ان طلقها في مجلسها والا مجانا فتح عورت نے کہا کہ مجھکو تین طلاق دے عوض ہزار کے یا بشرط ہزار کے پھر مرد نے اسکو ایک طلاق دی تو پہلی صورت مین یعنی بالف مین ایک طلاق بائن واقع ہوگی ہزار کی تہائی کی عوض بشرطیکہ عورت کی مجلس نہ بدلی ہو اور اگر دوسری مجلس مین طلاق دی تو مفت طلاق واقع ہوگی کذا في فتح القدير وفي الخانية لو كان طلقها ثنتين قبل كل الالف اور خانیہ مین ہو کہ اگر زوج عورت کو دو طلاق اول دیچکا تھا تو اسکو پورے ہزار ملینگے یعنی اگر بعد دو طلاق دینے کے عورت نے کہا کہ مجھکو تین طلاق دے عوض ہزار کے اور زوج نے ایک طلاق دی تو عورت کو ہزار کا دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ دو اور ایک ملکر تین ہوگئے عورت کا مطلب تھا پوری جدائی سے سو حاصل ہوگیا وفي الثانية رجعية مجانا لان علی للشرط وقالا كالباء اور دوسری صورت مین ایک طلاق رجعی واقع ہوگی مفت یعنی جب عورت نے کہا کہ (طلقني ثلثا علی الف) تو ایک طلاق رجعی مفت واقع ہوگی اسواسطے کہ حرف علی کا واسطے شرط کے ہو اور مشروط منقسم نہین ہوتا اجزا شرط پر اور رجعی طلاق اسواسطے ہوئی کہ مال سے خالی ہو اور صاحبین نے کہا کہ حرف علی کا مانند بے کے ہو تو جیسے پہلی صورت مین ہزار کی تہائی کے عوض ایک طلاق واقع ہوئی تھی ویسی ہی دوسری صورت مین ایک طلاق بائن واقع ہوگی قال لها طلقي نفسك ثلثا بالف او علی الف فطلقت نفسها واحدة لم يقع شئ لانه لم يرض بالبينونة الا بكل الالف بخلاف ما مر لرضاها بالف فبعضها اولی مرد نے عورت سے کہا کہ تین طلاق دے اپنی ذات کو عوض ہزار کے یا ہزار پر سو عورت نے اپنی ذات کو ایک طلاق دی تو کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ مرد راضی نہوا جدائی سے مگر پورے ہزار کے بدلے اور عورت نے تہائی کے بدلے جدائی چاہی تو مطلب مرد کا نہوا لہذا ایک طلاق بھی واقع نہوگی بخلاف مسئلہ گذشتہ کے بسبب راضی ہونے عورت کے جدائی سے عوض ہزار کے تو ہزار سے کم مین بطریق اولی راضی ہوگی وقوله انت طالق بالف او علی الف فقبلت في مجلسها لزم ان لم تكن مكرهة كما مر ولا سفيهة ولا مريضة كما يجئ الالف لانه تعويض او تعليق اور مرد کا عورت سے یون کہنا کہ تو مطلقہ ہو عوض ہزار کے یا بشرط ہزار کے پھر عورت نے اُسے قبول کرلیا اپنی مجلس مین تو عورت پر ہزار کا دینا لازم ہوگا بشرطیکہ اُسپر زبردستی نہ کی ہو چنانچہ اسکا ذکر سابق ہوچکا اور عورت احمق اور بیمار نہو چنانچہ حکم بیمار کا آگے آویگا ہزار دینا اسواسطے لازم ہوگا کہ یہ فعل یا بدلائی ہی یا تعلیق ہی یعنی بالف کہنے مین بدلائی ہی اور علی الف مین تعلیق ہو وفي البحر عن التاتارخانية قال لامرأتيه احدكما طالق بالف درهم والاخری بمائة دينار فقبلتا طلقتا بغير شئ اور بحرالرائق مین تاتارخانیہ سے منقول ہی کہا اپنی دو عورتون سے تم مین سے ایک مطلقہ ہی بعوض ہزار درم کے اور دوسری بعوض سو درم کے سو قبول کرلیا اُسکو دونون نے تو دونون پر طلاق واقع ہوگی مفت بسبب مجہول ہونے مال کے اسواسطے کہ ہر عورت یہ کہ سکتی ہی کہ مجھپر لازم نہین دینا مگر سو درم کا انت طالق وعليك الف او انت حر وعليك الف طلقت وعتق مجانا وان لم يقبلا لان قوله وعليك الف جملة تامة وقالا ان قبلا صح ولزم المال عملا بان الواو للحال وفي الحاوي وبقولهما يفتي زوج نے کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہی اور تجھپر ہزار درم دینا لازم ہی یا مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہی اور تجھپر ہزار درم دینا لازم ہی تو عورت مطلقہ ہوگی اور غلام آزاد ہوگا مفت اگرچہ دونون نے ہزار درم دینا قبول بھی نہ کرلیا ہو اسواسطے کہ زوج یا مالک کا یون کہنا وعليك الف یہ پورا جملہ ہی یعنی ماقبل سے کچھ علاقہ نہین رکھتا اعراب مین خواہ واو عطف کا ہو خواہ استیناف کا اور صاحبین نے کہا کہ اگر عورت اور غلام نے ہزار درم کو قبول کرلیا ہی تو طلاق یا اعتاق صحیح ہوگا اور مال کا دینا لازم ہوگا باعتبار اسکے عمل کرنے کے کہ یہ واو حالیہ ہی تو وعليك الف پورا جملہ نہ ٹھہرا لیکن انت طالق وعليك الف ایک جملہ ہوگیا تو مطلب یہ ہوا کہ تو طالق ہی در حالت وجوب

ہزار درم اور حاوی قدسی مین کہا ہو کہ صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہو قال طلقتک علی الف فلم تقبلی فقالت قبلت۔ فالقول لہ بیمینہ
بخلاف بعتک طلاقک امس علی الف فلم تقبلی وقالت قبلت فالقول لہا وکذا لو قال العبدہ کذلک کقولہ لغیرہ بعت منک ہذا
العبد بالف امس فلم تقبل وقال المشتری قبلت فان القول للمشتری والفرق ان الطلاق بمال یمین من جانبہ وہی تدعی حنثہ وہو منکر اما البیع
فاقرارہ بہ اقرار بالقبول فانکارہ رجوع فلا یسمع فلو برہنا اخذ ببینتہا تاتارخانیہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ مین نے تجھکو طلاق دی ہزار درم پر سو تونے ہزار
درم دینا قبول نہ کیا سو عورت نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے بخلاف اس قول کے کہ مرد نے عورت سے
کہا کہ مین نے تیری طلاق کل بیچی تھی ہزار درم پر سو تونے ہزار درم کو نہ قبول کیا تھا اور عورت نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو اس صورت مین عورت
ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسیطرح اگر مالک نے اپنے غلام سے کہا تو اسکا بھی ایسا ہی حکم ہو یعنی اگر مالک نے غلام سے کہا کہ مین نے تجھکو ہزار درم پر آزاد کیا تھا
سو تونے دینا نہ قبول کیا تھا اور غلام نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے اور اگر یون کہا کہ مین نے تیری ذات کو ہزار
درم پر بیچا تھا سو تونے نہ قبول کیا تھا اور غلام بولا کہ مین نے قبول کیا تھا تو غلام کا قول معتبر ہوگا چنانچہ مالک کا یون کہنا غیر عبد سے کہ مین نے بیچا تھا
تیرے ہاتھ اس غلام کو بعوض ہزار درم کے کل سو تونے نہ قبول کیا تھا اور مشتری نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو مشتری کا قول لائق اعتماد کے
ہوگا نہ مالک کا اور وجہ فرق کی درمیان طلاق اور بیع کے یہ ہو کہ طلاق بعوض مال کے تعلیق ہو جانب زوج سے اور تعلیق طلاق کو قبول زوجہ
لازم نہین اسواسطے کہ تعلیق بدون قبول کے بھی صحیح ہو اور زوجہ مدعی ہو زوج کے حانث ہونے کی یعنی تعلیق ٹوٹنے کی اور زوج اسکا انکار کرتا ہو اور
قول معتبر نہین مگر منکر کا لہذا در صورت مذکورہ زوج ہی کا قول معتبر ہوا اور بیع کا تو یہ حال ہو کہ بیع کا اقرار وہی اقرار ہو قبول کا اسواسطے کہ بیع
عبارت ہو ایجاب اور قبول سے تو جب بیع کا اقرار کیا تو وہی قبول کا بھی اقرار ہوگیا تو بیع کا اقرار کرکے قبول کا انکار کرنا پھرنا اور پلٹنا ہو بیع سے تو
مسموع نہوگا اور اگر زوج اور زوجہ اپنے قول کے گواہ لاوین تو عورت ہی کے گواہ لیے جاوینگے اسواسطے کہ عورت مثبت ہو اور زوج نافی تو گواہ اثبات کے
اولی ہین نفی سے کذا فی التاتارخانیہ ولو ادعی الخلع علی مال وہی تنکر یقع الطلاق باقرارہ والدعوی فی المال بحالہا فیکون القول لہا
لانہا تنکر وعکسہ لا یقع کیف ما کان بزازیہ اور اگر دعوی کیا مرد نے خلع کا مال پر اور عورت منکر ہو تو طلاق واقع ہو جائیگی بسبب اقرار مرد کے
اور دعوی مال کا بحال خود ہو سو اگر زوج گواہ لاویگا تو مال عورت پر لازم ہوگا اور اگر گواہ نہین تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہو اور
اور اسکے بالعکس مین طلاق نہ واقع ہوگی یعنے اگر عورت نے دعوی خلع کا کیا اور زوج منکر ہو تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ عورت طلاق واقع
کرنے کی مالک نہین کسیطرح کا دعوی ہو طلاق نہوگا کذا فی البزازیہ یعنے دعوی خلع کا بعوض مال ہو یا بلا عوض اور جب خلع نہ ثابت ہوا تو عورت کو مال کا
دینا بھی نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ مال تھا عوض خلع کے فروع مسائل ملحقہ شارح کے انکر الخلع او ادعی شرطا او استثناء او ان ما قبضہ من دینہ
او اختلفا فی الطوع والکرہ فالقول لہ زوج نے خلع سے انکار یا خلع مین دعوی شرط کا کیا مثلاً یون کہا کہ مین نے خلع کیا تھا بشرط رضامندی اپنے
باپ کے یا دعوی استثنا کا کیا یعنے خلع کے ساتھ مین نے انشاء اللہ کہا تھا یا یہ دعوی کیا کہ جو مال کہ لیا وہ اسکو قرض مین سے تھا یعنے
زوجہ قرضدار تھی زوج کی سو زوج نے کہا کہ مجھکو قرض کی بابت زوجہ نے مال دیا نہ بابت خلع کے یا دونون مین اختلاف پڑا خوشی اور زبردستی مین
زوجہ کہتی ہو کہ مجھسے زبردستی مال کا اقبال کرایا اور زوج کہتا ہو کہ اسنے اپنی خوشی قبول کیا تو ان سب صورتون مین اگر گواہ نہونگے تو زوج ہی کا قول
لائق اعتبار کے ہوگا ولو قالت کان بغیر بدل فالقول لہا اور اگر عورت یون کہیگی کہ خلع بلا عوض تھا اور زوج کہتا ہو کہ خلع بعوض تھا تو عورت ہی کا
قول معتبر ہوگا ادعت المہر ونفقۃ العدۃ وانہ طلقہا وادعی الخلع ولا بینۃ فالقول لہا فی المہر لہ فی النفقۃ دعوی کیا عورت نے مہر اور نفقہ عدت کا

اور یہ دعوی کیا کہ مرد نے مجھکو طلاق دی ہی اور مرد نے دعوے کیا کہ خلع عوض مہر اور نفقہ عدت کے ہوا ہی اور گواہ کسی کے نہین تو عورت کا قول مہر مین معتبر ہوگا اور مرد کا قول نفقہ عدت مین مقبول ہوگا مہر مین عورت کا قول اسواسطے معتبر ہوا کہ زوجین مین بقاے مہر اصلی امر ہی اور لائق اعتبار کے قول اسیکا ہی جو تمسک ہوا اصل کا اور نفقہ عدت مین زوج کا قول اسواسطے معتمد ہوا کہ عورت نفقہ عدت کے استحقاق کی مدعی ہی بسبب طلاق کے اور زوج اسکا منکر ہی اور بحر الرائق مین کہا کہ یہ تعلیل مشکل ہی اسواسطے کہ زوج اور زوجہ استحقاق نفقہ عدت مین متفق ہین اسواسطے کہ طلاق اور خلع دونون سے نفقہ ثابت ہوتا ہی تو کیونکر ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی **خلع امرأتیہ علی عبد قسمت قیمتہ علی مہریہما** خلع کیا مرد نے اپنی دو عورتون سے ایک غلام پر تو منقسم ہوگی قیمت غلام کی دونون عورتون کے معین مہرون پر مثلاً قیمت غلام کی ہی تیس درم اور ایک عورت کا مہر دو سو درم کا ہی اور دوسری کا ہی سو درم کا تو دو سو درم والی پر بیس درم لازم ہونگے اور سو درم والی پر دس درم واجب ہونگے طحطاوی نے کہا یہ قسمت اس صورت مین ہی کہ وہ غلام کسی اجنبی شخص کا ہو یا دونون عورتون کا ہو اور دونون کے مہر برابر نہون اور اگر غلام عورتون کا مملوک ہو بالمناصفہ اور دونون کے مہر بھی برابر ہون تو قیمت کی تقسیم کی کچھ حاجت نہین وہی غلام بدلہ خلع کا ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی **خلعتک علی عبدی وقف علی قبولہا ولم یجب شیء** بعد مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجھے خلع کیا اپنے غلام پر تو نافذ ہونا خلع کا عورت کے قبول کرنے پر موقوف رہیگا اسواسطے کہ خلع بعوض معین جبر کے ہی تو بدون عورت کے قبول کے کیونکر درست ہوگا ولیکن عورت کو کچھ دینا لازم نہوگا کذا فی بحر الرائق اسواسطے کہ زوج کو اپنے مال سے عوض خلع کا اقرار دینا صحیح نہین **ویسقط الخلع فی نکاح صحیح ولو بلفظ بیع وشراء کما اعتمدہ الاعتمادی وغیرہ والمبارأۃ ای الابراء من الجانبین کل حق ثابت وقتہما لکل منہما علی الآخر مما یتعلق وقتہا بالنکاح حتی لو ابانہا ثم نکحہا ثانیا بمہر آخر فاختلعت منہ علی مہر ابری عن الثانی لا الاول المتعۃ کالمہر بزازیہ** اور ساقط کرتا ہی خلع نکاح صحیح مین اگرچہ خلع بلفظ بیع اور شراء کے ہو چنانچہ اسی پر اعتماد کیا ہی عمادی وغیرہ نے اور ساقط کرتا ہی مبارات یعنی ابراء جانبین اسطرح کہ عورت کہے کہ تجھکو بری کرا اپنے مال پر اور مرد کہے کہ مین نے تجھکو بری کردیا خلع اور مبارات ساقط کرتے ہین ہر ایک حق کو جو کہ بوقت خلع اور مبارات کے ثابت ہی ہر ایک حق دونون سے ہر اس قسم کا حق جو متعلق ہی اس نکاح سے جسکے بعد خلع ہوا ہیانتک کہ اگر عورت کو طلاق بائن دی پھر اس سے دوسری بار نکاح کیا دوسرا مہر ٹھہراکر پھر عورت نے خلع کی خواہش کی زوج سے اپنے مہر پر تو زوج بری ہوگا نکاح ثانی کے مہر سے نہ نکاح اول کے مہر سے اور متعہ مانند مہر کے ہی کذا فی البزازیہ ثم یہ جو کہا کہ خلع حق ثابتہ کو ساقط کرتا ہی یعنی مہر اور نفقہ اگرچہ ایام گذشتہ کا ہو اور پوشاک تو ثابت کی قید سے نفقہ عدت اور سکنی نکل گیا کہ یہ خلع سے بدون شرط کرنے کے ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ یہ حق خلع کیوقت ثابت نہ تھا بلکہ بعد ثابت ہوا اور یہ جو کہا کہ وہ حق ثابت ساقط ہوتا ہی جو متعلق ہی نکاح سے تو وہ حق نکلگیا جو بجہت نکاح کے متعلق نہین چنانچہ ایک کا دین ہو دوسرے پر بسبب قرض کے یا بسبب قیمت مبیع کے تو ایسا حق خلع سے ساقط ہوگا اور یہ جو کہا کہ متعہ مہر کے مثل ہی اسکی صورت یہ ہی کہ عورت سے بدون تقرر مہر کے نکاح کیا اور قبل دخول خلع کیا تو متعہ یعنی ایک جوڑا کپڑے کا دینا ساقط ہوگا ہر چند قیاس اسکو مقتضی ہی کہ متعہ ساقط نہو خلع سے مانند نفقہ عدت کے اسواسطے کہ یہ حق وقت خلع ثابت نہ تھا بلکہ بعد ثابت ہوا لیکن جو کہ متعہ عوض ہی مہر کا تو جیسے مہر ساقط ہوتا ہی ویسے ہی یہ بھی ساقط ہوگیا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن ابی السعود **وفیہا اختلعت علی ان لا دعوی لکل علی صاحبہ ثم ادعی ان لہ کذا من القطن صح لاختصاص البراءۃ بحقوق النکاح** اور بزازیہ مین ہی کہ عورت نے خلع کیا اس شرط پر کہ کچھ دعوی نہین کسیکا اپنے ساتھی پر پھر مرد نے دعوی کیا کہ اسکی یعنی میری اتنی روئی ہی عورت کے ذمہ پر تو یہ دعوی صحیح ہی بسبب مخصوص ہونے برات کے ساتھ حقوق نکاح کے یعنی خلع سے حقوق نکاح البتہ ساقط ہوجاتے ہین اور **حقوق الا نفقۃ العدۃ وسکناہا فلا یسقطان الا اذا نص علیہا فتسقط النفقۃ لا السکنی لانہا حق الشرع اذا ابرأتہ عن مؤنۃ السکنی فیصح فتح وہو مستغنی عنہ بما ذکرنا اذ النفقۃ والسکنی لم یجبا وقتہا بل بعدہا** سب حقوق متعلق بنکاح ساقط ہوتے ہین مگر نفقہ عدت کا اور سکنی عورت کا سو یہ نہین ساقط ہوتے مگر جبکہ تصریح ہوگئی ہو نفقہ عدت کی نفی پر تو نفقہ عدت کا ساقط ہوگا نہ سکنی اسواسطے کہ سکنی حق شرع ہی حق تعالی نے فرمایا کہ (لا تخرجوہن من بیوتہن) یعنی نہ نکالو مطلقات کو انکے رہنے کے مکان سے تا انقضاے

عدت مگر جبکہ عورت مرد کو بری الذمہ کردے بار برداری اور سکنی کے خرچ سے اسطرح کہ مثلاً دونون کرایہ کے مکان مین رہتے تھے تو عورت نے اپنے اوپر کرایہ دینا لازم
کرلیا یون بولی کہ مین دوسرا گھر کرایہ کو لونگی یا کرایہ اپنے مملوک کے گھر مین رہتی ہو تو اسطرح صحیح ہوگا کذا فی فتح القدیر خلاصہ یہ کہ سکنی کسیطرح ساقط نہین ہوتا لیکن کرایہ سکنی
کا البتہ ابراء سے ساقط ہوتا ہی شارح کہتا ہی کہ نفقۂ عدت اور سکنی کے استثنا کرنے کی کچھ حاجت نہین بوجب ہمارے بیان کے یعنی (قولہ ثابت وقتہما بعد قول المصنف کل حق کی)
اسواسطے کہ نفقہ اور سکنی واجب ہی نہین وقت خلع اور مبارات کے بلکہ بعد انکے واجب ہوئے ہین یعنی اگر مصنف ثابت وقتہما کی قید لگاتا جیسی شارح نے لگائی ہی تو استثنا کرنے
کی کچھ حاجت نہین ہوتی لیکن چونکہ مصنف نے اس قید کو مذکور نہین کیا تو البتہ استثنا کرنے کی حاجت ہوگی اور بعض حواشی مین یون ہی کہ قید ثابت کی مصنف کے قول یسقط
سے مفہوم ہوتی ہی اسواسطے کہ امر ثابت ساقط ہوتا ہی نہ کہ امر حادث تو اس توجیہ سے الا نفقۃ العدۃ استثناء منقطع ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وقیل الطلاق علی مال
سقط للمہر کالخلع والمعتمد کذا ذکرہ البزازی اور قول نامعتمد یہ ہی کہ طلاق عوض مال کے بھی مہر کو ساقط کرتا ہی مانند خلع کے اور قول معتمد یہ ہی کہ ساقط نہین
کرتا کذا ذکرہ البزازی لولا بری اور ابراک اللہ ذکرہ البہنسی اور زوج بری نہین ہوتا عورت کے اس قول سے کہ خدا تجھکو بری کرے چنانچہ بہنسی نے اسکو ذکر کیا ہی اور اسکا
شاگرد علامہ باقانی اور خیرالدین رملی بھی اسی کے قائل ہین لیکن قاری ہدایہ نے اسکے خلاف فتوی دیا ہی اور کہا ہی کہ اس قول سے طلاق واقع ہوگی اور ابرا
صحیح ہوگا اور گاذرونی اسکا تابع ہوگیا ہی اپنے فتاوے مین اور علامہ مقدسی نے کہا کہ ہمارے زمانے مین یہ رائج ہی کہ مرد عورت سے برأت چاہتا ہی سو عورت
کہتی ہی کہ اللہ تجھکو بری کرے اور مین نے لکھدیا ہی کہ یہ برأت صحیح ہی بسبب عرف کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الاسماعیلی شرط البراءۃ من نفقۃ الولد ان
وقتا وقتا کسنۃ صح ولزم والا لا بحر وفیہ عن المنتقی وغیرہ لو کان الولد رضیعا صح وان لم یوقتا وترضعہ حولین بخلاف الفطیم شرط کیا زوج نے خلع
مین اپنا بری الذمہ ہونا اپنے لڑکے کے خرچ سے تو اگر دونون نے کوئی برأت کی مدت مقرر کی چنانچہ ایک سال کی مدت تو یہ شرط صحیح ہی اور عورت
پر نفقہ لڑکے کا لازم ہوگیا اور اگر مدت نفقہ کی مقرر نہ کی تو شرط بھی صحیح نہ ہوگی اور عورت پر نفقہ بھی نہ لازم ہوگا کذا فی بحر الرائق اور اسی مین
منتقی وغیرہ سے منقول ہی کہ اگر لڑکا شیرخوار ہوگا تو شرط برأت کی صحیح ہوگی اگرچہ دونون نے مدت نہ مقرر کی ہو اور عورت اسکو دودھ پلادے
دو برس اسواسطے کہ شیرخوار مین قرینہ دلالت کرتا ہی کہ تا مدت رضاعت نفقہ مراد ہی بخلاف اس لڑکے کے جو دودھ چھوڑ چکا ہی کہ اگر اسکی پرورش مین مدت
مقرر نہین ہوئی تو عورت پر نفقہ لازم نہوگا لیکن خلع صحیح ہوگا بسبب قبول کرلینے عورت کے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو تزوجہا او ہربت او ماتت
اومات الولد رجع ببقیۃ نفقۃ الولد والعدۃ اور اگر خلع کیا عورت سے بشرط برأت نفقۂ عدت اور نفقۂ ولد کے اور پھر اس عورت سے نکاح کیا کہ عورت
نفقہ رسانی ولد سے بھاگ نکلی یا کہ عورت بعد شرط مذکور کے مرگئی یا کہ لڑکا مرگیا تو زوج پھیر دے بقیہ نفقہ ولد اور نفقہ عدت کو در صورت نکاح کر لینے
مختلعہ مذکورہ کے زوج پر نفقہ عورت کا لازم ہوگیا اور یہان آکر لڑکے کو بھی اُسکے باپ کے مال سے کھلاویگی لہذا زوج کو جسقدر مدت بعد عدت باقی
رہی ہوگی اُتنی مدت کا نفقہ عورت کا اور نفقہ ولد کا پھیر لینا جائز ہی اسواسطے کہ وہ عوض تھا خلع کا اور در صورت ہرب بھی بقیہ نفقہ کو زوج پھیر لیگا اسواسطے کہ عورت
نے شرط کو پورا نہ کیا ہرب سے یا یہ مراد ہی کہ نفقہ رسانی سے عورت بھاگی کذا فی النہر الفائق یا یہ مراد ہی کہ عورت ناشزہ ہوجاوے یعنی نافرمانی کرے تاکہ نفقہ عدت کا ساقط
ہوجاوے کذا فی البحر الرائق اور در صورت مرجانے عورت کے اُسکے متروکہ سے بقیہ نفقہ کو زوج بھرلے کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا شرطت براتہا در صورت مرنے
عورت یا مرنے ولد کے بقیہ نفقہ کو زوج پھیر لیگا مگر اُسوقت نہ لے سکیگا جبکہ عورت نے اپنی برأت شرط کرلی ہو یعنی خلع کیوقت عورت نے یہ شرط کرلی ہو کہ مین
مرگئی یا کہ لڑکا مرگیا تو مین بری الذمہ ہون نفقہ سے ولہا مطالبتہ بکسوۃ الصبی الا اذا اختلعت علیہا ایضا ولو فطیما فیصح کالطعام اور جس صورت مین خلع
بعوض نفقہ وارد ہوا ہو تو عورت کو جائز ہی کہ پوشاک ولد کی اُسکے باپ سے طلب کرے مگر اس صورت مین مطالبہ نہ ہوگا جب کہ عورت نے پوشاک کے عوض بھی خلع کیا ہو
اگرچہ لڑکا شیرخوار نہو تو بھی خلع کرنا بعوض اُسکے لباس کے صحیح ہی چنانچہ اجارہ دائی کا طعام اور پوشاک پر صحیح ہی ہر چند یہ اجارہ مجہول ہی لیکن منازعت کا باعث

نہین اسواسطے کہ والدین بسبب کثرت شفقت ولد کے دوائی کے کھانے اور لباس دینے مین تنگی نہین کرتے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو خالعتہ علی نفقۃ ولدہ شہرا مثلا وہی معسرۃ فطالبتہ بالنفقۃ یجبر علیہا وعلیہ الاعتماد فتح اور اگر عورت نے خلع کیا مرد سے اُسکے ولد کے ایک مہینے کے خرچ پر اور عورت محتاج ہے سوائے اسکے مرد سے ولد کا خرچ مانگا تو مرد سے بزور خرچ دلایا جاویگا اور اسی قول پر اعتماد ہے کذا فی فتح القدیر یعنی چونکہ عورت مفلس ہے تو ولد کے باپ سے حاکم اسکا خرچ ضروری دلاویگا اور عورت پر ایک مہینے کا نفقہ قرض رہیگا جب اُسکو مقدور ہوگا تو مرد کو دیگا وفیہ لو اختلعت علی ان تمسکہ الی البلوغ صح فی الانثی لا الغلام ولو تزوجت فللزوج اخذ الولد وان اتفقا علی ترکہ لانہ حق الولد ویطالبہ الی تمام المدۃ نہر معزیا علیہا وفی فتح القدیر مین ہے کہ اگر عورت نے خلع کیا اس شرط پر کہ ولد کو اپنے پاس رکھیگی اُسکے بالغ ہونے تک تو یہ خلع صحیح ہوگا لڑکی کے حق مین نہ پسر کے حق مین اسواسطے کہ لڑکا عورت کی صحبت مین تا بلوغ رہنے سے زنانہ ہو جاویگا مردون کے آداب سے ناواقف رہیگا اور اگر عورت نے نفقہ ولد پر خلع کرکے دوسرے مرد سے نکاح کیا تو زوج اول کو اپنے لڑکے کا لے لینا ضرور ہے اگرچہ زوج اول اور عورت متفق ہون عورت کے پاس لڑکا رہنے پر بعد نکاح کے تو بھی لینا ضرور ہے اسواسطے کہ یہ حق ہے ولد کا اور تا مال کیا جاویگا اس مدت کے رکھنے کے خرچ مین یعنے مثلاً ایک مہینے کے خرچ پر عورت سے خلع ہوا تھا تو حساب کیا جاوے کہ باپ نے جو چھ مہینے بھر ولد کو رکھا تو کتنا اسپر خرچ ہوا تو اسیقدر مال عورت سے زوج اول پھیرے خلع الاب صغیرتہ بمالہا ومہرہا طلقت فی الاصح کما لو قبلت وہی ممیزۃ ولم یلزم المال لانہ تبرع خلع کیا باپ نے اپنی صغیرہ بیٹی کا اُسکے مال یا اُسکے مہر کے عوض تو اُسپر طلاق واقع ہوگی قول اصح مین چنانچہ طلاق واقع ہوتی ہے اُس صورت مین کہ اگر صغیرہ تمیز دار ہو اور خلع کو قبول کرے اور مال دینا لازم نہ آویگا نہ باپ پر نہ صغیرہ پر اسواسطے کہ باپ کا خلع کرنا مال پر از قسم تبرع ہے یعنی فعل غیر ضروری ہے تو معتبر نہوگا وکذا الکبیرۃ الا اذا قبلت فیلزمہا المال اور اسی طرح اگر باپ نے کبیرہ بیٹی کا خلع کیا تو طلاق واقع ہوگی اور مال دینا لازم نہ آویگا مگر جبکہ کبیرہ نے مال کا دینا قبول کر لیا ہو تو اسکو مال کا دینا ہوگا ولا یصح من الام ما لم تلتزم البدل اور صحیح نہین خلع صغیرہ کا مان کی طرف سے جبتک کہ مان اپنے اوپر عوض کے مال کو لازم نہ کرلے بسبب عدم ولایت علی صغیر اصلا اور صحیح نہین خلع کرنا ولد صغیر پر کسیطرح یعنی نہ باپ خلع کر سکتا ہے نہ مان خواہ اپنے مال سے ہو خواہ صغیرہ کے مال سے اسواسطے کہ صغیر طلاق کا مالک نہین تو مان یا باپ اُسکے نائب بھی نہین ہو سکتے کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو خالعت بالمراۃ بذلک ای بمالہا او بمہرہا وہی غیر رشیدۃ فانہا تطلق ولا یلزم المال حتی لو کان بلفظ الطلاق یقع رجعیا فیہا شرح الوہبانیۃ چنانچہ اگر خلع کیا عورت نے بعوض اپنے مال کے یا بعوض اپنے مہر کے اور حالانکہ عورت ہوشیار نہین یعنی امور دنیاوی مین نادان ہے تو وہ مطلقہ ہوگی اور اسکو مال کا دینا لازم نہوگا یہانتک کہ اگر خلع بلفظ طلاق ہوگا تو دونون صورتون مین یعنی درصورت صغیرہ اور نادان ہونے کے طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح خالی از عوض ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ فان خالعہا الاب علی مال ضامنا لہ ای ملتزما لا کفیلا لعدم وجوب المال علیہا صح والمال علیہ کالخلع من الاجنبی فالاب اولی بلا سقوط مہر لانہ یدخل تحت ولایۃ الاب پھر اگر صغیرہ یا نادان کا خلع کیا باپ نے مال پر خود ضامن ہوکر یعنی مال دینا اپنی ذات پر لازم کرکے خلع کیا نہ صغیرہ کی طرف سے کفیل ہوکر بسبب نہ واجب ہونے مال کے صغیرہ پر تو اگر باپ نے بالتزام مال خلع صغیرہ کا کیا تو صحیح ہے اور مال کا دینا باپ پر واجب ہوگا مانند خلع کرنے اجنبی شخص کے یعنی جب اجنبی کا خلع کرنا بالتزام مال صحیح ہوا تو باپ کا خلع کرنا بطریق اولی صحیح ہے بدون سقوط مہر صغیرہ کے اسواسطے کہ مہر باپ کی ولایت مین داخل نہین ومن حیل سقوطہ ان یجعلا بدل الخلع علی اجنبی بقدر المہر ثم یحیل بہ الزوج من لہ ولایۃ قبض ذلک منہ بزازیۃ اور حیلہ سقوط مہر کا یہ ہے کہ زوج اور باپ عوض خلع کا اجنبی پر ٹھہراوین بقدر مہر کے تو اجنبی یون کہے کہ بدل خلع کا دینا مجھپر لازم ہوا پھر زوج بدل خلع کا حوالہ کرے اسکو جسکو زوج سے مہر لینے کی ولایت ہے یعنی باپ کو کذا فی البزازیہ یعنی زوج صغیرہ کے باپ سے کہے کہ تو فلانے اجنبی سے اپنی صغیرہ کا مہر لے تو اس تدبیر سے صغیرہ کا مہر زوج سے ساقط ہوگا وان شرطا ای الزوج والاب الضمان علیہا ای الصغیرۃ فان قبلت وہی من اہلہ بان تعقل ان النکاح جالب والخلع سالب

طلقت بلا شئ لعدم اہلیة الغرامة وان لم تقبل او لم تعقل لم تطلق وان قبل الاب فی الاصح زیلعی اور اگر زوج نے بدل خلع کی ضمانت صغیرہ پر شرط
کی سو اگر صغیرہ نے خلع قبول کیا اور حالانکہ اُسکو لیاقت تھی قبول کرنے کی اسطرح پر کہ وہ اتنا بوجھتی سمجھتی ہو کہ نکاح سے مال حاصل ہوتا ہو اور خلع سے
مال جاتا ہو تو اُسپر طلاق واقع ہو گی مفت اسواسطے کہ صغیرہ قابل تاوان کے نہین اور اگر صغیرہ نے خلع بشرط ضمان غ قبول کیا یا قبول کیا لیکن اُسکو اتنا فہم نہین کہ
نکاح سے مال حاصل ہوتا ہو اور خلع سے نقصان ہوتا ہو تو اُسپر طلاق نہ واقع ہو گی اگرچہ اُسکے باپ نے قبول کر لیا ہو اُسکی طرف سے قول اصح مین کذا فی شرح الزیلعی
ولو بلغت واجازت جاز فتح اور اگر صغیرہ بالغ ہوئی اور اُسنے قبول سابق کو جائز رکھا تو خلع جائز ہو گا کذا فی فتح القدیر اور منتقی مین کہا کہ اگر صغیرہ نے
بعد بلوغ کے اپنے باپ کے قبول کو درست رکھا تو جائز ہو گا اور طحطاوی نے کہا کہ یہ بھی احتمال ہو کہ صغیرہ بعد بلوغ کے اپنے قبول سابق کو جائز رکھے
کذا فی حاشیة المدنی قال الزوج خلعتک فقبلت المرأة ولم یذکرا مالا طلقت لوجود الایجاب والقبول وبری عن المهر المؤجل لو کان علیه والا
یکن علیه من المؤجل شئ ردت علیه ما ساق الیها من المهر المعجل لما مر انه معاوضة فتعتبر بقدر الامکان کہا زوج نے کہ مین نے تجھسے خلع کیا سو قبول
کر لیا عورت نے اور دونون نے کچھ مال کو نہ ذکر کیا تو عورت مطلقہ ہو گی بسبب پائے جانے ایجاب و قبول کے اور زوج بری الذمہ ہو گا مہر موجل سے
اگر مہر موجل ہنوز اُسپر ہو گا اور اگر مہر موجل سے کچھ نہ باقی رہا ہو گا تو عورت پھیر دے اُسکو جسقدر کہ مہر معجل زوج اُسکو دے چکا ہو اسواسطے کہ یہ مذکور ہو چکا ہو کہ خلع
معاوضہ ہو عورت کیطرف سے تو بقدر امکان معاوضہ معتبر ہو گا خلع المریضة یعتبر من الثلث لانه تبرع فله الاقل من ارثه وبدل الخلع ان خرج من الثلث والا
فالاقل من ارثه والثلث وان ماتت فی العدة ولو بعدها او قبل الدخول فله البدل ان خرج من الثلث وتمامه فی الفصولین اور خلع بیمار عورت کا معتبر ہو
اُسکے تہائی مال سے اسواسطے کہ بیماری مین خلع کرنا تبرع ہو اور تبرع صحیح نہین مگر تہائی مال سے تو وراثت اور بدل خلع مین سے جو کمتر ہو گا سو زوج اُسکو
پاویگا بشرطیکہ ثلث زیادہ ہو وراثت اور بدل خلع سے اور اگر ثلث زیادہ نہو وراثت اور بدل خلع سے تو وراثت اور ثلث مین سے جو کمتر ہو گا زوج
کو ملیگا یعنی اگر زوج کی ارث کم ہو ثلث سے تو ارث پاویگا اور اگر ثلث کم ہو ارث سے تو ثلث پاویگا یہ اُس صورت مین ہو جبکہ عورت عدت مین مر گئی
ہو اور اگر عورت بعد عدت کے مر گئی یا خلع قبل الدخول کے بعد مر گئی تو زوج بدل خلع کا پاویگا اگر بدل کمتر ہو ثلث سے اور اگر بدل ثلث سے کم نہو
تو ثلث ہی پاویگا اور پورا بیان اِسکا جامع الفصولین مین ہو اختلعت المکاتبة لزمها المال بعد العتق ولو باذن المولی لحجرها عن التبرع خلع کیا مکاتبہ
نے تو لازم ہو گا اُسپر مال بعد آزاد ہونے مکاتبہ کے اگرچہ اُسنے خلع مالک کی اجازت سے کیا ہو بسبب ممنوع ہونے مکاتبہ کے تبرع سے یعنی ہنوز مال
دیکر اُسنے اپنی گلوخلاصی نہین کی لہذا اُسکو عقود زائدہ غیر ضروریہ جائز نہین ولو امة وام الولد ان باذن المولی لزمها المال للحال فتباع الامة
وتسعی ام الولد والمدبرة ولو بلا اذن فبعد العتق اور اگر خلع کیا لونڈی اور اُم ولد نے اگر باجازت مالک کے خلع کیا ہو تو ان دونون پر فی الحال مال لازم
ہو گا تو لونڈی بدل خلع کیواسطے بیچ لیجائیگی اور اُم ولد اور مدبرہ مزدوری کر کے مال ادا کرینگی اور اگر لونڈی اور اُم ولد نے بدون اجازت مالک کے خلع کیا ہو
تو بعد آزاد ہونے کے مال دینا اُنپر لازم آویگا خلع الامة مولاها علی رقبتها ان زوجها حرا صح الخلع مجانا وان زوجها مکاتبا او عبدا
او مدبرا صح وصارت امة للسید فلا یبطل النکاح خلع کیا لونڈی کا اُسکے مالک نے لونڈی کی گردن پر یعنی خود لونڈی کو بدل خلع کا قرار دیا
تو اگر زوج لونڈی کا آزاد ہو تو خلع صحیح ہو گا مفت اور اگر اُسکا زوج مکاتب ہو یا غلام ہو یا مدبر ہو تو خلع صحیح ہو اور لونڈی زوج کے مالک کی مملوک
ہو جاویگی اسواسطے کہ زوج خود مملوک ہو تو نکاح قائم رہیگا باطل نہو گا اسواسطے کہ زوج زوجہ کا مالک نہ ٹھہرا کہ نکاح باطل ہوتا اور عدم ملکیت غلام اور
مدبر کی ظاہر ہو مگر مکاتب مالک ہو گا زوجہ کا لیکن اُسکی ملکیت تام نہین تو نکاح فسخ نہو گا اور بعد آزاد ہونے مکاتب کے زوجہ اُسکی ام ولد ہو جاویگی اگر اولاد
ہو گی اور اگر اولاد نہو گی نکاح فسخ ہو کر اُسکی لونڈی بن جاویگی تو یہ جو متن مین کہا ہو کہ لونڈی مکاتب کے مالک کی مملوک ہو جاویگی یہ اُس صورت مین ہو جبتک

وہ آزاد نہین ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی اما الحر فلہ ملکہا لبطل النکاح فکان فی تصحیحہ ابطالہا اختیار اور زوج آزاد کا تو یہی حال ہو کہ اگر وہ لونڈی کا مالک
ہو نکاح باطل ہو جاوے پھر جب نکاح باطل ہوا تو خلع بھی باطل ہوگا اور جب خلع باطل ہوگا تو لونڈی کا نہ مالک ہوگا تو خلع کی تصحیح مین ابطال
خلع کا ہو گیا کذا فی الاختیار اور حالانکہ یہ باطل ہو لہذا زوج آزاد کی ملکیت باطل ٹھہری تا کہ یہ قبائح لازم نہ آوین کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ
شارح کے قال خالعتک علی الف ثلاثا فقبلت طلقت ثلاثۃ آلاف لتعلیقہ بقبولہا کہا زوج نے کہ مین نے تجھے خلع کیا ہزار پر اسکو تین بار کہا سو عورت نے
قبول کیا تو عورت مطلقہ ہوگی بعوض تین ہزار کے بسبب تعلیق ہونے طلاق کے عورت کی قبول پر یعنی جب زوج نے کہا کہ مین نے تجھے خلع کیا ہزار پر
تو مطلب یہ ہوا کہ اگر تو قبول کرے تو مختلعہ ہو ہزار پر پھر جب اسکو تین بار کہا تو اخیر مین عورت نے قبول کیا تو تین طلاق کی شرط تعلیق کی پائی گئی یعنی قبول کرنا
عورت کا لہذا تین بار طلاق عوض تین ہزار کے واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی فی الملتقی انت طالق اربعا بالف فقبلت طلقت ثلثا بالف وان قبلت
الثلث لم تطلق لتعلیقہ بقبولہا بازاء الاربع در ملتقی مین ہو کہ زوج نے کہا کہ تو طالق ہو چار بار عوض ہزار کے سو عورت نے قبول کیا تو سہ تین بار طلاق واقع
ہوگی عوض ہزار کے اور چوتھی طلاق بسبب عدم محل کے لغو ہو جاویگی اور اگر عورت نے تین طلاق کو قبول کیا چار طلاق مین سے تو کوئی طلاق نہ واقع ہوگی بسبب
تعلیق کرنے زوج کے طلاق کو عورت کے قبول پر بمقابلہ چار طلاق کے تو گویا زوج نے یون کہا کہ اگر تو چار طلاق کو عوض ہزار کے قبول کرے تو تو مطلقہ ہو تو جبتک چار
طلاق کو عورت نہ قبول کریگی شرط نہ پائی جاویگی انت طالق علی دخولک الدار توقف علی القبول وعلی ان تدخل الدار توقف علی الدخول قلت فیطلب الفرق فان ان والفعل
بمعنی المصدر فتدبر زوج نے کہا کہ تو طالق ہو بشرط دخول دار کے تو موقوف ہوگی طلاق عورت کی قبول پر یعنی بعد قبول کے طلاق واقع ہوگی اگرچہ دخول دار نہ ہوا اور اگر یون کہا کہ
(انت طالق علی ان تدخلی الدار) یعنی تو طالق ہو اس شرط پر کہ تو داخل ہو گھر مین تو طلاق موقوف ہوگی دخول پر شارح کہتا ہو مین کہتا ہون کہ ان دونون صورتون مین
وجہ فرق کی تلاش کرنا چاہیے اسواسطے کہ ان اور اسکے بعد کا فعل بمعنی مصدر کے ہو تو پہلے مسئلہ مین بھی مصدر ہو یعنی دخول اور دوسرے مسئلہ مین بھی معنوی مصدر ہو پھر
کیا وجہ کہ پہلی صورت مین تو قبول پر طلاق موقوف ہو اور دوسری صورت مین دخول پر موقوف تو اسکے جواب مین غور و تامل کرو مصدر صریح اور مصدر ماول مین البتہ
فرق ثابت ہو چنانچہ شیخ رحمتی محشی نے شرح ملتقی سے نقل کیا ہو کہ مصدر صریح کا حمل کرنا شخص انسانی پر صحیح نہین تو یون کہنا درست نہین کہ (انت الا دخولک الدار و اما عدم)
تو حاجت پڑی تقدیر مضاف کی یعنی انت طالق علی التزامک دخول الدار تو مطلب یہ ہوا کہ تو طالق ہو بشرط التزام اور قبول کرنے تیرے کے دخول دار کو لہذا مصدر
صریح مین قبول پر طلاق موقوف ہوگی نہ دخول پر اور مصدر اول کا حمل کرنا جسم انسانی پر صحیح ہو چنانچہ یون کہنا درست ہو کہ (انت اما ان تدخلی و اما ان لا تدخلی)
اسواسطے کہ فعل مین ضمیر موجود ہو کچھ ضرورت تقدیر مضاف کی نہین تو انت طالق علی ان تدخلی الدار مین حمل صحیح ہو بدون تقدیر مضاف کے تو طلاق دخول پر
موقوف ہوگی نہ قبول پر اسواسطے کہ دخول حقیقۃ مدلول ہو اس لفظ کا اور التزام دخول مجازا ہو اور ہوتے حقیقت کے مجاز کیطرف عدول کرنا جائز نہین کذا فی
حاشیۃ المدنی قال خلعتک واحدۃ بالف وقالت انما سألتک الثلث فلک ثلثہا فالقول لہا زوج نے کہا کہ مین نے تجھے خلع کیا ایک طلاق کر بعوض ہزار کے اور
عورت نے کہا کہ مین نے تجھسے تین طلاق کا سوال کیا تھا تو تجھکو ہزار کی تہائی چاہیے تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا یعنی مع الیمین خلعہا علی ان صداقہا لولدہا اذ
لاجنبی او علی ان یمسک الولد عندہ صح الخلع وبطل الشرط خلع کیا عورت سے اس شرط پر کہ عورت کے مہر کا عورت کا بیٹا مالک ہو یا کوئی بیگانہ شخص مالک ہوگا
یا اس شرط پر خلع کیا کہ عورت لڑکے کو مرد کے پاس رہنے دے تو خلع صحیح ہو اور یہ شرط باطل ہو اسواسطے کہ خلع اسکو مقتضی ہو کہ زوجین مین ایک کا حق دوسرے
پر نہ باقی رہے منجملہ حقوق نکاح کے تو عورت کی بیٹی کو یا اجنبی کو مہر کا مالک قرار دینا یہ شرط فاسد ہو مخالف خلع کے لہذا خلع صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوگی تو مہر
زوج کا ہوگا نہ ولد اور اجنبی کا اور پرورش ولد کا حق عورت پر شرعا ثابت ہو تو ساقط کرنے سے ساقط نہوگا قالت اختلعت منک فقال طلقتک بانت قیل یعنی
عورت نے کہا کہ مین خلع چاہتی ہون تجھسے سو مرد نے کہا کہ مین نے تجھکو طلاق دی تو یہ طلاق بائن ہو اسواسطے کہ تطلیق اختلاع کے جواب مین واقع ہوئی اور

اختلاع مقید ہی جدائی کا اور اسی فتوی دیا ہی امام ظہیر الدین نے اور قول ضعیف یہ ہو کہ یہ طلاق رجعی ہو اسواسطے کہ اعتبار مرد کے الایقاع کا ہو نہ عورت کی الیقاح کا اور مرد نے
بلفظ صریح طلاق دی ہو تو رجعی ہی واقع ہوگی اور یہ قول ہو قاضی ابو علی نسفی کا کذا فی حاشیۃ المدنی ولا رواية لو قالت ابرأتك من المهر بشرط الطلاق الرجعي فطلقها
رجعيا لكن في الزيادات انت طالق اليوم رجعيا وغدا اخرى رجعيا بالف فالبدل لهما وهما بائنان لكن يقع غدا بغير شئ ان لم يعد ملكه اور قنیہ مین کہا کہ کوئی روایت
نہین اس صورت مین کہ اگر عورت نے کہا کہ مین نے تجھکو بری الذمہ کیا مہر سے بشرط طلاق رجعی کے سو مرد نے اُسکو رجعی طلاق دی یعنی اس صورت
مین بائن طلاق ہوگی باعتبار مقابلہ مال کے یا رجعی ہوگی باعتبار ایقاع کے لیکن زیادات مین یون ہو کہ مرد نے کہا کہ تجھکو آج ایک طلاق رجعی ہو
اور کل دوسری رجعی طلاق ہو عوض ہزار درم کے تو ہزار درم بدلا دونون طلاق کا ہوگا اور دونون طلاق بائن ہونگی لیکن آج ایک طلاق بعوض پانسو کے واقع ہوگی
اور کل دوسری طلاق بدون مال کے واقع ہوگی اگر دوبارہ ملک زوج کی نہ ثابت ہوئی ہو یعنی اگر زوج نے پہلی طلاق کے بعد عورت سے نکاح نہ کیا تو عورت
پر مال دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ مطلقہ بائنہ کا التزام مال صحیح نہین بسبب باقی رہنے ملکیت زوج کے تو عوض بلا عوض کیونکر ہو ہان اگر بعد طلاق کے دوسری بار
نکاح کر لیا ہو تو دوسرے دن دوسری طلاق بعوض نصف باقی کے البتہ واقع ہوگی مم زیادات سے ثابت ہوا کہ طلاق رجعی بمقابلہ مال کے بائن ہو جاتی ہو تو وہ جو قنیہ مین
کہا کہ مسئلہ مذکورہ مین روایت نہین سو اسکی روایت بخوبی ثابت ہوگئی کذا فی حاشیۃ المدنی وفي الظهيرية قال لصغيرة ان غبت عنك اربعة اشهر فامرك بيدك لعد ان
تبرئيني من المهر فوجد الشرط فابرأته وطلقت نفسها لا يسقط المهر ويقع الرجعي اور فتاوی ظہیریہ مین ہو کہ زوج نے اپنی زوجہ صغیرہ سے کہا کہ اگر مین غائب رہون
تجھسے چار مہینے تو تجھکو طلاق کا اختیار ہو بعد اس امر کے کہ مجھکو بری الذمہ کردے مہر سے پھر شرط پائی گئی یعنی چار مہینے زوج غائب رہا سو
صغیرہ نے اسکو مہر سے بری کردیا اور اپنی ذات کو طلاق دی تو مہر اُسکا ساقط نہوگا اور یہ طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صغیرہ کا ابرا کرنا صحیح نہین پھر
جب مہر ساقط ہوا تو طلاق بلا مال رجعی ہوگی وفي البزازية خلعت بمهرها على ان يعطيها عشرين درهما وكذا انشأ من الارز صح ولا يشترط مكان الايفاء
لان الخلع اوسع من البيع اور بزازیہ مین ہو کہ عورت نے خلع کی درخواست کی بعوض اپنے مہر کے اس شرط پر کہ زوج اُسکو بیس درم دے یا اتنے من چانول
دے تو یہ خلع صحیح ہو اور شرط نہین مکان معین کرنا واسطے درم اور چانول دینے کے اسواسطے کہ خلع وسیع تر ہو بیع سلم سے یعنی جیسے بیع سلم مین مکان
جنس لینے دینے کا شرط ہو ویسا خلع مین شرط نہین قلت ومفاده صحة ايجاب بدل الخلع عليه فليحفظ شارح کہتا ہو مین کہتا ہون کہ روایات بزازیہ سے
یہ مستفاد ہوا کہ بدل خلع کا زوج پر بھی واجب ہونا صحیح ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی جب بیس درم زوج پر لازم آئے تو بدل خلع کا وجوب زوج پر ثابت ہوگیا لیکن
یہ اُس صورت مین ثابت ہوگا جب مہر عورت کا بیس درم سے کم ہو اور اگر مہر اُسکا زیادہ ہو بیس درم سے تو یہ بدل خلع نہوگا بلکہ استثنا ہوگا بدل خلع سے بالجملہ
زوج پر بدل خلع کا واجب ہونا مختلف فیہ ہو نستا مین کذا فی حاشیۃ المدنی وفي القنية اختلعت بشرط الصك او بشرط ان يرد اليها امتعتها فقبل لم يحرم ويشترط
كتابة الصك ورد الامتعة في المجلس اور قنیہ مین ہو کہ عورت نے خلع کی درخواست کی بشرط اقرارنامہ کے یعنی لکھنا اقرارنامہ کا زوج کے ذمہ پر ہو یا اس
شرط پر خلع کی درخواست کی کہ زوج عورت کی اجناس اور اسباب کو پھیر دے سو زوج نے اسکو قبول کر لیے تو مجرد قبول کرنے کے عورت مرد پر حرام ہو جاویگی بلکہ حرام ہونے مین لکھدینا
زوج کا اقرارنامہ کو اور پھیر دینا اسباب کا اسی مجلس مین مشروط ہو شرط دی ہے لہا چونکہ خلع مسقط ہو حقوق کا تو عورت کا مہر اس صورت مین ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی

باب الظہار

یہ باب ہو ظہار کا ظہار کو خلع کے بعد اسواسطے ذکر کیا کہ دونون غالبًا عورت کی نافرمانی سے ہوتے ہین اور خلع کو اسواسطے مقدم کیا کہ اسکی حرمت زیادہ ہو
بسبب منقطع ہو جانے نکاح کے اور ظہار مین نکاح باقی رہتا ہو لغة مصدر ظاهر من امرأته اذا قال لها انت علي كظهر امي ظہار لغت مین مصدر ہو اہل
عرب (ظاهر من امرأته) اُسوقت بولتے ہین جبکہ مرد نے اپنی عورت سے یون کہا کہ تو مجھپر ایسی ہی جیسے میری مان کی پیٹھ یہ استعارہ ہو واسطے حرمت کے یعنی

باب الظہار

حرام ہی ظہار کے معنی لغت مین ہر چند اور بھی ثابت ہین لیکن شارح نے بمناسبت مقام اسی کو مخصوص کر کیا وشرعا تشبیہ المسلم فلا ظہار لذمی عندنا اور اصطلاح شرع
مین ظہار عبارت ہی تشبیہ مسلم سے تو مسلم کی قید سے معلوم ہوا کہ کافر ذمی کیواسطے ظہار نہین ہمارے نزدیک یعنی حنفیہ کے نزدیک بخلاف مذہب شافعی کے اسواسطے
کہ ثمرہ ظہار کا کفارہ ہی اور کفارہ مین معنی عبادت کے ہین اور حالانکہ عبادت لائق نہین مگر مسلمان کیواسطے اور تشبیہ کی قید سے یون کہنا مرد کا عورت سے کہ
تو میری ماں ہی ظہار سے نکلگیا اسواسطے کہ بموجب تصریح قہستانی کے یہ قول باطل ہی اگرچہ اس کلام سے تحریم یا ظہار کا قصد کرے کذا فی حاشیۃ المدنی زوجۃ ولو
کتابیۃ او صغیرۃ او مجنونۃ تشبیہ مسلم کی اپنی زوجہ کو اگرچہ زوجہ کتابیہ ہو یا صغیرہ یا مجنونہ ہو اسواسطے کہ قرآن مجید مین ثبوت ظہار مین من نسائہم کا لفظ ارشاد
ہوا ہی اور عرف مین نساء رجل اسکی زوجات کو بولتے ہین تو کتابیہ اور صغیرہ اور مجنونہ بلکہ غیر مدخولہ سے ظہار صحیح ہوگا بخلاف اپنی لونڈی اور مدبرہ اور ام الولد
و مکاتبہ۔ اور اجنبیہ کے لیکن اجنبیہ سے بوقت اضافت الی سبب الملک البتہ ظہار صحیح ہی کما سیجئی اور فتاوی عالمگیری مین سراج سے منقول ہی کہ غیر کی لونڈی
اور مکاتبہ سے جبکہ منکوحہ ہو تو ظہار صحیح ہی او تشبیہ ما یعبر بہ عنہا من اعضائہا او تشبیہ جزء شائع منہا بمحرم علیہ تابیدا بوصف لا یمکن زوالہ یا ظہار عبارت
ہی تشبیہ اس عضو سے جس عضو کو عورت کی تعبیر کیجاتی ہی چنانچہ سر اور گردن یا ظہار عبارت ہی عورت کے جزء شائع کی تشبیہ سے ساتھ اس شخص کے جو مرد پر ہمیشہ
حرام ہی ایسے وصف کر کہ ممکن نہین زوال اسکا چنانچہ وصف مادری اور خواہری کہ گاہے زوال پذیر نہین خواہ حرمت باعتبار نسب اور صہریت
کے ہی خواہ باعتبار رضاعت کے جزء شائع کی مثال جیسے نصف اور ثلث اور ربع خلاصہ یہ ہی کہ محرمات ابدیہ کے ساتھ زوجہ کی تشبیہ دینا یا اسکے اس
عضو کی تشبیہ دینا جو بجائے کل واقع ہوتا ہی یا جزء شائع کی تشبیہ دینا اسکو ظہار کہتے ہین چنانچہ یون کہنا کہ تو میرے نزدیک الیسی جیسے میری ماں کی پیٹھ
یا تیری گردن الیسی جیسی میری ماں کی پیٹھ یا تیرا نصف بدن الیسا جیسے میری ماں کی پیٹھ فخرج تشبیہ باخت امراتہ او مطلقۃ ثلثا وکذا المجوسیۃ لجواز اسلامہا
تو وصف غیر ممکن الزوال کی قید سے اپنی عورت کو سالی کے ساتھ تشبیہ دینا یا مطلقہ ثلثہ کے ساتھ تشبیہ دینا ظہار کی تعریف سے نکل گیا ہر چند سالی
اور مطلقہ ثلثہ مرد پر حرام ہی لیکن وصف حرمت کا الیسا نہین کہ زائل نہو سکے بلکہ اگر زوجہ مرجاے یا بعد طلاق کے اسکی عدت گذرجائے تو اسکی بہن سے
نکاح جائز ہی اور مطلقہ ثلثہ سے بھی بعد زوج ثانی کے نکاح حلال ہی اور اسیطرح مجوسیہ کے ساتھ زوجہ کو تشبیہ دینا ظہار نہین بسبب احتمال اسکے
اسلام کے یعنی ہر چند مجوسیہ مسلم پر حرام ہی لیکن اگر وہ مسلمان ہوجاے تو مرد پر حلال ہوگی تو اسکی بھی حرمت دائمی نہ ٹھہری وقولہ بمحرم صفۃ لشخص المتناول للذکر
والانثی فلو شبہہا بفرج ابیہ او قریبہ کان مظاہرا قالہ المصنف تبعا للبحر اور مصنف کا قول بمحرم صفت ہی شخص مقدر کی جو شامل ہی مرد اور عورت کو
تو مطلب یہ ہوا کہ ظہار عبارت ہی تشبیہ زوجہ سے ساتھ شخص محرم کے تو اگر زوج نے اپنی زوجہ کی تشبیہ دی اپنے باپ کی شرمگاہ سے یا کسی اور
اپنے قریب کی شرمگاہ سے تو زوج مظاہر ہوگا یعنی ظہار کا حکم اسپر لازم آئیگا اسواسطے کہ مشبہ بہ عام ہی نساء سے ہو یا رجال سے ماں اور باپ
دونون کی شرمگاہ حرمت مین برابر ہین مصنف نے الیسا ہی ذکر کیا ہی اپنی شرح منح الغفار مین بحر الرائق کی پیروی کر کے اور بحر الرائق مین
اس عموم کو محیط سے نقل کیا ہی کذا فی منح الغفار وردہ فی النہر بما فی البدائع من شرائط الظہار کون المظاہر بہ من جنس النساء حتی لو شبہہا بظہر ابیہ
او ابنہ لم یصح لانہ انما عرف بالشرع والشرع ورد فی النساء اور بحر الرائق کے قول کو نہر الفائق مین رد کیا ہی بدائع کی اس عبارت سے کہ ظہار کی
شرائط سے ایک یہ شرط ہی کہ ظہار کا مشبہ بہ جنس نساء سے ہو یہانتک کہ اگر زوج زوجہ کی تشبیہ دیگا اپنے باپ کی پیٹھ سے یا اپنے بیٹے کی پیٹھ سے تو ظہار
صحیح نہین اسواسطے کہ حرمت ظہار کی شرع سے معلوم ہوئی ہی اور شرع کا حکم عورتون مین وارد ہی نہ مردون مین نعم یردما فی الخانیۃ انت علی کالدم والخنزیر
والخمر والغیبۃ والنمیمۃ والزنا والربا والرشوۃ وقتل المسلم ان نوی طلاقا او ظہارا فکما نوی علی الصحیح بان بدائع کے قول پر اعتراض وارد
ہوتا ہی خانیہ کی اس عبارت سے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو مجھپر الیسی ہی جیسے کہ خون اور سور اور شراب و غیبت و چغلخوری اور زنا

اور ربا اور رشوت اور مسلمان کا قتل کرنا اگر زوج نے اس کلام سے طلاق کی نیت کی تو طلاق ہو اور اگر ظہار کی نیت کی تو ظہار ہو بنابر قول صحیح کے کہ
خانیہ کے قول سے ثابت ہوا کہ غیر نسا کی تشبیہ مین بھی ظہار ہوتا ہو تو یہ قول بدائع کے مخالف ہوا لیکن بدائع کیطرف سے تین جواب ہوسکتے ہین جواب
اول یہ کہ غرض صاحب بدائع کی یہ ہو کہ تشبیہ رجال سے ظہار صحیح نہین اور یہ مطلب نہین کہ دم اور خمر کی تشبیہ سے بھی ظہار نہین بلکہ ان امور سے اُسکی عبارت
ساکت ہو جواب ثانی یہ کہ بدائع مین ظہار صریح کا ذکر ہو اور خانیہ مین کنایات ظہار مذکور ہین تو کچھ مخالفت نہوئی جواب ثالث یہ کہ اس مسئلہ مین دو قول مین
ایک روایت کو صاحب بدائع نے اختیار کیا اور دوسری روایت کو صاحب خانیہ نے پسند کیا چنانچہ قول اُسکا علی الصحیح دو قول ہونے پر دلالت کرتا ہو کذا فی حاشیۃ
المدنی فتاوی قاضیخان مین مذکور ہو کہ اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو مجھپر مانند مردار اور خون اور لحم خنزیر کے ہو اسمین روایات مختلف ہین اور صحیح قول یہ ہو کہ اگر کچھ نیت
نکریگا تو ایلا ہو اور اگر طلاق کی نیت کریگا تو طلاق ہوگی اور اگر ظہار کی نیت کریگا تو ظہار صحیح نہین معلوم ہوا کہ روایت قاضیخان کی مخالف ہو خانیہ کے اور موافق
ہو بدائع کے واللہ اعلم کانت علی کامی فان التشبیہ بالام تشبیہ بظہرہا و زیادۃ ذکرہ القہستانی معزیا للمحیط چنانچہ صحیح ہو نیت ظہار کی اس قول مین کہ تو میرے
نزدیک ایسی ہو جیسے کہ میری مان اسواسطے کہ مان کے ساتھ تشبیہ دینے مین اُسکے پیٹھ کے ساتھ بھی تشبیہ ہوئی ساتھ زیادتی کے یعنی جب مان کے ساتھ
تشبیہ ہوئی تو اسکی پیٹھ اور باقی اعضا کی بھی تشبیہ ہوگئی چنانچہ قہستانی نے اسکو ذکر کیا ہو محیط کیطرف منسوب کر کے وصح اضافتہ الی ملک و سببہ کان نکحتک فکذا
حتی لو قال ان تزوجتک فانت علی کظہر امی مائۃ مرۃ فعلیہ لکل مرۃ کفارۃ تاتارخانیۃ اور صحیح ہو اضافت ظہار کی طرف ملک کے یا اضافت طرف سبب ملک
کے اضافت الی الملک سے مراد یہ کہ منکوحہ ہونے کی حالت مین ظہار کرنا اور اضافت الی سبب الملک سے مراد یہ کہ قبل از نکاح تعلیق نکاح ظہار کرنا چنانچہ
یون کہنا کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون تو ایسا یہانتک کہ اگر یون کہیگا کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون تو تو مجھپر ایسی ہو جیسی میری مان کی پیٹھ سو بار تو ہر بار کیواسطے
ایک کفارہ لازم آویگا کذا فی التاتارخانیہ وظہارہا منہ لغو ولا حرمۃ ولا کفارۃ بہ یفتی جوہرہ ورجح ابن الشحنۃ ایجاب کفارۃ یمین اور ظہار کرنا عورت
کا مرد سے لغو ہو یعنی اگر عورت اپنے مرد سے یون کہے کہ تو مجھپر ایسا جیسے میرے باپ کی پیٹھ یا یون کہے کہ مین تجھپر ایسی ہون جیسی تیری مان کی پیٹھ تو اس
قول سے نہ حرمت ہوگی اور نہ کفارہ ظہار کا نہ کفارہ یمین کا اسی قول پر فتوی ہو اور ابن شحنہ نے ترجیح دی ہو کفارہ یمین کے واجب ہونے کی یعنی اگر عورت ظہار کرے
تو اسپر کفارہ یمین کا لازم آویگا نہ کفارہ ظہار کا اسواسطے کہ تحریم حلال کی یمین ہو اور یہی روایت ہو ابو یوسف سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الظہار کانت علی کظہر امی
وانت کذا والحذف علی کما فی النہر وانت کظہر امی ونحوہ کالرقبۃ مما یعبر بہ عن الکل والنصف ونحوہ من الجزء الشائع کظہر امی وکبطنہا او فخذہا او فرجہا
او کظہر اختی او عمتی او فرج امی او فرج بنتی کذا فی نسخ الشرح ولا یخفی ما فیہ من التکرار والذی فی نسخ المتن او فرج ابی بالیاء او قریبی وقد علمت ردہ اور
یہ یعنے ظہار کی مثالین چنانچہ یون کہنا زوج کا زوجہ سے کہ تو میرے اوپر ایسی ہو جیسی کہ میری مان کی پیٹھ یا تیری مان کی پیٹھ اور اسیطرح اگر لفظ
علی کا محذوف ہوجاوے کذا فی النہر الفائق یا یون کہنا کہ تیرا سر میری مان کی پیٹھ کے مانند ہو اور مانند اس لفظ کے چنانچہ گردن یعنی ایسا عضو جو تمام
بدن کے مقام پر بولا جاتا ہو چنانچہ عنق یا یون کہنا کہ تیرا نصف اور مانند اس لفظ کے از قسم جزء شائع یعنی تیرا ثلث یا ربع میری مان کی پیٹھ کے مانند ہو یا مانند
اُسکے پیٹ کے ہو یا مانند اُسکی ران کے ہو یا مانند اُسکی شرمگاہ کے ہو یا میری بہن کی پیٹھ کے مانند ہو یا میری عمہ کی پیٹھ کے مانند ہو یا میری مان یا بیٹی کی
شرمگاہ کے مانند فلاح نے کہا کہ اسیطرح لفظ فرج امی کا مصنف کی شرح کے نسخون مین واقع ہو اور اسمین جو تکرار ہو سو مخفی نہین اور جو متن کے نسخون مین ہو سو بجا
فرج امی کے فرج ابی او قریبی ہو اور تجھکو اُسکا مردود ہونا معلوم ہوچکا ہو نہر الفائق کے کلام سے نقل روایت بدائع کے یعنی ظہار تشبیہ رجال سے صحیح نہین خلاصہ
یہ کہ جب منکوحہ کو تشبیہ دے محرمات ابدیہ کی اُن اعضا سے جنکو دیکھنا اُسکو جائز نہین تو ظہار صحیح ہو تو اگر ہاتھ یا پاؤن کے ساتھ تشبیہ دیگا تو ظہار کا حکم
نثابت ہوگا اسواسطے کہ ان اعضا کا دیکھنا محرم کو درست ہو بخلاف پیٹھ اور پیٹ اور ران کے لیصیر بہ مظاہرا لانہ صرح فیحرم وطیہا علیہ و

ودواعیہ للمنع عن التماس الشامل للکل وکذا یحرم علیہا تمکینہ لایحرم النظر وعن محمد لو قدم من سفرہ تقبیلہا للشفقۃ زوج ان الفاظ مذکورہ سے مظاہر ہوجاتا ہی بدون نیت کے اسواسطے کہ یہ صریح ظہار ہی اور صریح محتاج نیت کا نہین پھر جب زوج مظاہر ہوا تو حرام ہی وطی منکوحہ کی زوج پر اور دواعی وطی کے حرام ہین چنانچہ مساس ور بوسہ بسبب ممنوع ہونے مظاہر کے تماس سے یعنی چھونے اور ہاتھ لگانے سے قال اللہ تعالیٰ من قبل ان یتماسا اور یہ شامل ہی وطی اور اُسکی دواعی کو سب کو اور محمد رح سے ایک روایت یہ ہی کہ اگر مظاہر سفر سے آیے تو جائز ہی اُسکو بوسہ لینا عورت کا باعتبار شفقت اور مہربانی کے نہ باعتبار شہوت کے بحرالرائق مین کہا کہ قید سفر کی روایت مین تحریف ہی اسواسطے کہ تقبیل بلا شہوت سفر اور حضر دونون مین درست ہی کذا فی حاشیۃ المدنی حتی یکفر وان عادت الیہ بملک یمین او بعد زوج آخر لبقاء حکم الظہار وکذا اللعان مظاہر پر وطی اور اُسکے دواعی حرام ہین یہانتک کہ کفارہ دے یعنی بدون کفارہ کے وطی وغیرہ حلال نہین اگرچہ عورت دوبارہ آدے مرد کے پاس بسبب ملک یمین کے یا بعد زوج ثانی کے بواسطے باقی رہنے حکم ظہار کے اور یہی حکم ہی لعان کا ملک یمین کی یہ صورت ہی کہ لونڈی سے نکاح کیا پھر اُس سے ظہار کیا پھر اُسکو مول لیا یا زوجہ حرہ سے ظہار کیا پھر وہ مرتد ہوگئی اور دارالحرب مین جا ملی پھر وہانسے گرفتار ہو آئی اور زوج اُسکا مالک ہوا اور زوج ثانی کی یہ صورت ہی کہ زوج نے ایک حرہ سے نکاح کیا اور اُس سے ظہار کیا پھر اُسکو تین طلاق دی اور اُسنے زوج ثانی سے نکاح کیا اور بعد نکاح اور عدت کے زوج اول کے نکاح مین پھر آئی تو ان صورتون مین ظہار کا حکم باقی رہیگا اسواسطے کہ ظہار کی حرمت کی کچھ حد مقرر نہین بدون کفارہ دینے کے وطی اُس عورت کی حلال نہین فان وطی قبلہ تاب واستغفر وکفر للظہار فقط وقیل علیہ اخری پھر اگر وطی کی کفارہ دینے سے پہلے تو وہ گنہگار ہوا توبہ اور استغفار کرے اور فقط ایک کفارہ ظہار کا دے اور قول ضعیف یہ ہی کہ اُسپر دوسرا کفارہ بھی لازم ہی جامع ترمذی ور امام مالک کی موطا مین ایک ہی کفارہ ثابت ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یعود لوطیہا ثانیا قبلہا قبل الکفارۃ اور دوبارہ عود نہ کرے وطی کیطرف اگر عورت سے وطی کرچکا ہو قبل کفارہ دینے کے اسواسطے کہ حرمت ہنوز قائم ہی وعودہ المذکور فی الآیۃ عزمہ عزما مؤکدا فلو عزم ثم بدا لہ ان لا یطأہا لا کفارۃ علیہ علی استباحۃ وطیہا ای یرجعون عما قالوا فیریدون الوطی قال الفراء العود الرجوع واللام بمعنی عن اور عود کرنا زوج کا جو آیت قرآنی مین مذکور ہی یعنی ثم یعودون لما قالوا مین سو مراد اُس سے عزم مصمم اور قصد مؤکد ہی عورت کی وطی کی استباحت پر سو اگر زوج نے ارادہ وطی کا کیا پھر اُسکا قصد وطی سے ہٹ گیا تو اُسپر کفارہ نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ عزم مؤکد نہ ہوا تو آیت کا یہ مطلب ہوا کہ پھر پلٹین اپنے قول سے یعنی حرمت منکوحہ سے باز آوین سو ارادہ وطی کا کرین فرا نحوی نے کہا کہ عود بمعنی رجوع ہی اور لام لما قالوا مین بمعنی عن ہی حاصل کلام یہ ہی کہ سبب کفارہ واجب ہونے کا ظہار اور قصد وطی ہی اور کفارہ عود پر اسواسطے مقدم ہوا کہ کفارہ حرمت ثانیہ کا رافع ہی جیسے طہارت قبل ارادہ نماز کے رافع ہی حدث کی وللمرأۃ مطالبتہ بالوطی لتعلق حقہا بہ اور جائز ہی عورت کو کہ زوج مظاہر سے مطالبہ وطی کا کرے کفارہ دلاکر بسبب متعلق ہونے عورت کے حق کے ساتھ وطی کے وعلیہا ان تمنعہ من الاستمتاع حتی یکفر وعلی القاضی الزامہ بہ ای بالتکفیر دفعا للضرر عنہا بحبس او ضرب الی ان یکفر او یطلق اور واجب ہی عورت پر کہ روکے زوج کو وطی اور دواعی وطی سے کفارہ دینے تک اور قاضی پر واجب ہی لازم کرنا زوج کا بحبت کفارہ دینے کے تاکہ عورت سے ضرر دور ہو قاضی پر زوج کا قید کرنا یا مارنا لازم ہی یہانتک کہ کفارہ کرے یا عورت کو طلاق دے فان قال کفرت صدق ما لم یعرف بالکذب سو اگر زوج کہے کہ مین کفارہ ظہار کا دے چکا ہون تو اُسکی تصدیق کرنا چاہیے جبتک کہ وہ مشہور بدروغگوئی نہو اور اگر وہ کذاب ہیگا تو بدون گواہون کے تصدیق کرنا نچاہیے ولو قیدہ بوقت سقط بمضیہ اور اگر زوج نے ظہار کو کسی وقت پر معین ور مقرر کردیا تو ظہار ساقط ہی اُسوقت کے گذر جانے سے مثلاً ایک مہینے کے لیے ظہار کیا تو مہینے کے اندر اگر وطی کا ارادہ کریگا تو کفارہ لازم ہوگا اور بعد مہینے کے کفارہ ساقط ہی وتعلیقہ بمشیۃ اللہ تعالی تبطلہ بخلاف مشیۃ فلان اور تعلیق کرنا ظہار کا حق تعالیٰ کی مشیت پر ظہار کو باطل کرتا ہی مثلاً یون کہنا کہ انت علی کظہر امی انشاء اللہ ظہار کو باطل کرتا ہی جیسے کہ طلاق کو باطل کرتا ہی بخلاف مشیت فلانے شخص کے یعنی اگر ظہار بمشیت زید یا عمر کریگا تو اُسکی مشیت سے ظہار صحیح ہی وان نوی بانت علی مثل امی او کامی وکذا لو حذف علی خانیۃ

برا او طلاقا او ظہارا صحت نیتہ ووقع مانواہ لانہ کنایۃ اور اگر اس قول سے کہ تو میرے نزدیک میری ماں کے مانند ہو یا مانند مثل امی کے کامی بولا اور یسطرح
ہو اگر علی کا لفظ محذوف کردیا یعنی یون کہا کہ انت مثل امی تو اگر زوج نے اس قول سے تعظیم زوجہ کی نیت کی یا طلاق یا ظہار کی نیت کی تو صحیح ہو نیت اسکی
اور جو نیت کریگا وہی واقع ہوگا اسواسطے کہ یہ قول کنایہ ہو اور کنایہ محتاج ہو نیت کا تو اگر تعظیم کی نیت کریگا تو ظہار اور طلاق کچھو واقع نہوگی اور طلاق کی نیت
سے طلاق واقع ہوگی اور ظہار کی نیت سے ظہار والا ینو شیئا او حذف الکاف لغا وتعین الادنی ای البر یعنی الکرامۃ اور اگر اس قول یعنی انت علی مثل امی
سے کچھ نیت نہ کریگا یا کاف کو یا مثل کو حذف کریگا یعنی یون کہیگا کہ انت امی تو یہ قول لغو ہوگا اور متعین ہوگا کمتر یعنی تعظیم اور تکریم مراد ہوگی ظہار یا طلاق
نہ واقع ہوگی کمتر مفہوم اسواسطے مراد ہوا کہ حتی الامکان کلام مہمل نہ ٹھہرے ویکرہ قولہ انت امی ویا بنتی ویا اختی ونحوہ اور مکروہ ہو زوج کا یون کہنا اپنی
زوجہ سے کہ تو میری ماں ہو اور یون کہنا کہ تو میری بیٹی اور میری بہن اور مانند اسکے جیسے خالہ اور عمہ کہنا ہر چند اس قول سے ظہار ثابت نہین ہو اسواسطے
کہ تشبیہ سے خالی ہو لیکن مکروہ تحریمی ہو اسواسطے کہ قریب بہ تشبیہ ہو اور سنن ابی داؤد مین بحدیث مرفوع ثابت ہو کہ جورو کو بہن کہنا ممنوع اور مکروہ ہو کذا فی
حاشیۃ المدنی وبانت علی حرام کامی صح مانواہ من ظہار او طلاق ویمتنع ارادۃ الکرامۃ لزیادۃ لفظ التحریم وان لم ینو ثبت الادنی وہو الظہار
فی الاصح اور اس قول سے کہ تو مجھپر حرام ہو میری ماں کے مانند جو نیت کہ ظہار یا طلاق کی کریگا تو صحیح ہو اور جائز نہین اس قول سے تعظیم کا ارادہ کرنا
بسبب زیادہ ہونے لفظ تحریم کے بخلاف انت علی مثل امی کے کہ اسمین تحریم کا لفظ نہین اور اگر کچھ نیت نکریگا تو ادنی ثابت ہوگا یعنی ظہار قول اصح مین
وبانت علی کظہر امی ثبت الظہار لا غیرہ لانہ صریح اور اس قول سے کہ تو مجھپر ایسی ہو جیسے میری ماں کی پیٹھ تو ظہار ہی ثابت ہو نہ طلاق نہ تعظیم اسواسطے
کہ یہ لفظ صریح ہو ظہار مین تو بدون نیت ظہار کے بھی ظہار ثابت ہوگا اور اگر متکلم طلاق یا ایلا کا ارادہ کریگا تو لغو ہوگا ولا ظہار صحیح من امتہ اور ظہار صحیح نہین
اپنی لونڈی سے اور نہ ام ولد اور مکاتبہ سے اسواسطے کہ لفظ نساء کا جو آیت ظہار مین واقع ہو وہ لونڈی کو شامل نہین اسواسطے کہ عرف مین نساء رجال کی
زوجات کو کہتے ہین نہ لونڈی اور حرم کو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر الرائق ولا ممن نکحہا بلا امرہا ثم ظاہر منہا ثم اجازت لعدم الزوجیۃ وقت الظہار
صحیح نہین اُس عورت سے جس سے نکاح کیا بدون اُسکے امر کے پھر اُس نے ظہار کیا پھر عورت نے نکاح کو جائز رکھا بسبب عدم زوجیت کے یعنی وقت ظہار
کے وہ زوجہ نہ تھی اسواسطے کہ اُسکو نکاح کی خبر بھی نہ تھی فضولی نے اُسکا نکاح کردیا تھا انتن علی کظہر امی ظہار منہن اجماعا وکفر لکل وقال مالک واحمد
یکفیہ کفارۃ واحدۃ کالایلاء مرد نے کہا اپنی عورتون سے کہ تم مجھپر ایسی ہو جیسی میری ماں کی پیٹھ تو یہ ظہار ہو سب عورتون سے باتفاق فقہا کے اور
کفارہ دے مرد ہر عورت کیواسطے اور کہا امام مالک نے اور امام احمد بن حنبل نے کہ ایک کفارہ سب عورتون کی حلت کیواسطے کافی ہو مانند کفارہ
ایلا کے یعنی اگر مرد نے قسم کھائی کہ مین اپنی عورتون سے صحبت نکرونگا پھر اُسنے ایک سے صحبت کی تو ایک کفارہ دینے سے سب عورتین حلال ہو جاوینگی
ظاہر من امرأتہ مرارا فی مجلس او مجالس فعلیہ لکل ظہار کفارۃ فان عنی التکرار او التاکید فان کان بمجلس صدق قضاء والا لا کما لو علقہ بنکاحہا کما مر عن
التاتارخانیۃ ظہار کیا اپنی عورت سے چند بار ایک مجلس یا چند مجالس مین تو واجب ہو اُسپر عوض ہر ظہار کے ایک کفارہ پھر اگر مرد نے ارادہ تکرار اور تاکید کا کیا سو
اگر چند بار ظہار کو ایک مجلس مین کہا تو باعتبار قضا کے اُسکی تصدیق ہوگی اور اگر چند مجالس مین چند بار ظہار کرچکا ہو تو قضاءً اُسکی تصدیق نہوگی لیکن دیانۃً
البتہ تصدیق ہوگی بنا بر قول معتمد کے اور ایسا ہی حکم ہو اگر تعلیق ظہار کی اجنبیہ کے نکاح پر کی چنانچہ اسکی تصریح فتاوی تاتارخانیہ سے اسی بارہ مین
مذکور ہو چکی ہم مصنف نے تصدیق تاکید مین اتحاد مجلس کی قید لگائی اور شارح نے بھی اُسکی پیروی کی حالانکہ مصنف کا قول اُسکے استاد کی روایت کے
مخالف ہو یعنی صاحب بحر الرائق کے بحر الرائق مین یون ہو کہ اگر اپنی عورت سے چند بار ظہار کریگا ایک مجلس مین یا چند مجلس مین تو اُسپر عوض ہر ظہار کے کفارہ
لازم آویگا مگر جب تاکید کی نیت کریگا یعنی تو ایک ہی کفارہ لازم ہوگا کما ذکرہ اسبیجابی وغیرہ اور بعضی کتابون مین ایک مجلس اور چند مجالس مین فرق

کیا ہی اور معتمد اول ہی قول ہی انتہی مضمونہ اور مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین تفصیل ایک مجلس اور مجالس کی اسبیجابی کیطرف منسوب کی ہی اور حالانکہ اسبیجابی کا قول بموجب روایت صاحب بحر کے مطلق ہی بلا تفصیل اور فتاوی عالمگیری مین بھی قول صاحب بحر کا اسیطرح منقول ہی کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے انت علی کظہر امی کل یوم التجدد لوائی لبقی تجدد ولہ قربانہا لیلا اگر زوج نے کہا تو مجھپر ایسی ہی جیسی کہ میری ماں کی پیٹھ ہر دن تو یہ قول ایک ہی ظہار رہی تو ہر رات اور دن وطی حرام ہی بدون کفارہ کے اور اگر مثال مذکور مین فی کا لفظ لایا یعنی یون کہا کہ انت علی کظہر امی فی کل یوم یعنی تو مجھپر ایسی ہی جیسی کہ میری ماں کی پیٹھ ہر دن مین تو ہر روز جداگانہ ظہار ثابت ہوگا پھر جب دن گذر جاویگا تو اُسدن کا ظہار باطل ہوگا پھر دوسرے دن آفتاب نکلیگا تو دوسرا ظہار شروع ہوگا ولیکن مرد کو صحبت کرنا عورت سے رات مین جائز ہوگا اسواسطے کہ فی ظرفیت کیواسطے موضوع ہی اور ظرف مین معنی شرط کے ہوتے ہین تو دن کو ظہار ہوگا نہ رات کو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال کظہر امی الیوم وکلما جاء یوم صار مظاہرا ظہارا آخر مع بقاء الاول اور اگر یون کہا کہ تو مجھپر ایسی ہی جیسی کہ میری ماں کی پیٹھ ہی آج کے دن اور جب دن آوے تو اس صورت مین جب کوئی دن آویگا تو مرد مظاہر ہو جاویگا دوسری ظہار کر یعنی ہر روز جدا جدا ظہار ثابت ہوگا باوجود باقی رہنے ظہار اول کے طحطاوی نے کہا کہ یہ روایت شارح کی مخالف ہی بحر الرائق کے اسمین یون ہی کہ اگر اسطرح کہیگا انت علی کظہر امی الیوم وکلما جاء یوم تو مظاہر ہوگا آج کے دن عورت سے اور جب دن گذر جائیگا تو یہ ظہار باطل ہوگا اور رات مین زوج کو قربت کا اختیار ہی پھر جب کل کا دن آویگا تو دوسری بار مظاہر ہوگا اسیطرح ہمیشہ تجدد ظہار ہوتا رہیگا انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی اور یہ جو شارح نے ظہار اول کے بقا کو ذکر کیا سو وہ اُس صورت مین ہی جب یون کہے کہ انت علی کظہر امی کلما جاء یوم تو ظہار روز اول کا منتہی ہوگا باقی رہیگا اور جب دن آویگا تو مرد مظاہر ہوگا دوسری ظہار کر بجز کفارہ کے ظہار اول باطل ہوگا کذا فی العالمگیریہ ناقلا عن شرح تلخیص الجامع الکبیر متی علق بشرط متکرر تکرر اور جب ظہار کو شرط متکرر پر معلق کریگا تو ظہار بھی متکرر ہوگا مثلا یون کہا جب تو گھر مین داخل ہوگی تو تو میرے نزدیک میری ماں کی پیٹھ کی مانند ہوگی تو جو بار عورت گھر مین داخل ہو اُتنی بار ظہار ثابت ہوگا تو کفارہ لازم آویگا ہر بار داخل ہونے کے شمار پر ولو قال کظہر امی رمضان کلہ ورجب کلہ اتحد استحسانا وصح تکفیرہ فی رجب لا فی شعبان لکن ظاہر ولیستثنی یوم الجمعۃ مثلا ان کفر فی یوم الاستثناء لم یجز والا اجاز تاتارخانیۃ وبحر اور یون کہا کہ تو میرے نزدیک ایسی ہی جیسی میری ماں کی پیٹھ رمضان بھر اور رجب بھر تو یہ ایک ہی ظہار ہی باعتبار استحسان کے اور اسیواسطے صحیح ہی کفارہ دینا اُس ظہار کا رجب مین نہ شعبان مین اور کفارہ رجب سے ظہار رمضان بھی ساقط ہوگا بسبب متحد ہونے ظہار کے چنانچہ ایک شخص نے ظہار کیا اور جمعہ کا دن مستثنی کر لیا یعنی یون کہا کہ انت علی کظہر امی الا یوم الجمعۃ تو اگر کفارہ دیگا روز استثنا مین یعنی جمعہ مین تو جائز نہوگا اور اگر روز استثنا کے سوا کسی اور دن کفارہ دیگا تو جائز ہوگا کذا فی فتاوی التاتارخانیۃ والبحر م فتاوی عالمگیری مین ہی کہ ظہار مین یہ شرط ہی کہ زوج اہل ہو کفارہ دینے کا تو ظہار ذمی اور صبی اور مجنون صحیح نہین

باب الکفارۃ

یہ باب ہی کفارہ ظہار کا اختلف فی سببہا والجمہور علی انہ الظہار والعود اختلاف علما ہی کفارہ کے سبب مین جمہور علما کا یہ مذہب ہی کہ کفارہ کا سبب ظہار اور عود ہی یعنی عزم وطی اور بعضے علما نے کہا کہ سبب کفارہ کا ظہار ہی اور عود اسکی شرط ہی اور بعضون نے اسکے بالعکس کہا ہی لغۃ من کفر اللہ الذنب محاہ کفارہ لغت مین ماخوذ ہی اس قول سے کہ کفر اللہ الذنب یہ اسوقت بولا جاتا ہی جب اللہ تعالی گناہ مٹا ڈالے کفارہ کو کفارہ اسواسطے کہا کہ گناہ کو مٹا ڈالتا ہی اور حکم کفارہ کا یہ ہی کہ واجب ساقط ہو جاتا ہی گردن سے اور حصول ثواب ہی بسبب محو ہو جانے خطا کے اور کفارہ فی الفور واجب نہین بنا بر مذہب صحیح کے اسواسطے کہ امر اسکا مطلق ہی تو اگر تاخیر ہوگی اول وقت قدرت سے تو گناہ نہوگا اور تاخیر کے بعد دینا ادا ہوگا نہ قضا اور اگر بدون ادا کفارہ مر جاویگا تو گنہگار مریگا کذا فی حاشیۃ المدنی وشرعا تحریر رقبۃ قبل الوطی ای اعتاقہا بنیۃ الکفارۃ فلو ورث اباہ ناویا الکفارۃ لم یجز اور کفارہ اصطلاح شرع مین عبارت ہی تحریر رقبہ سے قبل وطی کے اور مراد تحریر رقبہ سے اعتاق رقبہ ہی یعنی گردن آزاد کرنا بہ نیت کفارہ تو اگر اپنے باپ کو وراثت مین پاکر ادائے کفارہ کی نیت کریگا تو جائز نہوگا اسواسطے کہ جب باپ مملوک اپنے بیٹے کا ہوگا

خود بخود و بلانیت مالک کے آزاد ہو جاویگا تو یہ اعتاق نہین بلکہ عتق ہی اور تحریر رقبہ عبارت ہی اعتاق سے نہ عتق سے ولو صغیرا رضیعا او کافرا او حلال الدم
اعتاق غلام صحیح ہی اگرچہ غلام صغیر شیر خوار ہو یا کافر ہو یا غلام کا خون حلال ہوگیا ہو اسطرح کہ قاضی نے قصاص مین اُسکے قتل کا حکم دیا پھر اُسکے مالکنے کفارہ
ظہار مین اُسکو آزاد کیا پھر مقتول کے وارثون نے خون معاف کردیا تو اُسکے جواز اعتاق مین اختلاف ہی فتح القدیر اور نہایہ مین کہا ہی کہ یہ جائز نہین اور شرح
مبسوط مین کرخی سے منقول ہی کہ یہ اعتاق جائز ہی واللہ اعلم کذا فی العالمگیریۃ او مرہونا یا غلام مرہون ہو یعنی مالکنے اپنے غلام کو گرو رکھا ہو تو اسکا آزاد کرنا کفارہ
ظہار مین درست ہی لیکن جسقدر مال پر رہن ہو گا اُتنا مالک پر دینا لازم آویگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البدائع او مدیونا او ابقا علمت حیوتہ او مرتدۃ یا غلام قرضدار
ہو یا کہ غلام بھاگ گیا ہو جسکی زندگی معلوم ہی یا لونڈی مرتدہ ہو و فی المرتد و حربی خلی سبیلہ خلاف اور غلام مرتد اور غلام حربی مین جسکو مالک نے مطلق العنان
کردیا اختلاف ہی فقہا کا فتح القدیر مین ہی کہ غلام حربی کا دار الحرب مین آزاد کرنا جائز نہین اور تاتارخانیہ مین کہا کہ اگر اُسکو دار الحرب مین مطلق العنان
کردیا تو بعضون کے نزدیک جائز ہی کذا فی حاشیۃ المدنی او اصم ان صیح بہ یسمع والا لا یا غلام بہرا ہو لیکن اگر شور کرنے سے سُنتا ہو تو اُسکے آزاد کرنے
سے کفارہ ادا ہو گا اور اگر شور کرنے سے مطلق نہ سُنتا ہو تو کفارہ نہ ادا ہو گا او خصیا او مجبوبا او رتقاء او قرناء یا غلام خصی ہو مقطوع الذکر ہو یا لونڈی ہو
جسکی شرمگاہ مین ایسا گوشت زائد یا ہڈی ہو کہ مانع ہو وطی کا تو ایسی لونڈی کا بھی اعتاق کفارۂ ظہار مین جائز ہی او مقطوع الاذنین یا غلام کے دونون
کان کٹے ہون او ذاہب الحاجبین و شعر لحیتہ و رأس یا غلام کے دونون ابرو کے بال اور ڈاڑھی اور سر کے بال جاتے رہے ہون او مقطوع انف و شفتین ان قدر علی
الاکل والا لا یا غلام نکٹا ہو یا اُسکے دونون لب کٹے ہون بشرطیکہ کھانا کھا سکتا ہو اور اگر کھا نہ سکتا ہو تو جائز نہین او اعور او اعمش او مقطوع احدی
یدیہ و احدی رجلیہ من خلاف یا غلام کانا ہو یا چیپڑا یا اُسکا ایک ہاتھ یا ایک پاؤن کٹا ہو دوسری طرف سے یعنی داہنا ہاتھ تو بایان پاؤن یا
بایان ہاتھ تو داہنا پاؤن اور اگر ایک طرف سے ہاتھ اور پاؤن کٹا ہو گا تو اُسکا اعتاق کفارہ مین جائز نہین چنانچہ اُسکا ذکر آگے آویگا او مکاتبا
لم یؤد شیئا و اعتقہ مولاہ لا الوارث یا غلام مکاتب ہو جسنے بدل کتابت کا ہنوز کچھ ادا نہین کیا اور مکاتب کو اُسکے مالک ہی نے آزاد کیا ہو نہ مالک کے
وارث نے یعنے اگر مکاتب کے مالک پر کفارہ ظہار تھا اور وہ بدون ادا کے مرگیا پھر اُسکے وارث نے مکاتب کو مورث کیطرف سے بہ نیت کفارہ آزاد کردیا تو
جائز نہین وکذا یقع عنہا شراء قریبہ بنیۃ الکفارۃ لانہ بصنعہ بخلاف الارث اور اسیطرح ادا ہوتا ہی کفارہ اپنی قرابت دار کے مول لینے سے بہ نیت کفارہ
مثلا مظاہر کا بھائی کسیکا غلام تھا اور اُسنے بہ نیت ادائے کفارۂ ظہار اُسکو مول لیا تو کفارہ ادا ہو گا اسواسطے کہ مول لینا اُسکا اختیاری فعل ہی بخلاف ارث
کے کہ وہ فعل اختیاری نہین یعنی اگر کوئی اپنے قرابت والے کو ارث مین پاوے اور نیت ادائے کفارہ کرے تو صحیح نہین اسواسطے کہ وارث ہونا اختیاری فعل نہین تو یہ
اعتاق نہوگا بلکہ عتق ہو گا چنانچہ اسکا ذکر عنقریب گذر گیا و اعتاق نصف عبدہ ثم باقیہ عنہا استحسانا بخلاف المشترک کما یجئ اور آزاد کرنا اپنے نصف
غلام کو پھر نصف باقی کو کفایت کرتا ہی کفارہ کیجانب سے بدلیل قیاس خفی بخلاف مشترک غلام کے چنانچہ اُسکا ذکر آویگا لا یجزی فائت جنس المنفعۃ لانہ
ہالک حکما کفایت نہین کرتا آزاد کرنا اس غلام کا جسکی جنس منفعت فوت ہوگئی ہو یعنی منفعت سمع اور بصر کی اور بولنے اور ہاتھ سے تھامنے اور پاؤن سے
چلنے کی اور عقل کی فوت ہوگئی ہو تو اُسکے آزاد کرنے سے کفارہ نہ ادا ہو گا اسواسطے کہ وہ درحکم میت ہی اور مراد فوت منفعت سے یہ ہی کہ بالکل منفعت فوت
ہو تو نقصان منفعت کا ادائے کفارہ مین ضرر نکریگا الاعمی و مجنون الذی لا یعقل فمن یفیق یجوز فی حال افاقتہ و مریض لا یرجی برءہ و ساقط الاسنان غلام
مفقود المنفعت جیسے اندھا اور ایسا دیوانہ جو کچھ نہ سمجھتا ہو سو جو دیوانہ کہ کبھی ہوش مین آجاتا ہو تو اُسکا آزاد کرنا جائز ہی ہوشیاری کی حالت مین اور ایسا بیمار
جسکی صحت کی امید نہ ہو اور جسکے دانت گر پڑے ہون اسواسطے کہ بولا جانے پر قادر نہین و المقطوع یداہ او ابہاماہ او ثلث اصابع من کل ید اور جلاہ و ید و رجل من جانب
ور جائز نہین وہ غلام جسکے دونون ہاتھ یا دونون ہاتھ کے انگوٹھے یا تین انگلیان ہر ہاتھ کی کٹی ہون یا دونون پاؤن یا ایک ہاتھ اور ایک پاؤن ایک طرف سے کٹا ہو اسواسطے کہ ان

صورتون مین تھامنے اور چلنے کی منفعت بالکل مفقود ہو ومعتوہ مغلوب کافی اور جس غلام پر کہ بیخبری اور بیہوشی غالب ہو کذا فی الکافی ولا یجزی مدبر وام ولد
ومکاتب ادی بعض بدلہ ولم یعجز نفسہ فان عجز فحررہ جاز وہی حیلۃ الجواز بعد اداء شئیا اور کفایت نہین کرتا آزاد کرنا مدبر کا اور ام ولد کا اور اُس
مکاتب کا جسنے اپنی کتابت کا کچھ بدلہ ادا کیا ہو اور وہ عاجز نہین ہو گیا ادائے باقی سے سو اگر عاجز ہو گیا پھر اُسکے مالک نے اُسکو آزاد کر دیا بہ نیت کفارہ
تو جائز ہو اور یہی عاجزی حیلہ ہو اعتاق مکاتب کا بعد کچھ ادا کرنے کے یعنی جس مکاتب نے کچھ مال ادا کیا ہو اسکا مالک بہ نیت کفارہ اُسکو آزاد کیا چاہے
تو اُسکی یہی تدبیر ہو کہ مکاتب اپنی عاجزی کو ظاہر کرے واعتاق نصف عبد مشترک ثم باقیہ بعد ضمانہ لتمکن النقصان اور کفایت نہین کرتا آزاد کرنا
نصف عبد مشترک کا پھر نصف باقی کو آزاد کرنا بعد ضامن ہونے اُسکی قیمت کے بوجہ سے جم جانے نقصان کے نصف اخیر مین یعنی ایک غلام کے دو مالک
تھے نصفا نصف سو ایک مالک نے بہ نیت کفارہ اپنا آدھا حصہ آزاد کر دیا تو نصف اخیر کی مملوکیت مین نقصان پڑ گیا یعنی دوسرا مالک اب اُسکو بیچ نہین سکتا
لہذا اگر آزاد کرنے والا نصف باقی کی قیمت کا ضامن ہو کر باقی کو آزاد بھی کریگا تو بھی کفارہ نہ ادا ہوگا ہان اول اپنا حصہ آزاد نہ کرتا اور نصف
باقی کا ضامن ہو کر کل عبد کو آزاد کرتا تو صحیح ہوتا ونصف عبدہ عن تکفیرہ ثم باقیہ بعد وطی من ظاہر منہا لان الامر قبل التماس اور کفایت نہین کرتا اپنے
نصف غلام کو آزاد کرنا بہ نیت کفارہ پھر نصف باقی کو آزاد کرنا بعد وطی اُس عورت کے جس سے ظہار کر چکا اسواسطے کہ حکم کفارہ دینے کا قبل وطی وغیرہ کے ہی
اور قبل وطی کے نصف آزاد کیا نہ کل لہذا صحیح نہین فان لم یجد المظاہر ما یعتق وان احتاج لخدمتہ او لقضاء دینہ لانہ واجد حقیقۃ بدائع فما فی الجوہرۃ لہ عبد
للخدمۃ لم یجز الصوم الا ان یکون زمنا انتہی یعنی العبد لیوافق کلامہم ویحتمل رجوعہ للمولی لکنہ یحتاج الی نقل سو اگر ظہار کرنے والا نہ پاوے اُسکو جسکو آزاد کرے اگرچہ
محتاج ہو غلام کا اپنی خدمت کیواسطے یا اُسکو بیچکر اپنے قرض ادا کرنے کیواسطے اسواسطے کہ وہ قادر ہو غلام پر فی الحقیقت کذا فی البدائع تو جو کلام کہ جوہرہ مین
یون ہو کہ مظاہر کا ایک غلام ہی خدمت کیواسطے اُسکو اوائے کفارۂ ظہار مین روزہ رکھنا درست نہین بلکہ اُسی غلام کو آزاد کرے مگر اُسوقت غلام کا آزاد نکرنا اور روزہ
رکھنا درست ہی جبکہ وہ ایسا لنگڑا ہو کہ چل نہ سکے انتہی کلام الجوہرۃ یعنی غلام لنگڑا ہو تو اُسکا آزاد کرنا درست نہوگا اور روزہ رکھنا جائز ہوگا شارح نے کہا ضمیر
یکون کی عبد کیطرف پھیر کر یہ مطلب جوہرہ کا اسواسطے مذکور کیا تا کہ کلام اُسکا اور فقہا کے کلام سے موافق ہو جاوے اور یہ بھی احتمال ہو کہ ضمیر یکون کی مولی
کیطرف پھر تو مطلب یہ ہوگا کہ اگر مالک لنگڑا ہو تو غلام کو نہ آزاد کرے روزہ رکھے لیکن اس صورت مین نقل روایت کی احتیاج ہوگی یعنی تا وقتیکہ کتب معتمدہ سے نقل صریح
اسباب مین ثابت نہوگی احتمال اخیر نامقبول ہو مم چونکہ عبارت جوہرہ کی بظاہر مخالف تھی بدائع کے لہذا شارح نے اُسکی توجیہ معقول کر دی تا اختلاف مندفع ہو جاوے
ولا یعتبر مسکنہ اور گھر اُسکا معتبر نہین یعنی اگر مظاہر کا ایک گھر ہو جسمین وہ رہتا ہو تو اسپر اُسکا بیچنا اُسکی قیمت سے ادر کفارۂ ظہار کیواسطے غلام کا خرید کرنا ضرور نہین اسواسطے
کہ مکان ضروریات مین داخل ہو تو اُسپر صوم لازم ہوگا ولو لہ مال وعلیہ دین مثلہ ان ادی الدین اجزاہ الصوم والا فقولان اور اگر مظاہر کے پاس مال ہو
اور اُسپر اتنا ہی قرض ہو قرض کو ادا کر دے تو اُسکو صوم کفایت کرتا ہو اسواسطے کہ وہ اعتاق پر قادر نہین اور اگر قرض کو ہنوز ادا نہین کیا تو اسمین دو قول ہین
ایک قول یہ ہو کہ روزہ رکھنا کافی ہو اور دوسرا قول یہ کہ کافی نہین ولو لہ مال غائب انتظرہ اور اگر اُسکا مال غائب ہو یعنی مثلاً سفر مین ہو تو اُسکے
حصول کا منتظر رہے جب آوے تو غلام خرید کرکے آزاد کرے ولو علیہ کفارتان وفی ملکہ رقبۃ فصام عن احدہما ثم اعتق عن الاخری لم یجز وبعکسہ جاز اور اگر مرد پر کفارے
ہون یعنے دو عورتون سے ظہار کیا ہو اور اُسکے ملک مین ایک ہی غلام ہو سو اُس نے ایک کفارے سے روزے رکھے اور دوسرے کفارے سے
غلام آزاد کیا تو صوم کا کفارہ جائز نہ ہوگا اسواسطے کہ باوجود قدرت اعتاق کے صوم جائز نہین لیکن کفارۂ عتاق بلاشک صحیح اور بالعکس اسکے جائز ہی یعنی اگر اول
آزاد کرے اور دوسرے کفارے مین روزے رکھے تو درست ہی اسواسطے کہ عدم قدرت مین صوم کافی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی صام شہرین ولو ثمانیۃ وخمسین لو بالاہلال والا فستین
یوما اگر مظاہر اعتاق پر قادر نہو تو دو مہینے روزے رکھے اگرچہ دو مہینے کے اٹھاون دن ہون چاند نکلنے سے یعنی اگر پہلی تاریخ سے روزہ رکھا اور وہ مہینہ اور دوسرا مہینہ اُنتیس

دن کا ہو تو اٹھاون دن کے روزے کفایت کرتے ہیں اور اگر پہلی تاریخ سے صوم شروع نہیں کیا تو دو مہینے کے ساٹھ روزے رکھنا چاہیے ولو قدر علی التحریر فی آخر الآخر
الاخیر لزمہ العتق اور اگر قادر ہو گیا غلام آزاد کرنے پر پچھلے مہینے کے آخر دن میں تو لازم ہوگا اُسپر آزاد کرنا یعنی ساٹھویں دن مثلاً ظہر یا عصر کے وقت مظاہر کو مال
ملگیا تو کفارہ صوم کا نہ ادا ہوا اسواسطے کہ استمرار عجز اول سے آخر تک شرط ہے صوم کی سو یہاں پایا نہ گیا تو یہ صوم اُسکا نفل ہو گیا اُسپر واجب ہے کہ غلام خرید
کر آزاد کرے واتم یومہ ندبا ولا قضاء لو افطر وان صار نفلا اور جس دن کے صوم کو پورا کرے استحباب کی راہ سے نہ وجوب کی راہ سے اور اگر اس صوم کو توڑ ڈالے
تو اُسپر قضا واجب نہیں اگرچہ یہ صوم نفل ہو گیا یعنی ہر چند افطار صوم نفل سے قضا واجب ہے لیکن اس صورت میں باوجود نفل ہونے کے قضا واجب نہیں اسواسطے
کہ شروع صوم بقصد نفل نہ تھا لہذا اُسکی قضا واجب ہے نہ اتمام لیکن یہ اُس صورت میں ہے جبکہ بمجرد قدرت اعتاق کے فی الفور صوم کو قطع کر دیا اور اگر بعد قدرت اعتاق
کے ساعت دو ساعت صوم ثابت رکھا تو یہ قائم مقام شروع فی النفل کے ہو گیا اب اُسپر اتمام واجب ہوگا اور اگر اب افطار کریگا تو قضا واجب ہوگی چنانچہ کتاب الصوم میں مذکور ہو چکا
کذا فی حاشیۃ المدنی متتابعین قبل المسیس لیس فیہما رمضان و ایام نہی عنہ صومہا دو مہینے ہے در پے لگاتار روزے رکھے وطی وغیرہ سے پہلے ایسے دو مہینے کا صوم ہو
جنمیں رمضان اور وہ پانچ دن جنکا صوم ممنوع ہے نہ داخل ہوں اسواسطے کہ اگر رمضان درمیان میں آجاویگا تو رمضان کا صوم مقدم ہوگا اور اگر رمضان میں کفارہ کی نیت
سے روزہ رکھیگا تو بھی رمضان ہی صحیح ہوگا نہ کفارہ تو صوم کفارہ میں تتابع نہ رہا انقطاع ہو گیا لیکن اگر مظاہر مسافر ہوگا اور روزہ بہ نیت کفارہ رکھیگا تو البتہ صحیح
ہوگا اور جسطرح درمیان میں آنا رمضان کا مانع ہے تتابع کا اسیطرح ایام منہیہ کا درمیان میں پڑنا مانع ہے تتابع کا وکذا کل صوم شرط فیہ التتابع اور اسیطرح جس
صوم میں لگاتار روزہ رکھنا شرط ہے رمضان اور ایام خمسہ کا درمیان میں آنا مانع ہے تتابع کا چنانچہ کفارہ قتل میں اور کفارہ افطار میں اور کفارہ یمین میں اور نذر معین میں تتابع
شرط کر لیا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الفتح فان افطر بعذر کسفر ونفاس بخلاف حیض الا اذا ایست سو اگر افطار کرے بسبب عذر کے چنانچہ بسبب سفر یا نفاس
کے بخلاف حیض کے اسواسطے کہ حیض کا آنا مانع تتابع کا نہیں کفارہ قتل اور کفارہ افطار میں اسوجہ سے کہ عورت ایسے دو مہینے نہیں پاسکتی جو حیض سے خالی ہوں مگر جبکہ عورت کا
بسبب پیری کے حیض منقطع ہو گیا ہو اور اُسنے مثلاً کفارہ افطار کا صوم شروع کیا ہو تو اگر اب حیض آویگا تو مانع ہوگا تتابع کا تو اُسکو پھر نئے سرے سے روزہ رکھنا پڑیگا
اور کفارہ ظہار میں حیض اور نفاس کا ذکر بیجا خود نہیں اسواسطے کہ یہ کفارہ سوائے مرد کے عورت پر واجب نہیں ہوتا لیکن شارح نے بمناسبت تتابع کے اُسکو بھی ذکر کر دیا او نحوہ او
وطیہا ای المظاہر منہا ولو وطی غیرہا وطیا غیر مفطر لم یفرد اتفاقا کالوطی فی کفارۃ القتل یا افطار صوم کا بلا عذر کرے یا اُسی عورت سے جس سے ظہار کر چکا ہے وطی کرے لیکن اگر
اُس عورت کے سوا اور زوجہ سے ایسی وطی کرے جو روزہ نہ توڑے یعنی رات میں یا دن کو سہو سے وطی کرے تو ایسی وطی صوم کی کفارہ کو مضر نہیں باتفاق طرفین اور
ابی یوسف کے نزدیک جیسے کہ وطی کرنا کفارہ قتل میں مضر نہیں فیہما ای الشہرین مطلقا لیلا او نہارا عامدا او ناسیا کما فی المختار وغیرہ وتقیید ابن ملک اللیل بالعمد
غلط بحر لکن فی القہستانی ما یخالفہ فتنبہ اگر وطی کرے ظہار والی عورت سے کسی طرح رات کو یا دن کو بالقصد یا بھولکر چنانچہ یہ اطلاق مصرح ہے مختار وغیرہ
میں اور قید لگانا ابن ملک کا وطی شب میں ساتھ عمد کے غلط ہے یعنی یہ جو ابن ملک نے کہا ہے کہ اگر رات کو عمداً وطی کرے تو مضر کفارہ ہے اور سہواً مضر نہیں سو یہ
قول غلط ہے بلکہ عمداً اور سہواً مطلقاً مضر ہے اور جن کتابوں میں وطی لیل میں عمد کی قید ہے سو اتفاقی قید ہے نہ احترازی کما فی شرح المجمع اور غایۃ البیان اور عنایہ میں
تصریح ہے کہ یہ قید اتفاقی ہے کذا فی البحر الرائق لیکن شرح قہستانی میں وہ قول ہے جو مخالف ہے بحر الرائق کے تو خبردار رہنا قہستانی نے یوں کہا ہے کہ اگر مظاہر منہا سے
شب کو عمداً وطی کرے تو استیناف صوم کرے چنانچہ نظم اور مبسوط اور ہدایہ اور کافی اور قدوری اور مضمرات اور تحفہ میں اور انکے سوا اور کتابوں میں یوں ہی ہے اور فقط
اسبیجابی کے قول پر جو شرح طحاوی میں یوں کہ گیا ہے کہ وطی لیل میں عمداً اور نسیان برابر ہے لائق نہیں کہ عمد کو ہدایہ وغیرہ کے کلام میں قید اتفاقی پر محمول کیجیے چنانچہ
صاحب کفایہ اور اُسکے تابعین نے کیا ہے حالانکہ صاحب عنایہ نے اسکی طرف التفات نہیں کیا انتہی کلام القہستانی شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ قہستانی غلط گوئی میں ابن ملک کے
موافق ہو گیا اور جن کتب کی عبارتوں میں قید اتفاقی پر محمول ہیں اُنسے استدلال کرتا ہے اور حالانکہ کتب معتمدہ میں مصرح ہے کہ عمد اور نسیان دونوں برابر ہیں چنانچہ مختار اور

اختیار اور غایۃ البیان اور عنایہ اور اطلاق صاحب کنز اسیر شاہد ہین کذا فی حاشیۃ المدنی استانف الصوم لا الاطعام ان وطیھا فی خلالہ لاطلاق النص فی الاطعام وتقییدہ فی تحریر صیام یعنی اگر کفارہ ظہار مین لعذر یا بلا عذر روزہ افطار کرے یا ظہار والی عورت سے وطی کرے دو مہینے کے اندر تو استیناف کرے صوم کا نہ اطعام کا یعنی پھر سرے سے روزہ رکھنا شروع کرے لیکن اطعام کا استیناف لازم نہین اگر درمیان اطعام کے اُسی عورت سے وطی کرے بسبب مطلق ہونے نص قرآنی کے اطعام مین اور مقید ہونے نص کے اعتاق اور صیام مین یعنی حقتعالی نے کفارہ اطعام مین قبل مساس کی قید نہین لگائی اور وطی مفسد اطعام نہین اور اعتاق اور صیام مین قید لگائی کہ قبل مساس ہو لہذا وطی مفسد صیام ہی تو استیناف لازم ہوا ولعبد ولو مکاتبا او مستسعے فکذا الحر المحجور علیہ بالسفہ علی المعتمد اور غلام اگرچہ مکاتب ہو یا ایسا غلام ہو جسکے مالک نے مثلا نصف آزاد کر دیا ہو اور باقی کلو خلاصی کیواسطے اس سے محنت مزدوری کرواتا ہو اور اسیطرح وہ حر ہو جسکے تصرف مالی کو اُسکی حماقت کے سبب سے حاکم نے روک دیا ہو بنا بر قول معتمد کے یعنی بموجب قول صاحبین کے لا یجزیہ الا الصوم المذکور غلام وغیرہ کو کفایت نہین کرتا مگر صوم مذکور یعنی دو مہینے پے درپے روزے رکھنا کفارہ ظہار مین واجب ہی غلام اور مکاتب اور حر محجور علیہ کو اور اُس غلام کو جو پورا آزاد نہین اور بسبب عدم قدرت کے اُنپر اعتاق اور اطعام نہین م اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہی قاعدہ یہ ہی کہ غلام پر نعمت اور عقوبت آدھی ہوتی ہی اور کفارہ بھی عقوبت ہی لازم یون تھا کہ کفارہ عبد کا نصف ہوتا کفارہ حر سے یعنی ایک مہینے کا صوم غلام کو کفایت کرتا اس سوال مقدر کا جواب شارح نے آئندہ قول مین دیا دم یتنصف لما فیہا من معنی العبادۃ اور کفارہ غلام کا آدھا نہوا اسواسطے کہ کفارہ مین معنی عبادت موجود ہی یعنی ہرچند کفارہ مین مضمون عقوبت اور مضمون عبادت دونون ہین لیکن عبادت اسمین غالب ہی اور حالانکہ عبادت مین تنصیف نہین چنانچہ صوم اور صلوۃ مین اسیطرح کفارات مین ولیس للسید منعہ منہ اور مالک کو اختیار نہین غلام کو صوم سے منع کرنے کا اسواسطے کہ یہ منجملہ حقوق نکاح کے ہی سو جب مالک نے غلام کو نکاح کی اجازت دی تو اُسکے سب حقوق کو اپنے اوپر گویا لازم کر لیا تو اب کیونکر صوم کفارہ سے روک سکے ولو وصلیۃ اعتق سید عنہ او اطعم ولو بامرہ لعدم اہلیۃ التملیک الا فی الاحصار فیطعم عنہ المولی قبل نہ باو قیل وجوبا کفارہ ظہار مین اعتاق اور اطعام غلام کا کفایت نہین کرتا اگرچہ اُسکا مالک اُسکی طرف سے آزاد کرے یا اطعام کرے اگرچہ یہ اعتاق اور اطعام بامر غلام ہو بسبب عدم قابلیت تملیک کے یعنی اعتاق اور اطعام بدون ملک کے نہین ہو سکتا اور غلام کسی چیز کا مالک نہین ہوتا اگرچہ مالک اُسکو تملیک کرے مگر احصار مین غلام مالک ہوتا ہی یعنی اگر غلام باجازت مولی حج کا احرام کرے اور کسی عذر شرعی سے حج کو نہ جا سکے تو مولی اُسکی طرف سے اطعام کرے یعنی قربانی کا جانور اُسکی طرف سے حرم مین بھیجے کہ وہان ذبح کر کے تصدق ہو بعضے علما نے کہا کہ قربانی کا بھیجنا مولی پر مستحب ہی اور بعضون نے کہا کہ واجب ہی م اطلاق اطعام کا ارسال قربانی پر غیر مشہور ہی شارح نے اسمین صاحب نہر اور منح کی پیروی کی ہی فان عجز عن الصوم لمرض لا یرجی برءہ او کبر اطعم ای ملک ستین مسکینا ولو حکما ولا یجزئ غیر المراہق بدائع سو اگر عاجز ہو مظاہر صوم سے بسبب ایسی بیماری کے کہ توقع نہین اُسکی صحت کی یا بسبب پیری کے تو طعام دیوے یعنی طعام کا مالک کر دے ساٹھ مسکین کو اگرچہ تملیک ساٹھ مسکین کی حکما ہو اسطرح پر کہ ایک محتاج کو ساٹھ دن دیا کرے تو گویا ساٹھ محتاج کو دیا اور کفایت نہین کرتا اطعام غیر مراہق کا کذا فی البدائع یعنی اطعام اس صغیر کا جو قریب البلوغ نہین کافی نہین کالفطرۃ قدرا ومصرفا او قیمۃ ذلک من غیر المنصوص اذ العطف للمغایرۃ ہر مسکین کو دے مانند صدقہ فطر کے مقدار مین اور مصرف مین کما فی الزکوۃ یعنی اگر گیہون سے دے تو نصف صاع دے اور اگر جو اور کھجور سے دے تو پورا صاع دے یا اُسکی قیمت دے غیر منصوص سے یعنی اگر گیہون اور کھجور اور جو کے سوا اور کوئی اناج دے تو قیمت کا اعتبار ہی تو اگر ربع صاع چانول کا مساوی ہو نصف صاع گیہون کے تو جائز ہی یا دو صاع باجرا برابر ہو ایک صاع جو کے یا نصف صاع کھجور کے تو درست ہی اسواسطے کہ عطف کرنا مصنف کا قیمت کو فطرہ پر مقتضی ہی مغائرت کا تو اگر ربع صاع گیہون کا برابر ہو نصف صاع کھجور کے تو جائز نہوگا اسواسطے کہ اعتبار قیمت کا غیر منصوص مین ہی اور گیہون اور کھجور تو دونون منصوص ہین انین اعتبار قیمت کا صحیح نہین وان اراد الاباحۃ غداہم وعشاہم او غداہم وعطاہم قیمۃ العشاء او عکسہ اطعمہم غدائین او عشائین او عشاء وسحورا او اشبعہم جاز بشرط ادام فی خبز شعیر وذرۃ لا بر اور کفارہ دینے والا

محتاجوں کو تملیک طعام نہ کرے بلکہ ارادہ کرے اباحت طعام کا تو انکو دن چڑھتے اور دن ڈھلتے دو وقت کھلادے یا دن چڑھتے انکو کھلاوے اور دن ڈھلتے
وقت کھانے کی قیمت دے یا اُسکے بالعکس کرے یعنی اول وقت کے کھانے کی قیمت دے اور آخر وقت کھلاوے یا انکو دو روز دن چڑھتے کھلاوے یا دو روز دن
ڈھلتے کھلاوے یا دن ڈھلتے اور سحر کے وقت کھلاوے اور پیٹ انکا بھروے خلاصہ یہ ہی کہ اگر ساٹھ محتاجوں کو دو وقت آسودہ کرکے کھلادے تو جائز ہی بشرطیکہ
سالن ہو جو اور جوار کی روٹی کے ساتھ نہ گیہوں کی روٹی کے ساتھ یعنی گیہوں کی روٹی کے ساتھ سالن کی حاجت نہیں کہ اسمین بدون سالن بھی آسودگی ہوتی
ہی بخلاف جو اور جوار کے کہ اسمین بدون سالن کے پیٹ نہیں بھرتا تملیک طعام اور اباحت طعام مین یہ فرق ہی کہ تملیک طعام مین محتاج مالک ہوتا ہی طعام کا جو چاہے
سو کرے اور اباحت طعام مین محتاج مالک نہیں طعام کا کچھ اسمین تصرف نہیں کر سکتا فقط کھانے کا اسکو اختیار ہی اور اباحت طعام مین مقدار طعام کی کچھ مقرر
نہیں نصف صاع مین آسودہ ہو جاے خواہ کمتر مین بخلاف تملیک کے کہ نصف صاع سے کم جائز نہیں کما جاز لو اطعم واحدا ستین یوما لتجدد الحاجة چنانچہ یہ بھی جائز ہی کہ اگر
طعام دے ایک محتاج کو ساٹھ دن یہ جائز ہی بسبب تجدد حاجت کے یعنی ہر دن آدمی کھانے کا حاجتمند ہی تو گویا ساٹھ محتاج کو طعام دیا چنانچہ یہ عنقریب بیان ہو چکا
ولو اباحه كل الطعام في يوم واحد اجزاه عن يومه ذلك فقط اتفاقا اور اگر ایک محتاج کو ساٹھ محتاج کا سب کھانا مباح کریگا ایکدن مین تو فقط اسی ایک
ہی دن کو کفایت کریگا بالاتفاق یعنے مظاہر پر ساٹھ محتاج کا طعام دینا اور واجب ہا وكذا اذا ملكه الطعام بدفعات في يوم واحد على الاصح ذكره الزيلعي
لفقد التعدد حقيقة وحكما اور اسیطرح جبکہ ایک محتاج کو مالک طعام کا کرے چندبار ایکدن مین بنابر قول اصح کے ذکر کیا ہی اسکو زیلعی نے یعنی ایکدن مین ایک شخص
کو ساٹھ بار دینا کفایت نہیں کرتا بسبب نہونے تعدد حقیقی اور حکمی کے نہ ساٹھ محتاج کو دیا کہ تعدد حقیقی ہوتا نہ ساٹھ دن ایک محتاج کو دیا کہ تعدد حکمی ہوتا امر غيره ان
يطعم عنه عن ظهاره ففعل الغير ذلك صح وهل يرجع ان قال على ان ترجع رجع وان سكت ففي الدين يرجع اتفاقا وفي الكفارة والزكوة لا يرجع على المذهب امر کیا
مظاہر نے کسی غیر آدمی سے کہ مظاہر کیطرف سے کفارہ ظہار کا طعام دیوے سو غیر آدمی نے بموجب اسکے امر کے ایسا ہی کیا تو یہ صحیح ہی یعنی کفارہ مظاہر کا ادا ہو گیا
اور یہ غیر آدمی بقدر الطعام کے مظاہر سے پھیر سکتا ہی یا نہیں جواب یہ ہی کہ اگر مظاہر نے دلانے کیوقت یون کہا تھا کہ مجھسے لے لیجیو تو لیوے اور اگر مظاہر
چپ ہو رہا تھا تو دین جن یعنی ادائے قرض مین بالاتفاق پھیر لیوے اور کفارہ اور زکوۃ مین نہ لے بنابر ظاہر مذہب کے كما صحت الاباحة بشرط الشبع في طعام الكفارات
سوى القتل وفي الفدية لصوم وجناية حج چنانچہ صحیح ہی مباح کرنا طعام کا بشرط آسودگی کے اور کفارون کے طعام مین سوائے کفارہ قتل کے اسواسطے کہ کفارہ قتل مین طعام
کا حکم نہیں اور اباحت صحیح ہی فدیہ صوم اور فدیہ جنایت حج مین مر فدیہ صوم شیخ فانی پر ہی عوض صوم کے بقدر نصف صاع کے حالت تملیک مین اور بقدر سیری کے حالت
اباحت مین اور جسنے بعد احرام کے سر منڈایا یا کوئی اور ممنوع کام کیا تو اس قصور کے عوض چاہے ذبح کرے چاہے نصف صاع محتاج کو دے یا اسکو پیٹ بھر کھلادے
یا تین روزے رکھے وجاز الجمع بين اباحة وتمليك اور جائز ہی جمع کرنا درمیان اباحت اور تملیک کے چنانچہ عنقریب گذرا کہ ساٹھ محتاج کو ایک وقت کھلاوے اور دوسرے وقت کے
کھانے کی قیمت دے یا تیس محتاجوں کو بطور اباحت کے کھلاوے اور تیس کو نصف نصف صاع گیہوں تملیک کرے دون الصدقات والعشر نہ صدقات اور عشر مین
یعنی زکوۃ اور صدقہ فطر اور عشر مین اباحت صحیح نہیں بلکہ تملیک اسمین ضرور ہی والضابط ان ما شرع بلفظ اطعام وطعام جاز فيه الاباحة وما شرع بلفظ ايتاء واداء شرط فيه
التمليك اور قاعدہ کلیہ جواز اباحت اور عدم اباحت کا یہ ہی کہ جو بلفظ اطعام اور طعام شروع ہی تو اسمین اباحت جائز ہی اور جو کہ بلفظ ایتا اور ادا شروع ہی تو اسمین
تملیک شرط ہی تو کفارہ ظہار اور کفارہ یمین اور کفارہ افطار اور کفارہ صید مین قرآن مجید مین اطعام اور طعام کا لفظ ارشاد ہوا ہی اور اطعام عبارت ہی تمکین سے یعنے
طعام پر محتاج کو قادر کر دینا خواہ باباحت ہو خواہ بتملیک اور زکوۃ وغیرہ صدقات مین لفظ ایتا اور ادا وارد ہی اور ایتا اور ادا معنی دینے کے ہی لہذا اسمین تملیک
شرط ہی اباحت کافی نہیں حرر عبدين عن ظهارين من امراة او امراتين ولم يعين صح عنهما ومثله في الصحة الصيام اربعة اشهر والاطعام مائة وعشرين
فقيرا لاتحاد الجنس مظاہر نے آزاد کیا دو غلامون کو دو ظہار سے خواہ دونون ظہار ایک عورت سے کیے ہوں یا دو عورتوں سے اور مظاہر نے معین اور مقرر نہ کیا

فرق درمیان اباحت و تملیک ۲۱۲

کسی ایک غلام کو کسی ایک ظہار کیواسطے یعنی یون تعیین نہ کی کہ یہ غلام اول ظہار کیواسطے ہی اور دوسرا غلام ثانی ظہار کے لیے ہی تو یہ اعتاق دونون ظہار کی طرف سے صحیح ہی اور اسی کے مثل ہی صحت مین روزے رکھنا چار مہینے کا دو ظہار سے اور اطعام ایک سو بیس فقیر کا دو ظہار سے بسبب اتحاد جنس کے یعنی دونون ظہار چونکہ متحد الجنس ہین لہذا نیت تعیین کی کچھ حاجت نہین بدون نیت تعیین بھی صحت حاصل ہی بخلاف اختلافہ الا ان ینوی بکل کلا فیصح بخلاف اختلاف جنس کے چنانچہ کسی شخص پر کفارۂ ظہار اور کفارۂ یمین اور کفارۂ قتل ہوا اور وہ تین غلام کو بلا نیت تعیین آزاد کرے تو صحیح نہوگا جب تک کہ ہر غلام کو ہر کفارہ کیواسطے نہ مقرر کریگا اسواسطے کہ یہ کفارات مختلف الجنس ہین یہ اعتاق صحیح نہین مگر اسطرح پر کہ ہر غلام کے اعتاق کے ساتھ ایک کفارہ کی نیت کرے تو صحیح ہی ہر چند اسمین بسبب نام لینے ظہار یا یمین کے رفع جہالت اور دفع ابہام نہین لیکن اتنی جہالت مضر اعتاق نہین کذا فی المحیط اور طحطاوی نے کہا کہ یہ متبادر ہوتا ہی کلام شارح سے کہ ہر غلام سے ہر کفارہ کی نیت کرے سو مراد نہین بلکہ وہی مراد ہی جو مذکور ہو چکی اسواسطے کہ منح الغفار مین یون مصرح ہی کہ اگر آزاد کریگا ہر غلام کو ایک کفارہ کی نیت کرکے بلا تعیین ظہار یا یمین کے تو جائز ہوگا بالاجماع کذا فی حاشیۃ المدنی وان حرر عنہما رقبۃ واحدۃ او صام عنہما شہرین صح عن واحد بعینہ ولہ وطی اللتی کفر عنہا دون الاخری اور اگر دو غلام کو ایک ظہار سے آزاد کیا یا دو ظہار سے دو مہینے روزہ رکھا تو یہ اعتاق اور صوم صحیح ہوگا اُس ایک ظہار سے جسکو مظاہر مقرر کرے یعنی مظاہر کو اختیار ہی کہ اس اعتاق یا صوم کو اول ظہار یا ثانی کا کفارہ قرار دے اور مظاہر کو وطی اُس عورت کی درست ہی جسکے ظہار کا کفارہ دیا نہ دوسری عورت کی وعن ظہار وقتل لا یصح لما مر ما لم یحرر کافرۃ فتصح عن الظہار استحسانا لعدم صلاحیتہا للقتل اور اگر ایک غلام آزاد کیا کفارہ ظہار اور کفارۂ قتل سے تو یہ اعتاق صحیح نہین کسی کفارہ سے جبتک کہ کافر غلام کو آزاد نکرے اور جب کافر غلام کو آزاد کریگا تو یہ اعتاق صحیح ہوگا کفارۂ ظہار سے بدلیل استحسان کے بسبب عدم صلاحیت رقبہ کافرہ کے واسطے کفارۂ قتل کے یعنی کفارۂ قتل مین غلام مسلم کا آزاد کرنا شرط ہی تو اعتاق کافر کا ظہار ہی کیواسطے خاص ہو جاویگا اسواسطے کہ ظہار مین اعتاق مسلم اور کافر دونون کا درست ہی مگر کفارۂ ظہار اور کفارۂ قتل مین اعتاق عبد مسلم بلا تعیین نیت اسواسطے صحیح نہین کہ یہ دونون کفارہ مختلف الجنس ہین تعیین نیت ضرور ہی چنانچہ اسکا بیان سابق مین مذکور ہو چکا اطعم ستین مسکینا کلا صاعا بدفعۃ واحدۃ عن ظہارین لم یصح عن واحد کذا فی نسخ الشرح ونسخ المتن لم یصح ای عنہما خلافا لمحمد ورجحہ الکمال طعام دیا ساٹھ محتاج کو ہر ایک کو ایک صاع گیہون یکبارگی دو ظہار کیطرف سے خواہ ایک عورت سے دو ظہار کیے ہون یا دو عورتون سے چنانچہ سابق مین مذکور ہو چکا تو یہ صحیح ہوگا ایک ظہار کیطرف سے اسیطرح لفظ صح کا ہی مصنف کی شرح کے نسخون مین اور اُن متن کے نسخون مین جو شرح سے علیحدہ ہین لم یصح کا لفظ ہی تو اسکا مطلب یہ ہی کہ ہر محتاج کو ایک صاع گیہون کا دینا دو ظہار کیطرف سے صحیح نہین بلکہ ایک ظہار سے درست ہی برخلاف امام محمدؒ کے کہ اُنکے نزدیک دونون ظہار کیطرف سے صحیح ہی اور اسی قول کو ترجیح دی ہی کمال الدین بن الہمام نے فتح القدیر مین م ترجمہ مین گیہون کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ اختلاف شیخین اور محمد کا ایک صاع گیہون اور دو صاع جو اور کھجور مین ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اور شارح نے ایکبار کی قید اسواسطے زیادہ کی کہ اگر ایک صاع گیہون دو بار کرکے محتاج کو دیگا تو بالاتفاق دونون ظہار کیطرف سے جائز ہوگا کذا فی منح الغفار ناقلا عن الکافی لیکن دو بار دو دن مین دے اسواسطے کہ ایکدن مین چند بار دینا ایک محتاج کو کفایت نہین کرتا چنانچہ مذکور ہو چکا وعن افطار وظہار صح عنہما اتفاقا والاصل ان نیۃ التعیین فی الجنس المتحد سببہ لغو وفی المختلف سببہ مفید اور اگر ساٹھ محتاج کو ہر محتاج کو ایک صاع گیہون دیا یکبارگی کفارۂ افطار اور کفارۂ ظہار کی نیت سے تو صحیح ہوگا دونون کفارون سے باتفاق شیخین اور محمد کے اور اصل یہ ہی کہ جس جنس کا کہ سبب متحد ہی اسمین تعیین کی نیت لغو ہی اور جس جنس کا کہ سبب مختلف ہی اسمین تعیین کی نیت مفید ہی لغو نہین خلاصہ یہ ہی کہ اتحاد جنس عبارت ہی اتحاد سبب سے اور اختلاف جنس عبارت ہی اختلاف سبب سے تو دو کفارہ ظہار کے متحد الجنس ہین اسواسطے کہ انکا سبب ایک ہی ہی یعنے ظہار تو دو کفارہ ظہار مین جب تعیین نیت لغو ہوئی تو مطلق نیت باقی رہی لہذا مظاہر کو اختیار ہی کہ جس ظہار کیواسطے چاہے مقرر کرے اور دو کفارہ ظہار اور افطار کے مختلف الجنس ہین اسواسطے کہ ہر ایک کا سبب مختلف ہی تو اسمین تعیین نیت لغو نہین بلکہ مفید اور معتبر ہی لہذا دونون صحیح ہین فروع مسائل ملحقہ شارح کے المعتبر فی الیسار والاعسار وقت التکفیر مقدور

اور افلاس مین کفارہ دینے کا وقت معتبر ہو یعنی وقت وجوب کفارہ معتبر نہین بلکہ کفارہ دینے کیوقت مقدور ہو تو روزہ رکھنا جائز نہین اگرچہ وقت وجوب کفارہ مفلس تھا اور اگر کفارہ دینے کیوقت مفلس ہو تو روزہ رکھنا درست ہو اگرچہ وقت وجوب کفارہ کے اسکو مقدور تھا اطعم مائۃ وعشرین فی یوم لم یجز الا عن نصف الاطعام فیعید علی ستین منہم غداء وعشاء ولو فی یوم آخر للزوم العدد مع المقدار کھانا کھلایا ایک سو بیس محتاج کو ایک دن مین ایک وقت تو کفایت نہ کریگا مگر نصف اطعام سے تو دوبارہ کھانا کھلادے انہین سے ساٹھ محتاج کو خواہ دن چڑھتے کھلادے یا دن ڈھلتے اگرچہ دوسرے دن کھلادے تو بھی درست ہو اعادۂ اطعام ضرور ہو بسبب لازم ہونے شمار کے ساتھ مقدار کے یعنی اباحت طعام مین ساٹھ محتاجون کا شمار اور دو وقت کھلانے کی مقدار لازم ہو تو ساٹھ محتاجون کا شمار ایک سو بیس کے ضمن مین تو البتہ پایا گیا لیکن مقدار طعام یعنی دو وقت کھلانا نہ حاصل ہوا لہذا ساٹھ محتاج کو ایکبار اور کھلانا لازم ہوا ولم یجز اطعام فطیم ولا شبعان اور کفارۂ ظہار مین جائز نہین کھانا کھلانا اُس لڑکے کا جو دودھ چھوڑ چکا ہو اور شکم سیر کا یہ مضمون مکرر ہوگیا اسواسطے کہ اسی باب مین بدائع سے مذکور ہوچکا کہ اطعام غیر مراہق جائز نہین تو اسمین دودھ چھوڑنے والا لڑکا بھی داخل تھا اور یہ بھی مذکور ہوچکا ہو کہ محتاجون کا پیٹ بھر دینا مشروط ہو حالانکہ شکم سیر مین یہ حاصل نہین تو اسکا کھلانا بھی جائز نہین

باب اللعان

یہ باب ہو لعان کا ہو لغۃ مصدر لاعن کقاتل من اللعن وہو الطرد والابعاد سمی بہ لا بالغضب للعنۃ نفسہ قبلہا والسبق من اسباب الترجیح لعان باعتبار لغت کے مصدر ہو لاعن کا جو قاتل کے ہموزن ہو یعنی لعان باب مفاعلت کا مصدر ہو لعن سے مشتق ہو اور لعن عبارت ہو ہانکنے اور پھٹکارنے اور دور ڈالنے سے یعنی رحمت الٰہی یا مراتب صالحین سے دور کرنا اور لعان مسمی بہ لعان ہوا نہ بغضب حالانکہ لعنت اور غضب دونون لعان مین مذکور ہوتے ہین وبسبب لعنت کرنے مرد کے اپنی ذات کو قبل عورت کے اور سبقت ترجیح کی اسباب سے ہو حکم لعان کا اول ہلال بن امیہ کے حق مین اللہ تعالی فرماتا ہو سورۂ نور مین کہ جو لوگ کہ اپنی ازواج کو زنا کا عیب لگاوین اور کوئی گواہ نہ ہو سوا انکی ذاتون کے تو عیب لگانے والا اللہ کے نام کی چار گواہی دے کہ وہ شخص سچا ہو اور پانچوین باریون کہے کہ اللہ کی لعنت اسپر اگر وہ جھوٹا ہو اور عورت سے ماریون ٹلتی ہو کہ وہ بھی چار بار اللہ کے نام کی گواہی دے کہ مقرر اُسکا زوج جھوٹا ہو اور پانچوین باریون کہے کہ اللہ کا غضب اُسپر یعنی عورت پر اگر مرد سچا ہو وشرعا شہادات اربعۃ کشہود الزنا موکدات بالایمان اور لعان باعتبار اصطلاح شرع کے عبارت ہو چار گواہیون سے مانند شہود زنا کے ایسی گواہیان جو موکد اور مستحکم ہون قسمون سے اسواسطے کہ لفظ اشہد کا مشاہدہ یقینی اور قسم پر محتوی ہو چنانچہ اسکو فقہانے کتاب الشہادۃ مین مذکور کیا ہو اور در المنتقی مین کہا کہ کوئی ایسی گواہی نہین جو جانب مدعی سے متعدد ہو مگر لعان اور قسامت مین کذا فی حاشیۃ المدنی مقرونۃ شہادتہ باللعن وشہادتہا بالغضب لانہن یکثرن اللعن فکان الغضب اردع لہن اور پانچوین گواہی مرد کی مقرون بہ لعنت ہو اور عورت کی پانچوین گواہی مقرون بہ غضب ہو عورت کو لفظ غضب کا اسواسطے مخصوص ہوا کہ عورتین اپنی گفتگو مین اپنے اوپر اور غیر پر لعنت بہت کیا کرتی ہین اور قاعدہ ہو کہ جس چیز کی عادت ہوئی اُس سے وحشت اور خوف کم ہو جاتا ہو تو غضب کا لفظ اُنکے واسطے زیادہ تر زجر اور خوف کا باعث ہوگا قائمۃ شہاداتہ مقام حد القذف فی حقہ وشہاداتہا مقام حد الزنا فی حقہا ای اذا تلاعنا سقط عنہ حد القذف وعنہا حد الزنا لان الاستشہاد باللہ مہلک کالحد بل اشد مرد کی گواہیان قائم مقام ہین حد قذف کے اُسکے حق مین اور عورت کی گواہیان قائم مقام حد زنا کے اسکے حق مین یعنی جبکہ دونون نے باہم لعنت کی تو مرد سے حد قذف کی یعنے تہمت زنا لگانے کی ساقط ہوگئی اور عورت سے زنا کی حد ساقط ہوئی اسواسطے کہ جھوٹ مین خدا کو گواہ پکڑنا مہلک ہو مثل حد کے بلکہ حد سے بھی سخت تر ہو اسواسطے کہ صحیح حدیث مین ثابت ہو کہ جھوٹی قسم ملک کو اجاڑتی ہو بلکہ حد سے بھی زیادہ سخت تر ہو اسواسطے کہ حد سے فقط دنیا مین تکلیف ہو اور جھوٹی قسم سے دنیا اور آخرت دونون مین تکلیف ہو وشرطہ قیام الزوجیۃ وکون النکاح صحیحا لا فاسدا اور شرط لعان کی قیام زوجیت ہو اور نکاح کا صحیح ہونا نہ فاسد ہونا تو مطلقۂ ثلثہ اور مطلقۂ بائنہ اور منکوحہ بنکاح فاسد کا قذف لعان کا موجب نہین بسبب عدم زوجیت اور عدم صحت نکاح کے وسببہ قذف الرجل زوجتہ قذفا یوجب الحد فی الاجنبیۃ خصت بذلک لانہا ہی المقذوفۃ وقدم لما شرط الاحصان اور سبب

لعان کا تہمت لگانا ہی مرد کا اپنی زوجہ کو ایسی تہمت کہ اگر بیگانی عورت کو ویسی ہی تہمت لگا وے تو مرد پر حد واجب ہو یعنی عورت آزاد مسلمان پاکدامن ہو حرام کاری
سے اور مرد کے دعوی پر گواہ نہون اور عورت منکر ہو تہمت سے عورت مخصوص بشرائط مذکورہ اسواسطے ہوئی کہ تہمت اُسی پر لگتی ہی تو شروط احصان کے اُسکے واسطے پورے
چاہئین و رکنہ شہادات موکدات بالیمین واللعن اور لعان کا رکن گواہیان ہین جو موکد بقسم و لعن ہون وحکمہ حرمۃ الوطی والاستمتاع بعد التلاعن ولو قبل
التفریق بینہما لحدیث المتلاعنان لا یجتمعان ابدًا اور لعان کا حکم حرمت وطی اور استمتاع ہی باہم لعنت کرنے کے بعد اگرچہ قبل تفریق زوجین کے ہو یعنے بعد
تلاعن کے وطی اور مساس حرام ہی اگرچہ حاکم نے ہنوز حکم جدائی کا نہ دیا ہو اور احکام لعان سے وجوب تفریق ہی اور واقع ہونا طلاق بائن کا بعد تفریق کے اور وجوب
نفقہ اور سکنی کا تا عدت دارقطنی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ فرمایا رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ المتلاعنان اذا افترقا لا یجتمعان یعنی زوجہ اور زوج
لعان کرنے والے جب جدا ہون تو مجتمع نہون حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد مین کچھ مضائقہ نہین یعنے ہرچند قوی نہین لیکن لائق عمل
کے ہی اور حضرت عمر اور علی اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے عبدالرزاق نے روایت کی کہ یہ سنت جاری ہو کہ لعان کرنے والے کا ہے مجتمع نہون یعنی جب
تک لعان کی حقیقت پر اصرار کرین تو بالاتفاق انمین اتفاق کا ہے نہین ہوسکتا اور اگر بعد لعان کے اپنی تکذیب کرین تو بعد طلاق بائن واقع ہونے کے امام اعظم
اور محمد کے نزدیک باہم نکاح درست ہی اور ابی یوسف اور امام شافعی کے نزدیک حرمت دائمی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی واہلہ من ہو اہل للشہادۃ علی المسلم اور
اہل لعان کا وہ ہی جو مسلمان پر گواہی دینے کا اہل ہی یعنی حر مسلم بالغ عاقل تو غلام اور کافر اور لڑکا اور دیوانہ لائق لعان کے نہین فمن قذف بصریح الزنا فی
دارالاسلام زوجتہ الحیۃ بنکاح صحیح ولو فی عدۃ الرجعی العفیفۃ عن فعل الزنا وتہمتہ بان لم توطا حرامًا ولو مرۃ بشبہۃ ولا بنکاح فاسد ولا لہا ولد بلا اب سو جسنے عیب
لگایا صریح زنا کا دارالاسلام مین اپنی زندہ زوجہ کو جو کہ منکوحہ ہی بنکاح صحیح اگرچہ طلاق رجعی کی عدت مین عیب لگایا ہو اپنی زوجہ کو جو پاکدامن ہی فعل زنا سے
اور تہمت زنا سے عفت زنا سے اسطرح پر کہ اس سے کسی نے حرام وطی نہ کی ہو ایکبار بھی بسبب شبہہ حلت کے اور نہ نکاح فاسد سے اور تہمت زنا اسطرح کہ عورت کا بیٹا بے
باپ کا نہو سو قیود مذکورہ سے معلوم ہوا کہ کنایات زنا سے اور قذف فی دارالحرب سے اور قذف مردہ عورت سے اور قذف غیر عفیفہ اور متہمہ سے لعان ساقط ہی وصلحا لاداء الشہادۃ
علی المسلم فخرج نحو قن وصغیر ودخل الاعمی والفاسق لانہما من اہل الاداء اور زوج اور زوجہ صلاحیت رکھتے ہون مرد مسلم کی شہادت پر تو اس قید سے غلام اور صغیر
نکل گیا اور داخل ہوگیا اس قید مین اندھا اور مسلمان فاسق اسواسطے کہ دونون اہل ہین اداے شہادت کے او من نفی نسب الولد منہ او من غیرہ یا جسنے نسب ولد
کی اپنے سے نفی کی ہو اور اپنے غیر سے یعنی یون کہا ہو کہ یہ لڑکا زنا کا ہی میرا نہین اور نہ اُسکے زوج سابق کا وطالبتہ او طالبہ الولد المنفی بہ ای بموجب القذف وہو الحد
عند القاضی ولو بعد العفو او التقادم فان تقادم الزمان لا یبطل الحق فی قذف وقصاص وحقوق عباد جوہرہ اور مطالبہ کیا ہو زوجہ نے زوج کا یا
مطالبہ کیا ہو اُس سے ولد منفی النسب نے اُسکا جو قذف سے واجب ہوتا ہی یعنی عورت یا مرد نے قاضی کے پاس حد قذف کا مطالبہ کیا ہو اگرچہ مطالبہ بعد
عفو اور گذرنے مدت مدید کے ہو اسواسطے کہ حد قذف حق اللہ ہی تو عورت کے عفو سے عفو نہین ہوتا اور مدت کا گذرجانا بھی مبطل مطالبہ نہین اسواسطے کہ زیادہ
مدت گذرجانا حق کو باطل نہین کرتا قذف اور قصاص اور حقوق عباد مین کذا فی الجوہرہ م لعان مین مطالبہ اسواسطے شروط ہوا کہ اگر عورت مطالبہ نکریگی تو
لعان ساقط ہی اسواسطے کہ لعان حق ہی عورت کا تاکہ اپنی ذات سے دفع عار کرے والافضل لہا الستر وللحاکم ان یامرہا بہ اور بہتر ہی عورت کو پردہ پوشی اور حاکم کو
چاہیے کہ عورت کو پردہ پوشی کا حکم کرے یعنی عورت کو پردہ پوشی مناسب ہی تاکہ بدکاری مشہور نہو لاعن خبر لمن ای ان اقر بقذفہ او ثبت قذفہ بالبینۃ فلو انکر و
لا بینۃ لم یستحلف وسقط اللعان لفظ لاعن کا خبر ہی من قذف کی یعنی جو اپنی زوجہ کو بشرائط مذکورہ عیب لگا دے وہ لعان کرے اگر اپنی قذف کا مقر ہو
یا اُسکا قذف گواہی سے ثابت ہوگیا ہو پھر اگر مرد بعد قذف کے منکر ہوگیا ہو اور عورت کے پاس گواہ نہون تو مرد سے قسم نہ لیجاویگی اور لعان ساقط ہوگا چنانچہ
کتاب الدعوی مین آویگا فان ابی حبس حتی یلاعن او یکذب نفسہ فیحد للقذف سو اگر زوج لعان سے انکار کرے تو قید کیا جاوے یہانتک کہ لعان کرے یا اپنی

ذات کو جھٹلادے پھر جب اپنی دروغگوئی کو ظاہر کرے تو اسکو حد قذف کی ماری جاوے یعنی اسی کوڑے فان لاعن لاعنت بعدہ لانہ المدعی فلو بدأ
لعانہا عادت فلو فرق قبل الاعادۃ صح لحصول المقصود سو اگر زوج لعان کرے تو زوجہ اسکے بعد لعان کرے اسواسطے کہ زوج مدعی ہو تو اسکو تقدیم چاہیے
پھر اگر قاضی پہلے عورت سے لعان کرادے تو بعد لعان زوج کے عورت دوبارہ لعان کرے تاکہ ترکیب مشروع متحقق ہو سو اگر قاضی تفریق کردے
دونوں مین قبل اعادہ عورت کے تو صحیح ہو بسبب حصول مقصود کے یعنے تلاعن مقصود تھا سو حاصل ہوچکا کذا فی الاختیار والا حبست حتی تلاعن او
تصدقہ فیندفع بہ اللعان اور اگر عورت بعد لعان مرد کے لعان سے انکار کرے تو قید کیجاوے یہانتک کہ لعان کرے یا زوج کی تصدیق کرے پھر جب زوج کی تصدیق
کریگی تو اس تصدیق کے سبب سے زوجہ سے لعان کرنا دفع ہوگا ولا تحد وان صدقتہ اربعا لانہ لیس باقرار قصدا اور عورت پر حد زنا نہ ماری جاویگی اگرچہ مرد کی چار بار
تصدیق کرے اسواسطے کہ تصدیق اقرار زنا نہین قصداً بلکہ مقصود عورت کا تصدیق مرد سے یہ ہو کہ اسکو لعان نہ کرنا پڑے ولا ینفی النسب لانہ حق الولد فلا
یصدقان فی ابطالہ اور جبکہ مرد نے قذف بنفی ولد کیا اور عورت نے مرد کی تصدیق کی تو نسب لڑکی کی نفی نہوگی اسواسطے کہ نسب حق ہو لڑکے کا تو زوجین
کی تصدیق نہوگی اُسکے ابطال حق مین تو لڑکا زوجین ہی کا ٹھہریگا ولو امتنعا حبسا وحملہ فی البحر علی ما اذا لم تعف المرأۃ اور اگر بعد نالش کے زوجین نے
لعان سے انکار کیا تو دونون قید کیے جاوینگے اور محمول کیا ہو حبس زوجین کو بحر الرائق مین اس حالت پر کہ عورت نے قذف کو معاف نہ کردیا ہو تو بعد معافی
کے دونون محبوس نہونگے لیکن عورت کو حق مطالبہ ثابت رہیگا چنانچہ مذکور ہوچکا واستشکل فی النہر حبسہا بعد امتناعہ لعدم وجوبہ علیہا حینئذ اور مشکل جانا ہو نہر الفائق مین
حبس عورت کو بعد امتناع زوج کے بسبب نہ واجب ہونے لعان کے عورت پر اسوقت مین یعنی جب زوج لعان سے باز رہا تو زوجہ پر لعان ہی واجب نہین تو اسوقت
مین اسکی حبس کی کیا وجہ خلاصہ اشکال نہر الفائق کا یہ ہو کہ یہ جو بحر الرائق وغیرہ مین مذکور ہو کہ زوجین امتناع لعان سے محبوس ہونگے اسمین حبس زوجہ کی کیا وجہ
اسواسطے کہ بدون لعان زوج کے زوجہ پر لعان واجب نہین شیخ محشی رحمتی نے اس اشکال کا یون جواب دیا کہ امتناع زوجین سے یہ مراد نہین کہ دونون نے آن واحد
مین امتناع کیا تا دونون کا حبس ساتھ ہی لازم آوے اور اشکال مذکور وارد ہو بلکہ مراد یہ ہو کہ اگر ہر واحد عند الطلب لعان نہ کریگا تو محبوس ہوگا اور طلب لعان زوج سے
بعد قذف کے ہو اور زوجہ سے بعد لعان زوج کے واذا لم یصلح الزوج شاہدا لرقہ او کفرہ وکان اہلا للقذف ای بالغا عاقلا ناطقا حد لان الاصل ان اللعان اذا سقط
لمعنے من جہتہ فلو القذف صحیحا حد والا فلا حد ولا لعان اور جبکہ زوج لیاقت نرکھتا ہو شاہد ہونے کی بسبب مملوکیت اور کفر کے اور ہو اہل قذف کا یعنی بالغ اور عاقل
اور بولتا ہو تو اسپر قذف کی حد ماری جاوے اور اصل اسکی یہ ہو کہ جب لعان ساقط ہو مرد کیطرف سے کسی علت سے تو اگر قذف صحیح ہو یعنی شروط قذف کی جامع ہو تو مرد پر حد
ماری جاویگی اور اگر قذف کی شروط حاصل نہین چنانچہ زوج صغیر ہو یا دیوانہ ہو یا گونگا ہو تو حد ہو نہ لعان وان صلح شاہدا والحال انہا ممن لم تصلح او ممن لا یحد
قاذفہا فلا حد علیہ کما لو قذفہا اجنبی ولا لعان لانہ خلفہ لکنہ یعزر حسما لہذا الباب وہذا التصریح بما فہم اور اگر زوج لیاقت شاہد ہونے کی رکھتا ہو اور
حالانکہ زوجہ لائق گواہی کے نہین یعنی صغیرہ ہو یا دیوانی ہو یا عیب لگانے کی مار کھاچکی ہو اور ایسی زوجہ نہین جسکے عیب لگانے سے قاذف پر حد ماریجاوے
یعنی عفیفہ نہین زانیہ ہو تو ایسی عورت کے عیب لگانے سے زوج پر حد نہین چنانچہ اگر اجنبی آدمی ایسی عورت کو عیب لگاویگا تو اسپر بھی حد نہین اور زوج پر جیسا حد
نہین ویسہی لعان بھی نہین اسواسطے کہ لعان قائم مقام حد کے ہو پس جب حد نہین تو اسکا قائم مقام بھی نہین لیکن زوج کو تعزیر دیجاویگی واسطے سدباب کے
یعنی تعزیر اسواسطے ہو تاکہ گالی دینا اور عیب لگانا موقوف ہو جاوے شارح کہتا ہو یہ قول مصنف کا یعنی عدم حد اور لعان تصریح ہو اسکی جو اُسکے قول سابق سے مفہوم
ہو چکا تھا یعنی من قذف زوجتہ العفیفۃ ویعتبر الاحصان عند القذف فلو قذفہا وہی امۃ او کافرۃ ثم اسلمت او عتقت فلا حد ولا لعان زیلعی اور معتبر ہو محصن
ہونا زوجہ کا نزدیک قذف کے تو اگر قذف کیا زوج نے زوجہ کا اور حالانکہ وہ لونڈی یا کافرہ تھی پھر کافرہ مسلمان ہوگئی اور لونڈی آزاد ہوئی تو زوج پر نہ حد ہی
نہ لعان کذا ذکرہ الزیلعی اسواسطے کہ لونڈی اور کافرہ کی قذف سے نہ حد ہو نہ لعان اور بعد مسلمان اور آزاد ہونے کے زوج سے قذف صادر نہین ہوا کہ حد ہو یا لعان ولیسقط اللعان

بعد وجوبہ بالطلاق البائن ثم لا یعود بتزوجہا بعدہ لان الساقط لا یعود اور لعان ساقط ہوتا ہے بعد وجوب لعان کے بسبب طلاق بائن کے یعنی بعد قذف کے
جب لعان مرد پر واجب ہوا پھر اُسنے زوجہ کو طلاق بائن دی تو لعان کا حکم ساقط ہو گیا پھر لعان عود نکریگا اُسکے نکاح کر لینے سے بعد طلاق کے اسواسطے کہ جو چیز
ساقط ہو گئی وہ نہیں پھرتی یعنی بعد قذف کے جب طلاق بائن دی تو لعان ساقط ہو گیا اسواسطے کہ زوجیت منقطع ہو گئی پھر بعد طلاق بائن کے اگر اُس سے
نکاح کریگا تو بھی حکم لعان عود نکریگا وکذا لیسقط بزناہا ووطیہا بشبہۃ وبردتہا ولا یعود ولو اسلمت بعدہ اور اسیطرح ساقط ہوتا ہے لعان عورت کے زنا سے اور
اُسکی وطی کے شبہ سے اور اُسکے مرتد ہونے سے اور عود نہیں کرتا لعان اگر عورت مسلمان ہو جاوے بعد اسکے ویسقط بموت شاہد القذف وغیبتہ اور ساقط ہوتا ہے لعان
شاہد قذف کی موت سے اور اُسکے غائب ہونے سے یعنی اگر بعد گواہی دینے کے شاہد مر جاوین یا غائب ہو جاوین تو لعان ساقط ہے ولا یسقط لو عمی الشاہد او فسق او ارتد
اور ساقط نہیں ہوتا لعان اگر اندھا ہو جاوے شاہد یا فاسق یا مرتد ہو جاوے ولو قال لزوجتہ زنیت وانت صبیۃ او مجنونۃ وہو ای الجنون معہود فلا لعان لاسنادہ الی حالۃ
اور اگر زوج نے کہا اپنی زوجہ سے کہ تو نے زنا کیا جبکہ تو صغیرہ تھی یا مجنونہ تھی اور حالانکہ جنون اُسکا معلوم ہے تو لعان نہیں واسطے منسوب ہونے زنا کے بغیر اپنے محل کے یعنی
لڑکپن اور جنون ایسی حالت نہیں جو قابل ہو قباحت زنا کا بخلاف زنیت وانت ذمیۃ او امۃ منذ اربعین سنۃ وعمرہا اقل حیث یتلاعنان
لاقتصارہ فتح بخلاف اس قول کے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو نے زنا کیا جبکہ تو ذمیہ یا لونڈی تھی یا کہ تو نے زنا کیا چالیس برس کی ابتدا سے اور حالانکہ عمر زوجہ
کی چالیس برس سے کم ہے مثلاً بیس یا تیس برس کی ہے اسواسطے کہ اب زوجین لعان کرینگے واسطے کوتاہ کرنے زوج کے قذف کے وقت پر کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ زنا قبل
ولادت عورت کے متصور نہیں نہ حقیقۃً نہ مجازاً تو چالیس برس کا ذکر لغو ہو گیا تو فقط لفظ زنیت کا باقی رہگیا اور یہ موجب ہے لعان کا کذا فی حاشیۃ المدنی وصفتہ ما
نطق النص الشرعی بہ من کتاب وسنۃ اور صفت لعان کی وہ ہے جسکو قرآن اور حدیث ناطق ہے طریقہ لعان کا یہ ہے کہ قاضی زوجین کو باہم روبرو کھڑا کرے اور اول
زوج سے کہے کہ تو لعان کر تو زوج چار باریوں کہے کہ مین اللہ کے نام پر گواہی دیتا ہون کہ مین سچا ہون اُسکی طرف زنا کی نسبت کرنے مین اور پانچوین باریون کہے کہ خدا کی لعنت
اُسپر اگر وہ جھوٹا ہو اُسکی طرف زنا کی نسبت مین اور ہر بار عورت کیطرف اشارہ کرتا جاوے پھر عورت چار باریون کہے کہ مین اللہ کے نام کی گواہی دیتی ہون کہ وہ جھوٹا ہے میری طرف
زنا کی نسبت کرنے مین اور پانچوین باریون کہے کہ اللہ کا غضب اُسپر یعنی عورت پر اگر مرد سچا ہو عورت کیطرف زنا کی نسبت کرنے مین بعد اسکے دریافت کرنا چاہیئے کہ
لعنت دو قسم ہے ایک یہ کہ رحمت الٰہی سے دور ہونا ایسی لعنت کافرون کو مخصوص ہے مسلمان کے حق مین ہرگز جائز نہیں دوسری قسم یہ کہ درجات ابرار اور مراتب نیکان سے
دور ہونا سو یہی دوسری قسم مراد ہے کتاب اللعان مین کذا فی حاشیۃ المدنی فان تلاعنا ولو اکثرہ بانت بتفریق الحاکم فیتوارثان قبل تفریقہ الذی وقع اللعان
عندہ ولیفرق وان لم یرضیا بالفرقۃ شمنی پھر اگر لعان کیا دونون نے اگرچہ چار بار نہین بلکہ اکثر بار یعنی تین بار لعان کیا تو عورت بائن ہو گی یعنی نکاح ٹوٹ
جاویگا بسبب جدا کر دینے حاکم کے یعنی فقط لعان سے بدون تفریق حاکم کے جدائی نہوگی لہذا دونون باہم وارث ہونگے قبل تفریق اُس حاکم کے جسکے سامنے لعان
واقع ہوا ہے اور حاکم جدائی کرواوے اگرچہ دونون جدائی سے راضی نہون اسواسطے کہ حدیث مین ثابت ہو چکا ہے کہ لعان کرنے والون مین ملاپ نہین کذا ذکرہ الشمنی
ولو زالت اہلیۃ اللعان بما یرجی زوالہ کجنون فرق والا لا اور اگر بعد لعان قبل تفریق کے اہلیت لعان کی زائل ہو گئی تو اگر زوال اہلیت کا ایسی چیز سے
ہوا ہے کہ اُسکا دور ہونا متوقع ہے چنانچہ جنون تو حاکم دونون کو جدا کر دے اور اگر مزیل اہلیت کا متوقع الزوال نہین چنانچہ زوج نے اپنے تکذیب کی یا دونون
مین سے کسی نے دوسری عورت کو عیب لگایا اور اُسپر قذف کی حد واقع ہوئی یا زوجہ سے کسی نے حرام وطی کی یا زوجین مین سے کوئی گونگا ہو گیا تو ان صورتون مین حاکم
زوجین مین تفریق نکرے بسبب باقی رہنے اہلیت لعان کے کذا فی البحر الرائق ولو تلاعنا فغاب احدہما ووکل بالتفریق فرق تاتارخانیۃ ومفادہ انہ اذا لم یوکل
ینتظر اور اگر دونون نے لعان کیا پھر ایک اُنمین سے غائب ہو گیا قبل تفریق کے اور کسی کو اپنا وکیل کیا تفریق کیواسطے تو حاکم حکم تفریق کا کر دے کذا فی
التاتارخانیۃ اور اس قید سے مستفاد ہوا کہ اگر غائب کسی کو وکیل اپنا نکر جاوے تو واسطے حکم تفریق کے حاکم انتظار کرے غائب کے آنے کا اسواسطے کہ قضا علی الغائب

خلع کی مانند شرط طلاق کے ہی یعنی منکوحہ ہونا زوجہ کا اور اہلیت زوج کی تو صبی اور مجنون کا خلع صحیح نہیں وصفتہ ما ذکر بقولہ ہو یمین فی جانبہ لانہ
تعلیق الطلاق بقبول المال فلا یصح رجوعہ قبل قبولہا ولا یصح شرط الخیار لہ ولا یقتصر علی المجلس ای مجلسہ ویقتصر قبولہا علی مجلس علمہا اور خلع
یمین ہی مرد کی جانب میں اسواسطے کہ وہ تعلیق ہی طلاق کی مال کے قبول پر تو صحیح نہیں پلٹنا زوج کا خلع سے قبل قبول کرنے عورت کے اور صحیح نہیں زوج
کو شرط کرنا اپنے اختیار کا اور منحصر نہیں زوج کی مجلس پر یعنے اگر زوج مجلس بدلیگا تو خلع باطل نہوگا اور موقوف ہی قبول کرنا عورت کا اپنے علم کی مجلس پر
یعنے جب عورت کو خلع کی خبر ہوا اور وہ مجلس میں نہ قبول کرے اٹھ کھڑی ہو خلع باطل ہوگا وفی جانبہا معاوضۃ بمال فصح رجوعہا قبل قبولہ وصح
شرط الخیار لہا ولو اکثر من ثلثۃ ایام بحر ویقتصر علی المجلس کالبیع اور عورت کی جانب میں خلع بدلائی ہو عوض مال دینے کے تو صحیح ہی عورت کا رجوع کرنا قبل
قبول کرے زوج کے اور صحیح ہی عورت کو اختیار کا شرط کرنا اگرچہ تین روز سے زیادہ اپنے اختیار کو شرط کرے کذا فی البحر الرائق اور موقوف ہی صحت خلع
کی عورت کی مجلس پر مانند بیع کے فائدۃ یشترط فی قبولہا علمہا بمعناہ لانہ معاوضۃ بخلاف طلاق وعتاق وتدبیر لانہ اسقاط والاسقاط یصح مع الجہل فائدہ
شرط ہی عورت کی صحت قبول میں دریافت کرنا عورت کا معنی خلع کو تو اگر زوج مثلاً ہندہ کی عورت سے خلع بعوض مال عربی زبان میں کرادے تو قول
صحیح میں صحیح نہوگا اسواسطے کہ خلع بدلائی کا نام ہی اور بدلائی بدون دریافت کے نہیں ہوتی بخلاف طلاق اور عتاق اور تدبیر کے کہ انمیں علم ہونا
ضرور نہیں اسواسطے کہ ہر واحد عبارت ہی اسقاط حق سے اور اسقاط نادانی کے ساتھ صحیح ہو جاتا ہی یعنی فقط قضاءً صحیح ہی نہ دیانۃً کذا فی حاشیۃ المدنی
وجانب العبد فی العتاق علی مال کجانبہا فی الطلاق اور جانب غلام کے آزادی بشرط مال میں مانند جانب عورت کے ہی طلاق میں یعنی اگر
غلام کہے مولی سے کہ عوض اسقدر مال کے مجھکو آزاد کیجیے تو غلام کو رجوع کرنا قبل قبول مولی کے درست ہی اور اگر مولی کہے کہ میں نے بعوض اتنے مال کے تجھکو
آزاد کیا تو مولی اس کلام سے پلٹ نہیں سکتا اور شرط خیار اور اقتصار علی المجلس کو بھی اسی پر قیاس کرلینا چاہیے والخلع یکون بلفظ البیع والشراء والطلاق
والمبارأۃ کبعت نفسک او طلاقک او طلقتک علی کذا وابرأتک ای فارقتک وقبلت المرأۃ اور خلع ہوتا ہی بلفظ بیع اور شرا اور طلاق اور مبارات کے
چنانچہ یوں زوج کا کہنا کہ میں نے تیری ذات کو یا تیری طلاق کو بیچا یا یوں کہے کہ میں نے تجھکو طلاق بعوض اتنے مال کے دی یا یوں کہا کہ مباراۃ کی میں نے
تجھسے یعنی تجھکو جدا کیا اور عورت نے قبول کرلیا تو خلع ان الفاظ سے ثابت ہوگیا اما خلع بلفظ شرا کی یہ مثال کہ عورت نے کہا کہ میں نے اپنی ذات یا اپنی طلاق تجھسے
مول لی بعوض اتنے مال کے کذا فی منح الغفار وحکمہ ان الواقع بہ ولو بلا مال وبالطلاق الصریح علی مال طلاق بائن وثمرتہ فیما لو بطل البدل کما سیجئ
اور حکم خلع یہ ہی کہ جو خلع سے واقع ہوتی ہی سو طلاق بائن ہی اگرچہ خلع بدون مال کے ہوا اور اگرچہ بلفظ طلاق صریح ہو عوض مال کے اور ثمرہ اس حکم کا صورت
میں ظاہر ہوتا ہی جبکہ بدل خلع کا مال باطل واقع ہو مانند شراب یا سور کے چنانچہ بدل باطل کا بیان بعد چند سطر کے عنقریب آتا ہی یعنی جبکہ بدل خلع میں مال باطل
مذکور ہوگا تو اگر خلع بلفظ خلع ہوا ہی تو طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر بلفظ طلاق ہوا ہی تو طلاق رجعی واقع ہوگی والخلع ہو من الکنایات فیعتبر
فیہ ما یعتبر فیہا من قرائن الطلاق لکن لو قضی بکونہ فسخا نفذ لانہ مجتہد فیہ وقیل لا اور خلع کنایات میں داخل ہی تو خلع میں اعتبار کیا جاویگا اس امر کا
جسکا کنایات میں اعتبار ہوتا ہی یعنی قرائن طلاق کا چنانچہ قبل اسکے مذاکرہ طلاق کا ہونا یا طلاق کا سوال کرنا در المنتقی میں ہی کہ مال مقرر کرنا خلع میں
یہ بھی قرینہ ہی طلاق کا کذا فی حاشیۃ المدنی اور باوجودیکہ خلع کنایات میں داخل ہی اور کنایات سے طلاق ہی واقع ہوتی ہی نہ فسخ لیکن اگر قاضی حنبلی یا
شافعی بموجب اپنے مذہب کے فسخ کرنے کا حکم کرے تو نافذ ہوگا اسواسطے کہ اس امر میں اجتہاد کی گنجائش ہی اور قول مجتہد فیہ میں حکم قاضی نافذ ہی اگرچہ قاضی
شافعی ہو اور مدعی یا مدعا علیہ حنفی یا مالکی یا حنبلی اور قول ضعیف یہ ہی کہ قاضی کا حکم اسمیں نافذ نہیں خلعہا ثم قال لم انو بہ الطلاق فان ذکر بدلا لم یصدق
قضاء فی الصور الاربع اور اگر مرد نے عورت سے خلع کیا پھر بولا کہ میں نے اس سے طلاق کی نیت نہیں کی تو اگر زوج بدل خلع میں کچھ مال ذکر کرچکا ہی تو قضاءً

اسکی تصدیق نہوگی چارون صورتون مین الفاظ بیع اور شرا اور خلع اور مبارات مین اسواسطے کہ ذکر عوض کا قرینہ ہی طلاق کا اگر باعتبار دیانت کے البتہ
تصدیق ہوگی لیکن اس صورت مین بھی عورت کو مرد کے پاس رہنا جائز نہین اسواسطے کہ عورت مانند قاضی کے ہی ظاہر پر عمل کرنے مین کذا فی حاشیۃ المدنی
ناقلا عن البحر والاصدق فی ما اذا وقع بلفظ الخلع والمباراۃ لانہما کنایتان ولا قرینۃ بخلاف لفظ بیع و طلاق اور اگر مال مذکور نہین ہوا تو زوج کی
تصدیق ہوگی اُس خلع مین جو کہ بلفظ خلع اور بلفظ مبارات واقع ہوا ہی اسواسطے کہ یہ دونون لفظ کنایہ ہین طلاق سے اور قرینہ طلاق کا کوئی موجود نہین
بخلاف لفظ بیع اور طلاق کے کہ اسمین زوج کی تصدیق نہوگی بدون ذکر مال کے بھی اسواسطے کہ وہ دونون لفظ طلاق صریح ہین قرینہ اور نیت کی کچھ اسمین
حاجت نہین لفظ بیع اسواسطے طلاق صریح ٹھہرا کہ بیع عبارت ہی زوال ملک عین سے اور زوال ملک عین کو زوال ملک منافع لازم ہی وفیہ اشارۃ الی اشتراط النیۃ وہو
ظاہر الروایۃ الا ان المشائخ قالوا لا یشترط النیۃ لانہ بحکم غلبۃ الاستعمال صار کالصریح کما فی القہستانی عن متفرقات طلاق المحیط اور اسمین یعنی خلع اور مبارات
کی کنایہ ہونے مین اشارہ ہی نیت کے شرط ہونے کی طرف یعنی بلفظ خلع بدون نیت کے طلاق نہ واقع ہوگی اور یہ ظاہر الروایۃ ہی مگر مشائخ نے کہا ہی کہ نیت
شرط نہین اسواسطے کہ لفظ خلع بسبب کثرت استعمال کے مانند طلاق صریح کے ہوگیا ہی چنانچہ قہستانی مین یہ مذکور ہی متفرقات طلاق محیط سے طحطاوی نے کہا
کہ مشائخ سابقین کے زمانہ مین شاید ایسا ہی ہوگا کہ خلع بجاے طلاق صریح مستعمل ہوتا ہوگا وکرہ تحریما اخذ شئی ویلحق بہ الابراء عما لہا علیہ ان نشز
اور اگر ناموافقت اور زیادتی زوج کی طرف سے ہو اُسکو خلع کی عوض کچھ لینا عورت سے مکروہ تحریمی ہی اور اس سے ملحق ہی ابرار دین یعنی اگر عورت کا
دین ہو مرد پر مہر ہو یا غیر مہر اور مرد عوض خلع کے اُسکی معافی چاہے تو یہ بھی مکروہ تحریمی ہی طحطاوی محشی نے کہا کہ حق یون ہی کہ اس حال مین مال لینا
حرام قطعی ہی لیکن اگر لیگا تو مالک ہوگا بملک خبیث کذا فی حاشیۃ المدنی وان نشزت لا ولو منہ نشوز ایضا ولو باکثر مما اعطاہا علی الاوجہ فتح اور اگر
نافرمانی اور ناموافقت عورت کی طرف سے ہو تو عورت سے عوض خلع کے مال لینا مکروہ نہین اگرچہ بعد نافرمانی زوجہ کے زوج کی طرف سے بھی ناموافقت
ہوگئی ہو تو بھی مال لینا درست ہی اگرچہ خلع مین لینا دینے سے زیادہ ہو یعنے اگر مثلاً دس درم مہر مین عورت کے دیے تھے اور بیس درم خلع کی
عوض لیے تو بھی جائز ہی بنا بر اُس قول کے جسکی وجہ خوبتر ہی کذا فی فتح القدیر وصحح الشمنی کراہۃ الزیادۃ وتعبیر الملتقی لا باس یفید انہا تنزیہیۃ وبہ
یحصل التوفیق اور شمنی نے مہر سے زیادہ لینے کی کراہیت کو صحیح کیا ہی اور تعبیر ملتقی الابحر کی بلفظ لا باس بہ کے اسکا فائدہ دیتی ہی کہ کراہت تنزیہی
ہی تو اس تقریر سے حاصل ہوگیا اتفاق دونون قولون کا سو جو فقیہ کہ دینے سے زیادہ لینے کو کہتا ہی سو کراہت تنزیہی کا ارادہ کرتا ہی اور جو نفی
کراہت کی کرتا ہی وہ کراہت تحریمی کی نفی کرتا ہی نہ تنزیہی کی تو اختلاف جاتا رہا اکرہہا الزوج علیہ تطلق بلا مال لان الرضا شرط للزوم المال
وسقوطہ زبردستی کی عورت پر زوج نے خلع قبول کرنے پر تو بدون مال کے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ رضامندی شرط ہی لازم ہونے
مال مین اور ساقط ہونے مال مین یعنی خواہ عورت نے مال دینا اپنے اوپر جبر سے لازم کر لیا ہی یا اسقاط مہر کا قبول کیا تو جبر مین نہ مال دینا لازم ہوگا
اور نہ مہر ساقط ہوگا ولو ہلک بدلہ فی یدہا قبل الدفع او استحق فعلیہا قیمتہ لو البدل قیمیا ومثلہ لو مثلیا لان الخلع لا یقبل الفسخ اور اگر
ہلاک ہوگیا بدل خلع کا عورت کے ہاتھ مین یا اُسکا کوئی اور مالک نکلا عورت کے سوا تو اگر بدل قیمت والی چیز تھا چنانچہ غلام یا کپڑا تو عورت پر اُسکی قیمت
دینا لازم ہوگا اور اگر بدل مثلی تھا چنانچہ کیلی یا وزنی چیز تھا تو عورت کو اُسکے مانند دینا لازم آویگا اسواسطے کہ خلع فسخ ہونے کو قبول نہین کرتا بخلاف بیع کے
جبکہ بائع کے پاس ہلاک ہو جاوے اسواسطے کہ بیع فسخ ہوسکتی ہی خلعہا او طلقہا بخمر او خنزیر او میتۃ او نحوہا مما لیس بمال وقع طلاق بائن فی الخلع رجعی
فی غیرہ دقوعا مجانا فیہما لبطلان البدل وہو الثمرۃ کما مر خلع کیا عورت سے یا طلاق دی اُسکو عوض شراب یا سور یا مردار یا مانند اُسکے اس قسم سے
کہ وہ مسلمان کے حق مین مال نہین تو طلاق بائن واقع ہوگی خلع کے لفظ مین اور طلاق رجعی ہوگی خلع کے سوا اور الفاظ مین دونون صورتون مین

طلاق کا واقع ہونا مفت ہوگا بسبب باطل ہونے بدل کے اور یہ وہ ثمرہ ہی جسکی آمد کا شارح نے وعدہ کیا تھا ولو سمت حلالا لهذا الخل فاذا هو خمر رجع بالمهران لم
يعلم والا لاشیٔ له اور اگر عورت نے عوض خلع مین حلال مال کا نام لیا چنانچہ یون کہا کہ مجھسے خلع کر عوض اس سرکے کے حالانکہ وہ شراب تھی سرکہ نہ تھا
تو زوج مہر کو پھیرے اگر ادا کیا ہو اور اگر ہنوز دیا نہین تو ساقط ہوا البتہ بشرطیکہ زوج کو شراب ہونے کا علم نہ تھا اور اگر زوج جانتا ہو کہ وہ سرکہ نہین
بلکہ شراب ہی تو مفت طلاق واقع ہوگی مہر عورت کا قائم رہیگا اسواسطے کہ فریب عورت کا ثابت نہین اس صورت مین کما لعنی علی ما فی یدی ای الجیتہ
ولاشیٔ فی یدها العدم التسمية چنانچہ مفت طلاق واقع ہوتی ہی اُس صورت مین کہ عورت نے اپنے مرد سے کہا کہ مجھسے خلع کر میرے ہاتھ والی چیز پر اور
حالانکہ اُسکے ہاتھ مین کچھ نہین مفت طلاق ہوگی بسبب عدم تقرر مال کے اور ہاتھ سے مراد اس مثال مین ظاہری ہاتھ ہی نہ معنوی لعنی قبض اور تصرف کذا
کذا عکسه اور اسیطرح اس مثال کے بالعکس مین مفت طلاق ہوگی یعنی اگر مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجھسے خلع کیا اپنی ہاتھ والی چیز پر اور حالانکہ اُسمین کچھ نہین
لکن لوکان فی یده جوهرة لها فقبلت فهی له علمت او لا لاضرارها نفسها بقبولها لیکن اگر زوج کے ہاتھ مین عورت کا جواہر ہوگا اور عورت ہاتھ والی چیز پر خلع
قبول کریگی تو وہ جواہر مرد کا مملوک ہو جاویگا عورت کو ہاتھ مین جواہر ہونے کا علم ہو یا نہو بسبب ضرر رسانی عورت کے اپنی ذات کو اُسکے قبول کر لینے سے
وان زادت من مال او دراهم ردت عليه فی الاولی مهرها ان قبضته والا لاشیٔ علیها جوهرة او ثلثة دراهم فی الثانية اور اگر عورت نے مثال مذکور
مین مال یا دراہم کا لفظ زیادہ کیا یعنی یون کہا کہ مجھسے خلع کر میرے ہاتھ والے مال پر یا میرے ہاتھ والے دراہم پر اور حالانکہ اُسکے ہاتھ مین کچھ نہین تو پہلی
صورت مین یعنی درصورت ذکر مال عورت اپنا مہر مرد کو پھیر دے اگر مہر کو مرد سے لے چکی ہو اور اگر مہر ہنوز نہ پایا ہو تو عورت کو کچھ دینا لازم نہین یعنی اگر مہر مرد
پر ہوگا تو ساقط ہوگا عورت کو کچھ نہ دینا پڑیگا یا کہ عورت تین درم مرد کو پھیر دے دوسری صورت مین یعنی درصورت ذکر دراہم کے کذا فی الجوہرہ اور ہاتھ سے مراد ان
دونون صورتون مین ظاہری ہاتھ نہین بلکہ مقبوضہ مراد ہی ولو فی یدها اقل کملتها اور اگر مثال مذکور مین عورت کے ہاتھ مین تین درم سے کم ہون یعنی ایک درم ہو
یا دو مین کو پورا کر دے تاکہ اقل جمع پایا جاوے ولو سمت دراهم فبان دنانير لم اره اور اگر عورت نے عوض خلع مین دراہم کا نام لیا پھر ظاہر ہوا کہ عورت
کے ہاتھ مین درم نہین بلکہ دینارین ہین شارح کہتا ہی کہ مین نے اسکا حکم کتب فقہ مین نہین دیکھا مگر صاحب نہر نے کہا کہ اس صورت مین دراہم ہی
واجب ہونگے نہ دنانیر لیکن اسکو کہین مصرح نہین دیکھا کذا فی حاشیۃ المدنی والبيت والصندوق وبطن الجارية اذا لم تلد لاقل المدة وبطن
الغنم وثمر الشجر کالید فذکر الید مثال کما فی البحر اور کوٹھری اور صندوق اور لونڈی کا پیٹ بشرطیکہ چھ مہینے سے کم مین نہ جنی ہو اور پھر بکری
کا پیٹ اور درخت کا پھل حکم مین مانند ہاتھ کے ہین تو ذکر ہاتھ کا امثلہ سابقہ مین بطور مثال کے ہی کذا فی بحر الرائق یعنی اگر عورت نے کہا کہ میری
کوٹھری والی یا صندوق والی چیز یا میری لونڈی اور بکری کے پیٹ کے بچے یا میرے درخت کے پھلون پر مجھسے خلع کر اور حالانکہ اسکی کوٹھری اور صندوق مین اور
لونڈی اور بکری کے پیٹ مین اور درخت پر کچھ نہین تو طلاق مفت ہوگی عورت پر کچھ دینا لازم نہوگا لیکن اگر لونڈی چھ مہینے سے کم مدت مین جنے گی تو
مرد اُسکے بچہ کا مالک ہوگا اور اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ مدت مین جنے گی تو مرد اُسکا مالک نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی قال وقیده فی الخلاصة وغيرها بعدم العلم فقال لو
علم انه لامتاع فی البیت او انه لامهر لها علیه فی خلعها بمهرها ولا يلزمها شیٔ لانها لما علمه فلم يصر مغرورا او لو ظن ان عليه المهر ثم تذكر عدمه ردت المهر اور صاحب بحر الرائق نے
کہا کہ مسائل مذکورہ مین مفت طلاق واقع ہونے کو خلاصہ وغیرہا مین مقید کیا ہی بقید عدم علم کے سو یون کہا ہی کہ اگر زوج نے جانا کہ کچھ اسباب کوٹھری یا صندوق مین نہین یا
خلع بعوض مہر مین زوج یہ جانتا تھا کہ عورت کا اُسپر کچھ مہر نہین تو عورت کو کچھ دینا لازم نہ آویگا اسواسطے کہ اس صورت مین عورت نے مرد کو کچھ لالچ نہین دکھلایا تو زوج
کو عورت نے کچھ فریب نہین دیا اور اگر مرد کو اپنے اوپر مہر واجب ہونے کا گمان تھا پھر اُسکو یاد آگیا کہ مجھپر مہر باقی نہین ہا تو عورت کو مہر کا پھیر دینا لازم ہوگا اسواسطے
کہ مرد کو دھوکا ہوا ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ لعدم العلم سے لفظ عدم کو محذوف کرتا تاکہ آئندہ قول سے مناسبت ہوتی کذا فی حاشیۃ الدر فی

خالعت علی عبد ابق لہا علی برائتہا من ضمانہ لم تبرأ وعلیہا تسلیمہ ان قدرت والا قیمتہ لانہ لا یبطل بالشرط الفاسد کالنکاح عورت نے خلع کیا اپنے بھاگے غلام پر بشرط بری الذمہ ہونے کے اسکی ضمانت سے تو عورت بری الذمہ نہو گی اس شرط سے اور عورت پر تسلیم غلام کی واجب ہو گی اگر قادر ہو اسپر اور اگر غلام نہ ل سکے تو قیمت غلام کی لازم ہو گی اسواسطے کہ خلع باطل نہین ہوتا شرط فاسد سے چنانچہ نکاح نہین باطل ہوتا قالت طلقنی ثلثا بالف او علی الف فطلقہا واحدۃ وقع فی الاولی بائنۃ بثلثہ اے بثلث الالف ان طلقہا فی مجلسہا والا فمجانا فتح عورت نے کہا کہ مجھکو تین طلاق دے عوض ہزار کے یا بشرط ہزار کے پھر مرد نے اسکو ایک طلاق دی تو پہلی صورت مین یعنی بالف مین ایک طلاق بائن واقع ہو گی ہزار کی تہائی کی عوض بشرطیکہ عورت کی مجلس نہ بدلی ہو اور اگر دوسری مجلس مین طلاق دی تو مفت طلاق واقع ہو گی کذا فی فتح القدیر وفی الخانیۃ لو کان طلقہا ثنتین وجب کل الالف اور خانیہ مین ہو کہ اگر زوج عورت کو دو طلاق اول دیچکا تھا تو اسکو پورے ہزار ملینگے یعنی اگر بعد دو طلاق دینے کے عورت نے کہا کہ مجھکو تین طلاق دے عوض ہزار کے اور زوج نے ایک طلاق دی تو عورت کو ہزار کا دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ دو اور ایک ملکر تین ہو گئے عورت کا مطلب تھا پوری جدائی سے سو حاصل ہو گیا وفی الثانیۃ رجعیۃ مجانا لان علی للشرط وقالا کالباء اور دوسری صورت مین ایک طلاق رجعی واقع ہو گی مفت یعنی جب عورت نے کہا کہ (طلقنی ثلثا علی الف) تو ایک طلاق رجعی مفت واقع ہو گی اسواسطے کہ حرف علی کا واسطے شرط کے ہو اور مشروط منقسم نہین ہوتا اجزا شرط پر اور رجعی طلاق اسواسطے ہوئی کہ مال سے خالی ہو اور صاحبین نے کہا کہ حرف علی کا مانند بے کے ہو تو جیسے پہلی صورت مین ہزار کی تہائی کے عوض ایک طلاق واقع ہوئی تھی ویسی ہی دوسری صورت مین ایک طلاق بائن واقع ہو گی قال لہا طلقی نفسک ثلثا بالف او علی الف فطلقت نفسہا واحدۃ لم یقع شئی لانہ لم یرض بالبینونۃ الا بکل الالف بخلاف مامر لرضاہا بالبعض اولی مرد نے عورت سے کہا کہ تین طلاق دے اپنی ذات کو عوض ہزار کے یا ہزار پر سو عورت نے اپنی ذات کو ایک طلاق دی تو کچھ نہ واقع ہو گا اسواسطے کہ مرد راضی نہوا جدائی سے مگر پورے ہزار کے بدلے اور عورت نے تہائی کے بدلے جدائی چاہی تو مطلب مرد کا نہوا لہذا ایک طلاق بھی واقع نہو گی بخلاف مسئلہ گذشتہ کے بسبب راضی ہونے عورت کے جدائی سے عوض ہزار کے تو ہزار سے کم مین بطریق اولی راضی ہو گی وقولہا انت طالق بالف او علی الف فقبلت فی مجلسہا لزم ان لم تکن مکرہۃ کما مر ولا سفیہۃ ولا مریضۃ کما یجیٔ الالف لانہ تعویض او تعلیق اور مرد کا عورت سے یون کہنا کہ تو مطلقہ ہو عوض ہزار کے یا بشرط ہزار کے پھر عورت نے اسے قبول کر لیا اپنی مجلس مین تو عورت پر ہزار کا دینا لازم ہو گا بشرطیکہ اسپر زبردستی نہ کی ہو چنانچہ اسکا ذکر سابق ہو چکا اور عورت احمق اور بیمار نہو چنانچہ حکم بیمار کا آگے آویگا ہزار دینا اسواسطے لازم ہو گا کہ یہ فعل یا بدلائی ہو یا تعلیق ہو یعنی بالف کہنے مین بدلائی ہو اور علی الف مین تعلیق ہو وفی البحر عن التاتارخانیۃ قال لامرأتیہ احدکما طالق بالف درہم والاخری بمائۃ دینار فقبلتا طلقتا بغیر شئی اور بحر الرائق مین تاتارخانیہ سے منقول ہو کہا اپنی دو عورتون سے تم مین سے ایک مطلقہ ہو بعوض ہزار درم کے اور دوسری بعوض سو درم کے سو قبول کر لیا اسکو دونون نے تو دونون پر طلاق واقع ہو گی مفت بسبب مجہول ہونے مال کے اسواسطے کہ ہر عورت یہ کہ سکتی ہو کہ مجھپر لازم نہین دینا مگر سو درم کا انت طالق وعلیک الف او انت حر وعلیک الف طلقت وعتق مجانا وان لم یقبلا لان قولہ وعلیک الف جملۃ تامۃ وقالا ان قبلا صح ولزم المال عملا بان الواو للحال وفی الحاوی وبقولہما یفتی زوج نے کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہو اور تجھپر ہزار درم دینا لازم ہو یا مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہو اور تجھپر ہزار درم دینا لازم ہو تو عورت مطلقہ ہو گی اور غلام آزاد ہو گا مفت اگرچہ دونون نے ہزار درم دینا قبول بھی نہ کر لیا ہو اسواسطے کہ زوج یا مالک کا یون کہنا وعلیک الف یہ پورا جملہ ہو یعنی ماقبل سے کچھ علاقہ نہین رکھتا اعراب مین خواہ واو عطف کا ہو خواہ استیناف کا اور صاحبین نے کہا کہ اگر عورت اور غلام نے ہزار درم کو قبول کر لیا ہو تو طلاق یا اعتاق صحیح ہو گا اور مال کا دینا لازم ہو گا باعتبار عمل کے کرنے کے کہ یہ واو حالیہ ہو تو وعلیک الف پورا جملہ نہ ٹھہرا بلکہ انت طالق وعلیک الف ایک جملہ ہو گیا تو مطلب یہ ہوا کہ تو طالق ہو در حالت وجوب

ہزار درم اور حاوی قدسی مین کہا ہی کہ صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہی وقال طلقتک علی الف فلم تقبلی فقالت قبلت فالقول لہ بیمینہ
بخلاف بعتک طلاقک امس علی الف فلم تقبلی وقالت قبلت فالقول لہا وکذا لو قال لعبدہ کذلک کقولہ لغیرہ بعت منک ہذا
العبد بالف امس فلم تقبل وقال المشتری قبلت فان القول للمشتری والفرق ان الطلاق بالمال یمین من جانبہ وہی تدعی حنثہ وہو منکر اما البیع
فاقرارہ بہ اقرار بالقبول فانکارہ رجوع فلا یسمع فلو برہنا اخذ ببینتہا تاتارخانیہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ مین نے تجھکو طلاق دی ہزار درم پر سو تو نے ہزار
درم دینا قبول نہ کیا سو عورت نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے بخلاف اس قول کے کہ مرد نے عورت سے
کہا کہ مین نے تیری طلاق کل بیچی تھی ہزار درم پر سو تو نے ہزار درم کو نہ قبول کیا تھا اور عورت نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو اس صورت مین عورت
ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسیطرح اگر مالک نے اپنے غلام سے کہا تو اسکا بھی ایسا ہی حکم ہی یعنی اگر مالک نے غلام سے کہا کہ مین نے تجھکو ہزار درم پر آزاد کیا تھا
سو تو نے دینا نہ قبول کیا تھا اور غلام نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے اور اگر یون کہا کہ مین نے تیری ذات کو ہزار
درم پر بیچا تھا سو تو نے نہ قبول کیا تھا اور غلام بولا کہ مین نے قبول کیا تھا تو غلام کا قول معتبر ہوگا چنانچہ مالک کا یون کہنا غیر عبد سے کہ مین نے بیچا تھا
تیرے ہاتھ اس غلام کو بعوض ہزار درم کے کل سو تو نے نہ قبول کیا تھا اور مشتری نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو مشتری کا قول لائق اعتماد کے
ہوگا نہ مالک کا اور وجہ فرق کی درمیان طلاق اور بیع کے یہ ہی کہ طلاق بعوض مال کے تعلیق ہی جانب زوج سے اور تعلیق طلاق کو قبول زوجہ
لازم نہین اسواسطے کہ تعلیق بدون قبول کے بھی صحیح ہی اور زوجہ مدعی ہی زوج کے حانث ہونے کی یعنی تعلیق ٹوٹنے کی اور زوج اسکا انکار کرتا ہی اور
قول معتبر نہین مگر منکر کا لہذا اس صورت مذکورہ زوج ہی کا قول معتبر ہوا اور بیع کا تو یہ حال ہی کہ بیع کا اقرار وہی اقرار ہی قبول کا اسواسطے کہ بیع
عبارت ہی ایجاب اور قبول سے تو جب بیع کا اقرار کیا تو وہی قبول کا بھی اقرار ہوگیا تو بیع کا اقرار کرکے قبول کا انکار کرنا پھرنا اور پلٹنا ہی بیع سے تو
مسموع نہوگا اور اگر زوج اور زوجہ اپنے قول کے گواہ لاوین تو عورت ہی کے گواہ لیے جاوینگے اسواسطے کہ عورت مثبت ہی اور زوج نافی تو گواہ اثبات کے
اولی مین نفی سے کذا فی التاتارخانیہ ولو ادعی الخلع علی مال وہی تنکر یقع الطلاق باقرارہ والدعوی فی المال بحالہا فیکون القول لہا
لانہا تنکر وعکسہ لا یقع کیف ما کان بزازیہ اور اگر دعوی کیا مرد نے خلع کا مال پر اور عورت منکر ہی تو طلاق واقع ہو جاویگی بسبب اقرار مرد کے
اور دعوی مال کا بحال خود ہی سو اگر زوج گواہ لاویگا تو مال عورت پر لازم ہوگا اور اگر گواہ نہین تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہی اور
اور اسکے بالعکس مین طلاق نہ واقع ہوگی یعنے اگر عورت نے دعوی خلع کا کیا اور زوج منکر ہی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ عورت طلاق واقع
کرنے کی مالک نہین کسیطرح کا دعوی ہو طلاق نہوگا کذا فی البزازیہ یعنے دعوی خلع کا بعوض مال ہو یا بلا عوض اور جب خلع نہ ثابت ہوا تو عورت کو مال کا
دینا بھی نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ مال تھا عوض خلع کے فروع مسائل ملحقہ شارح کے انکر الخلع او ادعی شرطا او استثناء او ان ما قبضہ من دینہ
او اختلفا فی الطوع والکرہ فالقول لہ زوج نے خلع سے انکار کیا یا خلع مین دعوی شرط کا کیا مثلا یون کہا کہ مین نے خلع کیا تھا بشرط رضا مندی اسکے
باپ کے یا دعوی استثناء کا کیا یعنے خلع کے ساتھ مین نے انشاء اللہ کہا تھا یا یہ دعوی کیا کہ جو مال کہ لیا وہ اسکو قرض مین سے تھا یعنے
زوجہ قرضدار تھی زوج کی سو زوج نے کہا کہ مجھکو قرض کی بابت زوجہ نے مال دیا نہ بابت خلع کے یا دونون مین اختلاف پڑا خوشی اور زبردستی مین
زوجہ کہتی ہی کہ مجھسے زبردستی مال کا اقبال کرایا اور زوج کہتا ہی کہ اسنے اپنی خوشی قبول کیا تو ان سب صورتون مین اگر گواہ ہونگے تو زوج ہی کا قول
لائق اعتبار کے ہوگا ولو قالت کان بغیر بدل فالقول لہا اور اگر عورت یون کہیگی کہ خلع بلا عوض تھا اور زوج کہتا ہی کہ خلع بعوض تھا تو عورت ہی کا
قول معتبر ہوگا ادعت المہر ونفقۃ العدۃ وانہ طلقہا وادعی الخلع ولا بینۃ فالقول لہا فی المہر لا فی النفقۃ دعوی کیا عورت نے مہر اور نفقہ عدت کا

اور یہ دعوی کیا کہ مرد نے مجھکو طلاق دی ہی اور مرد نے دعوے کیا کہ خلع عوض مہر اور نفقہ عدت کے ہوا ہی اور گواہ کسی کے نہین تو عورت کا قول مہر مین معتبر ہوگا اور مرد کا قول نفقۂ عدت مین مقبول ہوگا مہر مین عورت کا قول اسواسطے معتبر ہوا کہ زوجین مین بقاے مہر اصلی امر ہی اور لائق اعتبار کے قول اُسیکا ہی جو تمسک ہو اصل کا اور نفقہ عدت مین زوج کا قول اسواسطے معتمد ہوا کہ عورت نفقۂ عدت کے استحقاق کی مدعی ہی بسبب طلاق کے اور زوج اُسکا منکر ہی اور بحر الرائق مین کہا کہ یہ تعلیل مشکل ہی اسواسطے کہ زوج اور زوجہ استحقاق نفقہ عدت مین متفق ہین اسواسطے کہ طلاق اور خلع دونون سے نفقہ ثابت ہوتا ہی تو کیونکر ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی خلع امرأتیہ علی عبد قسمت قیمتہ علی مثلیہما خلع کیا مرد نے اپنی دو عورتون سے ایک غلام پر تو منقسم ہوگی قیمت غلام کی دونون عورتون کے معین مہرون پر مثلاً قیمت غلام کی ہی تیس درم اور ایک عورت کا مہر دو سو درم کا ہی اور دوسری کا ہی سو درم کا تو دو سو درم والی پر بیس درم لازم ہونگے اور سو درم والی پر دس درم واجب ہونگے طحطاوی نے کہا یہ قسمت اُس صورت مین ہی کہ وہ غلام کسی اجنبی شخص کا ہو یا دونون عورتون کا ہو اور دونون کے مہر برابر نہون اور اگر غلام عورتون کا مملوک ہو بالمناصفہ اور دونون کے مہر بھی برابر ہون تو قیمت کی تقسیم کی کچھ حاجت نہین وہی غلام بدلہ خلع کا ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی خلعتک علی عبدی وقفت علی قبولہا ولم یجب شیٔ بحر مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجھے خلع کیا اپنے غلام پر تو نافذ ہونا خلع کا عورت کے قبول کرنے پر موقوف رہیگا اسواسطے کہ خلع بعوض معین جیز کے ہی تو بدون عورت کے قبول کے کیونکر درست ہوگا ولیکن عورت کو کچھ دینا لازم نہوگا کذا فی بحر الرائق اسواسطے کہ زوج کو اپنے مال سے عوض خلع کا اقرار دینا صحیح نہین **ویسقط الخلع فی نکاح صحیح ولو بلفظ بیع وشراء کما اعتمدہ الاعتمادی وغیرہ والمبارأۃ ای الابراء من الجانبین کل حق ثابت وقتہما لکل منہما علی الآخر مما یتعلق وقتہما بالنکاح حتی لو ابانہا ثم نکحہا ثانیا بمہر آخر فاختلعت منہ علی مہر ابریٔ عن الثانی لا الاول والمتعۃ کالمہر بزازیہ** اور ساقط کرتا ہی خلع نکاح صحیح مین اگرچہ خلع بلفظ بیع اور شراء کے ہو چنانچہ اسی پر اعتماد کیا ہی عمادی وغیرہ نے اور ساقط کرتا ہی مبارات یعنی ابراء جانبین اسطرح کہ عورت کہے کہ مجھکو بری کر اپنے مال پر اور مرد کہے کہ مین نے تجھکو بری کر دیا خلع اور مبارات ساقط کرتے ہین ہر ایک حق کو جو کہ بوقت خلع اور مبارات کے ثابت ہی ہر ایک حق دوسرے پر اُس قسم کا حق جو متعلق ہی اس نکاح سے جسکے بعد خلع ہوا یہانتک کہ اگر عورت کو طلاق بائن دی پھر اس سے دوسری بار نکاح کیا دوسرا مہر ٹھہرا کر پھر عورت نے خلع کی خواہش کی زوج سے اپنے مہر پر تو زوج بری ہوگا نکاح ثانی کے مہر سے نہ نکاح اول کے مہر سے اور متعہ مانند مہر کے ہی کذا فی البزازیہ ہم یہ جو کہا کہ خلع حق ثابت کو ساقط کرتا ہی یعنی مہر اور نفقہ اگرچہ ایام گذشتہ کا ہو اور پوشاک تو ثابت کی قید سے نفقہ عدت و سکنی نکل گیا کہ یہ خلع سے بدون شرط کرنے کے ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ یہ حق خلع کیوقت ثابت نہ تھا بلکہ بعد ثابت ہوا اور یہ جو کہا کہ وہ حق ثابت ساقط ہوتا ہی جو متعلق ہی نکاح سے تو وہ حق نکلگیا جو بجہت نکاح کے متعلق نہین چنانچہ ایک کا دین ہو دوسرے پر بسبب قرض کے یا بسبب قیمت مبیع کے تو ایسا حق خلع سے ساقط ہوگا اور یہ جو کہا کہ متعہ مہر کے مثل ہی اُسکی صورت یہ ہی کہ عورت سے بدون تقرر مہر کے نکاح کیا اور قبل دخول خلع کیا تو متعہ یعنی ایک جوڑا کپڑے کا دینا ساقط ہوگا ہر چند قیاس اسکو مقتضی ہی کہ متعہ ساقط نہو خلع سے مانند نفقہ عدت کے اسواسطے کہ یہ حق وقت خلع ثابت نہ تھا بلکہ بعد ثابت ہوا لیکن جو کہ متعہ عوض ہی مہر کا تو جیسے مہر ساقط ہوتا ہی ویسے ہی یہ بھی ساقط ہو گیا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن ابی سعود وفیہا اختلعت علی ان لا دعوی لکل علی صاحبہ ثم ادعی ان لہ کذا من القطن صح لاختصاص البراءۃ بحقوق النکاح اور بزازیہ مین ہی کہ عورت نے خلع کیا اس شرط پر کہ کچھ دعوی نہین کسیکا اپنے ساتھی پر پھر مرد نے دعوی کیا کہ اُسکی یعنی میری اتنی روئی ہی عورت کے ذمہ پر تو یہ دعوی صحیح ہی بسبب مخصوص ہونے برارت کے ساتھ حقوق نکاح کے یعنی خلع سے حقوق نکاح البتہ ساقط ہو جاتے ہین اور حقوق **الا نفقۃ العدۃ وسکناہا فلا یسقطان الا اذا بین علیہا فتسقط النفقۃ لا السکنی لانہا حق الشرع اذا ابرأتہ عن مؤنۃ السکنی فیصح فتح وہو مستغنی عنہ بما ذکرنا اذ النفقۃ والسکنی لم یجبا وقتہما بل بعدہما** سب حقوق متعلق نکاح ساقط ہوتے ہین مگر نفقہ عدت کا اور سکنی عورت کا سو یہ نہین ساقط ہوتے مگر جبکہ تصریح ہو گئی ہو نفقہ عدت کی نفی پر تو نفقہ عدت کا ساقط ہوگا نہ سکنی اسواسطے کہ سکنی حق شرع ہی حق تعالی نے فرمایا کہ (لا تخرجوہن من بیوتہن) یعنی نکالو مطلقات کو اُنکے رہنے کے مکان سے تا انقضاے

عدت مگر جبکہ عورت مرد کو بری الذمہ کردے بار برداری اور سکنی کے خرچ سے اسطرح کہ شلاً دونوں کرایہ کے مکان میں رہتے تھے تو عورت نے اپنے اوپر کرایہ دینا لازم کر لیا یوں بولی کہ میں دوسرا گھر کرایہ کو لونگی یا کہ اپنے مملوک کے گھر میں رہتی ہو تو اسطرح صحیح ہوگا کذا فی فتح القدیر خلاصہ یہ کہ سکنی کسیطرح ساقط نہیں ہوتا لیکن کرایہ سکنی کا البتہ ابراء سے ساقط ہوتا ہے شارح کہتا ہے کہ نفقۂ عدت اور سکنی کے استثنا کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہو جیسا ہمارے بیان کی یعنی (قولہ ثابت وقتہا بعد قول المصنف کل حق کی) اسواسطے کہ نفقہ اور سکنی واجب ہی نہیں وقت خلع اور مبارات کے بلکہ بعد انکے واجب ہوئے ہیں یعنی اگر مصنف ثابت وقتہا کی قید لگا تا جیسی شارح نے لگائی ہو تو استثنا کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہوتی لیکن چونکہ مصنف نے اس قید کو مذکور نہیں کیا تو البتہ استثنا کرنے کی حاجت ہوگی اور بعض حواشی میں یوں ہو کہ قید ثابت کی مصنف کے قول یسقط سے مفہوم ہوتی ہو اسواسطے کہ امر ثابت ساقط ہوتا ہو نہ کہ امر حادث تو اس توجیہ سے الا النفقۃ العدۃ استثنائے منقطع ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی **وقیل الطلاق علی مال** **یسقط المھر کالخلع والمعتمد** کذا ذکرہ البزازی اور قول نامعتمد یہ ہو کہ طلاق عوض مال کے بھی مہر کو ساقط کرتا ہو مانند خلع کے اور قول معتمد یہ ہو کہ ساقط نہیں کرتا کذا ذکرہ البزازی **لولا برأ ابراک اللہ** ذکرہ البہنسی اور زوج بری نہیں ہوتا عورت کے اس قول سے کہ خدا تجھکو بری کرے چنانچہ بہنسی نے اسکو ذکر کیا ہو اور اسکا شاگرد علامہ باقانی اور خیر الدین رملی بھی اسی کے قائل ہیں لیکن قاری ہدایہ نے اسکے خلاف فتوی دیا ہو اور کہا ہو کہ اس قول سے طلاق واقع ہوگی اور ابرا صحیح ہوگا اور غزی بھی اسکا تابع ہوگیا ہو اپنے فتاوے میں اور علامہ مقدسی نے کہا کہ ہمارے زمانے میں یہ رائج ہو کہ مرد عورت سے برأت چاہتا ہو سو عورت کہتی ہو کہ اللہ تجھکو بری کرے اور میں نے لکھدیا ہو کہ یہ برأت صحیح ہو بسبب عرف کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الاسقاطی **شرط البرأۃ من نفقۃ الولد ان وقتا وقتا کسنۃ صح ولزم والا لا بحر وفیہ عن المنتقی وغیرہ لو کان الولد رضیعا صح وان لم یوقتا وترضعہ حولین بخلاف الفطیم** شرط کیا زوج نے خلع میں اپنا بری الذمہ ہونا اپنے لڑکے کے خرچ سے تو اگر دونوں نے کوئی برأت کی مدت مقرر کی چنانچہ ایک سال کی مدت تو یہ شرط صحیح ہو اور عورت پر نفقہ لڑکے کا لازم ہوگیا اور اگر مدت نفقہ کی مقرر نہ کی تو شرط بھی صحیح نہ ہوگی اور عورت پر نفقہ بھی نہ لازم ہوگا کذا فی بحر الرائق اور اسمین منتقی وغیرہ سے منقول ہو کہ اگر لڑکا شیر خوار ہوگا تو شرط برأت کی صحیح ہوگی اگرچہ دونوں نے مدت نہ مقرر کی ہو اور عورت اسکو دودھ پلادے دو برس اسواسطے کہ شیر خوار میں قرینہ دلالت کرتا ہو کہ تا مدت رضاعت نفقہ مراد ہو بخلاف اس لڑکے کے جو دودھ چھوڑ چکا ہو کہ اگر اسکی پرورش میں مدت مقرر نہیں ہوئی تو عورت پر نفقہ لازم نہ ہوگا لیکن خلع صحیح ہوگا بسبب قبول کر لینے عورت کے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **ولو تزوجہا او ھربت او ماتت او مات الولد رجع ببقیۃ نفقۃ الولد والعدۃ** اور اگر خلع کیا عورت سے بشرط برأت نفقۂ عدت اور نفقۂ ولد کے اور پھر اس عورت سے نکاح کیا یا کہ عورت نفقہ رسانی ولد سے بھاگ نکلی یا کہ عورت بعد شرط مذکور کے مر گئی یا کہ لڑکا مر گیا تو زوج پھیر دے بقیہ نفقہ ولد اور نفقۂ عدت کو در صورت نکاح کر لینے مختلعہ مذکورہ کے زوج پر نفقہ عورت کا لازم ہوگیا اور یہاں آکر لڑکے کو بھی اسکے باپ کے مال سے کھلاویگی لہذا زوج کو جسقدر مدت بعد عدت باقی رہی ہوگی اتنی مدت کا نفقہ عورت کا اور نفقہ ولد کا پھیر لینا جائز ہو اسواسطے کہ وہ عوض تھا خلع کا اور در صورت ہرب بھی بقیہ نفقہ کو زوج پھیر لیگا اسواسطے کہ عورت نے شرط کو پورا نہ کیا ہرب سے یا یہ مراد ہو کہ نفقہ رسانی سے عورت بھاگی کذا فی النہر الفائق یا یہ مراد ہو کہ عورت ناشزہ ہو جاوے یعنی نافرمانی کرے تا کہ نفقہ عدت کا ساقط ہو جاوے کذا فی البحر الرائق اور در صورت مرجانے عورت کے اسکے متروکہ سے بقیہ نفقہ کو زوج بھرلے کذا فی حاشیۃ المدنی **الا اذا شرطت براءتہ** در صورت مرنے عورت یا مرنے ولد کے بقیہ نفقہ کو زوج پھیر لیگا مگر اسوقت نہ لے سکیگا جبکہ عورت نے اپنی برأت شرط کر لی ہو یعنی خلع کیوقت عورت نے یہ شرط کر لی ہو کہ میں مر گئی یا کہ لڑکا مر گیا تو میں بری الذمہ ہوں نفقہ سے **ولھا مطالبتہ بکسوۃ الصبی الا اذا اختلعت علیہا ایضا ولو بطیما فیصح کالظر** اور جس صورت میں خلع بعوض نفقۂ وارد ہوا ہو تو عورت کو جائز ہو کہ پوشاک ولد کی اسکے باپ سے طلب کرے مگر اس صورت میں مطالبہ نہ ہوگا جب کہ عورت نے پوشاک کے عوض بھی خلع کیا ہو اگرچہ لڑکا شیر خوار ہو تو بھی خلع کرنا بعوض اسکے لباس کے صحیح ہو چنانچہ اجارہ الی کا لطعام اور پوشاک پہ صحیح ہو ہر چند یہ اجارہ مجہول ہو لیکن منازعت کا باعث

نہین اسواسطے کہ والدین بسبب کثرت شفقت ولد کے واِئی کے کھانے اور لباس دینے مین تنگی نہین کرتے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو خالعتہ علی نفقۃ ولدہ شہرا مثلاً وہی معسرۃ فطالبتہ بالنفقۃ یجبر علیہا وعلیہ الاعتماد فتح اور اگر عورت نے خلع کیا مرد سے اُسکے ولد کے ایک مہینے کے خرچ پر اور عورت محتاج ہی سوا اُسنے مرد سے ولد کا خرچ مانگا تو مرد سے بزور خرچ دلایا جاویگا اور اسی قول پر اعتماد ہی کذا فی فتح القدیر یعنی چونکہ عورت مفلس ہی تو ولد کے باپ سے حاکم اسکا خرچ ضروری دلاویگا اور عورت پر ایک مہینے کا نفقہ قرض بنا رہیگا جب اُسکو مقدور ہوگا تو مرد کو دیگا وفیہ لو اختلعت علی ان تمسکہ الی البلوغ صح فی الانثی لا الغلام ولو تزوجت فللزوج اخذ الولد وان اتفقا علی ترکہ لانہ حق الولد وینظر الی مثل امساکہ لتلک المدۃ نیز فتح ہو علیہا اور فتح القدیر مین ہی کہ اگر عورت نے خلع کیا اس شرط پر کہ ولد کو اپنے پاس رکھیگی اُسکے بالغ ہونے تک تو یہ خلع صحیح ہوگا لڑکی کے حق مین نہ پسر کے حق مین اسواسطے کہ لڑکا عورت کی صحبت مین تا بلوغ رہنے سے زنانہ ہو جاویگا مردون کے آداب سے ناواقف رہیگا اور اگر عورت نے نفقہ ولد پر خلع کرکے دوسرے مرد سے نکاح کیا تو زوج اول کو اپنے لڑکے کا لے لینا ضرور ہی اگرچہ زوج اول اور عورت متفق ہون عورت کے پاس لڑکا رہنے پر بعد نکاح کے تو بھی لے لینا ضرور ہی اسواسطے کہ یہ حق ہی ولد کا اور تامل کیا جاویگا اس مدت کے رکھنے کے خرچ مین یعنے مثلاً ایک مہینے کے خرچ پر عورت سے خلع ہوا تھا تو حساب کیا جاوے کہ باپ نے جو چھ مہینے بھر ولد کو رکھا تو کتنا اسپر خرچ ہوا تو اسیقدر مال عورت سے زوج اول پھیرے خلع الاب صغیرتہ بمالہا ومہرہا طلقت فی الاصح کما لو قبلت ہی وہی ممیزۃ ولم یلزم المال لانہ تبرع خلع کیا باپ نے اپنی صغیرہ بیٹی کا اُسکے مال یا اُسکے مہر کے عوض تو اُسپر طلاق واقع ہوگی قول اصح مین چنانچہ طلاق واقع ہوتی ہی اُس صورت مین کہ اگر صغیرہ تمیز دار ہو اور خلع کو قبول کرے اور مال دینا لازم نہ آویگا نہ باپ پر نہ صغیرہ پر اسواسطے کہ باپ کا خلع کرنا مال پر از قسم تبرع ہی یعنی فعل غیر ضروری ہی تو معتبر نہوگا وکذا الکبیرۃ الا اذا قبلت فیلزمہا المال اور اسی طرح اگر باپ نے کبیرہ بیٹی کا خلع کیا تو طلاق واقع ہوگی اور مال دینا لازم نہ آویگا مگر جبکہ کبیرہ نے مال کا دینا قبول کر لیا ہو تو اُسکو مال کا دینا ہوگا ولا یصح من الام مالم تلتزم البدل اور صحیح نہین خلع صغیرہ کا مان کی طرف سے جبتک کہ مان اپنے اوپر عوض کے مال کو لازم نہ کرلے بسبب عدم ولایت ہ علی صغیر اصلاً اور صحیح نہین خلع کرنا ولد صغیر پر کسیطرح یعنی نہ باپ خلع کر سکتا ہی نہ مان خواہ اپنے مال سے ہو خواہ صغیرہ کے مال سے اسواسطے کہ صغیر طلاق کا مالک نہین تو مان یا باپ اُسکے نائب بھی نہین ہو سکتے کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو خالعت بالمرأۃ بذلک ای بمالہا او بمہرہا وہی غیر رشیدۃ فانہا تطلق ولا یلزم المال حتی لو کان بلفظ الطلاق یقع رجعیا فیہا شرح الوہبانیۃ چنانچہ اگر خلع کیا عورت نے بعوض اپنے مال کے یا بعوض اپنے مہر کے اور حالانکہ عورت ہوشیار نہین یعنی امور دنیاوی مین نادان ہی تو وہ مطلقہ ہوگی اور اُسکو مال کا دینا لازم نہوگا یہانتک کہ اگر خلع بلفظ طلاق ہوگا تو دونون صورتون مین یعنی درصورت صغیرہ اور نادان ہونے کے طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح خالی از عوض ہی کذا فی شرح الوہبانیۃ فان خالعہا الاب علی مال ضامنا لہ ای ملتزما لا کفیلا لعدم وجوب المال علیہا صح والمال علیہ کالخلع من الاجنبی فالاب اولی بلا سقوط مہرلانہ یدخل تحت ولایۃ الاب پھر اگر صغیرہ یا نادان کا خلع کیا باپ نے مال پر خود ضامن ہوکر یعنی مال دینا اپنی ذات پر لازم کرکے خلع کیا نہ صغیرہ کی طرف سے کفیل ہوکر بسبب نہ واجب ہونے مال کے صغیرہ پر تو اگر باپ نے بالتزام مال خلع صغیرہ کا کیا تو صحیح ہی اور مال کا دینا باپ پر واجب ہوگا مانند خلع کرنے اجنبی شخص کے یعنی جب اجنبی کا خلع کرنا بالتزام مال صحیح ہوا تو باپ کا خلع کرنا بطریق اولی صحیح ہی بدون سقوط مہر صغیرہ کے اسواسطے کہ مہر باپ کی ولایت مین داخل نہین ومن حیل سقوط ان یحیلا بدل الخلع علی اجنبی بقدر المہر ثم یحیل بہ الزوج من لہ ولایۃ قبض ذلک منہ بزازیۃ اور حیلہ سقوط مہر کا یہ ہی کہ زوج اور باپ عوض خلع کا اجنبی پر ٹھہراوین بقدر مہر کے تو اجنبی یون کہے کہ بدل خلع کا دینا مجھپر لازم ہوا پھر زوج بدل خلع کا حوالہ کرے اُسکو جسکو زوج سے مہر لینے کی ولایت ہی یعنی باپ کو کذا فی البزازیہ یعنی زوج صغیرہ کے باپ سے کہے کہ تو فلانے اجنبی سے اپنی صغیرہ کا مہر لے تو اس تدبیر سے صغیرہ کا مہر زوج سے ساقط ہوگا وان شرطا ای الزوج الضمان علیہا ای الصغیرۃ فان قبلت وہی من اہلہ بان تعقل ان النکاح جالب والخلع سالب

اور اگر زوج نے بدل خلع کی ضمانت صغیرہ پر شرط طلقت بلاشیٔ لعدم اہلیۃ الغرامۃ وان لم تقبل اولم تعقل لم تطلق وان قبل الاب فی الاصح زیلعی
کی سو اگر صغیرہ نے خلع قبول کیا اور حالانکہ اُسکو لیاقت تھی قبول کرنے کی اسطرح پر کہ وہ اتنا بوجھتی سمجھتی ہو کہ نکاح سے مال حاصل ہوتا ہو اور خلع سے
مال جاتا ہی تو اُسپر طلاق واقع ہو گی مفت اسواسطے کہ صغیرہ قابل تاوان کی نہیں اور اگر صغیرہ نے خلع بشرط ضمان نہ قبول کیا یا قبول کیا لیکن اُسکو اتنا فہم نہین کہ
نکاح سے مال حاصل ہوتا ہی اور خلع سے نقصان ہوتا ہی تو اُسپر طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ اُسکے باپ نے قبول کر لیا ہو اُسکی طرف سے قول اصح مین کذا فی شرح الزیلعی
ولو بلغت واجازت جاز فتح اور اگر صغیرہ بالغ ہوئی اور اُسنے قبول سابق کو جائز رکھا تو خلع جائز ہو گا کذا فی فتح القدیر اور منتقی مین کہا کہ اگر صغیرہ نے
بعد بلوغ کے اپنے باپ کے قبول کو درست رکھا تو جائز ہو گا اور طحطاوی نے کہا کہ یہ بھی احتمال ہی کہ صغیرہ بعد بلوغ کے اپنے قبول سابق کو جائز رکھے
کذا فی حاشیۃ المدنی قال الزوج خلعتک فقبلت المرأۃ ولم یذکرا مالا طلقت لوجود الایجاب والقبول وبری عن المہر المؤجل لو کان علیہ والا
یکن علیہ من المؤجل شیٔ ردت علیہ ما ساق الیہا من المہر المعجل لما مر انہ معاوضۃ فتعتبر بقدر الامکان کہا زوج نے کہ مین نے تجھسے خلع کیا سو قبول
کر لیا عورت نے اور دونون نے کچھ مال کو نہ ذکر کیا تو عورت مطلقہ ہو گی بسبب پائے جانے ایجاب اور قبول کے اور زوج بری الذمہ ہو گا مہر مؤجل سے
اگر مہر مؤجل ہنوز اُسپر ہو گا اور اگر مہر مؤجل سے کچھ نہ باقی رہا ہو گا تو عورت پھیر دے اُسکو جسقدر کہ مہر معجل زوج اُسکو دیچکا ہی اسواسطے کہ یہ مذکور ہو چکا ہی کہ خلع
معاوضہ ہی عورت کیطرف سے تو بقدر امکان معاوضہ معتبر ہو گا خلع المریضۃ یعتبر من الثلث لانہ تبرع فلہ الاقل من ارثہ وبدل الخلع ان خرج من الثلث والا
فالاقل من ارثہ والثلث وان ماتت فی العدۃ ولو بعدہا او قبل الدخول فلہ البدل ان خرج من الثلث وتمامہ فی الفصولین اور خلع بیمار عورت کا معتبر ہی
اُسکے تہائی مال سے اسواسطے کہ بیماری مین خلع کرنا تبرع ہی اور تبرع صحیح نہین مگر تہائی مال سے تو وراثت اور بدل خلع مین سے جو کمتر ہو گا سو زوج اُسکو
پاویگا بشرطیکہ ثلث زیادہ ہو وراثت اور بدل خلع سے اور اگر ثلث زیادہ نہو وراثت اور بدل خلع سے تو وراثت اور ثلث مین سے جو کمتر ہو گا زوج
کو ملیگا یعنی اگر زوج کی ارث کم ہی ثلث سے تو ارث پاویگا اور اگر ثلث کم ہی ارث سے تو ثلث پاویگا یہ اُس صورت مین ہی جبکہ عورت عدت مین مر گئی
ہو اور اگر عورت بعد عدت کے مر گئی یا خلع قبل الدخول کے بعد مر گئی تو زوج بدل خلع کا پاویگا اگر بدل کمتر ہو ثلث سے اور اگر بدل ثلث سے کم نہو
تو ثلث ہی پاویگا اور پورا بیان اِسکا جامع الفصولین مین ہی اختلعت المکاتبۃ لزمہا المال بعد العتق ولو باذن المولی لحجرہا عن التبرع خلع کیا مکاتبہ
نے تو لازم ہو گا اُسپر مال بعد آزاد ہونے مکاتبہ کے اگرچہ اُسنے خلع مالک کی اجازت سے کیا ہو بسبب ممنوع ہونے مکاتبہ کے تبرع سے یعنی ہنوز مال
دیکر اُسنے اپنی گلوخلاصی نہین کی لہذا اُسکو عقود زائدہ غیر ضروریہ جائز نہین ولو امۃ و ام الولد ان باذن المولی لزمہا المال للحال فتباع الامۃ
وتسعی ام الولد والمدبرۃ ولو بلا اذن فبعد العتق اور اگر خلع کیا لونڈی اور اُم ولد نے اگر باجازت مالک کے خلع کیا ہی تو اُن دونون پر فی الحال مال لازم
ہو گا تو لونڈی بدل خلع کیواسطے بیچ لیجائیگی اور اُم ولد اور مدبرہ مزدوری کر کے مال ادا کرینگی اور اگر لونڈی اور اُم ولد نے بدون اجازت مالک کے خلع کیا ہی
تو بعد آزاد ہونے کے مال دینا اُنپر لازم آویگا خلع الامۃ مولاہا علی رقبتہا ان زوجہا حرا صح الخلع مجانا وان زوجہا مکاتبا او عبدا
او مدبرا صح وصارت امۃ للسید فلا یبطل النکاح خلع کیا لونڈی کا اُسکے مالک نے لونڈی کی گردن پر یعنی خود لونڈی کو بدل خلع کا قرار دیا
تو اگر زوج لونڈی کا آزاد ہی تو خلع صحیح ہو گا مفت اور اگر اُسکا زوج مکاتب ہی یا غلام ہی یا مدبر ہی تو خلع صحیح ہی اور لونڈی زوج کے مالک کی مملوک
ہو جاویگی اسواسطے کہ زوج خود مملوک ہی تو نکاح قائم رہیگا باطل نہو گا اسواسطے کہ زوج زوجہ کا مالک نٹھہرا کہ نکاح باطل ہوتا اور عدم ملکیت غلام اور
مدبر کی ظاہر ہی مگر مکاتب مالک ہو گا زوجہ کا لیکن اُسکی ملکیت تام نہین تو نکاح فسخ نہو گا اور بعد آزاد ہونے مکاتب کے زوجہ اُسکی ام ولد ہو جاویگی اگر اولاد
ہو گی اور اگر اولاد نہو گی نکاح فسخ ہو کر اُسکی لونڈی بن جاویگی تو یہ جو متن مین کہا ہی کہ لونڈی مکاتب کے مالک کی مملوک ہو جاویگی یہ اُسصورت مین ہی جبتک

وہ آزاد نہین ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی اما الحر فلملکھا فیبطل النکاح فکان فی تصحیحہ ابطالہا اختیار اور زوج آزاد کا تو یہی حال ہو کہ اگر وہ لونڈی کا مالک ہو نکاح باطل ہو جاوے پھر جب نکاح باطل ہوا تو خلع بھی باطل ہوگا اور جب خلع باطل ہوگا تو لونڈی کا نہ مالک ہوگا تو خلع کی تصحیح مین ابطال خلع کا ہو گیا کذا فی الاختیار اور حالانکہ یہ باطل ہو لہذا زوج آزاد کی ملکیت باطل ٹھہری تاکہ یہ قبایح لازم نہ آوین کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے قال خالعتک علی الف قالہا ثلثا فقبلت طلقت بثلثۃ آلاف لتعلیقہ بقبولہا کہا زوج نے کہ مین نے تجھے خلع کیا ہزار پر اسکو تین بار کہا سو عورت نے قبول کیا تو عورت مطلقہ ہوگی بعوض تین ہزار کے بسبب تعلیق ہونے طلاق کے عورت کی قبول پر یعنی جب زوج نے کہا کہ مین نے تجھے خلع کیا ہزار پر تو مطلب یہ ہوا کہ اگر تو قبول کرے تو مختلعہ ہو ہزار پر پھر جب اسکو تین بار کہا تو اخیر مین عورت نے قبول کیا تو تین طلاق کی شرط تعلیق کی پائی گئی یعنی قبول کرنا عورت کا لہذا تین بار طلاق عوض تین ہزار کے واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی فی الملتقی انت طالق اربعًا بالف فقبلت طلقت ثلثا بالف وان قبلت الثلث لم تطلق لتعلیقہ بقبولہا بازاء الاربع در ملتقی مین ہو کہ زوج نے کہا کہ تو طالق ہو چار بار عوض ہزار کے سو عورت نے قبول کیا تو سہ تین بار طلاق واقع ہوگی عوض ہزار کے اور چوتھی طلاق بسبب عدم محل کے لغو ہو جاوے گی اور اگر عورت نے تین طلاق کو قبول کیا چار طلاق مین سے تو کوئی طلاق نہ واقع ہوگی بسبب تعلیق کرنے زوج کے طلاق کو عورت کے قبول پر بمقابلہ چار طلاق کے تو گویا زوج نے یون کہا کہ اگر تو چار طلاق کو عوض ہزار کے قبول کرے تو تو مطلقہ ہو تو جبتک چار طلاق کو عورت نہ قبول کریگی شرط نہ پائی جاوے گی انت طالق علی دخولک الدار توقف علی القبول وعلی ان تدخل الدار توقف علی الدخول قلت فیطلب الفرق فان ان والفعل بمعنی المصدر فتدبر زوج نے کہا کہ تو طالق ہو بشرط دخول دار کے تو موقوف ہوگی طلاق عورت کی قبول پر یعنی بعد قبول کے طلاق واقع ہوگی اگرچہ دخول دار نہو اور اگر یون کہا کہ (انت طالق علی ان تدخلی الدار) یعنی تو طالق ہو اس شرط پر کہ تو داخل ہو گھر مین تو طلاق موقوف ہوگی دخول پر شارح کہتا ہو مین کہتا ہون کہ ان دونون صورتون مین وجہ فرق کی تلاش کرنا چاہیے اسواسطے کہ ان اور اسکے بعد کا فعل بمعنی مصدر کے ہو تو پہلے مسئلہ مین بھی مصدر ہو یعنی دخول اور دوسرے مسئلہ مین بھی معنوی مصدر ہو پھر کیا وجہ کہ پہلی صورت مین تو قبول پر طلاق موقوف ہو اور دوسری صورت مین دخول پر موقوف تو اسکے جواب مین غور و تامل کر ہم مصدر صریح اور مصدر ماول مین البتہ فرق ثابت ہو چنانچہ شیخ رحمتی محشی نے شرح المنتقی سے نقل کیا ہو کہ مصدر صریح کا حمل کرنا شخص انسانی پر صحیح نہین تو یون کہنا درست نہین کہ (انت اما دخولک الدار وانا عدم) تو حاجت پڑی تقدیر مضاف کی یعنی انت طالق علی التزام دخول الدار تو مطلب یہ ہوا کہ تو طالق ہو بشرط التزام اور قبول کرنے تیرے کے دخول دار کو لہذا مصدر صریح مین قبول پر طلاق موقوف ہوگی نہ دخول پر اور مصدر اول کا حمل کرنا جسم انسانی پر صحیح ہو چنانچہ یون کہنا درست ہو کہ (انت اما ان تدخلی واما ان لا تدخلی) اسواسطے کہ فعل مین ضمیر موجود ہو کچھ ضرورت تقدیر مضاف کی نہین تو انت طالق علی ان تدخلی الدار مین حمل صحیح ہو بدون تقدیر مضاف کے تو طلاق دخول پر موقوف ہوگی نہ قبول پر اسواسطے کہ دخول حقیقۃً مدلول ہو اس لفظ کا اور التزام دخول مجازًا ہو اور جب ہوتے حقیقت کے مجاز کیطرف عدول کرنا جائز نہین کذا فی حاشیۃ المدنی قال خلعتک واحدۃ بالف وقالت انما سالتک الثلث فلک ثلثہا فالقول لہا زوج نے کہا کہ مین نے تجھے خلع کیا ایک طلاق کر بعوض ہزار کے اور عورت نے کہا کہ مین نے تجھسے تین طلاق کا سوال کیا تھا تو تجھکو ہزار کی تہائی چاہیے تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا یعنی مع الیمین خلعہا علی ان صداقہا لولدہا او لاجنبی او علی ان یمسک الولد عندہ صح الخلع وبطل الشرط خلع کیا عورت سے اس شرط پر کہ عورت کے مہر کا عورت کا بیٹا مالک ہو یا کوئی بیگانہ شخص مالک ہوگا یا اس شرط پر خلع کیا کہ عورت لڑکے کو مرد کے پاس رہنے دے تو خلع صحیح ہو اور یہ شرط باطل ہو اسواسطے کہ خلع اسکو مقتضی ہو کہ زوجین مین ایک کا حق دوسرے پر نہ باقی رہے منجملہ حقوق نکاح کے تو عورت کی بیٹی کو یا اجنبی کو مہر کا مالک قرار دینا یہ شرط فاسد ہو مخالف خلع کے لہذا خلع صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوگی تو مہر زوج کا ہوگا نہ ولد اور اجنبی کا اور پرورش ولد کا حق عورت پر شرعًا ثابت ہو تو ساقط کرنے سے ساقط نہوگا قالت اختلعت منک فقال طلقتک بانت قیل رجعی عورت نے کہا کہ مین خلع چاہتی ہون تجھسے سو مرد نے کہا کہ مین نے تجھکو طلاق دی تو یہ طلاق بائن ہو اسواسطے کہ تطلیق اختلاع کے جواب مین واقع ہوئی اور

اختلاع مقید ہی جدائی کا اوراسی فتویٰ یا ہی امام ظہیرالدین نے اور قول ضعیف یہ ہو کہ یہ طلاق رجعی ہو اسواسطے کہ اعتبار مرد کے القاع کا ہی نہ عورت کی القاع کا اور مرد نے
بلفظ صریح طلاق دی ہی تو رجعی ہی واقع ہوگی اور یہ قول ہی قاضی ابوعلی نسفی کا کذا فی حاشیۃ المدنی ولا رد ریۃ لو قالت ابرأتک من المہر بشرط الطلاق الرجعی فطلقہا
رجعیا لکن فی الزیادات انت طالق الیوم رجعیا وغدا اخری رجعیا بالف فالبدل لہا وہما بائنان لکن لیقع غدا بغیر شئی ان لم لیعد ملکہ اور قنیہ مین کہا کہ کوئی روایت
نہین اس صورت مین کہ اگر عورت نے کہا کہ مین نے تجھکو بری الذمہ کیا مہر سے بشرط طلاق رجعی کے سو مرد نے اسکو رجعی طلاق دی یعنی اس صورت
مین بائن طلاق ہوگی باعتبار مقابلہ مال کے یا رجعی ہوگی باعتبار ایقاع کے لیکن زیادات مین یون ہی کہ مرد نے کہا کہ تجھکو آج ایک طلاق رجعی ہی
اور کل دوسری رجعی طلاق ہی عوض ہزار درم کے تو ہزار درم بدلا دونون طلاق کا ہوگا اور دونون طلاق بائن ہونگی لیکن آج ایک طلاق بعوض پانسو کے واقع ہوگی
اور کل دوسری طلاق بدون مال کے واقع ہوگی اگر دوبارہ ملک زوج کی نہ ثابت ہوئی ہو یعنی اگر زوج نے پہلی طلاق کے بعد عورت سے نکاح نہ کیا تو عورت
پر مال دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ مطلقہ بائنہ کا التزام مال صحیح نہین بسبب باقی رہنے ملکیت زوج کے تو عوض بلا معوض کیونکر ہو ہان اگر بعد طلاق کے دوسری بار
نکاح کر لیا ہو تو دوسرے دن دوسری طلاق بعوض نصف باقی کے البتہ واقع ہوگی م زیادات سے ثابت ہوا کہ طلاق رجعی بمقابلہ مال کے بائن ہوجاتی ہی تو وہ جو قنیہ مین
کہا کہ مسئلہ مذکورہ مین روایت نہین سو اسکی روایت بخوبی ثابت ہوگئی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الظہیریۃ قال الصغیرۃ ان غبت عنک اربعۃ اشہر فامرک بیدک بعد ان
تبرئنی من المہر فوجد الشرط فابرأتہ وطلقت نفسہا لا یسقط المہر ویقع الرجعی اور فتاویٰ ظہیریہ مین ہی کہ زوج نے اپنی زوجہ صغیرہ سے کہا کہ اگر مین غائب رہون
تجھسے چار مہینے تو تجھکو طلاق کا اختیار ہی بعد اس امر کے کہ مجھکو بری الذمہ کردے مہر سے پھر شرط پائی گئی یعنی چار مہینے زوج غائب رہا سو
صغیرہ نے اسکو مہر سے بری کردیا اور اپنی ذات کو طلاق دی تو مہر اسکا ساقط نہوگا اور یہ طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صغیرہ کا ابرا کرنا صحیح نہین پھر
جب مہر نہ ساقط ہوا تو طلاق بلا مال رجعی ہوگی وفی البزازیۃ خلعت بمہرہا علی ان یعطیہا عشرین درہما وکذا انما من الاز رصح ولا یشترط مکان الایفاء
لان الخلع اوسع من البیع اور بزازیہ مین ہی کہ عورت نے خلع کی درخواست کی بعوض اپنے مہر کے اس شرط پر کہ زوج اسکو بیس درم دے یا اتنے من جانول
دے تو یہ خلع صحیح ہی اور شرط نہین مکان معین کرنا واسطے درم اور جانول دینے کے اسواسطے کہ خلع وسیع تر ہی بیع سلم سے یعنی جیسے بیع سلم مین مکان
جنس لینے دینے کا شرط ہی ویسا خلع مین شرط نہین قلت وستفاد صحۃ ایجاب بدل الخلع علیہ فلیحفظ شارح کہتا ہی مین کہتا ہون کہ روایات بزازیہ سے
یہ مستفاد ہوا کہ بدل خلع کا زوج پر بھی واجب ہونا صحیح ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی جب بیس درم زوج پر لازم آئے تو بدل خلع کا وجوب زوج پر ثابت ہوگیا لیکن
یہ اُس صورت مین ثابت ہوگا جب مہر عورت کا بیس درم سے کم ہو اور اگر مہر اسکا زیادہ ہو بیس درم سے تو یہ بدل خلع نہوگا بلکہ استثنا ہوگا بدل خلع سے بالجملہ
زوج پر بدل خلع کا واجب ہونا مختلف فیہ ہی نہ متباین کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ اختلعت بشرط الصک او بشرط ان یرد الیہا امتعتہا فقبل لم یحرم ویشترط
کتابۃ الصک ورد الامتعۃ فی المجلس اور قنیہ مین ہی کہ عورت نے خلع کی درخواست کی بشرط اقرارنامہ کے یعنی لکھنا اقرارنامہ کا زوج کے ذمہ پر ہی یا اس
شرط پر خلع کی درخواست کی کہ زوج عورت کی اجناس اور اسباب کو پھیر دے سو زوج نے اسکو قبول کر لیا تو مجرد قبول کرنے سے عورت مرد پر حرام ہو جاویگی بلکہ حرام ہونے مین لکھدینا
زوج کا اقرارنامہ کو اور پھیر دینا اسباب کا اسی مجلس مین مشروط ہی طحطاوی نے کہا چونکہ خلع مسقط ہی حقوق کا تو عورت کا حق اُس صورت مین ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی

باب الظہار

یہ باب ہی ظہار کا ظہار کو خلع کے بعد اسواسطے ذکر کیا کہ دونون غالبًا عورت کی نافرمانی سے ہوتے ہین اور خلع کو اسواسطے مقدم کیا کہ اسکی حرمت زائد ہی
بسبب منقطع ہوجانے نکاح کے اور ظہار مین نکاح باقی رہتا ہی ہو لغۃ مصدر ظاہر من امرأتہ اذا قال لہا انت علی کظہر امی ظہار لغت مین مصدر ہی ظاہر کا
عرب (ظاہر من امرأتہ) اُسوقت بولتے ہین جبکہ مرد نے اپنی عورت سے یون کہا کہ تو مجھپر ایسی ہی جیسے میری مان کی پیٹھ یہ استعارہ ہی واسطے حرمت کے یعنی

(ظہار)

حرام ہو ظہار کے معنی لغت مین ہرچند اور بھی ثابت ہین لیکن شارح نے بمناسبت مقام اسی کو مخصوص ذکر کیا وشرعا تشبیہ المسلم فلا ظہار لذمی عندنا اور اصطلاح شرع مین ظہار عبارت ہو تشبیہ مسلم سے تو مسلم کی قید سے معلوم ہوا کہ کافر ذمی کیواسطے ظہار نہین ہمارے نزدیک یعنی حنفیہ کے نزدیک بخلاف مذہب شافعی کے اسواسطے کہ ثمرہ ظہار کا کفارہ ہو اور کفارہ مین معنی عبادت کے ہین اور حالانکہ عبادت لائق نہین مگر مسلمان کیواسطے اور تشبیہ کی قید سے یون کہنا مرد کا عورت سے کہ تو میری ماں ہو ظہار سے نکلگیا اسواسطے کہ بموجب تصریح قہستانی کے یہ قول باطل ہو اگرچہ اس کلام سے تحریم یا ظہار کا قصد کرے کذا فی حاشیۃ المدنی زوجۃ ولو کتابیۃ او صغیرۃ او مجنونۃ تشبیہ مسلم کی اپنی زوجکو اگرچہ زوجہ کتابیہ ہو یا صغیرہ یا مجنونہ ہو اسواسطے کہ قرآن مجید مین ثبوت ظہار مین من نسائہم کا لفظ ارشاد ہوا ہو اور عرف مین نساء رجل اسکی زوجات کو بولتے ہین تو کتابیہ اور صغیرہ اور مجنونہ بلکہ غیر مدخولہ سے ظہار صحیح ہوگا بخلاف اپنی لونڈی اور مدبرہ اور ام الولد و مکاتبہ اور اجنبیہ کے لیکن اجنبیہ سے بوقت اضافت الی سبب الملک البتہ ظہار صحیح ہو کما سیجئی اور فتاوی عالمگیری مین سراج سے منقول ہو کہ غیر کی لونڈی اور مکاتبہ سے جبکہ منکوحہ ہو تو ظہار صحیح ہو او تشبیہ ما یعبر بہ عنہا من اعضائہا او تشبیہ جزء شائع منہا بمحرم علیہ تابیدا بوصف لا یمکن زوالہ یا ظہار عبارت ہو تشبیہ اُس عضو سے جس عضو کو عورت کی تعبیر کیجاتی ہو چنانچہ سر اور گردن یا ظہار عبارت ہو عورت کے جزء شائع کی تشبیہ سے ساتھ اُس شخص کے جو مرد پر ہمیشہ حرام ہو ایسے وصف کر کہ ممکن نہین زوال اُسکا چنانچہ وصف مادری اور خواہری کہ کاہے زوال پذیر نہین خواہ حرمت باعتبار نسب اور صہریت کے ہو خواہ باعتبار رضاعت کے جزء شائع کی مثال جیسے نصف اور ثلث اور ربع خلاصہ یہ ہو کہ محرمات ابدیہ کے ساتھ زوجہ کی تشبیہ دینا یا اُسکے اُس عضو کی تشبیہ دینا جو بجائے کل واقع ہوتا ہو یا جزء شائع کی تشبیہ دینا اسکو ظہار کہتے ہین چنانچہ یون کہنا کہ تو میرے نزدیک ایسی جیسے میری ماں کی پیٹھ یا تیری گردن ایسی جیسی میری ماں کی پیٹھ یا تیرا نصف بدن ایسا جیسے میری ماں کی پیٹھ فخرج تشبیہا باخت المرأۃ او مطلقۃ ثلثا وکذا المجوسیۃ لجواز اسلامہا تو وصف غیر ممکن الزوال کی قید سے اپنی عورت کو سالی کے ساتھ تشبیہ دینا یا مطلقہ ثلثہ کے ساتھ تشبیہ دینا ظہار کی تعریف سے نکل گیا ہرچند سالی اور مطلقہ ثلثہ مرد پر حرام ہو لیکن وصف حرمت کا ایسا نہین کہ زائل نہو سکے بلکہ اگر زوجہ مرجاے یا بعد طلاق کے اُسکی عدت گذر جائے تو اُسکی بہن سے نکاح جائز ہو اور مطلقہ ثلثہ سے بھی بعد زوج ثانی کے نکاح حلال ہو اور اسیطرح مجوسیہ کے ساتھ زوجہ کو تشبیہ دینا ظہار نہین بسبب احتمال اُسکے اسلام کے یعنی ہرچند مجوسیہ مسلم پر حرام ہو لیکن اگر وہ مسلمان ہوجاے تو مرد پر حلال ہوگی تو اُسکی بھی حرمت دائمی نہ ٹھہری وقولہ بمحرم صفۃ لشخص المتناول للذکر والانثی فلو شبہہا بفرج ابیہ او قریبہ کان مظاہرا قالہ المصنف تبعا للبحر اور مصنف کا قول بمحرم صفت ہو شخص مقدر کی جو شامل ہو مرد اور عورت کو تو مطلب یہ ہوا کہ ظہار عبارت ہو تشبیہ زوجہ سے ساتھ شخص محرم کے تو اگر زوج نے اپنی زوجہ کی تشبیہ دی اپنے باپ کی شرمگاہ سے یا کسی اور اپنے قریب کی شرمگاہ سے تو زوج مظاہر ہوگا یعنی ظہار کا حکم اُسپر لازم آئیگا اسواسطے کہ مشبہ بہ عام ہو نساء سے ہو یا رجال سے ماں اور باپ دونون کی شرمگاہ حرمت مین برابر ہین مصنف نے ایسا ہی ذکر کیا ہو اپنی شرح منح الغفار مین بحر الرائق کی پیروی کر کے اور بحر الرائق مین اس عموم کو محیط سے نقل کیا ہو کذا فی منح الغفار وردہ فی النہر بما فی البدائع من شرائط الظہار کون المظاہر بہ من جنس النساء حتی لو شبہہا بظہر ابیہ او ابنہ لم یصح لانہ انما عرف بالشرع والشرع ورد فی النساء اور بحر الرائق کے قول کو نہر الفائق مین رد کیا ہو بدائع کی اس عبارت سے کہ ظہار کی شرائط سے ایک یہ شرط ہو کہ ظہار کا مشبہ بہ جنس نساء سے ہو یہانتک کہ اگر زوج زوجہ کی تشبیہ دیگا اپنے باپ کی پیٹھ سے یا اپنے بیٹے کی پیٹھ سے تو ظہار صحیح نہین اسواسطے کہ حرمت ظہار کی شرع سے معلوم ہوئی ہو اور شرع کا حکم عورتون مین وارد ہو نہ مردون مین نعم یرد ما فی الخانیۃ انت علی کالدم والخنزیر والخمر والغیبۃ والنمیمۃ والزنا والربا والرشوۃ وقتل المسلم ان نوی طلاقا او ظہارا فکما نوی علی الصحیح ہان بدائع کے قول پر اعتراض وارد ہوتا ہو خانیہ کی اس عبارت سے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو مجھپر ایسی ہو جیسے کہ خون اور سور اور شراب و غیبت و چغلخوری و زنا

اور ربا اور رشوت اور مسلمان کا قتل کرنا اگر زوج نے اس کلام سے طلاق کی نیت کی تو طلاق ہے اور اگر ظہار کی نیت کی تو ظہار ہے بنا بر قول صحیح کے مع
خانیہ کے قول سے ثابت ہوا کہ غیر نسا کی تشبیہ مین بھی ظہار ہوتا ہے تو یہ قول بدائع کے مخالف ہوا لیکن بدائع کیطرف سے تین جواب ہو سکتے ہین جواب
اول یہ کہ غرض صاحب بدائع کی یہ ہے کہ تشبیہ رجال سے ظہار صحیح نہین اور یہ مطلب نہین کہ دم اور خمر کی تشبیہ سے بھی ظہار نہین بلکہ ان امور سے اسکی عبارت
ساکت ہے جواب ثانی یہ کہ بدائع مین ظہار صریح کا ذکر ہے اور خانیہ مین کنایات ظہار مذکور ہین تو کچھ مخالفت نہوئی جواب ثالث یہ کہ اس مسئلہ مین دو قول مین
ایک روایت کو صاحب بدائع نے اختیار کیا اور دوسری روایت کو صاحب خانیہ نے پسند کیا چنانچہ قول اسکا علی الصحیح دو قول ہونے پر دلالت کرتا ہے کذا فی حاشیۃ
المدنی فتاوی قاضیخان مین مذکور ہے کہ اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو مجھپر مانند مردار اور خون اور لحم خنزیر کے ہے اسمین روایات مختلف ہین اور صحیح قول یہ ہے کہ اگر کچھ نیت
نکریگا تو ایلار ہے اور اگر طلاق کی نیت کریگا تو طلاق ہوگی اور اگر ظہار کی نیت کریگا تو ظہار صحیح نہین معلوم ہوا کہ روایت قاضیخان کی مخالف ہے خانیہ کے اور موافق
ہے بدائع کے واللہ علم کانت علی کامی فان التشبیہ بالام تشبیہ بظہرہا وزیادۃ ذکرہ القہستانی معزیا للمبسوط چنانچہ صحیح ہے نیت ظہار کی اس قول مین کہ تو میرے
نزدیک ایسی ہے جیسے کہ میری ماں اسواسطے کہ ماں کے ساتھ تشبیہ دینے مین اسکے پیٹھ کے ساتھ بھی تشبیہ ہوئی ساتھ زیادتی کے یعنی جب ماں کے ساتھ
تشبیہ ہوئی تو اسکی پیٹھ اور باقی اعضا کی بھی تشبیہ ہوگئی چنانچہ قہستانی نے اسکو ذکر کیا ہے محیط کیطرف منسوب کر کے وصح اضافتہ الی ملک او سببہ کان نکحتک فکذا
حتی لو قال ان تزوجتک فانت علی کظہر امی مائۃ مرۃ فعلیہ لکل مرۃ کفارۃ تاتارخانیہ اور صحیح ہے اضافت ظہار کی طرف ملک کے یا اضافت طرف سبب ملک
کے اضافت الی الملک سے مراد یہ کہ منکوحہ ہونے کی حالت مین ظہار کرنا اور اضافت الی سبب الملک سے مراد یہ کہ قبل از نکاح تعلیق نکاح ظہار کرنا چنانچہ
یون کہنا کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون تو ایسا ایسا ہے تک کہ اگر یون کہیگا کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون تو تو مجھپر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ سو بار تو ہر بار کیواسطے
ایک کفارہ لازم آویگا کذا فی التاتارخانیہ وظہارہا منہ لغو ولا حرمۃ ولا کفارۃ بہ یفتی جوہرہ ورجح ابن الشحنۃ ایجاب کفارۃ یمین اور ظہار کرنا عورت
کا مرد سے لغو ہے یعنی اگر عورت اپنے مرد سے یون کہے کہ تو مجھپر ایسا جیسے میرے باپ کی پیٹھ یا یون کہے کہ مین تجھپر ایسی ہون جیسی تیری ماں کی پیٹھ تو اس
قول سے نہ حرمت ہوگی اور نہ کفارہ ظہار کا نہ کفارہ یمین کا اسی قول پر فتوی ہے اور ابن شحنہ نے ترجیح دی ہے کفارہ یمین کے واجب ہونے کی یعنی اگر عورت ظہار کرے
تو اسپر کفارہ یمین کا لازم آویگا نہ کفارہ ظہار کا اسواسطے کہ تحریم حلال کی یمین ہے اور یہی روایت ہے ابو یوسف سے کذا فی حاشیۃ المدنی وذا ای الظہار کانت علی کظہر امی
وانت کذا والحذف علی کما فی النہر او راسک کظہر امی ونحوہ کا ارتبۃ مما یعبر بہ عن الکل او نصفک ونحوہ من الجزء الشائع کظہر امی او کبطنہا او کفخذہا او کفرجہا
او کظہر اختی او عمتی او فرج امی او فرج بنتی کذا فی نسخ الشرح ولا یخفی ما فیہ من التکرار والذی فی نسخ المتن او فرج ابی بالیاء او قریبی وقد علمت ردہ اور
یہ یعنے ظہار کی مثالین چنانچہ یون کہنا زوج کا زوجہ سے کہ تو میرے اوپر ایسی ہے جیسی کہ میری ماں کی پیٹھ یا تیری ماں کی پیٹھ اور اسیطرح اگر لفظ
علی کا محذوف ہوجاوے کذا فی النہر الفائق یا یون کہنا کہ تیرا سر میری ماں کی پیٹھ کے مانند ہے اور مانند اس لفظ کے چنانچہ گردن یعنی ایسا عضو جو تمام
بدن کے مقام پر بولا جاتا ہے چنانچہ عنق یا یون کہنا کہ تیرا نصف اور مانند اس لفظ کے از قسم جزء شائع یعنی تیرا ثلث یا ربع میری ماں کی پیٹھ کے مانند ہے یا مانند
اسکے پیٹ کے ہے یا مانند اسکی ران کے ہے یا مانند اسکی شرمگاہ کے ہے یا میری بہن کی پیٹھ کے مانند ہے یا میری عمہ کی پیٹھ کے مانند ہے یا میری ماں یا بیٹی کی
شرمگاہ کے مانند فلاح نے کہا کہ اسیطرح لفظ فرج امی کا مصنف کی شرح کے نسخون مین واقع ہے اور اسمین جو تکرار ہے سو مخفی نہین اور جو متن کے نسخون مین ہے سو بجا
فرج امی کے فرج ابی ور قریبی ہے اور تجھکو اسکا مردود ہونا معلوم ہو چکا ہے نہر الفائق کے کلام سے نقل روایت بدائع کے یعنی ظہار تشبیہ رجال سے صحیح نہین خلاصہ
یہ کہ جب منکوحہ کو تشبیہ دے محرمات ابدیہ کی اُن اعضا سے جنکو دیکھنا اسکو جائز نہین تو ظہار صحیح ہے تو اگر ہاتھ یا پاؤن کے ساتھ تشبیہ دیگا تو ظہار کا حکم
نہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ ان اعضا کا دیکھنا محرم کو درست ہے بخلاف پیٹھ اور پیٹ اور ان کے لیصیر بہ مظاہرا بالنیۃ لانہ صریح فیحرم وطیہا علیہ و

ودواعیہ للمنع عن التماس الشامل للکل وکذا یحرم علیہا تمکینہ لایحرم النظر وعن محمد لو قدم من سفر لہ تقبیلہا للشفقۃ زوج ان الفاظ مذکورہ سے مظاہر
ہوجاتا ہے بدون نیت کے اسواسطے کہ یہ صریح ظہار ہے اور صریح محتاج نیت کا نہیں پھر جب زوج مظاہر ہوا تو حرام ہے وطی منکوحہ کی زوج پر اور دواعی
وطی کے حرام ہیں بنابرین مساس ور بوسہ بسبب ممنوع ہونے مظاہر کے تماس سے یعنی چھونے اور ہاتھ لگانے سے قال اللہ تعالیٰ من قبل ان یتماسا
اور یہ شامل ہے وطی اور اُسکی دواعی کو سب کو اور محمد رح سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر مظاہر سفر سے آوے تو جائز ہے اُسکو بوسہ لینا عورت کا باعتبار شفقت
اور مہربانی کے نہ باعتبار شہوت کے بحرالرائق میں کہا کہ قید سفر کی روایت میں تحریف ہے اسواسطے کہ تقبیل بلاشہوت سفر اور حضر دونوں میں درست ہے
کذا فی حاشیۃ المدنی حتی یکفر وان عادت الیہ بملک یمین او بعد زوج آخر لبقاء حکم الظہار وکذا اللعان مظاہر پر وطی اور اُسکے دواعی حرام ہیں یہانتک
کہ کفارہ دے یعنی بدون کفارہ کے وطی وغیرہ حلال نہیں اگرچہ عورت دوبارہ آوے مرد کے پاس بسبب ملک یمین کے یا بعد زوج ثانی کے بواسطے باقی رہنے حکم ظہار کے
اور یہی حکم ہے لعان کا ملک یمین کی یہ صورت ہے کہ لونڈی سے نکاح کیا پھر اُس سے ظہار کیا پھر اُسکو مول لیا یا زوجہ حرہ سے ظہار کیا پھر وہ مرتد ہوگئی اور دارالحرب میں جاملی
پھر وہاں سے گرفتار ہو آئی اور زوج اُسکا مالک ہوا اور زوج ثانی کی یہ صورت ہے کہ زوج نے ایک حرہ سے نکاح کیا اور اُس سے ظہار کیا پھر اُسکو تین طلاق دی اور اُسنے زوج
ثانی سے نکاح کیا اور بعد نکاح اور عدت کے زوج اول کے نکاح میں پھر آئی تو ان صورتوں میں ظہار کا حکم باقی ہیگا اسواسطے کہ ظہار کی حرمت کی کچھ حد مقرر نہیں بدون
کفارہ دینے کے وطی اُس عورت کی حلال نہیں فان وطی قبلہ تاب واستغفر وکفر للظہار فقط وقیل علیہ اخری پھر اگر وطی کی کفارہ دینے سے پہلے تو وہ گنہگار رہا تو بہ
اور استغفار کرے اور فقط ایک کفارہ ظہار کا دے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اُسپر دوسرا کفارہ بھی لازم ہے جامع ترمذی ور امام مالک کی موطا میں ایک ہی کفارہ ثابت ہے
کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یعود لوطیہا ثانیا قبلہا قبل الکفارۃ اور دوبارہ عود نہ کرے وطی کیطرف اگر عورت سے وطی کرچکا ہو قبل کفارہ دینے کے اسواسطے کہ حرمت ہنوز
قائم ہے وعودہ المذکور فی الآیۃ عزمہ عزما مؤکدا فلو عزم ثم بدا لہ ان لا یطأہا لا کفارۃ علیہ علی استباحۃ وطیہا ای یرجعون عما قالوا فیریدون الوطی قال الفراء العود
الرجوع واللام بمعنی عن اور عود کرنا زوج کا جو آیت قرآنی میں مذکور ہے یعنی ثم یعودون لما قالوا میں سو مراد اُس سے عزم مصمم اور قصد مؤکد ہے عورت کی وطی
کی استباحت پر سو اگر زوج نے ارادہ وطی کا کیا پھر اُسکا قصد وطی سے ہٹ گیا تو اُسپر کفارہ نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ عزم مؤکد نہ تھا تو آیت کا یہ مطلب ہوا کہ
پھر پلٹیں اپنے قول سے یعنی حرمت منکوحہ سے باز آویں سو ارادہ وطی کا کریں فراء نحوی نے کہا کہ عود بمعنی رجوع ہے اور لام لما قالوا میں بمعنی عن ہے حاصل کلام
یہ ہے کہ سبب کفارہ واجب ہونے کا ظہار اور قصد وطی ہے اور کفارہ عود پر اسواسطے مقدم ہوا کہ کفارہ حرمت ثانیہ کا رافع ہے جیسے طہارت قبل ارادہ نماز کے
رافع ہے حدث کی وللمرأۃ مطالبتہ بالوطی لتعلق حقہا بہ اور جائز ہے عورت کو کہ زوج مظاہر سے مطالبہ وطی کا کرے کفارہ دلاکر بسبب متعلق ہونے عورت کے حق کے
ساتھ وطی کے وعلیہا ان تمنعہ من الاستمتاع حتی یکفر وعلی القاضی الزامہ بہ ای بالتکفیر دفعا للضرر عنہا بحبس او ضرب الی ان یکفر او یطلق اور
واجب ہے عورت پر کہ روکے زوج کو وطی اور دواعی وطی سے کفارہ دینے تک اور قاضی پر واجب ہے لازم کرنا زوج کا بجہت کفارہ دینے کے تاکہ عورت سے ضرر
دور ہو قاضی پر زوج کا قید کرنا یا مارنا لازم ہے یہانتک کہ کفارہ کرے یا عورت کو طلاق دے فان قال کفرت صدق ما لم یعرف بالکذب سو اگر زوج کہے کہ
میں کفارہ ظہار کا دے چکا ہوں تو اُسکی تصدیق کرنا چاہیے جبتک کہ وہ مشہور دروغگوئی نہو اور اگر وہ کذاب ہے گا تو بدون گواہوں کے تصدیق کرنا نچاہیے ولو قیدہ
بوقت سقط بمضیہ اور اگر زوج نے ظہار کو کسی وقت پر معین ور مقرر کردیا تو ظہار ساقط ہے اُسوقت کے گذرجانے سے مثلاً ایک مہینے کے لیے ظہار کیا تو مہینے کے
اندر اگر وطی کا ارادہ کریگا تو کفارہ لازم ہوگا اور بعد مہینے کے کفارہ ساقط ہے وتعلیقہ بمشیتہ اللہ تعالیٰ تبطلہ بخلاف مشیۃ فلان اور تعلیق کرنا ظہار کا حق
تعالیٰ کی مشیت پر ظہار کو باطل کرتا ہے مثلاً یوں کہنا کہ انت علی کظہر امی انشاء اللہ ظہار کو باطل کرتا ہے جیسے کہ طلاق کو باطل کرتا ہے بخلاف مشیت
فلانے شخص کے یعنی اگر ظہار بمشیت زید یا عمر کریگا تو اُسکی مشیت سے ظہار صحیح ہے وان نوی بانت علی مثل امی او کامی وکذا لو حذف علی خانیۃ

برا او طلاقا او ظہارا صحت نیتہ ووقع مانواہ لانہ کنایۃ اور اگر اس قول سے کہ تو میرے نزدیک میری ماں کے مانند ہے یا مجاشل امی کے کاف بولا اور علیٰ ہے اگر علی کا لفظ محذوف کر دیا یعنی یون کہا کہ انت شل امی تو اگر زوج نے اس قول سے تعظیم زوجہ کی نیت کی یا طلاق یا ظہار کی نیت کی تو صحیح ہے نیت اسکی اور جو نیت کریگا وہی واقع ہوگا اسواسطے کہ یہ قول کنایہ ہے اور کنایہ محتاج ہے نیت کا تو اگر تعظیم کی نیت کریگا تو ظہار اور طلاق کچھ واقع ہوگی اور طلاق کی نیت سے طلاق واقع ہوگی اور ظہار کی نیت سے ظہار والا ینو شیئا او حذف الکاف لغا وتعین الادنی ای البر یعنی الکرامۃ اور اگر اس قول یعنی انت علی مثل امی سے کچھ نیت نہ کریگا یا کاف کو یا مثل کو حذف کریگا یعنی یون کہیگا کہ انت امی تو یہ قول لغو ہوگا اور متعین ہوگا کمتر یعنی تعظیم اور تکریم مراد ہوگی ظہار یا طلاق نہ واقع ہوگی کمتر مفہوم اسواسطے مراد ہوا کہ حتی الامکان کلام مہمل نہ ٹھہرے ویکرہ قولہ انت امی ویا ابنتی ویا اختی ونحوہ اور مکروہ ہے زوج کا یون کہنا اپنی زوجہ سے کہ تو میری ماں ہے اور یون کہنا کہ تو میری بیٹی اور میری بہن اور مانند اسکے جیسے خالہ اور عمہ کہنا ہرچند اس قول سے ظہار ثابت نہیں ہے اسواسطے کہ تشبیہ سے خالی ہے لیکن مکروہ تحریمی ہے اسواسطے کہ قریب بہ تشبیہ ہے اور سنن ابی داؤد مین بحدیث مرفوع ثابت ہے کہ جورو کو بہن کہنا منع اور مکروہ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وبانت علی حرام کامی صح مانواہ من ظہار او طلاق وتمتنع ارادۃ الکرامۃ لزیادۃ لفظ التحریم وان لم ینو ثبت الادنی وہو الظہار فی الاصح اور اس قول سے کہ تو مجھپر حرام ہے میری ماں کے مانند جو نیت کہ ظہار یا طلاق کی کریگا تو صحیح ہے اور جائز نہیں اس قول سے تعظیم کا ارادہ کرنا بسبب زیادہ ہونے لفظ تحریم کے بخلاف انت علی مثل امی کے کہ اسمین تحریم کا لفظ نہیں اور اگر کچھ نیت نہ کریگا تو ادنی ثابت ہوگا یعنی ظہار قول اصح مین وبانت علی کظہر امی ثبت الظہار لاغیرہ لانہ صریح اور اس قول سے کہ تو مجھپر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ تو ظہار ہی ثابت ہے نہ طلاق نہ تعظیم اسواسطے کہ یہ لفظ صریح ہے ظہار مین تو بدون نیت ظہار کے بھی ظہار ثابت ہوگا اور اگر متکلم طلاق یا ایلا کا ارادہ کریگا تو لغو ہوگا ولا ظہار صحیح من امۃ اور ظہار صحیح نہیں اپنی لونڈی سے اور نہ ام ولد اور مکاتبہ سے اسواسطے کہ لفظ نسار کا جو آیت ظہار مین واقع ہے وہ لونڈی کو شامل نہیں اسواسطے کہ عرف مین نسار حلال کی زوجات کو کہتے ہین نہ لونڈی اور حرم کو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر الرائق ولا ممن نکحہا بلا امرہا ثم ظاہر منہا ثم اجازت لعدم الزوجیۃ وقت الظہار صحیح نہین اُس عورت سے جس سے نکاح کیا بدون اُسکے امر کے پھر اُس نے ظہار کیا پھر عورت نے نکاح کو جائز رکھا بسبب عدم زوجیت کے یعنی وقت ظہار کے وہ زوجہ نہ تھی اسواسطے کہ اسکو نکاح کی خبر بھی نہ تھی فضولی نے اسکا نکاح کر دیا تھا انتن علی کظہر امی ظہار منہن اجماعا وکفر للکل وقال مالک واحمد یکفیہ کفارۃ واحدۃ کالایلاء مرد نے کہا اپنی عورتون سے کہ تم مجھپر ایسی ہو جیسی میری ماں کی پیٹھ تو یہ ظہار ہے سب عورتون سے بالاتفاق فقہا کے اور کفارہ دے مرد ہر عورت کیواسطے اور کہا امام مالک نے اور امام احمد بن حنبل نے کہ ایک کفارہ سب عورتون کی حلت کیواسطے کافی ہے مانند کفارہ ایلا کے یعنی اگر مرد نے قسم کھائی کہ مین اپنی عورتون سے صحبت نکرونگا پھر اُسنے ایک سے صحبت کی تو ایک کفارہ دینے سے سب عورتین حلال ہوجاوینگی ظاہر من امرأتہ مرارا فی مجلس او مجالس فعلیہ لکل ظہار کفارۃ فان عنی التکرار والتاکید فان فی مجلس صدق قضاء والا لا کذا فی المتون وکذا لو علقہ بنکاحہا کما مر عن التاتارخانیۃ ظہار کیا اپنی عورت سے چند بار ایک مجلس یا چند مجالس مین تو واجب ہے اسپر عوض ہر ظہار کے ایک کفارہ پھر اگر مرد نے ارادہ تکرار اور تاکید کا کیا سو اگر چند بار ظہار کو ایک مجلس مین کہا تو باعتبار قضا کے اُسکی تصدیق ہوگی اور اگر چند مجالس مین چند بار ظہار کر چکا ہے تو قضاءً اُسکی تصدیق نہوگی لیکن دیانۃً البتہ تصدیق ہوگی بنا بر قول معتمد کے اور ایسا ہی حکم ہے اگر تعلیق ظہار کی اجنبیہ کے نکاح پر کی چنانچہ اسکی تصریح فتاوی تاتارخانیہ سے اسی بارہ مین مذکور ہوچکی ہم مصنف نے تصدیق تاکید مین اتحاد مجلس کی قید لگائی اور شارح نے بھی اُسکی پیروی کی حالانکہ مصنف کا قول اُسکے استاد کی روایت کے مخالف ہے یعنی صاحب بحر الرائق کے بحر الرائق مین یون ہے کہ اگر اپنی عورت سے چند بار ظہار کریگا ایک مجلس مین یا چند مجلس مین تو اُسپر عوض ہر ظہار کے کفارہ لازم آویگا مگر جب تاکید کی نیت کریگا یعنی تو ایک ہی کفارہ لازم ہوگا کما ذکرہ اسبیجابی وغیرہ اور بعضی کتابون مین ایک مجلس اور چند مجالس مین فرق

کیا ہے اور معتمد اول ہی قول ہے انتہی مضمونہ اور مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں تفصیل ایک مجلس اور مجالس کی اسبیجابی کیطرف منسوب کی ہے اور حالانکہ اسبیجابی کا قول بموجب روایت صاحب بحر کے مطلق ہے بلا تفصیل اور فتاوی عالمگیری میں بھی قول صاحب بحر کا اسیطرح منقول ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے انت علی کظہر امی کل یوم التجدد لوانی لبقی تجدد ولہ قربانہا لیلاً اگر زوج نے کہا تو مجھپر ایسی ہی جیسی کہ میری مان کی پیٹھ ہر دن تو یہ قول ایک ہی ظہار ہے تو ہر رات اور دن وطی حرام ہے بدون کفارہ کے اور اگر مثال مذکور میں فی کا لفظ لایا یعنی یون کہا کہ انت علی کظہر امی فی کل یوم یعنی تو مجھپر ایسی ہی جیسی کہ میری مان کی پیٹھ ہر دن میں تو ہر روز جدا گانہ ظہار ثابت ہوگا پھر جب دن گذر جاویگا تو اُسدن کا ظہار باطل ہوگا پھر دوسرے دن آفتاب نکلیگا تو دوسرا ظہار شروع ہوگا ولیکن مرد کو صحبت کرنا عورت سے رات میں جائز ہوگا اسواسطے کہ فی ظرفیت کیواسطے موضوع ہے اور ظرف میں معنی شرط کے ہوتے ہیں تو دن کو ظہار ہوگا نہ رات کو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال کظہر امی الیوم وکلما جاء یوم صار مظاہراً ظہاراً آخر مع بقاء الاول اور اگر یون کہا کہ تو مجھپر ایسی ہی جیسی کہ میری مان کی پیٹھ ہے آج کے دن اور جب دن آوے تو اس صورت میں جب کوئی دن آویگا تو مرد مظاہر ہو جاویگا دوسری ظہار کر یعنی ہر روز جدا جدا ظہار ثابت ہوگا باوجود باقی رہنے ظہار اول کے طحطاوی نے کہا کہ یہ روایت شارح کی مخالف ہے بحر الرائق کے اسمین یون ہے کہ اگر اسطرح کہیگا انت علی کظہر امی الیوم وکلما جاء یوم تو مظاہر ہوگا آج کے دن عورت سے اور جب دن گذر جائیگا تو یہ ظہار باطل ہوگا اور رات میں زوج کو قربت کا اختیار ہے پھر جب کل کا دن آویگا تو دوسری بار مظاہر ہوگا اسیطرح ہمیشہ تجدد ظہار ہوتا رہیگا انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی اور یہ جو شارح نے ظہار اول کے بقا کو ذکر کیا سو وہ اُس صورت میں ہے جب یون کہے کہ انت علی کظہر امی کلما جاء یوم تو ظہار روز اول کا ثابت ہوگا باقی رہیگا اور جب دن آویگا تو مرد مظاہر ہوگا دوسری ظہار کر بجز کفارہ کے ظہار اول باطل ہوگا کذا فی العالمگیریہ ناقلا عن شرح تلخیص الجامع الکبیر ومتی علق لشرط متکرر تکرر اور جب ظہار کو شرط متکرر پر معلق کریگا تو ظہار بھی متکرر ہوگا مثلاً یون کہا جب تو گھر میں داخل ہوگی تو تو میرے نزدیک میری مان کی پیٹھ کی مانند ہوگی تو جو بار عورت گھر میں داخل ہو اُتنی بار ظہار ثابت ہوگا تو کفارہ لازم آویگا ہر بار داخل ہونے کے شمار پر ولو قال کظہر امی رمضان کلہ ورجب کلہ اتحد استحساناً ویصح تکفیرہ فی رجب لا فی شعبان لکن ظاہر ولو استثنی یوم الجمعۃ مثلاً ان کفر فی یوم الاستثناء لم یجز والا اجزاء تاتار خانیۃ وبحر اور یون کہا کہ تو میرے نزدیک ایسی ہی جیسی میری مان کی پیٹھ رمضان بھر اور رجب بھر تو یہ ایک ہی ظہار ہے باعتبار استحسان کے اور اسیواسطے صحیح ہے کفارہ دینا اُس ظہار کا رجب میں نہ شعبان میں اور کفارہ رجب سے ظہار رمضان بھی ساقط ہوگا بسبب متحد ہونے ظہار کے چنانچہ ایک شخص نے ظہار کیا اور جمعہ کا دن مستثنی کر لیا یعنی یون کہا کہ انت علی کظہر امی الا یوم الجمعۃ تو اگر کفارہ دیگا روز استثنا میں یعنی جمعہ میں تو جائز نہوگا اور اگر روز استثنا کے سوا کسی اور دن کفارہ دیگا تو جائز ہوگا کذا فی فتاوی التاتارخانیۃ والبحر وفتاوی عالمگیری میں ہے کہ ظہار میں یہ شرط ہے کہ زوج اہل ہو کفارہ دینے کا تو ظہار ذمی اور صبی اور مجنون صحیح نہیں

باب الکفارۃ

یہ باب ہے کفارہ ظہار کا اختلف فی سببہا والجمہور علی انہ الظہار والعود اختلاف علما ہے کفارہ کے سبب میں جمہور علما کا یہ مذہب ہے کہ کفارہ کا سبب ظہار اور عود ہے یعنی عزم وطی اور بعضے علما نے کہا کہ سبب کفارہ کا ظہار ہے اور عود اسکی شرط ہے اور بعضون نے اسکے بالعکس کہا ہے ہی لغۃ من کفر اللہ الذنب محاہ کفارہ لغت میں ماخوذ ہے اس قول سے کہ کفر اللہ الذنب یہ اُسوقت بولا جاتا ہے جب اللہ تعالی گناہ مٹا ڈالے کفارہ کو کفارہ اسواسطے کہا کہ گناہ کو مٹا ڈالتا ہے اور حکم کفارہ کا یہ ہے کہ واجب ساقط ہو جاتا ہے گردن سے اور حصول ثواب ہے بسبب محو ہو جانے خطا کے اور کفارہ فی الفور واجب نہین بنا بر مذہب صحیح کے اسواسطے کہ امر اسکا مطلق ہے تو اگر تاخیر ہوگی اول وقت قدرت سے تو گناہ نہوگا اور تاخیر کے بعد دینا ادا ہوگا نہ قضا اور اگر بدون ادائے کفارہ مر جاویگا تو گنہگار مریگا کذا فی حاشیۃ المدنی وشرعاً تحریر رقبۃ قبل الوطی ای اعتاقہا بنیۃ الکفارۃ فلو ورث اباہ ناویا الکفارۃ لم یجز اور کفارہ اصطلاح شرع میں عبارت ہے تحریر رقبہ سے قبل وطی کے اور مراد تحریر رقبہ سے اعتاق رقبہ ہے یعنی گردن آزاد کرنا بہ نیت کفارہ تو اگر اپنے باپ کو وراثت میں پا کر ادائے کفارہ کی نیت کریگا تو جائز نہوگا اسواسطے کہ جب باپ مملوک اپنے بیٹے کا ہوگا

خود بخود بلانیت مالک کے آزاد ہو جاویگا تو یہ اعتاق نہین بلکہ عتق ہی اور تحریر رقبہ عبارت ہی اعتاق سے نہ عتق سے ولو صغیرا رضیعا او کافرا او مباح الدم
اعتاق غلام صحیح ہی اگرچہ غلام صغیر شیر خوار ہو یا کافر ہو یا غلام کا خون حلال ہو گیا ہو اسطرح کہ قاضی نے قصاص مین اُسکے قتل کا حکم دیا پھر اُسکے مالک نے کفارہ
ظہار مین اُسکو آزاد کیا پھر مقتول کے وارثون نے خون معاف کر دیا تو اُسکے جواز اعتاق مین اختلاف ہی فتح القدیر اور نہایہ مین کہا ہی کہ یہ جائز نہین اور شرح
مبسوط مین کرخی سے منقول ہی کہ یہ اعتاق جائز ہی واللہ اعلم کذا فی العالمگیریۃ او مرہونا یا غلام مرہون ہو یعنی مالک نے اپنے غلام کو گرو رکھا ہو تو اسکا آزاد کرنا کفارہ
ظہار مین درست ہی لیکن جسقدر مال پر رہن ہو گا اُتنا مالک پر دینا لازم آویگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البدائع او مدیونا او آبقا علمت حیوتہ او مرتدۃ یا غلام قرضدار
ہو یا کہ غلام بھاگ گیا ہو جسکی زندگی معلوم ہی یا لونڈی مرتدہ ہو وفی المرتد و حربی خلی سبیلہ خلاف اور غلام مرتد اور غلام حربی مین جسکو مالک نے مطلق العنان
کر دیا اختلاف ہی فقہا کا فتح القدیر مین ہی کہ غلام حربی کا دار الحرب مین آزاد کرنا جائز نہین اور تاتارخانیہ مین کہا کہ اگر اُسکو دار الحرب مین مطلق العنان
کر دیا تو بعضون کے نزدیک جائز ہی کذا فی حاشیۃ المدنی او اصم ان صیح بہ یسمع و الالا یا غلام بہرا ہو لیکن اگر شور کرنے سے سُنتا ہو تو اُسکے آزاد کرنے
سے کفارہ ادا ہو گا اور اگر شور کرنے سے مطلق نہ سُنتا ہو تو کفارہ نہ ادا ہو گا او خصیا او مجبوبا او رتقاء او قرناء یا غلام خصی ہو مقطوع الذکر ہو یا لونڈی ہو
جسکی شرمگاہ مین ایسا گوشت زائد یا ہڈی ہو کہ مانع ہو وطی کا تو ایسی لونڈی کا بھی اعتاق کفارۂ ظہار مین جائز ہی او مقطوع الاذنین یا غلام کے دونون
کان کٹے ہون او ذاہب الحاجبین و شعر لحیتہ و راس یا غلام کے دونون ابرو کے بال اور ڈاڑھی اور سر کے بال جاتے رہے ہون او مقطوع انف و شفتین ان قدر علی
الاکل و الالا یا غلام نکٹا ہو یا اُسکے دونون لب کٹے ہون بشرطیکہ کھانا کھا سکتا ہو اور اگر کھا نہ سکتا ہو تو جائز نہین او اعور او اعمش او مقطوع احدی
یدیہ و احدی رجلیہ من خلاف یا غلام کانا ہو یا چندرا یا اُسکا ایک ہاتھ یا ایک پاؤن کٹا ہو دوسری طرف سے یعنی داہنا ہاتھ تو بایان پاؤن یا
بایان ہاتھ تو داہنا پاؤن اور اگر ایک طرف سے ہاتھ اور پاؤن کٹا ہو گا تو اُسکا اعتاق کفارہ مین جائز نہین چنانچہ اُسکا ذکر آگے آویگا و مکاتبا
لم یؤد شیئا واعتقہ مولاہ لا الوارث یا غلام مکاتب ہو جسنے بدل کتابت کا ہنوز کچھ ادا نہین کیا اور مکاتب کو اُسکے مالک ہی نے آزاد کیا ہو: مالک کے
وارث نے یعنے اگر مکاتب کے مالک پر کفارہ ظہار تھا اور وہ بدون ادا کے مر گیا پھر اُسکے وارث نے مکاتب کو مورث کیطرف سے بہ نیت کفارہ آزاد کر دیا تو
جائز نہین و کذا یقع عنہا شراء قریبہ بنیۃ الکفارۃ لانہ بصنعہ بخلاف الارث اور اسیطرح ادا ہوتا ہی کفارہ اپنی قرابت دار کے مول لینے سے بہ نیت کفارہ
مثلا مظاہر کا بھائی کسیکا غلام تھا اور اُسنے بہ نیت ادائے کفارۂ ظہار اُسکو مول لیا تو کفارہ ادا ہو گا اسواسطے کہ مول لینا اُسکا اختیاری فعل ہی بخلاف ارث
کے کہ وہ فعل اختیاری نہین یعنی اگر کوئی اپنے قرابت والے کو ارث مین پاوے اور نیت ادائے کفارہ کرے تو صحیح نہین اسواسطے کہ وارث ہونا اختیاری فعل نہین تو یہ
اعتاق نہو گا بلکہ عتق ہو گا چنانچہ اسکا ذکر عنقریب گذر گیا و اعتاق نصف عبدہ ثم باقیہ عنہا استحسانا بخلاف المشترک کما یجی اور آزاد کرنا اپنے نصف
غلام کو پھر نصف باقی کو کفایت کرتا ہی کفارہ کیجانب سے بدلیل قیاس خفی بخلاف مشترک غلام کے چنانچہ اُسکا ذکر آویگا لا تجزی فائت جنس المنفعۃ لانہ
ہالک حکما کفایت نہین کرتا آزاد کرنا اس غلام کا جسکی جنس منفعت فوت ہو گئی ہو یعنی منفعت سمع اور بصر کی اور بولنے اور ہاتھ سے تھامنے اور پاؤن سے
چلنے کی اور عقل کی فوت ہو گئی ہو تو اُسکے آزاد کرنے سے کفارہ نہ ادا ہو گا اسواسطے کہ وہ در حکم میت ہی اور مراد فوت منفعت سے یہ ہی کہ بالکل منفعت فوت
ہو تو نقصان منفعت کا ادائے کفارہ مین ضرر نکریگا الاعمی و مجنون الذی لا یعقل فمن یفیق یجوز فی حال افاقتہ و مریض لا یرجی برءہ و ساقط الاسنان غلام
مفقود المنفعت جیسے اندھا اور ایسا دیوانہ جو کچھ نہ سمجھتا ہو سو جو دیوانہ کہ کبھی ہوش مین آجاتا ہو تو اُسکا آزاد کرنا جائز ہی ہوشیاری کی حالت مین و ایسا بیمار
جسکی صحت کی امید نہ ہو اور جسکے دانت گر پڑے ہون اسواسطے کہ بولا جانے پر قادر نہین و المقطوع یداہ او ابہاماہ او ثلث اصابع من کل ید او رجلاہ او ید و رجل من جانب
در جائز نہین وہ غلام جسکے دونون ہاتھ یا دونون ہاتھ کے انگوٹھے یا تین انگلیان ہر ہاتھ کی کٹی ہون یا دونون پاؤن یا ایک ہاتھ اور ایک پاؤن ایک طرف سے کٹا ہو اسواسطے کہ ان

صورتون مین تھامنے اور چلنے کی منفعت بالکل مفقود ہو و معتوہ مغلوب کافی اور جس غلام پر کہ بیخبری اور بیہوشی غالب ہو کذا فی الکافی ولا یجزی مدبر و ام ولد
ومکاتب ادی بعض بدلہ ولم یعجز نفسہ فان عجز فحررہ جاز وہی حیلۃ الجواز بعد اداء شیئا اور کفایت نہین کرتا آزاد کرنا مدبر کا اور ام ولد کا اور اُس
مکاتب کا جسنے اپنی کتابت کا کچھ بدلہ ادا کیا ہو اور وہ عاجز نہین ہوگیا ادائے باقی سے سو اگر عاجز ہوگیا پھر اُسکے مالک نے اُسکو آزاد کردیا بہ نیت کفارہ
تو جائز ہو اور یہی عاجزی حیلہ ہو اعتاق مکاتب کا بعد کچھ ادا کرنے کے یعنی جس مکاتب نے کچھ مال ادا کیا ہو اسکا مالک بہ نیت کفارہ اسکو آزاد کیا چاہے
تو اُسکی یہی تدبیر ہو کہ مکاتب اپنی عاجزی کو ظاہر کرے واعتاق نصف عبد مشترک ثم باقیہ بعد ضمانہ لتمکن النقصان اور کفایت نہین کرتا آزاد کرنا
نصف عبد مشترک کا پھر نصف باقی کو آزاد کرنا بعد ضامن ہونے اُسکی قیمت کے بوجہ سے جم جانے نقصان کے نصف اخیر مین یعنی ایک غلام کے دو مالک
تھے نصفا نصف سو ایک مالک نے بہ نیت کفارہ اپنا آدھا حصہ آزاد کردیا تو نصف اخیر کی مملوکیت مین نقصان پڑ گیا یعنی دوسرا مالک اب اُسکو بیع نہین کرسکتا
لہذا اگر آزاد کرنے والا نصف باقی کی قیمت کا ضامن ہوکر باقی کو آزاد بھی کریگا تو بھی کفارہ نہ ادا ہوگا ہان اول اپنا حصہ آزاد نہ کرتا اور نصف
باقی کا ضامن ہوکر کل عبد کو آزاد کرتا تو صحیح ہوتا ونصف عبدہ عن تکفیرہ ثم باقیہ بعد وطی من ظاہر منہا لان قبل التماس اور کفایت نہین کرتا اپنے
نصف غلام کو آزاد کرنا بہ نیت کفارہ پھر نصف باقی کو آزاد کرنا بعد وطی اُس عورت کے جس سے ظہار کرچکا اسواسطے کہ حکم کفارہ دینے کا قبل وطی وغیرہ کے ہی
اور قبل وطی کے نصف آزاد کیا نہ کل لہذا صحیح نہین فان لم یجد المظاہر ما یعتق وان احتاج الیہ لخدمتہ او لقضاء دینہ لانہ واجد حقیقۃ بدائع فما فی الجوہرۃ لہ عبد
للخدمۃ لم یجز الصوم الا ان یکون زمنا انتہی یعنی العبد لیوافق کلامہم ویحتمل رجوعہ للمولی لکنہ یحتاج الی نقل سو اگر ظہار کرنے والا نہ پاوے اُسکو جسکو آزاد کرے اگرچہ
محتاج ہو غلام کا اپنی خدمت کیواسطے یا اُسکو بیچکر اپنے قرض ادا کرنے کیواسطے اسواسطے کہ وہ قادر ہی غلام پر فی الحقیقت کذا فی البدائع تو جو کلام کہ جوہرہ مین
یون ہی کہ مظاہر کا ایک غلام ہی خدمت کیواسطے اُسکو اداے کفارہ ظہار مین روزہ رکھنا درست نہین بلکہ اُسی غلام کو آزاد کرے مگر اُسوقت غلام کا آزاد نکرنا اور روزہ
رکھنا درست ہی جبکہ وہ ایسا لنگڑا ہو کہ چل نہ سکے انتہی کلام الجوہرۃ یعنی غلام لنگڑا ہو تو اُسکا آزاد کرنا درست نہوگا اور روزہ رکھنا جائز ہوگا شارح نے کہا ضمیر
یکون کی عبد کیطرف پھیر کر یہ مطلب جوہرہ کا اسواسطے مذکور کیا تا کہ کلام اُسکا اور فقہا کے کلام سے موافق ہوجاوے اور یہ بھی احتمال ہی کہ ضمیر یکون کی مولی
کیطرف پھیر تو مطلب یہ ہوگا کہ اگر مالک لنگڑا ہو تو غلام کو نہ آزاد کرے روزہ رکھے لیکن اس صورت مین نقل روایت کی احتیاج ہوگی یعنی تا وقتیکہ کتب معتمدہ سے نقل صریح
اسباب مین ثابت نہوگی احتمال اخیر نامقبول ہی مترجم چونکہ عبارت جوہرہ کی بظاہر مخالف تھی بدائع کے لہذا شارح نے اُسکی توجیہ معقول کردی تا اختلاف مندفع ہوجاوے
ولا یعتبر مسکنہ اور گھر اُسکا معتبر نہین یعنی اگر مظاہر کا ایک گھر ہو جسمین وہ رہتا ہی تو اُسپر اُسکا بیچنا اُسکی قیمت سے اور کفارہ ظہار کیواسطے غلام کا خرید کرنا ضرور نہین اسواسطے
کہ مکان ضروریات مین داخل ہی تو اُسپر صوم لازم ہوگا ولو لہ مال وعلیہ دین مثلہ ان ادی الدین اجزاہ الصوم والا فقولان اور اگر مظاہر کے پاس مال ہو
اور اُسپر اتنا ہی قرض ہی قرض کو ادا کردے تو اُسکو صوم کفایت کرتا ہی اسواسطے کہ وہ اعتاق پر قادر نہین اور اگر قرض کو ہنوز ادا نہین کیا تو اسمین دو قول ہین
ایک قول یہ ہی کہ روزہ رکھنا کافی ہی اور دوسرا قول یہ کہ کافی نہین ولو لہ مال غائب انتظرہ اور اگر اُسکا مال غائب ہو یعنی مثلا سفر مین ہو تو اُسکے
حصول کا منتظر رہے جب آ جاوے تو غلام خرید کرکے آزاد کرے ولو علیہ کفارتان وفی ملکہ رقبۃ فصام عن احدہما ثم اعتق عن الاخری لم یجز وبعکسہ جاز اور اگر مرد پر کفارے
ہون یعنے دو عورتون سے ظہار کیا ہو اور اُسکے ملک مین ایک ہی غلام ہو سو اُس نے ایک کفارے سے روزے رکھے اور دوسرے کفارے سے
غلام آزاد کیا تو صوم کا کفارہ جائز نہ ہوگا اسواسطے کہ باوجود قدرت اعتاق کے صوم جائز نہین لیکن کفارہ عتاق بلاشک صحیح اور بعکس اسکے جائز ہی یعنی اگر اول
آزاد کرے اور دوسرے کفارے مین روزے رکھے تو درست ہی اسواسطے کہ عدم قدرت مین صوم کافی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی صام شہرین ولو ثمانیۃ وخمسین لو بابا لاہلال والا فستین
لو نا اگر مظاہر اعتاق پر قادر نہو تو دو مہینے روزے رکھے اگرچہ وہ مہینے کے اٹھاون دن ہون چاند نکلنے سے یعنی اگر پہلی تاریخ سے روزہ رکھا اور وہ مہینہ اور دوسرا مہینہ انتیس

دن کا ہو تو اٹھاون دن کے روزے کفایت کرتے ہیں اور اگر پہلی تاریخ سے صوم شروع نہیں کیا تو دو مہینے کے ساٹھ روزے رکھنا چاہیے **ولو قدر علی التحریر فی آخر الآخر**
الاخیر لزمہ العتق اور اگر قادر ہو گیا غلام آزاد کرنے پر پچھلے مہینے کے آخر دن میں تو لازم ہوگا اُسپر آزاد کرنا یعنی ساٹھویں دن مثلاً ظہر یا عصر کے وقت مظاہر کو مال
ملگیا تو کفارہ صوم کا نہ ادا ہوا اسواسطے کہ استمرار عجز اول سے آخر تک شرط ہے صوم کی سو یہاں پایا نہ گیا تو یہ صوم اُسکا نفل ہو گیا اُسپر واجب ہے کہ غلام خرید
کر آزاد کرے **واتم یومہ ندبا ولا قضاء لو افطر وان صار نفلا** اور پورا کرے اس دن کے صوم کو بوجہ استحباب کی راہ سے نہ وجوب کی راہ سے اور اگر اس صوم کو توڑ ڈالے
تو اُسپر قضا واجب نہیں اگرچہ یہ صوم نفل ہو گیا یعنی ہر چند افطار صوم نفل سے قضا واجب ہے لیکن اس صورت میں باوجود نفل ہونے کے قضا واجب نہیں اسواسطے
کہ شروع صوم بقصد نفل نہ تھا لہذا نہ اسکی قضا واجب ہے نہ اتمام لیکن یہ اُس صورت میں ہے جبکہ بمجرد قدرت عتاق کے فی الفور صوم کو قطع کر دیا اور اگر بعد قدرت عتاق
کے ساعت دو ساعت صوم ثابت رکھا تو یہ قائم مقام شروع فی النفل کے ہو گیا اب اُسپر اتمام واجب ہوگا اور اگر اب افطار کریگا تو قضا واجب ہوگی چنانچہ کتاب الصوم میں مذکور ہو چکا
کذا فی حاشیۃ المدنی **متتابعین قبل المسیس لیس فیہما رمضان و ایام نہی عنہا** یعنی دو مہینے پے در پے لگاتار روزے رکھے وطی وغیرہ سے پہلے ایسے دو مہینے کا صوم ہو
جنمیں رمضان اور وہ پانچ دن جنکا صوم ممنوع ہے نہ واقع ہوں اسواسطے کہ اگر رمضان درمیان میں آجاویگا تو رمضان کا صوم مقدم ہوگا اور اگر رمضان میں کفارہ کی نیت
سے روزہ رکھیگا تو بھی رمضان ہی صحیح ہوگا نہ کفارہ تو صوم کفارہ میں تتابع نہ رہا انقطاع ہو گیا لیکن اگر مظاہر مسافر ہوگا اور روزہ بہ نیت کفارہ رکھیگا تو البتہ صحیح
ہوگا اور جسطرح درمیان میں آنا رمضان کا مانع ہے تتابع کا اسیطرح ایام منہیہ کا درمیان میں پڑنا مانع ہے تتابع کا **وکذا کل صوم شرط فیہ التتابع** اور اسیطرح جس
صوم میں لگاتار روزہ رکھنا شرط ہے رمضان اور ایام خمسہ کا درمیان میں آنا مانع ہے تتابع کا چنانچہ کفارہ قتل میں اور کفارہ افطار میں اور کفارہ یمین میں اور نذر معین میں تتابع
شرط کر لیا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الفتح **فان افطر لعذر کسفر و نفاس بخلاف حیض الا اذا ایست** سو اگر افطار کرے بسبب عذر کے چنانچہ بسبب سفر یا نفاس
کے بخلاف حیض کے اسواسطے کہ حیض کا آنا مانع تتابع کا نہیں کفارہ قتل اور کفارہ افطار میں اسوجہ سے کہ عورت ایسے دو مہینے نہیں پا سکتی جو حیض سے خالی ہو مگر جبکہ عورت کا
بسبب پیری کے حیض منقطع ہو گیا ہو اور اُسنے مثلاً کفارہ افطار کا صوم شروع کیا ہو تو اگر اب حیض آویگا تو مانع ہوگا تتابع کا تو اُسکو پھر نئے سر سے روزہ رکھنا پڑیگا
م کفارہ ظہار میں حیض اور نفاس کا ذکر بیجا خود نہیں اسواسطے کہ یہ کفارہ سوائے مرد کے عورت پر واجب نہیں ہوتا لیکن شارح نے بمناسبت تتابع کے اسکو بھی ذکر کر دیا **او لنحوہا او**
وطیہا ای المظاہر منہا ولو وطی غیرہا وطیا غیر مفطر لم یفرد اتفاقا کالوطی فی کفارۃ القتل یا افطار صوم کا بلا عذر کرے یا اُسی عورت سے جس سے ظہار کر چکا ہے وطی کرے لیکن اگر
اُس عورت کے سوا اور زوجہ سے ایسی وطی کرے جو روزہ نہ توڑے یعنی رات میں یا دن کو سہو سے وطی کرے تو ایسی وطی صوم کی کفارہ کو مضر نہیں باتفاق طرفین اور
ابی یوسف کے نزدیک جیسے کہ وطی کرنا کفارہ قتل میں مضر نہیں **فیہما ای الشہرین مطلقا لیلا او نہارا عامدا او ناسیا کما فی المختار وغیرہ وتقیید ابن ملک اللیل بالعمد**
غلط بحر لکن فی القہستانی ما یخالفہ فتنبہ اگر وطی کرے ظہار والی عورت سے کسی طرح رات کو یا دن کو بالقصد یا بھول کر چنانچہ یہ اطلاق مصرح ہے مختار وغیرہ
میں اور قید لگانا ابن ملک کا وطی شب میں ساتھ عمد کے غلط ہے یعنی یہ جو ابن ملک نے کہا ہے کہ اگر رات کو عمداً وطی کرے تو مضر کفارہ ہے اور سہواً مضر نہیں سو یہ
قول غلط ہے بلکہ عمداً اور سہواً مطلقاً مضر ہے اور جن کتابوں میں وطی لیل میں عمد کی قید ہے سو اتفاقی قید ہے نہ احترازی کما فی شرح المجمع اور غایۃ البیان اور عنایہ میں
تصریح ہے کہ یہ قید اتفاقی ہے کذا فی البحر الرائق لیکن شرح قہستانی میں وہ قول ہے جو مخالف ہے بحر الرائق کے تو خبردار رہنا قہستانی نے یوں کہا ہے کہ اگر مظاہر منہا سے
شب کو عمداً وطی کرے تو استیناف صوم کرے چنانچہ نظم اور مبسوط اور ہدایہ اور کافی اور قدوری اور مضمرات اور تحفہ میں اور انکے سوا اور کتابوں میں یوں ہی ہے اور فقط
اسبیجابی کے قول پر جو شرح طحاوی میں یوں کہا گیا ہے کہ وطی لیل میں عمداً اور نسیان برابر ہے لائق نہیں کہ عمد کو ہدایہ وغیرہ کے کلام میں قید اتفاقی پر محمول کیجیے چنانچہ
صاحب کفایہ اور اُسکے تابعین نے کیا ہے حالانکہ صاحب عنایہ نے اسکی طرف التفات نہیں کیا انتہی کلام القہستانی شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ قہستانی غلط گوئی میں ابن ملک کے
موافق ہو گیا اور جن کتب کی عبارتیں قید اتفاقی پر محمول ہیں اُنسے استدلال کرتا ہے اور حالانکہ کتب معتمدہ میں مصرح ہے کہ عمد اور نسیان دونوں برابر ہیں چنانچہ مختار اور

اختیار اور غایۃ البیان اور عنایہ اور اطلاق صاحب کنز اسپر شاہد ہین کذا فی حاشیۃ المدنی **استانف الصوم لا الاطعام ان وطیہا فی خلالہ**

لاطلاق النص فی الاطعام وتقییدہ فی تحریر صیام یعنی اگر کفارۂ ظہار مین لعذر یا بلاعذر روزہ افطار کرے یا ظہار والی عورت سے وطی کرے دو مہینے کے اندر تو استیناف کرے صوم کا نہ اطعام کا یعنی پھر سرے سے روزہ رکھنا شروع کرے لیکن اطعام کا استیناف لازم نہین اگر درمیان اطعام کے اُسی عورت سے وطی کرے بسبب مطلق ہونے نص قرآنی کے اطعام مین اور مقید ہونے نص کے اعتاق اور صیام مین یعنی حقتعالی نے کفارہ اطعام مین قبل مساس کی قید نہین لگائی اور

وطی مفسد اطعام نہین اور اعتاق اور صیام مین قید لگائی کہ قبل مساس ہو لہذا وطی مفسد صیام ہو تو استیناف لازم ہوا **ولعبد ولو مکاتبا او مستسعے فلذا الحر المحجور علیہ بالسفہ علی المعتمد** اور غلام اگرچہ مکاتب ہو یا ایسا غلام ہو جسکے مالک نے مثلا نصف آزاد کر دیا ہو اور باقی گلو خلاصی کیواسطے اس سے محنت مزدوری کرواتا ہو اور اسیطرح وہ حر ہو جسکے تصرف مالی کو اُسکی حماقت کے سبب سے حاکم نے روک دیا ہو بنا بر قول معتمد کے یعنی بموجب قول صاحبین کے **لا یجزیہ الا الصوم المذکور** غلام وغیرہ کو کفایت نہین کرتا مگر صوم مذکور یعنی دو مہینے پے در پے روزے رکھنا کفارۂ ظہار مین واجب ہی غلام اور مکاتب اور حر مجحور علیہ کو اور اُس غلام کو جو پورا آزاد نہین اور بسبب عدم قدرت کے اپنے اعتاق اور اطعام نہین م اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہی قاعدہ یہ ہی کہ غلام پر نعمت اور عقوبت آدھی ہوتی ہی اور کفارہ بھی عقوبت ہی لازم یون تھا کہ کفارہ عبد کا نصف ہوتا کفارۂ حر سے یعنی ایک مہینے کا صوم غلام کو کفایت کرتا اس سوال مقدر کا جواب شارح نے آئندہ قول مین دیا **ولم ینتصف**

لما فیہا من معنی العبادۃ اور کفارہ غلام کا آدھا نہوا اسواسطے کہ کفارہ مین معنی عبادت موجود ہی یعنی ہرچند کفارہ مین مضمون عقوبت اور مضمون عبادت دونون ہین لیکن عبادت اسمین غالب ہی اور حالانکہ عبادت مین تنصیف نہین چنانچہ صوم اور صلوۃ مین اسیطرح کفارات مین **ولیس للسید منعہ منہ** اور مالک کو اختیار نہین غلام کو صوم سے منع کرنے کا اسواسطے کہ یہ منجملہ حقوق نکاح کے ہی سو جب مالک نے غلام کو نکاح کی اجازت دی تو اُسکے سب حقوق کو اپنے اوپر گویا لازم کر لیا تو اب کیونکر صوم کفارہ سے روک سکے **ولو وصلیۃ اعتق سیدعنہ او اطعم ولو بامرہ لعدم اہلیۃ التملیک الا فی الاحصار فیطعم عنہ المولی قیل ندبا وقیل وجوبا** کفارۂ ظہار مین اعتاق اور اطعام غلام کا کفایت نہین کرتا اگرچہ اُسکا مالک اُسکی طرف سے آزاد کرے یا اطعام کرے اگرچہ یہ اعتاق اور اطعام بامر غلام ہو بسبب عدم قابلیت تملیک کے یعنی اعتاق اور اطعام بدون ملک کے نہین ہو سکتا اور غلام کسی چیز کا مالک نہین ہوتا اگرچہ مالک اُسکو تملیک کرے مگر احصار مین غلام مالک ہوتا ہی یعنی اگر غلام باجازت مولی حج کا احرام کرے اور کسی عذر شرعی سے حج کو نہ جا سکے تو مولی اسکی طرف سے اطعام کرے یعنی قربانی کا جانور اُسکی طرف سے حرم مین بھیجے کہ وہان ذبح کر کے تصدق ہو بعضے علمانے کہا کہ قربانی کا بھیجنا مولی پر مستحب ہی اور بعضون نے کہا کہ واجب ہی م اطلاق اطعام کا ارسال قربانی پر غیر مشہور ہی شارح نے اسمین صاحب نہر اور منح کی پیروی کی ہی **فان عجز عن الصوم لمرض لا یرجی برءہ او کبر اطعم ای ملک ستین مسکینا ولو حکما ولا یجزی غیر المراہق بدائع** سو اگر عاجز ہو مظاہر صوم سے بسبب ایسی بیماری کے کہ توقع نہین اُسکی صحت کی یا بسبب پیری کے تو طعام دیوے یعنی طعام کا مالک کر دے ساٹھ مسکین کو اگرچہ تملیک ساٹھ مسکین کی حکما ہو اسطرح پر کہ ایک محتاج کو ساٹھ دن دیا کرے تو گویا ساٹھ محتاج کو دیا اور کفایت نہین کرتا اطعام غیر مراہق کا کذا فی البدائع یعنی اطعام اس صغیر کا جو قریب البلوغ نہین کافی نہین **کالفطرۃ قدرا او مصرفا او قیمۃ ذلک من غیر المنصوص اف العطف للمغایرۃ** ہر مسکین کو دے مانند صدقہ فطر کے مقدار مین اور مصرف مین کما فی الزکوۃ یعنی اگر گیہون سے دے تو نصف صاع دے اور اگر جو اور کھجور سے دے تو پورا صاع دے یا اُسکی قیمت دے غیر منصوص سے یعنی اگر گیہون اور کھجور اور جو کے سوا اور کوئی اناج دے تو قیمت کا اعتبار ہی تو اگر ربع صاع چانول کا مساوی ہو نصف صاع گیہون کے تو جائز ہی یا دو صاع باجرا برابر ہو ایک صاع جو کے یا نصف صاع کھجور کے تو درست ہی اسواسطے کہ عطف کرنا مصنف کا قیمت کو فطرہ پر مقتضی ہی مغائرت کا تو اگر ربع صاع گیہون کا برابر ہو نصف صاع کھجور کے تو جائز نہوگا اسواسطے کہ اعتبار قیمت کا غیر منصوص مین ہی اور گیہون اور کھجور تو دونون منصوص ہین انمین اعتبار قیمت کا صحیح نہین **وان اراد الاباحۃ عداہم**

وعشاہم او غداہم وعطاہم قیمۃ العشاء او عکسہ اطعمہم غداءین او عشاءین او عشاء وسحورا واشبعہم جاز بشرط ادام فی خبز شعیر وذرۃ لا بر اور کفارہ دینے والا

محتاجون کو تملیک طعام نہ کرے بلکہ ارادہ کرے اباحت طعام کا تو انکو دن چڑھتے اور دن ڈھلتے دو وقت کھلاوے یا دن چڑھتے انکو کھلاوے اور دن ڈھلتے
وقت کھانے کی قیمت دے یا اُسکے بالعکس کرے یعنی اول وقت کے کھانے کی قیمت دے اور آخر وقت کھلاوے یا انکو دو روز دن چڑھتے کھلاوے یا دو روز دن
ڈھلتے کھلاوے یا دن ڈھلتے اور سحر کے وقت کھلاوے اور پیٹ انکا بھروے خلاصہ یہ ہی کہ اگر ساٹھ محتاجون کو دو وقت آسودہ کرکے کھلاوے تو جائز ہی بشرطیکہ
سالن ہو جو اور جوار کی روٹی کے ساتھ نہ گیہون کی روٹی کے ساتھ یعنی گیہون کی روٹی کے ساتھ سالن کی حاجت نہین کیونکہ اسمین بدون سالن بھی آسودگی ہوتی
ہی بخلاف جو اور جوار کے کہ انمین بدون سالن کے پیٹ نہین بھرتا تملیک طعام اور اباحت طعام مین یہ فرق ہی کہ تملیک طعام مین محتاج مالک ہوتا ہی طعام کا جو چاہے
سو کرے اور اباحت طعام مین محتاج مالک نہین طعام کا کچھ اسمین تصرف نہین کر سکتا فقط کھانے کا اسکو اختیار ہی اور اباحت طعام مین مقدار طعام کی کچھ مقرر
نہین نصف صاع مین آسودہ ہو جاے خواہ کمتر مین بخلاف تملیک کے کہ نصف صاع سے کم جائز نہین کما جاز لو اطعم واحدا ستین یوما لتجدد الحاجۃ چنانچہ یہ بھی جائز ہی کہ اگر
طعام دے ایک محتاج کو ساٹھ دن یہ جائز ہی بسبب تجدد حاجت کے یعنی ہر دن آدمی کھانے کا حاجتمند ہی تو گویا ساٹھ محتاج کو طعام دیا چنانچہ یہ عنقریب بیان کو ہو چکا
ولو اباحہ کل الطعام فی یوم واحد اجزاہ عن یومہ ذلک فقط اتفاقا اور اگر ایک محتاج کو ساٹھ محتاج کا سب کھانا مباح کریگا ایکدن مین تو فقط اُسی ایک
ہی دن کو کفایت کریگا بالاتفاق یعنے مظاہر پر اُسکے ساٹھ محتاج کا طعام دینا اور واجب ہا وکذا اذا ملکہ الطعام بدفعات فی یوم واحد علی الاصح ذکرہ الزیلعی
لفقد التعدد حقیقۃ وحکما اور اسیطرح جبکہ ایک محتاج کو مالک طعام کا کرے چندبار ایکدن مین بنابر قول اصح کے ذکر کیا ہی اسکو زیلعی نے یعنی ایکدن مین ایک شخص
کو ساٹھ بار دینا کفایت نہین کرتا بسبب نہونے تعدد حقیقی اور حکمی کے نہ ساٹھ محتاج کو دیا کہ تعدد حقیقی ہوتا نہ ساٹھ دن ایک محتاج کو دیا کہ تعدد حکمی ہوتا امر غیرہ ان
یطعم عنہ عن ظہارہ ففعل الغیر ذلک صح وہل یرجع ان قال علی ان ترجع رجع وان سکت فعلی الدین یرجع اتفاقا وفی الکفارۃ والزکوۃ لا یرجع علی المذہب امر کیا
مظاہر نے کسی غیر آدمی سے کہ مظاہر کیطرف سے کفارہ ظہار کا طعام دیوے سو غیر آدمی نے بموجب اُسکے امر کے ایسا ہی کیا تو یہ صحیح ہی یعنی کفارہ مظاہر کا ادا ہو گیا
اور یہ غیر آدمی بقدر الطعام کے مظاہر سے پھیر سکتا ہی یا نہین جواب یہ ہی کہ اگر مظاہر نے دلانے کیوقت یون کہا تھا کہ مجھسے لے لیجیو تو لیوے اور اگر مظاہر
چپ ہو رہا تھا تو دین جو ہین یعنی ادھار قرض مین بالاتفاق پھیر لیوے اور کفارہ اور زکوۃ مین نہ لے بنابر ظاہر مذہب کے کما صحت الاباحۃ بشرط الشبع فی طعام الکفارات
سوی القتل وفی الفدیۃ لصوم وجنایۃ حج چنانچہ صحیح ہی مباح کرنا طعام کا بشرط آسودگی کے اور کفارون کے طعام مین سوائے کفارہ قتل کے اسواسطے کہ کفارہ قتل مین طعام
کا حکم نہین اور اباحت صحیح ہی فدیہ صوم اور فدیہ جنایت حج مین م فدیہ صوم شیخ فانی پر ہی عوض صوم کے بقدر نصف صاع کے حالت تملیک مین اور بقدر سیری کے حالت
اباحت مین اور جسنے بعد احرام کے سر منڈایا یا کوئی اور ممنوع کام کیا تو اس قصور کے عوض چاہے ذبح کرے چاہے نصف صاع محتاج کو دے یا اُسکو پیٹ بھر کھلاوے
یا تین روزے رکھے وجاز الجمع بین اباحۃ وتملیک اور جائز ہی جمع کرنا درمیان اباحت اور تملیک کے چنانچہ عنقریب گذرا کہ ساٹھ محتاج کو ایک وقت کھلاوے اور دوسرے وقت کے
کھانے کی قیمت دے یا انتیس محتاجون کو بطور اباحت کے کھلاوے اور تیس کو نصف نصف صاع گیہون تملیک کرے دون الصدقات والعشر نہ صدقات اور عشر مین
یعنی زکوۃ اور صدقہ فطر اور عشر مین اباحت صحیح نہین بلکہ تملیک انمین ضرور ہی والضابط ان ما شرع بلفظ الاطعام والطعام جاز فیہ الاباحۃ وما شرع بلفظ ایتاء واداء شرط فیہ
التملیک اور قاعدہ کلیہ جواز اباحت و عدم اباحت کا یہ ہی کہ جو بلفظ الطعام اور طعام مشروع ہی تو اسمین اباحت جائز ہی اور جو کہ بلفظ ایتا اور ادا مشروع ہی تو اسمین
تملیک شرط ہی تو کفارہ ظہار اور کفارہ یمین مین اور کفارہ افطار اور کفارہ صید مین قرآن مجید مین اطعام اور طعام کا لفظ ارشاد ہوا ہی اور اطعام عبارت ہی تمکین سے دینے
طعام پر محتاج کو قادر کر دینا خواہ باباحت ہو خواہ بتملیک اور زکوۃ وغیرہ صدقات مین لفظ ایتا اور ادا وارد ہی اور ایتا اور ادا معنی دینے کے ہی لہذا انمین تملیک
شرط ہی اباحت کافی نہین حرر عبدین عن ظہارین من امراۃ او امراتین ولم یعین واحدا لواحد صح عنہما وکذا لو صام اربعۃ اشہر او اطعم مائۃ وعشرین
فقیرا لاتحاد الجنس مظاہر نے آزاد کیا دو غلامون کو دو ظہار سے خواہ دونون ظہار ایک عورت سے کیے ہون یا دو عورتون سے اور مظاہر نے معین اور مقرر نہ کیا

کسی ایک غلام کو کسی ایک ظہار کیواسطے یعنی یون تعیین نہ کی کہ یہ غلام اول ظہار کیواسطے ہی اور دوسرا غلام ثانی ظہار کے لیے ہی تو یہ اعتاق دونون ظہار کی طرف سے صحیح ہی اور اسی کے مثل ہی صحت مین روزے رکھنا چار مہینے کا دو ظہار سے اور اطعام ایک سو بیس فقیر کا دو ظہار سے بسبب اتحاد جنس کے یعنی دونون ظہار چونکہ متحد الجنس ہین لہذا نیت تعیین کی کچھ حاجت نہین بدون نیت تعیین بھی صحت حاصل ہی بخلاف اختلافہ الا ان ینوی بکل کلا فیصح بخلاف اختلاف جنس کے چنانچہ کسی شخص پر کفارہ ظہار اور کفارۂ یمین اور کفارۂ قتل ہوا اور وہ تین غلام کو بلا نیت تعیین آزاد کرے تو صحیح نہوگا جب تک کہ ہر غلام کو ہر کفارہ کیواسطے نہ مقرر کریگا اسواسطے کہ یہ کفارات مختلف الجنس ہین یہ اعتاق صحیح نہین مگر اسطرح پر کہ ہر غلام کے اعتاق کے ساتھ ایک کفارہ کی نیت کرے تو صحیح ہی ہرچند اسمین بسبب نام لینے ظہار یا یمین کے رفع جہالت اور دفع ایہام نہین لیکن اتنی جہالت مضر اعتاق نہین کذا فی المحیط اور طحطاوی نے کہا کہ یہ متبادر ہوتا ہی کلام شارح سے کہ ہر غلام سے ہر کفارہ کی نیت کرے سو مراد نہین بلکہ وہی مراد ہی جو مذکور ہو چکی اسواسطے کہ منح الغفار مین یون مصرح ہی کہ اگر آزاد کریگا ہر غلام کو ایک کفارہ کی نیت کرکے بلا تعیین ظہار یا یمین کے تو جائز ہوگا بالاجماع کذا فی حاشیۃ المدنی وان حرر عنہما رقبۃ واحدۃ او صام عنہما شہرین صح عن واحد بعینہ ولہ وطی اللتی کفر عنہا دون الاخری اور اگر دو غلام کو ایک ظہار سے آزاد کیا یا دو ظہار سے دو مہینے روزہ رکھا تو یہ اعتاق اور صوم صحیح ہوگا اُس ایک ظہار سے جسکو مظاہر مقرر کرے یعنی مظاہر کو اختیار ہی کہ اس اعتاق یا صوم کو اول ظہار یا ثانی کا کفارہ قرار دے اور مظاہر کو وطی اُس عورت کی درست ہی جسکے ظہار کا کفارہ دیا نہ دوسری عورت کی وعن ظہار وقتل لا یصح لامام مالم یحرر کافرۃ فتصح عن الظہار استحسانا لعدم صلاحیتہا للقتل اور اگر ایک غلام آزاد کیا کفارہ ظہار اور کفارۂ قتل سے تو یہ اعتاق صحیح نہین کسی کفارہ سے جبتک کہ کافر غلام کو آزاد نکرے اور جب کافر غلام کو آزاد کریگا تو یہ اعتاق صحیح ہوگا کفارۂ ظہار سے بدلیل استحسان کے بسبب عدم صلاحیت رقبہ کافرہ کے واسطے کفارۂ قتل کے یعنی کفارۂ قتل مین غلام مسلم کا آزاد کرنا شرط ہی تو اعتاق کافر کا ظہار ہی کیواسطے خاص ہوجاویگا اسواسطے کہ ظہار مین اعتاق مسلم اور کافر دونون کا درست ہی مگر کفارۂ ظہار اور کفارۂ قتل مین اعتاق عبد مسلم بلا تعیین نیت اسواسطے صحیح نہین کہ یہ دونون کفارہ مختلف الجنس ہین تعیین نیت ضرور ہی چنانچہ اسکا بیان سابق مین مذکور ہوچکا اطعم ستین مسکینا کلا صاعا بدفعۃ واحدۃ عن ظہارین لم یصح عن واحد کذا فی نسخ الشرح ونسخ المتن لم یصح ای عنہما خلافا لمحمد ورجحہ الکمال طعام دیا ساٹھ محتاج کو ہر ایک کو ایک صاع گیہون یکبارگی دو ظہار کیطرف سے خواہ ایک عورت سے دو ظہار کیے ہون یا دو عورتون سے چنانچہ سابق مین مذکور ہوچکا تو یہ صحیح ہوگا ایک ظہار کیطرف سے اسیطرح لفظ صح کا ہی مصنف کی شرح کے نسخون مین اور اُن متن کے نسخون مین جو شرح سے علیحدہ ہین لم یصح کا لفظ ہی تو اسکا مطلب یہ ہی کہ ہر محتاج کو ایک صاع گیہون کا دینا دو ظہار کیطرف سے صحیح نہین بلکہ ایک ظہار سے درست ہی برخلاف امام محمد کے کہ اُنکے نزدیک دونون ظہار کیطرف سے صحیح ہی اور اسی قول کو ترجیح دی ہی کمال الدین بن الہمام نے فتح القدیر مین م ترجمہ مین گیہون کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ اختلاف شیخین اور محمد کا ایک صاع گیہون اور دو صاع جو اور کھجور مین ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اور شارح نے ایکبار کی قید اسواسطے زیادہ کی کہ اگر ایک صاع گیہون دو بار کرکے محتاج کو دیگا تو بالاتفاق دونون ظہار کیطرف سے جائز ہوگا کذا فی منح الغفار ناقلا عن الکافی لیکن دو بار دو دنون مین دے اسواسطے کہ ایکدن مین چند بار دینا ایک محتاج کو کفایت نہین کرتا چنانچہ مذکور ہوچکا وعن افطار وظہار صح عنہما اتفاقا والاصل ان نیۃ التعیین فی الجنس المتحد سببہ لغو وفی المختلف سببہ مفید اور اگر ساٹھ محتاج کو ہر محتاج کو ایک صاع گیہون دیا یکبارگی کفارہ افطار اور کفارۂ ظہار کی نیت سے تو صحیح ہوگا دونون کفارون سے بالاتفاق شیخین اور محمد کے اور اصل یہ ہی کہ جس جنس کا کہ سبب متحد ہی اسمین تعیین کی نیت لغو ہی اور جس جنس کا کہ سبب مختلف ہی اسمین تعیین کی نیت مفید ہی لغو نہین خلاصہ یہ ہی کہ اتحاد جنس عبارت ہی اتحاد سبب سے اور اختلاف جنس عبارت ہی اختلاف سبب سے تو دو کفارہ ظہار کے متحد الجنس ہین اسواسطے کہ انکا سبب ایک ہی ہی یعنی ظہار تو دو کفارہ ظہار مین جب تعیین نیت لغو ہوئی تو مطلق نیت باقی رہی لہذا مظاہر کو اختیار ہی کہ جس ظہار کیواسطے چاہے مقرر کرے اور دو کفارہ ظہار اور افطار کے مختلف الجنس ہین اسواسطے کہ ہر ایک کا سبب مختلف ہی تو اسمین تعیین نیت لغو نہین بلکہ مفید اور معتبر ہی لہذا دونون صحیح ہین فروع مسائل ملحقہ شارح کے المعتبر فی الیسار والاعسار وقت التکفیر مقدور

اور افلاس مین کفارہ دینے کا وقت معتبر ہی یعنی وقت وجوب کفارہ معتبر نہین بلکہ کفارہ دینے کیوقت مقدور رہی تو روزہ رکھنا جائز نہین اگرچہ وقت وجوب کفارہ وہ مفلس
تھا اور اگر کفارہ دینے کیوقت مفلس ہی تو روزہ رکھنا درست ہی اگرچہ وقت وجوب کفارہ کے اسکو مقدور تھا اطعم مائۃ وعشرین فی یوم لم یجز الا عن نصف الاطعام فیعید علی ستین
منہم غداء وعشاء ولو فی یوم آخر للزوم العدد مع المقدار کھانا کھلایا ایک سو بیس محتاج کو ایک دن مین ایک وقت تو کفایت نہ کریگا مگر نصف اطعام سے تو دوبارہ کھانا
کھلادے انمین سے ساٹھ محتاج کو خواہ دن چڑھتے کھلاوے یا دن ڈھلتے اگرچہ دوسرے دن کھلادے تو بھی درست ہی اعادہ اطعام ضرور ہی بسبب لازم ہونے
شمار کے ساتھ مقدار کے یعنی اباحت طعام مین ساٹھ محتاجون کا شمار اور دو وقت کھلانے کی مقدار لازم ہی تو ساٹھ محتاجون کا شمار ایک سو بیس کے ضمن مین تو البتہ
پایا گیا لیکن مقدار طعام یعنی دو وقت کھلانا نہ حاصل ہوا لہذا ساٹھ محتاج کو اکہرا اور کھلانا لازم ہوا ولم یجز اطعام فطیم ولا شبعان اور کفارۂ ظہار مین جائز نہین کھانا کھلانا
اُس لڑکے کا جو دودھ چھوڑ چکا ہی اور شکم سیر کا یہ مضمون مکرر ہو گیا اسواسطے کہ اسی باب مین بدائع سے مذکور ہو چکا کہ اطعام غیر مراہق جائز نہین تو اسمین دودھ
چھوڑنے والا لڑکا بھی داخل تھا اور یہ بھی مذکور ہو چکا ہی کہ محتاجون کا پیٹ بھر دینا مشروط ہی حالانکہ شکم سیر مین یہ حاصل نہین تو اسکا کھلانا بھی جائز نہین

باب اللعان

یہ باب ہی لعان کا ہو لغۃ مصدر لاعن کقاتل من اللعن وہو الطرد والابعاد وسمی بہ لا بالغضب للعنہ نفسہ قبلہا والسبق من اسباب الترجیح لعان
باعتبار لغت کے مصدر ہی لاعن کا جو قاتل کے ہموزن ہی یعنی لعان باب مفاعلت کا مصدر ہی لعن سے مشتق ہی اور لعن عبارت ہی ہانکنے اور پھٹکارنے
اور دور ڈالنے سے یعنی رحمت الٰہی یا مراتب صالحین سے دور کرنا اور لعان مسمی بہ لعان ہوا نہ بغضب حالانکہ لعنت اور غضب دونون لعان مین مذکور
ہوتے ہین وسبب لعنت کرنے مرد کے اپنی ذات کو قبل عورت کے اور سبقت ترجیح کی اسباب سے ہی حکم لعان کا اول ہلال بن امیہ کے حق مین اترا حق تعالیٰ فرماتا ہی
سورۂ نور مین کہ جو لوگ کہ اپنی ازواج کو زنا کا عیب لگادین اور کوئی گواہ نہ ہو سوا انکی ذاتون کے تو عیب لگانے والا اللہ کے نام کی چار گواہی دے کہ وہ شخص سچا ہی
اور پانچوین بار یون کہے کہ اللہ کی لعنت اسپر اگر وہ جھوٹھا ہو اور عورت سے ماریون ٹلتی ہی کہ وہ بھی چار بار اللہ کے نام کی گواہی دے کہ مقرر اسکا زوج جھوٹھا ہی اور پانچوین
بار یون کہے کہ اللہ کا غضب اسپر یعنی عورت پر اگر مرد سچا ہو وشرعا شہادات اربعۃ کشہود الزنا موکدات بالایمان اور لعان باعتبار اصطلاح شرع کے عبارت ہی چار
گواہیون سے مانند شہود زنا کے ایسی گواہیان جو موکد اور مستحکم ہون قسمون سے اسواسطے کہ لفظ اشہد کا مشاہدہ یقینی اور قسم پر محتوی ہی چنانچہ جسکو فقہا نے کتاب الشہادۃ مین مذکور
کیا ہی اور درر المنتقی مین کہا کہ کوئی ایسی گواہی نہین جو جانب مدعی سے متعدد ہو مگر لعان اور قسامت مین کذا فی حاشیۃ المدنی مقرونۃ شہادتہ باللعن وشہادتہا
بالغضب لانہن یکثرن اللعن فکان الغضب اردع لہن اور پانچوین گواہی مرد کی مقرون بہ لعنت ہو اور عورت کی پانچوین گواہی مقرون بہ غضب ہو عورت کو
لفظ غضب کا اسواسطے مخصوص ہوا کہ عورتین اپنی گفتگو مین اپنے اوپر اور غیر پر لعنت بہت کیا کرتی ہین اور قاعدہ ہی کہ جس چیز کی عادت ہوئی اس سے وحشت اور
خوف کم ہو جاتا ہی تو غضب کا لفظ انکے واسطے زیادہ تر زجر اور خوف کا باعث ہوگا قائمۃ شہاداتہ مقام حد القذف فی حقہ وشہاداتہا مقام حد الزنا فی حقہا
ای اذا تلاعنا سقط عنہ حد القذف وعنہا حد الزنا لان الاستشہاد باللہ مہلک کالحد بل اشد مرد کی گواہیان قائم مقام ہین حد قذف کے اسکے حق مین اور عورت
کی گواہیان قائم مقام حد زنا کے اسکے حق مین یعنی جبکہ دونون نے باہم لعنت کی تو مرد سے حد قذف کی یعنے تہمت زنا لگانے کی ساقط ہو گئی اور عورت
سے زنا کی حد ساقط ہوئی اسواسطے کہ جھوٹ مین خدا کو گواہ پکڑنا مہلک ہی مثل حد کے بلکہ حد سے بھی سخت تر ہی اسواسطے کہ صحیح حدیث مین ثابت ہی کہ جھوٹی قسم ملک کو اجاڑتی ہی بلکہ حد سے
بھی زیادہ سخت تر ہی اسواسطے کہ حد سے فقط دنیا مین تکلیف ہی اور جھوٹی قسم سے دنیا اور آخرت دونون مین تکلیف ہی وشرطہ قیام الزوجیۃ وکون النکاح
صحیحا لا فاسدا اور شرط لعان کی قیام زوجیت ہی اور نکاح کا صحیح ہونا نہ فاسد ہونا تو مطلقہ ثلثہ اور مطلقہ بائنہ اور منکوحہ بنکاح فاسد کا قذف لعان کا موجب نہین
بسبب عدم زوجیت اور عدم صحت نکاح کے وسببہ قذف الرجل زوجتہ قذفا یوجب الحد فی الاجنبیۃ خصت بذلک لانہا ہی المقذوفۃ فتقدم لہا شروط الاحصان اور سبب

لعان کا تہمت لگانا ہی مرد کا اپنی زوجہ کو ایسی تہمت کہ اگر بیگانی عورت کو ویسی ہی تہمت لگاوے تو مرد پر حد واجب ہو یعنی عورت آزاد مسلمان پاکدامن ہو حرام کاری سے اور مرد کے دعوی پر گواہ نہون اور عورت منکر ہو تہمت سے عورت مخصوص بشرائط مذکورہ اسواسطے ہوئی کہ تہمت اُسی پر لگی ہی تو شروط احصان کے اُسکے واسطے پورے چاہیین ورکنہ شہادات موکدات بالیمین واللعن اور لعان کا رکن گواہیان ہین جو موکد بقسم و لعن ہون وحکمہ حرمۃ الوطی والاستمتاع بعد التلاعن و لو قبل التفریق بینہما لحدیث المتلاعنان لایجتمعان ابدا اور لعان کا حکم حرمت وطی اور استمتاع ہی باہم لعنت کرنے کے بعد اگرچہ قبل تفریق زوجین کے ہو یعنے بعد تلاعن کے وطی اور مساس حرام ہی اگرچہ حاکم نے ہنوز حکم جدائی کا نہ دیا ہو اور احکام لعان سے وجوب تفریق ہی اور واقع ہونا طلاق بائن کا بعد تفریق کے اور وجوب نفقہ اور سکنی کا تا عدت دارقطنی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ فرمایا رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے المتلاعنان اذا افترقا لایجتمعان یعنی زوجہ اور زوج لعان کرنے والے جب جدا ہون تو مجتمع نہون حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد مین کچھ مضائقہ نہین یعنے ہرچند قوی نہین لیکن لائق عمل کے ہی اور حضرت عمر اور علی اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے عبدالرزاق نے روایت کی کہ یہ سنت جاری ہی کہ لعان کرنے والے کا ہے مجتمع نہون یعنی جب تک لعان کی حقیقت پر اصرار کرین تو بالاتفاق انمین اتفاق کا ہے نہین ہو سکتا اور اگر بعد لعان کے اپنی تکذیب کرین تو بعد طلاق بائن واقع ہونے کے امام اعظمؒ اور محمد کے نزدیک باہم نکاح درست ہی اور ابی یوسف اور امام شافعی کے نزدیک حرمت دائمی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی واہلہ من ہو اہل للشہادۃ علی المسلم اور اہل لعان کا وہ ہی جو مسلمان پر گواہی دینے کا اہل ہی یعنی حر مسلم بالغ عاقل تو غلام اور کافر اور لڑکا اور دیوانہ لائق لعان کے نہین فمن قذف بصریح الزنا فی دارالاسلام زوجتہ الحیۃ بنکاح صحیح ولو فی عدۃ الرجعی العفیفۃ عن فعل الزنا وتہمتہ بان لم توطأ حراما ولو مرۃ لشبہۃ ولا بنکاح فاسد ولا لہا ولد بلا اب سو جسنے عیب لگایا صریح زنا کا دارالاسلام مین اپنی زندہ زوجہ کو جو کہ منکوحہ ہی بنکاح صحیح اگرچہ طلاق رجعی کی عدت مین عیب لگایا ہو اپنی زوجہ کو جو پاکدامن ہی فعل زنا سے اور تہمت زنا سے عفت زنا سے اسطرح پر کہ اس سے کسی نے حرام وطی نہ کی ہو ایکبار بھی بسبب شبہہ حلت کے اور نہ نکاح فاسد سے اور تہمت زنا سطرح کہ عورت کا بیٹا بے باپ کا نہو ان قیود مذکورہ سے معلوم ہوا کہ کنایات زنا سے اور قذف فی دارالحرب سے اور قذف مردہ عورت سے اور قذف غیر عفیفہ اور متہمہ سے لعان ساقط ہی وصلحا لاداء الشہادۃ علی المسلم فخرج نحو قن وصغیر ودخل الاعمی والفاسق لانہما من اہل الاداء اور زوج اور زوجہ صلاحیت رکھتے ہون مرد مسلم کی شہادت پر تو اس قید سے غلام اور صغیر نکل گیا اور داخل ہو گیا اس قید مین اندھا اور مسلمان فاسق اسواسطے کہ دونون اہل ہین اداے شہادت کے او من نفی نسب الولد منہ او من غیرہ یا جسنے نسب لڑکے کی اپنے سے نفی کی ہو اور اپنے غیر سے یعنی یون کہا ہو کہ یہ لڑکا زنا کا ہی میرا نہین اور نہ اُسکے زوج سابق کا وطالبتہ او طالبہ الولد المنفی بہ ای بموجب القذف وہو الحد عند القاضی ولو بعد العفو او التقادم فان تقادم الزمان لایبطل الحق فی قذف وقصاص وحقوق عباد جوہرہ اور مطالبہ کیا ہو زوجہ نے زوج کا یا مطالبہ کیا ہو اُس سے ولد منفی النسب نے اُسکا جو قذف سے واجب ہوتا ہی یعنی عورت یا مرد نے قاضی کے پاس حد قذف کا مطالبہ کیا ہو اگرچہ مطالبہ بعد عفو اور گذرنے مدت مدید کے ہو اسواسطے کہ حد قذف حق اللہ ہی تو عورت کے عفو سے عفو نہین ہوتا اور مدت کا گذر جانا بھی مبطل مطالبہ نہین اسواسطے کہ زیادہ مدت گذر جانا حق کو باطل نہین کرتا قذف اور قصاص اور حقوق عباد مین کذا فی الجوہرہ م لعان مین مطالبہ اسواسطے شرط ہوا کہ اگر عورت مطالبہ نکریگی تو لعان ساقط ہی اسواسطے کہ لعان حق ہی عورت کا تاکہ اپنی ذات سے دفع عار کرے والافضل لہا الستر وللحاکم ان یامرہا بہ اور بہتر ہی عورت کو پردہ پوشی اور حاکم کو چاہیے کہ عورت کو پردہ پوشی کا حکم کرے یعنی عورت کو پردہ پوشی مناسب ہی تاکہ بدکاری مشہور نہو لاعن خبر لمن ای ان اقر بقذفہ او ثبت قذفہ بالبینۃ فلو انکر ولا بینۃ لم یستحلف وسقط اللعان لفظ لاعن کا خبر ہی من قذف کی یعنی جو اپنی زوجہ کو بشرائط مذکورہ عیب لگا دے وہ لعان کرے اگر اپنی قذف کا مقر ہو یا اُسکا قذف گواہی سے ثابت ہو گیا ہو پھر اگر مرد بعد قذف کے منکر ہو گیا ہو اور عورت کے پاس گواہ نہون تو مرد سے قسم نہ لیجاویگی اور لعان ساقط ہو گا چنانچہ کتاب الدعوی مین آویگا فان ابی حبس حتی یلاعن او یکذب نفسہ فیحد للقذف سو اگر زوج لعان سے انکار کرے تو قید کیا جاوے یہانتک کہ لعان کرے یا اپنی

ذات کو جھٹلا دے پھر جب اپنی دروغگوئی کو ظاہر کرے تو اسکو حد قذف کی ماری جاوے یعنی اسی کوڑے فان لاعن لاعنت بعده لانه المدعی فلو بدأ
بلعانها عادت فلو فرق قبل الاعادة صح لحصول المقصود سو اگر زوج لعان کرے تو زوجہ اسکے بعد لعان کرے اسواسطے کہ زوج مدعی ہی تو اسکو تقدیم چاہیے
پھر اگر قاضی پہلے عورت سے لعان کرادے تو بعد لعان زوج کے عورت دوبارہ لعان کرے تاکہ ترکیب مشروع متحقق ہو سو اگر قاضی تفریق کردے
دونون مین قبل اعادہ عورت کے تو صحیح ہی بسبب حصول مقصود کے یعنی تلاعن مقصود تھا سو حاصل ہوچکا کذا فی الاختیار والا حبست حتی تلاعن او
تصدقه فیندفع به اللعان اور اگر عورت بعد لعان مرد کے لعان سے انکار کرے تو قید کیجاوے یہانتک کہ لعان کرے یا زوج کی تصدیق کرے پھر جب زوج کی تصدیق
کریگی تو اس تصدیق کے سبب سے زوجہ سے لعان کرنا دفع ہوگا ولا تحد وان صدقته اربعا لانه لیس باقرار قصدا اور عورت پر حد زنا نہ ماری جاویگی اگرچہ مرد کی چار بار
تصدیق کرے اسواسطے کہ تصدیق اقرار زنا نہین قصداً بلکہ مقصود عورت کا تصدیق مرد سے یہ ہی کہ اسکو لعان نہ کرنا پڑے ولا ینفی النسب لانه حق الولد فلا
یصدقان فی ابطاله اور جبکہ مرد نے قذف بنفی ولد کیا اور عورت نے مرد کی تصدیق کی تو نسب لڑکی نفی نہ ہوگی اسواسطے کہ نسب حق ہی لڑکے کا تو زوجین
کی تصدیق نہوگی اسکے ابطال حق مین تو لڑکا زوجین ہی کا ٹھہریگا ولو متنعا حبسا وحمله فی البحر علی ما اذا لم تعف المرأة اور اگر بعد نالش کے زوجین نے
لعان سے انکار کیا تو دونون قید کیے جاوینگے اور محمول کیا ہی حبس زوجین کو بحر الرائق مین اس حالت پر کہ عورت نے قذف کو معاف نہ کردیا ہو تو بعد معافی
کے دونون محبوس نہونگے لیکن عورت کو حق مطالبہ ثابت رہیگا چنانچہ مذکور ہوچکا واستشکل فی النهر حبسها بعد امتناعه لعدم وجوبه علیها حینئذ اور مشکل جانا ہی نہر الفائق مین
حبس عورت کو بعد امتناع زوج کے بسبب نہ واجب ہونے لعان کے عورت پر اسوقت مین یعنی جب زوج لعان سے باز رہا تو زوجہ پر لعان ہی واجب نہین تو اسوقت
مین اسکی حبس کی کیا وجہ خلاصہ اشکال نہر الفائق کا یہ ہی کہ یہ جو بحر الرائق وغیرہ مین مذکور ہی کہ زوجین امتناع لعان سے محبوس ہونگے اسمین حبس زوجہ کی کیا وجہ
اسواسطے کہ بدون لعان زوج کے زوجہ پر لعان واجب نہین شیخ محشی رحمتی نے اس اشکال کا یون جواب دیا کہ امتناع زوجین سے یہ مراد نہین کہ دونون نے آن واحد
مین امتناع کیا تا دونون کا حبس ساتھ ہی لازم آوے اور اشکال مذکور وارد ہو بلکہ مراد یہ ہی کہ اگر ہر واحد عند الطلب لعان نہ کریگا تو محبوس ہوگا اور طلب لعان زوج سے
بعد قذف کے ہی اور زوجہ سے بعد لعان زوج کے واذا لم یصلح الزوج شاهدا لرقه او کفره وکان اهلا للقذف ای بالغا عاقلا ناطقا حد لان الاصل ان اللعان اذا سقط
لمعنی من جهته فلو القذف صحیحا حد والا فلا حد ولا لعان اور جبکہ زوج لیاقت نہ رکھتا ہو شاہد ہونے کی بسبب مملوکیت اور کفر کے اور ہو اہل قذف کا یعنی بالغ اور عاقل
اور بولتا ہو تو اسپر قذف کی حد ماری جاوے اور اصل اسکی یہ ہی کہ جب لعان ساقط ہو مرد کیطرف سے کسی علت سے تو اگر قذف صحیح ہی یعنی شروط قذف کی جامع ہی تو مرد پر حد
ماری جاویگی اور اگر قذف کی شروط حاصل نہین چنانچہ زوج صغیر ہو یا دیوانہ ہو یا گونگا ہو تو حد ہی نہ لعان وان صلح شاهدا والحال انها ممن لم تصلح وممن لا یحد
قاذفها فلا حد علیه کما لو قذفها اجنبی ولا لعان لانه خلفه لكنه یعزر حسما لهذا الباب وهذا التصریح بما فهم اور اگر زوج لیاقت شاہد ہونے کی رکھتا ہو اور
حالانکہ زوجہ لائق گواہی کے نہین یعنی صغیرہ ہی یا دیوانی ہی یا عیب لگانے کی مار کھاچکی ہی اور ایسی زوجہ نہین جسکے عیب لگانے سے قاذف پر حد ماری جاوے
یعنی عفیفہ نہین زانیہ ہی تو ایسی عورت کے عیب لگانے سے زوج پر حد نہین چنانچہ اگر اجنبی آدمی ایسی عورت کو عیب لگا دیگا تو اسپر بھی حد نہین اور زوج پر جیسا یہ حد
نہین ویسی لعان بھی نہین اسواسطے کہ لعان قائم مقام حد کے ہی پس جب حد نہین تو اسکا قائم مقام بھی نہین لیکن زوج کو تعزیر دیجاویگی واسطے سد باب کے
یعنی تعزیر اسواسطے ہی تاکہ گالی دینا اور عیب لگانا موقوف ہو جاوے شارح کہتا ہی یہ قول مصنف کا یعنی عدم حد اور لعان تصریح ہی اسکی جو اسکے قول سابق سے مفہوم
ہوچکا تھا یعنی من قذف زوجته العفیفة ویعتبر الاحصان عند القذف فلو قذفها وهی امة او کافرة ثم اسلمت او عتقت فلا حد ولا لعان زیلعی اور معتبر ہی محصنہ
ہونا زوجہ کا نزدیک قذف کے تو اگر قذف کیا زوج نے زوجہ کا اور حالانکہ وہ لونڈی یا کافرہ تھی پھر کافرہ مسلمان ہوگئی اور لونڈی آزاد ہوئی تو زوج پر نہ حد ہی
نہ لعان کذا ذکرہ الزیلعی اسواسطے کہ لونڈی اور کافرہ کی قذف سے نہ حد ہی نہ لعان اور بعد مسلمان اور آزاد ہونے کے زوج سے قذف صادر نہین ہوا کہ حد ہو یا لعان ویسقط اللعان

بعد وجوبہ بالطلاق البائن ثم لا یعود بتزوجہا بعدہ لان الساقط لا یعود اور لعان ساقط ہوتا ہی بعد وجوب لعان کے بسبب طلاق بائن کے یعنی بعد قذف کے
جب لعان مرد پر واجب ہوا پھر اُسنے زوجہ کو طلاق بائن دی تو لعان کا حکم ساقط ہو گیا پھر لعان عود نکریگا اُسکے نکاح کر لینے سے بعد طلاق کے اسواسطے کہ جو چیز
ساقط ہو گئی وہ نہیں پھرتی یعنی بعد قذف کے جب طلاق بائن دی تو لعان ساقط ہو گیا اسواسطے کہ زوجیت منقطع ہو گئی پھر بعد طلاق بائن کے اگر اُس سے
نکاح کریگا تو بھی حکم لعان عود نہ کریگا وکذا یسقط بزناہا ووطیہا بشبہۃ وبردتہا ولا یعود ولو اسلمت بعدہ اور اسیطرح ساقط ہوتا ہی لعان عورت کے زنا سے اور
اسکی وطی کی وطی سے اور اُسکے مرتد ہونے سے اور عود نہیں کرتا لعان اگر عورت مسلمان ہو جاوے بعد اسکے ویسقط بموت شاہد القذف وغیبتہ اور ساقط ہوتا ہی لعان
شاہد قذف کی موت سے اور اُسکے غائب ہونے سے یعنی اگر بعد گواہی دینے کے شاہد مر جاوین یا غائب ہو جاوین تو لعان ساقط ہی ولا یسقط لو عمی الشاہد او فسق او ارتد
اور ساقط نہیں ہوتا لعان اگر اندھا ہو جاوے شاہد یا فاسق یا مرتد ہو جاوے ولو قال لزوجتہ زنیت وانت صبیۃ او مجنونۃ وہو ای الجنون معہود فلا لعان لا شہادۃ لا یعلمہ
اور اگر زوج نے کہا اپنی زوجہ کو کہ تو نے زنا کیا جبکہ تو صغیرہ تھی یا مجنونہ تھی اور حالانکہ جنون اُسکا معلوم ہی تو لعان نہیں واسطے منسوب ہونے زنا کے بغیر اپنے محل کے یعنی
لڑکپن اور جنون ایسی حالت نہیں جو قابل ہو قباحت زنا کا بخلاف زنیت وانت ذمیۃ او امۃ منذ اربعین سنۃ وعمرہا اقل حیث تلاعنا ان
لاقتصارہ فتح بخلاف اس قول کے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو نے زنا کیا جبکہ تو ذمیہ یا لونڈی تھی یا کہ تو نے زنا کیا چالیس برس کی ابتدا سے اور حالانکہ عمر زوجہ
کی چالیس برس سے کم ہی مثلاً بیس یا تیس برس کی ہی اسواسطے کہ اب زوجین لعان کرینگے واسطے کوتاہ کرنے زوج کے قذف کے وقت پر کذا فی فتح القدیر سواسطے کہ زنا قبل
ولادت عورت کے متصور نہیں نہ حقیقۃً نہ مجازاً تو چالیس برس کا ذکر لغو ہو گیا تو فقط افظ زنیت کا باقی رہگیا اور یہ موجب ہی لعان کا کذا فی حاشیۃ المدنی وصفتہ ما
نطق النص الشرعی بہ من کتاب وسنۃ اور صفت لعان کی وہ ہی جسکو قرآن اور حدیث ناطق ہی طریقہ لعان کا یہ ہی کہ قاضی زوجین کو باہم روبرو کھڑا کرے اور اول
زوج سے کہے کہ تو لعان کر تو زوج چار بار یون کہے کہ مین اللہ کے نام پر گواہی دیتا ہون کہ مین سچا ہون اسکی طرف زنا کی نسبت کرنے مین اور پانچوین بار یون کہے کہ خدا کی لعنت
اُسپر اگر وہ جھوٹا ہو اُسکی طرف زنا کی نسبت مین اور ہر بار عورت کیطرف اشارہ کرتا جاوے پھر عورت چار بار یون کہے کہ مین اللہ کے نام کی گواہی دیتی ہون کہ وہ جھوٹا ہی میری طرف
زنا کی نسبت کرنے مین اور پانچوین بار یون کہے کہ اللہ کا غضب اُسپر یعنی عورت پر اگر مرد سچا ہو عورت کیطرف زنا کی نسبت کرنے مین بعد اسکے دریافت کرنا چاہیئے کہ
لعنت دو قسم ہی ایک یہ کہ رحمت الٰہی سے دور ڈالنا ایسی لعنت کا فرون کو مخصوص ہی مسلمان کے حق مین ہرگز جائز نہیں دوسری قسم یہ کہ درجات ابرار اور مراتب صالحین سے
دور ڈالنا سو یہی دوسری قسم مراد ہی کتاب اللعان مین کذا فی حاشیۃ المدنی فان تلاعنا ولو اکثرہ بانت بتفریق الحاکم فیتوارثان قبل تفریقہ الذی تبع اللعان
عندہ ولیفرق وان لم یرضیا بالفرقۃ تمنے پھر اگر لعان کیا دونون نے اگرچہ چار بار نہیں بلکہ اکثر بار یعنی تین بار لعان کیا تو عورت بائن ہو گی یعنی نکاح ٹوٹ
جاویگا بسبب جدا کر دینے حاکم کے یعنی فقط لعان سے بدون تفریق حاکم کے جدائی نہو گی لہذا دونون باہم وارث ہونگے قبل تفریق اُس حاکم کے جسکے سامنے لعان
واقع ہوا ہی اور حاکم جدائی کرا دے اگرچہ دونون جدائی سے راضی نہون اسواسطے کہ حدیث مین ثابت ہو چکا ہی کہ لعان کرنے والون مین ملاپ نہیں کذا ذکرہ الشمنی
ولو زالت اہلیۃ اللعان بما یرجی زوالہ کجنون فرق والا لا اور اگر بعد لعان قبل تفریق کے اہلیت لعان کی زائل ہو گئی تو اگر زوال اہلیت کا ایسی چیز سے
ہوا ہی کہ اُسکا دور ہونا متوقع ہی چنانچہ جنون تو حاکم دونون کو جدا کر دے اور اگر مزیل اہلیت کا متوقع الزوال نہیں چنانچہ زوج نے اپنے تکذیب کی یا دونون
مین سے کسی نے دوسری عورت کو عیب لگایا اور اُسپر قذف کی حد واقع ہوئی یا زوجہ سے کسی نے حرام وطی کی یا زوجین مین سے کوئی گونگا ہو گیا تو ان صورتون مین حاکم
زوجین مین تفریق نکرے بسبب باقی رہنے اہلیت لعان کے کذا فی البحر الرائق ولو تلاعنا فغاب احدہما ووکل بالتفریق فرق تاتارخانیۃ ومفادہ انہ اذا لم یوکل
ینتظر اور اگر دونون نے لعان کیا پھر ایک اُنمین سے غائب ہو گیا قبل تفریق کے اور کسی کو اپنا وکیل کیا تفریق کیواسطے تو حاکم حکم تفریق کا کر دے کذا فی
التاتارخانیہ اور اس قید سے مستفاد ہوا کہ اگر غائب کسی کو وکیل اپنا نکر جاوے تو واسطے حکم تفریق کے حاکم انتظار کرے غائب کے آنے کا اسواسطے کہ قضا علی الغائب

درست نہین اور یہ تقریر صاحب نہر الفائق کی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی فلو لم یفرق الحاکم حتی عزل او مات استقبلہ الحاکم الثانی خلافا لمحمد ختیار پھر اگر بعد لعان کے
حاکم نے تفریق نہ کی یہانتک کہ حاکم معزول ہوگیا یا مر گیا تو دوسرا حاکم اپنے روبرو دوسری بار لعان کراوے اور تفریق کرے یعنی حاکم ثانی کو لعان اول پر تفریق
کرنا جائز نہین بخلاف امام محمد کے کہ اُنکے نزدیک اعادہ لعان شرط نہین تو بدون اعادہ بھی تفریق جائز ہی کذا فی الاختیار ولو خطأ الحاکم ففرق بینہما بعد وجود
الاکثر من کل منہما صح ولو بعد الاقل ای مرۃ او مرتین لا اور اگر چوک گیا حاکم سو اُسنے تفریق کر دی دونون مین بعد وجود اکثر لعان کے ہر ایک سے یعنی تین تین
لعان کے بعد حاکم نے تفریق کر دی تو صحیح ہی اسواسطے کہ اکثر بجاے کل ہی اور اگر حاکم چوک گیا اور بعد کمتر لعان کے یعنی ایکبار یا دو بار کے بعد تفریق اُسنے کر دی تو یہ
تفریق صحیح نہین اسواسطے کہ اقل کالعدم ہی ولو فرق بعد لعانہ قبل لعانہا نفذ لانہ مجتہد فیہ تاتارخانیۃ وقیدہ فی البحر بغیر القاضی الحنفی اما ہو فلا ینفذ اور اگر تفریق کر دی
حاکم نے بعد لعان زوج کے قبل لعان زوجہ کے تو یہ تفریق نافذ ہوگی کذا فی التاتارخانیۃ اسواسطے کہ اس مقام مین اختلاف مجتہدین ہی یعنے ہر چند
امام اعظم کے مذہب مین تفریق قبل لعان زوجہ کے جائز نہین لیکن امام شافعی کے نزدیک جائز ہی کذا فی النہر الفائق اور بحر الرائق کے اندر اسمین قید لگائی
ہی غیر قاضی حنفی کی یعنی اگر حنفی مذہب کے سوا قاضی شافعی مذہب قبل لعان زوجہ کے تفریق کا حکم کریگا تو یہ تفریق نافذ ہوگی خواہ زوجین حنفی ہون یا شافعی
اور اگر حنفی مذہب قاضی ایسی تفریق کریگا تو نافذ نہو گی اسواسطے کہ مقلد قاضی کا حکم اپنے امام کے مخالف نافذ نہین و حرم وطیہا بعد اللعان قبل التفریق لما مر و
لہا النفقۃ العدۃ اور حرام ہی وطی زوجہ کی بعد لعان قبل تفریق حاکم کے بموجب اُس حدیث کے جو مذکور ہوگئی یعنی متلاعنین مین اجتماع نہین اور نفقہ عورت کی عدت
کا مرد پر لازم ہی بسبب وجوب عدت کے وان قذف الزوج بولد حی نفی الحاکم نسبہ عن ابیہ والحقہ بامہ بشرط صحۃ النکاح وکون العلوق فی حال یجری فیہ
اللعان حتی لو علق وہی امۃ او کتابیۃ فعتقت او اسلمت لا ینفی لعدم التلاعن اور اگر عیب لگایا زوج نے اپنی زوجہ کو زندہ ولد کی نفی کرکے تو حاکم ولد کے نسب کو
اُسکے باپ سے نفی کرے اور اُسکی ماں سے اُسکو ملاوے بشرط صحت نکاح کے اور ہونے علوق ولد کے اس حال مین جسمین لعان جاری ہوسکتا ہی یہانتک
کہ اگر نطفہ ولد کا ٹھہرا جبکہ زوجہ لونڈی یا کتابیہ تھی پھر وہ آزاد ہوئی یا مسلمان ہوگئی تو اس صورت مین ولد کی نفی نہو گی بسبب عدم تلاعن کے کہ صحت
نکاح اور حریت اور اسلام لعان کی شرطین ہین نہ نفی ولد کی تو نکاح فاسد مین نفی ولد سے لعان نہو گا اور نسب کی بھی نفی نہو گی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا
عن النہر والبحر واما شروط النفی فستۃ مبسوطۃ مذکورۃ فی البدائع وتجئ اور نفی ولد کی شرطین تو چھ ہین تفصیل مذکور ہین بدائع مین اور کچھ شرطین نفی ولد کی اسی
باب مین عنقریب آوینگی چھ شروط مذکورہ کا ذکر بالاجمال یہ ہی پہلی شرط تفریق حاکم دوسری قرب ولادت تیسری عدم اقرار نسب صراحۃً یا دلالۃً چوتھی حیات لڑکے
چنانچہ مسئلہ سابقہ مین اسکی تصریح ہوچکی پانچوین یہ کہ بعد تفریق کے اسی حمل مین دوسرا لڑکا نہ جنی ہو چھٹی یہ کہ ثبوت نسب کا کسی وجہ سے شرعاً نہ حکم ہوگیا ہو کذا فی
حاشیۃ المدنی فان اکذب نفسہ ولو دلالۃ بان مات الولد المنفی عن مال فادعی نسبہ حد القذف پھر اگر زوج نے اپنی تکذیب کی بعد لعان کے اگرچہ صراحۃً تکذیب کی
یا دلالۃً کی اسطرح کہ جس ولد کی نفی کرچکا تھا سو مال چھوڑ کر مرگیا سو اُسکے نسب کا اُسنے دعوی کیا تو اُسکو حد قذف کی ماری جاویگی وله بعد ما اکذب نفسہ ان ینکحہا
حدا ولا اور جائز ہی زوج ملاعن کو بعد اپنی تکذیب کے یہ کہ نکاح کرے اُس عورت سے کہ حد قذف کی اُسکو ماری گئی ہو یا نہ ماری گئی ہو اسواسطے کہ بعد تکذیب کے
لعان باقی نہین تو جو حرمت کہ بسبب لعان کے طاری ہوئی تھی سو زائل ہوگئی وکذا ان قذف غیرہا فحد او صدقتہ او زنت فحدت لزوال العفۃ
والحاصل ان لہ تزوجہا اذا خرجا او احدہما عن اہلیۃ اللعان اور اسیطرح نکاح کر لینا جائز ہی اگر زوج نے عیب لگایا اپنی زوجہ کے سوا کسی عورت کو پھر اسپر حد قذف کی
ماری گئی یا عورت نے قذف زوج کی تصدیق کی یا زنا کیا اگرچہ اُسپر حد زنا نہوئی ہو یہ نکاح جائز ہوگا بسبب زوال عفت کے خلاصہ یہ ہی کہ زوج کو اپنی زوجہ سے نکاح
کر لینا بعد لعان کے جائز ہی جبکہ دونون یا ایک اہلیت لعان سے نکل جاوے ولا لعان لو کانا اخرسین او احدہما وکذا لو طرأ ذلک الخرس بعدہ ای اللعان
قبل التفریق فلا تفریق ولا حد لدرئہ بالشبہۃ مع فقد الرکن وہو لفظ اشہد ولذا لا تلاعن بالکتابۃ اور لعان نہین اگر زوجین گونگے ہون یا ایک اُنمین سے

کوئی گونگا ہوا اگرچہ یہ گنگی پیدائشی نہو بلکہ لعان کے بعد طاری ہو گئی ہو قبل تفریق حاکم کے تو اب نہ تفریق ہوگی نہ حد واسطے ٹل جانے حد کے بسبب شبہہ کے ساتھ گم ہونے رکن لعان کے یعنی اشہد کا لفظ رکن ہی لعان کا سو یہ گونگے سے متصور نہین اور چونکہ تلفظ اشہد کا ضرور ہی لہذا باہم لعان کرنا لکھنے سے جائز نہین ہم جب زوج گونگا ہوگا تو اسکو حد قذف نہ ماری جاویگی اسواسطے کہ اسکی قذف مین شبہہ ہی کما لا لعان بنفی الحمل لعدم تیقنہ عند القذف چنانچہ لعان نہین حمل کی نفی سے بسبب نہ تیقن ہونے حمل کے نزدیک قذف کے اسواسطے کہ شاید حمل نہو بیماری سے پیٹ پھولا ہو ولو تیقنہ بولادتہا لاقل لمدتہ یصیر کانہ قال ان کنت حاملا فولدک لیس منی والقذف لا یصح تعلیقہ بالشرط اور اگر حمل کا یقین ہو گیا بسبب ولادت کم تر مدت کے یعنی وقت قذف سے کم تر چھ مہینے مین جنی تو بھی امام اعظم کے نزدیک لعان ثابت نہین غایۃ الامر یہ ہی کہ نفی حمل اس صورت مین تعلیق ہو گئی گویا زوج نے یون کہا کہ اگر تو حاملہ ہوگی تو تیرا لڑکا مجھسے نہین حالانکہ قذف کی تعلیق شرط پر صحیح نہین اور صاحبین کے نزدیک بعد وضع حمل کے لعان جاری ہوگا وتلاعنا بقولہ زنیت وہذا الحمل منہ للقذف الصریح اور دونون لعان کرین زوج کے یون کہنے سے کہ تو نے زنا کیا اور یہ حمل زنا کا ہی لعان کرین بسبب صریح قذف کے یعنی اس مسئلہ مین صریحا زنا کی نسبت ہی بخلاف مسئلہ سابقہ کہ اسمین حمل کی نفی ہی نہ زنا کی نسبت ولم ینف الحاکم الحمل لعدم الحکم علیہ قبل ولادتہ اور حاملہ کے لعان مین حاکم نفی حمل کی نکرے بسبب عدم حکم حمل پر قبل اسکی ولادت کے یعنی بدون ولادت کے ثبوت حمل متصور نہین کہ شاید بیماری سے پیٹ پھولا ہو پھر جب ثبوت حمل مین تردد ہوا تو حاکم کیونکر نفی کرے اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہی کہ سنن ابی داود مین عبد اللہ بن عباس سے روایت ہی کہ ہلال بن امیہ نے اپنی حاملہ زوجہ سے لعان کیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دونون مین تفریق کر دی اور حکم کر دیا کہ عورت کے بیٹے کو ہلال بن امیہ کا بیٹا کوئی نہ کہے پھر جب حضرت نے نفی حمل کی کر دی پھر کیا وجہ کہ حاکم نہ کرے اسکا جواب شارح نے اپنے آیندہ قول مین دیا ونفیہ علیہ الصلوۃ والسلام ولد ہلال لعلمہ بالوحی اور نفی کرنا رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا ہلال کے ولد کا بسبب علم وحی کے تھا یعنی حضرت کو وحی سے معلوم ہو گیا تھا کہ عورت کے پیٹ مین لڑکا ہی تب نفی کی اب بعد ختم نبوت کے وحی سے علم ہونا متصور نہین نفی الولد الحی عند التہنئۃ ومدتہا سبعۃ ایام عادۃ وعند ابتیاع آلۃ الولادۃ صح وبعدہ لا لاقرارہ بہ دلالۃ ولو غائبا فحالۃ علمہ کحال ولادتہا مرد نے زندہ ولد کی نفی نسب کی مبارکبادی دینے کیوقت اور مدت مبارکبادی دینے کے سات دن ہین باعتبار عادت خلق کے اور بلحاظ ایام عقیقہ کے اور نزدیک خرید کرنے سامان ولادت کے نفی کی تو یہ نفی صحیح ہی اور بعد اسکے نفی کرنا صحیح نہین بسبب اسکے اقرار کر لینے نسب کے باعتبار دلالت حال کے یعنی سات دن تک نفی نکرنا دلالت کرتا ہی کہ وہ نسب ولد کا مقر ہی تو اب نفی کرنا اسکا مسموع نہوگا اور اگر مرد غائب ہو اور لڑکا اسکی غیبت مین پیدا ہو تو اسکے علم آنے کی حالت مانند حالت ولادت کے ہی یعنی جیسے عورت کے جننے سے سات دن تک نفی صحیح ہی ویسی ہی غائب کی بعد دریافت کے سات دن تک نفی صحیح ہی نزدیک امام کے اور صاحبین کے نزدیک بقدر مدت نفاس یعنی چالیس دن تک نفی صحیح ہی کذا فی الہدایہ ولاعن فیہما فیما اذا صح اولا لوجود القذف فقد تحقق اللعان بنفی الولد ولم ینتف النسب فقولہ فیما مر ونفی نسبہ لیس علی اطلاقہ اور لعان کرے دونون نفی کی صورتون مین یعنی جسمین کہ نفی صحیح ہی یا نہین صحیح ہی بسبب پائے جانے قذف کے دونون صورتون مین تو حالت عدم صحت نفی مین لعان تو بسبب نفی ولد کے ثابت اور نسب ولد کا نفی نہوا تو مصنف کا قول جو سابق گذر گیا کہ قذف ولد سے حاکم اسکا نسب نفی کر دے سو اپنے اطلاق پر نہین بلکہ وہ مقید ہی بقید صحت نفی کے یعنی جب نفی ولد کی باجتماع شرائط نفی کے صحیح ہو تب قذف ولد سے حاکم نفی نسب کی کرے نہ مطلقا نفی اول التوامین واقر بالثانی حد ان لم یرجع لتکذیبہ نفسہ مرد نے نفی کی اول توام کی اور اقرار نسب کا کیا دوسرے توام کا تو اسکو حد قذف ماری جاوے بسبب تکذیب کرنے اپنی ذات کے مم تو امان ان دو لڑکون کو کہتے ہین جنکی ولادت مین چھ مہینے سے کم مدت گذری ہو تو جب اول کی نفی کی ہو اور ثانی کا اقرار کیا تو اسکی تکذیب نفس لازم آئی اسواسطے کہ وہ دونون ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوئے ہین اسلیے کہ اقل مدت ظہور حمل کی چھ مہینے کی ہی تو ایک کا اقرار اور ثانی کی نفی متصور نہین شارح نے حد مین عدم رجوع کی قید لگائی یعنی اگر اپنے قول سے نہ پھر جائیگا تو حد ماری جائیگی شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ یہ قید شارح کی بیموقع ہی اسواسطے کہ ولد ثانی کے اقرار سے اسکو تکذیب نفس لازم ہو گئی اسواسطے کہ دونون ایک نطفہ سے ہین تو وہ قاذف ہو چکا

اب رجوع کرنا اُسکا اس قول سے سقط حد نہین اور اسیواسطے بحر الرائق اور نہر الفائق اور دُرر اور منح الغفار اور شرح ملتقی مین اس قید کو ذکر نہین کیا شاید
کہ یہ لفظ کاتب کے اغلاطسے ہو انتہی کلامہ کذا فی حاشیۃ المدنی وان عکس لاعن ان لم یرجع لقذفہ نفیا وان رجع حد لانہ اکذب نفسہ اور اگر سابق کے بالعکس کیا یعنی اول توام کے نسب
کا اقرار کیا اور ثانی کی نفی کی تو لعان کرے بشرطیکہ اپنے قول سے یعنی نفی ثانی سے نہ پھرے لعان لازم ہوگا بسبب قذف عورت کے ثانی کی نفی سے یعنی جب
اول کا اقرار کیا تو عورت کی عفت کا قائل ہوا پھر جب ثانی کی نفی کی تو قذف عفیفہ لازم آیا لہذا لعان واجب ہوگا والنسب ثابت فیہما لانہما من ماء واحد اور نسب
دونون لڑکونکا دونون صورتون مین ثابت ہے اسواسطے کہ دونون ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوئے ایک کا اقرار اور دوسرے کی نفی ممکن نہین ولو جاءت بثلثۃ فی
بطن واحد فنفی الثانی واقر بالاول والثالث لاعن وہم بنوہ اور اگر عورت تین لڑکے جنی ایک پیٹ سے سو مرد نے ولد ثانی کی نفی کی اور اول اور ثالث لڑکے
کے نسب کا اقرار کیا تو لعان کرے بسبب قذف عورت کے نفی ولد سے اور وہ تینون لڑکے بیٹے ہین مرد کے بحر الرائق مین نوادر سے بروایت فتح القدیر بیان لعان ہی کو ثابت کیا ہے
اور نہر الفائق مین جو کہا ہے کہ تمہین حد ہے سو لائق اعتماد کے نہین کیونکہ قول مذہب کے مخالف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو نفی الاول والثالث واقر بالثانی یحد وہم بنوہ
لکون احدہم شمنی اور اگر ولد اول اور ثالث کی نفی کی اور ولد ثانی کے نسب کا اقرار کیا تو اسپر حد ماری جاوے بسبب تکذیب اپنے نفس کے اور وہ لڑکے اُسکے
بیٹے ہین مانند مرجانے ایک لڑکے کے کذا ذکرہ الشمنی یعنی اگر بعد نفی قبل لعان کے کوئی لڑکا مر جاوے تو اسکا نسب نفی نہین ہو سکتا اسواسطے کہ نفی مین حیات
شرط ہے پھر جب ایک کا نسب ثابت ہوا تو باقی کا بھی ثابت ہوگا مات ولد اللعان ولہ ولد فادعاہ الملاعن ان لولد اللعان ذکرا یثبت نسبہ اجماعا وان کان
انثی لا لاستغنائہ بنسب ابیہ خلافا لہما ابن ملک مر گیا ولد لعان کا اور اسکا ایک لڑکا ہے لڑکی ہو یا لڑکا پھر ملاعن نے بعد نفی کے باسیدارث مال ولد لعان کے
نسب کا دعوی کیا تو اگر ولد لعان کا مرد تھا تو اسکا نسب لاعن سے ثابت ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ ہر چند میت نسب سے مستغنی ہے لیکن اسکا لڑکا البتہ محتاج
ہے نسب کا تو دعوی ملاعن کا صحیح ہوگا واسطے اثبات نسب لڑکے کے اور اگر ولد لعان عورت تھی تو اسکا نسب لاعن سے نہ ثابت ہوگا واسطے مستغنی ہونے ولد البنت کے بسبب اپنے
باپ کے نسب کے یعنی ہر چند ماں اُسکی ثابت النسب نہین لیکن اُسکا باپ تو ثابت النسب ہے تو اسکی ماں کے واسطے اثبات نسب کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ اعتبار نسب
کا باپ ہی سے ہے نہ ماں سے بخلاف مذہب صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک اس صورت مین بھی ملاعن سے نسب ثابت ہوگا کذا ذکرہ ابن ملک فروع مسائل
ملحقہ شارح کے الاقرار بالولد الذی لیس منہ حرام کالسکوت لاستلحاق نسب من لیس منہ بحر اقرار کرنا اُس لڑکے کے نسب کا جو اُسکے نطفہ سے نہین حرام ہے مانند سکوت
کے یعنی جب معلوم ہو کہ یہ لڑکا میرے نطفہ سے نہین تو اُسکو اپنا بیٹا کہنا یا یہانتک سکوت کرنا کہ لوگ اسکو اُسکا بیٹا کہنے لگین تو یہ اقرار اور سکوت حرام
ہے واسطے ملا دینے نسب اُس شخص کے جو اُسکے نطفہ سے نہین کذا فی البحر الرائق یعنی نسب کا خلط ملط جائز نہین تو جو اپنے نطفہ سے نہو اُسکی صاف نفی کرے تاکہ
خلط نسب نہ ہو جاوے م سنن ابی داؤد مین ابو ہریرۃ سے حدیث مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت ایک قوم مین اُسکو ملاویگی جو اُس
قوم سے نہین یعنی ولد زنا کو اپنے زوج کا بیٹا ظاہر کریگی اُسکو خدا بہشت مین نہ داخل کریگا اور جو مرد کہ اپنے بیٹے کو نفی کریگا خدا اُسکو اولین و آخرین مین فضیحت کریگا
وفیہ متی سقط اللعان بوجہ ما او ثبت النسب بالاقرار او بطریق الحکم لم ینتف نسبہ ابدا اور بحر الرائق مین ہے کہ جب لعان ساقط ہو کسی وجہ سے یا ثابت ہو چکا ہو
نسب ایکبار کے اقرار سے یا نسب ثابت ہو چکا بطریق حکم قاضی کے تو ان مسائل مین اُسکا نسب کبھی نفی نہین ہو سکتا فلو نفاہ ولم یلاعن حتی قذفہا اجنبی بالولد فحد القاذف
ثبت نسب الولد ولا ینتفی بعد ذلک سو اگر زوج نے ولد زوجہ کی نفی کی اور ہنوز لعان نہین کیا یہان تک کہ اجنبی شخص نے زوجہ کے
لڑکے کو عیب لگایا یعنی یون کہا کہ یہ لڑکا اُسکے زوج کا نہین سو اجنبی پر بسبب اس قذف کے حد ماری گئی تو البتہ نسب لڑکا عورت کے زوج سے ثابت ہوگیا شرعاً تو اب
بعد حکم قاضی کے اجنبی کی حد پر اُس لڑکے کا نسب نفی نہین ہو سکتا اسواسطے کہ حکم حد سے الحاق نسب ضمنا ثابت ہو گیا م یہ مسئلہ قول سابق پر متفرع ہے کہ نفی نسب التوامین

ثم مات احدہما عن توامہ وامہ واخ لام فالارث اثلاثا فرضا وردا للام السدس وللاخوین الثلث والباقی یرد علیہم ویعلم ان نفیہما یخرجہ عن کونہ عصبۃ اور

بحرالرائق مین شرح تخلیص سے منقول ہو کہ نفی کی ایک مرد نے دو توام کی پھر ایک انمین سے مرگیا اپنے توام بھائی او ماں اور اخیافی بھائی کو چھوڑ کر تو
ان تین وارثون کا ارث تین ثلث سے ہوگا باعتبار فرض اور رد و بار دینے کے اسطرح کہ ماں کا چھٹا حصہ اور دونون بھائیون کا تہائی باقی رہا نصف سو انہین دونون
کو پھیر دیا جاویگا برابر تو ہر ایک کو تہائی تہائی بعد فرض اور رد کے ملا اور اس مسئلہ کی توضیح سے معلوم ہوا کہ دونون توام کی نفی نے زندہ توام کو عصبیت کا نہونے
دیا ہر چند دونون توام ایک نطفہ سے پیدا ہین لیکن بسبب قطع نسب کے زندہ توام میت توام کا عصبہ نہین ہوسکتا اسواسطے کہ اگر عصبہ ہوتا تو وہ تہائی پاتا کذا فی حاشیۃ

المدنی نا قلاعن البحر قال و قد صرحوا ببقاء نسب بعد القطع فی کل الاحکام لقیام فراشہا الا فی حکمین الارث والنفقۃ فقط حتی لا تصح دعوۃ غیر النافی وان صدقہ الولد
انتہی کہا صاحب بحرالرائق نے اور البتہ تصریح کردی ہی فقہانے ولد لعان کے بقاء نسب کی بعد قطع نسب کے جمیع احکام مین یعنی ولد منفی مین جمیع احکام ولدیت
کے ثابت ہین بسبب قائم ہونے فراش عورت کے یعنی زوجیت کے مگر دو حکم مین اسکی ولدیت ثابت نہین ایک وراثت مین اور ایک وجوب نفقہ مین فقط یعنے
نہ مرد ولد کی وراثت پاسکتا ہی نہ ولد مرد کی اور ولد کا نفقہ مرد پر واجب نہین بلکہ اسکی ماں پر واجب ہی وراثت اور نفقہ کے سوا باقی سب احکام ولدیت کے
ثابت ہین یہانتک کہ نفی کرنے والے کے سوا کسی کو اس ولد کے نسب کا دعوی کرنا صحیح نہین چنانچہ ثابت النسب مین صحیح نہین اگرچہ ولد اس غیر کے دعوی کی
تصدیق بھی کرے تو بھی اسکا دعوی صحیح نہین انتہی کلامہ م فتاوی عالمگیری مین ذخیرہ سے منقول ہی کہ ولد ملاعنہ بعضے احکام مین ثابت النسب ہی چنانچہ اسکی
گواہی ملاعن کیواسطے مقبول نہین اور نہ ملاعن کی گواہی اسکے واسطے یا زکوۃ دینا ولد کا ملاعن کو جائز نہین اور نہ ملاعن کو زکوۃ دینا ولد کا جائز ہی اور
ولد فروع ملاعن کے فروع پر حرام ہین اور کسی اجنبی انسان کا دعوی نسب ولد مین صحیح نہین باوجود تصدیق ولد کے اور بعضے احکام مین ولد ملاعنہ مثل اجنبی کے ہی یعنے
ارث اور نفقہ مین قلت قال البہنسی الا ان یکون ممن یولد مثلہ لمثلہ او ادعاہ بعد موت الملاعن فلیحفظ شارح کہتا ہی بہنسی نے کہا کہ دعوی نسب ولد لعان کا غیر نافی کو صحیح نہین مگر اسصورت
مین صحیح ہی کہ شخص غیر اتنی عمر والا ہو کہ ویسی عمر والے کا ولیسا ولد پیدا ہوسکتا ہو یا کہ غیر نے دعوی ولد کا بعد موت ملاعن کے کیا ہو سو اس مسئلہ کو یاد رکھنا چاہیے م طحطاوی نے
کہا کہ بہنسی نے اس قول کو کسی ایسے فقیہ کیطرف نسبت نہین کیا کہ جو لائق اعتماد ہو یعنی یہ استثنا اطلاق کتب معتمدہ کے مخالف ہی تو بدون سند کے لائق اعتماد کے نہین

باب العنین وغیرہ

یہ باب ہی عنین یعنی نامرد وغیرہ کے احکام مین غیر عنین مین خصی اور مسحور اور خنثی مشکل اور مجبوب اور شیخ کبیر اور شکاز داخل ہین شکاز بوزن عماز اسکو کہتے ہین جو
عورت کے کھینچنے سے منزل ہو جاوے پھر آلہ تناسل کو استادگی نہو کہ جماع کر سکے کذا فی حاشیۃ المدنی ہو لغۃ من لا یقدر علی الجماع فعیل بمعنی مفعول وجمعہ عنن
وہ یعنی عنین بوزن سکین لغت مین اسکو کہتے ہین جو مطلق جماع کرنے پر قادر نہو عنین بروزن فعیل بمعنی مفعول یعنی محبوس اور ممنوع جماع سے اور جمع اسکی
عنن ہی و شرعا من لا یقدر علی جماع فرج زوجتہ یعنی لمانع منہ ککبر سن او سحر اذ الرتقاء لا خیار لہا للمانع منہا خانیہ اور اصطلاح شرع مین عنین اسکو
کہتے ہین جو اپنی زوجہ کے جماع فرج پر قادر نہو تو جو شخص وطی فرج پر قادر نہو اور وطی دبر پر قادر ہو وہ بھی عنین ہی یعنی عدم قدرت بسبب قصور مرد کے
ہو چنانچہ زیادہ بڑھاپا پایا جاوے اسواسطے کہ جس عورت کی شرمگاہ بسبب زیادتی گوشت کے بند ہو اسکو اختیار تفریق کا نہین اسواسطے کہ اس صورت مین
نقصان عورت کی طرف سے ہی نہ مرد کی طرف سے کذا فی الخانیۃ اذا وجدت المرأۃ زوجہا مجبوبا او مقطوع الذکر فقط او صغیرۃ جدا کالزر ولو قصیرا لا
یمکنہ ادخالہ داخل الفرج فلیس لہا الفرقۃ بحر وفیہ نظر جبکہ پاوے عورت اپنے زوج کو مجبوب یعنی مقطوع الذکر و الخصیتین یا فقط مقطوع الذکر پاوے
یا زوج کے آلہ تناسل کو نہایت صغیر پایا جیسے قمیص کی گھنڈی اور اگر آلہ تناسل ایسا چھوٹا ہو کہ اسکو اندرونی فرج مین نہ داخل کر سکے تو عورت
کو جدائی کا اختیار نہین کذا فی البحرالرائق اور اسمین بحث اور گفتگو ہی یعنے جب بسبب کوتاہی کے ادخال پر قادر نہو تو وہ شخص مقطوع الذکر کے
برابر ہی پھر کیا وجہ کہ عورت کو فرقت کا اختیار نہو کذا فی شرح الوہبانیہ اور اصل اس اعتراض کی صاحب بحرالرائق سے ہی بعد نقل

عدم خیار کے محیط سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہ المجبوب کالعنین الا فی المسئلتین التاجیل ومجی الولد اور بحرالرائق میں ہو کہ مجبوب اور عنین کے بیچ دو مسئلون مین ایک تاجیل مین یعنے عنین کی فرقت مین مدت ہو اور مجبوب مین مدت نہین اور دوسرا لڑکا ہونے مین یعنی مجبوب کی زوجہ کے اگر لڑکا پیدا ہو دو برس تک بعد تفریق کے تو اُسکا نسب مجبوب سے ثابت ہوگا اور تفریق باطل نہوگی اور عنین مین تفریق باطل ہوجاویگی م بحرالرائق مین یہ بھی مذکور ہو کہ تفریق مجبوب مین بلوغ شرط نہین بخلاف عنین کے اور تفریق مجبوب مین صحت مجبوب شرط نہین بخلاف عنین کے کذا فی حاشیۃ المدنی فرق الحاکم بطلبہا لو حرۃ بالغۃ غیر رتقاء او قرناء او غیر عالمۃ بحالہ قبل النکاح وغیر راضیۃ بہ بعدہ اور اگر زوج مجبوب ہو تو جدائی کروادے حاکم عورت کی درخواست سے اگر عورت حرہ بالغہ ہو بشرطیکہ اُسکی شرمگاہ مین گوشت زائد اور ہڈی مانع جماع نہو اور قبل نکاح کے زوج کا حال بھی نہ جانتی ہو یا بعد نکاح کے اُس حال پر راضی نہو گئی ہو اور اگر عورت مجبوب کی لونڈی ہو تو فرقت کا اختیار اُسکو نہین بلکہ اُسکے مالک کو ہو اور اگر صغیرہ ہو تو تا بلوغ تفریق نہ ہوگی کہ شاید وہ راضی ہوجاوے اور اگر اُسکی شرمگاہ مین گوشت زائد یا ہڈی ہو تو نقصان عورت کی طرف سے ہو تو اُسکا طلب فرقت مین حق نہین اور اگر جان کر راضی ہوئی تو بھی اُسکو طلب فرقت مین اختیار نہین بینہما فی الحال ولو المجبوب صغیرا لعدم فائدۃ التاخیر مجبوب اور اُسکی زوجہ مین حاکم بعد درخواست عورت کے فوراً جدائی کرادے اگرچہ مجبوب نابالغ صغیر ہو بسبب نہونے فائدہ تاخیر کے فلو جب بعد وصولہ الیہا مرۃ او صار عنینا بعدہ ای الوصول لا یفرق لحصول حقہا بالوطی مرۃ سو اگر ایکبار عورت سے جماع کرنے کے بعد اُسکے آلات تناسل کاٹے گئے یا کہ زوج عنین ہوگیا عورت سے ایکبار جماع کرنے کے بعد تو دونون صورت مین تفریق نہ کیجاویگی بسبب حاصل ہوجانے عورت کے حق کے ایکبار جماع کرنے سے زیادہ جماع کرنے کا استحقاق دیانۃً ثابت ہو نہ قضاءً کذا فی البحرالرائق ناقلا عن جامع قاضی خان اور اگر باوجود قدرت جماع کے ضرارت سے ترک کریگا تو گنہگار ہوگا اور لونڈی کی ترک وطی مین کچھ گناہ نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر جاءت امراۃ المجبوب بولد لم تعلم بجبہ فادعاہ ثبت نسبہ ثم علمت فلہا الفرقۃ تاتار خانیۃ اور اگر عورت مجبوب کی ایک لڑکا لائی یعنی جنی اور عورت کو زوج کا مقطوع الذکر ہونا معلوم نہین سو مجبوب نے اُس لڑکے کا دعوی کیا ثابت ہوجاویگا نسب اُسکا بعد اسکے عورت کو مقطوع الذکر ہونا زوج کا معلوم ہوا تو اُسکو جدائی مین اختیار ہو کذا فی التاتار خانیۃ ولو ولدت بعد التفریق الی سنتین ثبت نسبہ لانزالہ بالسحق والتفریق باق بحالہ لبقاء جبہ اور اگر عورت مجبوب کی بعد تفریق کے دو برس تک لڑکا جنی تو اُسکا نسب مجبوب سے ثابت ہوگا بسبب احتمال انزال ہونے مجبوب کے رگڑنے سے اور باوجود ثبوت نسب کے تفریق بحال خود باقی ہو بسبب بقاے مجبوبیت کے ولو کان عنینا بطل التفریق لزوال عنتہ بثبوت نسبہ کما بطل التفریق بالبینۃ علی اقرارہا بالوصول قبل التفریق لا بعدہ للتہمۃ فسقط نظر الزیلعی اور اگر زوج عنین ہوگا اور قاضی نے تفریق کردی ہو بعلت نامردی کے پھر عورت اُسکی لڑکا جنی دو برس کے اندر تو تفریق باطل ہوگئی بواسطے زوال اُسکی نامردی کے بسبب ثابت ہونے اُسکے نسب کے چنانچہ باطل ہوتی ہو تفریق گواہون سے یعنی گواہون نے گواہی دی کہ عورت جماع زوج کا اقرار کرچکی تھی قبل تفریق کے تو تفریق باطل ہوگی اور اگر گواہی دی کہ بعد تفریق کے عورت نے جماع کا اقرار کیا تو تفریق نہ باطل ہوگی بسبب تہمت کے تو اعتراض زیلعی کا ساقط ہوگیا امام زیلعی نے شرح کنز مین کہا کہ طلاق واقع ہوگئی حاکم کی تفریق سے اور یہ طلاق بائن ہو پھر یہ تفریق کیونکر باطل ہوگی چنانچہ عورت کا اقرار جماع بعد تفریق کے مبطل تفریق نہین جواب اس اعتراض کا یہ ہو کہ ثبوت نسب مجبوب سے باحتمال انزال ہو اور تفریق باعتبار قطع آلات تناسل تھی سو موجود ہو بخلاف ثبوت نسب کے عنین سے اسواسطے کہ ثبوت نسب سے زوال نامردی ظاہر ہوتا ہو اور تفریق تھی باعتبار نامردی کے جب نامردی زائل ہوئی تو تفریق بھی باطل ہوگئی بخلاف اقرار بعد تفریق کے اسمین عورت پر تہمت ہو ابطال قضا کی یعنی احتمال ہو کہ

عورت کا جھوٹا اقرار اسواسطے کرتی ہو کہ قاضی کا حکم باطل ہو جاوے لہذا اُسکا اقرار لائق سماعت کے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو وجدتہ عنینا ہو من لا یصل

الی النساء لمرض او کبر او سحر ویسمی المعقود وہبانیۃ اور اگر عورت نے اپنے زوج کو عنین پایا عنین وہ ہو جو وطی نسا پر قادر نہو بسبب بیماری کے یا بڑھاپے کے یا جادو کے یعنی مرد پر ایسا جادو کیا ہو کہ جماع نہ کر سکے اور سحور کو معقود بھی کہتے ہین کذا فی الوہبانیۃ اور بالفعل عرب مین اُسکو مربوط بولتے ہین کذا فی حاشیۃ المدنی

او خصیا لا ینتشر ذکرہ فان انتشر لم تخیر بحر وعلیہ فہو من عطف الخاص علی العام لخفائہ وان کان بادلان الفقہاء یتساہلون فی ذلک نہر یا عورت نے اپنے زوج کو خصی پایا جسکے آلہ تناسل مین استادگی نہین خصی اُسکو کہتے ہین جسکے آلہ تناسل ہو اور خوطے نہون خواہ مل ڈالنے سے خواہ قطع کرنے سے سو اگر ایسا خصی ہو کہ اُسکے آلہ تناسل کو استادگی ہوتی ہو تو اُسکی عورت کو اختیار فرقت کا نہین کذا فی البحر الرائق تو بر تقدیر عدم استادگی آلہ تناسل کے خصی کا عطف عنین پر از قسم عطف خاص کے ہو عام پر اور ہر چند خاص عام کے حکم مین داخل ہوتا ہو لیکن بالتخصیص اُسکو ذکر کیا بسبب اُسکے مخفی ہونے کے یعنی شاید کسی کو اختصاص حکم کا ساتھ عنین کے گمان ہو اور ہر چند عطف خاص کا عام پر بواو عاطفہ مخصوص ہو اور یہان عطف خصی کا عنین پر بلفظ او ہو لیکن فقہا ایسے امور مین تساہل کرتے ہین اسواسطے کہ اصل مقصود انکا افادہ احکام ہو کذا فی النہر الفائق م نہر الفائق مین یہ جواب ہو اعتراض صاحب بحر کا کہ خصی کا عطف کرنا عنین پر کیا ضرور تھا اسواسطے کہ خصی کو عنین شامل تھا اور اگر عطف خاص کا عام پر ہو تو بواو عاطفہ لازم تھا نہ بلفظ او اجل سنۃ لاشتمالہا علی الفصول الاربعۃ یعنے اگر عورت اپنے زوج کو عنین یا خصی پاوے تو زوج کے واسطے ایک سال کی مدت مقرر کیجاوے واسطے شامل ہونے سال کے چار فصلون پر تو اگر نامردی بید الشی نہوگی بیماری سے ہوگی تو سال بھر مین بسبب تحلل فصول مختلفہ کے دفع ہو جاویگی اور عنین کیواسطے مدت ایک سال کی حضرت عمر اور علی مرتضی اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہو کذا فی الہدایہ

ولا عبرۃ بتاجیل غیر قاضی البلدۃ اور سوائے قاضی شہر کے اور کسی کا مدت ٹھہرانا معتبر نہین م تاجیل عورت کی اور غیر قاضی کی صحیح نہین کذا فی فتاوی قاضیخان قمریۃ بالاہلۃ علی المذہب وہی ثلثمایۃ واربع وخمسون یوما وبعض یوم مدت عنین کی قمری سال سے بنا بر ظاہر روایت مذہب کے ہو اور قمری سال وہ ہو جسکے بارہ مہینون کا شمار ہلال نکلنے سے ہوتا ہو اور اسکے تین سو چون دن پورے ہوتے ہین کچھ تھوڑا دن اور بھی جسکی نو ساعت اور اڑتالیس دقیقے ہوتے ہین کذا فی القہستانی اور بعضے فقہا نے کسر کو ذکر نہین کیا کذا فی العالمگیری ناقلا عن الکافی اور واقعات والوالجیہ مین سال قمری کی تصحیح کی ہو اور یہی ظاہر الروایت ہو کذا فی الہدایہ اور یہی قول معتمد ہو اسواسطے کہ صاحب مذہب سے یہی ثابت ہو کذا فی منح الغفار وقیل شمسیۃ بالایام وہی ازید باحدی عشر یوما بل ویقنی اور قول ضعیف یہ ہو کہ مدت عنین مین سال شمسی معتبر ہو جسکا شمار ایام سے ہو نہ چاند دیکھنے سے اور وہ سال قمری سے گیارہ دن زیادہ ہو بعضون نے کہا یعنی صاحب خلاصہ نے کہ اسی پر فتوی ہو اور یہ روایت حسن کی ہو امام سے اور شمس الائمہ سرخسی اور صاحب تحفہ اور صاحب غایۃ البیان اور قاضیخان اور ظہیر الدین نے سال شمسی کو مختار کیا ہو بنا بر احتیاط کے اور کمال الدین محقق نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہو کہ یہ سب اقوال محدث ہین اسواسطے کہ امیر المومنین عمر رض نے قاضی شریح کو لکھ بھیجا کہ عنین کیواسطے ایک سال مقرر کرے اور خود حضرت عمر رض نے عنین کے واسطے ایکسال کی مدت مقرر کی بلا قید شمسی کے اور چونکہ عرب سوائے سال قمری کے سال شمسی کو ہرگز نجانتے تھے تو جہان مطلق سال مذکور ہوگا وہان قمری ہی مراد ہوگا تاوقتیکہ تصریح اسکی خلاف پر نہ ثابت ہو اور سابق مین مذکور ہو چکا کہ سال قمری ظاہر الروایت ہو تو وہی معتمد ہوگا اور اسکا خلاف لائق التفات کے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو

اجل فی اثناء الشہر فبالایام اجماعا اور اگر مدت عنین کی درمیان مہینے کے مقرر کیجاوے تو سال کا اعتبار ایام کے شمار سے ہوگا باجماع سب علما کے یعنی اختلاف سال قمری یا شمسی کا اُس صورت مین ہو جبکہ تاجیل شروع چاند سے ہو اور اگر مثلاً دسوین یا پندرھوین تاریخ سے مدت مقرر کیجاوے تو بالاتفاق حساب سال کا دنون سے ہوگا نہ مہینون سے یعنے تین سو ساٹھ دن کا سال لیا جاویگا اسکو سال عددی کہتے ہین کذا فی حاشیۃ المدنی ورمضان وایام

حیضها منها وکذا حجه وغیبته لا مدة حجها وغیبتها ومرضه ومرضها مطلقا وبه یفتی ولوالجیة اور رمضان اور عورت کے ایام حیض سال ہی مین داخل
ہین اور اسی طرح مرد کے ایام حج اور اسکے سفر کرنے کے ایام بھی سال مین داخل ہین نہ عورت کے حج کی مدت اور نہ اُسکے سفر کی مدت
اور نہ مرد اور عورت کی بیماری کی مدت مطلقا خواہ پورا مہینہ ہو یا کم اور اسی پر فتوے ہے کذا فی الولوالجیہ یعنی جتنی مدت بیماری زوجین کی ہوگی
اُتنی مدت سال پر زیادہ کیجاویگی اور اسی طرح عورت کے حج اور سفر کی مدت سال پر بڑھائی جاویگی بخلاف رمضان اور ایام حیض اور ایام حج
اور سفر مرد کے ویؤجل من وقت الخصومة مالم یکن صبیا او مریضا او محرما فبعد بلوغه وصحته واحرامه اور مدت سال کی خصومت اور نالش کے وقت
سے مقرر کیجاوے جب تک کہ زوج لڑکا اور بیمار اور محرم نہو اور اگر لڑکا ہو تو بعد بلوغ کے اور اگر بیمار ہوگا تو بعد صحت کے اور اگر محرم ہوگا تو بعد
تمامی احرام کے حساب سال کا شروع ہوگا ولو مظاهرا لا یقدر علی العتق اجل سنة وشهرین اور اگر زوج ظہار کر چکا ہو اور واسطے کفارہ ظہار کے غلام آزاد
کرنے پر قادر نہو تو اُسکی مدت ایک برس اور دو مہینے مقرر کیے جاوینگے دو مہینے اسواسطے زیادہ ہوئے تاکہ اُن مین روزہ رکھکر کفارہ ادا کرے کیونکہ
صحبت قبل کفارہ کے نہین فان وطئ مرة فبها والا بانت بالتفریق من القاضی ان ابی طلاقها بطلبها یتعلق بالجمیع فیعم امرأة المجبوب
کما مر سو اگر عنین یا خصی نے ایکبار وطی کی سال کے اندر تو خوب ہوا کہ قضاءً عورت کا حق ادا ہوگیا اور اگر سال کی مدت مین ایکبار بھی وطی نکر سکا
تو عورت کو طلاق بائن ہوگی قاضی کے جدا کر دینے سے اگر زوج اُسکے طلاق دینے سے انکار کرے تفریق واقع ہوگی عورت کی دوسری
درخواست سے اور پہلی درخواست سے مدت ایک سال کی مقرر ہوئی تھی اور طلب عورت کے جمیع مسائل گذشتہ سے متعلق ہے تو مجبوب کی عورت کو
بھی شامل ہے چنانچہ تفریق مجبوب مین قید طلب کی شارح مذکور کر چکا ہے مم درصورت نہ طلاق دینے زوج کے قاضی اسواسطے کردیگا کہ جب زوج عاجز ہوا
امساک بالمعروف سے تو اسپر تسریح بالاحسان واجب ہے پھر جب اُسنے نہ چھوڑا تو وہ ظالم ہوا لہذا قاضی اُسکا نائب ہوجاویگا دفع ظلم کے واسطے ولو
مجنونة لطلب ولیها او من نصبه القاضی اور اگر عورت دیوانی ہو تو قاضی تفریق کرے اُسکے ولی کی طلب سے یا اُس شخص کی طلب سے جسکو قاضی نے
مجنونہ کی طرف سے مدعی قرار دیا ہو ولو امة فالخیار لمولاها لان الولد له اور اگر زوجہ عنین کی لونڈی ہو تو اختیار تفریق کا اُسکے مالک کو ہے نہ لونڈی کو
اسواسطے کہ اولاد لونڈی کی اُسکے مالک کی مملوک ہے وهو ای هذا الخیار علی التراخی لا الفور فلو وجدته عنینا او مجبوبا ولم تخاصم زمانا طویلا لم یبطل حقها
وکذا لو خاصمته ثم ترکته مدة فلها المطالبة ولو ضاجعته تلك الایام خانیة اور وہ یعنے یہ اختیار فرقت کا یا طلب تفریق کی دیرنگی کے ساتھ ثابت ہے
نہ فی الفور سو اگر عورت نے زوج کو عنین یا مجبوب پایا اور مدت دراز تک اُس سے جھگڑا نہ کیا تو اس دیرنگی سے اُس عورت کا حق باطل نہین ہوتا
اور اسیطرح اگر جھگڑا کرکے مدت تک چپ ہو رہی تو بھی اُسکو مطالبہ کا اختیار ہے اگرچہ ان دنون مین زوج کے پاس لیٹا بھی کرتی ہو اور بدون جماع کے
مساس وغیرہ سے دونون منزل بھی ہوجاتے ہون کذا فی الخانیة والبحر کما لو رفعته الی قاض فلم یؤجله ومضت سنة ولم تخاصم زمانا زیلعی چنانچہ اگر عورت نے
عنین زوج کی نالش کی قاضی کے پاس سو قاضی نے ایکسال کی مدت مقرر کردی اور وہ سال بھی گذر گیا اور مدت تک اُسنے مطالبہ کیا تو بھی عورت کا اختیار
باقی ہے کذا ذکرہ الزیلعی ولو ادعی الوطی وانکرته فان قالت امرأة ثقة والثنتان احوط هی بکر بان تبول علی جدار او یدخل فی فرجها مخ بیضة خیرت
فی مجلسها اور اگر دعوی کیا زوج نے وطی کا اور اُسکا انکار کیا عورت نے تو اگر ایک متقی عورت نے کہا اور دو متقی عورتون کا کہنا قریب تر باحتیاط ہے
کہ یہ عورت باکرہ ہے اور باکرہ کی یہ علامت ہے کہ وہ دیوار پر پیشاب کرے اگر پیشاب دیوار پر پڑے تو وہ باکرہ ہے اور اگر اُسکی ران پر بہے تو وہ باکرہ
نہین یا اُسکی شرمگاہ مین زردی انڈے کی ڈالے اگر داخل ہوجاوے تو باکرہ نہین اور داخل نہ ہو تو باکرہ ہے بہرصورت جب باکرہ ہونا ثابت ہو تو عورت
کو اختیار دیا جاوے اسی مجلس مین وصال اور جدائی کا سو اگر راضی ہوگئی زوج سے یا کھڑی ہوگئی قبل تفریق تو اختیار باطل ہوگیا مم یہ مسئلہ

مخالف ہی مسئلہ سابق کے کہ وہان تامدت دراز اختیار باقی ہی اور یہان مجلس تک مقصور ہی اُسکا جواب یہ ہی کہ مسئلہ سابق بنابر ظاہر الروایت کے ہی کما فی البحر عن البدائع اور یہ مسئلہ بنابر قول مفتی بہ کے کما فی المحیط الواقعات کذا فی حاشیۃ المدنی

وان قلت ہی ثیب او کانت ثیبا صدق بحلفہ فان نکل فی الابتداء اجل وفی الانتہاء خیرت اور اگر منقی عورت نے کہا کہ یہ عورت ثیبہ ہی باکرہ نہین یا کہ وہ قبل نکاح اس زوج کے ثیبہ تھی تو زوج کے قول کی تصدیق کیجاویگی ساتھ قسم کے سو اگر زوج نے قسم سے انکار کیا ابتدا مین یعنی قبل تاجیل کے تو سال بھر کی مدت مقرر کیجاویگی اور اگر انتہا مین انکار کیا یعنے بعد تاجیل کے تو عورت کو مجلس تک اختیار رہجاویگا چاہے زوج کے پاس رہے چاہے جدا ہوجاوے **وکما یصدق لو وجدت ثیبا وزعمت زوال عذرتہا بسبب آخر غیر وطیہ کاصبعہ مثلا لانہ ظاہر الاصل عدم اسباب آخر** معراج چنانچہ زوج کی اس صورت مین بھی تصدیق ہوگی اگر عورت ثیبہ پائی جاوے اور وہ گمان کرے اپنے زوال بکارت کا دوسرے سبب سے سوا وطی زوج کے یعنی مثلاً یون ظاہر کرے کہ زوال بکارت زوج نے اپنی انگلی سے کردیا اس صورت مین قول زوج کی اسواسطے تصدیق ہوگی کہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہی کہ زوال بکارت کا جماع ہی سے ہوا ہی نہ انگلی سے اور اصل ور اسباب کا عدم ہی سواے جماع کے اور قول اُسیکا معتبر ہی جو متمسک باالاصل ہی اور ظاہر حال اُسکا شاہد ہو کذا فی المعراج **وان اختارتہ ولو دلالۃ بطل حقہا کما لو وجد منہا دلیل اعتراض بان قامت من مجلسہا او اقامہا اعوان القاضی او قام القاضی قبیل ان یختار شیاء نفتی واقعات لامکانہ مع القیام فان اختارت طلق اذ فرق القاضی** اور اگر عورت نے زوج کو اختیار کرلیا اگرچہ یہ اختیار باعتبار دلالت حال کے ہو اسطرح کہ مہر اور نفقہ مانگے تو باطل ہوجاویگا حق اُسکا چنانچہ اسطرح بھی اُسکا حق باطل ہوجاتا ہی اگر اس سے اعراض کی دلیل پائی جاوے یعنے طلب فرقت سے بے اتفاقی کرے اسطرح پر کہ کھڑی ہوجاوے اپنی مجلس سے یا اُسکو مددگار قاضی کے کھڑا کردین یا قاضی خود کھڑا ہوجاوے قبل اختیار کرنے فرقت کے اسی قول پر فتویٰ ہی کذا فی الواقعات عورت اور قاضی کے کھڑے ہونے سے اسواسطے اُسکا حق باطل ہوگیا کہ کھڑے ہونے کے ساتھ بھی اُسکو اختیار فرقت کا ممکن تھا پھر باوجود اسکے سکوت کرنا دلیل ہی رضا کی اگر عورت جدائی کو اختیار کرے تو زوج طلاق دے اور اگر وہ طلاق سے انکار کرے تو قاضی تفریق کردے **تزوج الاولی او امراۃ اخری عالمۃ بحالہ لاخیار لہا علی المذہب المفتی بہ بحر عن المحیط خلافا لتصحیح الخانیۃ** نکاح کیا عنین نے پہلی زوجہ سے جو بعد تاجیل اور تفریق ماضی کے جدا ہوگئی تھی یا نکاح کیا دوسری عورت سے جو عنین کا حال جانتی ہی کہ اسکی زوجہ مین بسبب نامردی کے جدائی ہوچکی ہی تو بعد نکاح کے عورت کو جدائی کا اختیار نہین نہ زوجہ اولی کو نہ دوسری عورت کو بنابر مذہب مفتی بہ کے اسواسطے کہ وہ اپنا حق دانستہ باطل کرچکی کذا فی البحر الرائق عن المحیط اور یہ قول مفتی بہ مخالف ہی تصحیح خانیہ کے **ولا یتخیر احد الزوجین بعیب الآخر ولو فاحشا کجنون وجذام وبرص ورتق وقرن** اور زوجین مین سے کسی کو اختیار جدائی کا نہین دوسرے کے عیب سے اگرچہ نہایت برا عیب ہو چنانچہ جنون اور جذام اور برص اور رتق اور قرن اول تین بیماریان تو مرد اور عورت دونون کو شامل ہین اور پچھلی دو بیماریان عورت کے مکان مخصوص کو مخصوص ہین کہ بسبب زیادتی گوشت اور ہڈی کے مانع ہین جماع سے لیکن قہستانی مین ہی کہ محمدؒ کے نزدیک اگر زوج کو جنون یا جذام یا برص ہو تو عورت کو اختیار ہی فرقت کا اور اسیطرح ہر عیب زوج سے کہ عورت بدون مضرت کے اُسکے پاس نہ ٹھہر سکے عورت کو اختیار ہی کذا فی حاشیۃ المدنی **وخالف الائمۃ الثلثۃ فی الخمسۃ لو بالزوج ولو قضی بالرد صح** فتح اور خلاف کیا ہی باقی تینون اماموں نے یعنی مالک اور شافعی اور احمد نے امراض خمسہ مذکورہ مین اگر یہ بیماریان زوج مین ہون اور اگر قاضی مالکی یا شافعی یا حنبلی بسبب ان بیماریون کے نکاح کو رد کردے تو صحیح ہوگا اُسکا حکم کذا فی فتح القدیر مترجم شارح کے اس قول مین چند خلل ہین اول یہ کہ ظاہر کلام شارح اُسکو مقتضی ہی کہ آئمہ ثلثہ کے نزدیک زوج کی بیماریون سے عورت کو تو اختیار فرقت کا ہی نہ زوج کو حالانکہ حق یہ ہی کہ اُنکے نزدیک جنون اور جذام اور برص مین دونون کو اختیار ہی اور پچھلی دو بیماریون مین فقط زوج کو اختیار ہی دوسرا خلل یہ کہ اس قول سے لازم آتا ہی کہ رتق اور قرن کی بیماری زوج کو ہوتی ہی حالانکہ یہ خلاف واقع ہی تیسرا خلل یہ ہی کہ شیخ رحمتی

محشی نے کہا کہ فتح القدیر مین ہمنے اس روایت کو تلاش کیا تو نہ پایا شاید کہ یہ تحریف ہو کاتبون کی بلکہ صواب یہ ہو کہ یہ مسئلہ بحر الرائق کا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی فلو تراضیا
ای العنین وزوجتہ علی النکاح ثانیا بعد التفریق صح اور اگر دونون یعنی عنین اور اُسکی عورت راضی ہو گئے دوسری بار نکاح کرنے پر بعد تفریق کے تو صحیح
ہو یعنی تفریق عنین کی مثل لعان کی تفریق کے نہین جو دائمی حرمت ہو جاوے ولہ شق رتق امتہ وکذا زوجتہ وہل تجبر الظاہر نعم لان تسلیم الواجب علیہا لا یکمن بدونہ نہر
اور مالک کو جائز ہو اپنی لونڈی کا رتق چیرنا یعنی لسگی مکان مخصوص کا چیرنا واسطے قربت کے درست ہو اور اسیطرح زوج کو اپنی زوجہ کی لسگی چیرنا جائز ہو اور
اگر زوجہ نہ مانے تو اسمین کیا زبردستی کرنا درست ہو ظاہر ایہ معلوم ہوتا ہو کہ درست ہو واللہ اعلم اسواسطے کہ تسلیم نفس کہ عورت پر واجب ہو وہ بدون اسکے ممکن نہین کذا فی
النہر الفائق قلت وافادہ البہنسی انہا لو تزوجتہ علی انہ حر او سنی وقادر علی المہر والنفقۃ فبان بخلافہ او علی انہ فلان بن فلان فاذا ہو لقیط او ابن زنا کان لہا الخیار
فلیحفظ شارح کہتا ہو کہ بہنسی نے بیان کیا ہو کہ اگر عورت نے نکاح کیا مرد سے اس شرط پر کہ زوج حر ہو یا سنی مذہب ہو یا قادر ہو مہر اور نفقہ پر پھر ظاہر ہوا کہ زوج اسکے برخلاف
ہو یعنی غلام ہو یا رافضی یا خارجی ہو یا محتاج کہ اسکو مہر اور نفقہ کا مقدور نہین یا اس شرط پر نکاح کیا کہ زوج فلان بن فلان ہو اور نا گہان وہ لقیط یا ولد الزنا نکلا تو عورت
کو ان مسائل مین اختیار ہو فرقت کا سو اسکو یاد رکھنا چاہیے لقیط وہ لڑکا جو کہین پڑا ہو اور والدین اسکے نہ معلوم ہون مترجم عورت کو ان مسائل مین اختیار فسخ ہوا بسبب
فقدان کفاءت کے اول مین رقیت کے سبب سے اور ثانی مین کفارت دینی نہین اور ثالث مین کفاءت مالی نہین اور رابع مین کفاءت نسبی نہین

باب العدۃ

یہ باب ہو احکام عدت کے بیان مین ہی لغۃ بالکسر الاحصار وبالضم الاستعداد للامر لغت مین عدت بکسر اول وتشدید ثانی بمعنی شمار اور گنتی کے ہو اور بضم اول اور
تشدید ثانی کسی کام پر مستعد ہونے اور تیار ہونے کو کہتے ہین اور اُس مال اور ہتھیار کو بھی کہتے ہین جو حوادث زمانہ کیواسطے مہیا کر رکھے وشرعا تربص یلزم المراۃ او الرجل عند
وجود سببہ اور عدت بالکسر شرع مین اُس توقف اور انتظار کو کہتے ہین جو عورت کو یا مرد کو لازم آتا ہو نزدیک پائے جانے سبب انتظار کے اور مرد کے اسباب انتظار سے
وہ مواضع مراد ہین جو موانع ہین وطی کے اور ہر چند انتظار مرد پر اطلاق عدت کا شرعا جائز ہو لیکن اصطلاح فقہا مین عدت مخصوص ہو عورت کے انتظار کو نہ مرد کے کذا فی
فتح القدیر ومواضع تربصہ عشرون مذکورۃ فی الخزانۃ وحاصلہا یرجع الی ان من امتنع نکاحہا علیہ لمانع لزوم زوالہ کنکاح اختہا واربع سواہا اور مواضع انتظار مرد
کے بیس ہین خزانۃ الفقہ مین مذکور ہین اور حاصل ان بیس مواضع کا رجوع کرنا ہو اس قاعدہ کلیہ کیطرف کہ جس عورت کا نکاح یا وطی مرد پر ممتنع ہو بسبب کسی
مانع شرعی کے تو لازم ہو انتظار کرنا مرد کو اُس مانع کے زوال تک جیسے نکاح کرنا سالی سے زوجہ کی زندگی یا عدت مین یا چار عورتون سے نکاح کرنا سوائے
اپنی زوجہ کے م فقیہ ابو اللیث نے خزانۃ الفقہ مین بیس مواضع کو یون ضبط کیا ہو کہ اپنی زوجہ کی بہن اور اسکی عمہ اور خالہ اور اسکی بھانجی اور بھتیجی سے
نکاح کرنا اور چار زوجہ کے ہوتے پانچوین عورت سے نکاح کرنا اور لونڈی کا نکاح بی بی پر اور عورت سے بعد نکاح فاسد کے وطی کر کے پھر اسکی بہن سے
نکاح کرنا یا عورت سے بشبہہ نکاح وطی کر کے پھر اُسکی بہن سے نکاح کرنا چاہے یا چوتھی عورت سے نکاح بنکاح فاسد یا بشبہہ نکاح وطی کر کے پانچوین سے نکاح کرنا بدون
گذرنے عدت کے جائز نہین اسواسطے کہ نکاح فاسد اور شبہہ نکاح مین بعد وطی کے عدت واجب ہوتی ہو اور عدت والی عورت سے شخص اجنبی کو نکاح کرنا اور مطلقہ
ثلثہ سے نکاح کرنا اور خریدی لونڈی سے قبل استبرا کے وطی کرنا اور حاملہ زانیہ سے نکاح کر کے قبل ولادت کے وطی کرنا اور اس حربیہ سے جو دار الحرب مین مسلمان
ہو کر دار الاسلام مین حاملہ آئی نکاح کرنا قبل ولادت کے اور اُس حربیہ سے جو دار الحرب سے گرفتار ہو کر آئی وطی کرنا درست نہین بدون ایکبار حیض ہو جانے کے
یا ایک مہینہ گذرنے کے اگرچہ صغیرہ یا کبیرہ ہو اور اپنی مکاتبہ سے مالک کو نکاح کرنا بدون آزادی کے یا عاجز ہونے کے بدل کتابت سے اور عورت
بت پرست اور مرتد اور مجوسیہ سے بدون مسلمان ہوئے نکاح کرنا ایسی بیس صورتون مین نکاح یا وطی جائز نہین بدون گذرنے عدت اور رفع موانع کے
کذا فی منح الغفار اور اکیسوین صورت ایک یہ ہو کہ غیر کی منکوحہ سے نکاح کرنا جائز نہین واصطلاحا تربص یلزم المراۃ او ولی الصغیرۃ عند زوال النکاح

باب العدۃ

فلا عدۃ لزنا او شبہتہ کنکاح فاسد و مزفوفۃ لغیر زوجہا و ینبغی زیادۃ او شبہۃ لیشمل عدۃ ام الولد اور اصطلاح فقہا مین عدت عبارت ہی اُس انتظار سے جو عورت کو لازم ہی یا صغیرہ کے ولی کو لازم ہی نزدیک زائل ہونے نکاح کے تو عدت نہین لازم ہی واسطے زنا کے اسواسطے کہ عدت نہین ہوتی مگر زوال نکاح سے یا زوال شبہہ نکاح سے جیسے کہ نکاح فاسد یا جیسے وہ عورت جسکو عورتین شب زفاف مین زوج کے سوا کسی اور مرد کے پاس چوک کر پہونچاوین اور کہین کہ یہ تیری زوجہ ہی اور وہ مرد وطی کرے تو اسپر عدت واجب ہی شارح کہتا ہی کہ تعریف عدت مین لائق یہ ہی کہ مشابہ نکاح کا لفظ بھی زیادہ کیا جاوے تاکہ یہ تعریف ام ولد کی عدت کو بھی شامل ہوجاوے کہ ام ولد کو مولی آزاد کرے یا اُسکو چھوڑ کر مولی مرجاوے اسواسطے کہ ام ولد کو بھی انتظار لازم ہی مانند زوجہ کے بسبب ہم بستری مولی کے کذا فی البحر الرائق م شبہہ بکسر اول اور سکون ثانی اور بفتح اول ثانی بھی صحیح ہی یعنی مشابہ شارح نے ولی صغیرہ کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ صغیرہ پر بعد موت زوج کے انتظار واجب نہین اسواسطے کہ وہ ہنوز مکلف نہین تو اسوقت مین صغیرہ کے ولی پر انتظار کرنا لازم ہوگا تعریف عدت پر اعتراض وارد ہوتا ہی کہ یہ تعریف طلاق رجعی کی عدت کو شامل نہین اسواسطے کہ طلاق رجعی مین نکاح نہین زائل ہوتا اسیواسطے بلا تجدید نکاح عدت مین رجعت کرنا صحیح ہی لہذا اور کتب فقہ سے بدائع اور ابن کمال کی تعریف عدت کی نہایت خوب ہی کہ عدت نام ہی اُس مدت کا کہ واسطے انقضاے بقیۂ آثار نکاح اور فراش کے مقرر ہوئی ہو تو اسمین سب افراد عدت کے داخل ہوگئے یہانتک کہ بقید فراش عدت ام ولد کی بھی داخل ہوگئی اور صغیرہ کا اعتراض دفع ہوگیا اسواسطے کہ اس تعریف مین فی کر لزوم نہین کذا فی حاشیۃ المدنی حکایت عجیبہ قبل مشہور ہونے امام اعظم کے ایک مقام پر طعام ولیمہ میں دو بھائیون کا جنکا نکاح ہوا تھا دعوت ہوئی عورتون نے چوک کر اُنکی زوجہ اسکے پاس کر دی اور اُسکی اسکے پاس آخر شب صبح کو یہ حال کھلا اور فقہاے مشہور سے فتوی دریافت کیا گیا سب علمانے فتوی دیا کہ ہر عورت پر عدت لازم ہی بعد عدت کے ہر عورت اپنے اپنے زوج پاس جاوے اور ہر ایک بھائی پر بسبب وطی بالشبہہ کے مہر مثل دینا واجب ہی امام اعظم نے کہا کہ سب حضرات نے سخت حکم فرمایا میرے نزدیک اس سے آسان تر حکم ہوسکتا ہی علمانے فرمایا کہ وہ کیا ہی بیان کرو امام اعظم نے دونون بھائیون کو بلایا اور پوچھا کہ تم دونون کو یہ پسند ہی کہ ہر ایک کے پاس وہی رات والی عورت بنی رہے دونون نے کہا کہ ہم بدل اسی امر پر راضی ہین امام نے فرمایا کہ ہر شخص اپنی منکوحہ کو طلاق دے اور اپنی ہم بستر عورت سے نکاح کرلے تو اسمین عدت لازم نہوگی کہ طلاق قبل دخول مین عدت نہین سب علمانے اسکو نہایت پسند کیا اور امام کی ذکاوت کی تعریف کی کہ ہر ایک کی ہم بستر ہر ایک کے پاس بنی رہی اور عدت کی حاجت نہوئی و سبب وجوبہا عقد النکاح المتاکد بالتسلیم وما جری مجراہ من موت و خلوۃ صحیحۃ فلا عدۃ بخلوۃ الرتقاء اور عدت واجب ہونے کا سبب عقد نکاح ہی جو متاکد بتسلیم وطی یا قائم مقام وطی کے ہی قائم مقام وطی عبارت ہی موت سے یا خلوت صحیحہ سے تو عدت لازم نہین رتقا کی خلوت سے اسواسطے کہ رتقا کی خلوت صحیح نہین بسبب مانع حسی کے رتقا وہ عورت جو بسبب بستگی شرمگاہ کے لائق جماع کے نہین و شرطہا الفرقۃ اور شرط عدت کی جدائی ہی و رکنہا حرمات ثابتۃ بہا کحرمۃ تزوج وخروج وصحۃ الطلاق فیہا ای فی العدۃ اور عدت کے رکن وہ حرمتین ہین جو بسبب عدت کے ثابت ہین جیسے غیر زوج سے نکاح کی حرمت اور زوج کے گھر سے نکلنے کی حرمت اور طلاق واقع ہونے کی صحت عدت کے اندر م شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ رکن کہتے ہین حقیقت شی کو تو مصنف اور شارح کو مناسب تھا کہ انتظار کو رکن عدت کا کہتے اور حرمات مذکورہ تو عدت سے پیدا ہوتے ہین تو حرمات کو حکم عدت کا کہنا مناسب تھا اسواسطے کہ حکم اسکو کہتے ہین جو شی پر مبنی ہو اور اسیطرح صحت طلاق اور حرمت اخت زوجہ بھی حکم مین داخل ہی تو بعض کو رکن کہنا اور بعض کو حکم قرار دینا تحکم اور سخن بے دلیل ہی کذا فی حاشیۃ المدنی اور صاحب درر غرر نے ایسا ہی کیا ہی یعنی جنکو یہان رکن کہا ہی اُنکو حکم عدت مین مذکور کیا ہی وحکمہا حرمۃ نکاح اختہا اور عورت کی بہن سے نکاح حرام ہونا حکم ہی عدت کا وانواعہا حیض واشہر ووضع حمل کما افادہ بقولہ اور اقسام عدت کے حیض اور مہینے اور وضع حمل ہین چنانچہ اسکو مصنف نے آیندہ قول مین ذکر کیا وہی فی حق حرۃ ولو کتابیۃ تحت مسلم تحیض لطلاق ولو رجعیا او فسخ بجمیع اسبابہ ومنہ الفرقۃ بتقبیل ابن الزوج نہر اور عدت حرہ کی حق مین اگرچہ حرہ کتابیہ ہو نیچے مسلمان کے عدت اس حرہ کی جسکو حیض آیا ہو خواہ عدت بسبب طلاق کے ہو اگرچہ رجعی طلاق ہو یا بسبب فسخ نکاح کے ہو بجمیع اسباب فسخ چنانچہ کتاب النکاح

ہین اسباب فسخ کے بتفصیل مذکور ہو چکے اور منجملہ فسخ وہ جدائی ہی جو عورت کو حاصل ہوتی ہی اپنے زوج کے فرزند کے بوسہ لینے سے کذا فی النہر منح الغفار ین
مصنف نے کہا کہ فسخ کو مطلق رکھا تا کہ جمیع اسباب فسخ کو شامل رہے خیار بلوغ اور خیار عتق اور ملک احد الزوجین اور ارتداد احد الزوجین و عدم کفائت
کو بعد الدخول حقیقۃ او حکما اسقطہ فی الشرح وجزم بان قولہ الآتی ان وطئت راجع للجمیع بعد دخول کے دخول حقیقی ہو جیسے کہ وطی یا دخول حکمی
چنانچہ خلوت مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین حقیقۃ او حکما کو ساقط کر دیا ہی اور یہ یقین کیا ہی کہ اُسکا آیندہ قول یعنی ان وطئت سب کو شامل ہی یعنے
عدت بالحیض اور عدت بالاشہر کو تو یہان حقیقۃً اور حکما کہنا کچھ ضرور نہین اسواسطے کہ وطی حقیقی اور حکمی دونون کو شامل ہی ثلث حیض کوامل لعدم تجزی الحیضۃ
حرہ مذکورہ کی عدت پوری تین حیض ہین بسبب عدم قسمت پذیری حیض کے یعنی بموجب نص قرآنی جب عدت کے تین حیض کامل ٹھہرے تو اگر عورت کو حیض کے
اندر طلاق ہوئی تو لازم تھا کہ اُسکی تکمیل بعض حیض رابع سے کیجاوے لیکن چونکہ اصول مین ثابت ہو چکا ہی کہ حیض تجزی اور انقسام کے لائق نہین لہذا کل حیض
رابع عدت ممتد ہوگی اور حیض اول بسبب نقصان کے کالعدم ہی فالاولی لتعرف براءۃ الرحم والثانیۃ لحرمۃ النکاح والثالثۃ لفضیلۃ الحریۃ جب معلوم ہوا کہ عدت
تین حیض ہین تو اب اُسکے شروع ہونے کی حکمت دریافت کرنا چاہیے تو پہلا حیض واسطے دریافت ہونے صفائی رحم کے ہی اسواسطے کہ اگر حمل ہوتا تو حیض نہ آتا اور دوسرا
حیض واسطے تعظیم نکاح کے یعنی تا کہ زوجہ زوال نعمت نکاح کا تاسف کرے کہ عفت اُسکو حاصل تھی اور کھانے کپڑے کا کچھ اُسکو فکر نہ تھا اور تیسرا حیض واسطے فضیلت آزادی کے
اسواسطے کہ لونڈی کی عدت دو حیض ہین تو واسطے امتیاز اور عزت حرہ کے تیسرا حیض زیادہ ہوا کذا فی البحر الرائق اور یہ بھی احتمال ہی کہ واسطے احتیاط نسب کے تین حیض کو
مقرر فرمایا کہ شاید حیض اول استحاضہ ہو اسواسطے کہ استحاضہ حمل مین بھی ہوتا ہی اور تین بار حیض کا آنا قاطع ہی احتمال کا کذا عدۃ ام ولد مات مولاہا او اعتقہا
لان لہا فراشا کالحرۃ مالم تکن حاملا او آئسۃ او محرمۃ علیہ اور اسیطرح عدت اس ام ولد کی بھی تین کامل حیض ہین جسکا مالک مر گیا یا اسکو اُسنے آزاد کر دیا اسواسطے کہ ام ولد
کو بھی ہم بستری ثابت ہی مانند حرہ کے یہ عدت ام ولد کی اُسوقت تک ہی جب تک وہ حاملہ اور آئسہ اور مالک پر حرام نہو اور اگر حاملہ ہوگی تو تا وضع حمل اُسکی
عدت ہی اور اگر آئسہ ہوگی تو تین مہینے اُسکی عدت ہی اور اگر مالک پر حرام ہوگئی ہو کسی سبب سے تو کچھ عدت نہین اور مالک پر حرام ہونے کی یہ صورت ہی کہ غیر کے نکاح
یا عدت مین ہو یا مولی کے فرزند نے بشہوت تقبیل کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الخانیۃ ولو مات مولاہا وزوجہا ولم یدر الاول تعتد باربعۃ اشہر وعشر او بابعد
الاجلین بحر اور اگر مولے ام ولد کا اور زوج اُسکا مر گیا اور معلوم نہین کہ کون پہلے مرا تو وہ عدت چار مہینے دس دن کرے یا کہ جو دو مدتون مین بعید تر ہی اُسکو
عدت ٹھہراوے کذا فی البحر الرائق ثم اگر معلوم ہو کہ مولی پہلے مر گیا تو ام ولد پر عدت نہین اور اگر زوج کی موت اول ثابت ہو تو اُسکے دو مہینے پانچ دن عدت
ہین اور اگر مولی زوج کی عدت مین مر گیا تو کچھ عدت نہین اور اگر مولی بعد عدت زوج کے مر گیا تو تین حیض کامل اُسکی عدت ہی اور اگر مولی اور زوج کی موت
کا تقدم اور تاخر معلوم نہو تو اُسکی تفصیل بحر الرائق مین یون ہی کہ اگر اسقدر معلوم ہو کہ دونون کی موت مین دو مہینے اور پانچ دن کی مدت سے کمتر ہی تو اس
صورت مین ام ولد کی عدت چار مہینے اور دس دن کی ہی احتیاطاً بدون اعتبار کرنے تین حیض کے اور اگر معلوم ہو کہ دونون کی موت مین دو مہینے اور پانچدن کی مدت یا
زیادہ گذر گئی ہی تو اسکی عدت چار مہینے اور دس دن ہین باعتبار استکمال تین حیض کے اور اگر دونون کی موت کے درمیان کی مدت معلوم نہو اور یہ معلوم ہو کہ کون پہلے مر گیا
تو امام کے نزدیک چار مہینے دس دن کی عدت ہی بدون اعتبار کرنے تین حیض کے اور صاحبین کے نزدیک ابعد الاجلین عدت ہی یعنی چار مہینے اور دس دن باستکمال حیض اور ابعد
الاجلین کی تفسیر اور توضیح بعد تین ورق کے آویگی کذا فی حاشیۃ المدنی ولا ترث من زوجہا لعدم تحقق حریتہا یوم موتہ اور ام ولد وارث نہوگی اپنے زوج کی سب صورتون مین
بسبب نہ ثابت ہونے آزادی ام ولد کے اپنے زوج کی موت کے دن ولا عدۃ علی امۃ ومدبرۃ کان یطاہا لعدم فراش جوہرہ اور عدت نہین لونڈی پر اور
مدبرہ پر جس سے مولے وطی کرتا تھا بسبب نہ ثابت ہونے فراش کے کذا فی الجوہرہ ولہذا لونڈی اور مدبرہ کے ولد کا نسب مولی سے ثابت نہوگا بدون اقرار
مولی کے بخلاف ام ولد کے کہ اُسکا فراش مثل حرہ کے ثابت ہی یہانتک کہ اُسکے ولد کا نسب مولی سے ثابت ہی بدون اقرار کے بھی وکذا موطوۃ بشبہۃ

کمن زفت بغیر بعلها او نکاح فاسد کموقت فی الموت والفرقۃ یتعلق بالصورتین معًا اور اسی طرح تین حیض کامل کی عدت ہی اُس عورت کی جسکی وطی
بشبہہ ہوگئی چنانچہ عورت شب زفاف مین اپنے زوج کے سوا کسی اور مرد کے پاس پہونچائی گئی یا اندھیری رات مین زوج نے اپنی زوجہ جان کے کسی
اجنبی عورت سے وطی کی یا وطی بنکاح فاسد ہوئی چنانچہ نکاح موقت اور متعہ سے اور نکاح بلا شہود سے عدت مذکور لازم ہی مرد کی موت مین بھی اور جدائی
مین بھی شارح کہتا ہی موت اور جدائی دونون صورت سے تعلق ہی یعنی وطی بشبہہ سے موت اور جدائی مین تین حیض کی عدت ہی اور وطی بنکاح فاسد سے بھی
موت اور فرقت مین تین ہی حیض کی عدت ہی ان صورتون مین مرد کی موت سے عدت وفات اسواسطے واجب نہوگی کہ عدت فات واسطے اظہار غم کی ہی کہ زوج
کے فوت سے جسکا مرتے دم تک ساتھ رہا بخلاف ان صورتون کے کہ اسمین اصل زوجیت ثابت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی والعدۃ فی حق من لم تحض حرۃ او
ام ولد لصغر بان لم تبلغ تسعا او کبر بان بلغت سن الایاس اور عدت اُس عورت کے حق مین جسکو حیض نہین آیا بی بی ہو یا ام ولد بسبب کم عمری کے کہ ہنوز نو برس
کو نہین پہونچی یا بسبب بڑی عمر کے کہ نا امیدی کی عمر کو پہونچ گئی یعنی پچاس یا پچپن برس کی ہوئی او بلغت بالسن وخرج بقولہ ولم تحض الشابۃ الممتدۃ
بالطہر بان حاضت ثم امتد طہرہا فتعتد بالحیض الی ان تبلغ حد الایاس جوہرہ وغیرہا یا بالغ ہوگئی عورت بسبب عمر کے یعنی پندرہ برس کی ہوئی اور ہنوز
اُسکو حیض نہین آیا اور حیض نہ آنے کی قید سے اس مسئلہ سے خارج ہوگئی جوان عورت لمبی طہر والی جسکو حیض ایکبار آیا پھر اُسکا طہر ممتد اور دراز ہوگیا تو اسکی عدت
باعتبار تین مہینے کے نہین بلکہ اُسکی عدت باعتبار حیض کے ہوگی یہانتک کہ نا امیدی کی حد کو پہونچے یعنی پچاس یا پچپن برس اگر حیض نہ آویگا تو اسکی طلاق یا
فسخ کی عدت آخر نہوگی اور جب پچاس یا پچپن برس کی ہوگی تب تین مہینے کی اُسکی عدت ہوگی کذا فی الجوہرہ وغیرہا وما فی شرح الوہبانیۃ من انقضائہا
بتسعۃ اشہر غریب مخالف لجمیع الروایات فلا یفتی بہ اور جو روایت کہ شرح وہبانیہ مین ہی کہ لمبی طہر والی کی عدت نو مہینے مین منقضی ہوجاتی ہی سو نادر روایت ہی
مخالف ہی جمیع روایات معتبرہ کے سو کوئی مفتی حنفی مذہب اُسکا فتوی ندے ہم یہ کوئی ظاہر عبارت شارح سے نہ سمجھے کہ اُسکی عدت نو مہینے کی ہی بلکہ مطلب یہ ہی کہ جب
جوان عورت کو چھ مہینے تک حیض نہ آوے تب وہ تین مہینے کی عدت کرے تو اسطرح چھ اور تین ملاکر نو مہینے ہوئے شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین کہا کہ اگر جوان عورت
کو برس دن تک حیض نہ آیا اور بعد اسکے اُسنے تین مہینے کی عدت کی اور قاضی نے اُسپر حکم دیا تو جائز ہی اسواسطے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہی اور یہ یاد رکھنے کے لائق ہی اسواسطے کہ کثیر الوقوع
ہی اور بعضون نے کہا اس روایت پر فتوی ہی اور یہی مذہب ہی امام مالک کا انتہی اور شرح زاہدی مین کہا کہ بعضے ہمارے اصحاب اور ہستاد امام مالک کے قول پر فتوی دیتے
ہین اس مسئلہ مین بنا بر ضرورت اور مجبوری کے اور جامع الفصولین اور شرح منظومہ مین بھی انقضاے عدت نو مہینے مین مذکور ہی لیکن بحر الرائق مین یون ہی کہ روایت نو مہینے
کی روایات معتمدہ کے مخالف ہی تو لائق فتوی کے نہین نہر الفائق مین کہا کہ اس روایت پر فتوی دینے کی کچھ ضرورت نہین بلکہ قاضی مالکی کیطرف مرافعہ کرنا کفایت
کرتا ہی کہ وہ بموجب اپنے مذہب کے فیصل کردیگا طحطاوی نے کہا کہ نہر الفائق کا قول غیر مسلم ہی اسواسطے کہ بقول حموی اکثر ملکون مین حنفی مذہب ہی مثلاً بخارا اور ہندوستان
مین اور وہان قاضی مالکی نہین پھر کسکے پاس مرافعہ کرے اور فتوی دینا بقول مالک یہ عین تقلید ہی اور اسکے جواز مین کسیکو نزاع اور گفتگو نہین بشرط عدم تلفیق کے
کیف وفی نکاح الخلاصۃ لو قیل لحنفی ما مذہب الامام الشافعی فی کذا وجب ان یقول قال ابو حنیفۃ کذا نعم لو قضی مالکی بذلک نفذ کما فی البحر والنہر اور کیونکر
فتوی دیا جاوے امام مالک کے قول پر اور حالانکہ خلاصہ کی کتاب النکاح مین یون مذکور ہی کہ اگر حنفی مذہب سے کوئی مسئلہ پوچھے کہ امام شافعیؒ کا مذہب ایسے
امر مین کیا ہی تو حنفی مذہب پر واجب ہی کہ یون کہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے اس امر مین یون کہا ہی ہان اگر قاضی مالکی مذہب نو مہینے کی عدت کا حکم کردے
تو اُسکا حکم نافذ ہوگا یعنے حنفی مذہب اسکو توڑ نہین سکتا اسواسطے کہ امر مجتہد فیہ بسبب حکم قاضی کے محکم ہوجاتا ہی کذا فی البحر الرائق والنہر الفائق م
حنفی مذہب باوجود سوال مذہب شافعیؒ کے بموجب امام اعظمؒ کے مذہب کے جواب اسواسطے دے کہ ہر شخص پر واجب ہی کہ مذہب کو بصواب کہے نہ بخطا اور حنفی کے اعتقاد مین
غیر کا قول خطا محتمل الصواب ہی لیکن محل اس اعتقاد کا مجتہد ہی نہ مقلد یعنی مجتہد اپنے قول کو صواب محتمل الخطا جانتا ہی اور غیر کے قول کو خطا محتمل الصواب

اعتقاد کرتا ہی اور مقلد پر غیر مذہب کو خطا اعتقاد کرنا واجب نہین بلکہ فقہا نے تصریح کردی ہی کہ تقلید مفضول کی جائز ہی باوجود فاضل کے حالانکہ
مفضول کی خطا زیادہ تر ہی فاضل سے چنانچہ صاحب بحر الرائق نے اپنے بعض رسائل مین اسکو بیان کیا ہی اور اسیواسطے حموی نے کہا ہی کہ صاحب نہر الفائق
نے جو خلاصہ کے قول سے اپنی بحث کی تقویت کی ہی وہ مسلم نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وقد نظمہ شیخنا الخیر الرملی فقال ؎ لممتدۃ طہر بتسعۃ اشہر * وفاعدۃ تم
بان مالکی یقرر * ومن بعدہ لا وجہ للنقض ہکذا * یقال بلا نقد علیہ ینظر * شارح کہتا ہی اور البتہ نظم کیا ہی اسکو ہمارے استاد خیر الدین رملی حنفی نے سو
یون فرمایا ہی کہ واسطے اُس عورت کے جسکا طہر ممتد ہی نو مہینے پوری عدت ہی اگر مالکی قاضی اسکا حکم کرکے ثابت کردے اور بعد حکم قاضی مالکی کے
کوئی وجہ نہین اس حکم توڑنے کی یعنی قاضی حنفی اس حکم کو نہین اُٹھا سکتا ایسا ہی قول کہنا چاہیے بلا خلل جسپر کوئی اعتراض اور نہین تو ناہی وفاعدۃ اصل مین
وفا رعدۃ ہی لیکن بضرورت نظم ہمزہ کو محذوف کردیا اور بعضے نسخون مین یقدر بجاے یقرر کے ہی طحطاوی نے کہا کہ جو اعتراض اس قول پر وارد ہوتا ہی سو مذکور
ہو چکا یعنی اکثر ملکون مین مالکی قاضی میسر نہین تو وہان نہایت مشقت اور تنگی ہوگی واما ممتدۃ الحیض فالمفتی بہ کما فی حیض الفتح تقدیر طہرہا بشہرین فستۃ اشہر
للاطہار وثلث حیض بشہر احتیاطاً اور جب عورت کا حیض دراز ہوجاوے یعنی ہمیشہ خون جاری رہے اور وہ اپنے حیض کی عادت بھول جاوے تو قول
مفتی بہ جو فتح القدیر کے باب الحیض مین مذکور ہی یہ ہی کہ اُسکے طہر کا اندازہ دو مہینے ہین تو اس حساب سے کل عدت اُسکی سات مہینے ہین چھ مہینے تین طہر کے اور
ایک مہینہ تین حیض کا بنابر احتیاط کے م اور یہ قول حکم کا ہی اور غیر مفتی بہ مرغینانی کا قول ہی کہ اُسکے نزدیک اُس عورت کی عدت تین مہینے ہین اور اگر عورت
کا خون ہمیشہ جاری ہو اور اُسکو اپنے حیض کی مدت یاد ہو تو بموجب اپنی عادت کے حساب کرے کذا فی البحر الرائق اور اگر شارح بجاے ممتدۃ الحیض کے استحاضہ کا لفظ
کہتا تو خوب تھا اسواسطے کہ حیض دس دن سے زیادہ نہین ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی ثلثۃ اشہر بالاہلۃ لو فی الغرۃ والا فبالایام بحر وغیرہ یعنی صغیرہ اور آئسہ اور بالغہ غیر
حائضہ کے حق مین تین مہینے کی عدت ہی اگر طلاق پہلی تاریخ واقع ہوئی تو حساب ہر مہینہ کا ہلال سے ہوگا اور اگر درمیان مہینے کے طلاق واقع ہوئی تو حساب ہر
مہینے کا دنون سے ہوگا یعنی ہر مہینہ تیس دن کا کذا فی البحر الرائق وغیرہ ان وطئت فی الکل ولو حکما کالخلوۃ ولو فاسدۃ کما مر عدت واجب ہوگی اگر عورت سے وطی ہوئی
ہو جمیع مسائل مذکورہ مین اگرچہ وطی حقیقی نہین بلکہ حکمی وطی ہو چنانچہ خلوت اگرچہ خلوت فاسدہ ہو چنانچہ اسکا بیان باب المہر مین ہوچکا شارح نے خلوت کو مطلق
کہا یعنی خلوت صحیحہ اور فاسدہ دونون سے عدت لازم ہوتی ہی اور یہی قول صحیح ہی اور ابتداے باب العدۃ مین فقط خلوت صحیحہ کو سبب عدت کا کیا موافق قدوری کے
قول کے جو غیر صحیح ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ولو رضیعا تجب العدۃ لا المہر قنیہ اور اگر زوج شیر خوار ہو اور بعد خلوت کے فراق ہو تو عدت بالاتفاق واجب ہوگی اور
امام محمد رح کے نزدیک مہر واجب ہوگا کذا فی القنیہ صورت فراق شیر خوار کی یہ ہی کہ شیر خوار کے باپ نے اُسکا نکاح فاسد کردیا اور بعد خلوت کے بحکم قاضی تفریق ہوئی
کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی **وعدۃ الموت اربعۃ اشہر** بالاہلۃ لو فی الغرۃ کما مر **وعشر** من الایام بشرط بقاء النکاح صحیحا الی الموت اور عدت زوج کی
موت کی چار مہینے ہین بحساب ہلال کے اگر موت پہلی تاریخ ہوئی ہو چنانچہ بیان اسکا ہوچکا اور دس دن یعنی چار مہینے دس دن عدت موت ہی بشرط باقی رہنے
نکاح کے صحیح موت تک اسواسطے کہ نکاح فاسد مین مرد کی موت سے عدت وفات کی نہین اور اگر مکاتب نے اپنی زوجہ کو خرید کیا بھر بدل کتابت ادا کرکے مرگیا تو اسکی زوجہ پر
عدت وفات نہین اسواسطے کہ موت کے وقت نکاح باقی نہین بسبب آزاد ہونے مکاتب کے اداے بدل کتابت سے بھر جب وہ قبل موت کے آزاد ہوا تو اپنی زوجہ کا مالک ہوا اور
سالانکہ ملک احد الزوجین سے نکاح باقی نہین رہتا **مطلقاً** وطئت او لا ولو صغیرۃ او کتابیۃ تحت مسلم ولو عبدا فلم یخرج عنہا الا الحامل عدت وفات مطلقا واجب ہی
عورت کی وطی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اگرچہ زوجہ صغیرہ یا کتابیہ ہو نیچے مسلمان کے اگرچہ مسلم غلام ہو تو زوج کی موت مین کسی وجہ کی عدت چار مہینے اور دس دن
سے خالی نہین سواے حاملہ کے کہ اسکی عدت بعد وضع حمل ہی قلت وعم کلامہ ممتدۃ الطہر لم ضع وہی واقعۃ الفتوی لم ارہا فلان فراجعہ شارح کہتا ہی کہ کلام مصنف کا
عدت وفات مین ممتدہ طہر کو بھی شامل ہی ممتدہ طہر کی مثال جیسے دودھ پلانے والی عورت کہ اُسکو اکثر حیض نہین ہوتا مدت تک اور اس مسئلہ کا فتوی طلب ہوا اور

مین نے اُسکو کسی کتاب فقہ مین مصرح نہین دیکھا سوائے دیکھنے والے دُر المختار کے اب اس مسئلہ کو تلاش کیجو کتب فقہ مین م طحطاوی نے کہا جب فقہا تصریح کر چکے
کہ عدت وفات سے کوئی خارج نہین سوائے حاملہ کے تو اس قاعدہ کلیہ مین ممتدۃ طہر بھی داخل ہی تو اب مراجعت اور تلاش کتب کی کیا حاجت ہی وفی حق امۃ
تحیض لطلاق لو فسخ حیضتان لعدم التجزی اور جس لونڈی کو حیض ہوتا ہی تو واسطے طلاق یا فسخ نکاح کے اسکے حق مین دو حیض کی عدت ہی بواسطہ عدم
قسمت پذیری حیض کے یعنی قاعدہ شرع کا یہ ہی کہ عدت لونڈی کی حرہ کی عدت سے آدھی ہوتی ہی یعنی ڈیڑھ حیض لیکن چونکہ حیض مین نصف اور ثلث متصور
نہین لہذا نصف کو پورا کر دیا وفی امۃ لم تحض لطلاق او فسخ او مات عنہا زوجہا نصف ما للحرۃ لقبول التنصیف اور اُس لونڈی کے حق مین جسکو حیض نہین آتا
بسبب خردی یا بزرگی کے یا بعد بلوغ کے بھی واسطے طلاق یا فسخ کے یا اُسکا زوج اسکو زندہ چھوڑ کر مر گیا حرہ کی آدھی عدت ہی بسبب لیاقت تنصیف
کے یعنی حرہ کی عدت ایسی صورتون مین آدھی ہو سکتی ہی لہذا لونڈی کی عدت یہان آدھی مقرر ہوئی تو صغیرہ اور آئسہ اور بالغہ بلا حیض کی عدت طلاق یا فسخ مین ڈیڑھ
مہینہ ہی اور عدت وفات دو مہینے پانچ دن ہی وفی حق الحامل مطلقا ولو امۃ او کتابیۃ او من زنا بان تزوج حبلی من زنا فدخل بہا ثم مات او طلقہا تعتد بالوضع جواہر
الفتاوی وضع جمیع حملہا لان الحمل اسم لجمیع ما فی البطن اور حاملہ کے حق مین مطلقا اگرچہ حاملہ لونڈی ہو یا کتابیہ ہو یا حاملہ زنا سے ہو اسطرح پر کہ مثلاً زید نے
نکاح کیا اُس عورت سے جسکو زنا کا حمل تھا پھر وطی کی اس سے اگرچہ وطی تا وضع حمل حرام تھی پھر زید مر گیا یا اسکو طلاق دی تو اسکی بھی عدت بوضع حمل ہو گی کذا فی
جواہر الفتاوی وضع جمیع حمل عدت ہی حاملہ کی اسواسطے کہ حمل نام ہی جمیع ما فی البطن کا تو اگر مثلاً آج ایک لڑکا جنی اور بعد مہینے کے دوسرا لڑکا جنی تو اسکی عدت
پچھلے لڑکے سے منقضی ہو گی نہ اول ولد سے وفی البحر خروج اکثر الولد کالکل فی کل الاحکام الا فی حلہا للازواج احتیاطا اور بحر الرائق مین ہی کہ نکلنا اکثر بدن
ولد کا مانند نکلنے کل بدن کے ہی سب احکام مین مگر عورت کے حلال ہونے مین واسطے ازواج کے اکثر بجائے کل نہین بنا بر احتیاط کے یعنی اگر حاملہ کے
پیٹ سے اکثر بدن ولد کا نکل آیا اور اقل اندر رہا تو عدت تمام ہوئی زوج اول پر حرام ہو گئی لیکن زوج ثانی کو ہنوز حلال نہین بنا بر اس احتیاط کے کہ جمیع حمل کا
وضع نہین ہوا ولا عبرۃ بخروج الراس ولو مع الاقل فلا قصاص بقطعہ اور کچھ اعتبار نہین سر نکلنے کا اگرچہ قدرے بدن کے ساتھ سر نکلا ہو تو اسقدر نکلنے
سے عدت آخر نہو گی اور قصاص بھی نہو گا اُسکے قطع کرنے مین بلکہ پورا خون بہا بھی واجب نہو گا بلکہ بیسوان حصہ خونبہا کا لازم ہو گا کذا فی حاشیۃ المدنی اور اگر
حمل گر گیا تو اگر کچھ اعضا جدا جدا معلوم ہوتے ہون تو عدت آخر ہوئی اور اگر خون بستہ یا گوشت کا لوتھڑا گرا تو عدت منقضی نہین ہوئی کذا فی العالمگیریہ
ناقلاً عن البدائع ولا یثبت نسبہ من المبانۃ او لاقل من سنتین ثم باقیہ لاکثر اور ثابت نہین ہوتا نسب ولد کا سر نکلنے سے عورت بائنہ کے پیٹ سے اگر کمتر دو
برس سے سر نکلا پھر اسکا باقی بدن بعد دو برس کے نکلا ولو کان زوجہا المیت صغیرا غیر مراہق وولدت لاقل من نصف حول من موتہ فی الاصح
لعموم انہ واولات الاحمال عدت حاملہ کی وضع حمل ہی اگرچہ زوج اُسکا جو مر گیا ہی صغیر ہو نہ قریب البلوغ اور جنی ہو صغیر کی زوجہ کمتر چھ مہینے سے با بتدائے
موت زوج سے بنا بر قول اصح کے ہر چند صغیر سے حمل متصور نہین لیکن انقضائے عدت بدون وضع حمل کے نہین بسبب عموم آیت قرآنی کے حق تعالی نے
فرمایا کہ حمل والیون کی عدت وضع حمل ہی اسمین خصوصیت بالغ کی نہین فرمائی تو صغیر اور کبیر کی موت یکسان ہو گئی اور یہ قول امام اور محمد کا ہی بخلاف
ابی یوسف کہ انکے نزدیک موت کی عدت لازم ہی نہ حمل کی وفیمن حبلت بعد موت الصبی بان ولدت لنصف حول فاکثر عدۃ الموت اجماعا
لعدم الحمل حین الموت اور جس عورت کے حق مین جو حاملہ ہو گئی بعد موت صغیر کے اسطرح کہ جنی چھ مہینے یا زیادہ مین موت کے بعد سے تو اسکو موت کی عدت لازم
ہی بالاجماع بسبب نہ ثابت ہونے حمل کے صغیر کی موت کے وقت بلکہ بعد موت صغیر کے حمل حادث ہوا بخلاف پہلی صورت کے ولا نسب فی حالیہما اذ لاماء
للصبی اور نسب ولد کا صغیر سے ثابت نہین دونون صورتون مین اسواسطے کہ صغیر مین منی نہین پھر جب منی نہین تو ولد کہان نعم ینبغی ثبوتہ من المراہق احتیاطا
فتح بان لائق ہی ثبوت نسب ولد کا زوج قریب البلوغ سے بنا بر احتیاط کے کذا فی فتح القدیر قریب البلوغ دس برس کے لڑکے کو کہتے ہین چنانچہ مذکور ہو چکا

ولو مات فی بطنها مضیٰ بقاء عدتها الی ان تنزل او تبلغ حد الایاس نہر اور اگر لڑکا حاملہ کے پیٹ مین مرگیا تو اُسکی بقاے عدت اُسکے گرنے تک سزاوار ہو یا کہ عورت نا امیدی تک پہونچے کذا فی النہر الفائق م یہ مسئلہ امام اور صاحبین سے منقول نہین یہ تجویز ہو صاحب نہر کی شیخ رحمتی نے کہا کہ جب عورت نا امیدی کی عمر کو پہونچی تو تین مہینے کی عدت ہوگی لیکن یہ مخالف ہو عموم آیت قرآنی کے کہ حمل والیون کی عدت وضع حمل ہو اور شاید صاحب نہر الفائق نے حد ایاس سے دو برس پورے کا ارادہ کیا ہو نہ سن ایاس کا اسواسطے کہ فقہا کا یہ قول کہ لڑکا دو برس سے زیادہ پیٹ مین نہین ٹھہرتا زندہ اور مردہ دونون کو شامل ہو کذا فی حاشیۃ المدنی و فی حق امرأۃ الفار من الطلاق البائن ان مات وہی فی العدۃ ابعد الاجلین من عدۃ الوفاۃ وعدۃ الطلاق احتیاطاً بان تربص اربعۃ اشہر وعشرا من وقت الموت فیها ثلث حیض من وقت الطلاق شمنی وفیہ قصور لانها لو لم ترفیها حیضا تعتد بعدها بثلث حیض حتی لو امتد طهرها تبقی عدتها حتی تبلغ الایاس فتح اور زوجۂ فار کے حق مین طلاق بائن کی عدت اگر مرد مرگیا ہو عورت کی عدت مین تو ابعد الاجلین ہو یعنے عدت وفات اور عدت طلاق مین جو بعید تر ہو وہ عدت کرنا لازم ہو بنا بر احتیاط کے اسطرح پر کہ چار مہینے اور دس دن انتظار کرے موت کے وقت سے اسی چار مہینے دس دن مین تین حیض بھی گذر جائین شروع طلاق سے کذا ذکرہ الشمنی اور اس بیان مین قصور ہو یعنی ابعد الاجلین کی تفسیر جو شمنی نے کی پوری نہین کہ سب صورتون کو شامل نہین اسواسطے کہ اگر عورت نے چار مہینے دس دن مین حیض نہ دیکھا تو وہ بعد چار مہینے دس دن کے تین حیض کی عدت کرے جتنے دنون مین ہو یہانتک کہ اگر عورت کا طہر دراز ہو جاوے حیض نہ آوے تو اُسکی عدت باقی رہیگی نا امیدی کی عمر تک کذا فی فتح القدیر اور بعد پچاس برس کے تین مہینے کی عدت ہوگی م تفسیر ابعد الاجلین کی آسان طریق پر موافق فتاوی قاضیخان کے یون ہو کہ اگر چار مہینے دس دن مین تین حیض بھی گذر جاوین تو عدت منقضی ہوگئی اور اگر چار مہینے دس دن ہو چکین اور تین حیض نہو چکین تو جبتک تین بار حیض نہو گا عدت آخر نہوگی اور اگر تین حیض قبل چار مہینے دس دن کے ہو چکین تو بدون تمام ہونے چار مہینے دس دن کے عدت منقضی نہوگی فائدہ عدت ابعد الاجلین چار صورتون مین ہوتی ہو ایک فار کی عورت جسکا بیان ابھی تھا دوسری صورت یہ کہ زوج کی دو عورتین ہین اور اُسنے ایک کو معین کرکے طلاق دی بشرطیکہ دونون سے وطی کر چکا ہو اور دونون حیض والیان ہون پھر زوج مرگیا اور یاد نرہا کہ دونون مین سے مطلقہ کون ہو تو ہر عورت پر واجب ہو ابعد الاجلین تیسری صورت یہ کہ دو عورتون مین سے ایک کو بلا تعین تین بار طلاق دی اپنی صحت مین پھر مرگیا بدون بیان کئے تعین کے تو ہر عورت کی عدت ابعد الاجلین ہو چوتھی یہ صورت کہ دو عورتون مین سے ایک کو طلاق دی بلا تعین صحت مین پھر اپنے مرض الموت مین بیان کردیا کہ فلانی کو طلاق دی تھی اور قبل انقضاے عدت طلاق مرگیا تو مطلقہ پر ابعد الاجلین کی عدت واجب ہوگی کذا فی فتاوی قاضیخان اور پانچوین صورت ابعد الاجلین کی وہ ہو جسکو شارح اسی باب مین مذکور کر چکا یعنی جس ام ولد کا مولی اور زوج دونون مرجاوین اور معلوم نہو کہ کون پہلے مرگیا و قید بالبائن لان المطلقۃ الرجعی بالموت اجماعاً اور فار کے زوجہ کی ابعد الاجلین عدت ہونے مین مصنف نے طلاق بائن کی قید لگائی اسواسطے کہ اسکی مطلقہ رجعی کی عدت وہ ہو جو موت کی عدت ہو بالاتفاق یعنی چار مہینے دس دن کی عدت ہو خواہ اسمین تین حیض ہون یا نہون والعدۃ فیمن عتقت فی عدۃ رجعی لا عدۃ البائن والا الموت ان تتم کعدۃ حرۃ اور عدت اُس لونڈی کے حق مین جو آزاد ہوگئی طلاق رجعی کی عدت مین نہ طلاق بائن کی عدت مین اور نہ موت کی عدت مین یہ ہو کہ پوری کرے عدت کو مانند حرہ کی عدت کے یعنی لونڈی کے زوج نے اُسکو طلاق رجعی دی تو اُسکی عدت تھی دو حیض یا ڈیڑھ مہینہ لیکن ہنوز اُسکی عدت منقضی نہوئی تھی کہ اُسکے مولی نے اُسکو آزاد کردیا تو اب اُسپر حرہ کی عدت پوری لازم ہوگئی یعنی تین حیض کی عدت اور اگر صغیرہ یا آئسہ ہو تو تین مہینے کی عدت و عتقت فی احدهما ای البائن او الموت فکعدۃ امۃ لبقاء النکاح فی الرجعی دون الاخیرین اور اگر لونڈی آزاد ہوئی طلاق بائن یا زوج کی موت مین تو اُسکی عدت مانند لونڈی کی عدت کے ہو بسبب باقی رہنے نکاح کے طلاق رجعی مین نہ بائن اور موت مین یعنی چونکہ رجعی مین نکاح قائم ہو لہذا مطلقہ رجعی کی عدت مانند حرہ کے ہو بخلاف بائن اور موت کے و تنتقل العدۃ سناکاۃ صغیرۃ منکوحۃ طلقت رجعیا فتعتد بشهر و نصف

فحاضت تصیر حیضتین فاعتقت تصیر ثلثا فامتد طہرہا للایاس تصیر بالاشہر فعاد دمہا تصیر بالحیض فمات زوجہا تصیر اربعۃ اشہر وعشرا اور گاہے بدلتی ہی عدت
چہ طرح پر چنانچہ لونڈی صغیرہ منکوحہ کو طلاق رجعی ہوئی تو اُسکی عدت ہی ڈیڑھ مہینہ پھر اُسکو قبل گذرنے ڈیڑھ مہینے کے حیض آیا تو اب دو حیض کی عدت
ہو گئی پھر قبل انقضاے عدت کے وہ آزاد ہو گئی تو اُسکی عدت تین حیض کی ہو گئی پھر قبل تین حیض کے طہر اُسکا دراز ہو گیا یعنی پچاس برس کی
عمر تک حیض آیا تو اب اُسکی عدت تین مہینے کی ہو گئی پھر قبل گذرنے تین مہینے کے حیض جاری ہوا تو تین حیض کی عدت ہو گئی پھر قبل انقضاے
تین حیض کے زوج اُسکا مر گیا تو اب چار مہینے دس دن کی عدت ہو گی تو یہ پانچ بار انتقال ہوا اور شارح چہ بار کے انتقال کا قائل ہی تو شاید کہ
اُسنے پہلی صورت کو بھی انتقال قرار دیا ہی واللہ اعلم الآیسۃ اعتدت بالاشہر ثم عاد دمہا علی جاری عادتہا او حبلت من زوج آخر بطلت عدتہا وفسد نکاحہا
واستانفت بالحیض لان شرط الخلفیۃ تحقق الایاس عن الاصل وذلک بالعجز الدائم الی الموت وہو ظاہر الروایۃ کما فی الغایۃ واختارہ فی الہدایۃ
فتعین المصیر الیہ قالہ فی البحر بعد حکایتہ ستۃ اقوال مصححۃ واقرہ المصنف آئسہ نے مہینون کی عدت کی پھر عود کیا اُسکے حیض نے بکثرت جاری ہو کر موافق
عادت قدیمی کے یا کہ اُسکو حیض نہ آیا لیکن بعد تین مہینے کی عدت کے اُسنے نکاح کیا اور دوسرے زوج سے وہ حاملہ ہو گئی تو اس حیض کے آنے یا حاملہ
ہونے سے مہینون کی عدت باطل ہو گئی اور نکاح ثانی فاسد ہو گیا اسواسطے کہ عین عدت مین ہوا تو اب وہ عورت سرے سے عدت کو بحساب حیض شروع
کرے اسواسطے کہ عدت بالاشہر خلیفہ (نایب ۱۲) تھی عدت بالحیض کی اور شرط خلیفہ ہونے کی یہ ہی کہ اصل سے ناامیدی متحقق ہو اور تحقق ناامیدی بسبب ناامیدی
دائمی کے ہوتا ہی موت تک تو اس صورت مین بسبب حیض آنے یا حاملہ ہونے کے ناامیدی نرہی اسواسطے کہ آئسہ وہ ہی جسکو نہ حیض ہو نہ حمل اور یہی بطلان اور
استیناف عدت ظاہر الروایۃ ہی کذا فی الغایۃ اور اُسکو پسند کیا ہی ہدایہ مین تو اسی روایت پر رجوع اعتماد مقرر ہو گیا ایسا ہی کہا ہی بحر الرائق مین بعد نقل کرنے چہ قول کے
جنکی تصحیح ہو چکی ہی اس مسئلہ مین اور اسی ظاہر الروایۃ کو ثابت رکھا ہی مصنف نے متن اور شرح مین مع آئسہ کے حیض جاری ہونے کی مراد مین چند قول ہین لیکن ترجمہ
مین کثرت سیلان ہی کو مذکور کیا اسواسطے کہ بحر الرائق مین مذکور ہی کہ معراج الدرایۃ مین اسی قول پر فتوی ہی لکن اختار البہنسی ما اختارہ الشہید انہا ان رأتہ
قبل تمام الاشہر استانفت لا بعدہا قلت وہو ما اختارہ صدر الشریعۃ وملا خسرو والباقانی واقرہ المصنف فی باب الحیض وعلیہ فالنکاح جائز وتعتد فی المستقبل
بالحیض کما صححہ فی الخلاصۃ وغیرہا وفی الجوہرۃ والمجتبی انہ الصحیح المختار وعلیہ الفتوی وفی تصحیح القدوری وہذا التصحیح اولی من تصحیح الہدایۃ وفی
النہر انہ اعدل الاقوال وتمامہ فیما حققتہ علی الملتقی لیکن اختیار کیا ہی بہنسی نے جسکو شہید نے اختیار کیا ہی وہ یہ ہی کہ اگر آئسہ نے قبل تمام ہونے
تین مہینے کے حیض کو دیکھا تب تو عدت مہینون کی باطل ہوئی سرے سے حیض کی عدت شروع کرے اور بعد تمام ہونے تین مہینے کے
حیض دیکھا تو عدت پوری ہو گئی اب استیناف عدت کا نہ کرے شارح کہتا ہی اسی کو صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ مین اور ملا خسرو اور باقانی نے پسند کیا ہی
اور اسی قول کو مصنف نے باب الحیض مین ثابت رکھا ہی اور بموجب اس قول مختار کے بعد تین مہینے کے نکاح زوج ثانی کا جائز ہی نہ فاسد اور زمان مستقبل
مین اگر زوج ثانی طلاق دیوے عورت بحساب حیض عدت کرے چنانچہ اسی کی تصحیح کی ہی خلاصہ وغیرہا مین اور جوہرہ اور مجتبی مین کہا ہی کہ یہی قول صحیح اور مختار ہی
اور اسی پر فتوی ہی اور تصحیح قدوری مین یون ہی کہ تصحیح اس قول کی بہتر ہی تصحیح ہدایہ سے اور نہر الفائق مین کہا ہی کہ یہی قول سب روایات مین معتدل تر ہی
اور پوری تقریر اسکی شارح کی اُس شرح مین ہی جو ملتقی الابحر پر لکھی والصغیرۃ لو حاضت بعد تمام الاشہر لا تستانف الا اذا حاضت فی اثنائہا فتستانف بالحیض
کما تستانف العدۃ بالشہور من حاضت حیضۃ او ثنتین ثم ایست تحرزا عن الجمع بین الاصل والبدل اور صغیرہ کو اگر حیض آوے بعد تمام ہونے تین
مہینے کے تو استیناف عدت کا حیض سے نکرے مگر جبکہ اُسکو درمیان عدت کے حیض آوے یعنی تین مہینے کے اندر آوے تو حیض سے عدت شروع کرے چنانچہ
استیناف عدت کا مہینون سے وہ عورت کرتی ہی جسکو ایکبار یا دو بار حیض آیا پھر وہ آئسہ ہو گئی یعنی پچپن برس کو پہونچ گئی ان صورتون مین پہلی عدت چھوڑ کر دوسری عدت

کا حکم اسواسطے ہوتا کہ جمع ہو جانے اصل اور بدل سے بچا و رہے اسواسطے کہ بدل درصورت تعذر اصل ہوتا ہی تو کچھ عدت اصل ہو اور کچھ بدل جائز نہین **والایاس سنة للروية وغيرها خمس وخمسون عند الجمهور وعليه الفتوى وقيل الفتوى على خمسين نهر** اور ایاس یعنی ناامیدی کی عمر خواہ عورت روم کی رہنے والی ہو خواہ اور کسی ملک کی پچپن برس ہی نزدیک اکثر فقہا کے اور اسی قول پر فتوی ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ پچاس برس پر فتوی ہی کذا فی النهر الفائق م محمد سے روایت ہی کہ روم کی عورت مین حد ایاس پچپن برس اور اسکے سوا مین ساٹھ یا ستر برس لیکن اس روایت پر فتوی نہین کذا فی البحر الرائق **وفي البحر عن الجامع صغيرة بلغت ثلثين سنة ولم تحض حكم باياسها** اور بحر الرائق مین جامع سے منقول ہو کہ صغیرہ تیس برس کو پہونچی اور اسکو حیض نہ آیا تو اسپر ایاس کا حکم کیا جاویگا **وعدة المنكوحة نكاحا فاسدا فلا عدة في باطلة وكذا موقوف قبل الاجازة اختيار لكن الصواب ثبوت العدة والنسب** بحر اور عدت منکوحہ بنکاح فاسد کی حیض ہو تو نکاح فاسد کی قید سے نکاح باطل نکل گیا کہ اسمین عدت نہین نکاح باطل یہ کہ غیر کی عورت سے دانستہ نکاح کرے اور اسی طرح نکاح موقوف مین قبل اجازت کے عدت نہین کذا فی الاختیار نکاح موقوف جیسے نکاح فضولی کا یا نکاح غلام یا لونڈی کا بلا اذن مولی لیکن حق یہ ہی کہ نکاح موقوف مین عدت اور نسب ولد کا ثابت ہی کذا فی البحر الرائق **والموطوءة لشبهة ومنه تزوج امرأة الغير غير عالم بحالها كما سيجيء** والموطوءة بشبهة ان تقيم مع زوجها الاول وتخرج باذنه في العدة لقيام النكاح بينهما وانما حرم الوطي حتى تلزمه نفقتها وكسوتها بحر يعني اذا لم تكن عالمة راضية كما سيجيء اور عدت اس عورت کی جسکی وطی بشبہہ ہوئی اور منجملہ وطی بشبہہ غیر کی عورت سے نکاح کر لینا ہی نادانستہ چنانچہ آخر باب مین آویگا اور اگر مرد نے دانستہ غیر کی عورت سے نکاح کیا تو وہ شبہہ نہین صریح زنا ہی تو اسمین عدت نہین اور جسکی وطی بشبہہ ہوگئی اسکو اپنے اول زوج کے پاس رہنا جائز ہی اور نکلنا گھر سے اسکی اجازت سے عدت مین لازم ہی بسبب قائم رہنے نکاح کے دونون مین اور زوج اول کو حرام تو فقط وطی ہی عدت تک قیام نکاح کا یہانتک ثابت ہی کہ زوج اول کو عورت کا نفقہ اور لباس دینا لازم ہی کذا فی البحر الرائق شارح کہتا ہی نفقہ زوج اول پر اسوقت لازم ہوگا جبکہ عورت واقف اور راضی نہو یعنی دونون قیدین یا ایک قید ضرور ہی وجوب نفقہ مین چنانچہ اگر عورت واقف ہو کہ یہ شخص میرا زوج نہین لیکن بجبر اسکو مرد کے پاس شب زفاف مین کر دیا ہو اور مرد سے کہا ہو کہ یہ تیری عورت ہی اور وقت وطی کے ہرچند عورت نے کہا ہو کہ مین غیر کی زوجہ ہون لیکن اسنے اعتبار نہ کیا ہو اور تلوار سے دھمکایا ہو تو اس صورت مین کسی پر حد نہین مرد پر بسبب شبہہ کے اور عورت پر بسبب جبر کے اور عدت بعد وطی کے اسپر واجب ہوگی اور نفقہ زوج اول پر لازم ہوگا اسواسطے کہ عورت کا کچھ قصور نہین کذا فی حاشیة المدنی **وام الولد فلا عدة على مدبرة ومعتقة غير الآئسة والحامل فان عدتهما بالاشهر والوضع** اور عدت ام ولد کی تو اس قید سے مدبرہ اور معتقہ پر عدت نہین دران حالیکہ ام ولد آئسہ اور حاملہ نہو اسواسطے کہ عدت آئسہ کی دو مہینون سے ہی اور عدت حاملہ کی بوضع حمل ہی **الحيض للموت اي موت الواطي وغيره كفرقة** او متاركة لان عدتهما للتعرف براءة الرحم وهو بالحيض ولم يكتف بحيضة احتياطا یعنی عدت منکوحہ بنکاح فاسد اور موطوءہ بشبہہ اور ام ولد کی بشرط عدم ایاس اور حمل کے فقط تین حیض ہین وطی کرنے والی کی عدت مین بھی حیض کی عدت ہی نہ مہینون کی اور غیر موت مین بھی تین حیض ہی کی عدت ہی غیر موت کی عدت جیسے نکاح فاسد مین فرقت ہوئی ہو بحکم قاضی یا اظہار ترک وطی کے عزم کا ایسی عورتون کی عدت بالحیض ہوئی نہ بالاشہر اسواسطے کہ عدت انکی محض واسطے دریافت کرنے صفائی رحم کے ہی اور یہ دریافت نہین ہو سکتا مگر حیض سے اور ہرچند ایک حیض سے بھی صفائی معلوم ہو جاتی ہی لیکن ایک حیض پر کفایت نہ کی بلکہ بنا بر احتیاط کے تین حیض مقرر ہوئے **ولا اعتداد بحيض طلقت فيه اجماعا** اور اس حیض کا جسمین طلاق واقع ہوئی عورت پر شمار نہین عدت مین بالاجماع اسواسطے کہ قرآن سے حرہ کی عدت مین تین حیض اور حدیث سے لونڈی کی عدت مین دو حیض ثابت ہین تو پورے حیض معتبر ہونگے نہ ناقص لہذا طلاق والا حیض ساقط الاعتبار ہی یعنی اسکے سوا تین اور حیض حرہ مین اور دو حیض لونڈی مین لازم ہونگے **واذا وطئت المعتدة لشبهة ولو من المطلق وجب عدة اخرى** لتجدد السبب **وتداخلتا والمرئي من الحيض منهما**

وعليها ان تتم العدة الثانية ان تمت الاولى اور جب وطی ہوگئی عدت والی عورت کی شبہہ سے اگرچہ طلاق دینے والے زوج نے ہی وطی کی تو واجب ہوگی معتدہ
پر دوسری عدت بسبب متجدد ہونے سبب عدت کے اور دونوں عدتیں متداخل ہوجاوینگی یعنی ملجاوینگی اور جو حیض کہ بعد وجوب عدت ثانیہ کے دکھائی
دیگا وہ دونوں عدتوں میں شمار ہوگا اور واجب ہوگا معتدہ پر پورا کرنا دوسری عدت کا اگر تمام ہوگئی پہلی عدت چنانچہ اگر عورت کو طلاق بائن ہوئی
اور اسکو ایکبار حیض آیا اور اُسنے دوسرے زوج سے نکاح کیا اور بعد وطی کے تفریق ہوئی پھر عورت کو اور دو بار حیض آیا تو یہ تینوں حیض دونوں عدتوں میں
محسوب ہونگے تو زوج اول کی عدت تو پوری ہوگئی پہلا حیض اور یہ دو حیض ملکر اور زوج ثانی کی عدت میں فقط دو ہی حیض ہیں تو جب ایک حیض اور ہوگا تب ثانی
کی عدت تمام ہوگی خلاصہ یہ ہو کہ یہاں چار حیض ہیں پہلا حیض تو پہلی عدت کو مخصوص ہو اور پچھلا حیض دوسری عدت کو مخصوص ہو اور درمیان کے دو حیض
دونوں عدتوں میں مشترک اور متداخل ہیں م معتدہ سے مراد طلاق بائن کی معتدہ ہو تاکہ زوج مطلق کی وطی داخل ہے وطی لشبہہ میں اور اگر طلاق رجعی کی عدت
میں معتدہ سے زوج وطی کریگا تو رجعت ثابت ہو جاویگی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو بالاشہر او بہا لو معتدۃ وفاۃ اور اسیطرح متداخل ہونگی دو عدتیں اگر ہر ایک
عدت مہینوں کی ہو چنانچہ آئسہ کی عدت میں وطی لشبہہ ہوگئی تو اگر پہلی عدت آخر ہوئی قبل دوسری کے تو دوسری عدت کا بھی پورا کرنا مہینوں سے واجب ہوگا یا ایک
عدت مہینوں کی ہو اور دوسری حیض کی اگر معتدہ وفات ہو یعنی ایک عورت وفات زوج سے چار مہینے دس دن کی عدت میں تھی کہ اسکی وطی لشبہہ ہوگئی تو
دوسری عدت حیض کی ہوگی تو اگر چار مہینے دس دن میں تین حیض بھی ہو گئے تو دونوں عدتیں منقضی ہوگئیں بسبب تداخل کے اور اگر اس مدت میں حیض جاری
نہوا تو بعد اس مدت کے تین حیض کی عدت ثانیہ علیحدہ واجب ہوگی کذا فی البحر الرائق فلو حذف قوله والمرئی منها لعمتهما وعم الحامل لو حبلت فعدتها الوضع لا معتدة
الوفاة فلا تتغير بالحمل كما مر وصححه فی البدائع سو جب معلوم ہوا کہ تداخل دو عدتوں کا جیسا کہ حیض کی عدتوں میں ہوتا ہو ویسا ہی مہینوں کی عدت میں بھی ہوتا ہو
تو اگر مصنف اپنے قول المرئی منها کو محذوف کرتا یعنی رویت حیض نہ مذکور کرتا تو دونوں قسم کی عدتوں کو شامل ہوتا اور اُس معتدہ کو بھی شامل ہوتا جو عدت
میں حاملہ ہوگئی تو اُسکی عدت وضع حمل ہو یعنے اُس عورت کو دو عدتیں لازم ہیں ایک حیض کی دوسری وضع کی لیکن دونوں عدتیں وضع حمل سے منقضی
ہوجاوینگی اسواسطے کہ حاملہ کو حیض نہیں آتا کذا فی الکافی پھر حاملہ کی عدت وضع حمل ہو مگر معتدہ وفات کی عدت مہینوں کے حساب سے ہو سو اسکو تغیر نہیں
ہوتا حمل سے چنانچہ گذر گیا اسکا بیان وجہ صغیر میں جبکہ بعد موت صغیر کے وہ حاملہ ہوجاوے اور اسی روایت کی تصحیح کی بدائع میں ومبدأ العدة بعد الطلاق و
بعد الموت على الفور اور عدت کا شروع بعد طلاق اور بعد موت کے ہوتا ہو فی الفور بلا توقف وتنقضی العدة وان جهلت المرأة بهما ای الطلاق والموت لانها
اجل فلا يشترط العلم بمضيه سواء اعترف بالطلاق او انكر اور آخر ہو جاتی ہو عدت اگرچہ عورت کو خبر نہو طلاق اور موت کی یعنی زوج نے طلاق دی اور
تین حیض ہو گئے یا زوج مرگیا اور چار مہینے دس دن گذر گئے عدت آخر ہوگئی عورت کو طلاق اور موت کی خبر ہو یا نہو اسواسطے عدت نام ہو مدت معین
کا سو گذر گئی تو اُسکے گذر جانے کا علم مشروط نہیں خواہ زوج طلاق کا مقر ہو یا منکر فلو طلق امراته ثم انكر واقيمت عليه بينة وقضى القاضى بالفرقة
كان اوجنة علیه فی الشوال وقضی به فی المحرم فالعدة من وقت الطلاق لا من القضاء بزازیہ سو اگر زوج نے طلاق دی اپنی عورت کو پھر منکر ہو گیا اور گواہوں
نے اسکو جھوٹا کیا اور قاضی نے حکم دیا جدائی کا مثلاً عورت نے دعویٰ کیا کہ زوج نے اسکو شوال میں طلاق دی تھی اور حکم جدائی کا ہوا محرم میں تو عدت کی ابتدا طلاق
کے وقت سے ہوگی یعنی شوال سے نہ قاضی کے حکم دینے سے یعنی محرم سے کذا فی البزازیہ وفی الطلاق المبهم من وقت البيان اور طلاق مبہم میں ابتداے عدت بیان کے وقت
سے ہوگی نہ طلاق سے ولو شهدا بطلاقها ثم بعد ايام عدلا فقضى بالفرقة فالعدة من وقت الطلاق لا القضاء اور اگر دو شاہدوں نے گواہی دی عورت
کی طلاق کی پھر بعد چند روز کے عدالت شاہدون کی ثابت ہوئی پھر قاضی نے حکم جدائی کا دیا تو ابتداے عدت وقت طلاق سے ہوگی نہ قضا سے
بخلاف ما لو اقر بطلاقها منذ زمان ماض [illegible]

کیا عورت کی طلاق کا شروع زمان ماضی سے مثلاً رجب مین کہا کہ مین نے محرم مین طلاق دی تھی تو فتوی اسپر ہو کہ ابتداے عدت اقرار کے وقت سے
ہوگی مطلقاً خواہ عورت اُسکی تصدیق کرے یا تکذیب یا کہے کہ مجھکو معلوم نہین یہ فتوی ہوا تا کہ موافقت دونون کی تہمت دور ہوجاوے یعنی احتمال ہو کہ خلاف
واقع اظہار انقضاے عدت مین زوج اور زوجہ موافق ہوگئے ہون کسی غرض سے مثلاً زوج کی یہ غرض ہو کہ پانچوین عورت سے نکاح کرے اور عورت کی یہ غرض
ہو کہ زوج ثانی سے نکاح کرے تو اس تہمت کے مندفع ہونے کے واسطے فتوی یہ ہوا کہ اقرار طلاق سے عدت شروع ہو نہ زمان ماضی سے لکن ان کذبتہ فی
الاسناد او قالت لا ادری وجبت العدۃ من وقت الاقرار ولہا النفقۃ والسکنی وان صدقتہ فکذلک غیر انہ ان وطیہا لزمہ مہر ثان اختیار ولا النفقۃ
ولا السکنی ولا الکسوۃ لہا لقبول قولہا علی نفسہا لیکن اگر عورت نے تکذیب زوج کی اسناد مین کی یعنی زوج نے جو طلاق کو زمان ماضی کی طرف
منسوب کیا تھا اُسکی تکذیب کی یا کہ عورت نے کہا کہ مین نہین جانتی تو عدت واجب ہوگی وقت اقرار سے اور عورت کا نفقہ اور سکنی مرد پر لازم ہوگا اور اگر
عورت نے زوج کے طلاق دینے زمان ماضی کی تصدیق کی تو بھی اسی طرح عدت واجب ہوگی وقت اقرار سے سواے اس بات کے کہ اگر زوج نے وطی کی ہوگی
بعد اُسوقت کے جسمین ایقاع طلاق کا اظہار کرتا ہو تو دوسرا مہر اسپر لازم ہوگا بشرطیکہ طلاق بائن ہو کذا فی الاختیار اور عورت کا نفقہ لازم نہوگا اور نہ سکنی اور
نہ لباس بسبب مقبول ہونے عورت کے قول کے اُسکی ذات کی مضرت پر کذا فی الخانیہ یعنی عورت خود قائل ہوچکی کہ میری عدت گذر چکی تو اُسکا حق ساقط
ہوگیا وفیہا ابانہا ثم اقام معہا زمانا ان مقر الطلاق تنقضی عدتہا لا ان منکرا اور خانیہ مین ہو کہ زوج نے اپنی عورت کو طلاق بائن دی پھر اُسکے پاس رہا کیا مدت تک
اگر مقر ہو اُسکی طلاق کا تو عدت اُسکی منقضی ہوگی اور اگر منکر ہو طلاق کا تو عدت نہ آخر ہوگی وفی اول طلاق جواہر الفتاوی ابانہا واقام معہا فان اشتہر
طلاقہا فیما بین الناس تنقضی والا لا وکذا لو خالعہا بین الناس واشہد علی ذلک تنقضی والا لا ہو الصحیح وکذا لو کتم طلاقہا لم تنقض زجرا انتہی وحینئذ
فمبدأہا من وقت الثبوت والظہور اور جواہر الفتاوی کی اول کتاب الطلاق مین یون ہو کہ زوج نے طلاق بائن دی عورت کو پھر اُسکے ساتھ رہا کیا
سو اگر اُسکا طلاق دینا لوگون مین مشہور ہوگیا تو عدت اُسکی منقضی ہوگئی اور اگر طلاق مشہور نہین تو انقضاے عدت نہین اور اسی طرح اگر خلع کیا
عورت سے سو اگر خلع مشہور ہوگیا لوگون مین اور گواہ کیا لوگون کو اُسپر تو عدت منقضی ہوگئی اور نہین تو نہین یہی قول صحیح ہو اور اسی طرح اگر مرد نے
عورت کی طلاق مخفی رکھی تو عدت منقضی نہوگی مرد کی جھڑکی کیواسطے انتہی کلام جواہر الفتاوی شارح کہتا ہو کہ اسوقت یعنی عدم شہرت طلاق مین ابتداے
عدت وقت ثبوت اور ظہور طلاق سے ہوگی و مبدأہا فی النکاح الفاسد بعد التفریق من القاضی بینہما ثم لو وطیہا حد جوہرہ وغیرہا وقیدہ فی البحر بحثا بکونہ
بعد العدۃ لعدم الحد بوطی المعتدۃ اور ابتداے عدت نکاح فاسد مین بعد تفریق کردینے قاضی کے ہو دونون مین پھر اگر مرد وطی اُس عورت سے کریگا تو اُسکو
حد ماری جاویگی کذا فی الجوہرہ وغیرہا اور بحر الرائق مین دلیل بیان کرکے مخصوص کیا ہو وطی کو ساتھ ہونے وطی کے بعد عدت کے یعنی حد اس صورت
مین لازم آویگی جب وطی بعد عدت کے ہوئی ہو اسواسطے کہ معتدہ کی وطی مین حد نہین او المتارکۃ ای اظہار العزم من الزوج علی ترک وطیہا بان یقول بلسانہ ترکتک
ونحوہ یا ابتداے عدت نکاح فاسد مین بعد متارکت کے ہو یعنی قصد کرنا زوج کا عورت کی ترک وطی پر اسطرح کہ اپنی زبان سے کہے عورت سے کہ مین نے تجھکو چھوڑا
یا اسیطرح کچھ اور کہے ومنہ الطلاق وانکار النکاح لو بحضرتہا والا لا بمجرد العزم لو مدخولۃ ولو لا فیکفی تفرق الابدان اور از قسم متارکت ہی طلاق دینا یا نکاح
فاسد سے انکار کرنا اگر عورت کے سامنے طلاق اور انکار ہوا ہو اور اگر عورت کے پیچھے طلاق اور انکار کریگا تو متارکت صحیح نہوگی اگر منکوحہ بنکاح فاسد
مدخولہ ہو تو اب فقط عزم ترک سے متارکت نہ جائز ہوگی اور اگر مدخولہ نہین ہو تو فقط تفرق ابدان کافی ہو یعنی عورت کو اسطرح چھوڑ کر چلا جانا کہ پھر اُسکے پاس آنے کا ارادہ نہو والخلوۃ
فی النکاح الفاسد لا توجب العدۃ اور خلوت کرنا نکاح فاسد مین خواہ خلوت صحیحہ ہو خواہ فاسدہ موجب عدت کی نہین والطلاق فیہ لا ینقص عدد الطلاق لانہ فسخ جوہرہ ولا تعتد
... عورت سے نکاح صحیح کریگا تو پوری تین طلاق کا مالک ہوگا سواسطے کہ نکاح

فاسد کی طلاق فسخ ہی طلاق واقعی کذا فی الجوہرۃ اور نکاح فاسد مین عورت زوج کے گھر مین عدت کو نہ آخر کرے اسواسطے کہ واقع مین وہ زوج ہی نہین کذا
فی البزازیۃ قالت مضت عدتی والمدۃ تحتملہ وکذبہا الزوج قبل قولہا مع حلفہا والا تحتمل المدۃ لا لان الامین انما یصدق فیما لا یخالفہ الظاہر
کہا معتدہ نے کہ میری عدت ہو چکی اور مدت گنجایش رکھتی ہی انقضاے عدت کو اور زوج عورت کی تکذیب کرتا ہی تو مقبول ہوگا قول عورت کا ساتھ قسم کہانے
عورت کے اور اگر مدت مین انقضاے عدت کا احتمال نہین تو قول عورت کا مقبول نہین اسواسطے کہ ہرچند عورت اس بیان مین امین ہی اور امین کا قول البتہ مقبول
ہوتا ہی لیکن امین کے قول کی اُسوقت تصدیق ہوتی ہی جب ظاہر حال اُسکے بیان کے مخالف نہو اور جب عدت مین گنجائش انقضاے عدت کی نہوے تو ظاہر حال
اُسکا مخالف ہوا لہذا اُسکا قول مقبول نہوگا ثم لو بالشہور فالمقدر بالمذکور ولو بالحیض فاقلہا لحرۃ ستون یوما ولامۃ اربعون پھر اگر عدت عورت کے مہینون کی ہو جیسے
صغیرہ اور آئسہ کی تو تقدیر اُسکی مذکور ہو چکی یعنی طلاق اور فسخ مین تین مہینے اور موت مین چار مہینے دس دن اور اگر لونڈی ہو تو آدھی اُسکی اور اگر عدت حیضون کی
ہی تو کمتر مدت انقضاے عدت کی حرہ کے حق مین ساٹھ دن ہین اور لونڈی کے حق مین چالیس دن ہم ساٹھ دن اس حساب سے ہوے کہ گویا اول طہر مین طلاق
واقع ہوئی قبل وطی کے اسواسطے کہ معتبر طلاق سنی ہی نہ بدعی تو تین طہر کے پینتالیس دن ہوے اور تین حیض کے باعتبار اوسط مرتبہ کے پندرہ دن تو سب ساٹھ دن ہوئے
اور اسیطرح لونڈی کے دو طہر کے تیس دن اور دو حیض کے دس دن مجموع چالیس دن ہوئے یہ مذہب امام اعظم کا ہی بروایت امام محمد کے اور صاحبین کے نزدیک اقل مدت حرہ
کی اُنتالیس دن ہی اس حساب سے کہ گویا اُسکو آخر طہر مین طلاق ہوئی تو دو طہر کے تیس دن ہوئے اور تین حیض کے نو دن بحساب اقل حیض کے اور لونڈی کی اقل مدت اکیس دن
ایک طہر کے پندرہ دن اور دو حیض کے چھ دن مجموع اکیس دن ہوئے تو بموجب امام اعظم کے مذہب کے اگر حرہ دعوی کرے ساٹھ دن کے بعد کہ میری عدت آخر ہوگئی تو
اُسکا قول مع الیمین مقبول ہوگا اور اس مدت سے کم مین مقبول نہوگا ما لم تدع السقط کما مر فی الرجعۃ وما لم یکن طلاقہا معلقا بولادتہا فیضم لذلک خمسۃ وعشرین للنفاس
کما مر فی الحیض اس اقل مدت کا اعتبار اُسوقت تک ہی جبتک عورت نے سقوط ولد کا اپنے پیٹ سے دعوی نہین کیا چنانچہ اسکی تصریح باب الرجعۃ مین مذکور ہو چکی اور
جبتک کہ طلاق عورت کی اُسکی ولادت پر نہ معلق ہو اور اگر طلاق ولادت پر معلق ہوگی تو اقل عدت کے ساتھ پچیس دن نفاس کے ملائے جاوینگے چنانچہ اسکا بیان
باب الحیض مین ہو چکا خلاصہ یہ کہ اگر عورت اسقاط حمل کا دعوی کریگی بشرطیکہ ولد کے کچھ عضا بنگئے ہون تو فوراً بمجرد اسقاط کے عدت آخر ہو جاویگی اور اگر زوج نے
یون تعلیق کی کہ اگر تو جنے گی تو تو مطلقہ ہی تو اسصورت مین کمتر مدت انقضاے عدت حرہ کے پچاسی دن مین ساٹھ دن حیض کی عدت کے اور پچیس دن نفاس کے
ہرچند نفاس کی اقل مدت معین نہین لیکن عدت کی تعیین مین پچیس ہی دن مقرر ہو چکے ہین نکح نکاحا صحیحا معتدتہ ولو من فاسد وطلقہا قبل الوطی ولو حکما وجب
علیہ مہر تام وعلیہا عدۃ مبتدأۃ لانہا مقبوضۃ فی یدہ بالوطی الاول لبقاء اثرہ وہو العدۃ مرد نے نکاح صحیح کیا اپنی معتدہ سے اگرچہ عدت اُسکی نکاح فاسد ہی
کے سبب سے ہو اور طلاق دی اُسکو قبل وطی کے اگرچہ وطی حکمی ہو یعنی بعد خلوت کے تو واجب ہوگا مرد پر پورا مہر اور لازم ہوگی عورت پر دوسری عدت سرنو
سے اسواسطے کہ عورت مرد کے قبضہ اور اختیار مین ہی بسبب اول وطی کے بواسطے بقاے اثر وطی کے وہ اثر وطی عبارت ہی عدت سے تو جب اُسنے دوسرا نکاح کیا تو قبض اول
بجاے قبض ثانی ہو گیا چنانچہ اگر چیز مغصوب غاصب کے قبض مین ہو اور وہ اُسکے مالک سے اُسکو خرید کرے تو بمجرد خریدنے کے وہ قابض ٹھہریگا تجدید قبض کی حاجت
نہین وہذہ احدی المسائل العشرۃ المبنیۃ علی ان الدخول فی النکاح الاول دخول فی الثانی اور یہ ایک مسئلہ ہی اُن مسائل عشرہ کا جنکی بنا اس قاعدہ پر ہی
کہ نکاح اول کی وطی قائم مقام ہی نکاح ثانی کی وطی کے تم تفصیل ان مسائل عشرہ کی یون ہی کہ پہلا مسئلہ تو مذکور ہو چکا ۲ نکاح فاسد کیا اور بعد دخول کے تفریق
ہوئی پھر اُسی عدت مین نکاح صحیح کیا اور قبل دخول کے طلاق دی تو مہر کامل اور عدت مستقلہ واجب ہوگی شارح اس مسئلہ ثانیہ کو بلفظ ولو من فاسد مذکور کر چکا ہی
۳ نکاح کیا اور بعد دخول صحت مین طلاق بائن دی پھر عدت کے اندر نکاح ثانی کیا پھر حالت مرض الموت مین قبل دخول طلاق بائن دی ۴ عورت نے غیر کفو سے نکاح
کیا اور قاضی نے ولی کی نالش سے تفریق کردی دونون مین پھر عدت کے اندر اُس مرد نے نکاح ثانی بمہر جدید کیا اور قاضی نے پھر تفریق کردی اور مرد نے قبل دخول کے طلاق دی

۵ صغیرہ سے نکاح کیا اور بعد دخول کے طلاق بائن دی پھر عدت مین نکاح کیا پھر وہ بالغ ہوئی پھر وہ ناراض ہوئی نکاح سے قبل دخول کے ۶ ایک
عورت سے نکاح کیا پھر بعد دخول کے اُسکو طلاق دی پھر وہ مرتدہ ہوگئی پھر مسلمان ہوئی پھر عدت مین زوج نے اُس سے نکاح کیا اور قبل دخول طلاق دی ۷ بعد
نکاح اور دخول کے طلاق دی پھر عدت مین نکاح کیا پھر وہ مرتدہ ہوگئی پھر مسلمان ہوئی پھر اُس سے عدت مین نکاح کیا پھر قبل دخول طلاق دی ۸ بعد نکاح اور دخول کے
طلاق دی پھر عدت مین نکاح کیا پھر وہ مرتدہ ہوگئی قبل دخول کے ۹ لونڈی سے نکاح کیا اور بعد دخول کے وہ آزاد ہوئی اسواسطے اپنی ذات کو اختیار کرکے نکاح فسخ
کیا پھر عدت مین اُس سے دوسرا نکاح کیا اور قبل دخول کے طلاق دی ۱۰ لونڈی کو بعد نکاح اور دخول کے طلاق دی پھر عدت مین نکاح کیا پھر وہ آزاد ہوگئی اور اُسنے
فسخ نکاح کردیا قبل دخول کے سوان مسائل عشرہ مین دخول نکاح اول بجاے دخول نکاح ثانی کے ہے امام اعظم اور ابی یوسف کے نزدیک پورا مہر اور عدت مستقلہ واجب ہوگی اور محمد کے
نزدیک نصف مہر اور تکمیل عدت سابقہ واجب ہے نہ عدت مستقلہ کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وقول زفر اکاحدۃ علیہا اصلا ابطلہ المصنف بما لطول وجزم بان القاضی
المقلد اذا خالف مشہور مذہبہ لا ینفذ حکمہ فی الاصح کما لو قضی الان لنہی السلطان علی الحکم بغیر المشہور فیسوغ فیصیر حنفیا زفریا وہذا لم یقع بل الواقع خلافہ فلیحفظ
اور زفر کا یہ قول ہے کہ جس مدخولہ کا نکاح ہوا اور قبل دخول مطلقہ ہوئی اُسپر عدت واجب نہین سو اُس قول کو مصنف نے باطل کیا ہے بکلام طویل اور
یقین کیا ہے اُسپر کہ اگر قاضی مقلد نے اپنے مشہور مذہب کی مخالفت کی تو اسکا حکم جاری نہوگا قول اصح مین چنانچہ اگر رشوت لیکر حکم کریگا جاری نہوگا
مگر یہ کہ سلطان تصریح کردے سند قضا مین غیر مشہور پر عمل کرنے کی تو حکم جاری ہوجاویگا تو اسوقت مین وہ حنفی زفری ہوگا اور ایسا حکم سلطان کا ہنوز
واقع نہین ہوا بلکہ حکم سلطان روم کا اسکے مخالف واقع ہے یعنے قول راجح پر عمل کرنے کا حکم ہے روم اور شام اور حرمین شریفین مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
ذمیۃ غیر حامل طلقہا ذمی او مات عنہا لم تعتد عند ابی حنیفۃ اذا اعتقدوا ذلک لانا امرنا بترکہم وما یعتقدون ذمیہ غیر حاملہ کو طلاق دی ذمی نے
یا ذمیہ کو زندہ چھوڑ کر ذمی مرگیا تو اُسپر عدت نہین نزدیک امام اعظم کے جب کہ کفار ذمی عدم عدت کے معتقد ہون اسواسطے کہ ہم اہل اسلام مامور بعدم
تعرض ہین اُنسے اور اُنکے اعتقادیات سے اور اسواسطے کہ کفار مخاطب باحکام شرعیہ نہین ولو کانت الذمیۃ حاملا تعتد بوضعہ اتفاقا وقید الولوالجی بما
اذا اعتقدوہا اور اگر ذمیہ حاملہ ہو تو وہ عدت کرے بوضع حمل باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ اُسکے پیٹ مین لڑکا ثابت النسب ہے کذا فی الہدایہ
اور ولوالجی نے وجوب عدت حاملہ ذمیہ کو مقید کیا ساتھ اس قید کے کہ جب کفار ذمی وجوب عدت حاملہ کے معتقد ہون اور یہ قول ضعیف ہے اور یہ بنا اسح
ہے کذا فی منح الغفار والذمیۃ لو طلقہا مسلم او مات عنہا فتعتد اتفاقا مطلقا لان المسلم یعتقدہ اور ذمیہ کتابیہ کو اگر مسلمان طلاق دے یا اُسکو زندہ چھوڑ کے
مرجاوے تو وہ عدت کرے بالاتفاق مطلقا خواہ حاملہ ہو یا نہو اسواسطے کہ مسلمان وجوب عدت کا معتقد ہے وکذا لا تعتد مسبیۃ افترقت بتباین
الدارین لان العدۃ حیث وجبت وجبت حقا للعباد والحربی ملحق بالجماد الا الحامل فلا یصح تزوجہا لا لانہا معتدۃ بل لان فی بطنہا ولدا ثابت النسب او
اسیطرح مثل ذمیہ کے وہ حربیہ عدت نہ کرے جو دار الاسلام مین گرفتار ہوکر اپنے زوج سے جدا ہوگئی بسبب تباین دارین کے اسواسطے کہ عدت جہان
کہین واجب ہوئی ہے تو واسطے محفوظ رکھنے حق عباد کے واجب ہوئی ہے اور کافر حربی ملحق ہے ساتھ بہائم اور جماد کے سواے حاملہ حربیہ کے اُس سے نکاح کرنا صحیح
نہین یہ عدم صحت اسوجہ سے نہین کہ وہ معتدہ ہے بلکہ اسوجہ سے کہ اُسکے پیٹ مین لڑکا ثابت النسب ہے کحربیۃ خرجت الینا مسلمۃ او ذمیۃ او مستامنۃ
ثم اسلمت او صارت ذمیۃ لما مرانہ ملحق بالجماد الا الحامل لما مر چنانچہ وہ حربیہ عدت نکرے جو دار الحرب چھوڑ کر ہماری طرف نکل آئی مسلمان
ہوکر یا ذمیہ ہوکر یا امان لیکر پھر مسلمان ہوگئی یا ذمیہ ہوگئی اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ حربی جانور اور پتھر مین داخل ہے سواے حاملہ کے بدلیل گذشتہ کے
ہر چند اُسپر عدت نہین لیکن بخیال ولد ثابت النسب اُس سے نکاح کرنا صحیح نہین وکذا لا عدۃ لو تزوج امراۃ الغیر ووطیہا عالما بذلک وفی نسخ المتن
ودخل بہا ولا بد منہ وبہ یفتی ولہذا یحد مع العلم بالحرمۃ لانہ زنا والمزنی بہا لا تحرم علی زوجہا فی شرح الوہبانیۃ لو زنت المراۃ لا یقربہا

زوجہا حتی تحیض لاحتمال علوقہا من الزنا فلا یسقی ماءہ زرع غیرہ فلیحفظ لغرابتہ اور اسی طرح عدت نہین اگر نکاح کرے کوئی مرد غیر کی منکوحہ سے
اور وطی کرے اس سے غیر کی منکوحہ جانکر اور متن کے نسخون مین ودخل بہا داخل ہی اور مصنف کی شرح سے ساقط ہی اور حالانکہ قید دخول کی
ضرور ہی اسواسطے کہ اگر مرد ثانی نکاح کرکے دخول نہ کریگا تو عدت کا احتمال ہی نہین اور اسی قول پر بنا ہی عدم عدت منکوحہ غیر پر فتوی ہی اور چونکہ
منکوحہ غیر پر عدت نہین بسبب نکاح ثانی کے اسواسطے مرد پر حد ماری جاویگی ساتھ دلالت حرمت کے اسواسطے کہ غیر منکوحہ سے حرام جانکر وطی کرنا بھی زنا ہی
اور زنا موجب عدت کا نہین اور جس عورت سے زنا کیا وہ اپنے زوج پر حرام نہین اسواسطے کہ زانی کے نطفہ کی کچھ شرع مین عزت نہین اور شرح وہبانیہ مین یون
ہی کہ اگر عورت نے زنا کیا تو اسکا زوج اس سے قربت نہ کرے یہانتک کہ اسکو ایکبار حیض آجاوے بسبب احتمال نطفہ رہجانے زنا کے تو نہ سینچے زوج کا پانی غیر کی کھیتی کو سو
اس روایت کو یاد رکھنا چاہیے بسبب غرابت کے نہ بسبب اعتماد کے اسواسطے کہ روایت معتمد مفتی بہ یہی ہی کچھ عدت نہین اور فصل محرمات مین شارح تصریح کرچکا ہی کہ روایت
وہبانیہ کی ضعیف ہی طحطاوی نے کہا کہ اگر روایت وہبانیہ کو استحباب پر محمول کیجیے نہ وجوب پر تو کچھ غرابت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف ما اذا لم یعلم

حیث تحرم علی الاول الی ان تنقضی العدۃ ولا نفقۃ لعدتہا علی الاول لانہا صارت ناشزۃ خانیۃ قلت لو عالمۃ راضیۃ کما مر فتدبر بخلاف اسکے جبکہ زوج ثانی کو
معلوم نہ ہو کہ یہ عورت غیر کی منکوحہ ہی اور وہ نادانستہ نکاح اور وطی کرے تو اسوقت مین عورت حرام ہوگی زوج اول پر یہانتک کہ عدت نکاح ثانی کی منقضی
ہوجاوے اسواسطے کہ یہ زنا نہین شبہہ نکاح ہی اور زوج پر اسکی عدت کا نفقہ واجب نہین اسواسطے کہ وہ نافرمان ہوئی کذا فی الخانیہ شارح کہتا ہی کہ عورت نافرمان
اسوقت ہوگی جبکہ دانستہ اپنی خوشی نکاح کرے اور اگر نادانستہ یا جبر سے نکاح ہوا ہوگا تو وہ نافرمان نہین اور نفقہ عدت کا زوج اول پر لازم ہوگا چنانچہ اسکی تفصیل
اسی باب مین مذکور ہوچکی سو اسکو غور اور تامل کر فروع مسائل ملحقہ شارح کے ادخلت منیہ فی فرجہا ہل تعتد فی البحر بحثا نعم لاحتیاجہا التعرف براءۃ الرحم وفی النہر

بحثا ان ظہر حملہا نعم والا لا عورت نے ڈالدی منی مرد کی اپنی شرمگاہ مین کیا اسپر عدت لازم ہی بحر الرائق مین بنابر بحث کے جواب اس سوال کا دیا کہ ہان عدت
لازم ہی واسطے دریافت ہوجانے صفائی رحم کے اور نہر الفائق مین بدلیل اس سوال کے جواب مین تفصیل کی کہ اگر منی ڈالنے سے حمل عورت کا ظاہر ہوا تو عدت
وضع حمل تک لازم ہی اور اگر حمل ظاہر نہین تو عدت بھی لازم نہین ہم دونون جواب کا ثمرۂ اختلاف یہ ہی کہ اگر قبل دریافت کرنے صفائی رحم کے نکاح کیا اور
بعد میں اسکے معلوم ہوا کہ رحم خالی تھا تو بطور صاحب نہر نکاح صحیح ہی اور بطور جواب صاحب بحر کے نکاح صحیح نہین شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ جواب صاحب بحر کا قوی ہی
اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کردی ہی کہ منی ڈال لینے سے بھی لڑکا پیدا ہوتا ہی تو بخوف اضاعت ولد اور اشتباہ نسب کے ہر صورت عدت لازم ہی اور یہ بات صاحب نہر
کی بیٹے بھائی یعنی صاحب بحر سے بلا وجہ ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ ولدت ثم طلقہا ومضی سبعۃ اشہر فنکحت آخر لم یصح اذا لم تحض فیہا ثلث حیض وان

لم تکن حاضت قبل الولادۃ لان من لا تحیض لا تحبل اور قنیہ مین ہی کہ ایک عورت جنی پھر زوج نے اسکو طلاق دی اور سات مہینے گذر گئے سو عورت نے
دوسرے زوج سے نکاح کیا تو نکاح صحیح نہین جب تک کہ اس عدت مین تین حیض اسکو نہ آوین اگرچہ قبل ولادت کے اسکو حیض نہ آیا ہو اسواسطے کہ جسکو حیض
نہین آتا وہ حاملہ نہین ہوتی تو اسکی عدت حیضون کی ہوگی نہ مہینون کی وفیہا طلقہا ثلثا ویقول کنت طلقتہا واحدۃ ومضت عدتہا فلو مضیہا معلوما

عند الناس لم یقع والا تقع اور قنیہ مین ہی طلاق دی زوج نے عورت کو تین بار اور بعد تین طلاق کے کہتا ہی کہ مین اسکو ایک طلاق دے چکا تھا اور
اسکی عدت بھی گذر گئی یعنی تین طلاق سے پہلے ایک طلاق دی اور عدت گذر گئی زوج کی غرض اس کلام سے یہ ہی کہ تین طلاق نہ واقع ہون بسبب عدم
بقاء نکاح کے بلا توسط زوج ثانی بنکاح جدید عورت اسکو حلال ہوجاوے تو اگر طلاق اول کی عدت کا گذرنا لوگون کو معلوم ہو تو تین طلاق نہ واقع ہونگی
اور اگر لوگون کو انقضاء عدت نہ معلوم ہو تو تین طلاق واقع ہونگی اور بلا توسط زوج ثانی عورت اسکو حلال نہوگی ولو حکم علیہ بوقوع الثلث بالبینۃ بعد
انکارہ فلو برہن انہ طلقہا قبل ذلک بمدۃ طلقۃ لم تقبل بحر اور اگر قاضی کا حکم ہوچکا ہو زوج پر تین طلاق واقع ہونے کا بسبب شہادت کے

بعد انکار زوج کے پھر اگر زوج گواہون سے ثابت کرے کہ وہ عورت کو ایک طلاق عدت سے قبل ان تین طلاق کے دیچکا ہو تو یہ گواہی مقبول نہوگی کذا فی
البحر الرائق اسواسطے کہ ابطال حکم قاضی گواہون سے نہین ہو سکتا وفیہ عن الجوہرۃ اخبرہا الثقۃ ان زوجہا الغائب مات او طلقہا ثلثا او اتاہا منہ کتاب علی ید ثقۃ بالطلاق
ان اکبر رأیہا انہ حق فلا باس ان تعتد و تتزوج اور بحر الرائق مین جوہرہ سے منقول ہو کہ عورت کو خبر دی ثقہ نے کہ اسکے غائب زوج نے اسکو طلاق دی تین بار
یا وہ مرگیا یا عورت کے پاس زوج کی طرف سے خط آیا طلاق کا معتمد شخص کے ہاتھ سو اگر عورت کو ظن غالب ہوا کہ خبر اور خط حق ہو تو کچھ مضائقہ نہین کہ
عدت کرے اور بعد عدت کے نکاح کرے وکذا لو قالت امرأۃ لرجل طلقنی زوجی وانقضت عدتہا لا باس ان ینکحہا اور اسی طرح اگر کسی عورت نے
کسی مرد سے کہا کہ میرے زوج نے مجھکو طلاق دی ہو اور اسکی عدت منقضی ہوگئی تو کچھ مضائقہ نہین کہ مرد اس سے نکاح کرے م لا باس کی قید سے معلوم ہوا
کہ نکاح نہ کرنا اولی ہو یا تحقیق کامل وفیہ عن الحاکم لو شکت فی وقت موتہ تعتد من وقت تستیقن بہ احتیاطا اور بحر الرائق مین کافی حاکم سے منقول ہو کہ اگر عورت کو
شک پڑے زوج کی موت کے وقت مین تو عدت کرے اسوقت سے کہ جسمین یقین ہو جاوے موت کا بنا بر احتیاط کے وفیہ عن المحیط کذبتہ فی مدۃ تحتمله
لم تسقط نفقتہا وجاز لہ نکاح اختہا عملا بخبرہما بقدر الامکان ولو ولدت لاکثر من نصف حول ثبت نسبہ ولم یفسد نکاح اختہا فی الاصح فرع لو مات دون
المعتدۃ اور بحر الرائق مین محیط سے منقول ہو مرد نے دعوی کیا کہ عورت اپنی انقضاے عدت کی خبر دے چکی ہو اور عورت اسکی تکذیب کرتی ہو
اس مدت مین جو انقضاے عدت کی محتمل ہو تو نفقہ عورت کی عدت کا مرد سے ساقط نہوگا اور جائز ہوگا مرد کو نکاح کر لینا اسکی بہن سے بنا بر عمل کرنے
دونون کی خبرون پر حتی الامکان عدم سقوط نفقہ مین عورتون کی خبر پر عمل کیا اور اسکی بہن کے جواز نکاح مین مرد کی خبر پر عمل کیا اور اگر عورت مطلقہ
جنی چھ مہینے سے زیادہ مدت مین تو ولد کا نسب اس سے ثابت ہوگا اور نہ فاسد ہوگا نکاح عورت کی بہن کا قول اصح مین تو اسکی بہن ہی وارث ہوگی مرد کی اگر وہ مرگیا نہ عورت معتدہ

فصل فی الحداد

یہ فصل ہو حداد مین یعنی سوگ مین جار من باب عد و مد و فر ورد ی بالجیم لفظ حداد کا آیا ہو تین باب سے افعال اور نصر اور ضرب سے اور جیم بھی مروی ہو
بجاے حاے مہملہ بمعنی قطع یعنی قطع زینت اور اصمعی منکر ہو الا باب افعال کا کذا فی الصحاح وہو لغۃ کما فی القاموس ترک الزینۃ للعدۃ اور حداد لغت مین
چنانچہ قاموس مین ہو عبارت ترک زینت سے بسبب عدت کے خواہ طلاق بائن ہو خواہ رجعی عورت کافرہ ہو یا صغیرہ تو معنی لغوی عام ہو معنی شرعی سے
وشرعا ترک الزینۃ ونحوہا لمعتدۃ بائن او موت اور اصطلاح شرع مین حداد عبارت ہو ترک زینت اور خوشبو وغیرہ سے واسطے معتدہ طلاق بائن اور موت کے تحد
بضم الحاء وکسرہا کما مر مکلفۃ مسلمۃ ولو امۃ منکوحۃ بنکاح صحیح ودخل بہا بدلیل قولہ اذا کانت معتدۃ بتۃ او موت وان امرہا المطلق او المیت بترکہ لانہ حق الشرع
اظہارا للتاسف علی فوات نعمۃ النکاح سوگ کرے عورت بالغہ عاقلہ مسلمہ اگرچہ زوجہ لونڈی منکوحہ ہو بنکاح صحیح اور زوج اسکی وطی کر چکا ہو سوگ اسوقت واجب
ہو جبکہ زوجہ قطع نکاح اور موت زوج سے عدت مین ہو بتہ یعنی قطع نکاح عبارت ہو تین طلاق سے یا طلاق بائن سے یا خلع سے یا عنین وغیرہ کی فرقت سے قطع
نکاح اور موت سے سوگ واجب ہو اگرچہ زوج طلاق دینے والا یا میت سوگ نکرنے کی وصیت کر گیا ہو اسواسطے کہ ترک زینت حق ہو شرع کا واسطے ظاہر کرنے
افسوس کے نعمت نکاح کے فوت ہو جانے پر تو اس مسئلہ کی قیود سے معلوم ہوا کہ صغیرہ اور مجنونہ اور کافرہ اور منکوحہ بنکاح فاسد اور مطلقہ رجعی پر سوگ کرنا لازم
نہین شارح کہتا ہو کہ نکاح مین دخول کی قید لگائی ہمنے اس قول مصنف کے باعث سے کہ معتدہ بت پر ترک زینت واجب ہو کیونکہ مبتوتہ پر عدت واجب
نہین مگر بعد دخول کے م حلبی نے کہا کہ قید دخول کی مبتوتہ کیواسطے تو صحیح ہو لیکن معتدہ موت کیواسطے مضر ہو اسواسطے کہ معتدہ موت پر بہر صورت ترک
زینت واجب ہو مدخولہ ہو یا نہو تو اس قید کا ساقط کرنا ہی لازم تھا بترک الزینۃ بحلی او حریر او امتشاط بضیق الاسنان والطیب وان لم یکن لہا
کسب الا فیہ والدہن ولو بلا طیب کزیت خالص والکحل والحناء ولبس المعصفر والمزعفر ومصبوغ بمغرۃ او ورس الا بعذر

راجع للجمیع اذ الضرورات تبیح المحظورات سوگ کرے عورت ترک زینت سے خواہ آرایش زیور کی ہو یا ریشمی کپڑے کی یا باریک دانتون کی کنگھی کرنے
سے تو کشادہ دانتون کی کنگھی منع نہین اسواسطے کہ وہ سنگار کی چیز نہین واقع تکلیف ہی کذا فی البحر اور سوگ کرے خوشبو کے ترک سے اگرچہ عورت کا کوئی اور
پیشہ نہو سوا خوشبو سازی کے اور تیل سر مین ڈالنا یا بدن مین ملنا ترک کرے اگرچہ تیل بے خوشبو کا ہو جیسے خالص زیتون کا تیل یا میٹھا تیل یا گھی کذا فی البحر
اور سرمہ اور مہندی ترک کرے اور کسم اور زعفران اور گیرو اور ورس کا رنگین کپڑا نہ پہنے ورس گھاس ہی زرد رنگ خوشبودار یمن مین ہوتی ہی اُس سے کپڑے
رنگتے ہین ان سب چیزون کا استعمال جائز نہین مگر عذر سے اسواسطے کہ ضروریات مباح کردیتی ہین ممنوعات کو تو ریشمی کپڑا پہننا واسطے دفع خارش اور جون کے جائز ہی
اور سرمہ لگانا آنکھون کی بیماری مین درست ہی لیکن بہتر یہ ہی کہ شب کو لگا دے اور صبحکو دھو ڈالے اور اگر کوئی کپڑا میسر نہو تو کسم اور زعفران کا رنگین کپڑا پہننا
جائز ہی ولا باس باسود و ازرق ومعصفر خلق لا رائحۃ لہ اور کچھ مضائقہ نہین سیاہ اور کرنجی کپڑے مین اور کسم کے رنگین پرانے کپڑے مین جسمین کسم کی خوشبو
باقی نہین لا احداد علی سبعۃ کافرۃ وصغیرۃ ومجنونۃ ومعتدۃ عتق کموتہ عن ام ولدہ ومعتدۃ نکاح فاسد او وطی بشبہۃ او طلاق رجعی سوگ نہین سات
عورتون پر کافرہ اور صغیرہ اور مجنونہ اور آزاد ہونے کی عدت والی پر چنانچہ مولی کی موت ام ولد کو چھوڑکر اور نکاح فاسد اور وطی بشبہہ اور طلاق رجعی
کی عدت والیون پر مگر کافرہ اور صغیرہ اور مجنونہ پر اسواسطے سوگ واجب نہین کہ وہ مکلف نہین اور ام ولد قید مملوکیت سے چھوٹی تو اسکو تاسف کا کیا
مقام ہی اور نکاح فاسد اور وطی بشبہہ سے نعمت نکاح کی فوت نہین ہوئی کہ افسوس کی جگہ ہو بلکہ گناہ سے خلاصی ملی اور مطلقہ رجعی مین سوگ کا کیا ذکر
ہی بلکہ اسکو آرائش اور سنگار کرنا چاہیے تاکہ اُسکا زوج مائل ہوکر رجعت کرے ویباح الحداد علی ذو قرابۃ ثلثۃ ایام فقط وللزوج منعہا لان الزینۃ حقہ منع ویتبغی
حل الزیادۃ علی الثلثۃ اذا رضی الزوج او لم تکن مزوجۃ نہر اور مباح ہی ترک زینت کرنا قرابت والونکی موت مین فقط تین دن تک اور زوج کو درست ہی
کہ اپنی زوجہ کو تین دن کے اندر بھی منع کرے سوگ کرنے سے اسواسطے کہ آرایش حق ہی مرد کا کذا فی فتح القدیر اور لائق یون ہی کہ حلال ہو زیادتی
ترک زینت تین دن سے بھی زیادہ جبکہ زوج عورت کا راضی ہو یا وہ منکوحہ نہو کذا فی النہر الفائق ہم صحیحین مین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہی کہ حضرت
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال نہین اُس عورت مسلمان کو جو حقتعالی اور قیامت کو حق جانتی ہو کہ تین دن سے زیادہ کسی کے غم مین سوگ کرے
مگر اپنے زوج پر چار مہینے اور دس دن فتح القدیر مین اسیقدر ہی کہ بموجب اس حدیث کے تین دن سے زیادہ ترک زینت حرام ہی غیر ازواج کی موت مین اور یہ جو شارح
نے فتح القدیر کیطرف نسبت کیا کہ تین دن مین بھی منع کردینا زوج کو درست ہی سو یہ وہم پڑ گیا ہی اسکو یہ فتح القدیر کی عبارت نہین بلکہ صاحب نہر الفائق کی یہ
عبارت ہی اور یہ جو صاحب نہر نے بشرط رضاے زوج یا عدم تزوج تین دن سے زیادہ سوگ کرنا قرابت والون کیواسطے تجویز کیا سو مخالف ہی اطلاق حدیث مذکور
کی اور مخالف ہی روایت فقہ کے امام محمد نے نوادر مین کہا کہ حلال نہین عورت کو سوگ کرنا اپنے باپ یا بیٹے یا بھائی یا ماں کی موت مین یعنی تین دن سے
زیادہ سوگ مخصوص ہی زوج کیواسطے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی التاتارخانیۃ ولا تعذر فی لبس السواد وہی آثمۃ الا الزوجۃ فی حق زوجہا فتعذر الی ثلثۃ ایام قال
فی البحر وظاہرہ منعہا من السواد تاسفا علی موت زوجہا فوق الثلث اور فتاوی تاتارخانیہ مین ہی کہ عورت معذور نہین سیاہ کپڑے پہننے مین بتقریب ماتم اور وہ
اس سیاہ پوشش سے گنہگار ہی مگر زوجہ اپنے زوج کے حق مین سو تین دن تک معذور ہی بحر الرائق مین کہا کہ ظاہر کلام تاتارخانیہ اسپر دلالت کرتا ہی کہ عورت
کو سیاہ پوشی ممنوع ہی اپنے زوج کی موت کے تاسف پر تین دن سے زیادہ ہم شارح عنقریب تصریح کرچکا ہی کہ سیاہ پوشش مین کچھ مضائقہ نہین اور
تاتارخانیہ سے معلوم ہوا کہ جائز نہین تو مطلب یہ ہی کہ اگر قبل موت زوج کے سیاہ کپڑا رنگا ہو تو درست ہی اور اگر بعد موت کے بتقریب ماتم رنگین کیا تو جائز
نہین چنانچہ یہ تفصیل تاتارخانیہ کی عبارت سے مفہوم ہوتی ہی وفی النہر لو بلغت فی العدۃ لزمہا الحداد فیما بقی اور نہر الفائق مین ہی کہ اگر زوجہ صغیرہ بالغ
ہوگئی عدت کے اندر تو اُسپر سوگ کرنا لازم ہوگا مابقی عدت مین والمعتدۃ اے معتدۃ کانت علینی نعم معتدۃ عتق ونکاح فاسد وانما الحالیۃ

فتخطب او ام تخطبہا غیرہ ورضی بہ فلو سکتت فقولان تحرم خطبتہا بالکسر والضم اور عدت والی سے پیام نکاح کا دینا حرام ہی کوئی عدت والی
ہو کذا فی العینی تو معتدہ عتق اور معتدہ نکاح فاسد کو بھی یہ حرمت شامل ہی اور جو عورت کہ عدت سے خالی ہو تو اس سے پیام دینا درست ہی اسوقت جبکہ دوسرے
نے اسکو پیام نہ دیا ہو اور وہ راضی نہ ہو گئی ہو اور اگر بعد پیام کے عورت نے سکوت کیا ہو نہ اقبال کیا ہو نہ انکار تو اسمین دو قول ہین ایک قول یہ ہی
کہ پیام دینا جائز ہی اور دوسرا قول یہ کہ جائز نہین ہم اصل ان روایات کی وہ حدیث متفق علیہ ہی جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ حضرت نے فرمایا
کہ لا یخطب احدکم علی خطبۃ اخیہ یعنی کوئی تم مین سے پیام نکاح کا نہ دے اپنے بھائی کی منگنی پر فقط خطبہ بکسر اول بمعنی پیام نکاح اور بعضی اہل لغت بضم اول
بھی قائل ہین وصح التعریض کارید التزوج لو معتدۃ الوفاۃ لا المطلقۃ اجماعاً لافضائہ الی عداوۃ المطلق ومفادہ جوازہ لمعتدۃ عتق ونکاح فاسد
ووطی بشبہۃ نہر اور صحیح ہی تعریض اگر معتدہ وفات ہو یعنی گول گول پیام نکاح کا دینا درست ہی نہ کھول کر چنانچہ یون کہنا کہ مین نکاح کا ارادہ رکھتا ہون
یا کہ مجھکو آرزو ہی کہ حق تعالی مجھکو نیکبخت عورت میسر کرے اور صحیح نہین تعریض مطلقہ سے بالاجماع اسواسطے کہ تعریض مطلقہ سے طلاق سننے والے
کے عداوت کی نوبت پہونچی ہی اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہی جواز تعریض کا واسطے معتدہ عتق اور معتدہ نکاح فاسد اور معتدہ وطی بالشبہہ کے اسواسطے
کہ ان صورتون مین کوئی طلاق دینے والا نہین جسکی عداوت کا خوف ہو لکن فی القہستانی عن المضمرات ان بناء التعریض علی الخروج لیکن قہستانی
مین مضمرات سے یون منقول ہی کہ بناء تعریض عورت کے نکلنے پر ہی اسواسطے کہ گھر کے اندر جاکر تعریض درست نہین اور سوائے معتدہ وفات کے کسی معتدہ
کا گھر سے نکلنا جائز نہین اسواسطے کہ نفقہ سب عدت والیون کا مرد پر فرض ہی سوائے معتدہ وفات کے بسبب نکلنا اور عدت والیون کو جائز ہوا التعریض کرنا
کیونکہ ہوگا ولا تخرج معتدۃ رجعی وبائن بای فرقۃ کانت علی ما فی الظہیریۃ ولو مختلعۃ علی نفقۃ عدتہا فی الاصح اختیار او علی السکنی فیلزمہا ان تکتری
بیت الزوج معراج لو حرۃ او امۃ مبواۃ ولو من فاسد اور نہ نکلے معتدہ رجعیہ اور بائن کسیطرح سے جدائی ہوگئی ہو کذا فی الظہیریۃ اگرچہ عورت
نے اپنی عدت کے عوض خلع کیا ہو تو بھی نہ نکلے قول اصح مین کذا فی الاختیار یا عوض سکنے کے خلع کیا ہو تو لازم ہوگا عورت پر اسصورت مین
زوج کے گھر کو کرایہ لینا تا عدت کذا فی المعراج یہ عدم خروج لازم ہی اگر معتدہ حرہ ہو یا ایسی لونڈی ہو جسکو زوج نے ایک مکان رہنے کیواسطے
مقرر کر دیا ہو اگرچہ عدت نکاح فاسد کی ہو تو بھی اپنے گھر سے نہ نکلے ام اگر لونڈی کیواسطے زوج نے مکان کو نہ معین کر دیا ہو تو اسکو عدت مین نکلنا درست ہی خواہ
وہ خالص لونڈی ہو یا مدبرہ ہو خواہ ام ولد خواہ مکاتبہ اسواسطے کہ خدمت مولی کی اسپر واجب ہی کذا فی البحر الرائق مکلفۃ من بیتہا اصلاً لا لیلاً ولا نہاراً ولا
الی صحن دار فیہا منازل لغیرہ ولو باذنہ لانہ حق اللہ تعالی بخلاف نحو امۃ لتقدم حق العبد یعنی نہ نکلے معتدہ مکلفہ اپنے گھر سے جسمین قبل عدت کے رہتی تھی
اصلاً نہ نکلے رات کو نہ دن کو اور نہ گھر کے اُس صحن مین نکلے جسمین غیر زوج کے مکانات ہون اگرچہ زوج کی اجازت نکلنے مین ہو تو بھی نہ نکلے اسواسطے
کہ گھر سے نہ نکلنا حق ہی اللہ تعالی کا تو زوج اسکو باطل نہین کر سکتا قرآن مجید مین ارشاد فرمایا لا تخرجوہن من بیوتہن ولا یخرجن یعنی عدت والیون کو اُنکے گھر دن
سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلین بخلاف لونڈی کے کہ اسکو عدت مین نکلنا جائز ہی بسبب مقدم ہونے حق عبد کے یعنی مولی کی خدمت کے ومعتدۃ موت تخرج
فی الجدیدین وتبیت اکثر اللیل فی منزلہا لان نفقتہا علیہا فتحتاج للخروج حتی لو کان عندہا کفایتہا صارت کالمطلقۃ فلا یحل لہا الخروج فتح اور موت زوج
کی عدت والی نکلے دن مین اور رات مین اور اکثر شب اپنے گھر مین شب باشی کرے اسواسطے کہ نفقہ اسکا اُسی پر ہی نہ وارثون پر تو ضرورت پڑی
اسکو نکلنے کی واسطے تحصیل معاش کے یہان تک کہ اگر عورت کے پاس بقدر کفایت مال ہو تو وہ بھی مطلقہ کے مانند ہو جاوے گی پھر اسکو بھی باہر نکلنا
جائز نہ ہوگا کذا فی فتح القدیر ہم مراد جدیدین سے رات اور دن ہی اسواسطے کہ ہر دن نیا دن ہی اور ہر رات نئی رات ہی وجوز فی القنیۃ خروجہا لاصلاح
ما لا بد لہا منہ کزراعۃ ولا وکیل لہا اور جائز رکھا قنیہ مین نکلنا معتدہ کا اپنے ضروری کام کی درستی کے واسطے جیسے کھیتی کی خبرگیری کے واسطے

اس حالت مین جبکہ کوئی اُسکا کارندہ نہو طلقت او مات وہی زائرۃ فی غیر مسکنہا عادت الیہ فوراً لوجوبہ علیہا مطلقہ ہوئی یا کہ زوج مرگیا اور حالانکہ وہ اپنے رشتہ دارون کے ملنے کو گئی تھی اور کسی مکان مین اپنے گھر کے سوا تو طلاق یا موت سُنکر فوراً اپنے گھر مین پلٹ آوے اسواسطے کہ عورت پر پلٹ آنا واجب ہی وتعتدان ای معتدۃ طلاقٍ وموتٍ فی بیت وجبت فیہ ولاتخرجان منہ اور معتدۂ طلاق اور معتدۂ موت عدت پوری کرین اُس مکان مین جسمین عدت واجب ہوئی ہی اور نہ نکالی جاوین اُس سے الا ان تخرج او ینہدم المنزل او تخاف انہدامہ او تلف مالہا اور لایجد کراء البیت ونحو ذلک من الضرورات فتخرج لاقرب موضع الیہ وفی الطلاق الی حیث شاء الزوج معتدہ کو نکلنا جائز نہین مگر اُسوقت جبکہ کوئی بزور نکالے خواہ زوج یا صاحب مکان یا ورثہ یا گھر منہدم ہو جاوے یا ڈرے گھر کے گر پڑنے سے یا اپنے مال کے تلف ہونے سے ڈرے یا گھر کے کرایہ دینے کا عورت کو مقدور نہو اسی قسم کی ضرورتون مین نکلے اور رہے اُس مکان مین جو مکان عدت سے قریب تر ہو یعنی حتی الامکان دور نہ جاوے یہ حکم تھا معتدۂ وفات کا اور طلاق کی عدت مین اگر اس قسم کی ضرورتین پیش آوین تو وہان رہے جہان کہ زوج چاہے ولولم یکفہا نصیبہا من الدار اشترت من الاجانب مجتبی وظاہرہ وجوب الشراء لو قادرۃ او الکراء بحر واقرہ آخرہ والمصنف قلت لکن الذی رایتہ بنسختی المجتبی استترت من الاستتار فحرر اور اگر معتدۂ وفات کو کفایت نہ کرے اُسکا حصہ جو زوج کے گھر سے بطور وراثت کے اُسکو ملا تو خرید کرے بیگانون سے کذا فی المجتبی اور ظاہر کلام مجتبی دلالت کرتا ہی مول لینے کے وجوب پر اگر اُسکو مقدور ہو یا کرایہ دینے کے وجوب پر کذا فی البحر الرائق اور اُسکو صاحب بحر کے بھائی یعنی صاحب نہر نے اور مصنف نے اپنی شرح مین مسلم رکھا ہی شارح کہتا ہی لیکن جو کہ مین نے مجتبی کے دو نسخون مین دیکھا ہی بجاے اشترت کے سوا استترت ہی جسکا مصدر استتار ہی تو اُسکو تحقیق اور تنقیح کرنا چاہیے تو اس تقدیر مین مطلب مجتبی کا یہ ہوا کہ اگر حصہ عورت کا رہنے کو کفایت نہ کرے تو عورت بیگانے لوگون سے پردہ کرے حلبی و شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ جن نسخون مین شارح نے استترت دیکھا سو غلط نسخے تھے اسواسطے کہ صورت تو یہ مفروض ہی کہ حصہ عورت کا اتنا کمتر ہی کہ رہنے کو کفایت نہین کرتا پھر جب مکان بقدر کفایت نہو تو پردہ کر لینے سے کیا کام نکلے گا علاوہ اسکے پوری عبارت مجتبی کی یون ہی کہ استترت من الاجانب و اولادہ الکبار یعنی عورت خرید کرے بیگانون اور زوج کی اولاد کبار سے تو در صورت استتار کے مطلب یہ ہوگا کہ زوج کی اولاد کبار سے بھی پردہ کرے حالانکہ زوج کی اولاد سے پردہ نہین اسواسطے کہ وہ عورت کے محرم ہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولابد من سترۃ بینہما فی البائن لئلا یختلی بالاجنبیۃ ومفادہ لان الحائل یمنع الخلوۃ المحرمۃ اور طلاق بائن مین ضرور ہی پردہ مرد اور عورت کے درمیان تا کہ مرد کو اجنبی عورت سے خلوت نہو طلاق بائن سے عورت اجنبی ہوگئی تو پردہ کرنا ضرور ہوا اور اس کلام سے معلوم ہوا کہ حائل مانع ہی خلوت محرمہ کا یعنی اگر کوئی چیز درمیان مین حائل ہو دیوار یا ٹاٹ کا پردہ یا کپڑے کا پردہ تو حرام خلوت ثابت نہین ہوتی وان ضاق المنزل علیہما او کان الزوج فاسقا فخروجہ اولی لان مکثہا واجب لامکثہ ومفادہ وجوب الحکم بہ ذکرہ الکمال اور اگر تنگی کرے مکان مرد و عورت پر یعنی پردہ کرنے سے لائق گذران کے نرہے یا کہ زوج فاسق ہو جسکو حرام حلال کی کچھ تمیز نہین تو نکل جانا مرد کا اس مکان سے بہتر ہی اسواسطے کہ رہنا عورت کا اُس مکان مین تا عدت واجب ہی مرد کا رہنا اس مکان مین کچھ واجب نہین اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہی کہ واجب ہی حکم کرنا زوج کے خروج پر کذا فی فتح القدیر ہر چند فقہا نے زوج فاسق کے خروج کو اولی کہا ہی اور اولی سے وجوب نہین ثابت ہوتا ہی لیکن اولویت کی تعلیل مین وجوب مکث عورت کو ذکر کیا ہی تو اس قرینہ سے اولی بمعنی ارجح ہی تو حکم خروج کا واجب ہوگا اسواسطے کہ جب مبیح اور محرم متعارض ہوتے ہین تو ترجیح محرم کو ہوتی ہی کذا فی فتح القدیر وحسن ان یجعل القاضی بینہما امراۃ ثقۃ ترزق من بیت المال بحر عن تلخیص الجامع قادرۃ علی الحیلولۃ بینہما اور مستحب یہ ہی کہ قاضی مرد اور عورت کے درمیان ایک ثقہ معتمد عورت کو مقرر کر دے جسکی روزی بیت المال سے دی جاوے کذا فی البحر عن تلخیص الجامع وہ عورت ایسی ہے کہ قادر ہو مرد و عورت مین حائل ہونے پر یعنی ہوشیار قوت والی ہو کہ مرد کو ڈانٹے اور اگر نہ مانے تو شور کرکے لوگون کو بلا سکے وفی المجتبی الافضل الحیلولۃ بستر ولو فاسقا فامراۃ قال ولہما

ان یسکنا بعد الثلث فی بیت واحد اذا لم یلتقیا التقاء الازواج ولم یکن فیہ خوف فتنۃ انتہی اور مجتبی مین یون ہی کہ بہتر یہ ہی کہ آڑ کردی جاوے پردہ سے
اور اگر زوج فاسق ہو تو ایک عورت معتبر کیجاوے کہ وہ حائل رہے دونون مین کہا مجتبی کے مصنف نے کہ جائز ہی مرد اور عورت کو رہنا ایک گھر مین بعد عدت
کے بشرطیکہ دونون زوج اور زوجہ کی طرح نہ ملتے ہون مثلاً عورت سر اور ہاتھون کو برہنہ کرتی ہو مرد کے سامنے اور بشرطیکہ دونون کے ایک جا رہنے
مین کچھ فساد کا خوف نہ ہو انتہی کلامہ وسئل شیخ الاسلام عن زوجین افترقا ولکل منہما ستون سنۃ وبینہما اولاد تتعذر علیہما مفارقتہم فیسکنان فی بیتہم ولا یجتمعان
فی فراش ولا یلتقیان التقاء الازواج ہل لہم ذلک قال نعم واقرہ المصنف اور کسی نے سوال کیا شیخ الاسلام سے زوجین کے باب مین جنمین طلاق وغیرہ سے
جدائی ہوگئی اور عدت گذر گئی اور ہر ایک کی ساٹھ ساٹھ برس کی عمر ہی اور دونون کے اولاد ہی کہ انکا چھوڑنا دونون پر سخت مشکل ہی سو دونون اولاد
والے گھر مین رہتے ہین اور ایک فرش پر جمع نہین ہوتے اور آپسمین جورو خاوند کی طرح نہین ملتے کیا اسطرح کا رہنا انکو درست ہی شیخ الاسلام نے کہا کہ
ہان درست ہی اور مصنف نے بھی اس روایت کو اپنی شرح مین مسلم رکھا ہی **ابانہا او مات عنہا فی سفر ولو فی مصر ولیس بینہا وبین مصرہا**
مدۃ سفر رجعت ولو بین مصرہا مدۃ وبین مقصدہا اقل **مضت** طلاق بائن دی عورت کو یا اسکو چھوڑکر سفر مین مر گیا اگرچہ راہ مین نہین بلکہ
کسی شہر مین طلاق یا موت واقع ہوئی ہو اور نہ ہو درمیان اس جگہ کے اور درمیان عورت کے شہر کے سفر کی مدت یعنی تین دن کی راہ نہو تو عورت
لوٹ آوے اپنے شہر مین اور اپنے گھر مین عدت منقضی کرلے اور اگر عورت کے شہر مین اور اس جگہ مین تین دن کی راہ ہو اور جہان کو جاتی تھی اسکی مسافت
وہان سے تین منزل سے کم ہو تو وہین چلی جاوے **وان کانت تلک** ای مدۃ السفر **من کل جانب** منہا ولا یعتبر ما فی میمنۃ ومیسرۃ فان کان فی مفازۃ
خیرت بین رجوع ومضی **معہا ولی اولا فی الصورتین** اور اگر اس جگہ سے دونون طرف عدت سفر کی ہو یعنی وہان سے وطن بھی تین منزل ہو یا
زیادہ اور مکان مقصود بھی تین منزل ہو یا زیادہ تو اگر مکان طلاق یا موت کا جنگل ہو تو عورت کو اختیار ہی وطن کے پھر آنے مین اور مکان مقصود
کی طرف چلے جانے مین اور روا ہنے بائین اگر کوئی شہر قریب ہو تو اسکا کچھ اعتبار نہین عورت کے ساتھ کوئی اسکا محرم ہو یا نہو دونون صورتون مین
حسب وطن تک مدت سفر نہو تو عورت پر رجوع وطن واجب ہی اسکے ساتھ محرم ہو یا نہو اور جب دونون طرف مدت سفر کی ہو تو عورت کو پھرنے اور چلے
جانے مین اختیار ہی خواہ محرم ساتھ ہو یا نہو والعود احوط **لتعتد فی منزل الزوج** اور جب کہ دونون طرف مدت سفر کی ہو تو ہر چند عورت مختار ہی لیکن وطن مین پھر آنا
مستحب ہی تاکہ عدت کو زوج کے گھر مین منقضی کرے ولکن ان مرت بما یصلح للاقامۃ کما فی البحر وغیرہ وزاد فی النہر وبینہ وبین مقصدہ سفر **او کانت**
فی مصر او قریۃ تصلح للاقامۃ **تعتد ثمہ ان لم تجد محرما اتفاقا وکذا ان وجدت عند الامام ثم تخرج بمحرم ان کان** ولیکن اگر عورت کا
جانے یا پھرنے مین ایسے مقام پر گذر ہو جو رہنے کے لائق ہی یعنی شہر ہو یا گانون نہ جنگل کما فی البحر وغیرہ اور نہر الفائق مین اتنی قید اور زیادہ کی کہ
اس محل اقامت مین جہان گذار ہو اور عورت کے مکان مقصود مین سفر کی مدت ہو یا کہ عورت طلاق اور موت کیوقت کسی شہر یا گانون مین ہو جو
لائق رہنے کے ہو وہین عدت کرے اگر محرم کو نپاوے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسیطرح وہین عدت کرنا چاہیے اگر محرم کو بھی پاوے نزدیک
امام کے پھر بعد عدت کے وہانسے نکلے اور اپنے وطن کو آوے اگر محرم ساتھ ہو اور اگر محرم نہو تو اسکو تین منزل یا زیادہ سفر کرنا حرام ہی یہانتک کہ اسکا محرم آوے
یا کہ عورت وہان کسی سے نکاح کرلے اور نہر الفائق کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر درمیان اس کے شہر سے اور مکان مقصود سے سفر کی مدت سے کم مسافت ہوگی تو
عدت وہین کرنا واجب نہین بلکہ اگر عورت چاہے تو مکان مقصود کو چلی جاوے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **وتنقل المعتدۃ المطلقۃ** بالبادیۃ فتح مع اہل الکلام
فی محفۃ او خیمۃ مع زوجہا ان **تضررت بالمکث فی المکان الذی** طلقہا بہ فلہا ان **تتحول** بہا والا لا اور نقل مکان کرتی رہے وہ عدت والی
جسپر طلاق واقع ہوئی جنگل مین کذا فی فتح القدیر یعنی جب زوج مرد صحرائی اور بادیہ نشین ہو اسکا دستور ہی کہ ایک جگہ نہین ٹھہرتے جہان جہان

لہ صواب پھر کر جاوین ... العدت نہین ... لالائق ہی

چارہ اور پانی اُنکے جانورون کو ملتا ہی وہان ٹھہرتے ہین پھر جب چارہ ہو چکا تو پھر کوچ کرتے ہین تو اگر کسی بادیہ نشین نے طلاق دی تو عورت انھین چارہ
پانی تلاش کرنے والون کے ساتھ نقل مکان کرتی رہے ڈولی مین یا خیمہ مین اپنے زوج کے ساتھ اگر عورت کو غیر لوگون کے پاس ہنے سے اُس مکان مین جسمین زوج
نے اُسکو طلاق دی کچھ ضرر ہو جان یا مال کا تو اس صورت مین زوج کو جائز ہی کہ اُسکو ساتھ لیکر چلتا پھرا رہے ڈولی یا خیمہ مین اور اگر عورت کو طلاق کے مکان مین کچھ
مضرت نہو تو وہین عدت کو آخر کرے زوج کے ساتھ نہ پھرے ولیس للزوج المسافرۃ بالمعتدۃ ولو عن رجعی بحر اور جائز نہین زوج کو سفر مین لیجانا عدت والی
کا اگرچہ عدت رجعی کی ہو کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ بعد عدت کے عورت اجنبی ہو جاویگی اور اجنبی عورت کو غیر محرم یا غیر زوج کے ساتھ سفر کرنا جائز
نہین ومطلقۃ الرجعیۃ کالبائن فیما مر غیر انہا تمنع عن مفارقۃ زوجہا فی مدۃ السفر لقیام الزوجیۃ بخلاف المبانیۃ اور مطلقہ رجعیہ بائن کے
مانند ہی احکام سابقہ مذکورہ مین یعنے اگر سفر مین طلاق رجعی ہوئی تو اگر وطن تین منزل سے کم ہو تو ضرور پلٹ آوے اور اگر مکان مقصود کمتر ہو تو
اُدھر چلی جاوے وغیر ذلک مطلقہ بائنہ اور رجعیہ مین فقط اتنا فرق ہی کہ اگر جنگل مین طلاق رجعی ہوئی ہو اور وطن تک اور مکان مقصود تک سفر
کی مدت ہو مطلقہ رجعیہ کو ممنوع ہی اپنے زوج کی مفارقت سفر کی مدت مین بسبب قائم رہنے زوجیت کے بخلاف مطلقہ بائنہ کے کہ اُسپر مفارقت لازم ہی
فروع مسائل ملحقہ شارح کے طلب من القاضی ان یسکنہا بجوارہ لا بجنبیۃ وانما تعتد فی مسکن المفارقۃ ظہیریۃ زوج نے درخوست کی قاضی سے کہ معتدہ
کو اپنے پڑوس مین رکھے تو قاضی اُسکو قبول کرے وہین عدت کرے عورت جہان مفارقت ہوئی قبلت ابن زوجہا فلہا السکنی لا النفقۃ تاتارخانیۃ زوجہ نے اپنے
زوج کا بوسہ بشہوت لیا تو جدا ہوگئی اور عدت لازم آئی تو زوج پر عورت کیواسطے سکونت کا مکان دینا لازم ہوگا نہ نفقہ دینا کذا فی التاتارخانیۃ لا تمنع
معتدۃ نکاح فاسد من الخروج مجتبی قلت مر عن البزازیۃ خلافہ لکن فی البدائع لہ منعہا لتحصین مائہ لکتابیۃ ومجنونۃ وام ولد اعتقہا فلیحفظ روک نہین معتدہ نکاح فاسد
کو باہر نکلنے سے کذا فی المجتبی شارح کہتا ہی کہ روایت بزازیہ کی اُسکے مخالف گذر گئی لیکن بدائع مین ہی کہ مرد کو جائز ہی منع کرنا معتدہ نکاح فاسد کا اپنے نطفہ کی
حفاظت کیواسطے جیسے معتدہ کتابیہ اور مجنونہ اور ام ولد کا جسکو مولی نے آزاد کر دیا ہی روکنا جائز ہی واسطے حفاظت نطفہ کے تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیے م
شارح نے کلام بدائع سے مجتبی اور ظہیریہ کا تخالف مٹا دیا یعنی مجتبی کی نفی منع خروج اسپر محمول ہی کہ روکنا حق اللہ مین نہین اور روایت ظہیریہ اسپر محمول ہی کہ روکنا باعتبار
وجوب شرعی کے نہین بلکہ اپنے نطفہ کی حفاظت کیواسطے ہی اور یہ جو شارح نے کہا کہ روایت بزازیہ اسکے مخالف ہی سو یہ سہو کاتب ہی اسواسطے کہ روایت منع خروج ظہیریہ سے
سابق مذکور ہو چکی نہ بزازیہ سے

فصل فی ثبوت النسب

یہ فصل ہی ثبوت نسب کے بیان مین یعنی ولد کا نسب زوج سے کس امر مین ثابت ہوتا ہی اور کس مین نہین اکثر مدۃ الحمل سنتان لخبر عائشۃ کما مر فی الرضاع وعند الائمۃ
الثلاثۃ اربع سنین زیادہ تر مدت حمل کی دو برس ہین بدلیل خبر عائشہ رض کے جو باب الرضاع مین مذکور ہو چکی اور تین اماموں کے نزدیک یعنی امام مالک اور شافعی اور احمد کے
نزدیک اکثر مدت حمل چار برس ہین ہم سنن دارقطنی اور بیہقی مین بطریق ابن مبارک عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہی کہ حمل زیادہ نہین ٹھہرتا دو برس سے بقدر گردش ظل
مغزل یعنی جتنی دیر سایہ چرخی کا گھومنے کے وقت ٹھہرتا ہی اسقدر بھی دو برس سے زیادہ حمل نہین ٹھہرتا یہ کنایہ ہی کمال سرعت سے اور ہر چند یہ اثر ہی حدیث مرفوع
نہین لیکن چونکہ تعیین مدت مین دخل اجتہاد مجتہد نہین تو بالضرور یہ مسموع ہوگا شارع سے اور بیہقی نے ولید بن مسلم سے روایت کی کہ مین نے حدیث عائشہ صدیقہ کو
امام مالک کے روبرو ذکر کیا انھون نے کہا سبحان اللہ یہ دیکھو محمد بن عجلان کی زوجہ تین بار بارہ برس مین جنی ہر لڑکا چار برس مین لیکن یہ استدلال تمام نہین اسواسطے
کہ حکایت معارض روایت کی نہین ہو سکتی اور انقطاع حیض اور پیٹ کا پھولنا دلیل نہین ہو سکتا اسواسطے کہ امتداد طہر سالہا سال ہوتا ہی اور بیماری سے پیٹ بھی
پھول جاتا ہی یہانتک کہ سوداء اور ریاح سے حرکت بھی حمل کیطرح معلوم ہوتی ہی اور حالانکہ حمل نہین ہوتا کذا فی فتح القدیر واقلہا ستۃ اشہر اجماعا اور کمتر مدت حمل کی

چھ مہینے ہین باجماع ائمہ اربعہ اسمین کسیکو خلاف نہین حق تعالی نے فرمایا (حملہ وفصالہ ثلثون شہرا) یعنی حمل ولد کا اور فصال اُسکا تیس مہینے بیان حمل اور فصال کو یکجا فرمایا بلا تفصیل مدت پھر دوسری آیت مین ارشاد ہوا کہ فصال کی مدت دو برس ہین تو معلوم ہوگیا کہ باقی چھ مہینے حمل کی مدت ہین اور یہ جو علما نے آیت مذکورسے باب الرضاع مین امام اعظم کے مذہب کیواسطے استدلال کیا ہو کہ تیس مہینے رضاع کی مدت اور تیس مہینے اکثر حمل کی مدت اس آیت سے ثابت ہوتی ہو لیکن حدیث عائشہ صدیقہ کے ثابت ہوا کہ دو برس سے زیادہ حمل کی مدت نہین ہوتی سو یہ استدلال صحیح نہین اسواسطے کہ لفظ ثلثون سے اطلاق واحد مین رضاعت کیواسطے تیس مہینے مراد لینا اور حمل کیواسطے چوبیس مہینے ارادہ کرنا یہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز ہو حالانکہ یہ صحیح نہین علاوہ اسکے تحقیق یہ ہو کہ عدد مین گنجایش مجازیت کی نہین کذا فی فتح القدیر فیثبت نسب ولد معتدۃ الرجعی بالاشہر او یاسہا بدائع وفاسد النکاح فی ذلک کصحیحہ قہستانی وان ولدت لاکثر من سنتین ولو لعشرین سنۃ فاکثر لاحتمال امتداد طہرہا وعلوقہا فی العدۃ تو ثابت ہوگا نسب معتدہ رجعی کے ولد کا اگرچہ عدت اسکی مہینون کے حساب سے ہو بسبب ایاس کے کذا فی البدائع اور نکاح فاسد فقط ثبوت نسب مین برابر نکاح صحیح کے ہو کذا فی القہستانی اگرچہ معتدہ رجعی بعد طلاق کے دو برس سے زیادہ مین جنی ہو گو بعد بیس برس یا زیادہ کے جنے تو بھی نسب ثابت ہو جاویگا بسبب احتمال دراز ہونے اُسکے طہر کے اور باحتمال اُسکے حاملہ ہونے کے عدت مین یعنی احتمال ہو کہ مثلاً بعد طلاق کے اٹھارہ برس تک اُسکو طہر رہا حیض نہ آیا تو عدت ہنوز قائم ہو پھر عدت مین زوج نے وطی کی اور حمل رہگیا اور دو برس مین لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا ثابت النسب ہو یعنی زوج ہی کا ٹھہریگا مالم تقر بمضی العدۃ والمدۃ تحتملہ زیادہ دو سال کی ولادت سے ولد ثابت النسب اُس صورت مین ہوگا جبکہ عورت اقرار نہ کرتی ہو انقضاے عدت کا اور حالانکہ مدت بھی انقضاے عدت کی محتمل تھی تو اگر طلاق سے بعد آٹھ مہینے کے جنی اور پہلے انقضاے عدت کا طلاق سے ساٹھ دن کے بعد اقرار کرچکی تھی تو ولد ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ اقل مدت عدت کی امام کے نزدیک ساٹھ دن ہین اور اقل مدت حمل چھ مہینے ہین تو آٹھ مہینے انقضاے عدت اور حدوث حمل اور تولد کے محتمل ہین اور اگر انقضاے عدت کا اُسنے اقرار کیا اور وقت اقرار سے چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو ولد ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ مدت انقضاے عدت کی محتمل نہین تو شرعاً عورت کی تکذیب ہوگی اسواسطے کہ چھ مہینے سے کمتر مدت مین لڑکا پیدا نہین ہوسکتا تو معلوم ہوا کہ عین عدت مین حمل رہا تھا ہدایہ اور کنز اور باقی متون معتدہ مین یہی روایت مصرح ہو کہ اقرار کے وقت سے اگر چھ مہینے سے کمتر مین عورت جنے گی تو ولد ثابت النسب ہو اور یہ جو شرح وقایہ مین بجاے اقرار طلاق کا لفظ ہو سہو اغلاط کاتب سے ہو کذا فی الدرر وکانت الولادۃ رجعۃ لو فی الاکثر منہما او لتمامہا لعلوقہا فی العدۃ لا فی الاقل للشک وان ثبت نسبہ اور ہوگی ولادت رجعت اگر مطلقہ رجعی دو سال سے زیادہ یا پورے دو سال مین جنی بسبب حمل رہنے کے عدت مین اور دو سال سے کمتر مدت مین جنی تو ولادت سے رجعت نہ ثابت ہوگی بسبب شک کے اگرچہ ولد کا نسب دو سال سے کمتر مین بھی ثابت ہوگا مگر ثبوت رجعت مطلقہ عدت کی وطی پر موقوف ہو تو جب دو سال سے زیادہ یا پورے دو سال مین ولادت ہوئی تو معلوم ہوا کہ بعد طلاق کے عدت مین حمل رہا تھا اور اگر دو سال سے کم یعنی نو مہینے یا بارہ مہینے مین مثلاً ولادت ہوئی تو احتمال ہو کہ حمل قبل طلاق کے ہوا اور محتمل ہو کہ بعد طلاق کے ہو تو بسبب اس شک کے رجعت ثابت نہین ہوسکتی لیکن نسب بہرصورت ثابت ہو کما یثبت بلا دعوۃ احتیاطاً فی مبتوتۃ جاءت بہ لاقل منہما من وقت الطلاق لجواز وجودہ وقتہ چنانچہ ثابت ہوتا ہو نسب بدون دعوی زوج کے بتوتہ مین یعنی مختلعہ اور مطلقہ بائنہ اور مطلقہ ثلثہ مین جو لڑکا جنی دو سال سے کمتر مین طلاق کے وقت سے ثبوت نسب ہوگا بسبب جواز وجود حمل کے بوقت طلاق یعنے جب مبتوتہ دو سال سے کمتر مین جنی تو یہ احتمال ہوسکتا ہو کہ طلاق کیوقت حمل موجود تھا خلاصہ یہ کہ ثبوت نسب مین شارع کو اہتمام زیادہ ہو تاکہ لڑکا ضائع نہو لہذا اُسکے ثبوت مین احتمال بھی کافی ہو یقین ہونا کچھ ضرور نہین بخلاف ثبوت رجعت کے اسمین احتمال کافی نہین یقین چاہیے ولم تقر بمضیہا لما مر یعنی ولد مبتوتہ کا نسب کمتر دو سال سے پیدا ہونے مین اُسوقت ثابت ہوگا جبکہ عورت انقضاے عدت کا اقرار نہ کرچکی ہو بشرط احتمال عدت چنانچہ یہ مضمون عنقریب مذکور ہوچکا اور اگر بعد اقرار انقضاے عدت دو سال

سے کمتر اور چھ مہینے سے اکثر مین جنے گی تو ثبوت نسب نہوگا اور اگر بعد اقرار کے چھ مہینے سے کمتر مین جنے گی تو ولد ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ عورت کی شرعاً تکذیب ہوگی لیکن یہ حکم مبتوتہ مدخولہ پر مخصوص ہے اور اگر مدخولہ نہوگی اور وقت فرصت سے پورے چھ مہینے یا زیادہ مین جنے گی تو ثبوت نسب نہوے گا اور اگر چھ مہینے سے کمتر مین جنی تو نسب ثابت ہوگا کذا فی البرجندی شیخ الاسلام مفتی ابو سعید نے تصریح کی کہ اگر غیر مدخولہ وقت نکاح سے پورے چھ مہینے مین جنی تو نسب ولد کا ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وان لتمامہما لا یثبت النسب وقیل یثبت لتصور العلوق فی حالۃ الطلاق زعم فی الجوہرۃ انہ الصواب اور اگر مبتوتہ لڑکا جنی پورے دو برس مین تو ثابت نہوگا یہ روایت ہے قدوری کی اسواسطے کہ اگر نسب ثابت ہو تو لازم آوے کہ حمل قبل طلاق کے تھا اور حمل قبل طلاق سے لازم آتا ہے کہ دو برس سے زیادہ مدت مین ولادت ہوئی حالانکہ یہ ممنوع ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ پورے دو سال سے نسب ثابت ہوگا بسبب احتمال رہنے حمل کے حالت طلاق مین تو قبل زوال زوجیت حمل ثابت ہوا اور یہی مذہب ہے قاضیخان کا اور مصنف جوہرہ نے یہ اعتقاد کیا ہے کہ یہی قول ٹھیک ہے اور قدوری کی روایت مین سہو ہے بحر الرائق مین کہا کہ حق یہ ہے کہ اس مسئلہ مین دو روایتین ہین اور عدم ثبوت نسب مین متون متفق ہین چنانچہ کلام صاحب کنز اور وافی اور صدر الشریعۃ اور صاحب مجمع البحرین اسپر دلالت کرتا ہے اور یہ علمار روایت مذہب سے زیادہ تر واقف ہین کذا فی حاشیۃ المدنی الا بدعوتہ لانہ التزمہ وہی شبہۃ عقد ایضاً پوری دو سال کی ولادت سے ولد مبتوتہ ثابت النسب نہوگا مگر زوج کے دعوی سے البتہ ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ زوج نے نسب کو اپنے اوپر خود لازم کرلیا اور یہان شبہہ عقد کا بھی ہے م یہ شارح نے جواب بازیلعی کے اعتراض کا کہ وطی مبتوتہ کی عدت مین فقط شبہۃ الفعل ہے اس سے نسب نہین ثابت ہوتا تو دعوی زوج سے کیونکر نسب ثابت ہوگا بحر الرائق مین جواب دیا کہ یہان فقط شبہۃ الفعل ہی نہین کہ اعتراض لگے بلکہ اسکے ساتھ شبہۃ العقد بھی ہے تو اب دعوی مثبت النسب کا ہوگا اور تفسیر شبہۃ الفعل اور شبہۃ العقد کی کتاب الحدود مین معلوم ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی والا اذا ولدت توامین احدہما لاقل من سنتین والآخر لاکثر پورے دو سال مین ولد مبتوتہ ثابت النسب نہوگا مگر جبکہ مبتوتہ دو لڑکون کو ایک حمل سے جنی اسطرح کہ بعد طلاق کے ایک لڑکے کو دو برس سے کمتر مین جنی اور دوسرے لڑکے کو دو برس سے زیادہ مین جنی مثلاً پہلا لڑکا بائیس مہینے مین جنی اور دوسرا ستائیس مہینے مین جنی اسواسطے کہ پہلا لڑکا تو بلا شرط دعوی ثابت النسب ہے تو دوسرا بھی بلا دعوی ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ دونون ایک ہی نطفہ سے ہین الا اذا ملکہا فیثبت ان ولدتہ لاقل من ستۃ اشہر من وقت الشراء ولو لاکثر من سنتین من وقت الطلاق پورے دو سال مین ولد مبتوتہ ثابت النسب نہوگا مگر جبکہ مبتوتہ کا مالک ہو جاوے اسطرح کہ مثلاً لونڈی منکوحہ تھی پھر اسکو طلاق دی پھر اُسکو خرید کیا تو اُسکا ولد ثابت النسب ہوے گا بلا دعوی اگر وہ خرید کیوقت سے چھ مہینے سے کمتر مین جنی اگرچہ طلاق کیوقت سے دو برس سے زیادہ مین جنی ہو ہکذا فی العالمگیریۃ عن التبیین و کالطلاق سائر اسباب الفرقۃ بدائع اور مانند طلاق بائن کے ہین سب باقی اسباب جدائی کے کذا فی البدائع یعنی خیار بلوغ اور عتق اور عدم کفایت اور ارتداد تو یہ سب اسباب فرقت کے احکام سابقہ مفصلہ مین مانند طلاق بائن کے ہین لکن فی القہستانی عن شرح الطحاوی ان الدعوۃ مشروطۃ فی الولادۃ لاکثر منہما لیکن قہستانی مین شرح طحاوی سے یہ منقول ہے کہ ثبوت نسب مین دعوت زوج کی مشروط ہے دو سال سے زیادہ کی ولادت مین یعنی پورے دو سال مین ثبوت نسب بلا دعوت ہوگا یہ شارح نے استدراک کیا متن کا م ظاہر یہ وہی روایت ہے جو مختار ہے صاحب جوہرہ کی اور مصنف نے روایت قدوری کو اختیار کیا بموافقت متون ثم ان لم تصدقہ المرأۃ فی روایۃ وہو الاوجہ فتح یعنی پوری دو سال کی ولادت مبتوتہ مین دعوی زوج سے نسب ثابت ہوگا اگرچہ عورت زوج کی تصدیق نکرے بموجب ایک روایت کے اور یہی روایت قوی اقرب بدلیل ہے کذا فی فتح القدیر نہر الفائق مین ہے کہ دعوی زوج مین یہان دو روایتین ہین ایک روایت یہ ہے کہ دعوی مین تصدیق عورت کی مشروط ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ شرط نہین اور اسی روایت کو ترجیح دی ہے صاحب فتح القدیر نے ویثبت نسب ولد المطلقۃ ولو رجعیا المراہقۃ المدخول بہا وکذا غیر المدخولۃ ان ولدت لاقل من الاقل ور ثابت ہے نسب مراہقہ مطلقہ کے ولد کا اگرچہ طلاق رجعی ہو مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ بشرطیکہ مراہقہ جنی ہو کمسے کم مدت سے یعنی کمتر مدت چھ مہینے ہین اور اس سے کمتر مثلاً ساڑھے پانچ مہینے خلاصہ یہ کہ اگر مراہقہ بعد طلاق کے چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو اُسکا ولد ثابت النسب ہے مراہقہ اُس لڑکی کو کہتے ہین جو وطی کے لائق ہے پر نشانیان بلوغ کی ہنوز ظاہر نہین نو برس کی ہو یا زیادہ اور جو لڑکی نو برس سے

کم ہو تو اُسکی ولادت متصور نہین اسواسطے کہ اُسمین نطفہ نہین کذا فی حاشیۃ المدنی غیر المقرۃ بانقضاء عدتہا وکذا المقرۃ ان ولدت لذلک من وقت الاقرار فان ادعت
حبلا فلو ادعتہ فکبالغۃ جس مراہقہ نے کہ اپنی انقضاے عدت کا اقرار نہین کیا اُسکا ولد ثابت النسب ہی اور اسی طرح اُس مقرہ کا ولد ثابت النسب ہی جو چھ مہینے
سے کمتر مین جنی اقرار کے وقت سے یہ اُسوقت مین ہی جبکہ مراہقہ نے اپنے حاملہ ہونے کا دعوی نہین کیا اور اگر حمل کا دعوی کیا تو وہ بالغہ کے مانند ہی لاقل
من تسعۃ اشہر من طلاقہا لکون العلوق فی النکاح او العدۃ والا لا لکونہ بعدہا لانہا لصغرہا یجعل سکوتہا کاقرار یعنی عدتہا مراہقہ غیر مقرہ کا ولد ثابت النسب
ہی جبکہ جنے بعد طلاق کے نو مہینے سے کمتر مدت مین بواسطے حمل رہنے کے نکاح مین یا عدت مین اور اگر نو مہینے سے کمتر مین جنے بلکہ پورے نو مہینے یا زیادہ مین
جنے تو ثبوت نسب نہوگا بسبب احتمال رہنے حمل کے بعد عدت کے اسواسطے کہ بسبب کم عمری مراہقہ کے اُسکا سکوت بجاے اقرار انقضاے عدت قرار دیا جاویگا
م یہ جواب ہی اُس سوال مقدر کا کہ جب مراہقہ مدخولہ نو مہینے یا زیادہ مین جنی تو احتمال ہی کہ اُسکو نکاح مین یا عدت مین حمل رہا پھر کیا وجہ عدم ثبوت نسب کی اور
مسئلہ مفروض ہی عدم اقرار کا ہان اگر اقرار انقضاے عدت کرتی اور اُسکے بعد پورے چھ مہینے یا زیادہ مین لڑکا ہوتو البتہ نسب ثابت نہوتا خلاصہ جواب کا یہ ہی چونکہ
انقضاے عدت مراہقہ کا بسبب کم عمری کے مخصوص ایک ہی طور پر تھا یعنی فقط مہینون پر نہ حیض پر تو بعد طلاق کے تین مہینے کا گذرجانا اور بسبب کم عمری کے اُسکا سکوت
کرنا یہ قائم مقام اقرار کے ہی تو جبکہ بعد تین مہینے کے پورے چھ مہینے یا زیادہ مین جنی تو معلوم ہوا کہ حمل بعد عدت کے پیدا ہوا لہذا نسب ثابت ہوگا فلو ادعت
حبلا فہی کالکبیرۃ فی بعض الاحکام لاعترافہا بالبلوغ سو اگر دعوی کیا مراہقہ نے حمل کا تو وہ اب برابر بالغہ کے ہوگی بعضے احکام مین بسبب اقرار بلوغ کے کہ بحر الرائق
مین کہا کہ اگر مراہقہ نے دعوی حمل کا کیا طلاق بائن مین پھر کمتر دو برس سے جنی اور طلاق رجعی مین ستائیس مہینے سے کمتر مین جنی تو اُسکا ولد ثابت النسب ہوگا کذا فی
غایۃ البیان مراہقہ اس حکم مین تو کبیرہ کے برابر ہوئی لیکن اور احکام مین برابر نہین مثلاً طلاق رجعی مین اگر مراہقہ مذکورہ ستائیس مہینے پورے مین یا زیادہ مین جنے گی تو
نسب ثابت نہوگا بخلاف کبیرہ کے کہ اُسکے ولد کا نسب ایاس تک ثابت ہوگا بسبب امتداد طہر کے کذا فی حاشیۃ المدنی ویثبت نسب ولد معتدۃ الموت لاقل منہما من وقتہ
الی الموت اذا کانت کبیرۃ ولو غیر مدخول بہا اور ثابت ہوتا ہی نسب معتدہ موت کا اگر ابتداے موت سے کمتر دو سال سے جنے بشرطیکہ کبیرہ ہو اگرچہ وہ مدخولہ نہو اسواسطے کہ
فراش عقد سے ثابت ہوتا ہی نہ دخول اور اجتماع زوجین سے چنانچہ اسکا ذکر آویگا اما الصغیرۃ فان ولدت لاقل من عشرۃ اشہر وعشرۃ ایام ثبت والا لا اور معتدہ موت کی
اگر صغیرہ ہو اور دس مہینے اور دس دن سے کمتر مین جنے تو نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ اس سے ثابت ہوا کہ حمل موجود تھا قبل انقضاے عدت وفات کے کیونکہ چار مہینے
دس دن عدت کے ہوئے اور باقی اقل مدت حمل ہی اور اگر پورے دس مہینے اور دس دن یا زیادہ مین جنے تو نسب ثابت نہوگا اسواسطے کہ حمل بعد عدت کے حادث
ہوا ولو اقرت بمضیہا بعد اربعۃ اشہر وعشر فولدت لستۃ اشہر لم یثبت اور اگر اقرار کیا کبیرہ یا مراہقہ نے انقضاے عدت کا بعد چار مہینے دس دن کے موت سے پھر جنی
پورے چھ مہینے مین تو نسب ثابت نہوگا واما الآئسۃ فکالحائض لان عدۃ الموت بالاشہر للکل الا الحامل زیلعی اور عدت موت مین آئسہ برابر حائضہ کے ہی اسواسطے
کہ عدت موت کی مہینون کے حساب سے ہی ہر معتدہ کیواسطے سواے حاملہ کے کذا ذکرہ الزیلعی وان ولدت لاکثر منہما من وقتہ لا یثبت بدائع ولو لہا فکالاکثر
بحر بحثا اور اگر معتدہ موت کی جنی دو برس سے زیادہ مدت مین ابتداے موت سے تو نسب ثابت نہوگا کذا فی البدائع اور اگر پورے دو سال مین جنی تو اُسکا حکم
مثل اکثر دو سال کے ہی کذا فی البحر بحثا بحث یہ ہی کہ معتدہ موت کو معتدہ مبتوتہ کے ساتھ ملحق کیا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا المقرۃ بمضیہا لو لاقل من
اقل مدتہ من وقت الاقرار ولاقل من اکثرہا من وقت البینۃ للتیقن بکذبہا اور اسیطرح ثابت ہوتا ہی نسب اُس عورت کے ولد کا جسنے اقرار کیا ہی
اپنی عدت کے گذرجانیکا اگر وہ جنی چھ مہینے سے کمتر مدت مین اقرار کیوقت سے اور اگر جنی دو برس سے کمتر مدت مین وقت فراق سے یعنی طلاق بائن یا موت سے نسب ثابت ہوگا
بسبب یقین ہوجانے دروغگوئی عورت کے یعنی جب وقت اقرار سے چار یا پانچ مہینے مین جنی تو معلوم ہوا کہ اُسوقت اُسکے رحم مین نطفہ تھا اور اُسکا اقرار انقضاے عدت کا محض غلط تھا اسواسطے
کہ چھ مہینے سے کمتر مین تولد ہونا ممکن نہین خلاصہ یہ کہ ولد مقرہ کے ثبوت نسب مین دو شرطین ہین ایک یہ کہ چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی اقرار سے دوسری شرط یہ کہ

قولہ طلقها

وقت فراق سے دو سال سے کم مین جنی تو اگر دو سال سے زیادہ مدت مین جنے گی تو ولد ثابت النسب نہ ہوگا اگرچہ وقت اقرار سے چھ مہینے سے کم مدت ہو چنانچہ
اگر بعد فراق کے بائیس مہینے کے بعد اُسنے اقرار انقضاے عدت کا کیا پھر وقت اقرار سے تین مہینے کے بعد لڑکا پیدا ہوا تو یہ ولد ثابت النسب نہوگا اسواسطے کہ
شرط ثانی نہ پائی گئی اگرچہ شرط اول موجود ہی کذا فی منح الغفار والا لایثبت لاحتمال حدوثہا بعد الاقرار اور اگر وقت اقرار سے پورے چھ مہینے یا زیادہ مین یا وقت
فراق سے دو برس سے زیادہ مین معتدہ جنی تو نسب نہ ثابت ہوگا واسطے احتمال حدوث حمل کے بعد اقرار کے یا بواسطہ انقضاے اکثر مدت حمل کی وقت فراق سے و
یثبت نسب ولد المعتدۃ بموت او طلاق ان جحدت ولادتہا بحجۃ تامۃ واکتفیا بالقابلۃ قیل وبرجل اور ثابت ہوتا ہی نسب ولد معتدہ موت یا طلاق کا اگر عورت
کی ولادت کا انکار ہوگیا ہو یعنی زوج نے طلاق مین اور زوج کے وارثون نے موت مین انکار کیا ہو کہ معتدہ نہین جنی اور معتدہ مدعی ہو ولادت کی
تو ثبوت نسب پوری دلیل سے ہوگا یعنی دو مردون کی گواہی یا ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی سے نسب ثابت ہوگا امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک فقط
دائی جنائی کی گواہی ثبوت نسب مین کافی ہی اور ایک روایت یون ہی کہ صاحبین کے نزدیک ایک مرد کی گواہی بھی کافی ہی او حبل ظاہر وہل تکفی الشہادۃ بکونہ ظاہرا
فی البحر بحثا نعم یا حمل ظاہر سے نسب ثابت ہوگا حمل ظاہر سے یہ مراد کہ چھ مہینے سے کم مدت مین ولادت ہو کذا فی الجوہرہ اور مفتی ابو سعود نے کہا کہ حبل ظاہر سے
یہ مراد کہ نشانیان حمل کی اسقدر ظاہر ہون کہ حمل رہنے کا ظن غالب حاصل ہو اور کیا کفایت کرتی ہی گواہی کہ قبل وضع کے حمل ظاہر تھا بحر الرائق مین بدلیل
کہا ہی کہ ہان شہادت ظہور حمل کی مثبت ہوگی نسب کی اسواسطے کہ بعد ولادت اور انکار زوج کے حمل موجود نہین تو واسطے اثبات کے ضرور شہادت کی حاجت
ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی او اقرار الزوج بہ ای بالحبل یا اقرار زوج سے کہ یہ حمل میرا ہی نسب ثابت ہوگا ولو انکر تعیینہ تکفی شہادۃ القابلۃ اجماعا کما تکفی فی
معتدۃ رجعی ولدت لاکثر من سنتین لا لاقل اور اگر تعیین ولد مین انکار ہو یعنی زوج یا ورثہ کہتے ہون کہ یہ لڑکا معتدہ کا نہین تو اس صورت مین دائی جنائی کی گواہی ثبوت
نسب مین کافی ہی باجماع امام اور صاحبین کے چنانچہ کافی ہی گواہی دائی جنائی کی معتدہ رجعی مین جو دو برس سے زیادہ مدت مین جنی نہ دو برس سے کم مین یعنی اگر معتدہ
رجعی دو برس سے کم مین جنے گی تو ثبوت مین درحالت انکار زوج دائی کی گواہی نہ کفایت کریگی بلکہ حجت تامہ یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی لازم
ہوگی او تصدیق بعض الورثۃ فیثبت فی حق المقرین یا تصدیق کرنے بعض لوگون سے نسب ثابت ہوگا یعنی زوج نے ولادت معتدہ کا انکار کیا اور مر گیا اُسکے
بعد بعضے وارثون نے تصدیق ولادت کی کی تو نسب ثابت ہوگا فقط اقرار کرنے والے وارثون کے حق مین نہ سب وارثون کے حق مین یعنی ورثہ مقرین ولد کو اپنے حصون
سے وراثت دینگے نہ ورثہ منکرین کو وانما یثبت النسب فی حق غیرہم حتی الناس کافۃ ان تم نصاب الشہادۃ بہم بان شہد مع المقر رجل آخر وکذا لو صدق المقر بقیۃ
الورثۃ وہم من اہل التصدیق فیثبت النسب ولا ینفع الرجوع اور ثابت ہوجاوے گا نسب غیر مقرین کے حق مین یہانتک کہ سب لوگون کے حق مین اگر پوری
ہوجاوے نصاب شہادت کی اُنہین سے اسطرح پر کہ گواہی دے وارث مقر کے ساتھ دوسرا مرد اور اسی طرح اگر تصدیق کرین وارث مقر کے باقی ورثہ اور وہ
اہل بھی ہون تصدیق کے یعنی عاقل بالغ ہون تو اسوقت مین ثابت ہوگا نسب ولد معتدہ کا اور نفع نہ کریگا بعد تصدیق کے منکر ہوجانا یعنی حصہ ولد کا دینا پڑیگا
والا یتم نصابہا لا لتشارک المکذبین اور اگر نصاب شہادت کی نہ پوری ہوئی یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین تصدیق نہ کرین وارثون مین سے بلکہ ایک مرد اور
ایک عورت تصدیق کرین تو ولد معتدہ کا شریک مکذبین کا نہوگا فقط ورثہ مقرین سے حصہ لیگا وہل یشترط لفظ الشہادۃ ومجلس الحکم الاصح لا لنظر الشبہۃ الاقرار
وشرط العدد لنظر الشبہۃ الشہادۃ اور وارثون کی تصدیق مین کیا لفظ شہادت کا اور مجلس حکم قاضی بھی شرط ہی قول اصح یہ ہی کہ شرط نہین برعایت شبہہ اقرار
اور شرط کیا ہی فقہا نے شمار مقرین کا بمناسبت شبہہ شہادت خلاصہ یہ ہی کہ تصدیق ورثہ کی دو امر کی مشابہ ہی ایک اقرار اور دوسری شہادت اور چونکہ اقرار
مین فقط شہادت اور مجلس حکم شرط نہین تو اسواسطے تصدیق مین بھی شرط نہین اور چونکہ شہادت مین عدد لازم ہی تو تصدیق مین بھی لازم کیا ونقل المصنف
عن الزیلعی ما یفید اشتراط العدالۃ ثم قال ومقول شیخنا وینبغی ان لا تشترط العدالۃ مما لا ینبغی قلت وفیہ انہ کیف تشترط العدالۃ فی المقر

اللہم الا ان یقال لاجل الشراتیہ فتامل ولیراجع اور نقل کیا ہو مصنف نے اپنی شرح مین زیلعی کا ایسا کلام جو مفید ہو اشتراط عدالت کا یعنی ورثہ مقرین کی عدالت ضرور ہی پھر مصنف نے کہا کہ ہمارے استاد یعنی صاحب بحر الرائق کا یون کہنا کہ مناسب نہین مشروط ہونا عدالت کا یہ مناسب نہین ہو سکے کہ روایت زیلعی کی مخالف ہو شارح کہتا ہو کہ اشتراط عدالت مین بحث ہو اور کیونکر مشروط ہو گی عدالت اقرار کرنے والے مین یعنی مقر کا اقرار بہر صورت اُسپر حجت ہی خواہ عادل ہو خواہ فاسق مگر یون جواب ہو سکتا ہو کہ عدالت مشروط ہو غیر پر حجت ہونے کے واسطے نہ کہ اپنی ذات کیواسطے سو اس مطلب کو غور کرا اس مسئلہ کی کتب معتمدہ مین تلاش کرنا چاہیے مع حلبی محشی نے کہا یہی جواب ٹھیک ہو جو شارح نے دیا کہ عدالت مقر اپنی ذات کیواسطے مشروط نہین غیر کیواسطے البتہ مشروط ہو لیکن شارح نے بنا بر دیانت اور احتیاط کے بالیقین حکم نہین دیا اب مراجعت کتب کی کچھ حاجت نہین اور شارح کی تقریر سے معلوم ہوا کہ اگر سب وارث تصدیق کرین تو کچھ عدالت کی حاجت نہین **ولو ولدت فاختلفا فی المدۃ فقالت المرأۃ نکحتنی منذ نصف حول وادعی الاقل فالقول لہا بلا یمین وقالا تحلف وبہ یفتی کما سیجی فی الدعوی** اور اگر معتدہ جنی پھر دونون مین اختلاف ہوا سو عورت نے کہا کہ تونے مجھسے نکاح کیا ہو چھ مہینے سے اور مرد نے کمتر مدت کا دعوی کیا یعنی چار یا پانچ مہینے کا تو قول عورت کا بدون قسم کے معتبر ہو گا نزدیک امام اعظم کے اور صاحبین نے کہا کہ عورت سے قسم لیجاویگی اور صاحبین کے قول پر فتوی ہو چنانچہ کتاب الدعوی مین اسکا ذکر آویگا **وہو ای الولد ابنہ لشہادۃ الظاہر لہا بالولادۃ من نکاح حملا لہا علی الصلاح** اور وہ لڑکا جو معتدہ جنی اُسی مرد کا بیٹا ہو اسواسطے کہ ظاہر حال عورت ہی کا شاہد ہو بسبب ولادت کے نکاح سے عورت کو نیک سیرت گمان کرکے **قال ان نکحتہا فہی طالق فنکحہا فولدت لنصف حول منذ نکحہا لزمہ نسبہ احتیاطا لتصور الوطی حالۃ العقد ولو ولدتہ لاقل منہ لم یثبت وکذا الاکثر ولو بیوم لکن بحث فیہ فی الفتح واقرہ فی البحر** کہا مرد نے کہ اگر نکاح کرون مین اُس عورت سے تو اُسکو طلاق ہو پھر نکاح کیا اُس سے سو وہ پورے چھ مہینے مین ابتدائے نکاح سے جنی تو لازم ہو گا مرد پر نسب ولد کا بنا بر احتیاط کے بسبب متصور ہونے وطی کے حالت عقد نکاح مین یعنی عین ایجاب و قبول کی حالت مین وطی ہوئی اور ختتام نکاح اور انزال ساتھ ہی ہوا تو اس تقریر سے وطی بعد طلاق کے نہ لازم آئی اور اگر وہ عورت چھ مہینے سے کمتر مین جنے گی اگرچہ ایک ہی دن کم ہو تو نسب ثابت نہوگا اسواسطے کہ یہ نطفہ قبل نکاح کا ٹھہر گیا اور اسیطرح ولد ثابت النسب نہوگا اگر چھ مہینے سے زیادہ مین عورت جنے گی اگرچہ ایک ہی دن زیادہ ہو گیا ہو لیکن فتح القدیر مین عدم ثبوت نسب مین بحث کی ہو اور اسکو بحر الرائق مین مسلم رکھا ہو صاحب فتح القدیر مین کہا کہ مدت حمل دو برس تک ہو تو چھ مہینے سے زیادہ مین نفی نسب کی کرنا مخالف ہو احتیاط کے اور یہ احتمال کرنا کہ بعد طلاق کے حمل حادث ہوا ہی بہت بعید ہو اسواسطے کہ حادث اکثر ولادت کے نو مہینے ہین طحطاوی نے کہا کہ بحث اگرچہ مسلم ہو لیکن نقل مذہب کی معارض نہین ہو سکتی **ولزمہ مہرہا بالجملۃ وطیا حکما ولا یکون بہ محصنا نہایہ** اور لازم ہو گا مرد پر عورت کا مہر اسواسطے کہ مرد کی وطی حکمی ثابت ہو گئی بسبب ثبوت نسب کے اور اس وطی حکمی سے مرد محصن نہوگا کذا فی النہایہ اسواسطے کہ محصن وہ مرد ہو جو نکاح صحیح کے بعد وطی کرچکا ہو اور نکاح مرکب ہو ایجاب و قبول سے اور اس مسئلہ مفروضہ مین وطی واقع ہو قبل قبول کے تو وطی بعد النکاح اسپر صادق نہین **علق طلاقہا بولادتہا لم تطلق بشہادۃ امرأۃ بل بحجۃ تامۃ خلافا لہما** مرد معلق کیا مرد نے طلاق عورت کو اُسکی ولادت پر تو طلاق واقع ہو گی ایک عورت کی گواہی سے بلکہ پوری حجت سے طلاق ہو گی بخلاف صاحبین کے چنانچہ مذکور ہو چکا **ولو اقر المعلق مع ذلک بالحبل اوکان ظاہرا طلقت بالولادۃ بلا شہادۃ لاقرارہ بذلک واما النسب ولوازمہ کامومیۃ الولد فلا تثبت بدون شہادۃ القابلۃ اتفاقا بحر** اور اگر ایک عورت کی گواہی کے ساتھ تعلیق کرنے والے زوج نے عورت کے حمل کا اقرار کیا یا کہ حمل خود ظاہر ہو تو عورت مطلقہ ہو گی ولادت سے بدون شہادت کے بسبب اقرار کر چکنے مرد کے لیکن ثبوت نسب اور لوازم اُسکے جیسے اُس عورت کا ماں ہونا اُس لڑکے کیواسطے سو وہ ثابت نہوگا بدون دائی جنائی کی شہادت کے باتفاق امام و صاحبین کے کذا فی البحر **قال لامتہ ان کان فی بطنک ولد او ان کان بک حبل فہو منی فشہدت امرأۃ ظاہرۃ لعم غیر القابلۃ بالولادۃ فہی ام ولدہ اجماعا ان جاءت بہ لاقل من نصف حول من وقت مقالتہ وان لاکثر منہ لا لاحتمال علوقہ بعد مقالتہ قید بالتعلیق لانہ لو قال ہذہ حامل منی ثبت نسب الی**

له یعنی دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے ۱۲

سنتين حتى ينفيه غاية کہا مولی نے اپنی لونڈی سے کہ اگر تیرے پیٹ مین لڑکا ہو اور حالانکہ حمل اُسوقت موجود تھا تو وہ میرا لڑکا ہی پھر ایک عورت نے
گواہی دی ولادت کی وہ عورت دائی جنائی ہو یا کوئی اور عورت ہو تو وہ لونڈی اُسکی ام ولد ہی باتفاق اگر وہ جنی کمتر چھ مہینے سے مقالہ مولی کیوقت سے
اور اگر چھ مہینے سے زیادہ مدت مین جنی تو ام ولد نہو گی بواسطہ احتمال حمل رہنے کے بعد مقالہ مولی کے مصنف نے اس مسئلہ کو تعلیق کر مقید کیا اسواسطے کہ اگر
مولی نے بلا تعلیق یون کہا کہ یہ لونڈی حاملہ ہی مجھسے تو ولد کا نسب ثابت ہوگا دو برس تک یہانتک کہ اُسکی نفی کرے مولی کذا فی غاية البيان قال لغلام هو ابني
ومات المقر فقالت امه المعروفة بحرية الاصل والاسلام وبانها ام الغلام انا امرأته وهو ابنه يرثانه استحسانا کہا ایک مرد نے ایک لڑکے کو کہ یہ میرا بیٹا ہی
اور مر گیا مقر سو کہا اُسکی ماں نے جسکی حریت اصلی اور اسلام اور لڑکے کی ماں ہونا مشہور کیا کہ مین عورت ہون مقر کی اور لڑکا اسکا بیٹا ہی تو یہ دونون وارث ہونگے
اُس مرد مقر کے بدلیل استحسان بشرطیکہ مقر کی اتنی عمر ہو کہ ویسا لڑکا اُس سے پیدا ہو سکتا ہو اور لڑکا معروف النسب نہو اور مرد کی تکذیب بھی نکرے کذا فی حاشية المدني فان
جهلت حريتها او موتها لم ترث وقوله فقال وارثه انت ام ولد ابي قيد اتفاقي اذ الحكم كذلك لو لم يقل شيئا او كان صغيرا كما في البحر او كنت نصرانية وقت
موته ولم يعلم اسلامها وقته او قال وارثه كانت زوجة له وهي امة لا ترث في الصور المذكورة بل لها مهر المثل قيل نعم پھر اگر عورت کا حرہ ہونا اور ولد
کی ماں ہونا معروف اور مشہور نہو تو عورت وارث مقر کی نہو گی تو عدم وراثت مین مصنف کا یہ قید لگانا کہ جب وارث مقر کا کہے کہ تو میرے باپ کی ام ولد ہی
یہ قید اتفاقی ہی نہ احترازی اسواسطے کہ اسیطرح عدم وراثت کا بھی حکم ہی اگر وارث کچھ نہ کہیگا یا صغیر ہوگا کذا فی البحر یا مقر کے وارث نے عورت سے کہا کہ تو نصرانیہ
تھی وقت مرنے مقر کے یا وقت مرگ مقر عورت کا اسلام نہ معلوم ہو یا وارث نے یون کہا کہ وارث کی زوجہ اور تھی اور یہ عورت لونڈی ہی تو ان مسائل مذکورہ مین
وارث نہو گی فقط لڑکا وارث ہوگا اور کیا اس عورت کو مہر مثل ملیگا بعضون نے کہا کہ ہان مہر ملیگا مترجم اتقانی اور صاحب فتح القدیر وجوب مہر کے قائل ہین اور
اتقانی نے اسکو رد کیا ہی کذا فی النہر الفائق زوج امته من عبده فجاءت بولد فادعاه المولى لم يثبت نسبه للزوم فسخ النكاح وهو لا يقبل الفسخ مالک نے
نکاح کر دیا اپنی لونڈی کا اپنے غلام سے پھر لونڈی لڑکا جنی سو اُسکا دعوی کیا مالک نے یعنی کہا کہ میرا بیٹا ہی تو اُسکا نسب مالک سے ثابت نہوگا بسبب
لازم ہونے فسخ نکاح کے یعنی اگر نسب ولد کا مالک سے ثابت ہو تو لازم آتا ہی کہ نکاح غلام فسخ ہو جاوے اور حالانکہ نکاح فسخ نہین ہوتا بعد تمام ہونے کے م
ترجم مین تمام ہونے کی قید لگائی تاکہ فسخ لعدم کفاءت اور فسخ خیار بلوغ اور خیار عتق کا اعتراض نہ لگے اسواسطے کہ وہ فسخ قبل از تمام ہی اگر کوئی کہے کہ ارتداد سے بھی
نکاح فسخ ہوتا ہی اُسکا جواب یہ ہی کہ یہ فسخ نہین یہ انفساخ ہی یعنی نکاح خود ٹوٹ گیا بدون توڑنے کے اور فسخ عبارت ہی توڑنے سے وعتق الولد وتصير الامة
ام ولده لاقراره بنبوته وامومتها اور لڑکا آزاد ہوگا اور لونڈی ام ولد ہو جاویگی بواسطے اقرار کرنے مولی کے ولد کے بیٹے ہونے کا اور لونڈی کے ماں ہونے
کا ولدت امته الموطوءة له ولدا لم يتوقف ثبوت نسبه على دعوته لضعف فراشها مالک کی لونڈی مدخولہ جنی ایک لڑکا تو موقوف ہوگا ثبوت نسب
ولد کا مالک کے دعوی پر یعنی بدون دعوی مولی کے وہ ولد ثابت النسب نہوگا بسبب ضعیف ہونے فراش لونڈی کے بخلاف ام ولد کے کہ اُسکا ولد بدون دعوی
مولی کے بھی ثابت النسب ہی لیکن نفی کرنے سے نفی ہو جاویگی اسواسطے کہ ام ولد کا فراش لونڈی سے قوی ہی اور منکوحہ سے ضعیف کامة مشتركة بين اثنين استولدها
واحد عبارة الدرر فتولد ها ثم جاءت بولد لا يثبت النسب به بدون دعوة لحرمة وطيها كام ولد كاتبها مولاها چنانچہ لونڈی مشترک دو شخصون مین کہ انہین سے ایک
شخص نے طلب ولد کی یعنی اُسکی وطی سے اولاد کی خواہش کی اور کتاب درر کی یہ عبارت ہی کہ دونون نے خواہش اولاد کی پھر وہ مشترک لونڈی ایک
لڑکا جنی تو نسب ثابت نہوگا بدون دعوی کے بسبب حرام ہونے وطی لونڈی مشترک کے جیسے اُس ام ولد کی وطی حرام ہی جسکو مولی نے مکاتبہ کیا تو اسکا
ولد بھی ثابت النسب نہوگا بدون دعوی مولی کے وسيجئ في الاستيلاد ان الفراش على اربع مراتب اور عنقریب باب الاستیلاد مین آویگا کہ فراش عورت کا
چار مراتب پر ہی ایک مرتبہ ضعیف وہ فراش لونڈی کا کہ اسکا ولد بدون دعوی کے ثابت النسب نہین دوسرا متوسط یعنی فراش ام ولد کا کہ اُسکا ولد بدون دعوی کے

ثابت النسب ہی لیکن نفی کرنے سے نفی ہو جاتا ہی تیسرا قوی یعنی فراش منکوحہ اور معتدہ رجعی کا کہ اُسکا ولد بدون دعوی کے ثابت النسب ہی اور اُسکی نفی نہین ہوسکتی
بدون لعان کے چوتھا اقوی یعنی فراش معتدۂ بائن کہ اُسکا ولد ثابت النسب ہی بلا دعوی اور اُسکے ولد کی نفی نہین ہوسکتی کسیطرح اسواسطے کہ نفی موقوف ہی
لعان پر اور لعان کی شرط ہی قیام زوجیت سو وہ بائنہ مین قائم نہین اور اسیطرح منکوحہ فاسد اور لونڈی منکوحہ کے ولد کی نفی نہین ہوسکتی بسبب معدوم ہونے شرط

لعان کے یعنی صحیح اور حریت وقد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربی بمشرقیة بینهما مسافة سنة فولدت لستة اشهر مذ تزوجها لتصوره کرامة او استخداما
فتح اور البتہ کفایت کی ہی فقہانے قیام فراش بلا دخول پر ثبوت نسب مین قیام فراش عبارت ہی حلت وطی سے جو بسبب عقد کے ہو اگرچہ دخول حقیقی
اور حکمی کچھ بھی نہو مانند نکاح مرد مغربی کے عورت مشرقیہ سے یعنی مرد منتہاے مغرب مین عورت منتہای مشرق مین اتنے فاصلہ سے رہتے ہون کہ دونون
کے درمیان سال بھر کی راہ ہو سو منکوحہ مشرقیہ پورے چھ مہینے مین جنی ابتداے نکاح سے تو یہ ولد ثابت النسب ہی بسبب متصور ہونے وطی کے باعتبار کرامت
یا استخدام جن کے کذا فی فتح القدیر یعنی ممکن ہی کہ بعد نکاح کے از راہ کرامت یا بعمل تسخیر جن کے زوج مشرق سے مغرب مین ساعت واحد مین آوے اور وطی کرے
طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ ہی کہ بعد نکاح کے چھ مہینے اور ایک ساعت مین ولادت فرض کیجاوے تاکہ اُس ساعت مین زوج کا زوجہ کے پاس پہونچنا متخیل اور متصور ہو لیکن

فی النهر الاقتصار علی الثانی اولی لان طی المسافة لیس من الکرامة قلت لکن فی عقائد التفتازانی جزم بالاولی تبعا بالمفتی الثقلین النسفی بل سئل عما یحکی ان الکعبة کانت

تزور واحدا من الاولیاء هل یجوز القول به فقال خرق العادة علی سبیل الکرامة لاهل الولایة جائز عند اهل السنة ولا لبس بالمعجزة لانها اثر دعوی الرسالة

وبادعائها یکفر فورا فلا کرامة وتمامه فی شرح الوهبانیة من السیر عند قوله ٭ ومن لولی قال طی مسافة ٭ یجوز جهول ثم بعض یکفر ٭ واثباتنا فی کل ما کان

خارقا ٭ عن النسفی النجم یروی وینصر ای ینصر هذا القول بنص محمد انا نومن بکرامات الاولیاء لیکن نہر الفائق مین ہی کہ تصور وطی مغربی مین دوسری وجہ یعنی
استخدام جن پر اختصار کرنا بہتر ہی اسواسطے کہ مسافت بعیدہ کا طی کرنا زمانۂ قلیل مین کرامات مین داخل نہین شارح کہتا ہی لیکن شرح عقائد نسفی مین ملا سعد الدین
تفتازانی نے وجہ اول کا یقین کیا ہی یعنی طی مسافت کو کرامت مین داخل کیا ہی باتباع مفتی ثقلین امام نجم الدین عمر نسفی کے بلکہ امام ممدوح سے
سوال ہوا کہ یہ جو حکایت ہی کہ کعبہ معظمہ ایک ولی کی زیارت کو جاتا تھا یہ کہنا جائز ہی یا نہین سو مفتی ثقلین نے جواب مین کہا کہ خرق عادت بطریق
کرامت کے اہل ولایت کے واسطے جائز ہی اہل سنت کے نزدیک اور کچھ التباس نہین کرامت مین ساتھ معجزے کے یعنی یہ کوئی نہ سمجھے کہ کرامت اور معجزہ دونو
خارق عادت ہین تو کیا فرق ہی کرامت اور معجزہ مین اسواسطے کہ معجزہ نہین ہوتا مگر بعد دعوی پیغمبری کے اور ادعاے رسالت سے فوراً کافر ہوتا ہی ولی
پھر کرامت کہان بلکہ وہ استدراج ہی اور پوری تقریر اسکی شرح وہبانیہ مین کتاب السیر سے اس قول منظوم کے پاس ہی کہ جو ولی کیواسطے طی مسافت کو
جائز کہے وہ جاہل ہی پھر بعض علما اسکو کافر کہتے ہین اور اثبات کرامت کا ہر امر خارق عادت مین خواہ طی مسافت ہو یا غیر اسکی نجم الدین عمر نسفی سے منقول
اور منصور ہی یعنی اس قول کی نصرت اور تائید امام محمد کے اس قول سے ہی کہ ہم تصدیق کرتے ہین کرامات اولیا کی م اگر خرق عادت مدعی رسالت کے
ہاتھ پر ہو وہ معجزہ ہی اور اگر مومن متقی کے ہاتھ پر ہو وہ کرامت ہی اور اگر کافر اور فاسق کے ہاتھ پر ہو تو وہ استدراج اور مکر ہی تو اس تقریر سے ایک قسم کا دوسری قسم سے
اشتباہ نہین شرح وہبانیہ مین ہی کہ طی مسافت بعیدہ کو زمانۂ قلیل مین ولی کیواسطے بعضے علما جائز نہین رکھتے اور اسکے مجوز کو جاہل کہتے ہین اور بعضے کافر اسیطرح
ظہور معجزات کبار کا مانند احیاء میت اور عصا کو سانپ کر ڈالنا اور انشقاق قمر اور جوش کرکے پانی بہنا انگلیون سے اور طعام قلیل مین جماعت کثیر کو آسودہ کر دینا بطریق
کرامت کے ناجائز جانتے ہین در حق یہ ہی کہ طی مسافت کرامت مین داخل ہی اور اسکا معتقد جاہل یا کافر نہین امام الحرمین نے کہا کہ قول پسندیدہ ہمارے نزدیک یہ ہی کہ خوارق عادات
بطریق کرامت کے جائز ہین سوائے اُس امر کے جو بدلیل قطعی ممنوع الوقوع ہی جیسے قرآن کے برابر دوسرا کلام ظاہر کرنا اور قول اہل انصاف امام نسفی کا کلام ہی جو مذکور ہو چکا

انتهی کذا فی حاشیة المدنی غاب عن امرأته فتزوجت بآخر وولدت اولادا ثم جاء الزوج الاول فالاولاد للثانی علی المذهب الذی رجع الیه الامام

وعلیہ الفتوی کما فی الخانیۃ والجوہرۃ والکافی وغیرہا وفی حاشیۃ شرح المنار لابن الحنبلی وعلیہ الفتوی ان احتملہ الحال لکن فی آخر دعوی المجمع حکی اربعۃ اقوال ثم افتی

بما اعتمدہ المصنف وعللہ ابن ملک بانہ المستفرش حقیقۃ ہو الولد للفراش الحقیقی وان کان فاسدا وتمامہ فیہ فراجعہ غائب ہوا مرد اپنی عورت سے پھر اسکو موت زوج کی

یا طلاق کی خبر پہونچی سو اُسنے بعد عدت کے زوج ثانی سے نکاح کیا یا عورت نے بدون خبر سُنے دعوی موت یا طلاق کا کرکے بعد عدت کے نکاح کیا اور زوج

ثانی سے اولاد ہوئی پھر زوج اول آیا تو یہ لڑکے زوج ثانی کے ہونگے بنا بر مذہب مفتی بہ کے جسکی طرف امام اعظم نے آخر کار رجوع کیا کذا فی التجنیس عن القدوری

اور اسی پر فتوی ہی کما فی الخانیۃ والجوہرۃ والکافی وغیرہا اور قول اول غیر مفتی بہ امام کا یہ ہی کہ یہ اولاد زوج اول کی ہوگی بسبب بقائے نکاح کے اور

شرح منار کے حاشیہ مین جو ابن حنبلی کا تصنیف ہی یون ہی کہ زوج ثانی کی اولاد ہونے پر فتوی ہی بشرطیکہ ظاہر حال اُسکا محتمل ہو اسطرح کہ بعد نکاح ثانی کے

پورے چھ مہینے مین لڑکا پیدا ہوا ہو اور اگر اس سے کم مدت مین ہوگا تو زوج اول ہی کا نسب ثابت ہوگا لیکن مجمع البحرین کی آخر کتاب الدعوی مین اس مسئلہ مین چار قول

نقل کیے ہین پھر فتوی اسی پر دیا ہی جسکو مصنف نے معتمد جانا ہی یعنی زوج ثانی کی اولاد ہونے پر اور دلیل مفتی بہ ہونے کی ابن مالک نے شرح مجمع البحرین

مین یون بیان کی ہی کہ حقیقت مین زوج ثانی ہی مستفرش ہی یعنی مالک فراش ہی عورت اُسی کے تحت تصرف مین ہی تو نسب ولد کا فراش حقیقی کیواسطے ثابت ہوگا

اگرچہ نکاح فاسد ہی اور پوری تقریر اسکی شرح مجمع البحرین مین ہی سو اُسکی طرف رجوع کرو طحطاوی نے کہا زوج ثانی کے ثبوت نسب مین یہ شرط ضروری ہی کہ نکاح

ثانی سے پورے چھ مہینے یا زیادہ مین ولادت ہو چنانچہ حاشیہ منار سے اُسکی تصریح ہو چکی اور یہ اختلاف اور مفتی بہ ہونا فقط اولاد کے نسب مین ہی نہ عورت مین اسواسطے کہ جب

زوج اول آویگا تو عورت اُسکو دلائی جاویگی بالاتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے نکح امۃ فطلقہا فشراہا فولدت لاقل من نصف

حول مذ شراہا لزمہ نکاح کیا ایک مرد نے غیر کی لونڈی سے پھر اُسکو طلاق دی پھر اُسکو مول لیا پھر وہ جنی چھ مہینے سے کمتر مدت مین ابتدائے خرید سے تو نسب ولد کا مرد کو لازم

ہوگا خواہ مرد اقرار کرے نسب کا یا انکار کرے اسواسطے کہ وہ ولد منکوحہ ہی یا ولد معتدہ نہ ولد مملوکہ اسواسطے کہ خرید کیوقت سے اقل مدت حمل نہین گذری اور ذکر طلاق کا

اتفاقی ہی اسواسطے کہ اگر بدون طلاق کے بھی اُسکو خرید کریگا تو بھی یہی حکم ہی اور اسیطرح ذکر خرید کا بھی اتفاقی ہی اسواسطے کہ اگر بطریق ہبہ یا وراثت لونڈی کا

مالک ہوگا تو بھی یہی حکم ہو والا لا الا المطلقۃ قبل الدخول والمبانۃ بثنتین فمنذ طلقہا اور اگر لونڈی بعد خرید کے پورے چھ مہینے یا زیادہ مین جنی تو ولد کا نسب مرد سے

ثابت نہوگا بدون اقرار مرد کے اسواسطے کہ وہ اسصورت مین ولد مملوکہ ہی نہ ولد منکوحہ یا معتدہ اسواسطے کہ بعد خرید کے کل مدت حمل پائی گئی لیکن اگر لونڈی منکوحہ کو طلاق

قبل دخول ہوئی ہی یا بعد دخول کے دو بار طلاق بائن ہوئی ہی تو وہان اعتبار ولادت کا ابتدائے طلاق سے ہوگا نہ ابتدائے خرید سے تو اگر مطلقہ قبل دخول طلاق سے چھ

مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو ولد اُسکا ثابت النسب ہی بلا شرط اقرار لکن فی الثانیۃ یثبت لسنتین فاقل لیکن دوسری صورت مین یعنی جسکو دو بار طلاق بائن ہوئی تو اُسکے

ولد کا نسب ثابت ہوگا پورے دو برس تک یا کمتر مدت مین یعنی اسصورت مین بعد طلاق کے چھ مہینے سے کمتر مدت کا اعتبار نہین بلکہ اگر وہ پورے دو برس

یا اس سے کم مدت مین جنے گی بعد طلاق کے تو نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ دو طلاق کے بعد لونڈی حرام ہو جاتی ہی بحرمت غلیظہ تو بعد خرید کے اُسکی وطی نہین ہو سکتی

لہذا اُسکے حمل کو ابعد اوقات کی طرف نسبت کیا یعنی ماقبل طلاق کے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الرجعی لاکثر مطلقا بعد ان یکون لاقل من نصف حول منذ شراہا فی

السنتین اور طلاق رجعی مین ولد ثابت النسب ہوتا ہی اگر بعد طلاق کے دو برس سے زیادہ مدت مین پیدا ہو کتنی ہی مدت زیادہ ہو پانچ برس یا دس برس بشرطیکہ ابتدائے

خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو تو دونون صورتون مین پہلی صورت سے وہ مطلقہ مراد ہی جسکو بعد دخول کے ایک طلاق بائن ہوئی اور دوسری صورت سے

مطلقہ رجعی مراد ہی خلاصہ ان مسائل مذکورہ کا یہ ہی کہ جب غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اُسکو طلاق دی پھر اُسکو خرید کیا تو دو حال سے خالی نہین یا طلاق قبل دخول کے ہی

یا بعد دخول کے اور بعد دخول کے طلاق دو حال سے خالی نہین کہ یا طلاق رجعی ہی یا بائن اور طلاق بائن دو حال سے خالی نہین یا بینونت صغری ہی یعنی ایک طلاق بائن

یا بینونت کبری یعنی دو طلاق بائن بخلاف حرہ کے کہ اُسمین تین طلاق سے بینونت کبری ہوتی ہی نہ دو سے تو اگر طلاق قبل دخول کے دی تو اگر ولادت اُس طلاق مین

چھ مہینے سے کمتر مدت ہو اور نکاح سے پورے چھ مہینے یا زیادہ ہین تو نسب ثابت ہو اور اگر نکاح سے چھ مہینے سے کم مدت ہو ولادت مین تو نسب ثابت نہین اور
اگر ایک طلاق بائن دی بعد دخول کے تو اگر ولادت اور خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو اور ولادت اور طلاق مین دو برس سے کم مدت ہو تو نسب ثابت ہو اور اگر
ولادت اور خرید مین پورے چھ مہینے یا زیادہ کی مدت ہو تو مرد پر اُسکا نسب لازم نہین بلکہ ولادت اور طلاق مین پورے دو برس یا کم کی مدت ہو تو نسب ثابت ہوگا اور
اگر طلاق رجعی دی تو اگر ولادت اور خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو اور ولادت اور طلاق سے دو برس سے زیادہ کتنی ہی مدت کیون نہو ہر صورت نسب ثابت ہو
کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو اعتقہا بعد الشراء اور اسیطرح اگر غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اُسکو آزاد کر دیا بعد خرید کے فوراً تو نسب ثابت ہوگا اگر چھ مہینے سے
کمتر مدت مین جنی خرید کیوقت سے اور اگر وقت خرید سے چھ مہینے سے زیادہ مدت مین جنی تو نسب ثابت نہوگا مگر باقرار زوج کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن الکافی
فلو باعہا فولدت لاکثر من الاقل مذ باعہا فادعاہ ہل یفتقر لتصدیق المشتری قولان اور اگر غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اُسکو خرید کیا پھر اُسکو بیچ ڈالا پھر وہ
جنی چھ مہینے سے زیادہ مدت مین ابتداے بیع سے پھر زوج بائع نے ولد کا دعوی کیا تو اس صورت مین تصدیق مشتری کی حاجت ہو یا نہین بابت اسکے دو قول ہین
ابو یوسف کے نزدیک تصدیق مشتری کی حاجت ہو بدون تصدیق مشتری کے ثبوت نسب نہین اگرچہ بائع دعوی کرے اسواسطے کہ بسبب خرید کے نکاح باطل ہوگیا اور
محمدؒ کے نزدیک تصدیق مشتری کی حاجت نہین کذا فی العالمگیریۃ مات عن ام ولدہ او اعتقہا فولدت لدون سنتین لزمہ ولاکثر لا الا ان یدعیہ مولی مر گیا اپنی ام ولد کو
چھوڑ کر یا اُسکو آزاد کر دیا پھر وہ جنی دو سال سے کم مین بعد موت یا آزادی کے تو نسب لڑکا مولی کو لازم ہوگا اور اگر دو سال سے زیادہ مدت مین جنی تو نسب اُسکا
مولی کو نہ لازم ہوگا مگر یہ کہ مولی بعد عتق کے دعوی ولد کا کرے تو نسب ثابت ہوگا ولو تزوجت فی العدۃ فولدت لستۃ اشہر من عتقہ او موتہ ولنصف حول او لاکثر منذ تزوجت و
ادعیاہ معا کان للمولی اتفاقا لکونہا معتدۃ بخلاف ما لو تزوجت ام الولد بلا اذنہ فانہ للزوج اتفاقا اور اگر ام ولد نے نکاح کیا عدت موت یا عتق مین پھر جنی پورے دو
برس مین آزاد کرنے مولی سے یا اُسکے مرنے سے اور پورے چھ مہینے یا زیادہ مین ابتداے نکاح سے اور مولی اور زوج نے دعوی کیا ولد کا ساتھ ہی مولی کہتا ہو یہ میرا ولد ہو اور
زوج ام ولد کا کہتا ہو کہ میرا ہو تو یہ ولد مولی ہی کا ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ ام ولد مولی کی معتدہ ہو بخلاف اس صورت کے کہ اگر ام ولد نے نکاح کر لیا بدون اذن مولی
کے پھر وہ پورے چھ مہینے یا زیادہ مین جنی ابتداے نکاح سے پھر ولد مین مولی اور زوج نے دعوی کیا تو ولد زوج ہی کا ہوگا بالاتفاق نہ مولی کا اور شارح کے قول مین
موت کا ذکر بے معنی ہو اسواسطے کہ بعد موت مولی کے دعوی کرنا مولی کا غیر متصور ہو ولو تزوجت معتدۃ بائن فولدت لاقل من سنتین مذ بانت ولاقل من ستۃ اشہر مذ تزوجت فالولد
للاول لفساد نکاح الآخر اور اگر نکاح کر لیا معتدہ بائن نے پھر وہ جنی دو سال سے کم مدت مین ابتداے طلاق بائن سے اور چھ مہینے سے کمتر مین ابتداے نکاح ثانی سے تو یہ ولد
زوج اول کا ہوگا بسبب فاسد ہونے نکاح ثانی کے اسواسطے کہ عدت مین ہوا ولو لاکثر منہما مذ بانت ولنصف حول مذ تزوجت فالولد للثانی اور اگر معتدہ بائن نے نکاح
کیا اور جنی دو برس سے زیادہ مدت مین ابتداے طلاق بائن سے اور پورے چھ مہینے مین ابتداے نکاح ثانی سے تو یہ بیٹا زوج ثانی کا ہوگا اسواسطے کہ زوج اول
کی طرف نسبت ولد کی متعذر ہوگئی کیونکہ دو برس سے زیادہ حمل نہین ٹھہرتا اور زوج ثانی کیطرف نسبت بلا معارض ثابت ہو ولاقل من نصفہ لم یلزم الاول
ولا الثانی والنکاح صحیح اور اگر معتدہ مذکورہ ابتداے طلاق بائن سے دو سال سے زیادہ مدت مین جنی تو نسب اس لڑکا نہ زوج اول کو لازم ہوگا اور نہ زوج
ثانی کو اور نکاح ثانی صحیح ہوگا زوج اول کو اسواسطے نسب نہ لازم ہوا کہ نسبت اسکی زوج اول کیطرف بسبب زیادہ ہو جانے اکثر مدت حمل سے متعذر ہو اور زوج
ثانی کیطرف بھی نسبت متعذر ہوگئی اسواسطے کہ کمتر مدت حمل سے بھی کمتر ہو اور نکاح ثانی اسواسطے صحیح ہوا کہ بعد طلاق بائن کے دو سال سے زیادہ مدت مین
ولادت ہونا دلیل ہو کہ زوج اول کا نطفہ معتدہ کے پیٹ مین نہ تھا تو حاملہ ثابت النسب سے نکاح کرنا نہ لازم آیا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو لاقل منہما ولنصفہ ففی
عدۃ البحر بحثا انہ للاول لکن نقل ہنا عن البدائع انہ للثانی معللا بان اقدامہا علی التزوج دلیل انقضاء عدتہا حتی لو علم بالعدۃ فالنکاح فاسد وولدہا للاول ان
امکن اثباتہ منہ بان تلد لاقل من سنتین مذ طلق او مات اور اگر نکاح کیا معتدہ بائن نے پھر جنی کمتر دو سال سے ابتداے طلاق بائن سے اور

پورے چھ مہینے مین نکاح ثانی سے تو بحرالرائق کے باب العدۃ مین بحث کرکے کہا ہی کہ یہ ولد زوج اول کا ہی اسواسطے کہ نکاح ثانی فاسد ہی بخلاف اول کے لہذا ولد زوج اول ہی کو ملحق ہوگا لیکن صاحب بحرالرائق نے وہین نقل کیا ہی بدائع سے کہ یہ ولد زوج ثانی کا ہوگا اس دلیل سے کہ پیش قدمی کرنا عورت کا نکاح پر دلیل ہی اُسکے انقضاے عدت پر اور بعد عدت کے زوج اول سے ملحق نہین ہوسکتا اور یہی یعنے روایت بدائع کی قوی ہی تو بحث صاحب بحرالرائق اعتماد کے نہین اور الحاق ولد کا زوج ثانی کیواسطے اُسصورت مین ہی جبکہ اُسکو بقاے عدت اول کا علم نہو بیانتک کہ اگر زوج ثانی نکاح کیوقت بقای عدت کو جانتا ہو تو نکاح فاسد ہوگا اور ولد معتدہ کا زوج اول کا ہوگا اگر ممکن ہو اثبات اُسکا زوج اول سے اسطرح پر کہ جنی معتدہ دو سال سے کمتر مین ابتداے طلاق سے یا زوج اول کی موت سے اور اگر طلاق سے دو سال سے زیادہ مدت مین اور نکاح سے پورے چھ مہینے مین جنی تو ولد زوج ثانی کا ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البدائع ولو نکح امرأۃ فجاءت بسقط تبین الخلق فان لاربعۃ اشہر فنسبہ للثانی وان لاربعۃ الا یوما فنسبہ للاول وفسد النکاح والکل من البحر اور اگر نکاح کیا مرد نے عورت معتدہ سے پھر اُسکے پیٹ سے بچہ ناتمام جسکے بعضے اعضا ظاہر ہو چلے تھے گرا تو اگر بعد نکاح ثانی کے پورے چار مہینے مین گرا تو نسب اُسکا زوج ثانی سے ثابت ہوگا اور اگر ایکدن کم چار مہینے مین گرا تو نسب اُسکا زوج اول سے ہوگا اور نکاح فاسد ہوگا یہ سب مسائل بحرالرائق سے منقول ہین پورے چار مہینے مین زوج ثانی کا نسب اسواسطے ہوا کہ خلقت اعضا ظاہر نہین ہوتی مگر ایک سو بیس دن مین تو چالیس دن نطفہ پیٹ مین رہتا ہی اور چالیس دن خون بستہ ہوتا ہی اور چالیس دن گوشت کا لوتھڑا ہوتا ہی کذا فی البحر اور نکاح ثانی صورت ثانیہ مین اسواسطے فاسد ہوا کہ نکاح عدت مین واقع ہوا قلت وفی مجموع الفتاوی نکح کافر مسلمۃ فولدت منہ لا یثبت النسب منہ ولا تجب العدۃ لانہ نکاح باطل شارح کہتا ہی کہ مجموع الفتاوی مین ہی کہ نکاح کیا کافر نے مسلمان عورت کا پھر جنی اُس سے تو ولد کا نسب کافر سے نہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ زنا سے نسب ثابت نہین ہوتا اور عورت پر عدت بھی واجب نہین اسواسطے کہ یہ نکاح باطل ہی بخلاف نکاح فاسد کے اسواسطے کہ اسکی وطی بالشبہہ ہی لہذا اسمین نسب ثابت ہوتا ہی م اگر ایک مرد نے زنا کیا ایک عورت سے پھر وہ حاملہ ہوئی پھر اُس سے نکاح کیا پھر وہ جنی تو اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ مین جنی تو ولد کا نسب مرد سے ثابت ہوگا اور اگر چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو نسب نہ ثابت ہوگا مگر دعوی نسب سے البتہ ثابت ہوگا بشرطیکہ یون نہ کہا ہو کہ یہ میرا بیٹا زنا سے ہی اور اگر یون کہیگا کہ یہ میرا بیٹا زنا سے ہی تو نسب ثابت نہوگا اور لڑکا اُسکا وارث نہوگا کذا فی الینابیع مرد مسلمان نے نکاح کیا اپنی محارم سے پھر اولاد ہوئی تو وہ اولاد امام کے نزدیک مرد سے ثابت النسب ہوگی اور صاحبین کے نزدیک ثابت النسب نہین اسواسطے کہ نکاح محارم کا فاسد ہی امام کے نزدیک اور باطل ہی صاحبین کے نزدیک کذا فی الظہیریہ نسب اشارہ کرنے سے بھی ثابت ہوتا ہی باوجود قدرت تکلم کے کذا فی النہایۃ ہکذا فی العالمگیریہ

باب الحضانۃ

بفتح الحاء وکسرہا تربیۃ الولد یہ باب ہی حضانت مین حضانت بفتح وکسر حا عبارت ہی تربیت لڑکے سے یعنی لڑکون کی پرورش کے احکام اس باب مین مذکور ہین صراح اور قاموس مین حضانت کو بکسر اول کہا ہی اور شارح نے باعتبار مصباح اور بحر اور نہر کے فتح اول کو بھی مذکور کیا ہی اور حاضنہ وہ عورت ہی جو لڑکے کو پرورش کرے اور گود مین رکھے اور خیرالدین رملی نے کہا کہ شروط حضانت کے یہ ہین کہ حاضنہ حرہ بالغہ امینہ ہو قادر ہو پرورش پر اور زوج اجنبی کے نکاح مین نہو اور اگر پرورش کرنے والا مرد ہو تو اسمین بھی یہی شروط ہین سواے شرط اخیر کے کذا فی حاشیۃ المدنی تثبت للام النسبیۃ ولو کتابیۃ او مجوسیۃ ولو بعد الفرقۃ الا ان تکون مرتدۃ حتی تسلم لانہا تحبس ثابت ہی حق پرورش کا نسبی مان کو اگرچہ کتابیہ یا مجوسیہ ہو اور اگر بعد جدائی زوج کے ہو مگر یہ کہ مان لڑکے کی مرتد ہو گئی ہو تو اُسکو حق پرورش نہین بیانتک کہ وہ اسلام قبول کرے اسواسطے ارتداد مین حق پرورش نہین کہ مرتدہ تا زمان ارتداد محبوس رہیگی پھر حبس مین پرورش کیونکر ہو مجوسیہ ہونے کی یہ صورت کہ ولد کے مان باپ دونون مجوسی تھے پھر باپ مسلمان ہو گیا اور عورت مجوسی بنی رہی تو بھی حق پرورش اُسیکا ہوگا اسواسطے کہ عورت کو محبت ولد کی پیدایشی امر ہی کافرہ ہو یا مسلمہ او فاجرۃ فجورا یضیع الولد بہ کزنا وغناء وسرقۃ ونیاحۃ کما فی البحر والنہر بحثا قال المصنف والذی یظہر العمل باطلاقہم کما ہو مذہب الشافعی ان الفاسقۃ بترک الصلوۃ لا حضانۃ لہا وفی القنیۃ الام احق بالولد ولو سیئۃ السیرۃ معروفۃ بالفجور ما لم یعقل ذلک یا ولد کی مان فاسقہ ہو ایسا فسق اور گناہ کرتی ہو جس سے لڑکا ضائع ہو جاوے مانند زنا اور گانا اور چوری اور نوحہ گری کے

چنانچہ یہ تفصیل بحرالرائق اور نہرالفائق مین ہی بحث کے ساتھ اسواسطے کہ جب عورت حرام کار ہوئی یا گانے یا نوحہ گری کا پیشہ لیا یا چوری کرنے کی اسکو خو پڑ گئی تو گھر مین
نہ ٹھہر یگی تو لڑکا تباہ ہوگا مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ جوامر کہ علّت طلاق نقہا سے ظاہر ہوتا ہی چنانچہ وہی مذہب شافعی بھی ہی کہ جو عورت کہ فاسقہ ہو بسبب ترک
نماز کے تو اسکو حق پرورش نہین اور قنیہ مین ہی کہ ماں سزاوارتر ہی پرورش ولد مین اگرچہ وہ بدطریق مشہور بفسق ہو جبتک کہ لڑکے کو بدکاری کا شعور ہو انتہی کلام المصنف م
اکثر کتب فقہ مین وارد ہی کہ فاجرہ کو حق پرورش نہین صاحب بحر نے کہا کہ فاجرہ سے مراد زانیہ ہی جو پرورش ولد سے غافل ہو جاوے نہ مطلق فسق کہ شامل ہو ترک
صلوٰۃ کو اسواسطے کہ جب کتابیہ احق بالولد ہوئی تو مسلمہ فاسقہ اولی ہوگی مصنف نے کلام صاحب بحر کا پسند کیا اور مطلق فسق کو قائم رکھا اور کتابیہ اور فاسقہ مین فرق
کیا کہ کتابیہ اپنے اعتقاد پر ہی بخلاف مسلمہ فاسقہ کے شیخ رحمتی اور طحطاوی محشیون نے کہا کہ جب مدار حکم کا ولد کے ضائع ہونے پر ہو تو بحث مصنف کی بیجا ہی اور بحث صاحب
بحر کی قوی ہی اور تفرقہ کتابیہ اور فاسقہ کا حضانت مین کچھ مفید نہین مفتی ابوسعید نے کہا کہ مطلق فجور مسقط حضانت کا نہین تا وقتیکہ خوف ولد کے ضائع ہونے کا نہو غزی زادہ
نے کہا کہ بلحاظ اس قید کا ضرور ہی کذا فی حاشیۃ المدنی **وغیر مامونۃ** ذکرہ فی المجتبی بان تخرج کل وقت وتترک الولد ضائعا یا ولد کی ماں غیر مامونہ ہو یعنی اسپر اطمینان نہو مجتبی
مین تفسیر غیر مامونہ کی اسطرح پر کی ہی کہ ہر وقت گھر سے نکلا کرتی ہو اور لڑکے کو تباہ حالت چھوڑ جاتی ہو خواہ بلا ضرورت نکلتی ہو خواہ بضرورت مانند گستکاری کے یا کہ وہ
دائی جنائی ہو یا مردہ شو **او تکون امۃ او ام ولد او مدبرۃ او مکاتبۃ ولدت ذلک الولد قبل الکتابۃ** لاشتغالھن بخدمۃ المولی لکن ان کان الولد رقیقا کن احق
لانہ للمولی مجتبی یا کہ ماں ولد کی لونڈی ہو یا ام ولد یا مدبرہ ہو یا مکاتبہ ہو جو کہ اس لڑکے کو قبل کتابت کے جنی ان سب کی پرورش ساقط ہی بسبب مشغول رہنے ان عورتون
کے خدمت مولی مین تو انکو پرورش ولد کی فرصت کہان لیکن اگر ولد انکا مملوک ہوگا مولی کا تو یہی عورتین اُس ولد کی پرورش کیواسطے لائق تر ہین اسواسطے کہ وہ
ولد مولی کا ہی تو اُسکی پرورش کرنا گویا مولی کی خدمت ہی کذا فی المجتبی م تعلیل مذکور مکاتبہ پر صادق نہین آتی اسواسطے کہ مکاتبہ پر مولی کی خدمت واجب نہین تو نفی حضانت
کی یون علت بیان کرنا بہتر ہی کہ حضانت ایک نوع کی ولایت ہی اور ان عورتون کو اپنی ذات پر ولایت نہین تو غیر پر بطریق اولی ولایت نہوگی **او تزوجت**
بغیر محرم الصغیر یا ولد کی ماں نے نکاح کر لیا ہو صغیر کے غیر محرم کے ساتھ اسواسطے کہ مرد اجنبی ولد کی پرورش سے راضی نہوگا اور اگر اُسکی ماں نے اُسکے محرم کے
ساتھ نکاح کیا ہو مثلاً ولد کے چچا کے ساتھ نکاح کیا ہو تو حق حضانت کا ساقط نہین اور محرم سے محرم نسبی ہی نہ رضاعی **او ابت ان تربیۃ مجانا والحال ان**
الاب معسر والعمۃ تقبل ذلک ای تربیتہ مجانا ولا تمنعہ عن الام قیل للام اما ان تمسکیہ مجانا او تدفعیہ للعمۃ **علی المذھب** وھل یرجع العم والعمۃ علی الاب
اذا ایسر قیل نعم مجتبی والعمۃ لیست بقید فیما یظہر یا کہ ماں انکار کرے ولد کے مفت پال لینے سے اور حالانکہ باپ کو مقدور اجرت دینے کا نہین اور عمہ ولد کی
اس پرورش کو مفت قبول کرتی ہی اور ماں کو بیٹے کے پاس آنے جانے سے روکتی بھی نہین تو اس صورت مین اُسکی ماں سے کہا جاوے کہ یا لڑکے کو مفت اپنے پاس
رکھے یا کہ اُسکی عمہ کو دے کہ وہ رکھے یہی حکم ہی بنابر مذہب صحیح کے اور جسقدر مال چچا یا عمہ کا پرورش مین صرف ہوا ہی اُسکو باپ سے پھیر لینا جبکہ باپ کو مقدور ہو درست
ہی یا نہین بعضے علما نے جواب دیا کہ ہاں پھیر لینا پہونچتا ہی کذا فی المجتبی اور ظاہر اذکر عمہ کا اس مسئلہ مین کچھ قید نہین بلکہ جب کہ ماں مفت پرورش سے انکار کرے
اور باپ کو مقدور نہو اور کوئی اجنبی عورت مفت پرورش کا اقبال کرے تو بھی یہی حکم ہی کہ اجنبی پالے کذا ذکر شرنبلالی فی کشف المسائل علی حاشیۃ الدرر تو توقف
شارح کا عمہ کے اتفاقی قید ہونے مین اس روایت سے زائل ہو گیا کذا فی حاشیۃ المدنی وفی المنیۃ تزوجت ام صغیر توفی ابوہ وارادت تربیتہ بلا نفقۃ مقدرۃ
وارادوصیہ تربیتہ بما تقع الیہا لا الیہ ابقاء لمالہ اور منیہ مین ہی کہ نکاح کر لیا صغیر کی ماں نے جس صغیر کا باپ مر گیا اور صغیر کی ماں نے بدون صرف مقرری کے
اُسکی پرورش کا ارادہ کیا اور صغیر کے وصی نے چاہا کہ نفقہ دیگر کسی اور اجنبی عورت سے پرورش کرا دے تو لڑکا ماں ہی کو دلایا جاویگا نہ وصی کو تا کہ مال صغیر
کا باقی رہے وفی الحاوی تزوجت باجنبی وطلبت تربیتہ بنفقۃ والتزم ابن عمہ مجانا ولا حاضنۃ له فله ذلک اور حاوی مین ہی اگر نکاح کیا صغیر کی ماں نے
اجنبی سے اور پرورش ولد کی درخواست کی بعوض نفقہ کے اور صغیر کے ابن عم نے اپنے اوپر لازم کر لی پرورش اُسکی مفت اور حالانکہ

صغیر کی کوئی اور عورت حاضنہ نہیں تو ابن عم کو اُسکا اختیار ہی **ولا تجبر من لها الحضانة عليها الا اذا تعينت لها بان لم يأخذ ثدي غيرها او لم يكن للاب**

ولا للصغير مال به يفتى خانية وصحح فی النفقة اور جس عورت کو حق حضانت شرعًا ثابت ہی اُسپر جبر کرنا پرورش کیواسطے نہیں پہونچتا کہ شاید اُس سے نہو سکتی ہو مگر جبکہ حاضنہ متعین ہو جاوے اس طرح پر کہ صغیر کسی کی چھاتی نہ لیتا ہو سواے اُس عورت کے یا کہ باپ و صغیر مالدار نہون تاکہ خادمہ نوکر رکھی جاوے تو اس صورت مین بالاتفاق حاضنہ پر جبر کیا جاویگا پرورش کیواسطے اور اسی پر فتوی ہی یعنی عدم جبر پر الا در صورت تعین کذا فی الخانیۃ اور عنقریب ہے سکا ذکر باب النفقہ مین آویگا اور ہدایہ اور تبیین اور ولوالجیہ اور واقعات اور خلاصہ مین اسی روایت پر فتوی ہی کہ حاضنہ پر جبر نہین اور ظہیریہ مین ہی کہ اگر صغیر کا کوئی محرم نہو تو پرورش کیواسطے ماں پر جبر کیا جاویگا تاکہ صغیر ضائع نہو جاوے کذا فی حاشیۃ المدنی **واذا اسقطت الام حقها صارت كميتة او متزوجة فينتقل للجدة** بحر اور جبکہ ماں نے اپنا حق پرورش ساقط کر دیا تو مانند میت اور متزوجہ کے ہوگئی تو اس صورت مین حق حضانت کا نانی کی طرف منتقل ہوگا کذا فی البحر **ولا تقدر الحاضنة**

على ابطال حق الصغير فيها حتى لو اختلعت على ان تترك ولدها عند الزوج صح الخلع وبطل الشرط لانه حق الولد فليس لها ان يبطله بالشرط وان لم يوجد غيرها

اجبرت بلا خلاف فتح وبه علم ان الوجود امتنع من ستقبول بحر وحينئذ فلا اجرة لها جوہرہ اور قدرت نہین حاضنہ کو حق صغیر کے باطل کرنے پر وہ حق صغیر کا جو حاضنہ کی ذات مین ثابت ہی یہانتک کہ اگر خلع کیا عورت نے اس شرط پر کہ صغیر کو چھوڑ جاویگی زوج کے پاس تو خلع صحیح ہوگا اور شرط عدم پرورش کی باطل ہو جاویگی اسواسطے کہ پرورش حق ہی صغیر کا تو عورت کو اختیار نہین کہ اُسکو باطل کر سکے شرط کرکے اور اگر ماں کے سوا کوئی حاضنہ نہ پائی جاوے تو ماں پر جبر کیا جاویگا بلا خلاف کذا فی فتح القدیر اور یہ یعنی غیر ام کا نہ پایا جانا شامل ہی اُس صورت کو کہ غیر ام موجود ہو اور پرورش کا اقبال کرے کذا فی البحر اور اسوقت مین یعنی سواے ان کے کوئی نہو یا ہو مگر اقبال نکرے تو ماں کچھ اجرت پرورش کی نپاویگی اسواسطے کہ واجب کے کرنے پر کچھ اجر نہین کذا فی الجوہرۃ معلوم ہوا کہ اس مسئلہ مین دو قول ہین ایک قول یہ ہی کہ ماں پر جبر نہین پرورش مین چنانچہ قبل اسکے تفصیل اسکی مذکور ہو چکی اور دوسرا قول یہ ہی کہ ماں مجبور ہی پرورش صغیر مین اور یہی منقول ہی فقہاء ثلثہ سے یعنی فقیہ ابو اللیث اور ہندوانی اور خواہرزادہ سے اور فتح القدیر مین کافی حاکم سے خلع مشروط کا مسئلہ نقل کرکے فقہاء ثلثہ کی تائید کی ہی اور کہا ہی کہ کافی جامع ہی کلام محمد کی تو معلوم ہوا گویہی ثبوت جبر ظاہر الروایۃ ہی طحطاوی نے کہا کہ کیونکر ماں پر جبر ثابت ہوگا یعنی در صورت عدم تعین اور حالانکہ اقوال مشائخ کے عدم جبر کے مفتی بہ ہونے پر مطابق ہوگئے ہین اور اکثر ایسا ہوتا ہی کہ ظاہر الروایت سے عدول کرکے مفتی بہ عمل ہوتا ہی انتہی اور تعجب ہی مصنف اور شارح سے کہ اس مقام مین جمع بین المتناقضین سے راضی ہووے اور لازم یون تھا کہ ایک قول کو پسند کرتے اور دوسرے پر بیجا ہنسے تو اشارہ کر دیتے کذا فی حاشیۃ المدنی **وتستحق الحاضنة اجرة الحضانة اذا لم تكن منكوحة ولا معتدة لابيه وهي غير اجرة**

ارضاعه ونفقته کما فی البحر عن السراجیۃ خلافا لما نقل المصنف عن جواہر الفتاوی اور مستحق ہوتی ہی حاضنہ اجرت حضانت کی جبکہ وہ منکوحہ اور معتدہ اُسکے باپ کی نہو پھر طلیکہ صغیر منکوحہ یا معتدہ سکے بیٹے سے ہو اور اگر منکوحہ یا معتدہ کی سوت کا بیٹا ہوگا تو بھی وہ اجرت کی مستحق ہوگی کذا فی الزیلعی اور یہ اجرت پرورش کی دودھ پلانے اور نفقہ ولد کے سوا ہی کذا فی البحر عن السراجیہ پس تو باپ پر تین چیزین واجب ہوئین اجرت حضانت اور اجرت رضاعت اور نفقہ ولد کذا اسنے شرنبلالیہ اور مغائر ہونا اجرت حضانت کا رضاعت سے مخالف ہی اُس قول کے جو مصنف نے اپنی شرح مین جواہر الفتاوی سے نقل کیا م منح الغفار مین جواہر الفتاوی سے یون منقول ہی کہ قاضی خان سے یون سوال کیا کہ بیتونہ کو اجرت حضانت کی پہونچتی ہی بعد ایام شیرخوارگی کے جواب دیا کہ نہین تو اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اجرت حضانت اور رضاعت متغائر نہین شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ شاید جواہر الفتاوی کی عبارت مین تحریف یا سقوط ہی اسواسطے کہ حضانت اور رضاعت دو متغائر چیزین ہین رضاعت کی مدت دو سال و حضانت کی سات برس یا نو برس پھر ایک کے سقوط سے دوسری کیونکر ساقط ہو **وفي شرح النقاية للباقاني عن البحر المحيط سئل ابو حفص عمن لها امساك الولد وليس لها**

مسكن مع الولد فقال على الاب سكناهما جميعا وقال نجم الائمة المختار ان عليه السكنى في الحضانة وكذا ان احتاج الصغير الى خادم يلزم الاب به اور باقانی کی شرح النقایہ مین بحر محیط سے منقول ہی کہ ابو حفص سے کسی نے سوال کیا اُس عورت کا مسئلہ کہ جسکو صغیر کے رکھنے کا حق پہونچتا ہی اور اس عورت کا کوئی مکان نہین جہان

صغیر کو ساتھ لیکر رہے تو جواب مین کہا باپ پر دونون کے واسطے مکان دینا واجب ہی اور نجم الائمہ نے کہا قول مختار یہ ہی کہ باپ پر مکان دینا ایام پرورش مین
واجب ہی اور اسیطرح اگر صغیر خادم کا محتاج ہو تو باپ پر خادم کا دینا لازم کیا جاویگا وفی کتب الشافعیۃ مؤنۃ الحضانۃ فی حال المحضون لو لہ مال والا فعلی من تلزمہ نفقتہ
قال شیخنا وقواعدنا تقتضیہ فیفتی بہ ثم حرر ان الحضانۃ کالرضاع اور کتب شافعیہ مین ہی کہ خرچ پرورش کا صغیر کے مال سے ہوگا اگر اُسکو مال وراثت سے
ملا ہو اور اگر صغیر کا مال نہ ہو تو حضانت کا صرف اُسپر واجب ہی جسپر صغیر کا نفقہ لازم ہی شارح کہتا ہی ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ ہم حنفیون کے
قواعد بھی اُسی کو مقتضی ہین تو اسی پر فتوی دینا چاہیے پھر خیر الدین رملی نے تحریر اور تنقیح کی ہی کہ حضانت مانند رضاعت کے ہی یعنی بنا بر قول راجح کے
جیسے رضاعت بقدر ارث کے وارثون پر واجب ہی ویسی ہی حضانت بھی بقدر ارث واجب ہی خلاصہ یہ ہی کہ اسمین تصریح روایت کی نہین لیکن نظر فقہی
اسکو مقتضی ہی کہ جب صغیر کا باپ نہو اور مال بھی نہو تو حضانت کی اجرت وارثون پر واجب ہی بقدر ارث کے مانند رضاعت کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن فتاوی
خیر الدین الرملی ثم ای بعد الام بان ماتت او لم تقبل او اسقطت حقہا او تزوجت باجنبی ام الام وان علت عند عدم اہلیۃ القربی پھر بعد ماں کے اسطرح
کہ ماں مرگئی یا وہ فاجرہ غیر مامونہ ہی یا اُسنے حضانت قبول نہ کی یا اُسنے اپنے حق کو ساقط کر دیا یا اجنبی سے نکاح کر لیا تو نانی کو حق حضانت ثابت ہی اگرچہ بچند واسطہ
نانی بعید ہو مثلاً نانی کی ماں یا نانی کی نانی لیکن نانی بعیدہ کو حضانت ثابت ہوگی نزدیک عدم اہلیت نانی قریبہ کے یعنی اگر نانی غیر کی مثلاً منکوحہ ہوگی تو اسصورت مین
حق پرورش صغیر کا نانی کو نہ پہونچیگا ثم ام الاب وان علت بالشرط المذکور پھر بعد نانی کے حق پرورش صغیر کی دادی کو ثابت ہی اگرچہ دادی بچند واسطہ بعید ہو بشرط
مذکور یعنی دادی بعیدہ کو درصورت عدم اہلیت قریبہ کے حق پہونچیگا واما ام الاب الام فتؤخر عن ام الاب بل عن الخالۃ ایضا بحر اور نانا کی ماں دادی سے مؤخر کیجاوے
بلکہ خالہ سے بھی کذا فی بحر الرائق ثم الاخت لاب وام ثم لام لان ہذہ الحق لقرابۃ الام پھر دادی کے بعد سگی بہن ہی پھر مادری بہن مقدم ہی سوتیلی بہن سے
اسواسطے کہ یہ حق پرورش صغیر کا مخصوص ہی ماں کی قرابت والیون کو ثم الاخت الاب ثم بنت الاخت لابوین ثم لام ثم لاب پھر مادری بہن کے بعد سوتیلی بہن کو حق ہی
پرورش کا پھر سگی بہن کی بیٹی کو پھر مادری بہن کی بیٹی کو پھر سوتیلی بہن کی بیٹی کو ۔ سوتیلی بہن کی بیٹی خالہ پر مقدم نہین بنا بر قول صحیح کے کذا فی فتاوی قاضیخان
وبحر الرائق یہ روایت غیر صحیح ہی جو شارح نے یہان ذکر کی چنانچہ قول آئیندہ مین خود شارح خالہ کی تقدیم کو سوتیلی بہن کی بیٹی پر بیان کریگا ثم الخالات کذلک ای
لابوین ثم لام ثم لاب ثم بنت الاخت لاب ثم بنات الاخ پھر مادری بہن کی بیٹی کے بعد خالات کے مراتب ہین اسیطرح یعنی پہلے سگی خالہ پرورش کیواسطے مقدم ہی پھر مادری
خالہ پھر سوتیلی بہن کی بیٹی پھر صغیر کے بھائی کی بیٹیان ثم العمات کذلک پھر بھتیجیون کے بعد پھوپھیان اسیطرح ہین یعنی پہلے سگی پھوپھی پھر مادری پھوپھی پھر سوتیلی
پھوپھی ثم خالۃ الام کذلک پھر پھوپھیون کے بعد ماں کی خالہ اسیطرح پر یعنی پہلے ماں کی سگی خالہ پھر مادری خالہ اسکے بعد سوتیلی خالہ ثم خالۃ الاب کذلک پھر
ماں کی خالہ کی خالہ کے بعد باپ کی خالہ اسیطرح پر یعنی اول سگی خالہ باپ کی پھر مادری خالہ پھر سوتیلی خالہ ثم عمات الامہات والآباء بہذا الترتیب پھر باپ کی خالہ کے بعد ماں
کی پھوپھیان پھر باپ کی پھوپھیان اسی ترتیب گذشتہ سے یعنی ماں کی سگی پھوپھی مقدم ہی پھر مادری پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی پھر اسکے بعد باپ کی سگی پھوپھی پھر مادری
پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی ہکذا الفہم من فتح القدیر اس ترتیب کی وجہ یہ ہی کہ ولایت پرورش کی اصل مستفاد ہی ماں کی جانب سے لہذا در باب حضانت قرابت ماں
مقدم ہی باپ کی قرابت پر کذا فی الاختیار سنن ابوداود مین عبد اللہ ابن عمرو سے روایت ہی کہ ایک عورت نے کہا کہ یا رسول اللہ صلعم یہ میرا بیٹا ہی میرا پیٹ اسکا ظرف تھا اور میری
چھاتی اسکے دودھ کی مشک تھی اور میری گود اسکا گہوارہ اور جھولا تھا اور اُسکے باپ نے مجھکو طلاق دی ہی اور چاہتا ہی کہ اس لڑکے کو مجھسے چھین لے تو فرمایا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے کہ اسکے رکھنے مین تو احق ہی جبتک کہ تو دوسرا نکاح کرے اور اختیار شرح مختار مین سعید بن مسیب سے مروی ہی کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ ام عاصم
کو طلاق دی اور لڑکے کو لینا چاہا تو دونون مین جھگڑا ہوا مقدمہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس رجوع ہوا صدیق اکبر نے فرمایا کہ ای عمر اسکی آل لڑکے کیواسطے
بہتر ہی تیرے شہد سے پھر لڑکا عورت کو دیدیا پرورش کیواسطے اور اصل اس روایت کی امام مالک کی موطا اور بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ مین ہی کذا فی فتح القدیر اور سنن ابوداود

مین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہی کہ زید بن حارثہ حضرت حمزہؓ کی دختر کو مکہ سے لائے یعنی مدینہ مین تو جعفر طیارؓ نے کہا کہ مین اسکو پالونگا مین احق
ہون میرے چچا کی بیٹی اور اسکی خالہ میرے پاس ہی علی مرتضیٰؓ نے کہا کہ مین احق ہون کہ میرے چچا کی بیٹی ہی اور رسول اللہ کی بیٹی میرے پاس ہی وہ اسکی احق ہی
پھر زید نے کہا کہ مین اسکا احق ہون کہ مین اسکو مکہ سے لایا ہون پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبیہ تو جعفر کے پاس اپنی خالہ کے ساتھ رہیگی اسواسطے کہ خالہ مان
کے برابر ہی **ثم العصبات بترتیب الارث فیقدم الاب ثم الجد ثم الاخ الشقیق ثم لاب ثم بنوہ کذلک ثم العم ثم بنوہ** پھر نساء مذکورات کی عصبات رجال بترتیب ورثت
حضانت مین احق ہین تو باپ صغیر کا مقدم ہی پھر دادا پھر سگا بھائی پھر سوتیلا بھائی پھر بھتیجے اسی طرح یعنی سگے بھائی کا بیٹا سوتیلے بھائی کے بیٹے پر مقدم
ہی پھر چچا پھر اُسکے بیٹے اسی ترتیب پر یعنی سگا مقدم ہی سوتیلے پر **واذا اجتمعوا فالاورع ثم الاسن اختیار سوی فاسق ومعتوہ وابن عم لمشتہاۃ وہو غیر مامون**
اور اگر مستحق حضانت چند شخص یکدرجہ جمع ہون جیسے سگے بھائی یا سگے چچا تو اُنمین جو پرہیزگار زیادہ ہو وہ مقدم ہی اور اگر پرہیزگاری مین دونون برابر ہون
تو پھر زیادہ عمر والا مقدم ہی کذا فی الاختیار شرح المختار سوائے عصبہ فاسق اور بیہوش کے یعنی عصبہ فاسق اور بدحواس لائق حضانت کے نہین اور اسیطرح چچا کا بیٹا
جسپر اطمینان نہو وہ صغیرہ لائق شہوت کے حضانت کیواسطے سزاوار نہین **ثم اذا لم یکن عصبۃ فلذوی الارحام فیدفع للاخ لام ثم لابنہ ثم للعم لام ثم للخال لابوین**
ثم لام برہان وعینی بحر پھر جب کوئی عصبہ صغیر کا نہو تو ذوی الارحام پرورش کیواسطے احق ہونگے تو مادری بھائی کو صغیر دیا جاویگا پھر اسکے بیٹے کو
مادری چچا کو پھر سگے ماموں کو پھر مادری ماموں کو کذا فی البحر ناقلا عن البرہان والعینی **فان تساووا فاصلحہم ثم اورعہم ثم اکبرہم ولا حق لولد عم وعمۃ وخال وخالۃ**
لعدم المحرمیۃ پھر اگر چند ذوی الارحام درجے مین برابر ہون چنانچہ تین بھائی تو اُنمین سے جو زیادہ نکوکار ہو صغیر کا وہ مقدم ہی پھر جو زیادہ متقی ہو وہ پھر
جو عمر مین زیادہ تر ہو اور چچا اور پھوپھی اور ماموں اور خالہ کے بیٹون کو حق پرورش نہین بسبب نامحرم ہونے کے **والحاضنۃ الذمیۃ ولو مجوسیۃ کمسلمۃ مالم**
یعقل دینا ینبغی تقدیرہ بسبع سنین لصحۃ اسلامہ حینئذ نہر اوالی ان یخاف ان یالف الکفر فینزع منہا وان لم یعقل دینا بحر اور حاضنہ ذمیہ اگرچہ
مجوسیہ ہو برابر مسلمہ کے ہی جب تک کہ لڑکا دین کو نہ سمجھتا ہو نہر الفائق مین کہا مناسب یون ہی کہ دین سمجھنے کی عمر سات برس کی مقرر کی جاوے
بسبب صحیح ہونے اسلام ولد کے اسوقت مین یا یہانتک کہ ڈر معلوم ہونے لگے الفت کفر کا یعنی کافرہ مان کی صحبت سے جب یہ خوف ہو کفر کا کھٹکا ہو اگرچہ
صغیر دین کو نہ بوجھتا ہو تو اُسکے پاس سے لے لینا چاہیے کذا فی البحر **والحاضنۃ یسقط حقہا بنکاح غیر محرمۃ ای الصغیر وکذا بسکناہا عند المبغض لہ لما**
فی القنیۃ لو تزوجت الام باٰخر فامسکتہ ام الام فی بیت الراب فللاب اخذہ اور حاضنہ کا حق ساقط ہو جاتا ہی صغیرہ کے غیر محرم سے نکاح کر لینے سے
اور اسیطرح حق ساقط ہوتا ہی حاضنہ کے رہنے سے اُس شخص کے پاس جو صغیر سے بغض اور کراہت رکھتا ہی اسواسطے کہ قنیہ مین ہی کہ اگر مان نے نکاح کیا اجنبی سے
پھر صغیر کو اُسکی نانی نے رکھا اسی اجنبی کے گھر مین تو باپ کو صغیر کا لے لینا نانی سے پہونچتا ہی اسواسطے کہ شخص اجنبی اپنی زوجہ کے پہلے شوہر کی اولاد سے غالبا خوش
نہین ہوتا **وفی البحر قد تردد فیما لو امسکتہ الخالۃ ونحوہا فی بیت اجنبی عاریۃ والظاہر السقوط قیاسا علی ما مر فی النہر والظاہر عدمہ للفرق البین بین زوج الام**
والاجنبی اور بحر الرائق مین ہی مین متردد ہون اس حکم مین کہ اگر صغیر کو خالہ یا مانند اُسکے کوئی اور حاضنہ اجنبی کے گھر مین رکھے حالانکہ خالہ مجرد ہی بلا زوج ظاہرا
یہ معلوم ہوتا ہی کہ حق حضانت ساقط ہی بقیاس اُسکے کہ مذکور ہو چکا یعنی جیسے نانی کا حق پرورش ساقط ہو گیا دوسرے داماد کے گھر کے رہنے سے ویساہی خالہ کا حق
بھی ساقط ہوا اجنبی کے گھر مین رہنے سے لیکن نہر الفائق مین ہی کہ مسئلہ مذکورہ مین ظاہر حکم عدم سقوط حضانت ہی اسواسطے کہ زوج ام اور اجنبی کے درمیان مین فرق
صریح ہی اسواسطے کہ اجنبی کو صغیر سے ملال اکثر نہین ہوتا بخلاف زوج ام کے **قال فی الرحم فقط کابن العم کالاجنبی** صاحب نہر نے کہا فقط قرابت جسمین محرمیت نہین جیسا چچا کا بیٹا
وہ اجنبی کے برابر ہی یعنی اگر صغیر کی مان صغیر کے ابن عم سے نکاح کریگی تو حق حضانت ساقط ہو جاویگا اور اسیطرح شیرخوارگی کے رشتے جیسے چچا رضاعی یا ماموں
رضاعی بلکہ رضاعی باپ اجنبی کے برابر ہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی **ولعود الحضانۃ بالفرقۃ البائنۃ لزوال المانع** اور پھر آتا ہی حق حضانت کا بسبب فرقت

بائنہ کے زوج اجنبی سے بسبب دور ہونے مانع کے یعنی حق حضانت بسبب نکاح اجنبی کے ساقط ہوا تھا پھر جب پوری جدائی ہوگئی تو حق حضانت بسبب زوال
مانع عود کر آوے گا تو بائن کی قید سے معلوم ہوا کہ طلاق رجعی سے عود حق نہوگا والقول لہا فی نفی الزوج اور قول عورت ہی کا معتبر ہوگا نفی زوج مین یعنی زوج نے
مطلقہ سے کہا کہ تو نے دوسرا نکاح کر لیا ہی تیرا حق حضانت ساقط ہوگیا اور عورت اسکی منکر ہی اور زوج کے دعوے کے گواہ موجود نہین تو اسوقت مین عورت کا قول
مقبول ہوگا اور حق حضانت ساقط نہوگا وکذا فی تطلیقہ ان ابہمتہ لا ان عینتہ اور اسیطرح قول عورت کا مقبول ہوگا زوج ثانی کے طلاق دینے مین اگر اسنے زوج
ثانی کو مبہم بیان کیا نہ مقبول ہوگا قول عورت کا اگر اسکو معین ذکر کیا یعنی اگر عورت نے دعوی کیا کہ مین نے کسی شخص سے نکاح کیا تھا اس نے مجھے طلاق دی تو اسصورت مین اسکا
قول مقبول ہوگا اور حق حضانت ثابت ہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے زید سے نکاح کیا تھا سو اُسنے مجھکو طلاق دی تو اسصورت مین دعوی طلاق کا مسموع نہوگا بدون اقرار
کے یا اقرار زید کے اسواسطے کہ یہان صاحب حق ایک شخص متعین ہی والحاضنۃ اما او غیرہا احق بہ بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی لانہ
الغالب اور حاضنہ ماں ہو یا کوئی اور عورت مستحق پرورش کی احق ہی لڑکا رکھنے مین یہانتک کہ اسکو حاجت نرہے عورتون کے پاس رہنے کی اور اس استغنا کی مدت
سات برس کی مقرر ہوئی ہی اور اسی پر فتوی ہی اسواسطے کہ تقریر سات برس کی حصول استغنا مین غالب ہی م یہ تقدیر خصاف کی ہی اور قدوری نے کہا کہ جب لڑکا
اپنے ہاتھ سے کھانے پینے لگے اور بول و براز سے آپ طہارت کرے بدون اعانت کے تو مستغنی ہوا عورتون سے اور درواقع مین دونون قولون مین کچھ تفاوت
نہین اسواسطے کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہی کہ سات برس کا لڑکا خود کھاتا پیتا ہی اور استنجا کر لیتا ہی ولو اختلفا فی سنہ فان اکل وشرب ولبس واستنجی وحدہ دفع الیہ ولو جبرا والا لا
اور اگر اختلاف کرین ماں اور باپ لڑکے کی عمر مین باپ کہتا ہو کہ سات برس کا ہی اور ماں کہتی ہو کہ چھ برس کا ہی تو قاضی کسی سے قسم نلے بلکہ لڑکے کا حال دریافت
کرے سو اگر لڑکا خود کھاتا پیتا اپنے کپڑے پہنتا اپنا استنجا کر لیتا ہو تو لڑکا باپ کو دلایا جاوے اگرچہ باپ پر جبر ہو یعنی اگر باپ قبول کرے تو حاکم زبردستی اسے دے
اسواسطے کہ بعد مدت پرورش کے باپ پر تعلیم و تادیب و نماز سکھانا واجب ہی اور اگر لڑکا کھانے پینے اور لباس و استنجا کرنے مین غیر کا محتاج ہو آپ نکر سکتا ہو تو باپ
کو نہ دلایا جائیگا ماں یا خالہ کے پاس رہیگا والام والجدۃ لام اولاب احق بہا بالصغیرۃ حتی تحیض ای تبلغ فی ظاہر الروایۃ اور ماں اور نانی یا دادی صغیرہ
کے رکھنے مین سزاوار تر ہین یہانتک کہ اسکو حیض آنے لگے حیض سے مراد یہ ہی کہ بالغ ہو جاوے خواہ بلوغ حیض سے ہو خواہ احتلام سے خواہ عمر سے اور یہی ظاہر الروایۃ
ہی اسواسطے کہ لڑکی بعد مدت حضانت کے عورتون کے آداب ریاضت کرنے کی محتاج ہی جیسے سینا کاتنا کھانا پکانا اور ایسے امور کی تعلیم مین عورت زیادہ تر قادر ہی سو ہی
اور جبکہ صغیرہ بالغ ہوئی تو عفت اور حفاظت کی محتاج ہی سو اسپر باپ زیادہ تر قوی و قادر ہی بہ نسبت ماں یا نانی کے کذا فی البحر الرائق ولو اختلفا فی حیضہا فالقول
للام بحر بحثا واقول ینبغی ان یحکم بسنہا ویعمل بالغالب اور اگر اختلاف کرین ماں اور باپ صغیرہ کے حیض ہونے مین ماں کہتی ہی کہ ہنوز اسکو حیض نہین آیا اور باپ
کہتا ہو کہ ہوتا ہی تو ماں کا قول معتبر ہوگا کذا فی البحر الرائق بنا بر بحث کے نہ بنا بر روایت کے بحث یہ ہی کہ عورت منکر ہی اور قول منکر ہی کا معتبر ہوتا مگر شارح کہتا ہی مین
کہتا ہون کہ اختلاف والدین مین یون لائق ہی کہ صغیرہ کی عمر پر حکم کیا جاوے اور عمل کیا جاوے غالب حال پر یعنی اگر صغیرہ اتنی عمر کو پہونچی ہو کہ جسمین حیض آتا ہو تو باپ
کا قول معتبر ہوگا اور اگر ہنوز حیض کی عمر کو نہ پہونچی تو ماں کا قول لائق اعتبار کے ہی یہ قول ہی صاحب نہر الفائق کا شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ اس مسئلہ مین بحث اور تجویز
علما کی کچھ حاجت نہین بلکہ روایت مصرح پر عمل کرنا مناسب ہی کہ جب اختلاف پڑے ماں باپ مین تو صغیر اور صغیرہ سے دریافت کرنا چاہیے اگر وہ بلوغ کا اقرار
کرین تو انکی تصدیق کرنا چاہیے کہ وہ امین ہین اس امر مین ماں باپ کو انکی کیا اطلاع ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وعند مالک حتی یحتلم الغلام وتتزوج الصغیرۃ
ویدخل بہا الزوج عینی اور امام مالک کے نزدیک ماں اور نانی احق ہین اپنے پاس رکھنے مین یہانتک کہ صغیر کو احتلام ہو اور صغیرہ کا نکاح اور زوج اسکی
وطی کرنے لگے کذا فی العینی وغیرہما احق بہا حتی تشتہی وقدر بتسع وبہ یفتی وبنت احدی عشر مشتہاۃ اتفاقا زیلعی اور ماں اور نانی یا دادی کے سوا
اور حاضنہ جیسے خالہ یا عمہ احق ہی صغیرہ کی پرورش مین یہانتک کہ وہ مشتہاۃ یعنی لائق شہوت اور رغبت کے اور نو برس کی عمر حد ٹھہرائی گئی ہی مشتہاۃ کی یہ تقدیر ہی

فقیہ ابوالليث کی اور اسی پر فتوی ہی اور گیارہ برس کی لڑکی مشتہاۃ ہی باتفاق علماء کذا فی الزیلعی م ماں یا نانی کے پاس تو بلوغ تک رکھنے کا حکم ہوا اور انکے سوا خالہ یا عمہ کے پاس نو برس تک حکم ہوا نہ بلوغ تک اسواسطے کہ تعلیم آداب نساء کی جیسے سینے پکانے کے بدون خدمت لینے کے نہیں ہو سکتی اور ماں یا نانی یا دادی کے سوا خالہ یا عمہ انکی طرح خدمت نہیں لے سکتی وعن محمد ان الحکم فی الام والجدۃ کذلک وبہ یفتی لکثرۃ الفساد زیلعی اور امام محمد سے ایک روایت خلاف ظاہر الروایہ یہ ہی کہ ماں اور نانی میں بھی یہی حکم ہی یعنی ماں اور نانی کے پاس بھی صغیرہ نو برس سے زیادہ نہ رہے اور اسی روایت پر فتوی ہی بسبب کثرت فساد زمانہ کے کذا فی الزیلعی اور نقایہ اور وقایہ اور خلاصہ اور غیاث المفتی اور بحر الرائق میں بھی اسی روایت پر فتوی مصرح ہی نقایہ میں کہا کہ ایک روایت ابی یوسف سے بھی ثابت ہی موافق محمد کے کذا فی حاشیۃ المدنی م صغیرہ کو بعد نو برس کے ماں کے پاس نہ رکھنا ظاہرا اُس صورت میں ہی جبکہ باپ نے اسکو طلاق دی ہو اور دو کہیں جدی رہتی ہو اور اگر ماں مطلقہ نہو اور صغیرہ کے باپ کے پاس رہتی ہو تو اُس سے جدا کرنے کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوتی واللہ اعلم وافاد انہ لا تسقط الحضانۃ بتزوجہا مادامت لا تصلح

للرجال الا فی روایۃ عن الثانی اذا کان یستانس بہا کما فی القنیۃ اور مصنف کے اس قول سے کہ حضانت صغیرہ کی تا حد مشتہاۃ ہی یہ فائدہ معلوم ہوا کہ حق حضانت کا ساقط نہیں صغیرہ کے نکاح سے جب تک صغیرہ مرد کے پاس لائق رہنے کے نہو مگر ایک روایت میں ابو یوسف سے یوں ہی کہ جب صغیرہ لائق موانست زوج کے ہو اور زوج اُسکے رکھنے سے راضی ہو تو حق حضانت ساقط ہی اگرچہ صغیرہ مشتہاۃ نہو کذا فی القنیۃ موانست سے یہ مراد ہی کہ زوج کا تنہائی میں صغیرہ سے جی لگتا ہو طحطاوی محشی نے کہا کہ یہ روایت ابی یوسف کی ضعیف ہی کہ مذہب معتمد کے مخالف ہی یعنی نو برس تک کسیطرح حق حضانت ساقط نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الظہیریۃ امرأۃ قالت ہذا ابنک من بنتی وقد ماتت امہ فاعطنی نفقتہ فقال صدقت لکن امہ لم تمت وہی فی منزلی واراد اخذ

الصبی منع حتی یعلم القاضی امہ وتحضر عندہ فیاخذہ لانہ اقر بانہا جدتہ وحاضنتہ ثم ادعی احقیۃ غیرہا وذا محتمل فان احضر الاب امرأۃ وقال ہذہ ابنتک وہذا ابنی منہا وقالت الجدۃ لا ان ہذہ ابنتی وقد ماتت ابنتی ام ہذا الولد فالقول للرجل والمرأۃ التی معہ ویدفع الصبی

الیہما لان الفراش لہما فیکون الولد لہما اور ظہیریہ میں ہی کہ ایک عورت نے ایک مرد سے کہا کہ یہ تیرا بیٹا ہی میری بیٹی سے اور میری بیٹی مر گئی ہی تو مجھکو اس لڑکے کا خرچ دے اسواسطے کہ بعد ماں کے نانی پرورش کی مالک ہی سو مرد نے کہا کہ تو سچی ہی یہ میرا بیٹا ہی لیکن ماں اُسکی نہیں مر گئی اور وہ میرے گھر میں ہی اور ارادہ کیا اُس سے لڑکا لینے کا تو منع کیا جاویگا یہانتک کہ قاضی اُسکی ماں کو جانے اور لڑکے کی ماں قاضی کے پاس حاضر ہو پھر لڑکے کو لیجاوے اسواسطے مرد کو لڑکا نہ دیا جاویگا کہ مرد نے اُس عورت کی نانی اور حاضنہ ہونے کا اقرار کیا پھر دعوی کیا حقیت غیر کا یعنی نانی اور ماں دونوں کو حق پرورش ثابت ہی لیکن ہوتے ماں نانی کے ماں احق ہی پرورش میں اور یہ دعوی احق ہونے کا محتمل ہی صدق اور کذب کا سو اگر باپ نے حاضر کیا ایک عورت کو اور پہلی عورت یعنی نانی سے کہا کہ یہ تیری بیٹی ہی اور یہ میرا بیٹا ہی اسکے پیٹ سے اور نانی نے کہا یہ میری بیٹی نہیں اور میری بیٹی اس لڑکے کی ماں تو مر گئی ہی تو اس صورت میں قول مرد کا اور اس عورت کا جو اس مرد کے ساتھ ہی معتبر ہوگا اور لڑکا انھیں دونوں کو دلایا جاویگا اسواسطے کہ فراش دونوں کا ثابت ہی تو ظاہرا یہ لڑکا انھیں دونوں کا ہی

کزوجین بینہما ولد فادعی الزوج انہ ابنہ لا منہا بل من غیرہا وعکست فقالت ہو ابنی لا منہ حکم بکونہ ابنا لہما لما قلنا چنانچہ زوج اور زوجہ کے پاس ایک لڑکا ہی پھر دعوی کیا زوج نے کہ یہ لڑکا میرا بیٹا ہی نہ اس زوجہ سے بلکہ اور عورت سے اور اسکے بالعکس دعوی کیا عورت نے سو اسنے یوں کہا کہ یہ میرا بیٹا ہی اور مرد سے نہ اس سے اور دونوں میں گواہ کسی کے پاس نہیں تو حکم کیا جاویگا کہ یہ لڑکا دونوں کا بیٹا ہی اُسی دلیل سے جو ہمنے بیان کی یعنی بسبب ثبوت فراش یعنی حلت زوجین کے ظاہر حال یہی ہی کہ دونوں کا بیٹا ہی وکذا لو قالت الجدۃ ہذا ابنک من بنتی المیتۃ فقال بل من غیرہا فالقول لہ ویاخذ الصبی منہا

ولکن لو احضر امرأۃ وقال ابنی من ہذہ لا من بنتک وکذبتہ الجدۃ وصدقتہ المرأۃ فالاب اولی بہ لانہ لما قال ہذا ابنی من ہذہ المرأۃ فقد انکر کونہا جدتہ فیکون منکرا لحق حضانتہا ہی ما قرت لہ بالحق انتہی ملخصا اور اسی طرح اگر کہا نانی نے ایک مرد سے کہ یہ لڑکا تیرا بیٹا ہی میری بیٹی سے جو مر گئی

سو مرد نے کہا کہ یہ میرا بیٹا تیری بیٹی سے نہین بلکہ اور عورت سے ہو تو قول مرد ہی کا معتبر ہوگا اور لیگا صغیر کو اُس عورت سے اور اسیطرح اگر مرد نے
حاضر کیا ایک عورت کو اور کہا کہ میرا بیٹا اس عورت سے ہو نہ تیری بیٹی سے اور تکذیب کی نانی نے مرد کی اور اُس عورت نے مرد کی تصدیق کی تو باپ
ہی سنر اوار تر ہو صغیر کا اسواسطے کہ جب مرد نے کہا کہ یہ لڑکا میرا بیٹا ہو اس عورت سے نہ تیری بیٹی سے تو اُسنے نانی ہونے کا انکار کیا تو اُسکے حق حضانت کا
بھی منکر ہوا اور وہ عورت جو آپ کو نانی بتاتی ہو مرد کے حق کا اقرار کر چکی اُسکا بیٹا کہکر آخر ہو گیا یہانتک قول ظہیریہ کا خلاصہ ہو کر والاخیار للولد عندنا مطلقا
ذکرا او انثی خلافا للشافعی قلت وہذا قبل البلوغ اما بعدہ فیخیر بین ابویہ وان اراد الانفراد فلہ ذلک موید زادہ معزیا للمنیۃ اور نہین ہو اختیار صغیر کو ہمارے
نزدیک مطلقا لڑکا ہو یا لڑکی بخلاف امام شافعی کے کہ اُنکے نزدیک بعد ایام حضانت کے صغیر کو اختیار ہو چاہے ان کے پاس رہے چاہے باپ کے پاس
رہے شارح کہتا ہو کہ یہ عدم اختیار صغیر کا ہمارے نزدیک قبل بلوغ کے ہو اور بعد بالغ ہونے کے تو اسکو اختیار ہو ماں باپ کے پاس رہنے مین اور اگر بعد بلوغ کے تنہا
رہنے کا ارادہ کرے تو بھی اُسکو جائز ہو چنانچہ اسکو موید زادہ نے ذکر کیا ہو منیہ کیطرف منسوب کر کے تنہا رہنا مشروط ہو اُسکے رشید ہونے پر اور اگر اُسکی تنہائی مین خوف
ہو فساد کا تو باپ ہی کے پاس رہے کذا فی الولوالجیہ امام شافعی کی دلیل ترمذی کی حدیث ہو کہ ایک عورت رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے
لگی کہ میرا زوج میرے بیٹے کو لیے جاتا ہو اور حالانکہ بیٹا کنوئین سے پانی بھر لاتا ہو میرے واسطے اور میری خدمت کرتا ہو تو حضرت نے لڑکے سے فرمایا کہ یہ تیرا باپ
ہو اور یہ تیری ماں ہو تو ہاتھ پکڑلے جسکا تو چاہے تو اُسنے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا سو وہی اُسکو لیگئی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لڑکا مختار ہو حنفیہ یہ جواب دیتے ہین کہ قرینہ
سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ یہ لڑکا بالغ ہو گیا تھا اسواسطے کہ کنوئین سے پانی بھرلانا دلیل ہو بلوغ کی اور نابالغ کو ہمارے نزدیک اسواسطے اختیار نہین کہ لڑکا نافہم و ہین کا
رہنا اختیار کریگا جہان کھیلنے اور پھرنے سے کوئی مانع نہو گا اور البتہ صحیح روایت سے ثابت ہوا ہو کہ صحابہ کرام لڑکون کو اختیار نہین دیتے تھے کذا فی الھدایہ و حاشیۃ
المدنی و افادہ بقولہ بلغت الجاریۃ مبلغ النساء ان بکرا ضمھا الاب الی نفسہ الا اذا دخلت فی السن واجتمع لھا رای فتسکن حیث احبت حیث لا خوف علیہا اور حکم
بلوغ کا مصنف نے اپنے اس قول مین بیان کیا کہ پہونچی لڑکی عورتون کی حد یعنی بالغ ہوئی تو اگر وہ کنواری ہو تو اسکو باپ اپنے پاس رکھے اسواسطے کہ اسکو
فاسق مردون کے مکر و فریب کی خبر نہین مگر جبکہ کنواری کی زیادہ عمر ہو جاوے اور عقل کامل ہو چکے تو رہے جہان اُسکا جی چاہے اسواسطے کہ اسپر اب خوف
باقی نہین رہا م دخول فی السن سے مراد یہ ہو کہ مسنہ اور بڑھی ہو جاوے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الوجیز و کفایۃ المتحفظ وان ثیبا لا یضمھا الا اذا لم
تکن مامونۃ علی نفسہا فللاب والجد ولایۃ الضم لا لغیرھما کما فی الابتداء بحر عن الظہیریۃ اور اگر لڑکی ثیبہ ہو یعنی ایکبار اُسکا نکاح ہو چکا ہو تو باپ کو ولایت اُسکو
پاس رکھنے کی نہین مگر جبکہ ثیبہ کی ذات پر اطمینان نہو یعنی خوف ہو فساد کا تو باپ اور دادا کو اپنے پاس رکھنے کی ولایت اور قدرت ہو نہ اور اولیا کو جیسا کہ باپ دادا
کو ابتدا مین پاس رکھنے کی ولایت تھی ویسی ہی خوف فساد مین بھی ولایت ہو کذا فی البحر الرائق ناقلا عن الظہیریۃ والغلام اذا عقل واستغنی برایہ لیس
للاب ضمہ الی نفسہ الا اذا لم یکن مامونا علی نفسہ فلہ ضمہ لدفع فتنۃ او عار و تادیبہ اذا وقع منہ شئ ولا نفقۃ علیہ الا ان یتبرع بحر اور لڑکا جبکہ عاقل
ہو اور ایسا ہوشیار ہو جاوے کہ دوسرے کا محتاج نرہے سکھانے کا تو باپ کو اسپر ولایت نہین اپنے پاس رکھنے کی مگر جبکہ اُسپر اطمینان اور اعتماد نہ ہو
یعنے مرد خوبصورت ہو یا فاسق ہو تو اسوقت مین باپ کو اختیار ہو اُسکو اپنے پاس رکھنے کا واسطے دفع فتنہ اور دفع عار و ننگ کے اور باپ کو ولد بالغ
کی تادیب کا اختیار ہو اگر اس سے کوئی فعل بد واقع ہو اور باپ پر اُسکا نفقہ واجب نہین اگرچہ کسب سے عاجز نہو مگر بطریق احسان کے کذا فی حاشیۃ
البحر الرائق والحاشیۃ المدنی والجد بمنزلۃ الاب فیہ فیما ذکر اور دادا باپ کے برابر ہو اسمین جو مذکور ہو چکا وان لم یکن لھا اب ولا جد ولکن لھا اخ
او عم فلہ ضمہا ان لم یکن مفسدا او ان کان مفسدا لا یمکن من ذلک وکذا الحکم فی کل عصبۃ ذی رحم محرم منہا اور اگر بالغہ کا باپ
اور دادا نہ ہو اور اُسکا بھائی یا چچا ہو تو اُسکو اختیار ہو بالغہ کے پاس رکھنے کا بشرطیکہ بھائی یا چچا مفسد نہ ہو مراد مفسد سے فاسق ہو نہ مفسد مال

بالغہ اسواسطے کہ جب فساد مال کا خوف ہو تو کسی امین کے پاس امانت رکھنا کفایت کرتا ہی اور اگر بھائی یا چچا فاسق ہو تو اُسکو بالغہ کے پاس رکھنے کا اختیار
نہوگا اور اسیطرح حکم ہی ہر عصبہ مین جو بالغہ کا قرابت دار محرم ہی یعنی صالح کو پاس رکھنے کا اختیار ہی اور فاسق کو نہین کذا فی حاشیۃ المدنی فان لم یکن لہا
اب ولا جد ولا غیرہما من العصبات او کان لہا عصبۃ مفسد فالنظر فیہما الی الحاکم فان کانت مامونۃ خلاہا تنفرد بالسکنی و الا وضعہا
عند امرأۃ امینۃ قادرۃ علی الحفظ بلا فرقٍ فی ذلک بین بکر و ثیب لانہ جعل ناظرا للمسلمین ذکرہ العینی وغیرہ پھر اگر بالغہ کا باپ اور دادا نہو اور نہ اُنکے
سوا کوئی اور عصبہ ہو یا عصبہ فاسق ہو تو اسمین حاکم کو فکر کرنا چاہیے سو اگر بالغہ پر خوف فساد کا نہو تو حاکم اسکو چھوڑے جہان چاہے تنہا رہے اور اگر خوف
فساد ہو تو حاکم اُسکو کسی امانت دار عورت کے پاس رکھے جو قادر ہو اُسکی حفاظت پر کچھ فرق نہین اسمین باکرہ اور ثیبہ مین حاکم کو اسواسطے اختیار ہوا کہ وہ اسیواسطے
مقرر ہوا ہی کہ مسلمانون کو دیکھتا رہے تاکہ مفاسد سے بچاوے ذکرہ العینی فی شرح الکنز وغیرہ کالزیلعی واذا بلغ الذکور حد الکسب یدفعہم الاب الی عمل لیکتسبوا او یوجرہم
وینفق علیہم من اجرتہم بخلاف الاناث ولو الاب مبذرا یدفع کسب الابن الی امین کما فی سائر الاملاک مؤیدزادہ معزیا للخلاصۃ اور جبکہ پہونچین لڑکے
کسب کی حد کو یعنی کسب و کار کے لائق ہون قبل بلوغ کے کذا فی الطحطاوی تو باپ اُنکو کام کیواسطے سپرد کرے تاکہ وہ کسب سے مال پیدا کرین یا اُنسے
نوکری اور مزدوری کراوے اور اُنکی اجرت سے اُنپر خرچ کرے بخلاف لڑکیون کے کہ اُنکا خرچ باپ پر واجب ہی نکاح کردینے تک اگرچہ وہ قادر ہون نوکری
اور مزدوری پر اور اگر باپ فضول خرچ ہو کہ جو لڑکے پیدا کرتے ہون اُسکو بیہودہ خرچ کر ڈالتا ہو تو کسب لڑکے کا امین کے پاس سپرد کیا جاوے چنانچہ باقی املاک صغیر
کی امین کے پاس سپرد رہینگی اگر باپ فضول خرچ ہو چنانچہ اسکی تصریح کی ہی مؤیدزادہ نے خلاصہ کیطرف منسوب کرکے ولیس للمطلقۃ بائنا بعد عدتہا الخروج بالولد
من بلدۃ الی اخری بینہما تفاوت فلو لم یکن بینہما تفاوت بحیث ان یمکنہ ان یبصر ولدہ ثم یرجع فی نہارہ لم تمنع مطلقا لانہ کالانتقال من محلۃ الی
اخری شمنی جائز نہین مطلقہ بائنہ کو بعد عدت کے لیجانا لڑکے کا ایک شہر سے دوسرے شہر کو جنکے درمیان مین زیادہ تفاوت ہو پھر اگر دونون شہرون مین
زیادہ تفاوت نہو اسطرح پر کہ ممکن ہو باپ کو اپنے لڑکے کا دیکھنا پھر اُسیدن اپنے شہر مین پھر آنا تو لیجانے سے عورت کو روکا نہ جاویگا مطلقا خواہ دوسرا شہر
عورت کا وطن ہو نہو اسواسطے کہ جب دونون شہرون مین اتنی مسافت قریب ہوئی ایکدن مین جانا اور آنا متصور ہی تو اُس شہر مین جانا ایسا ہی جیسے
شہر کے ایک محلہ سے دوسرے محلہ کی طرف نقل مکان کیا کذا فی الشمنی الا اذا انتقلت من القریۃ الی المصر و فی عکسہ لا لضرر الولد بتخلقہ باخلاق اہل السواد
الا اذا کان ما انتقلت الیہ وطنہا وقد نکحہا ثم ای عقد علیہا فی وطنہا ولو قریۃ فی الاصح الا دار الحرب الا ان یکون مستامنین درصورت تفاوت دو شہرون کے
مطلقہ کو لیجانا ولد کا جائز نہین مگر اسصورت مین جائز ہی کہ مطلقہ گانون سے شہر کیطرف جاوے اسواسطے کہ شہر مین صغیر کو شعور اور سلیقہ حاصل ہوگا اور بالعکس
اُسکے یعنی شہر سے گانون مین لیجانا درست نہین بسبب ضرر صغیر اسواسطے کہ گنوارون کی صحبت سے صغیر کی خو بری ہو جاویگی مگر اسصورت مین شہر سے دوسری
بستی مین بھی لیجانا درست ہی جبکہ وہ بستی جسمین مطلقہ گئی ہو وطن ہی اُسکا اور حالانکہ وہین زوج نے اُسکا عقد نکاح کیا تھا اگرچہ وہ بستی گانون ہو بنا بر قول اصح
کے مگر یہ کہ وطن مطلقہ کا دار الحرب ہو تو وہان صغیر کا لیجانا درست نہین مگر یہ کہ زوج اور زوجہ دونون کافر مستامن ہون تو مطلقہ کو صغیر کا لیجانا دار الحرب مین
بھی جائز ہی و ہذا الحکم فی الام المطلقۃ فقط اما غیرہا کجدۃ وام ولدٍ اعتقت فلا تقدر علی نقلہ لعدم العقد بینہما الا باذنہ کما یمنع الاب من اخراجہ من بلد امہ
بلا رضاہا مابقیت حضانتہا اور یہ حکم یعنی صغیر کا دوسری بستی مین لیجانا فقط مطلقہ ماں کے حق مین ہی اور ماں کے سوا جیسے نانی اور دادی اور ام ولد
جو آزاد ہوئی ہو قادر نہین صغیر کے لیجانے پر اسواسطے کہ دونون مین عقد نکاح نہین مگر باپ کی اجازت سے لیجانا درست ہی چنانچہ باپ بھی منع کیا
جاویگا اخراج صغیر سے ماں کے شہر سے بدون ماں کی رضامندی کے جبتک صغیر ماں کی پرورش مین ہی فلو اخذ المطلق ولدہ منہا لتزوجہا جاز لہ
ان یسافر بہ الی ان یعود حق اُمہ کما فی السراجیۃ وقیدہ المصنف فی شرحہ بما اذا لم یکن لمن ینتقل الحق الیہ بعدہا وہو ظاہر سو اگر طلاق دینے والے زوج نے

اپنا لڑکا لیا مطلقہ سے بسبب نکاح کر لینے مطلقہ کے تو جائز ہی باپ کو سفر مین ساتھ لیجانا صغیر کا یہانتک کہ عود کرا وے حق اسکی ماں کا یعنی جب صغیر کی ان
کو زوج ثانی طلاق دے تو اب سفر مین صغیر کا رکھنا جائز نہین بلکہ ماں کے پاس پہونچانا چاہیے کہ مانع حضانت کا زائل ہو گیا حق حضانت نے عود کیا کذا فی
السراجیۃ اور مصنف نے اپنی شرح مین جواز سفر کو مقید کیا ہی اس شرط سے کہ جب بعد ماں کے حق حضانت نے کسیطرف انتقال نکیا ہو اور یہ تقیید ظاہر ہی مقام تردد
اسمین نہین اپنی ماں کے نکاح کر لینے کے بعد اگر نانی صغیر کی نہو گی تو البتہ باپ کو سفر مین لیجانا صغیر کا درست ہو گا اور اگر نانی موجود ہو گی تو سفر مین لیجانا نہ جائز ہو گا اسواسطے
کہ بعد ماں کے حق پرورش کا نانی کو ثابت ہی م شرنبلالیہ مین برہان سے وہ روایت منقول ہی جو سراجیہ کے مخالف ہی کہ باپ کو صغیر کا لیجانا محل اقامت سے قبل استغناے
صغیر کے جائز نہین اگرچہ ماں کی حضانت نرہی ہو بسبب احتمال عود حضانت کے زائل ہو جانے مانع سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الحاوی لہ اخراجہ الی مکان یمکنہا ان
تبصر ولدہا کل یوم کما فی جانبہا فلیحفظ اور حاوی مین ہی کہ بعد نکاح کر لینے کے باپ کو صغیر کا لیجانا شہر سے اس مکان تک درست ہی کہ ممکن ہو ماں کو دیکھ آنا اپنے ولد کا
ہر روز چنانچہ ایک شہر کے دوسرے کنارے مین لیجانا بھی اسی شرط کر شرط ہی یعنی ہر روز دیکھ آنا ممکن ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے قلت وفی السراجیۃ اذا سقطت حضانۃ

الام واخذہ الاب لا یجبر علی ان یرسلہ لہا بل ہی اذا ارادت ان تراہ لا تمنع من ذلک انتہی وافتی الرملی بان لیسافر بہ بعد تمام حضانتہا وبان غیر الاب من العصبات کالاب
وعزاہ للخلاصۃ والتاتارخانیۃ شارح کہتا ہی اور سراجیہ مین ہی کہ جب ساقط ہوئی حضانت ماں کی اور لے لیا صغیر کو باپ نے تو زبردستی نہین باپ پر کہ بھیجا کرے صغیر
کو ماں کے پاس بلکہ ماں جب صغیر کے دیکھنے کا ارادہ کرے تو روکی نہ جاویگی اور فتوی دیا ہی ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اسکا کہ بعد تمام ہونے ایام حضانت کے
باپ صغیر کو سفر مین لیجاوے اور اسکا فتوی بھی دیا ہی کہ صغیر کے عصبات برابر باپ کے ہین صغیر کو اپنے پاس رکھنے مین مگر صغیرہ کو عصبہ غیر محرم جیسے چچا کا بیٹا نہین رکھ سکتا کذا فی
الخلاصۃ والتاتارخانیۃ **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا خرج بالولد ثم طلقہا فطالبتہ بردہ ان اخراجہ باذنہا لا یلزمہ ردہ وان بغیر اذنہا لزمہ کما لو خرج بہ مع امہ ثم ردہا ثم طلقہا
فعلیہ ردہ بحر بحر الرائق مین ظہیریہ اور منتقی سے منقول ہی کہ مرد نے عورت سے نکاح کیا بصرہ مین پھر وہ لڑکا جنی پھر صغیر کو مرد کوفہ مین لیگیا پھر عورت کو طلاق دی
پھر مطالبہ کیا عورت نے صغیر کے پھیر دینے کا تو اگر مرد صغیر کو عورت کی اجازت سے کوفہ مین لیگیا ہو تو اسکو بصرہ مین عورت کے پاس پہونچا دینا لازم نہین بلکہ
عورت سے کہا جاویگا کہ اگر تو چاہے تو وہان جا کر لے آ اور اگر بے اجازت اسکے لیگیا تھا تو صغیر کو پہونچا دینا ماں کے پاس لازم ہو گا باپ پر چنانچہ صغیر
کو ساتھ اسکی ماں کے لیگیا تھا پھر ماں کو کوفہ سے بصرہ روانہ کر دیا پھر اسکو طلاق دی تو مرد پر لازم ہی پہونچا دینا صغیر کا ماں کے پاس کذا فی حاشیۃ المدنی

باب النفقہ

ہی لغۃ ما ینفقہ الانسان علی عیالہ یہ باب ہی نفقہ کے احکام مین نفقہ لغت عرب مین اسکو کہتے ہین جسکو خرچ کرے آدمی اپنے اہل و عیال پر و شرعاً
ہی الطعام والکسوۃ والسکنی اور شرع مین نفقہ عبارت ہی طعام اور لباس اور مکان سکونت سے یہ معنی شرعی محمد سے منقول ہین کذا فی منح الغفار
اور یہ تفسیر نفقہ کی باعتبار استعمال غالب کے ہی اور تفسیر عام نفقہ کی فتح القدیر مین یون ہی کہ اصطلاح شرعی مین نفقہ شے کا عبارت ہی اس خرچ مین
کرنے سے جس سے وہ شی باقی رہے تو اسمین بہائم مملوکہ کا بھی نفقہ شامل ہو گیا و عرفاً ہی الطعام اور عرف مین نفقہ فقط طعام ہی کو کہتے ہین لہذا اکثر
کتب فقہ مین نفقہ پر کسوت اور سکنی کو عطف کرتے ہین اسواسطے کہ عطف مقتضی ہی مغایرت کا م وجوب نفقہ کا قرآن اور حدیث سے ثابت ہی
حق تعالی نے آیت مین یون ارشاد کیا کہ رزق اور کسوت زوجات کی ازواج پر ہی دستور کے موافق اور دوسری آیت مین فرمایا کہ رکھو عورتون
کو جہان تم رہتے ہو اور تیسری آیت مین ارشاد ہوا چاہیے کہ مقدور والا اپنے مقدور سے خرچ کرے اور جسپر روزی تنگ ہو تو جسقدر خدا نے اسکو دیا ہی اتنا
صرف کرے حقتعالی کسی جان پر مقدور سے زیادہ حکم نہین فرماتا اور صحیح مسلم مین مروی ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع مین خطبہ کے اندر
یہ مضمون بھی فرمایا کہ زوجات کا تم پر رزق واجب ہی موافق دستور کے اور اسی وجوب نفقات پر اجماع امت منعقد ہو گیا ہی کذا فی فتح القدیر و

النفقة تجب علی الغیر باسباب ثلثة فی زوجیة و قرابة و ملک بدا بالاول لمناسبتہ ما مر او لانہا اصل الولد اور نفقہ غیر کا واجب ہوتا ہی غیر شخص پر
تین سبب سے ایک زوجہ ہونے سے اور دوسرا قرابت سے اور تیسرا مالک ہونے سے جیسے لونڈی غلام کا نفقہ یا ابو یوسف کے نزدیک بہائم مملوکہ کا نفقہ مصنف
نے پہلے زوجہ کا نفقہ بیان کیا بواسطہ مناسبت ماقبل کے یعنی کتاب النکاح سے یہانتک فقط زوجہ کے احکام بالاصالت مذکور ہوتے چلے آتے ہین لہذا باب النفقہ مین
بھی پہلے اُسی کا ذکر کرنا مناسب ہوا یا اسواسطے نفقہ زوجہ کی تقدیم کی کہ زوجہ اصل ہی ولد کی اور ولد شاخ ہی زوجہ کی تو نفقہ ولد سے نفقہ زوجہ کا مقدم ٹھہرا **فتجب**
للزوجة بنکاح صحیح فلو بان فسادہ او بطلانہ رجع بما اخذتہ من النفقة بحر تو واجب ہی نفقہ زوجہ کا صحیح نکاح سے سو اگر فساد نکاح کا ظاہر ہوا اسطرح پر
کہ وہ معتدہ نکلے غیر کی یا بطلان نکاح ظاہر ہوا اسطرح پر کہ منکوحہ رضاعی بہن نکلی تو پھیر لے مرد اُس نفقہ کو جو عورت نے لیا ہی کذا فی بحر الرائق اسواسطے کہ
وہ شرعاً زوجہ نہین تو اسکا نفقہ بھی واجب نہین لیکن نکاح فاسد مین عدت واجب ہی اور نکاح باطل مین عدت نہین اسواسطے کہ وہ زنا ہی اور زانیہ پر عدت
نہین طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق مین نفقہ پھیر لینا مذکور نہین مگر نکاح باطل مین اور شلبی نے البتہ نکاح فاسد مین نفقہ پھیر لینا مذکور کیا ہی بشرطیکہ بحکم قاضی
نفقہ مقدم ہوا ہو اور اگر بے حکم قاضی زوج نے آپ نفقہ دیا ہو تو رجوع نہین اور یہی عالمگیری مین بھی مذکور ہی کذا فی حاشیة المدنی **علیٰ** وجہا لانہا جزاء
الاحتباس نفقہ زوجہ کا واجب ہی زوج پر اسواسطے کہ نفقہ بدلہ ہی احتباس کا یعنی زوج کے گھر مین مقید ہوئی تلاش معاش کو نہین جا سکتی لہذا زوج پر اُسکی خبرگیری
ضروریات کی واجب ہوئی یہ دلیل عقلی ہی وجوب نفقہ کی اور دلیل نقلی وہ ہی جو قرآن اور حدیث اور اجماع سے ترجمہ مین مذکور ہو چکی وکل محبوس لمنفعة غیرہ تلزمہ نفقتہ کمفت
وقاض وعامل ووصی زیلعی ومقاتلة قاموا بدفع العدو ومضارب سافر بمال مضاربة اور جو شخص کہ محبوس ہو غیر کی منفعت کے واسطے تو غیر پر اُس محبوس
کا نفقہ لازم ہوگا جیسے کہ مفتی اور قاضی اور زکوة کی تحصیل کا عامل تو نفقہ انکا بقدر کفایت اُنکی اور اُنکے اہل وعیال کے مسلمین کے بیت المال سے
واجب ہی اسواسطے کہ مفتی اور قاضی اور عامل صدقات مسلمین کی کارسازی مین مصروف اور محبوس ہین اپنی تلاش معاش نہین کر سکتے اور اسیطرح نفقہ
وصی کا یتیم کے مال مین واجب ہی اُس مدت تک کہ صغیر کے مہمات مین مصروف رہے کذا فی الزیلعی اور اسی طرح رزق مجاہدین کا بیت المال مین واجب ہی کہ
دفع اعدائے دین پر وہ قائم اور مستعد ہین اور جس مضارب نے کہ مضاربت کیواسطے سفر کیا تو مال مضاربت مین اُسکی روزی واجب ہی ولا یرد الرہن لحبسہ لمنفعتہا او یہ
اعتراض وارد ہوگا مرہون کا بسبب محبوس ہونے مرہون کے راہن اور مرتہن دونون کی منفعت کیواسطے یعنی اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب یہ قاعدہ ہوا کہ جب کوئی غیر
کی منفعت کے واسطے محبوس ہو تو غیر پر اُسکی روزی واجب ہی تو لازم یہ ہی کہ اگر غلام یا گھوڑا مرہون ہو تو مرتہن پر اسکی روزی واجب ہو حالانکہ راہن پر واجب ہی نہ مرتہن
پر شارح نے اسکا جواب دیا کہ مرہون کی منفعت فقط مرتہن ہی کو نہین جو اعتراض لگے بلکہ راہن اور مرتہن دونون کو فائدہ ہی راہن کو یہ فائدہ ہی کہ بسبب رہن کے
قرض ملا اور مرتہن کو بسبب رہن کے اپنے مال ملنے پر تسکین کا فائدہ حاصل ہی تو جب دونون کی منفعت ہوئی تو ساقط الاعتبار ہوئے لہذا مالک پر بجہت ملکیت کے
نفقہ اسکا واجب ہوگا نہ مرتہن پر **ولو صغیرا جدا** فی مالہ لا علی ابیہ الا اذا کان ضمنہا کما مر فی المہر اگرچہ زوج نہایت صغیر ہو نفقہ زوجہ کا واجب ہوگا اُسکے
مال مین نہ صغیر کے باپ پر مگر اُسصورت مین باپ پر واجب ہوگا جبکہ وہ ضامن ہوا نفقہ کا چنانچہ باب المہر مین اسکا ذکر ہو چکا **لا یقدر علی الوطی** لان
المانع من قبلہ اگرچہ صغیر وطی پر قادر نہین نفقہ زوجہ کا واجب ہی اسواسطے کہ مانع وطی کا زوج کیطرف سے ہی نہ زوجہ کیطرف سے ہان اگر زوجہ بھی صغیرہ لائق
وطی کے نہ ہوگی تو نفقہ واجب نہوگا چنانچہ شارح قول آئندہ مین مذکور کریگا **او فقیرا** اگرچہ زوج فقیر محتاج ہو تو بھی نفقہ واجب ہوگا **ولو کانت مسلمة او**
کافرة او کبیرة او صغیرة تطیق الوطی او تشتہی للوطی فیما دون الفرج حتی لو لم تکن کذلک و کان المانع عنہا فلا نفقة کما لو کانا صغیرین نفقہ زوجہ کا زوج پر
واجب ہی برابر ہی کہ زوجہ مسلمہ ہو یا کافرہ کتابیہ خواہ کبیرہ ہو یا ایسی صغیرہ جو وطی کے لائق ہی یا ایسی صغیرہ کہ جماع کے سوا تقبیل اور مساس کے لائق ہو یہانتک کہ اگر تقبیل
اور مساس کے بھی لائق نہوگی تو مانع استمتاع کا زوجہ کیطرف سے ثابت ہوگا تو اسصورت مین نفقہ اُسکا زوج پر نہ واجب ہوگا بسبب عدم تسلیم کے جیسا کہ اسطرح بھی نفقہ واجب نہین

جبکہ زوج اور زوجہ دونون بہ نیابت صغیر ہون ہر چند صغیر بن مین دونون طرف سے مانع موجود ہو لیکن مانع صغیر کالمعدوم ہو اور مانع صغیرہ کا قائم ہو تو باوجود
قیام مانع کے جانب صغیرہ سے مستحق نفقہ کی نہ ہو گی کذا فی منح الغفار ناقلا عن النہایہ مصنف کو مناسب تھا کہ بجاے ولو کانت سلمہ کے سوا رکانت کہتا کما لا
یخفی علی الماہرین لہذا مترجم نے ترجمہ لو کانہ کیا **فقیرۃ او غنیۃ موطورۃ اولا کان کان الزوج صغیرا او کانت رتقا او قرنا** خواہ زوجہ محتاج ہو یا مالدار
مدخولہ ہو یا نہو اسطرح پر کہ زوج صغیر ہو یا زوجہ کی شرمگاہ بند ہو گوشت زائد یا ہڈی سے ہم اگر کوئی کہے کہ جب وجہ بسبب یا دتی ہڈی یا گوشت زائد کے
لائق جماع کے نہوے تو مانع عورت ہی کیطرف سے ہوا تو قیاس یہ چاہتا ہو کہ اسکا نفقہ زوج پر نہ واجب ہو اسکا جواب یہ ہو کہ مانع زوجہ کیطرف سے ثابت نہین کہ
زوج ایسی صورت مین تقبیل اور مساس وغیرہ سے متنفع ہو سکتا ہو اور نفقہ واجب ہوتا ہو احتباس یا منفعت سے مطلقا نہ بالخصوص احتباس یا وطی سے **او معتوہۃ**
او کبیرۃ لا توطار و کذا صغیرۃ تصلح للخدمۃ او للاستیناس ان امسکہا فی بیتہ عند الثانی و اختارہ فی التحفۃ خواہ زوجہ بیہوش ہو یا ایسی کبیرہ کہ وطی کے لائق نہو اور
اسیطرح اس زوجہ صغیرہ کا نفقہ واجب ہو جو لائق خدمتگزاری اور مو انست کے ہو اگر زوج اسکو اپنے گھر مین رکھے نزدیک ابو یوسف کے اور اسی قول کو
پسند کیا ہو صاحب تحفہ اور ایضاح نے کذا فی البحر الرائق **و لو منعت نفسہا للمہر دخل بہا اولا و لو کلہ مو جلا عند الثانی و علیہ الفتوی کما فی البحر و النہر و اقرہ**
محشی الاشباہ لانہ منع بحق فیستحق النفقۃ نفقہ زوجہ کا واجب ہو اگرچہ اسنے اپنی ذات کو روکا ہو یعنی وطی پر قادر نہ ہونے دیتی ہو واسطے مہر معجل لینے کے
باتفاق ائمہ ثلثہ خواہ مدخولہ ہو چکی ہو یا نہین اگرچہ تمام مہر موجل ہو تو بھی منع نفس سے نفقہ ساقط نہین ہوتا نزدیک ابی یوسف کے اسواسطے کہ جب زوج نے مہر کو
موجل کر دیا کچھ تھوڑا مہر بھی زوجہ کو بالفعل نہ دیا تو اپنے حق استمتاع کے سقوط سے راضی ہوا اور اسی قول ابو یوسف پر فتوی ہو چنانچہ بحر الرائق اور نہر الفائق مین ہی
اور اشباہ کے محشی نے بھی اسکو پسند کیا ہو اسی لیے کہ مہر لینے کیواسطے روکنا زوجہ کا حق واجبی ہو تو باوجود اسکے بھی نفقہ کی تحقیق ہوگی **بقدر حالہما بہ یفتی و یخاطب**
بقدر وسعہ و الباقی دین الی المیسرۃ و لو موسرا و ہی فقیرۃ لا یلزمہ ان یطعمہا مما یاکل بل یندب نفقہ واجب ہو موافق حال زوجین کے اور اسی پر فتوی ہو کذا فی
الہدایہ تو اگر زوج اور زوجہ دونون مقدور والے ہین تو نفقہ فراخی کے ساتھ واجب ہو اور اگر دونون مفلس ہین تو تنگی نفقہ کی لازم ہو اور اگر زوج کم مقدور ہو
اور زوجہ مقدور والی ہو تو زوج مخاطب ہو بقدر مقدور کے دینے کا اور باقی نفقہ زوج پر دین ہو گا بوقت قدرت اسکو ادا کرے اور اگر زوج مقدور والا ہو اور
زوجہ محتاج ہو تو لازم نہین زوج پر کہ کھلاوے اسکو جس سے آپ کھاتا ہو بلکہ اپنا سا کھانا کھلانا مستحب ہو خلاصہ یہ ہو کہ جب زوج اور زوجہ کا حال یکسان نہو ایک صاحب
مقدور ہو اور دوسرا مفلس تو وہان متوسط نفقہ واجب ہو یعنی مالدار عورتون سے کم اور محتاجون سے زیادہ کذا فی الدرر اور یہ قول مفتی بہ یعنی وجوب نفقہ برعایت حال
زوجین خصاف کا قول ہو اور کرخی نے کہا کہ وجوب نفقہ مین زوج کا حال معتبر ہو نہ زوجہ کا اور یہی ظاہر الروایہ ہو اور یہی مذہب ہو امام شافعی کا ظاہر الروایہ کی
دلیل نص قرآنی ہو کہ مقدور والا اپنے مقدور کے موافق خرچ کرے اور جسپر رزق تنگ ہو وہ اسکے موافق دے ہدایہ مین قول مفتی بہ کیواسطے اس حدیث سے استدلال
کیا ہو جو صحیح بخاری مین عائشہ صدیقہ سے مروی ہو کہ ہندہ بنت عتبہ نے کہا یا رسول اللہ ابو سفیان مرد بخیل ہو مجھکو اسقدر نہین دیتا جو مجھکو اور میرے ولد
کو کفایت کرے لیکن اگر اسکی نادانستگی مین لے لون تو مجھکو کفایت کر سکتا ہو حضرت نے فرمایا کہ لے لیا کر جو تجھکو اور تیرے ولد کو کفایت کرے موافق دستور
کے یعنی متوسط نہ زیادہ نہ کم تو اس حدیث مین حضرت نے عورت کے حال کو بھی معتبر رکھا اور رعایت حال زوجین نص قرآنی کے بھی موافق ہو کہ زوج محتاج بقدر اپنی طاقت
کے دے اور باقی نفقہ جو زیادہ ہو اسکے مقدور سے وہ اسپر دین رہیگا جب مقدور ہو گا تب ادا کریگا **و لو ہی فی بیت ابیہا اذا لم یطالبہا الزوج بالنقلۃ بہ یفتی** نفقہ
زوجہ کا واجب ہو اگرچہ زوجہ اپنے باپ کے گھر مین ہو بشرطیکہ زوج نے مطالبہ نقل مکان کا نہ کیا ہو اور سسرال مین استمتاع پر قادر ہوتا ہو اور اسی پر فتوی ہو کذا فی
البحر الرائق اور اگر زوج بلاتا ہو زوجہ کو اپنے گھر مین اور وہ نہ آتی ہو یا سسرال مین دونون مین خلوت نہوتی ہو تو نفقہ واجب نہو گا بسبب عدم تسلیم کے **و کذا اذا**
طلبہا و لم تمتنع او امتنعت للمہر او مرضت فی بیت الزوج فان لہا النفقۃ استحسانا لقیام الاحتباس و کذا لو مرضت ثم الیہ نقلت او فی منزلہا بقیت و لنفسہا ما منعت

وعلیہ الفتوی کما حررہ فی الفتح اور اسی طرح نفقہ واجب ہی جبکہ زوج نے زوجہ کو بلایا ہو اور اُسنے آنے سے انکار نہ کیا ہو یا انکار کیا ہو دے مہر معجل لینے کیواسطے یا بیمار ہو گئی ہو زوج کے گھر مین اگرچہ بسبب بیماری کے لائق وطی کے نہ رہی ہو تو بھی وہ مستحق ہی نفقہ کی بدلیل استحسان کے بسبب قائم ہونے احتباس کے اور حاصل ہونے استیناس اور دواعی جماع اور حفظ بیت کے اور اسی طرح واجب ہی نفقہ اگر بیمار ہوئی اپنے گھر مین پھر زوج کے گھر مین آئی یا اپنے گھر مین بیمار رہی اور زوج کو اپنے پاس آنے سے مانع نہوئی اور اسی روایت پر فتوی ہی چنانچہ فتح القدیر مین اسکو تحریر کیا ہی وفی الخانیۃ مرضت عند الزوج فانتقلت لدار ابیہا ان لم یمکن نقلہا بمحفۃ ونحوہا فلہا النفقۃ والا لا کما لا یلزمہ مداواتہا اور خانیہ مین ہی کہ بیمار ہوئی زوجہ زوج کے پاس پھر آئی اپنے باپ کے گھر مین پھر زوج نے اپنے گھر مین بلایا تو اگر ایسی بیمار ہو کہ ممکن نہو اُسکا لانا ڈولی وغیرہ کی سواری مین تو وہ نفقہ کی مستحق ہی اور اگر ڈولی مین آسکتی ہو اور نہ آوے تو اسکا نفقہ لازم نہین چنانچہ زوج پر زوجہ مریضہ کی دوا علاج کرنا واجب نہین اور نہ اجرت طبیب اور فصد کی واجب ہی کذا فی العالمگیریۃ لا نفقۃ لاحدی عشر مرتدۃ ومقبلۃ ابنہ ومعتدۃ موت ومنکوحۃ فاسدٍ وعدتہٖ وامۃ لم تبوء وصغیرۃ لم توطاء والخارجۃ من بیتہ بغیر حق وہی الناشزۃ حتی تعود ولو بعد سفرہ خلافا للشافعی رح زوج پر نفقہ واجب نہین گیارہ عورتون کا زوجہ مرتدہ کا اور اُس عورت کا جسنے زوجہ کے ولد کا بوسہ لیا ہو اور یہی حکم ہی جمیع اصول اور فروع زوج کی تقبیل کا اور منکوحہ بنکاح فاسد کا اور منکوحہ عدت فاسد کا اور اُس لونڈی منکوحہ کا جسکے مولی نے اسکے واسطے علیحدہ مکان رہنے کو نہین دیا اور زوجہ صغیرہ کا جو لائق وطی اور خدمت اور موانست کے نہین اور نفقہ واجب نہین اُس زوجہ کا جو نکل گئی زوج کے گھر سے ناحق بلا عذر شرعی اور ایسی عورت کو شرع مین ناشزہ کہتے ہین یہانتک کہ زوج کے گھر مین پھر آوے تو ناشزہ رہیگی اگرچہ بعد مسافرت کر جانے زوج کے گھر مین آئی ہو بخلاف مذہب شافعی کے کہ اُنکے نزدیک اگر زوج کے روبرو گھر سے نکل گئی اور زوج نے سفر کیا پھر بعد اسکے زوجہ اپنے زوج کے گھر مین آگئی تو نفقہ اُسکا واجب ہوگا تاوقتیکہ زوج گھر مین نہ آوے کذا فی حاشیۃ المدنی عن حاشیۃ البحر للرملی نشوز لغت مین عبارت ہی ناموافقت اور نافرمانی زوجہ سے اور اصطلاح فقہ مین عبارت ہی خروج ناحق اور منع نفس سے اور یہ تفسیر خصاف سے منقول ہی کذا فی البحر والقول لہا فی عدم النشوز بیمینہا وتسقط بہ المفروضۃ لا المستدانۃ فی الاصح کالموت اور قول زوجہ کا معتبر ہی عدم خروج مین ساتھ قسم کے یعنی اگر زوج نے دعوی کیا زوجہ کے نشوز کا اور گواہ نہین ہین اور زوجہ منکر ہی نشوز کی اور اسپر قسم کھاتی ہی تو زوجہ ہی کا قول معتبر ہوگا زوج پر نفقہ دینا لازم آویگا اور ساقط ہوتا ہی بسبب نشوز کے نفقہ مفروضہ نہ مقروضہ قول اصح مین مانند موت کے یعنی اگر زوجہ کا نفقہ کچھ ٹھہر گیا ہو اور چند ماہ اسپر گذر گئے اور اُسنے نہ پایا اور پھر وہ گھر سے نکل گئی تو وہ نفقہ ساقط ہو گیا اور اگر بموجب اجازت زوج یا بحکم قاضی اُسنے نفقہ قرض لیا ہو اور پھر نکل گئی تو یہ ساقط نہوگا زوج کو دینا پڑیگا اور یہی حال ہی موت کا خواہ زوج مر گیا ہو یا زوجہ کہ مفروضہ ساقط ہوگا نہ مقروضہ کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الذخیرۃ قید بالخروج لانہا لو مانعتہ من الوطی لم تکن ناشزۃ اور مقید کیا مصنف نے ناشزہ کو ساتھ خروج کے اسواسطے کہ اگر زوجہ زوج کو گھر مین وطی سے ممانعت کریگی تو ناشزہ نہوگی اسواسطے کہ ظاہر حال قدرت زوج پر دلالت کرتا ہی چنانچہ باکرہ کی وطی نہین ہوتی مگر زبردستی سے کذا فی الزیلعی وشمل الخروج الحکمی کان کان المنزل لہا فمنعتہ من الدخول علیہا فہی کالخارجۃ ما لم تکن سالتہ النقلۃ اور خروج ناشزہ کا خروج حکمی کو بھی شامل ہی چنانچہ مکان عورت ہی کا ہو اور وہ زوج کو اپنے پاس نہ آنے دے تو یہ عورت برابر خارجہ کے ہی اُسکا نفقہ زوج پر لازم نہوگا جب تک کہ زوجہ نے زوج سے نقل مکان کا نہ سوال کیا ہو یعنی اگر زوجہ اپنے گھر مین رہتی ہو اور زوج سے کہے کہ مجھکو دوسرے مکان مین لیچل مین یہان نہ رہونگی اور اگر زوج نے اسمین توقف کیا ہو اور زوجہ نے اُس حالت مین اپنے پاس آنے سے روکا ہو تو نفقہ اُسکا ساقط نہوگا ولو کان فیہ شبہۃ کبیت السلطان فامتنعت منہ فہی ناشزۃ لعدم اعتبار الشبہۃ فی زماننا بخلاف ما لو خرجت من بیت الغصب او ابت الذہاب الیہ او السفر معہ او مع اجنبی بعثہ لینقلہا فلہا النفقۃ اور اگر اُس گھر مین جسمین زوج نقل مکان کا ارادہ کرتا ہی شبہہ ہو معلوم نہین کہ حلال مال سے بنا ہی یا حرام سے جیسے مکان بادشاہی سو عورت نے وہان جانے سے

انکار کیا تو وہ عورت ناشزہ ہی بسبب معتبر ہونے شبہات کے ہمارے زمانہ مین یعنی پچھلا زمانہ بسبب کثرت بے دیانتی کے لائق نہین کہ شبہات سے آدمی بچے حرام
خالص سے بچنا البتہ ضرور ہی علاوہ اسکے اجتناب شبہات مستحب ہی اور اطاعت زوج فرض ہی اور ترک فرض کا واسطے مستحب کے زبون ہی بخلاف اسکے کہ زوج نے ساتھ غصب کے
گھر مین رہی اور پھر معلوم ہوا کہ یہ گھر غصب کا ہی سو وہ وہانسے نکلگئی تو ناشزہ نہوگی اسواسطے کہ بعذر شرعی نکلی یا زوج غصب کے گھر مین رہتا ہی اور وہان زوجہ کو بلایا اور وہان
جانے سے اُسنے انکار کیا یا زوج نے بلایا کہ سفر مین ساتھ لیجاوے اور اُسنے ساتھ جانے سے انکار کیا تو ناشزہ نہین اور رہیگا نفقہ بقول مفتی بہ واجب ہی اسواسطے کہ سفر مین لیجانا
بدون رضی زوجہ کے زوج کو جائز نہین یا زوج سفر مین ہی اور اُسنے ایک اجنبی نامحرم کو بھیجا تاکہ زوجہ کو اپنے ساتھ لے آوے اور اُسنے اُسکے ساتھ جانے سے انکار کیا تو بھی وہ ناشزہ
نہین اور اُسکا نفقہ زوج پر لازم ہی اسواسطے کہ نامحرم کے ساتھ عورت کو سفر کرنا جائز نہین اور اگر سفر سے کم مدت ہی یعنی ایک یا دو منزل ہی اور نامحرم کے ساتھ جانے سے انکار کیگی
تو نفقہ ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا الواجرت نفسہا للارضاع صبی زوجہا شریف ولم تخرج وقیل تکون ناشزۃ اور اسیطرح نفقہ زوجہ کا واجب ہی اگر اُسنے نوکری کرلی
لڑکے کے دودھ پلانے کی اور زوج اسکا شریف ہی کہ اُسکو عار آتی ہی دودھ پلانے کی نوکری سے اور حالانکہ زوجہ زوج کے گھر سے باہر نہین نکلی بلکہ وہین دودھ پلاتی ہی تو ناشزہ
نہین اور دوسرا قول یہ ہی کہ یہ عورت بھی ناشزہ ہی اور اسی قول کو جسکو شارح نے ضعیف کہا ہی محشیون نے قوی کہا ہی اس دلیل سے کہ نفقہ زوجہ کا زوج پر واجب ہی پھر کیون ننگ
و عار شریف زوج کو لگاتی ہی ولو سلمت نفسہا باللیل دون النہار او عکسہ فلا نفقۃ لنقص التسلیم قال فی المجتبی بہ عرف جواب واقعۃ فی زماننا انہ لو تزوج من المحترفات التی تکون
بالنہار فی مصالحہا وباللیل عندہ فلا نفقۃ لہا انتہی قال فی النہر وفیہ نظر اور اگر زوجہ نے تسلیم کی اپنی ذات رات کو نہ دن کو یعنی رات کو زوج کے پاس رہتی ہو
اور دن کو اپنے کاروبار کو جاتی ہو یا بالعکس اسکے یعنی دن کو زوج کے پاس رہتی ہو اور رات کو اپنی ضروریات کیواسطے جاتی ہو تو اسکا نفقہ زوج پر لازم نہین بسبب
نقصان تسلیم کے اور مجتبی مین ہی کہ اس روایت سے معلوم ہو گیا جواب اُس واقعہ کا جو ہمارے زمانہ مین پیش ہی اسطرح کہ اگر پیشہ ور عورتون سے نکاح کرے جیسے دائی جنائی یا مردہ شو
یا مشاطہ جو دن کو اپنے کامون مین رہتی ہین اور رات کو اپنے ازواج کے پاس رہتی ہین تو انکا نفقہ ازواج پر نہ لازم ہوگا بسبب نقصان تسلیم کے انتہی کلام المجتبی نہر الفائق مین کہا کہ
اس جواب مین اعتراض ہی مگر شارح نے اعتراض کو بیان نہین کیا حلبی محشی نے کہا وجہ اعتراض کی یہ ہی کہ قابلہ وغیرہ اپنے کسب مین معذور ہین بخلاف اُسکے جو بلا عذر رات
یا دن کو تسلیم نفس نکرے شیخ رحمتی نے اسکا جواب یا کہ کسب قابلہ وغیرہ کا عذر نہین اسواسطے کہ نفقہ عورت کا زوج پر لازم ہی تو وہ کسب سے منع کرسکتا ہی طحطاوی نے کہا
کہ معصوبہ اور محبوسہ اور حاجہ باوجود معذور رہونے کے بھی ساقط النفقہ ہین بسبب عدم تسلیم کے تو ثبوت عذر وجوب نفقہ کی دلیل نہین ہوسکتی ومحبوسۃ ولو ظلما الا اذا حبسہا
ہو بدین لہ فلہا النفقۃ فی الاصح جوہرہ وکذا لو قدر علی الوصول الیہا فی الحبس صیرفیہ محبسہ مطلقا قیدی عورت کا نفقہ زوج پر نہین اگرچہ بظلم قید ہو اسواسطے کہ زوج کے
احتباس اور قابو مین نہین مگر جبکہ زوج ہی نے اُسکو قید کیا ہو بسبب اپنے قرض کے کہ عورت پر ہی تو اُسکو نفقہ ملیگا قول اصح مین کذا فی الجوہرہ اور اسیطرح زوجہ محبوسہ
نفقہ پاویگی اگر زوج قید خانہ مین اُس تک پہونچکر اُسپر قادر ہوتا ہو کذا فی الصیرفیہ چنانچہ زوج کے قید ہونے مین نفقہ اُسپر لازم ہی ہر طرح سے خواہ وہ ناحق قید ہو
یا حق پر عورت اُس تک پہونچ سکتی ہو یا نہ اسواسطے کہ فوت احتباس اور عدم تسلیم یہان عورت کیطرف سے نہین علاوہ اسکے زوج کے گھر مین وہ موجود بھی ہی اور وہ
نکل جانے سے راضی بھی نہوگا تو فی الحقیقۃ احتباس قائم ہی لکن فی تصحیح القدوری لو حبس فی سجن السلطان فالصحیح سقوطہا لیکن تصحیح قدوری مین یون ہی کہ اگر زوج
قید خانہ سلطانی مین ہوگا تو قول صحیح یہ ہی کہ نفقہ ساقط ہی طحطاوی اور مدنی محشیون نے تصریح کی کہ تصحیح قدوری مین یہ مسئلہ قاضیخان سے منقول ہی حالانکہ
فتاوی ہندی یعنی عالمگیری مین اسکے مخالف ہی تو خطا نقل مین یا صاحب تصحیح قدوری سے ہی یا صاحب نہر سے جہانسے شارح نے نقل کیا ہی اور صریح روایت مذہب اور قواعد مذہب کے
مخالف ہی کہ زوج صغیر پر نفقہ واجب ہی باوجود عدم قدرت جماع کے اسواسطے کہ عورت کیطرف سے مانع تسلیم نہین تو محبوس سلطانی مین بطریق اولی واجب ہوگا کلام فتاوی قاضیخان اور
عالمگیری کو مین نے خود دیکھا فی الواقع تصحیح قدوری کے مخالف ہی عبارت قاضیخان کی یہ ہی وان حبس فی سجن السلطان ظلما اختلفوا فیہ والصحیح انہا تستحق النفقۃ یعنی اگر زوج
محبوس ہو قید خانہ سلطانی مین بظلم تو آمین فقہا کا اختلاف ہی اور قول صحیح یہ ہی کہ زوجہ مستحق ہی نفقہ کی اور فتاوی عالمگیری مین یہی عبارت بعینہ مذکور ہی واللہ اعلم فی البحر عن بال الفتاوی

خیف علیہا الفساد تحبس معه عند المتاخرین اور بحر الرائق میں حاوی الفتاوی سے منقول ہی کہ اگر زوجہ پر فساد کا خوف ہو تو وہ بھی قید کیجا دے ساتھ زوج کے نزدیک متاخرین کے خواہ زوجہ نے اُسکو اپنے دین کے سبب سے قید کروایا ہو یا کسی غیر نے بشرطیکہ وہان اجنبی مرد نہون کذا فی حاشیۃ المدنی ومریضۃ لم تزف

ای لایمکنہا الانتقال معه اصلا فلا نفقۃ لہا و ان لم تمنع نفسہا لعدم التسلیم تقدیرا بحر اور اُس مریضہ کا نفقہ زوج پر نہین جو بیماری کے سبب سے زوج کے گھر مین نہین آئی یعنی ایسی بیمار ہی کہ بعد نکاح کے ہرگز نہین آسکتی زوج کے ساتھ تو اسکا نفقہ واجب نہین اگرچہ وہ زوج کے گھر مین آنے سے انکار نکرتی ہو تو بھی نفقہ نہ واجب ہوگا لسبب عدم تسلیم کے تقدیرا کذا فی البحر ومغصوبۃ کرہا اور اُس زوجہ کا نفقہ زوج پر نہین جسکو زبردستی کسی نے چھین لیا ہو اور ابو یوسف کے نزدیک نفقہ مغصوبہ کا

لازم ہی زوج پر اور اگر عورت رضامندی سے غاصب کے ساتھ چلی گئی تو بالاتفاق نفقہ ساقط ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وحاجۃ ولو نفلا لا معه ولو بمحرم لفوات الاحتباس اور اُس زوجہ کا نفقہ نہین جو حج کرنے گئی نہ اپنے زوج کے ساتھ اگرچہ محرم کے ساتھ گئی ہو اگرچہ نفل حج ہی نفقہ ساقط ہی بسبب نہ پائے جانے احتباس کے اور ابو یوسف کے نزدیک اگر حج فرض ہوگا تو زوج پر نفقہ لازم ہی حلبی محشی نے کہا کہ شارح کو لازم تھا کہ لو نفلا کے مقام پر لو فرضا کہتا اسواسطے کہ فرض حج کے جانے مین سقوط اور عدم سقوط نفقہ مین اختلاف ہی اور نفل حج مین تو بالاتفاق نفقہ ساقط ہی ولو معه فعلیه نفقۃ الحضر خاصۃ لا نفقۃ السفر ولا الکراء اگرچہ زوجہ زوج کے ساتھ حج کرنے کو چلی تو زوج پر فقط نفقہ حضر کا واجب ہی نہ نفقہ سفر کا اور نہ کرایہ سواری کا کذا فی الدرر امتنعت المرأۃ من الطحن والخبز ان کانت ممن لا تخدم او کان بہا علۃ فعلیه ان یاتیہا بطعام مہیا انکار کیا عورت نے چکی پیسنے اور روٹی پکانے سے تو یہان غور کرنا چاہیے اگر زوجہ اُن لوگون مین سے ہو جو ایسے کام نہین کرتے چنانچہ عمدہ خاندان رئیس زادی یا کہ زوجہ ہرچند امیر زادی نہین لیکن اُسکو ایسی بیماری ہی کہ اپنا کھانا نہین پکا سکتی تو زوج پر واجب ہی کہ اسکو پکا ہوا کھانا طیار دیوے والا بان کانت ممن تخدم نفسہا وتقدر علی ذلک لا یجب علیه اور اگر زوجہ اُن عورتون مین سے ہو جو اپنا کام آپ کرتی ہون اور وہ بسبب عدم مرض کے قادر ہو آٹا پیسنے اور روٹی پکانے پر تو زوج پر پکا طیار کھانا دینا واجب نہین بلکہ اُسکو اناج دے وہ اپنے واسطے پیس پکا لیا کرے اسواسطے کہ ایسے کام عورت پر باعتبار دیانت کے واجب ہین اگرچہ قاضی اُسپر جبر نہین کرسکتا سرخسی نے کہا کہ عورت پر جبر نہین لیکن اگر عورت نے باوجود قدرت کے نہ پکایا تو اُسکو دال و رسالن نہ دے کذا فی منح الغفار شیخ رحمتی نے کہا کہ سرخسی کا یہ مطلب نہین کہ پکایا ہوا سالن نہ دے بلکہ دودھ یا گھی نہ دے تاکہ روٹی بخوبی کھا سکے کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یجوز لہا اخذ الاجرۃ علی ذلک لوجوبہ علیہا

دیانۃ ولو شریفۃ لانه علیه الصلوۃ والسلام قسم الاعمال بین علی وفاطمۃ فجعل اعمال الخارج علی علی رضی اللہ عنه والداخل علی فاطمۃ رضی اللہ عنہا مع انہا سیدۃ نساء العالمین اور جائز نہین زوجہ کو اجرت لینا اسپر یعنی آٹا پیسنے اور روٹی پکانے پر بسبب واجب ہونے ان اعمال کے اسپر باعتبار دیانت کے اگرچہ عورت شریف ہو اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے امور خانگی کو علی مرتضی اور فاطمہ زہرا مین بانٹ دیے تو باہر کے کام جیسے اونٹ کو پانی پلانا اور بازار سے سودا کر لانا یہ علی مرتضی کے ذمہ پر کردیے اور اندر کے کام جیسے چکی پیسنا اور روٹی پکانا اور گھر مین جھاڑو دینا یہ جناب فاطمہ زہرا کے ذمہ پر کردیے حالانکہ وہ تمام عالم کی عورتون کی سردار ہین یہانتک کہ عائشہ صدیقہ اور خدیجۃ الکبری اور مریم اور سارا اور آسیہ سے بھی وہ سیدہ افضل ہی اسواسطے کہ جگر پارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی جو سید الخلق ہی پھر جب اندر گھر کے کام سیدۂ عالمین کے ذمہ پر ہوئے تو اب کون شریف زادی عذر کرسکتی ہی لیکن چونکہ بعضے علما ثبوت تقسیم اعمال خارجی اور باطنی مین گفتگو کرتے ہین کہتے ہین کہ ان کامون کو سیدہ بنا بر عادت عرب کے کرتی تھین نہ بحکم رسالت اور اسمین بھی تامل ہی کہ صحابی عورتین کاروبار خانگی بنا بر ضرورت افلاس یا عادت کے کرتی تھین یا بنا بر حکم شرعی کے لہذا مجتہد نے دیانۃ واجب کہا نہ قضاء اسواسطے کہ جنکو گاہے عادت نہین ایسے کامون کی انپر سخت مصیبت ہی لہذا قاضی انپر جبر نہین کرسکتا کذا فی حاشیۃ المدنی ویجب علیه آلۃ طحن وآنیۃ شرب وطبخ ککوز وجرۃ

وقدر ومغرفۃ وکذا سائر ادوات البیت کحصیر ولبد وطنفسۃ وما تنظف به وتزیل الوسخ کمشط واشنان وما یمنع الصنان ومداس رجلہا وتمامه فی الجوہرۃ والبحر اور زوج پر واجب ہین آلات پیسنے کے جیسے چکی اور سل اور بٹہ اور پانی پینے اور پکانے کے برتن جیسے کوزہ اور گھڑا یا مٹکا اور ہانڈی اور ڈوئی اسیطرح

ف امور خانہ داری زوجہ پر دیانت کی رو سے واجب ہین

اور باقی سامان گھر کا جیسے چٹائیاں اور چارپائیاں اور نمدہ اور فرش جیسے دری شطرنجی اور وہ چیز جس سے عورت کے بدن کی صفائی ہو اور میل چھوٹے
جیسے کنگھی اور اشنان جو مدینہ مین گھاس ہو بال صاف ہو جاتے ہین اُس سے یا کھلی یا صابون بطور عادت ہر ملک کے اور وہ چیز زوج پر واجب ہو جو عورت کی بغل
کی گندگی کو دور کردے اور زوجہ کے پانون کی جوتیان واجب ہین اور پورا بیان اسکا جوہرہ اور بحر الرائق مین ہو حاشیہ مدنی میر باقی مضمون جوہرہ کا یون منقول ہو
کہ تلذذ اور زینت کی چیز جیسے خضاب اور سرمہ سو زوج پر واجب نہین اسکا اختیار ہو چاہے دے چاہے نہ دے جب دے تو عورت استعمال کرے اور خوشبو بھی زوج پر واجب
نہین مگر بقدر کہ بساہند کو دور کرے نہ زیادہ اس سے اور علاج بیماری کی اجرت طبیب اور فصد اور پچھنے کی زوج پر واجب نہین اور اتنا پانی دینا واجب ہو جس سے عورت
اپنے کپڑے دھولے اور اپنے بدن کا میل چھوڑا دے نہا کر اور بحر الرائق کا باقی مضمون یہ ہو کہ زوج پر واجب ہین لکڑیان جلانے کی اور صابون اور تیل چراغ کیواسطے اور پانی
غسل اور وضو کا زوج پر واجب ہو کذا فی الظہیریۃ والواقعات اور یہ جو خلاصہ مین ہو کہ وضو کا پانی زوج پر فرض نہین سو ضعیف روایت ہو وفیہ اجرۃ القابلۃ علی من
استاجرہا من زوجۃ او زوج ولو جاءت بلا استیجار قیل علیہ وقیل علیہا اور بحر الرائق مین ہو کہ اُجرت دائی جنائی کی اُسپر ہو جسنے اُسکو بلایا مزدوری ٹھہرا کر خواہ زوجہ نے یا زوج
نے اور اگر دائی خود بلا درخواست آئی دونون پر اُسکی مزدوری محتمل ہو **وتفرض لہا الکسوۃ فی کل نصف حول مرۃ لتجدد الحاجۃ حرا وبردا** اور فرض ہو عورت
کو پوشاک دینا ہر نصف سال مین ایکبار یعنی سال مین دو جوڑے کپڑے زوج پر فرض ہین بسبب تجدد حاجت کے باعتبار گرمی اور سردی یعنی گرمی کی پوشاک جاڑے
مین کام نہین آسکتی اور نہ جاڑے کی گرمی مین کام آتی ہو لہذا سال بھر مین دوبار پوشاک کی حاجت ہوئی م اور اگر قبل مدت کے کپڑے عورت کے پھٹ گئے تو اگر
اُسنے موافق عادت کے احتیاط سے پہنے اور پھر پھٹ گئے تو زوج پر اور پوشاک دینا واجب ہوگا اور اگر خلاف عادت بے احتیاطی سے پہنے رہی تو زوج پر نئی
پوشاک دینا واجب نہین کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن الجوہرۃ **وللزوج الانفاق علیہا بنفسہ ولو بعد فرض القاضی** خلاصۃ **الا ان یظہر للقاضی عدم
انفاقہ فیفرض** ای یقدر **لہا بطلبہا مع حضرتہ ویامرہ لیعطیہا ان شکت مطلہ ولم یکن صاحب مائدۃ لان لہا ان تاکل من طعامہ وتتخذ ثوبا من کرباسہ بلا
اذنہ فان لم یعط حبسہ ولا تسقط عنہ النفقۃ** خلاصۃ وغیرہا اور زوج کو جائز ہو نفقہ دینا عورت کو بذات خود یعنی اُسکی ضروریات کا خرید کر دینا تاکہ عورت کو بازار
نکلنے کی حاجت نہ پڑے اگرچہ خرید کر دینا بعد معین کر دینے قاضی کے ہو کذا فی الخلاصۃ مگر یہ کہ قاضی کو ظاہر ہو نہ نفقہ دینا زوج کا تو اگر قبل اسکے قاضی نے
نفقہ نہ معین کر دیا ہو تو اب عورت کا نفقہ ٹھہرا دے دو شرط سے ایک شرط یہ کہ عورت کی درخواست سے معین کرے نہ بلا درخواست دوسری شرط یہ کہ بوقت حاضر
ہونے زوج کے معین کرے اسواسطے کہ غائب پر حکم جائز نہین اور بعد معین کر دینے نفقہ کے اگر نہ دینا معلوم ہو تو قاضی حکم کرے تاکہ زوج عورت کو نفقہ دیوے اگر
شکایت کرے عورت اُسکے ٹالنے اور دیر لگانے کی بشرطیکہ زوج سخی اور صاحب دستارخوان نہو اور اگر زوج سخی اور صاحب دستارخوان ہو کہ بہت لوگ اُسکی کشادہ چشمی
کے سبب سے اُسکے دستارخوان پر کھاتے ہین تو قاضی کو نفقہ دینے کا اسپر حکم کرنا نہ چاہیے اسواسطے کہ عورت کو بھی اختیار ہو کہ اُسکے کھانے مین سے کھالے اور اسکے
کپڑون مین سے کپڑا لے لیا کرے بے اُسکی اجازت کے اسواسطے کہ جو شخص بسبب اپنے جود اور سخاوت کے غیرون کو بلا وجوب کھلاتا اور پہناتا ہو وہ عورت کے نفقہ
واجب مین کیونکر کمی کریگا پھر اگر بعد نفقہ دینے قاضی کے اور بعد حکم اتفاق کے زوج سرکشی سے نہ دے تو قاضی اُسکو قید کرے اُس قید ہونے سے بھی ایام حبس کا نفقہ زوج سے
نہ ساقط ہوگا کذا فی الخلاصۃ وغیرہا قولہ **فی کل شہر** ای کل مدۃ تناسبہ کیوم للمحترف وسنۃ للدہقان اور مصنف کا یہ قول کہ قاضی ہر مہینے کا نفقہ معین کر دے مراد اسکی یہ ہو
کہ ہر شخص کیواسطے وہ مدت ٹھہرا دے جو مناسب ہو اس شخص کے چنانچہ پیشہ ور کیواسطے ایکدن کی مدت ٹھہرا دے اور زمیندار اور کاشتکار کیواسطے سال بھر کی مدت ٹھہرا دے اسواسطے
کہ پیشہ ور جیسے لہار اور بڑھئی اور مزدور ہر روز محنت کر کے کماتے ہین سو کھاتے ہین تو قاضی ایسے لوگون پر حکم کرے کہ نفقہ مفروضہ ہر روز دیا کرین اسواسطے
کہ ان پیشہ ورون سے ایک مہینہ کا خرچ یکبارگی نہین ہو سکتا بخلاف زمیندار کھیتی والے کے کہ وہ سال بھر کا خرچ دے سکتا ہو اور اگر زوج سوداگر ہو یا ایسا نوکر ہو جسکو بعد
مہینے کے تنخواہ ملتی ہو تو ہر مہینے بھر کا خرچ معین کرے کذا فی فتح القدیر وغیرہ تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ کل شہر کا لفظ قید اتفاقی ہو نہ احترازی ولہ الدفع کل یوم لہا

الطلب کل یوم عند المساء الیوم الاٰتی اور زوج کو اختیار ہی ہر روز کا نفقہ دینے کا جیسے عورت کو اختیار ہی ہر روز طلب کرے کا شام کیوقت دے اگلے دن کا نفقہ تاکہ بعد فراغت پیسے اور پکاوے خلاصہ یہ ہی کہ مہینے اور سال کی مدت نفقہ کیواسطے لازم نہیں کہ اسکا ترک جائز ہو بلکہ بنا بر تخفیف زوجین کے ہی اور اگر وہ راضی ہوں کہ ہر روز دیا لیا کریں تو بھی جائز ہی ولہا اخذ کفیل بنفقۃ شہر فاکثر خوفا من غیبتہ عند الثانی وبہ یفتی فتح وقس سائر الدیون علیہ وبہ افتی بعضہم جواہر الفتاوی من کفالۃ الباب الاول اور زوجہ کو جائز ہی مہینے بھر کے نفقہ یا زیادہ کا ضامن لینا بخوف غائب ہوجانے زوج کے یعنی اگر زوجہ ڈرے کہ زوج کہیں چلا جاویگا اور وہ زوج سے مہینہ یا سال بھر کے نفقہ کا ضامن مانگے تو ابی یوسف کے نزدیک یہ جائز ہی اور اسی پر فتوی ہی کہ بجبر اُس سے ضامن لیا جاوے کذا فی فتح القدیر اور عورت کے نفقہ پر باقی دیون کو قیاس کر تو جس مدیون پر غائب ہونے کا خوف ہو تو اُس سے ضامن لیا جاوے اور اسی پر بعضے فقہا نے فتوی دیا ہی چنانچہ جواہر الفتاوی کی کتاب الکفالات کے پہلے باب میں یہ مذکور ہی فتح القدیر میں ہی کہ ابی یوسف کے نزدیک اگر عورت تمام عمر کے نفقہ کا یا ہر مہینہ کا تا بقاے نکاح ضامن طلب کرے تو صحیح ہی ولو کفل لکل شہر کذا ابدا وقع علی الابد وکذا لو لم یقل ابدا عند الثانی وبہ یفتی بحر اور اگر کوئی کفیل ہوا زوج کا یعنی ہر مہینہ میں اسقدر نقد یا اناج ہمیشہ دیا کریگا زوج کو تو یہ ضمانت دائمی ہوئی باتفاق ائمہ ثلثہ کے اور اسیطرح دائمی ضمانت ثابت ہوگی نزدیک ابی یوسف کے اگر ہمیشہ کا لفظ نہ کہا یعنی فقط اسیقدر کہا کہ میں ہر مہینے میں اتنا دیا کرونگا زوج کیطرف سے تو یہ بھی دائمی ضمانت ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی البحر الرائق وفیہ علیہا دین لزوجہا لم یلتقیا قصاصا الا برضاہ لسقوطہا بالموت بخلاف سائر الدیون اور بحر الرائق میں ہی عورت نے طلب کیا قاضی سے کہ نفقہ معین کر دے اور زوج کا دین تھا عورت پر تو نفقہ اور دین زوج کا باہم ملکر مجرا ہونگے بدون رضامندی زوج کے یعنی اگر زوج کہیگا کہ نفقہ کو میرے دین میں سے حساب کرلو تو البتہ برابر ہو جاوینگے اور بدون رضامندی زوج کے نفقہ اسکے دین میں نہ مجرا ہوگا اسواسطے کہ نفقہ دین ضعیف ہی کہ موت سے ساقط ہو جاتا ہی بخلاف اور باقی دیون کے کہ وہ موت سے ساقط نہیں ہوتے تو وہ باہم حساب میں مجرا ہوجاتے ہیں خواہ دونوں شخص باہم مجرا دین یا نہ دیں کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وفیہ اجرت دارا من زوجہا وہما یسکنان فیہ لا اجر علیہ اور بحر الرائق میں ہی کہ زوجہ نے کرایہ دیا اپنا گھر زوج کو اور وہ دونوں اُسمیں رہتے ہیں تو کرایہ مرد پر نہ واجب ہوگا لیکن شارح نے اجارۂ فاسدہ کے فروع میں حاشیہ اشباہ سے نقل کیا ہی کہ فتوی اس روایت کے مخالف ہی یعنی زوج پر کرایہ اس صورت میں واجب ہی چنانچہ وہاں معلوم ہوگا۔ لو دخل بہا فی منزل کانت فیہ باجر فطولبت بہ بعد سنۃ فقالت لہ اخبرتک بان المنزل بالکراء وعلیک الاجر فہو علیہا لانہا العاقدۃ بزازیہ اور اگر زوج نے وطی کی زوجہ کے اُس گھر میں جسمیں وہ بکرایہ رہتی تھی پھر عورت سے کرایہ کا مطالبہ ہوا بعد سال کے سو اُسنے زوج سے کہا کہ میں تجھکو خبر دے چکی ہوں کہ یہ مکان کرایہ کا ہی اور کرایہ تیرے ذمہ پر ہی تو زوج پر کرایہ لازم نہ ہوگا زوجہ ہی پر لازم ہوگا اسواسطے کہ کرایہ ٹھہرانے والی وہی ہی نہ زوج کذا فی البزازیہ ومفہومہ انہا لو سکنت بغیر اجارۃ فی وقف او مال یتیم او معد للاستغلال فالاجرۃ علیہ فلیحفظ اور مفہوم تعلیل عاقدہ ہونے کا یہ ہی کہ بدون اجارہ کے مکان وقف یا مکان مال یتیم میں یا اس مکان میں جو غلہ رکھنے کیواسطے تیار ہوا زوجہ رہے تو اُسکا کرایہ زوج پر لازم ہوگا اسواسطے کہ عقد اجارہ زوجہ نے نہیں کیا اور سکنی زوجہ کا زوج پر لازم ہی لہذا زوج کو اجرت دینا لازم ہوگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ویقدرہا بقدر الغلاء والرخص ولا تقدر بدراہم ودنانیر کما فی الاختیار وعزاہ المصنف لشرح المجمع للمصنف اور قاضی ٹھہرا دے نفقہ زوجہ کا بقدر گرانی اور ارزانی غلہ کے اور نہ اندازہ کرے نفقہ کا درہم اور دنانیر سے کذا فی الاختیار شرح المختار اور مصنف نے اپنی شرح میں اس عدم تقدیر کو ماتن کی شرح مجمع کی طرف منسوب کیا ہی لکن فی البحر عن المحیط ثم المجتبی ان شاء القاضی فرضہا اصنافا او قومہا بالدراہم ثم یقدر بالدراہم لیکن بحر الرائق میں محیط سے پھر مجتبی سے منقول ہی کہ اگر قاضی چاہے تو نفقہ کو قسم قسم مقرر کرے مثلاً گیہوں اتنے اور گوشت اتنا اور گھی اتنا اور دال اتنی خواہ ہر روز کی تقدیر کرے خواہ مہینے خواہ سال کی علی حسب المراتب یا اقسام ماکولات کی قیمت ٹھہرا دے دراہم سے پھر مجموعہ کا اندازہ درہم کر دے اور زوج کو حکم کرے کہ ہر مہینے یا ہر سال اتنے روپیہ زوجہ کو دیا کرے وفیہ لو قترت علی نفسہا فلہ ان یرفعہا للقاضی لتاکل ما فرض

لہا خوفا علیہا من الہزال فانہ یفرہ کما لہ ان یرفعہا للقاضی للبس الثوب لان الزینۃ حقہ اور بحر الرائق مین یہ ہو جبکہ قاضی نے زوجہ کا نفقہ معین کر دیا
پھر اگر زوجہ اپنی ذات پر خست کرے اور جمع کرنے کی طمع سے کم کھاوے تو زوج کو جائز ہو کہ اسکی نالش قاضی کے پاس کرے تاکہ وہ اچھی طرح
کھایا کرے اُنھین سے جو اُسکے لیے مقرر ہو گیا ہو مبادا کہ نہایت ضعیف اور دُبلی ہو جائے اسواسطے کہ لاغری زوجہ کی زوج کیواسطے مضر ہو کہ لائق رغبت اور
شہوت کے نہین رہتی چنانچہ جائز ہو زوج کو کہ اُسکی نالش قاضی کے پاس پوشاک کیواسطے کرے کہ کیون پوشاک نہین پہنتی اور کیون میلی کچیلی رہتی ہو
اسواسطے کہ سنگار کرنا زوج کا حق ہو م جیسے عورت کو زینت کرنا مرد کے واسطے لازم ہو ویسے ہی مرد کو زینت شرعی کرنا عورت کیواسطے لازم ہو یعنی حجامت
بنوانا اور سونچھ کتروانا اور موے زہار کا مونڈنا اور غسل کرنا اور موافق مقدور کے پوشاک پہننا ضرور ہو اسواسطے کہ جب عورت یا مرد بے سلیقگی سے ترک زینت کا کریگا تو
دوسرے کو خواہ مخواہ نفرت آویگی تو غیرون کی طرف نظر جانے لگے گی پھر وہ فساد ہونگے کہ خدا پناہ مین رکھے چنانچہ بنی اسرائیل مین مردون کے زینت ترک کرنے
سے انواع مفاسد درپیش ہوئے بلکہ عورت کے حقوق سے یہ بھی ہو کہ مرد سرعت انزال سے آپ کو بچاوے اور اسکا خیال رکھے اسواسطے کہ عورت کو اکثر بعد دیر کے انزال
ہوتا ہو عبداللہ بن عباس سے مروی ہو کہ مجھکو سرمہ لگانا زوجہ کا پسند آتا ہو جیسا کہ اپنا سرمہ لگانا پسند آتا ہو اور یہ مطالب اس آیت قرآنی سے مفہوم ہوتے ہین جو حقتعالی نے
فرمایا کہ لہن مثل الذی علیہن بالمعروف کہ عورتون کا حق مردون پر ویسا ہو جیسا کہ مردون کا حق عورتون پر ہو بطریق شرع کذا فی حاشیۃ الطحطاوی و تزاد فی الشتاء جبۃ و
سروالا اور زیادہ کیا جاوے موسم سرما مین جبہ اور پاجامہ م یہ اُن عورتون کے حق مین ہو جو فقط قمیص مین گذران کرتی ہین جیسے عرب کی گنوار عورتین جنکو بدوی کہتے ہین
اور جنکو مدام پاجامہ کی عادت ہو چنانچہ شرفاے ہند مین تو انکو سرما اور گرما مین پاجامہ دینا لازم ہو اور ظہیریہ مین منقول ہو کہ امام محمد نے پوشاک عورت کی سال
بھر کی یون بیان کی ہو کہ دو درع اور دو خمار اور ایک ملحفہ درع کرتہ گلے سے قدم تک اور خمار وہ جو سر پر اوڑھا جاوے اور ملحفہ کی تفسیر مختلف ہو بعضے کہتے ہین وہ
بڑی چادر ہو جس سے تمام بدن لپیٹکر عورت باہر نکلتی ہو اور بعضون کے نزدیک شب خوابی کا کپڑا اور خصاف نے بجاے درع کے قمیص کو مذکور کیا ہو درع اور قمیص
حقیقت مین ایک ہی چیز کا نام ہو فرق اتنا ہو کہ درع وہ ہو جسکا چاک سینہ کیطرف ہو اور قمیص وہ جسکا دونون مونڈھون کیطرف ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اور
فتاوی عالمگیری مین ینابیع سے منقول ہو کہ لباس عورت کا مرد پر واجب ہو موافق دستور کے جیسا کہ عورت کیواسطے مناسب ہو باعتبار عادت گرمی اور جاڑے کے لیکن عادت ہر ملک کے
مختلف ہو تو ہر ملک مین ویسا ہی دینا لازم ہوگا بشرطیکہ ویسا لباس ہو جس سے بدن چھپا رہے نہ لباس شیطانی جو لکھنو وغیرہ مین بالفعل رائج ہو کہ سر اور پیٹ بالکل کھلا رہتا ہو حقتعالی انکو
حیا نصیب کرے م مایدفع بہ اذی حر و برد اور وہ لباس زیادہ کرنا چاہیے سرما اور گرما مین جس سے گرمی اور جاڑا دور ہو و لحافا و فراشا وحدہا لانہا ربما تعتزل عنہ ایام حیضہا و مرضہا
زیادہ دیا جاوے جاڑے مین لحاف اور بچھونا عورت کو علیحدہ یعنی سوا اس لحاف اور توشک کے جسمین زوج اور زوجہ پاس ملکر لیٹتے ہین علیحدہ اسواسطے چاہیے کہ گاہے
عورت جدا رہتی ہو زوج سے حیض کے ایام مین یا بیماری کے دنون مین صحیح حدیث مین وارد ہو کہ ایک اوڑھنا بچھونا زوج کا اور ایک دوسرا زوجہ کا اور تیسرا مہمان کیواسطے اور
چوتھا شیطان کا یعنی فضول ہو ان طلبتہ لباس کے اُن اقسام مذکورہ کو قاضی مقرر کر دے اگر عورت درخواست کرے قاضی سے اسواسطے کہ یہ حق ہو زوجہ کا بدون اسکی نالش
اور خواہش کے حاکم پر ٹھہرا دینا لازم ہی نہین و یختلف ذلک یسارا و اعسارا و حالا و بلدا اختیار اور مختلف ہوتی ہو یہ خوراک اور پوشاک باعتبار مقدور اور
افلاس کے اور بنا بر موسم اور ملک کے کذا فی الاختیار تو مقدور والے پر اُسکے موافق خوراک اور پوشاک زوجہ کی واجب ہو اور مفلس پر اُسکے موافق اور گرمی مین گرمی
کے موافق اور سردی مین اُسکے موافق جیسے جس ملک کی عادت اور رواج ہو بشرطیکہ مخالف شرع شریف کے نہو و لیس علیہ خفہا بل خف امتہا مجتبے اور واجب نہین مرد
پر موزہ دینا عورت کا بلکہ اُسکی لونڈی کا موزہ واجب ہو اسواسطے کہ لونڈی باہر نکلتی ہو نہ زوجہ کذا فی المجتبی اگر مرد با مقدور ہو اور ملک کی رسم ہو کذا فی حاشیۃ
المدنی و فی البحر قد استفید من ہذا انہ لو کان لہا امتعۃ من فرش و نحوہا لا یسقط عن الزوج ذلک بل یجب علیہ و قد رأینا ہا من یامرہا بفرش امتعتہا لہ و لاضیافہ فہا جبرا علیہا ذلک
حرام کمنع کسوتہا انتہی اور بحر الرائق مین ہو کہ مستفاد ہوا اُس سے یعنی وجوب لباس اور فرش سے ثابت ہوا کہ اگر عورت کے سامان اور اسباب سے از قسم فرش اور ظروف

کے تو بھی زوج سے اُسکا دینا ساقط نہ ہوگا بلکہ واجب ہوگا اُسپر اور مقرر دیکھا ہی ہمنے بعضے مردون کو کہ عورت کے فروش اور ظروف پر حکومت کرتے ہین
اپنے واسطے اور اپنے مہمانون کیواسطے عورت پر ظلم کرکے اور حالانکہ یہ زبردستی بیگانے مال پر حرام ہی جیسے اسکی پوشاک نہ دینا حرام ہی انتہی کلامہ لکن قدمنا فی المہر
عنہ عن المبتغی لو زفت الیہ بلا جہاز یلیق بہ فلہ مطالبۃ الاب بالنقد الا اذا سکت انتہی وعلیہ فلو زفت الیہ ولا یحرم علیہ الانتفاع بہ وفی عرفنا یلتزمون کثرۃ المہر لکثرۃ
الجہاز وقلتہ لقلتہ ولا شک ان المعروف کالمشروط فینبغی العمل بامر کذا فی النہر شارح کہتا ہی ہم پہلے ذکر کر چکے ہین باب المہر مین بحر الرائق سے بروایت مبتغی کہ اگر
زوجہ پہونچائی جاوے زوج کے پاس بدون اُسقدر جہیز کے جو اُسکے مناسب حال ہو تو زوج کو مطالبہ کرنا نقد مال کا زوجہ کے باپ سے پہونچتا ہی مگر اُس صورت
مین مطالبہ نہین جب زوج چند مدت چپ ہو رہے تو اس تقریر پر یعنی جب زوج کو نقد کا مطالبہ جائز ہوا تو اگر جہیز مین زوجہ کے ساتھ فروش اور ظروف آئے تو زوج پر اُسے
منتفع ہونا اور استعمال کرنا حرام نہوگا اسواسطے کہ ہمارے عرف اور رواج مین یعنی مصر مین کثرت مہر التزام کرتے ہین واسطے زیادتی جہیز کے اور قلت مہر کا التزام کرتے
ہین واسطے قلت جہیز کے اور بلا شک جو چیز کہ مروج اور معروف ہی وہ مشروط کے برابر ہی تو لائق ہی عمل کرنے کے جو مذکور ہو چکا یعنی عورت کے جہیز کا استعمال مرد پر
حرام نہین کذا فی النہر الفائق ہم صاحب نہر کے کلام پر محشیون نے بہت گفتگو کی ہی اور ذکر کرنا اُسکا تفصیل طوالت کلام کا موجب ہی خلاصہ یہ ہی کہ جہان بالیقین
اسکا رواج ہو کہ مہر مقرری سے زیادہ جہیز دینے کیواسطے کچھ دیتے ہون مثلاً مہر وہان کا سو درم ہوا اور زوج نے دوسو درم دیے سو مہر کے اور سو جہیز کے اور زوجہ کے
باپ نے موافق سودرم کے جہیز دیا تو البتہ زوج کو استعمال کرنا اسباب جہیز کا بدون رضامندی زوجہ کے بھی جائز ہی اور اگر باپ اُسکا جہیز نہ دے یا سودرم سے کم دے تو البتہ اس
صورت مین زوج کو نقد مال کا باپ سے مطالبہ پہونچتا ہی اور اگر اسیطرح کا معمول و رواج نہو تو جہیز کے اسباب کو اپنے صرف مین لانا زوج کو جائز نہین بدون خوشی زوجہ کے
اسواسطے کہ مالک جہیز کی زوجہ ہی نہ زوج ہان زوجہ کو البتہ اپنے باپ سے مطالبہ مہر کا اختیار ہی اگر وہ مہر لے چکا ہو زوج سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہ عن قضاء البحر بل تقدیر القاضی
للنفقۃ حکم منہ قلت نعم لان طلب التقدیر بشرطہ دعوی فلا تسقط بمضی المدۃ اور نہر الفائق اور بحر الرائق کی کتاب القضا سے منقول ہی کہ قاضی کا نفقہ مقرر کر دینا قاضی
کے حکم مین داخل ہی یا نہین مین کہتا ہون کہ ہان تقدیر قاضی کی حکم ہی اسواسطے کہ طلب کرنا تقدیر نفقہ کا اسکی شرط کے موافق یعنی زوج کے حضور مین یہ دعوی ہی اور بعد
دعوی کے مقرر کر دینا قاضی کا ایسکا نام حکم ہی پھر جب یہ حکم ہوا تو نفقہ ساقط نہوگا مدت گذرنے سے یعنی اگر چند مدت زوج نہ دیگا تو زوج کے ذمہ سے ساقط نہوگا بلکہ اسکو ایام گذشتہ
کا نفقہ دینا لازم ہوگا ولو فرضت لہا کل یوم او کل شہر لہا ذلک فی قضاہ مادام النکاح قلت نعم الا لمانع ولذا قالوا الابراء قبل الفرض باطل وبعدہ یصح مما مضی ومن شہر مستقبل اور جبکہ بتقدیر
قاضی نفقہ معین ہوگیا عورت کیواسطے ہر دن کا یا ہر مہینے کا تو یہ حکم قضا لبقاے نکاح تک ہوگا یا ایکدن یا ایک مہینے تک مین کہتا ہون کہ ہان یہ حکم تا بقاے نکاح زوجین مین
جاری چلا جاویگا مگر بسبب مانع کے البتہ موقوف ہو جاویگا چنانچہ نشوز سے نفقہ ساقط ہو جاویگا باوجود قائم رہنے نکاح کے اور چونکہ تقدیر قاضی سے نفقہ دین ہو جاتا ہی
لہذا فقہا نے کہا ہی کہ ابرا کرنا نفقہ سے قبل معین کر دینے قاضی کے یا قبل تراضی طرفین کے باطل ہی اسواسطے کہ ابرا نہین ہوتا مگر دین مین اور دین ہونا نفقہ کا بدون
حکم قاضی یا بدون تراضی طرفین کے نہین ہوتا اور قاضی کے معین کرنے یا تراضی طرفین کے بعد ابرا کرنا نفقہ زمان ماضی اور ماہ مستقبل سے صحیح ہی اسواسطے کہ ابرا بعد الوجوب ہی کذا فی
حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والنہر حتی لو شرط فی العقد ان النفقۃ یکون من غیر تقدیر والکسوۃ کسوۃ الشتاء والصیف لم یلزم فلہا بعد ذلک طلب التقدیر فیہا یہانتک کہ اگر زوج نے
نکاح مین یہ شرط کی کہ نفقہ بقدر مؤنت ہی بلا تقدیر یعنی نہایت قلیل بقدر ضرورت اور اسیطرح لباس مین شرط کی کہ ایک ہی لباس ہیگا گرمی اور جاڑے مین تو یہ شرط
لازم نہوگی تو عورت کو اختیار ہی کہ بعد اس شرط کے بھی نفقہ اور لباس مین قاضی سے درخواست تقدیر کی کرے اسواسطے کہ یہ شرط حکم قاضی نہین اور اس امر مین شرط
کی ہی کہ ہنوز واجب نہین ہوا اور یہ بحث ہی صاحب بحر کی روایت صریح نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو حکم بموجب العقد مالکی یری ذلک فللحنفی تقدیرہا لعدم الدعوی
والحادثۃ اور اگر بموجب عقد مشروط کے حکم کیا قاضی مالکی نے جو ایسی شرط کو صحیح جانتا ہی تو قاضی حنفی کو تقدیر نفقہ کی جائز ہی بسبب نہ پائے جانے دعوی
اور حادثہ کے ہم صاحب بحر الرائق نے کہا کہ مین نے یہ مسئلہ صریح نہین دیکھا لیکن فصول عمادی اور بزازیہ کی کتاب القضا مین یون منقول ہی کہ حکم قاضی کا خلاف

مذہب کو نہیں سُنا تا مگر اس شرط سے کہ قاضی نے حکم کیا ہو بعد دعوی صحیح کے حادثہ مدعی اور مدعا علیہ مین تو یہ مقتضی ہو کہ بعد حکم قاضی مالکی کے بھی حنفی کو تقدیر جائز ہو
اسواسطے کہ یہ مسئلہ اسصورت مین مفروض ہو کہ قاضی مالکی کے روبرو عقد اور شرط واقع ہوئی اور قاضی نے اسکی صحت کا حکم کیا تو یہان خصومت اور دعوی پہلے
نہین واقع ہوا کہ قاضی مالکی کا حکم نافذ ہو کر رافع اختلاف کا ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی بقی لو حکم الحنفی بفرضها دراہم ہل للشافعی بعدہ ان یحکم بالتموین قال الشیخ قاسم
فی موجبات الاحکام لا دعایۃ فلو حکم الشافعی بالتموین فلیس للحنفی الحکم بخلافہ فلیحفظ نعم لو اتفقا بعد الفرض علی ان تاکل معہ تموینا بطل الفرض السابق لرضاہا بذلک
باقی رہا یہ امر کہ اگر حکم کیا قاضی حنفی نے تقدیر نفقہ کا دراہم سے یعنی طعام کی نقدی مقرر کر دی تو شافعی قاضی کو بعد اسکے تموین کا حکم کرنا یعنی قلیل بقدر
ضرورت کے نفقہ کا حکم کرنا جائز ہو یا نہین کہا شیخ قاسم نے موجبات الاحکام مین کہ جائز نہین اور بنا بر اس عدم جواز کے اگر پہلے حکم کر چکا قاضی شافعی تموین
کا تو قاضی حنفی کو حکم کرنا اُسکے مخالف جائز نہین اسواسطے کہ جب حکم اول جامع شروط رافع اختلاف کا ہو چکا تو اب حکم ثانی اسکو توڑ نہین سکتا سو اسکو یاد رکھنا
چاہیے ہان اگر زوج اور زوجہ دونون بعد تقدیر نفقہ کے راضی ہو گئے کہ زوجہ زوج کے ساتھ بقدر ضرورت کے کھاوے تو باطل ہو جاویگی تقدیر سابق یعنی جو
قاضی نے نفقہ مقرر کر دیا تھا سو اُسکا حکم موقوف ہو جاویگا اسواسطے کہ زوجہ اسی پر راضی ہو گئی وہ مثل مشہور ہے صادق آئی کہ جورو خصم راضی تو کیا کریگا قاضی
لیکن اگر بعد اسکے پھر ناراض ہوگی زوج کے ساتھ کھانے سے تو نفقہ مفروضہ پھر عود کریگا اسواسطے کہ حکم قاضی کا مادام النکاح جاری ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وسئل فی
السراجیۃ قدر کسوتہا دراہم ورضیت وقضی بہ ہل لها ان ترجع وتطلب کسوۃ قماشا اجاب نعم اور سراجیہ مین ہو کہ عورت کی پوشاک مین درہم مقرر ہوگئے اور وہ راضی
ہو گئی اور موافق اسکے قاضی کا حکم بھی ہو گیا تو اب عورت کو اس سے پھرنا اور پوشاک مین کپڑا طلب کرنا درست ہو یا نہین جواب دیا کہ ہان درست ہو ولو بقی من النفقۃ
لہا یقضی باخری بخلاف اسراف وسرقۃ وہلاک ونفقۃ محرم وکسوۃ الا اذا تخرقت بالاستعمال المعتاد او استعملت معها اخری فیفرض اخری اور فقہا نے کہا ہو کہ جتنا
بچ رہیگا نفقہ مفروضہ سے وہ عورت کا مملوک ہو تو اسکو اور نفقہ قاضی دلادیگا یعنی مثلاً قاضی نے دس درم ماہ رمضان کا نفقہ مقرر کر دیا یا زوج نے
اپنی خوشی سے دس درم معینہ مقرر کر دیا اور عورت نے پانچ درم مین رمضان کو بسر کر دیا پانچ درم بچ رہے تو اسکی مالک عورت ہو ماہ شوال مین یہ درم باقیماندہ
مجرا نہونگے بلکہ ماہ شوال مین اور دس درم کا قاضی حکم کریگا بخلاف فضول خرچی اور چوری اور ہلاکی اور نفقہ محرم اور لباس زوجہ کے یعنی اگر عورت نے
فضول خرچ کیا کہ مثلاً مہینے بھر کے خرچ کو دس دن مین اٹھا ڈالا یا نفقہ چوری ہو گیا یا گم ہو گیا تو زوج پر اور نفقہ دینا لازم نہوگا اور اگر اقربا محرم کا
نفقہ بچ رہیگا تو مدت آیندہ مین مجرا ہوگا دوسرا نفقہ دینا لازم نہوگا اور اسی طرح اگر قاضی نے سال بھر کی پوشاک زوجہ کو دلادی اور چار پانچ مہینے مین
سب کپڑے پھٹ گئے تو قاضی زوج سے دوسری پوشاک نہ دلاویگا مگر جبکہ پوشاک پھٹ گئی ہو استعمال معتاد سے موافق عادت اور رواج کے با احتیاط استعمال کی
اور باوجود اسکے پارہ پارہ ہو گئی تو اسصورت مین دوسری پوشاک دلائی جاویگی یا عورت نے اُس پوشاک کے ساتھ اپنی دوسری پوشاک بھی استعمال کی اور دونون
پوشاکین سال کے اندر ساتھ ہی پارہ ہو گئین تو اسکے واسطے دوسری پوشاک مقرر کیجاویگی اسواسطے کہ ان دونون صورتون مین تجویز قاضی کی خطا ظاہر ہو گئی کہ اتنی پوشاک اتنی
مدت مین عورت کیواسطے کافی نہ تھی تو اب دوسری پوشاک لازم ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی ویجب لخادمہا المملوک لہا علی الظاہر ملکا تاما ولا شغل لہ غیر خدمتہا بالفعل
فلو لم یکن فی ملکہا او لم یخدمہا لا نفقۃ لہ لان نفقۃ الخادم بازاء الخدمۃ اور نفقہ واجب ہو ظاہر الروایۃ مین زوجہ کے خادم مملوک کا جسپر پوری ملکیت ہو اور کچھ کام نہو
خادم کو سوائے اسکی خدمت کے تو اگر خادم مملوک نہو زوجہ کا یا مملوک ہو مگر بالفعل خدمت نکرتا ہو تو وہ نفقہ نپاویگا اسواسطے کہ نفقہ خادم کا بمقابلہ خدمت ہو پھر جب خدمت
نہین تو نفقہ بھی نہین اور اگر زوجہ کا خادم مکاتب ہو تو بھی اسکا نفقہ نہین سو اسطے کہ مکاتب پر پوری ملکیت نہین ولو جاءہا بخادم لم یقبل منہ الا برضاہا فلا یملک اخراج خادمہا بل ما زاد
علیہ بحر بحثا لو حرۃ ولا امۃ جوہرہ لعدم ملکہا اور اگر زوج خادم کو لایا زوجہ کیواسطے تو زوج کا خادم نہ مقبول ہوگا بدون رضامندی زوجہ کے تو زوج مالک نہوگا زوجہ کے
خادم نکالنے پر بلکہ جو خادم کہ ایک سے زیادہ ہو اُسکے نکال دینے پر زوج کو اختیار ہوگا کذا فی البحر بحثا لا روایۃ زوجہ کے خادم کا نفقہ واجب ہوگا اگر زوجہ حرہ ہو نہ لونڈی کذا فی

الجوہرہ بسبب عدم ملکیت لونڈی کے **موسرا لامعسرا فی الاصح والقول له فی العسار لو برہنا بینتها اولی خانیة** زوجہ کے خادم کا نفقہ اسوقت واجب ہوگا جب زوج مقدور والا ہو نہ مفلس قول اصح میں اور قول زوج ہی کا معتبر ہوگا اظہار تنگی اور افلاس میں اور اگر دونوں گواہ گذرانیں زوجہ گواہوں سے مقدور زوج کا ثابت کرتی ہو اور زوج گواہوں سے افلاس ثابت کرتا ہو تو عورت کے گواہ زیادہ تر لائق اعتماد کے ہونگے کذا فی الخانیہ **ولو له اولاد لایکفیه خادم واحد فرض علیه لخادمین او اکثر اتفاقا فتح** اور اگر زوجہ کے چند لڑکے ہوں جنکو ایک خادم کفایت نکرتا ہو تو زوج پر دو خادم یا زیادہ کا نفقہ بقدر حاجت مقرر کیا جاویگا بالاتفاق کذا فے

فتح القدیر وعن الثانی غنیة درفت الیه بخدم کثیر استحقت نفقة الجمیع ذکرہ المصنف ثم قال وفی البحر عن الغایة وبه ناخذ قال فی السراجیة ویفرض علیه نفقة خادم لها وان کانت من الاشراف فرض نفقة خادمین وعلیه الفتوی اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ عورت مالدار ہو بیاہی گئی زوج کے پاس بہت خادموں کے ساتھ تو سب خادموں کے نفقہ کی عورت مستحق ہوگی چنانچہ اس روایت کو ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں پھر مصنف نے کہا اور بحر الرائق میں غایة البیان سے منقول ہے کہ ہم اسی روایت کو لیتے ہیں کہا صاحب بحر نے اور سراجیہ میں ہے کہ زوج پر نفقہ ایک خادم کا فرض ہے اور اگر عورت منجملہ اشراف ہے تو دو خادم کا نفقہ فرض ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے خلاصہ یہ ہے کہ ظاہر الروایہ میں نفقہ ایک خادم کا مذکور ہے لیکن فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے اور اگر عورت کے پاس خادم مملوک نہو تو زوج پر لازم نہیں کہ اسکے واسطے خادم نوکر رکھدے بلکہ بازار سے سودا خرید کر لا دینا زوج پر لازم ہوگا کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن السراجیة **ولا یفرق بینهما بعجزہ عنها بانواعها الثلاثة ولا بعدم ایفائه لو غائبا حقها ولو موسرا** اور نہ جدائی کیجاویگی دونوں میں بسبب عاجز ہونے زوج کے تینوں قسم کے نفقہ سے یعنی طعام اور لباس اور سکنی سے اور نہ جدائی ہوگی اگر زوج غائب ہو اسکے عدم ایفائے حق زوجہ سے

اگرچہ زوج مالدار ہو یعنی اگر زوج سفر میں ہو اور زوجہ کو خرچ نہ بھیجتا ہو باوجود مقدور رکھنے کے تو بھی قاضی دونوں میں تفریق نہیں کرسکتا **وجوزہ الشافعی باعسار الزوج وبتضررها بغیبته ولو قضی به حنفی لم ینفذ نعم لو امر شافعیا فقضی به نفذ اذا لم یرتش الآمر والمامور** اور جائز رکھی ہے امام شافعی نے تفریق زوجین کی زوج کے افلاس سے اور بسبب ضرر پہونچنے عورت کے زوج کے غائب ہونے سے اور اگر حکم کرے قاضی حنفی تفریق زوجین کا بسبب افلاس یا غائب ہونے زوج کے تو اسکا حکم نافذ نہوگا اسواسطے کہ اپنے خلاف مذہب حکم کرنا جاری نہیں ہوتا ہاں اگر حکم دے قاضی حنفی شافعی المذہب کو پھر شافعی تفریق کا حکم کردے تو نافذ ہوگا بشرطیکہ رشوت نہ لی ہو آمر اور مامور نے کذا فے البحر الرائق اسواسطے کہ رشوت کا حکم نافذ نہیں ہوتا اور دوسری شرط نفاذ حکم کی یہ ہے کہ قاضی حنفی کو اجازت ہو حاکم کیطرف سے تفویض حکم کی یعنی اختیار ہو کہ جسکو چاہے حکم کرنا سپرد کرے تب مامور کا حکم نافذ ہوگا لیکن یہ نفاذ حکم بھی بالقول الصحیح زوج حاضر کے افلاس پر ہوگا نہ زوج غائب کے افلاس پر اگرچہ زوجہ نے گواہ گذرانے ہوں افلاس زوج غائب پر اسواسطے کہ افلاس اور مقدور سریع الزوال ہے اور سریع الحصول امر ہے شاید کہ بعد شہادت شاہدوں کے سفر میں زوج مالدار ہو گیا ہو تو غائب کے افلاس پر حکم کرنا نافذ نہیں ہو سکتا اگرچہ قاضی شافعی المذہب نے حکم کردیا ہو اسواسطے کہ قضا علی الغائب شافعی کے نزدیک وہاں جائز ہے جہاں مشہود بہ ثابت ہو گیا ہو سو یہاں ثابت نہیں ہو سکتا کہ شاید وقت قضا زوج غائب مالدار ہو گیا ہو کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن البحر والذخیرة **وبعد الفرض یامرها القاضی بالاستدانة لتحیل علیه** وان ابی الزوج اما بدون الامر فترجع علیها وهی علیه ان صرحت بانها علیه او نوت ولو انکر نیتها فالقول لها مجتبی اور بعد فرض کرنے نفقہ کے زوج مفلس یا غائب پر حکم کرے قاضی عورت کو قرض لینے کا تاکہ حوالہ کرے ادائے قرض کا زوج پر یعنی جس سے قرض لے عورت اُس سے کہے کہ میں تجھسے بحکم قاضی قرض لیتی ہوں تو اپنا قرض میرے زوج سے بھر لیجیو اگرچہ زوج عورت کے قرض لینے سے راضی نہو اور قاضی کے بدون حکم اگر عورت قرض لیگی تو قرض دینے والا اپنا قرض عورت سے لیگا اور عورت زوج سے بھر لیگی بشرطیکہ عورت نے قرض لیتے وقت تصریح کردی ہو کہ میں زوج پر قرض لیتی ہوں یا اپنے دل میں اسکی نیت کرلی ہو اور اگر زوج عورت کی نیت کا انکار کرے یعنی یوں کہے کہ غلط ہے تو نے قرض لیتے میری نیت نہیں کی تو زوجہ ہی کا قول معتمد ہوگا کذا فی المجتبی **وتجب لادانه علی من تجب علیه نفقتها الصغار**

لو لا الزوج کاخ وعم ویحبس الاخ ونحوه اذا امتنع لان هذا من المعروف زیلعی والاختیار وتفنع اور واجب ہے قرض دینا اُسپر جسپر عورت اور اُسکے چھوٹے لڑکوں کا نفقہ واجب ہوتا اگر زوج نہوتا جیسے بھائی عورت کا یا چچا اور قید کیا جاویگا بھائی اور جو اُسکے مانند ہے جبکہ وہ قرض دینے سے انکار کرے اسواسطے کہ یہ معروف اور مروج ہے

کذا فی الزیلعی والاختیار اور عنقریب یہ واضح ہوگا فروع میں ہم زیلعی نے کہا کہ اختیار شرح مختار میں ہو کہ اگر عورت کا زوج مفلس ہو اور اسکا بیٹا دوسرے زوج سے مالدار ہو
یا بھائی مالدار ہو تو نفقہ عورت کا زوج پر واجب ہو اور حکم کیا جاویگا عورت کے بھائی یا بیٹے پر کہ نفقہ دے عورت کو اور جب اسکے زوج کو قدرت ہو تو اس سے اپنا قرض
بھرلے جتنا کہ عورت کو دیا ہو اور اگر بھائی یا بیٹا خرچ دینے سے انکار کرے تو مقید ہوگا اسواسطے کہ ایسے حال میں بطور قرض دینا رائج اور مشہور ہو تو اس وجہ سے معلوم ہوا کہ
قرض دینا عورت کے نفقہ کیواسطے جبکہ عورت اور اسکا زوج مفلس ہوں واجب ہو اس شخص پر جسپر نفقہ عورت کا واجب ہوتا اگر زوج عورت کا نہوتا اور اسیطرح اگر زوج مفلس
کی اولاد صغیر ہو اور اسکو انکے خرچ کی طاقت نہو تو واجب ہوگا نفقہ اولاد صغار کا جسپر صغار کا نفقہ واجب ہوتا اگر انکا باپ نہوتا جیسے ماں اور بھائی اور چچا جب
صغار کا باپ مقدور والا ہو تو جسقدر انکو کھلایا پہنایا ہو اس سے بھرے کذا فی حاشیۃ المدنی **قضی بنفقۃ الاعسار ثم ایسر فخاصمتہ تمم نفقۃ الیسار فی المستقبل** قاضی نے
حکم کیا زوج پر نفقہ افلاس کا بسبب مفلس ہونے زوجین کے پھر بعد مدت کے مالدار ہوگیا اور عورت مفلس ہی رہی پھر جھگڑا کیا عورت نے زوج سے نفقہ میں تو پورا کرے
قاضی نفقہ کو موافق مقدور زوج کے آیندہ کیواسطے نہ زمان گذشتہ کیواسطے نفقہ یسار زوج سے مراد یہاں نفقہ متوسط ہی اسواسطے کہ جب زوج مالدار ہو اور زوجہ مفلس یا بالعکس تو موجب
قول مفتی بہ کے متوسط نفقہ واجب ہو اور اگر مصنف یوں کہتا کہ بعد مقدور ہونے کے نفقہ متوسط واجب ہو جیسا کہ قول آیندہ میں ہو تو واضح ہوتا کذا فی حاشیۃ الحلبی **وبالعکس وجب
الوسط لما مر** یا اسکے بالعکس ہو یعنی زوج اور زوجہ دونوں مالدار تھے سو قاضی نے نفقہ یسار کا حکم کردیا تھا پھر زوج مفلس ہوگیا تو اب متوسط نفقہ واجب ہوگا یعنی مالدار عورت سے
کم اور مفلس عورت سے زیادہ تو زوج مفلس بقدر وسعت کے دیگا اور باقی اسپر قرض ہیگا مقدور ہونے تک چنانچہ شروع باب میں اسکا بیان گذر گیا **صالحت زوجہا علی نفقۃ کل شہر علی
دراہم ثم قالت لا تکفینی زیدت** صالح کرلیا عورت نے اپنے زوج سے بعوض نفقہ ہر مہینے کے چند درم پر پھر عورت نے کہا کہ مجھکو بقدر درم کفایت نہیں کرتے ہیں تو زیادہ دلائے
جاوینگے ہم ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتی ہو کہ بمجرد دعوی کے بدون ملاحظہ کرنے قاضی کے غلہ کے نرخ میں زیادتی ہوگی حالانکہ ایسا نہیں بلکہ قاضی نظر کرے سو اگر دراہم تعیین
ہوں تو اسکے دعوی کو نہ سنے الا بقدر کفایت زیادہ کردے چنانچہ خانیہ میں ہو کہ اگر زوجہ نے مصالحہ کیا زوج سے اسقدر پر کہ اسکو کفایت نہیں کرتا تو عورت کو اس صلح سے پھرنا
اور بقدر کفایت کو طلب کرنا جائز ہو اور بحر الرائق میں ظہیریہ سے منقول ہو کہ جب قاضی نے عورت کا نفقہ معین کردیا پھر غلہ گران ہوگیا یا سستا ہوگیا تو قاضی اسکو بدل ڈالے کذا فی
حاشیۃ المدنی **ولو قال الزوج لا اطیق ذلک فہو لازم فلا التفات لمقالتہ بکل حال** اور اگر عورت نے مصالحہ کیا نفقہ کا دراہم پر پھر زوج نے کہا کہ مجھکو بقدر درم دینے
کی طاقت نہیں تو یہ صلح لازم ہو اور کچھ التفات نہ کیا جاویگا اسکے قول پر کسی حال میں بنا مقدور ظاہر کرے یا نکرے اسواسطے کہ مصالحہ پر راضی ہونا دلیل ہو اسکے قادر ہونے پر **الا اذا تغیر
سعر الطعام وعلم القاضی ان ما دون ذلک** الصالح علیہ یکفیہا فحینئذ یفرض کفایتہا نقلہ المصنف عن الخانیۃ وفی البحر عن الذخیرۃ الا ان یتعرف القاضی عن حالہ
بالسوال من الناس فیوجب بقدر طاقتہ مگر جبکہ بدل جاوے نرخ غلہ کا اور جانے قاضی کہ جسقدر پر صلح ہوگئی ہو اس سے کمتر نفقہ عورت کو کفایت کرتا ہو تو اسوقت میں
قاضی بقدر کفایت عورت کے مقرر کردے نقل کیا ہو اسکو مصنف نے اپنی شرح میں خانیہ سے اور بحر الرائق میں ذخیرہ سے منقول ہو کہ مصالحہ زوج پر لازم ہو مگر یہ کہ معلوم
کرے قاضی زوج کی ہمیقدری لوگوں سے پوچھکر تب ٹھراوے نفقہ کو بقدر اسکی طاقت کے وفی الظہیریۃ صالحہا عن نفقۃ کل شہر علی مائۃ درہم والزوج محتاج
لم یلزم الا نفقۃ مثلہا اور ظہیریہ میں ہو کہ صلح کی زوج نے زوجہ سے ہر مہینہ کے نفقہ میں سو درم پر اور حالانکہ زوج محتاج ہو تو لازم نہ ہوگا زوج کو مگر نفقہ مثل اس کا
یعنے عورت کے مناسب حال نفقہ لازم ہوگا مصالحہ کا کچھ اعتبار نہ ہوگا **و النفقۃ لا تصیر دینا الا بالقضاء او الرضا** ای اصطلاحہما علی قدر معین
اصناف او دراہم فقبل ذلک **لا یلزم شیء** اور نفقہ زوجہ کا دین نہیں ہوتا زوج پر مگر بحکم قاضی یا برضاے طرفین یعنی دونوں کے مصالحہ کرلینے سے قدر معین پر خواہ
درموں پر صلح ہوگئی ہو خواہ طعام کی قسموں پر مثلاً گیہوں اتنے اور دال اتنی اور گوشت اتنا تو قبل قضا یا رضا کے زوج پر کچھ لازم نہوگا یعنی چند مدت بدون نفقہ
گذر گئی اور پھر قاضی نے نفقہ معین کردیا یا دونوں قدر معین پر راضی ہوگئے تو مدت گذشتہ کا نفقہ دینا لازم نہ ہوگا **وبعدہ ترجع بما انفقت ولو من مال نفسہا** بلا
امر قاض اور بعد قضا یا رضا کے جسقدر عورت خرچ کریگی اسکو زوج سے بھرلیگی اگرچہ اپنا ہی مال خرچ کیا ہو بدون قاضی کے حکم کے **ولو اختلفا فی المدۃ فالقول**

او دائنيته لها ولو انكرت الانفاق فالقول لها بيمينها ذخيرة اور اگر دونون مین اختلاف پڑا مدت مین مثلاً عورت کہتی ہو کہ قاضی نے دو مہینے سے نفقہ معین کر دیا ہی اور مرد کہتا ہو کہ ایک مہینے سے تو قول زوج ہی کا معتبر ہوگا اور گواہ عورت کے مقبول ہونگے اور اگر عورت نفقہ دینے کا انکار کرتی ہو تو عورت ہی کا قول معتمد ہوگا ساتھ اسکے قسم کھانے کے کذا فی الذخیرة **وبموت احدهما وطلاقها** ولو رجعيا كما في الظهيرية والخانية واعتمد في البحر بحثا عدم سقوطها بالطلاق لكن اعتمد المصنف في جواهر الفتاوى على الفتوى على عدم سقوطها بالرجعي كيلا يتخذ الناس ذلك حيلة واستحسنه محشي الاشباه وبالاول افتى شيخنا لكن صحح الشرنبلالي في شرح الوهبانية ما بحثه في البحر من عدم السقوط ولو بائنا قال وهو الاصح ورد ما ذكره ابن الشحنة فتامل عند الفتوى **يسقط المفروض** لانه صلة اور ساقط ہوتا ہی نفقہ مفروضہ زوج یا زوجہ کی موت سے یا عورت کی طلاق سے اگرچہ طلاق رجعی ہو کما فی الظهيرية والخانية اسواسطے کہ نفقہ از قسم عطا ہی اور عطا موت اور طلاق سے ساقط ہی چنانچہ ہبہ قبل القبض موت سے ساقط ہوتا ہی اور بحر الرائق مین بذکر چند دلائل عدم سقوط نفقہ پر اعتماد کیا ہی طلاق مین رجعی ہو یا بائن لیکن مصنف نے اپنی شرح مین جواہر الفتاوی کے اس قول پر اعتماد کیا ہی کہ طلاق رجعی مین عدم سقوط نفقہ پر فتوی ہی تاکہ لوگ اسکو حیلہ نہ ٹھہرالین اسقاط نفقات مفروضہ کا یعنی جب بہت نفقہ جمع ہو تو عورت کو طلاق رجعی دیکر رجعت کر لین تا کہ اگلا نفقہ دینا نہ پڑے کہ اسمین عورتون کا بڑا نقصان ہی اور اسی عدم سقوط کو طلاق رجعی مین اشباہ کے محشی یعنی حموی نے پسند کیا ہی شارح کہتا ہی ہمارے استاد خیر الدین رملی نے قول اول پر فتوی دیا ہی یعنی مطلق طلاق کے سقوط نفقہ پر لیکن شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین اس قول کی تصحیح کی ہی جسکی بحث بحر الرائق مین کی یعنی عدم سقوط نفقہ کی اگرچہ طلاق بائن ہو اور کہا ہی کہ عدم سقوط ہی اصح ہی اور رد کیا ہی اسکو جسکو ابن شحنہ نے ذکر کیا ہی واسطے اثبات سقوط کے شارح کہتا ہی سو تامل اور غور کیجواسے مفتی مسئلہ مین فتوی دینے کیوقت یعنی اگر بعد نفقہ مفروض ہونے کے زوج نے طلاق دی ہو تو قاضی اور مفتی کو غور کرنا چاہیے سو اگر معلوم ہو کہ نفقہ نہ دینے کیواسطے اسنے طلاق دی ہی تو عدم سقوط پر حکم کرے یا فتوی دے اور اگر زوجہ کی بدمزاجی سے طلاق دی ہی تو سقوط نفقہ کا حکم یا فتوی دے مقدسی نے رمز تامل یہی ذکر کی ہی اور طحطاوی نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہی کذا فی حاشية المدني **الا اذا استدانت بامر قاض** فلا تسقط بموت او طلاق في الصحيح لما مر انها كاستدانة بنفسه وعبارة ابن الكمال الا اذا استدانت بعد فرض قاض ولو بلا امره فليحرر مگر جبکہ بعد مفروض ہونے نفقہ کے عورت نے قرض لیا ہو نفقہ قاضی کی اجازت سے تو اب نہ ساقط ہوگا موت یا طلاق سے قول صحیح مین کذا فی المحیط اسواسطے کہ مذکور ہو چکا ہی کہ بحکم قاضی قرض لینا عورت کا مانند قرض لینے زوج کے ہی بذات خود تو جیسے زوج کا قرض لازم الادا ہی ویسے ہی عورت کا کذا فی البحر اور عبارت ابن کمال کی یون ہی کہ موت اور طلاق سے نفقہ مفروضہ ساقط ہوتا ہی مگر جبکہ عورت نے نفقہ قرض لیا بعد فرض قاضی کے تو ساقط نہین ہوتا اگرچہ بدون حکم قاضی کے قرض لیا ہو تو اسکی تحریر اور تنقیح کتب فقہ سے کرنا چاہیے ہم جلبی نے کہا کہ قول ابن کمال کا متون اور شروح کے مخالف ہی تو لائق اعتماد کے نہین کذا فی حاشية المدني **ولا ترد النفقة والكسوة المعجلة** بموت او طلاق عجلها الزوج او ابوه ولو قائمة به يفتى اور نہ پھیر دیا جاویگا نفقہ اور لباس جو پیشگی دیا گیا نہ موت سے پھر سکتا ہی نہ طلاق سے زوج نے پیشگی دیا ہو یا اسکے باپ نے اگرچہ نفقہ اور لباس بعد موت اور طلاق کے موجود ہو صرف مین نہ آیا ہو تو بھی مسترد نہوگا اسی پر فتوی ہی کذا فی منح الغفار ناقلا عن الخانية والفتح **يباع القن** وسعى مدبر ومكاتب لم يعجز **المأذون بالنكاح** وبدونه يطالب بعد عتقه **في نفقة زوجته** المفروضة اذا اجتمع عليه بالعجز عن ادائه ولم يفده ذخيرة ولو بنت المولى اپنی زوجہ کے نفقہ مفروضہ مین بیچا جاویگا خالص غلام جسکو اذن دیا مولی نے نکاح کا اور بدون اذن مولی کے اگر غلام نے نکاح کیا تو اس سے مطالبہ نفقہ کا بعد اسکی آزادی کے ہوگا اور مدبر اور وہ مکاتب جو عاجز نہین ہوا بدل کتابت سے محنت مزدوری کریگا واسطے نفقہ زوجہ کے اور خالص غلام اس نفقہ کیواسطے بیچا جاویگا جبکہ اسپر اسقدر نفقہ مجتمع ہو جاوے کہ وہ اسکے ادا کرنے سے عاجز ہو اور اسکا مالک اسکے عوض نفقہ نہ دے کذا فی الذخیرة اگرچہ غلام کی زوجہ مالک کی بیٹی ہو تو بھی اسکے واسطے بیچا جاویگا لا امته ولا نفقة ولده ولو زوجته حرة بل نفقته على امه ولو مكاتبة لتبعيته للام اور نہ واجب ہوگا نفقہ غلام پر اس زوجہ کا جو لونڈی ہی غلام کے مولی کی اور نہ واجب ہوگا غلام پر نفقہ اسکے ولد کا اگرچہ زوجہ اسکی حرہ ہو بلکہ نفقہ غلام کے ولد کا ولد کی مان پر واجب ہوگا اگرچہ مان اسکی مکاتبہ ہو اسواسطے کہ ولد تابع ہی اپنی مان کا حر اور مکاتب ہونے مین یعنی اگر مان حرہ ہی تو لڑکا بھی حر ہی پھر جب وہ حر ہوا تو غلام پر اسکا نفقہ کیونکر ہو اور مان کی رکابت ہی

تو لڑکا بھی مکاتب ہی اور اگر ماں لڑکے کی لونڈی ہو یا مدبرہ یا ام ولد تو نفقہ اُسکا مولے پر ہی اسواسطے کہ لڑکا مملوک ہی مولی کا ولو مکاتبین سعی لامہ ونفقتہ علی ابیہ
جوہرہ اور اگر زوج اور زوجہ دونوں مکاتب ہوں تو کوشش کریگا لڑکا اپنی ماں کیواسطے یعنی اُسکے کسب کی ماں مالک ہوگی اسواسطے کہ لڑکا ماں کا تابع ہی اور
نفقہ ولد کا اُسکے باپ پر ہی کذا فی الجوہرہ م عبارت جوہرہ کا یہ مضمون ہی کہ اگر مولی نے اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی سے کردیا پھر دونوں کو مکاتب کیا پھر دونوں
کے ولد پیدا ہوا تو ولد اپنی ماں کی کتابت میں داخل ہوگا اور کسب ولد کا ماں کا ہوگا اور نفقہ ولد کا اُسکی مکاتبہ ماں پر واجب ہوگا اور نفقہ مکاتبہ کا زوج پر واجب ہوگا
انتہی مضمون الجوہرۃ تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو شرح میں ہی کہ نفقہ ولد کا اُسکے باپ پر ہی سو غلط ہی اسواسطے کہ مخالف ہی جوہرہ کے اور بحر الرائق کے بھی مخالف ہی کذا فی
حاشیۃ المدنی اور فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہی کہ ایک مرد نے مکاتب کیا اپنے غلام اور لونڈی کو پھر دونوں کا نکاح کردیا پھر وہ لڑکا جنی تو نفقہ ولد کا ماں پر ہوگا نہ باپ
پر تو بالیقین معلوم ہوگیا کہ عبارت شرح کی یہاں غلط ہوگئی ہی **مرۃ بعد اخری** ای لو اجتمع علیہ نفقۃ اخری لبعد ما اشتراہ من علم بہ اولم یعلم ثم علم فرضی بیع ثانیا و
کذا المشتری الثالث وہلم جرا لانہ دین حادث قالہ الکمال وابن الکمال فما فی الدرر تبعا للصدر سہو غلام خالص اپنی زوجہ کے نفقہ میں باربار بیچا جاویگا یعنی اگر
غلام پر دوسرا نفقہ مجتمع ہو بعد خرید کرنے اُس شخص کے جو غلام کا حال جانتا تھا یا اُسکو معلوم نہ تھا پھر خرید کرنے کے بعد اُسنے جانا اور راضی ہوگیا یعنی یہ نقصان
جانکر دبیع نہ کیا تو دوسری بار غلام بیچا جاویگا نفقہ ثانیہ کیواسطے اور اسی طرح اگر مشتری ثالث خرید کریگا یہ حال جانکر یا بعد علم کے راضی ہوگا تو تیسرے نفقہ کیواسطے بیچا
جاویگا وعلی ہذا القیاس چوتھی بار اور پانچویں بار اسواسطے کہ نفقہ دین حادث ہی یعنی روز بروز پیدا ہوتا جاتا ہی تو جتنی بار اتنا نفقہ جمع ہوگا کہ غلام اُسکے دینے سے عاجز ہوگا تو
اتنی بار ادائے نفقہ کیواسطے بیچا جاویگا بخلاف اور دیون کے کہ وہ روز بروز پیدا نہیں ہوتے جاتے لہذا مہر وغیرہ دیون میں ایکبار غلام بیچا جاویگا نہ باربار اسی طرح مذکور کیا ہی
کمال الدین نے فتح القدیر میں اور ابن کمال نے ایضاح میں اور اصطلاح میں سو جو کہ درر غرر میں بتباع صدر الشریعۃ مذکور ہی سو سہو اور غلط ہی م شرح وقایہ میں صدر الشریعۃ
کے کلام کا حاصل یہ ہی کہ غلام نے باجازت مولی ایک عورت سے نکاح کیا اور قاضی نے اُسکا نفقہ غلام پر مقرر کردیا سو اُسپر ہزار درم جمع ہوگئے اور پانسو درم پر غلام بیچا گیا
اور یہی اُسکی قیمت تھی اور مشتری جانتا تھا کہ اُسپر دین نفقہ کا ہنوز موجود ہی تو دوسری بار بیچا جاویگا بخلاف اسکے کہ اگر غلام پر ہزار درم کا دین ہوگا اور کسی
سبب سے اور وہ پانسو کو بیچا جاویگا تو دوسری بار نہ بیچا جاویگا انتہی اور یہی عبارت بعینہ درر غرر میں ہی تو ظاہر کلام صدر الشریعۃ سے یہ مستفاد ہوتا ہی کہ بیع ثانی
غلام کی واسطے ادا کرنے باقی پانسو درم کے ہوگی آخر کلام کے قرینہ سے اور حالانکہ یہ صحیح نہیں اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہی کہ دین نفقہ میں جو غلام باربار بیچا جاتا ہی سو اُسکی
علت یہ ہی کہ نفقہ تھوڑا تھوڑا حادث ہوتا جاتا ہی مشتری کے پاس اور حالانکہ پانسو باقی درم مشتری کے پاس حادث نہیں ہوئے تو اُنکے واسطے دوسری بار ہرگز نہ بیچا جاویگا بلکہ اسکے ادا
کیواسطے تا زمان عتق انتظار کیا جاویگا کذا فی منح الغفار وحاشیۃ المدنی **وتسقط بموتہ وقتلہ** فی الاصح اور ساقط ہوتا ہی نفقہ غلام کی موت اور مقتول ہونے سے قول اصح میں و
یباع فی دین غیرہا مرۃ لعدم التجدد اور غلام بیچا جاویگا نفقہ زوجہ کے دین کے سوا اور دین میں ایکبار بسبب عدم تجدد کے یعنی نفقہ کے سوا اور دین روز بروز پیدا نہیں
ہوتا جاتا ہی بلکہ یکبارگی ہوتا ہی تو اسکے واسطے ایک ہی بار بیع بھی ہوگی وسیجی فی الماذون ان للغرماء استسعاءہ ومفادہ ان لہا استسعاءہ ولو لنفقۃ کل یوم بحر اور آویگا احکام عبد
ماذون میں کہ صاحبان دین کو کسب کروانا غلام سے اور اُسکی اجرت لینا درست ہی اپنے دین میں تبع اس سے مستفاد ہوا کہ زوجہ کو بھی اُس سے محنت مزدوری اپنے نفقہ کیواسطے کروانا
جائز ہی اگرچہ ہر دن کے نفقہ کیواسطے ہو کذا فی البحر اسواسطے کہ زوجہ بھی صاحب دین ہی قال وہل یباع فی کفنہا ینبغی علی قول الثانی المفتی بہ نعم کما یباع فی کسوتہا کہا صاحب بحر نے کہ غلام
زوجہ کے کفن کیواسطے بیچا جاویگا بنابر قول ابویوسف کے جو مفتی بہ ہی یا نہیں جواب دیا کہ ہاں کفن کیواسطے بیچا جاویگا چنانچہ عورت کی پوشاک کیواسطے بکتا ہی م یہ جواب درست
نہیں بلکہ ابی یوسف کے اس قول سے کہ کفن برابر پوشاک کے ہی صاحب بحر نے استخراج کیا ہی اور صاحب نہر اور حموی نے بھی اسکو پسند کیا کذا فی حاشیۃ المدنی **ونفقۃ الامۃ المنکوحۃ**
ولو مدبرۃ او ام ولد اما المکاتبۃ فکالحرۃ **انما تجب علی الزوج ولو عبدا بالتبوئۃ** ان یدفعہا الیہ ولا یستخدمہا اور نفقہ منکوحہ لونڈی کا اگرچہ مدبرہ او ام ولد ہو نہیں واجب
ہوتا ہی زوج پر اگرچہ وہ غلام ہو مگر علیحدہ مکان دینے سے اسطرح پر کہ لونڈی اسکو سپرد کردے مالک اور اُس سے خدمت نہ لے اور اگر مالک لونڈی کو اپنے کاربار میں رکھیگا

تو زوج پر نفقہ نہ واجب ہوگا اور مکاتبہ تو برابر حرہ کے ہے یعنی اُسکے نفقہ کا وجوب جدا مکان ہونے پر موقوف نہیں اور اگر مولی دن بھر لونڈی سے خدمت لے اور رات کو زوج کے پاس نہ بھیجدے تو نفقہ زوج پر لازم رہیگا اور اگر رات کو لونڈی مولی کی خدمت میں رہے تو رات کا نفقہ مولی پر اور دن کا زوج پر لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی **فلو استخدمها المولى اهله بعد ما بوّاها بعد الطلاق لاجل انقضاء العدة لا قبله اى لم يكن بوّاها قبل الطلاق سقطت** بخلاف حرۃ نشزت فطلقت فعادت سو اگر لونڈی سے کام لیا مولی نے یا مولی کے لوگون نے یا علیحدہ مکان دیا اُسکو بعد طلاق کے واسطے انقضاے عدت کے نہ قبل اسکے یعنی قبل طلاق کے مولی نے جدا مکان اُسکو نہ دیا تھا تو ساقط ہوگا نفقہ زوج سے بلکہ واجب ہی نہوگا نہ مکان دینے سے بخلاف حرہ کے جو زوج کے گھر سے نکلگئی پھر وہ مطلقہ ہوئی پھر زوج کے گھر مین پلٹ آئی واسطے عدت کے تو اسکا نفقہ واجب ہوگا زوج پر وفی البحر فرض النفقة قبل التبوية باطل و نفقات الزوجات المختلفة مختلفة بحالها اور بحر الرائق مین بنا بر بحث کے ہے کہ لونڈی منکوحہ کا نفقہ ٹھہرانا قبل تفویض زوج کے باطل ہے اور زوجات مختلفہ کے نفقات بھی مختلف ہین بمناسب حال زوجین کے بنا بر قول مفتی بہ کے یعنی اگر مثلاً زوج غنی کی دو زوجہ ہین ایک غنیہ اور دوسری فقیرہ تو زوجہ غنیہ کا نفقہ بکشایش ہوگا موافق مقدور زوجین کے اور زوجہ فقیرہ کا نفقہ متوسط ہوگا اور اگر زوج فقیر ہے تو غنیہ کا نفقہ متوسط ہوگا اور فقیرہ کا مناسب افلاس کے **وكذا تجب لها السكنى فى بيت خال عن اهله** سوى طفله الذى لا يفهم الجماع وامته وام ولده **واهلها** ولو ولدها من غيره **بقدر حالها كطعام وكسوة** اور جسطرح طعام اور لباس زوجہ کا زوج پر واجب ہے اُسیطرح سکنی بھی واجب ہے یعنی زوجہ کے رہنے کو ایک ایسی کوٹھری دینا واجب ہے جو خالی ہو زوج کے لوگون سے یعنی اسمین زوج کی مان بہن یا بھائی نہ رہتا ہو سوا زوج کے طفل کے جو جماع کو نہین جانتا اور زوج کی لونڈی اور ام ولد کے سوا اسواسطے کہ انکا رہنا کچھ حرج کا موجب نہین اسواسطے کہ نافہم طفل سے شرم نہین آتی اور لونڈی اور ام ولد کا ہٹا دینا صحبت کے وقت اختیاری کام ہے اور جنانچہ مکان زوجہ کا زوج کے لوگون سے خالی چاہیئے ویسے ہی زوجہ کے لوگون سے بھی خالی چاہیے اگرچہ زوجہ کا ولد ہو دوسرے زوج سے مکان دینا زوجہ کا زوج پر واجب ہے بقدر حال زوجین کے مانند طعام اور لباس کے اسواسطے کہ سکان الدار کا برابر نہین محتاج کے مکان سے **وبيت منفرد من دار له غلق** زاد فى الاختيار والعينى ومرافق ومفاده لزوم كنيف ومطبخ وينبغى الافتاء به بحر **كفاها لحصول المقصود** هدايه اور کفایت کرتی ہے زوجہ کو گھر مین سے ایک کوٹھری قفل والی اور اختیار شرح مختار اور عینی شرح کنز مین کوٹھری مقفل پر مرافق کو زیادہ کیا ہے یعنی کوٹھری کے ساتھ ضرورت کے مکان بھی جدے لازم ہین تو مستفاد ہوا اس سے لازم ہونا پاخانہ اور باورچیخانہ کا اور اسی پر فتوی دینا لائق ہو کذا فی البحر الرائق مین ہدایہ مین ہے کہ کوٹھری مقفل عورت کو کافی ہے واسطے حصول مقصود کے یعنی اسباب محفوظ رہیگا اور معاشرت بلا دخل اغیار حاصل ہے خلاصہ یہ ہے کہ ہدایہ مین فقط کوٹھری مقفل کو کافی کہا ہے مرافق کو مذکور نہین کیا اور صاحب بحر نے بروایت اختیار اور عینی کے مرافق کا ہونا مفتی بہ جانا ہے اور شرنبلالی نے برہان سے نقل کیا ہے کہ کوٹھری کامل المرافق لازم ہے شیخ رحمتی نے کہا کہ پاخانہ زوجہ کا علیحدہ لازم ہے اسواسطے کہ پاخانہ مشترک اگرچہ اجنبی مرد اسمین نجاتے ہون خالی مضرت سے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی م جب ثابت ہوا کہ عورت کو علیحدہ مکان قفل کنجی والا مردپر دینا واجب ہے تو یہ جو ہندوستان مین علی الخصوص قصبات مین مرواج ہے کہ زوجہ کیواسطے علیحدہ مکان دینے کا اہتمام نہین کرتے خصوصاً جسکے گھر مین فقط ایک دالان یا ایک چھپر ہے اُسمین سب گھر کے لوگ رہتے ہین اور دالان یا چھپر مین ایک کپڑے کا پردہ زوج اور زوجہ کیواسطے کر دیتے ہین یہ رسم مخالف ہے شرع شریف کے اور اسمین صریحاً زوجہ کی حق تلفی ہے اور صاف بیحیائی ہے کہ بسبب اتحاد مکانی کے زوجین کی حرکات سے خبردار ہونا مستور نہین تو اُسکو ہلکا نہ سمجھنا چاہیے علیحدہ مکان مقید کا اہتمام بالضرور لازم ہے وفی البحر عن الخانية يشترط ان لا يكون فى الدار احد من احماء الزوج يؤذيها اور بحر الرائق مین خانیہ سے منقول ہے کہ شرط سکنی یہ ہے کہ گھر مین کوئی زوج کے اقربا سے نہو جو زوجہ کو ایذا اور تکلیف دیتا ہو م لغت عرب مین احماء انکو کہتے ہین جو زوجہ کے رشتہ دار ہون جانب زوج سے جیسے عورت کا سسر یا جیٹھ یا دیور لیکن بزازیہ مین تصریح ہے کہ جب ایک گھر مین مکانات متعدد ہون اور زوجہ کو ایک کوٹھری مقفل علیحدہ ملگئی ہو تو سسر اور دیور کا گھر مین رہنا درست ہے زوجہ کو مطالبہ کرنا علیحدہ مکان کا نہین پہونچتا کذا فی منح الغفار ونقل المصنف عن الملتقط كفاية مع الاحماء لا مع الضرائر فلكل من زوجتيه مطالبته ببيت من دار على حدة اور نقل کیا ہے مصنف نے ملتقط سے کفایت کرتا ہے گھر کا ساتھ سسر یا دیور کے نہ ساتھ سوتون کے تو دونون زوجہ مین سے ہر ایک کو ایک ایک کوٹھری کا علیحدہ علیحدہ گھر سے مطالبہ کرنا زوج سے پہونچتا ہے

اسواسطے کہ جسقدر عورت کو سوت کے پاس رہنے سے تکلیف ہوتی ہی اتنی سسر یا دیور سے نہین ہوتی م علی الخصوص ہندوستان کی عورتین کہ سوت سے نہایت رنج مین ہوتی ہین
بسبب قلت رواج کے تو ہندوستان مین دو یا تین یا چار سوتون کو ایک گھر مین رکھنا اگرچہ ہر ایک کا مکان علیحدہ علیحدہ ہو گویا انکی زندگی تلخ کرنا ہی ولا یلزمہ اتیانہا
بمؤنسة ویوبر الزوج باسکانہا بین جیران الصالحین بحیث لاتستوحش سراجیہ اور واجب نہین زوج پر زوجہ کے پاس ایسی عورت رکھنا جو اسکا دل لگایا کرے اور زوج پر دار القضاۃ سے
حکم کیا جاوے کہ زوجہ کو رکھے نیکبخت ہمسایہ مین ایسی جگہ جہان وہ نہ گھبرائے اور اسکو وحشت نہو کذا فی السراجیہ م بیان سراجیہ سے مراد فتاوی سراج الدین قاری ہدایہ ہی جنکے فتاوی
کہ سراجیہ کر کے مشہور ہی کذا فی منح الغفار شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ پڑوسیون کے ایسے گھر قریب ہون کہ اگر عورت کو کوئی مصیبت پیش آوے تو انکو پکار سکے یا تنہائی کے وقت
ہمسائی عورتون سے کلام کر سکے تو ایسے مکانات بلند کے پاس رہنا جہان پکارنے سے آواز نہ جاسکے کافی نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ومفادہ ان البیت بلا جیران لیس
سکنا شرعیا بحر اور سراجیہ کے کلام سے مستفاد ہوا کہ ایسا مکان جسکے گرد پیش پڑوسی لوگ نہون وہ مکان مسکن شرعی نہین اسواسطے کہ اسمین عورت کو امن نہین کذا فی البحر الرائق
وفی النہر فظاہرہ وجوبہا لو البیت خالیا عن الجیران لاسیما اذا خشیت علی عقلہا من سعتہ قلت لکن نظر فیہ شرنبلالی بامران مالاجیران لہ غیر مسکن شرعی فتنبہ اور نہر الفائق مین
ہی کہ ظاہر کلام سراجیہ وجوب مونسہ پر دلالت کرتا ہی یعنی زوج پر واجب ہی کہ ایک عورت بات چیت کرنے والی زوجہ کے پاس مقرر کردے اگر مکان خالی ہو پڑوسیون
سے خصوصا جبکہ زوجہ ڈرے اپنے زوال عقل پر بسبب کشادگی مکان کے شارح کہتا ہی لیکن اسمین اعتراض کیا ہی شرنبلالی نے اس قول سے جو مذکور ہو چکا یعنی جس
مکان کے پڑوسی نہون اسکو شرع مین مکان ہی نہین کہتے تو خبردار ہو جاؤ یعنی مکان کی کشادگی اور تنگی کا کچھ اعتبار نہین بلکہ پڑوسیون کا اعتبار ہی تو جہان
پڑوسی نیکبخت نہین تو وہان سے نقل مکان لازم ہی دوسری عورت کا مقرر کرنا موانست کیواسطے لازم نہین ولا یمنعہا من الخروج الی الوالدین فی
کل جمعۃ ان لم یقدر علی اتیانہا علی ما اختارہ فی الاختیار ولو ابوہا زمنا مثلا فاحتاجہا فعلیہا تعاہدہ ولو کافرا وان ابی الزوج فتح اور نہ منع کرے زوج زوجہ کو
ماں باپ کے پاس جانے سے ہر جمعہ مین یعنی سات دن مین ایکبار بشرطیکہ والدین اسکے پاس آسکتے ہون یہ حکم بنابر اس روایت کے ہی جسکو اختیار مین مختار کیا ہی
اور اگر زوجہ کا باپ لنگڑا ہو یا کوئی اور بیماری اسکو ہو اور وہ انکی خدمت کا محتاج ہو تو عورت پر انکی خبر گیری اور خدمت واجب ہی اگرچہ باپ کافر ہو اور اگرچہ
زوج انکی خدمت سے منع کرتا ہو کذا فی فتح القدیر اور اگر باپ کا کوئی خادم ہو تو اسپر خبر گیری واجب نہین اور عورت اسقدر عصیان زوج سے ناشزہ نہوگی کہ اسکا نفقہ
زوج پر واجب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یمنعہما من الدخول علیہا فی کل جمعۃ وغیرہما من المحارم فی کل سنۃ لہا الخروج ولہم الدخول زیلعی اور زوج منع نکرے
زوجہ کے والدین کو اسکے پاس آنے سے ہر ہفتہ مین ایکبار اور ماں باپ کے سوا اور محارم کو جیسے چچا ماموں بھائی عم خالہ بہن کو ہر سال مین ایکبار آنے سے منع نکرے تو
عورت کو انکے پاس جانا اور انکو عورت کے پاس آنا جائز ہی کذا فی الزیلعی ویمنعہم من الکینونۃ وفی نسخۃ البیتوتۃ لکن عبارۃ ملا مسکین من القرار عندہا بہ یفتی خانیۃ
اور زوج منع کرے ماں باپ اور محارم کو زوجہ کے پاس رہنے ٹھہرنے سے اسواسطے کہ ٹھہرنے سے گاہے زوج کو ضرر پہونچتا ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الخانیۃ اور متن کے
ایک نسخہ مین بیتوتت ہی بجائے کینونت یعنی محارم کو شب باشی سے منع کرے اور عبارت ملا مسکین یہ ہی کہ محارم کو عورت کے پاس قرار سے یعنی ٹھہرنے سے منع کرے تو قرار
کی لفظ سے کینونت کا نسخہ راجح ہو گیا م فتاوی عالمگیری مین قاضیخان اور نہایہ سروجی سے منقول ہی کہ فتوی اسپر ہی کہ زوجہ کو والدین کے پاس جانے سے اور انکو اسکے پاس
آنے سے ہر جمعہ مین ایکبار منع کرنا جائز نہین اور محارم کے پاس آنا جانا سال بھر مین ایکبار مفتی بہ ہی ہان یہ البتہ زوج کو اختیار ہی کہ انکو زوجہ کے پاس ٹھہرنے نہ دے اور ہدایہ اور اختیار
شرح مختار مین تصریح ہی کہ محارم کو ہر وقت اختیار ہی کہ عورت سے باتین کرین اور اسکو دیکھین بشرطیکہ گھر مین نہ داخل ہون زوج کو اسکا منع کرنا نہین پہونچتا کہ اسمین قطع رحم ہوتا ہی اور صحیح
حدیث مین ثابت ہوا ہی کہ قاطع رحم بہشت مین نہ داخل ہوگا اور بحر الرائق مین ہی کہ بموجب قول صحیح مفتی بہ کے عورت کو نکلنا والدین کے ملنے کو جمعہ مین ایکبار اور محارم کے
ملنے کیواسطے سال مین ایکبار باجازت و بلا اجازت زوج کے جائز ہی اور اس سے زیادہ والدین اور محارم کیواسطے جانا بدون اجازت کے جائز نہین اور خلاصہ مین ہی کہ
زوج کو جائز ہی کہ زوجہ کو سات جگہ نکلنے کی اجازت دے ماں باپ کے ملنے کو اور انکی بیمار پرسی کو اور انکی ماتم پرسی کو یا انمین دونون سے فقط ایک کے ملنے کو یا ایک کی

بیمار پرسی کو یا ایک کی ماتم پرسی کو اور ساتوین محارم کے ملنے کو کذا فی منح الغفار ومنعہا من زیارۃ الاجانب وعیادتہم والولیمۃ وان اذن کانا عاصیین کما مر فی
باب المہر اور منع کرے زوج عورت کو اجنبی لوگون کے ملنے سے اور اُنکی بیمار پرسی کے جانے سے اور ولیمۂ نکاح کے جانے سے اجنبی لوگون سے مرادوہ لوگ ہین جو
عورت کے محرم نہین جیسے چچا یا ماموں کا بیٹا اور اگر زوج اجازت دیگا زوجہ کو نامحرمون کے ملنے کی تو زوج اور زوجہ دونون گنہگار ہونگے چنانچہ اسکا بیان باب المہر مین
مذکور ہو چکا محفل شادی کے طعام کو ولیمہ کہتے ہین ولیمہ مین عورت کا جانا جائز نہین اگرچہ اُسکے باپ ہی کا نکاح ہو اسواسطے کہ ولیمہ مجمع سے خالی نہین اور اُسمین
انواع فساد مجتمع ہین کذا فی حاشیۃ المدنی وفی البحر لہ منعہا عن الغزل او کل عمل ولو تبرعا لاجنبی ولو قابلۃ او مغسلۃ لتقدم حقہ علی فرض الکفایۃ اور بحر الرائق مین ہی کہ
زوج کو جائز ہی منع کرنا زوجہ کے چرخہ کاتنے سے اور ہر کام سے خواہ وہ کام اپنے واسطے زوجہ کرتی ہو یا اجنبی کیواسطے بطریق احسان کرتی ہو اگرچہ زوجہ دائی جنائی
یا مردہ شو ہو بے اجازت زوج کے یہ کام نہین کرسکتی بسبب مقدم ہونے حق زوج کے فرض کفایہ پر یعنی لڑکا جنانا اور مردہ کو غسل دینا فرض عین نہین بلکہ فرض
کفایہ ہی عورت پر لہذا زوج کا حق اُسپر مقدم ہوگا بخلاف حج مفروض کے کہ اُسمین زوج منع نہین کرسکتا اگر اُسکے ساتھ کوئی اُسکا محرم ہو اسواسطے کہ فرض عین پر حق
زوج کا مقدم نہین ہوسکتا م خلاصہ مین روایت ہی کہ دائی جنائی اور مردہ شو اور اپنے فرض کی نالش کو عورت کا نکلنا جائز ہی زوج اجازت دے یا ندے تو یہ
محمول ہی قبل مہر معجل کے مقبوض ہونے پر کذا فی النہر یعنی جبتک مہر معجل کو زوج نے نہین دیا تب تک زوجہ بے اجازت نکلسکتی ہی یا یہ محمول ہی کہ اُس جگہ سوائے اُس
عورت کے کوئی دائی جنائی یا مردہ شو نہین تو اُسوقت مین اُسکو نکلنا ضرور ہوگا اگرچہ زوج منع کرتا ہو اسواسطے کہ اب جنانا یا مردہ کو غسل دینا فرض کفایہ نرہا بلکہ فرض
عین ہوگیا اور فرض کیواسطے نکلنا اگر عورت پردہ دار نہین تو بلا اجازت جائز ہی اور اگر پردہ دار ہو تو اُسکو بلا اجازت نکلنا جائز نہین اسواسطے کہ نالش کیواسطے اُسکی طرف
سے وکیل کفایت کرتا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ومن مجلس العلم الا لنازلۃ امتنع زوجہا من سوالہا اور جائز ہی زوج کو منع کرنا عورت کا علم کی مجلس سے یعنی وعظ اور درس مین
نہ جانے دینا درست ہی مگر زوجہ کو اُس مسئلہ ضروری کے دریافت کرنے کیواسطے بلا اجازت زوج کے نکلنا درست ہی جس مسئلہ کو زوج اُسکا کسی عالم سے سوال کرکے دریافت
نہین کر دیتا اور اگر زوج کسی عالم سے دریافت کرکے اُسکو بتاویگا تو پھر عورت کو نکلنا جائز نہوگا اور اگر عورت کو مسئلہ دریافت کرنے کی نہایت ضرورت ہو اور اُسنے چاہا کہ مجلس علم مین
جاؤن کہ مسائل وضو اور صلوۃ کو سیکھون تو اگر زوج مسئلہ دان ہو تو اُسکو بتادے اور وہان جانے سے روکے اور اگر جاہل ہو تو بہتر ہی کہ گاہے گاہے مجلس علم مین جانے دے لیکن
اگر منع کریگا تو بھی درست ہی اسلیے کہ کسی مسئلہ خاص کے دریافت کرنے کی اُسکو ضرورت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر ومن الحمام الا النفساء وان جاز بلا تزین وکشف عورۃ
عند احد قال الباقانی وعلیہ الفتوی فلا خلاف فی منعہن للعلم بکشف بعضہن وکذا فی الشرنبلالی معزیا للکمال اور جائز ہی زوج کو منع کرنا زوجہ کا حمام کے جانے سے مگر
نفاس والی اور بیمار عورت کو کذا فی فتح القدیر اگرچہ حمام مین جانا عورتون کا بدون آرائش اور بدون اس امر کے کہ کسی کے سامنے بدن کھلجاوے جائز ہی باقانی نے
کہا کہ اسی پر فتوی ہی پھر جب عدم آرائش اور عدم کشف عورت شرط ہوئی خروج کی تو اس زمانہ مین کچھ اختلاف باقی نرہا عورتون کے منع کرنے مین دخول حمام سے اسواسطے کہ
بالیقین معلوم ہی کہ بعضی عورتین بلکہ اکثر مکشوف العورۃ ہوجاتی ہین اور اسیطرح شرنبلالیہ مین ہی بنقل کلام کمال الدین کے شیخ رحمتی نے کہا اور اسیطرح عورتون کے نکلنے مین
فی الحقیقۃ اختلاف نہین اسواسطے کہ اُنکی عادت ہی کہ بدون آرائش و زینت کے نہین نکلتی ہین اور حالانکہ ایسا نکلنا حرام ہی کذا فی حاشیۃ المدنی م فتح القدیر مین کمال الدین
نے کہا ہی قول فقیہہ یہ ہی کہ دخول حمام عورت کو ممنوع ہی اور قاضیخان نے کہا کہ مشروع ہی بشرط عدم کشف عورت تو فی الحقیقۃ اب کچھ اختلاف دونون قولون مین نرہا
اور منع کرنا عورتون کا متفق علیہ ہوگیا اسواسطے کہ اکثر نساء مکشوف العورۃ ہوجاتی ہین حمام مین اور چند احادیث مؤید مین فقیہ کے قول کی یعنی منع دخول حمام
کی لیکن نفاس والی عورت اور مریضہ کا استثنا ابو داؤد اور ابن ماجہ کی حدیث مین ثابت ہی انتہی کلامہ وتفرض النفقۃ بانواعہا لزوجۃ الغائب بمدۃ سفر
قصیرہ فیہ واستحسنہ فی البحر ولو مفقودا اور مقرر کیا جاویگا تینون قسم کا نفقہ زوج غائب کی زوجہ کیواسطے جسکی غیبت بقدر مدت سفر ہو یعنی جو تین منزل وطن سے دور ہو
کذا فی القصیرہ فیہ اور اسکو بحر الرائق مین پسند کیا ہی اگرچہ زوج غائب مفقود الخبر ہوگیا ہو م زوجۂ غائب کے نفقہ ٹھہرانے مین مدت سفر مشروط نہین کذا فی العالمگیریہ

عن قاضی خان المحیط و طفله ومثله کبیر زمن و انثی مطلقاً اور مقرر کیا جاوے نفقہ طفل غائب کیواسطے اور مانند طفل کے وہ بالغ بیٹا ہو جو لنگڑا ہو اور بیٹیان صغیرہ ہوان
یا کبیرہ وابویہ فقط فلا تفرض لمملوکہ واخیہ ولا یقضی عنہ دینہ لانہ قضاء علی الغائب اور مقرر کیا جاوے نفقہ غائب کے والدین کیواسطے فقط تو اسکے غلام اور بھائی کیواسطے مقرر
ہوگا اور نہ غائب کیطرف سے اسکا دین ادا کیا جاوے اسواسطے کہ اسکی طرف سے دین ادا کروانا یہ غائب پر حکم کرنا ہے اور قضا علی الغائب جائز نہیں فی مال له من جنس حقہم
کنقیر وطعام اما خلافہ فیفتقر للبیع ولا یباع مال الغائب اتفاقاً غائب کے اس مال میں نفقہ ٹھہرایا جاوے جو زوجہ اور طفل اور والدین کے حقوق کی جنس سے ہو جیسے سونا چاندی اور
اناج یا کپڑا ہوا انکے لباس کے مناسب اور جو مال کہ انکے حقوق کے مخالف ہو جیسے اسباب در زمین تو انہیں بیچنے کی حاجت ہوگی تاکہ نفقہ انکا حاصل ہو اور حالانکہ مال غائب کا بیچنا باتفاق
امام اور صاحبین کے جائز نہیں عندہم او علی من یقر بہ عند الامانة وعلی الدین و بیدار بالاول غائب کے اس مال سے نفقہ مقرر ہوگا جو ان لوگوں کے پاس یا اس شخص پر ہو جو
امانت یا دین کا اقرار کرتا ہو ماتن کے کلام میں لفظ عند کا واسطے امانت کے اور لفظ علی کا واسطے دین کے مستعمل ہوا ہے اسواسطے کہ امانت کا مال بعینہ امین کے پاس رہتا ہے اور مدیون کے پاس دین
بعینہ نہیں ہوتا بلکہ دین عبارت ہے امر معنوی سے کہ اسکے ذمہ پر لازم ہوتا ہے پھر جب ثابت ہو کہ غائب کا مال ایک شخص کے پاس امانت ہے اور دوسرے شخص پر دین ہے تو نفقہ زوجہ
وغیرہا کا پہلے امانت کے مال سے لیا جاوے اسواسطے کہ امانت میں ہلاکی متصور ہے بلا ضمان بخلاف دین کے اور چونکہ قاضی ناظر اور خیر خواہ ہے غائب کا تو اسپر لازم ہوا
کہ پہلے امانت کو صرف کراوے بعد اسکے دین کو اور شیخ رحمتی نے کہا کہ اگر مال غائب کا زوجہ کے پاس ہو گھر میں تو بہتر یہ ہے کہ قاضی اول اسی کو صرف کراوے پھر
امانت کو پھر دین کو کذا فی حاشیة المدنی ولو انفقا بلا فرض ضمنا بلا رجوع اور اگر غائب کے امانت دار یا مدیون نے زوجہ اور طفل اور والدین کو نفقہ دیا بلا فرض کرنے قاضی
کے تو دونون ضامن ہونگے مال کے بلا رجوع کے یعنی زوجہ وغیرہا سے نفقہ کو نہ پھیر سکینگے ویقبل قول المودع فی الدفع للنفقة لا المدیون الا ببینة او اقرارہا بعد جمعی
یعنی بعد حکم قاضی کے اگر امانت دار کہے کہ مین نے نفقہ زوجہ کو دیا اور عورت منکر ہو تو امانت دار کا قول مقبول ہوگا اور مدیون کا قول امین مقبول نہوگا بدون گواہون
کے یا بدون زوجہ کے اقرار کے کذا فی البحر اور اسکا ذکر آویگا وبالزوجیة وبقرابة الولاد اور زوجیت اور قرابت ولادت کا اقرار کرے امانت دار یا مدیون یعنی
فرض نفقہ کی دو شرطین ہین ایک یہ ہے کہ امانت دار اور مدیون مال غائب کا اقرار کرین دوسری شرط یہ کہ اقرار کرین اسکا کہ یہ عورت غائب کی زوجہ ہے یا یہ طفل غائب
کا بیٹا ہے یا یہ دو شخص غائب کے والدین ہین وکذا الحکم ثابت اذا علم قاضی بذلک ای بمال و زوجیة ونسب اور اسیطرح فرض کرنے نفقہ کا حکم ثابت ہے جبکہ قاضی کو
اسکا علم ہو یعنی غائب کے مال کا اور زوجیت اور نسب کا ولو علم باحدہما احتیج للاقرار بالآخر ولا یمین ولا بینة ہنا لعدم الخصم اور اگر قاضی دو چیزون مین سے ایک چیز کو جانتا ہو
تو دوسرے امر کیواسطے اقرار کی حاجت ہوگی یعنی اگر مال کو جانتا ہو اور زوجیت اور نسب کو نجانتا ہو تو اسکی حاجت ہوگی جسکے پاس مال ہو اور وہ اقرار زوجیت اور نسب کا کرے
اور اگر زوجیت اور نسب کو جانتا ہو تو اسکی حاجت ہوگی کہ امانت دار اور مدیون مال غائب کا اقرار کرے اور قسم اور گواہون کا یہان کام نہیں دوسرے امر کے اثبات کیواسطے
بسبب نہونے خصم کے یعنی غائب یا اسکا وکیل نہین جو قسم یا گواہ سے کام نکلے وکفلہا ای اخذ منہا الکفیل بما اخذتہ وجوبا فی الاصح اور ضامن لے قاضی زوجہ سے اس مال کا جسکو
زوجہ سے نفقہ مین لیا بنا بر وجوب ضمانت کے قول اصح مین یعنی قاضی کو ضامن لینا عورت سے مال پر واجب ہے سرخسی کے قول سے اور مستحب ہے خصاف کے قول سے اور صدر شہید نے
وجوب کی تصحیح کی ہے کذا فی حاشیة المدنی ویحلفہا معہ ای مع الکفیل احتیاطاً وکذا کل آخذ نفقة فلو ذکر الضمیر کابن الکمال اولی اور قاضی قسم لے زوجہ سے ساتھ ضامن کے یعنی دونون سے قسم
لے بنا بر احتیاط کے اور زوجہ کیطرح ہر شخص نفقہ لینے والے سے قسم لے یعنی والدین سے اور لنگڑے ولد سے اور جوان بیٹیون سے سوائے صغیر کے تو اگر ماتن ضمیر مذکر لاتا بجائے مونث کے
یعنی بجائے کفلہا ویحلفہا کے کفلہ ویحلفہ لاتا چنانچہ ابن کمال نے مذکر ضمیر کو مذکور کیا ہے ایضاح الاصلاح مین تو بہتر ہوتا ہر اخذ یعنی ہر لینے والے کو شامل ہوتا اور ماتن کے
کلام مین فقط زوجہ پر کفالت اور قسم مقصور ہے کذا فی حاشیة المدنی ان الغائب لم یعطہا النفقة ولا کانت ناشزة ولا مطلقة مضت عدتہا زوجہ اور کفیل سے قاضی قسم
لے کہ زوج غائب نے اسکو نفقہ نہین دیا اور نہ زوجہ ناشزہ تھی اور نہ وہ ایسی مطلقہ ہے جسکی عدت منقضی ہو چکی ہو واو کا لفظ ترتیب کو مقتضی نہین جو کوئی تحلیف کو بعد
فرض اور تکفیل کے سمجھے بلکہ ترتیب واقعی یون ہے کہ قاضی پہلے قسم لے پھر نفقہ دے اور ضامن لے کذا فی حاشیة الطحطاوی ناقلا من ایضاح الاصلاح فان حضر الزوج وبرہن انہ ادفعا

طولبت ہی او کفیلہا برد ما اخذت وکذا الولم یبرہن ونکلت پھر اگر بعد اسکے زوج غائب حاضر ہوا اور اُسنے گواہ گذرانے کہ وہ زوجہ کو نفقہ دیچکا ہی تو زوجہ یا اُسکے ضامن سے مطالبہ ہوگا اُسکے پھیر دینے کا جو وہ لے چکی ہی بابت نفقہ کے اور اسی طرح اگر زوج گواہ نہ لاسکا اور زوجہ نے قسم سے انکار کیا تو بھی زوجہ یا کفیل سے مطالبہ ہوگا پھیر دینے کا ولو حلفت طولبت فقط اور اگر زوج گواہ نہ لاسکیگا اور زوجہ قسم کھاویگی کہ مجھکو زوج نے نفقہ نہین دیا تو فقط زوجہ سے مطالبہ ہوگا م یہ عبارت صحیح نہین ہین کاتبون کی تحریف ہی کہ کتب معتمدہ کے مخالف ہی اسواسطے کہ بحرالرائق مین ہی کہ اگر زوج کے پاس نفقہ دینے کے گواہ نہ ہون اور عورت قسم کھائے کہ مین نے نفقہ نہین پایا تو عورت اور کفیل دونون بری الذمہ ہوگئے کذا فی حاشیۃ المدنی اور عالمگیری مین بدائع سے منقول ہی کہ اگر عورت نے اقرار کیا کہ زوج مجھکو نفقہ پہلے دے گیا تھا تو زوج مطالبہ کریگا زوجہ سے نہ کفیل سے تو معلوم ہوتا ہی کہ اصل عبارت شارح کی یون ہوگی کہ لو اقرت طولبت فقط کاتبون نے تحریف کرکے بجاے اقرت کے حلفت لکھدیا اور دلیل واضح کاتبون کی تحریف پر یہ ہی کہ محشی مدنی نے شرح ملتقی الابحر شارح کی تصنیف سے یہ عبارت بدائع کے موافق کی ہی فاذا رجع دبرہن او حلفہا فلا او حلفہا فحلفت برجع علی الکفیل والزوجۃ وان اقرت یاخذہا ای النفقۃ یرجع علیہا فقط کما فی القہستانی عن شرح الطحاوی انتہی **لا تفرض علی غائب باقامۃ الزوجۃ بینۃ علی النکاح والنسب** نہ مقرر کیا جاویگا نفقہ زوج غائب پر زوجہ کے گواہ گذارنے سے نکاح پر یا گواہ لانے قریب کے مثلاً نسب پر یعنی اگر عورت گواہ لاوے قاضی کے پاس کہ مین منکوحہ ہون غائب کی یا قرابت والا گواہ لاوے کہ مین غائب کا باپ ہون اور غائب کا مدیون یا امین سکا اقرار نکرین تو قاضی نفقہ نہ دلاویگا **ولا تفرض ایضا ان لم یخلف مالا فاقامت بینۃ لیفرض علیہ ویامرہا بالاستدانۃ ولا یقضی بہ** لانہ قضاء علی الغائب اور اسصورت مین بھی نفقہ نہ مقرر کیا جاویگا اگر زوج غائب مال نچھوڑ گیا ہو سو عورت نے گواہ گذرانے تاکہ قاضی زوج غائب پر نفقہ مقرر کردے اور عورت کو اجازت دے قرض لینے کی تو اسمین قاضی نفقہ نہ مقرر کرے اور نہ ثبوت نکاح پر حکم دے اسواسطے کہ یہ قضا علی الغائب ہی اور حالانکہ یہ صحیح نہین **وقال زفر یقضی بہا ای بالنفقۃ لا بہ ای بالنکاح وعمل القضاۃ الیوم علی ہذا للحاجۃ فیفتی بہ** وہذا من الست التی یفتی بہا بقول زفر اور زفر نے کہا کہ جب عورت نے نکاح کے گواہ گذرانے تو نفقہ کا حکم دیا جاوے نہ نکاح کا اور قاضیون کا عمل بالفعل اسی زفر کے قول پر ہی بسبب حاجت کے تو یہی قول مفتی بہ ہی اور یہ مسئلہ ایک ہی ان چھ مسائل سے جنمین زفر کے قول پر فتوی ہی کذا فی البحر والنہر والقاضیخان والعالمگیریہ عن العینی شرح الکنز اور حموی نے پندرہ مسائل مفتی بہا قول زفر کے ثابت کیے ہین نظم مین کہ تحصیل اُنکی موجب تطویل ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وعلیہ فلو غاب ولہ زوجۃ وصغار تقبل بینتہا علی النکاح ان لم یکن عالما بہ ثم یفرض لہم ویامرہا بالاتفاق اوالاستدانۃ لترجع بحر اور بنا بر قول مفتی بہ زفر کے اگر زوج غائب ہو اور اُسکے ایک زوجہ اور چھوٹے لڑکے ہین تو مقبول ہونگے گواہ اُسکے نکاح پر واسطے نفقہ ٹھہرانے کے نہ نکاح پر حکم کرنے کیواسطے اگر قاضی کو علم نہو نکاح کا پھر قاضی لڑکون کیواسطے نفقہ مقرر کرے اور حکم کرے عورت پر نفقہ دینے کا اگر اُسکے پاس مال ہو یا عورت کو قرض لینے کا حکم کرے تاکہ بعد حاضر ہونے زوج کے اُس سے بھرلے کذا فی البحر الرائق **وتجب لمطلقۃ الرجعی والبائن والمفرقۃ بلا معصیۃ کخیار عتق وبلوغ والتفریق لعدم الکفاءۃ النفقۃ والسکنی والکسوۃ ان طالت المدۃ** اور مطلقہ رجعی اور بائن کیواسطے اور اُس جدا شدہ عورت کے واسطے جو بلاقصور ہو جیسا کہ خیار عتق اور خیار بلوغ سے یا عدم کفایت کی تفریق سے واجب ہی نفقہ اور سکنی اور پوشاک لیکن پوشاک اُسصورت مین واجب ہوگی جب کہ عدت کی دراز ہو جاوے م یہ جواب ہی سوال مقدر کا کہ زیلعی وغیرہ نے طلاق اور فرقت کی عدت مین پوشاک کا ذکر نہین کیا اور ذخیرہ اور خانیہ اور مجتبی مین لباس کو بھی ساتھ نفقہ اور سکنی کے مذکور کیا ہی اسکی کیا وجہ ہی شارح نے جواب دیا کہ عدت اکثر جلد منقضی ہو جاتی ہی تو پوشاک کی حاجت نہین ہوتی لہذا اُسکو مذکور نہین کیا اور اگر بسبب امتداد طہر کے عدت دراز ہوگی تو ضرور پوشاک کی حاجت ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر ولا تسقط النفقۃ المفروضۃ بمضی العدۃ علی المختار بزازیۃ اور ساقط نہین ہوتا نفقہ مفروضہ عدت کے گذر جانے سے بنابر قول مختار کے کذا فی البزازیۃ م معتدہ نے جبکہ نفقہ نہ لیا یا زوج نے اُسکو نہ دیا اور عدت گذر گئی تو حلوانی نے کہا کہ قول مختار یہ ہی کہ ساقط نہوگا کذا فی منح الغفار عن البزازیۃ ولو ادعت امتداد الطہر فلہا النفقۃ ما لم یحکم بانقضائہا ما لم تدع الحبل فلہا النفقۃ الی سنتین مذ طلقہا اور اگر عورت نے دعوی کیا امتداد طہر کا تو اُسکے واسطے نفقہ لازم ہوگا جبتک کہ قاضی نے انقضاے عدت کا نہ حکم کیا ہو اسطرح پر کہ زوج نے گواہ گذرانے ہون کہ عورت انقضاے عدت کا اقرار کرچکی ہی پھر جب قاضی انقضاے عدت کا حکم دیگا تو بعد

اسکے دعوی امتداد طہر کا مسموع نہو گا اور نفقہ عورت کو نہ ملیگا تا وقتیکہ حمل کی مدعی نہوئی ہو اور اگر عورت نے حمل کا دعوی کیا تو اسکو نفقہ دیا جاویگا دو سال تک
ابتداے طلاق سے مم یہ ترکیب اسکو مقتضی ہو کہ جب عورت دعوی حمل کا بعد حکم انقضاے عدت کریگی تو وہ مستحق ہوگی نفقہ کی حالانکہ یہ صحیح نہیں اسواسطے کہ ثبوت النسب
کے باب مین مذکور ہو چکا کہ اگر عورت انقضاے عدت کا اقرار کریگی مدت حمل مین پھر لڑکا جنے گی تو ولد ثابت النسب نہوگا پھر جب نسب ثابت نہو گا تو نفقہ کیونکر واجب ہوگا
تو اگر شارح واو عاطفہ لاتا یعنی یون کہتا وما لم تدع الحمل تو یہ قباحت نہ لازم آتی اسواسطے کہ ادعاے حمل کا مسئلہ جدا ٹھہرتا ماقبل سے متعلق نرہتا کذا فی تحفۃ الاخیار حاشیۃ الحلبی فاد
عت انما تبین ان لا حمل فلا رجوع علیہا ان شرطہ لانہ شرط باطل بحر سو اگر عورت نے حمل کا دعوی کیا اور بعد طلاق کے دو برس تک نفقہ جاری رہا پھر ظاہر ہوا کہ حمل نہ تھا تو عورت سے نفقہ
پھیر لینا نہیں پہونچتا اگرچہ زوج نے اسکو شرط بھی کر لیا ہو یعنی کہا ہو کہ اگر حمل کا دعوی جھوٹ نکلا تو مین نفقہ پھیر لونگا اسواسطے کہ یہ شرط باطل ہو کذا فی البحر الرائق ولو صالحہا
علی نفقۃ العدۃ ان بالاشہر صح وان بالحیض فلا للجہالۃ اور اگر زوج نے صلح کر لی معتدہ سے عدت کے نفقہ کی یعنی چند درم مقرر کر لیے تو اگر عدت اسکی مہینون کے حساب سے
ہوگی بسبب صغر یا ایاس کے تو یہ صلح صحیح ہوگی اور اگر عدت اسکی حیض سے ہوگی تو یہ صلح صحیح نہین بسبب جہالت مدت کے اسواسطے کہ بسبب احتمال درازی طہر کے اسکی مدت
معین نہین ہوسکتی لا تجب النفقۃ بانواعہا لمعتدۃ موت مطلقا ولو حاملا واجب نہین تینون قسم کا نفقہ معتدۂ موت کیواسطے مطلقا اگرچہ وہ حاملہ ہو اسواسطے کہ ٹھہرنا معتدۂ
موت کا زوج کے گھر مین باعتبار حق زوج کے نہین بلکہ باعتبار حق شرع کے ہو اور عدت موت مین معرفت صفائی رحم ملحوظ نہین لہذا اسکی عدت حیض سے
نہین اور نفقہ جو واجب ہوتا ہو تو اندک اندک زوج کی ملک مین واجب ہوتا ہو اور بعد موت زوج کے اسکی ملک باقی نہین اور وارثون پر واجب کرنا ممکن نہین کذا فی منح الغفار
لیکن حموی نے برجندی سے نقل کیا ہو کہ معتدۂ وفات اگرچہ حاملہ ہو تو اسکا نفقہ واجب ہو اور قہستانی مین بھی مضمرات سے قول ضعیف اسمین منقول ہو تو معلوم ہوا کہ اسمین
اختلاف ہو کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا کانت ام ولد وہی حامل من مولاہا فلہا النفقۃ من کل المال جوہرہ معتدۂ وفات کیواسطے نفقہ واجب نہین مگر جبکہ ام ولد حاملہ
ہو اپنے مولی سے تو اسکے واسطے نفقہ واجب ہو کل مال میت سے کذا فی الجوہرہ بشرطیکہ مولی نے حمل کا اعتراف کیا ہو اسواسطے کہ بدون اقرار مولی کے ولد ثابت النسب نہوگا وتجب السکنی
فقط لمعتدۃ فرقۃ بمعصیتہا الا اذا خرجت من بیتہ فلا سکنی لہا فی ہذہ الفرقۃ قہستانی وکفایہ کردۃ او تقبیل ابنہ لا غیرہا من طعام وکسوۃ والفرق ان السکنی حق اللہ
تعالی فلا تسقط بحال والنفقۃ حقہا فتسقط بالفرقۃ بمعصیتہا اور واجب ہو فقط سکنی اس عدت والی کیواسطے جسکی معصیت سے جدائی ہوگئی مگر جبکہ زوج کے گھر سے
نکلگئی تو اسکے واسطے سکنی بھی نہو گا اس جدائی مین کذا فی القہستانی والکفایہ معصیت کی فرقت کی مثال جیسے عورت کا مرتد ہو جانا یا زوج کے ولد کا بوسہ بشہوت
لینا سواے سکنے کے طعام اور لباس واجب ہو گا فرقت معصیت مین اور وجہ فرق کی یہ ہو کہ سکنے حق ہو اللہ تعالی کا سو وہ کسی حال مین ساقط نہین ہوتا اور طعام اور لباس
حق ہو عورت کا سو وہ عورت کی فرقت معصیت سے ساقط ہو گیا ماخلاصہ مین ہو کہ جب جدائی زوج کیطرف سے ہوگی تو معتدہ کا نفقہ واجب ہو گا اور اگر جدائی عورت
کیطرف سے ہو اگر بلا معصیت ہو جیسا خیار عتق اور خیار بلوغ اور بعدم کفارت مین تو نفقہ واجب ہو اور اگر جدائی معصیت ہو جیسا ارتداد اور تقبیل زوج کے اصل یا فرع کی
تو نہین نفقہ ساقط ہو تو لعان اور خلع اور ایلا اور ارتداد زوج مین اور اسیطرح خوشدامن کی وطی مین نفقہ عورت کا واجب ہو اسواسطے کہ جدائی زوج کیطرف سے ہو نہ زوجہ کیطرف سے
کذا فی العالمگیریہ وتسقط النفقۃ بردتہا بعد البت ای ان خرجت من بیتہ والا فواجبۃ قہستانی اور نفقہ ساقط ہوتا ہو عورت کے مرتد ہونے سے بعد طلاق بائن
کے اگر وہ زوج کے گھر سے نکلگئی اور اگر گھر مین موجود ہو تو نفقہ واجب ہو کذا فی القہستانی یعنی اگر زوج نے طلاق بائن دی پھر وہ عدت مین مرتد ہوگئی تو اسکا نفقہ
ساقط ہو گیا فقط ارتداد کے سبب سے نہین بلکہ وہ حاکم کے پاس مقید رہیگی توبہ کرنے تک تو سقوط نفقہ کی علت حبس ہو نہ ارتداد اور اگر وہ محبوس نہوگی زوج کے گھر
مین رہیگی تو نفقہ واجب ہو گا بخلاف اصل ارتداد کے جو قبل طلاق ہو کہ اسمین مطلقا نفقہ ساقط ہو لا تمکین ابنہ لعدم حبسہا بخلاف المرتدۃ حتی لو لم تحبس فلہا النفقۃ نہ
ساقط ہو گا نفقہ تمکین ابن زوج سے یعنی اگر زوج نے طلاق بائن دی اور زوجہ نے زوج کے ولد کو اپنے اوپر قادر کر دیا یعنی وطی سے راضی ہوگئی تو اسکا نفقہ نہ ساقط
ہو گا بسبب نہ محبوس ہونے زوجہ کے یعنی حاکم کے پاس اسکا مقید ہونا لازم نہین جو اسکا نفقہ ساقط ہو جاوے بخلاف مرتدہ کے کہ اسکا نفقہ بسبب حبس حاکم کے

ساقط ہی یہانتک کہ اگر مرتدہ محبوس نہوئی یا حاکم نے اسکو زوج ہی کے پاس محبوس کیا تو اُسکے واسطے نفقہ واجب ہوگا الا اذا لحقت بدار الحرب ثم جارت وتابت

بسقوط العدۃ باللحاق لانہ کالموت بحر وہو یشیر الی انہ قد حکم بلحاقہا والا فتعود نفقتہا بعودہا فلیحفظ مگر جبکہ عورت مرتدہ ہو کر دار الحرب مین چلی گئی پھر وہان سے آئی اور توبہ کر کے مسلمان ہوگئی تو اسصورت مین نفقہ اُسکا نہ واجب ہوگا بسبب ساقط ہونے عدت کے لحوق دار الحرب سے اسواسطے کہ لحوق دار الحرب کا برابر موت کے ہی کذا فی البحر اور یہ تعلیل لحوق کی اسکی مشیر ہو کہ سقوط نفقہ مین حکم ہو گیا لحوق دار الحرب کا اسواسطے کہ جبتک قاضی مرتد کیواسطے لحوق دار الحرب کا حکم ندے تو لحوق مرتد کا موت حکمی مین نہ داخل ہوگا اور اگر بدون حکم لحوق کے مرتدہ دار الحرب سے دار الاسلام مین مسلمان ہو کر آویگی تو اسکا نفقہ عود کریگا مرتدہ کے عود کرنے کے ساتھ سو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو اس تقریر سے تناقض روایت جامع اور ذخیرہ کا مندفع ہو گیا جامع مین روایت یہ ہی کہ نفقہ عود نہین کرتا بعد لحوق دار الحرب اور عود کے تو وہان مراد یہ ہی کہ بعد حکم لحوق کے عود نہین کرتا اور ذخیرہ کی روایت یہ ہی کہ عود کرتا ہی تو اسکا مطلب یہ ہی کہ قبل از حکم لحوق نفقہ عود کرتا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وتجب النفقۃ بانواعہا

علی الحر لطفلہ یعم الانثی والجمع اور واجب ہی نفقہ تینون قسم کا حر پر اسکے طفل کا شامل ہی مونث اور جمع کو بیٹیا اور بیٹی چند ہون یا ایک سب کا وجوب نفقہ ثابت ہوا اور حر کی قید سے غلام نکل گیا کہ اسپر ولد صغیر کا نفقہ واجب نہین ہم طفل عبارت ہی صغیر سے جب سے کہ اپنی مان کے پیٹ سے پیدا ہوا تا بلوغ اور طفل صبی اور صبیہ دونون کو شامل ہی کذا فی المغرب در گاہے طفل واحد اور جمع بھی ہوتا ہی مثل صبی کے کذا فی منح الغفار الفقیر الحر فان نفقۃ المملوک علی مالکہ والغنی فی مالہ الحاضر فلو غائبا فعلی الاب

ثم یرجع ان اشہد لا ان نوی الا دیانۃ باپ پر طفل فقیر آزاد کا نفقہ واجب ہی اسواسطے کہ طفل مملوک کا نفقہ اُسکے مالک پر ہی اور طفل مالدار کا نفقہ اسکے موجود مال مین ہی جو اسکو بطریق ارث کہین سے ملا اور اگر طفل کا مال غائب ہو وہان حاضر نہو تو اُسکے باپ پر نفقہ ہی پھر اسکا باپ اُسکے مال سے اپنا نفقہ دیا ہوا بھر لیگا اگر نفقہ دینے کیوقت اُسنے رجوع پر گواہ کر لیے ہون نہ رجوع کر سکیگا اگر اُسنے نیت اسکی کی ہوگی مگر باعتبار دیانت کے البتہ رجوع کر سکتا ہی نہ باعتبار قضا کے ولو کانا فقیرین فالاب یکتسب او

یتکفف وینفق علیہم لو لم یتیسر النفق علیہم القریب رجع علی الاب اذا ایسر ذخیرہ اور اگر باپ اور اسکا ولد صغیر دونون محتاج ہون تو باپ کمائی کرے اور اگر کسب کی طاقت نہو تو سوال کرے اور اولاد صغیر کو کھلادے اور اگر کسب میسر نہ آوے یا کفایت نہ کرے تو قرابت والا اجنبا ہو یا مامون انکو نفقہ دے اور جب باپ کو مقدور ہو تو اُس سے بھر لے کذا فی الذخیرہ ولو خاصمت الام فی نفقتہم فرضہا القاضی وامرہ بدفعہا للام ما لم تثبت خیانتہا فیدفع لہا صباحا ومساء او یامر من ینفق علیہم اور اگر اولاد صغار کی مان نے باپ سے جھگڑا کیا اُنکے نفقہ مین تو قاضی اُنکا نفقہ مقرر کر دے اور باپ کو حکم کرے کہ اُنکا نفقہ مان کو دے جب تک کہ مان کی خیانت ثابت نہو اور اگر خیانت اُسکی ثابت ہو تو یکبارگی نفقہ ندے بلکہ ہر روز صبح یا شام مان کو دیا کرے یا قاضی کسی شخص سے کہدے کہ وہ اُنپر خرچ کیا کرے صباحا ومساء او یامر من ینفق علیہم ادہی کذا فی حاشیۃ المدنی وصح صلحہا عن نفقتہم ولو بزیادۃ یسیرۃ تدخل تحت التقدیر وان لم تدخل طرحت ولو علی ما لا یکفیہم زیدت بحر اور صحیح ہی صلح کر لینا مان کا باپ سے اولاد صغار کے نفقہ پر اگرچہ ایسی تھوڑی زیادتی پر صلح ہوگئی ہو جو تحت تقدیر داخل ہو سکتی ہی مثلا دس درم پر صلح ہوئی ہو اور حالانکہ اُنکو آٹھ یا نو درم کافی ہین لیکن جب اندازہ کرنے والے لوگ آئے تو کوئی اُنمین سے دس درم اندازہ کرتا ہو اور کوئی کم تو ایسی قلیل زیادتی صلح کی منافی نہین اور اگر ایسی زیادتی ہو کہ تحت تقدیر مقدرین کے نہ داخل ہو یعنی مثلا سب اندازہ کرنے والے آٹھ ہی درم پر متفق ہون تو ایسی زیادتی گھٹائی جاویگی اور اگر صغار کی مان نے اسقدر پر صلح کر لی کہ اُنکو کافی نہین ہوتی تو صلح سے زیادہ نفقہ دیا جاویگا بقدر کفایت کے کذا فی البحر ولو ضاعت رجعت نفقتہم دون حصتہا اور اگر اولاد کا نفقہ ضائع ہو مان کے پاس سے تو اُسکا نفقہ دوبارہ لے نہ اپنا حصہ وفی

المنیۃ اب معسر وام موسرۃ تؤمر الام بالانفاق وتکون دینا علی الاب ہی اولی من الجد الموسر وفیہا لا نفقۃ علی الحر لاولادہ من الامۃ ولا علی العبد لاولادہ ولو من حرۃ وعلی الکافر نفقۃ ولدہ المسلم کما سیجی بحر اور منیہ مین ہی کہ باپ محتاج ہی اور مان مالدار تو مان پر حکم کیا جاوے دار القضاء سے نفقہ دینے کا اور یہ نفقہ دین ہوگا باپ پر یعنی جب اُسکو مقدور ہو تو ادا کرے اور مالدار مان مقدم ہی مالدار دادا سے یعنے اگر مان اور دادا دونون مقدور والے ہون تو صغار کا نفقہ مان ہی پر ہوگا بسبب قرب جزئیت اور مزید شفقت کے اور اسی کتاب مین ہی کہ مرد آزاد پر نفقہ واجب نہین اُسکی اولاد کا جو لونڈی سے ہو اور نہ غلام پر نفقہ واجب ہی اُسکی اولاد کا اگرچہ حرہ کے

بیٹے سے ہون بلکہ انکی ماں پر نفقہ لازم ہو اور کافر باپ پر اسکے مسلمان ولد کا نفقہ لازم ہو چنانچہ اسکا ذکر آویگا کذا فی البحر م یہ وعدہ اعادہ ذکر نفقہ ولد مسلم کا صاحب بحر کا ہو
اپنی کتاب مین نہ شارح کا کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا یجب لولدہ الکبیر العاجز عن الکسب کانثی مطلقا وزمن ومن یلحقہ العار بالتکسب طالب العلم لایتفرغ لذلک کذا فی الزیلعی
والعینی اور اسیطرح سے واجب ہو نفقہ ولد بالغ کا جو عاجز ہو کمائی سے چنانچہ پاؤن سے لولا ہو یا جیسے بیٹی کا نفقہ مطلقا واجب ہو صغیرہ ہو یا کبیرہ تا عدم نکاح اور اس ولد کا
نفقہ باپ پر واجب ہو جسکو عار و ننگ لاحق ہوتا ہو پیشہ وری سے مانند ابنیاء کرام کے اور اس طالب العلم کا نفقہ باپ پر واجب ہو جسکو تحصیل علم سے فراغت نہ ہوتی ہو
پیشہ وری کیواسطے کذا فی الزیلعی والعینی م یہ کوئی نہ سمجھے کہ اشراف اور اولاد کرام کو پیشہ کرنا عار ہو اسواسطے کہ صحابہ اور اہلبیت کسب کرتے تھے بلکہ مراد یہ ہو کہ انکی عمدگی
خاندان کے سبب سے لوگ شرماتے ہون اور انکو نوکر نہ رکھتے ہون مزدوری مین نہ لگاتے ہون چنانچہ حلوانی نے کہا ہو کہ اگر ولد ابنیاء کرام سے ہو اور لوگ اسکو مزدوری
مین نہ لگاتے ہون تو وہ عاجز ہو اسکے باپ پر نفقہ اسکا واجب ہو کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن الوجیز وہکذا فی منح الغفار ناقلا عن الخلاصۃ وافتی ابو حامد بعدمہا لطلبۃ زماننا
کما بسطہ فی القنیۃ وکذا قیدہ فی الخلاصۃ بذی رشد اور فتوی دیا ہو ابو حامد نے عدم وجوب نفقہ کا ہمارے زمانہ کے طالب علمون کیواسطے بسبب فسق اور عدم رشد
کے چنانچہ اسکو خوب واضح بیان کیا ہو قنیہ مین اور اسیواسطے وجوب نفقہ کو مقید کیا ہو خلاصہ مین رشد یعنی الہمت کے ساتھ یعنی جس طالب العلم کی ہمت عالی ہو طالب العلم مین
آخرت مطلوب ہو نہ منصب دنیاوی ناپائدار اسکا نفقہ باپ پر واجب ہو م فتاوی عالمگیری مین وجیز سے منقول ہو کہ جب طالب العلم عاجز ہون بسبب اشتغال علم کے کسب
کرنے سے تو انکا نفقہ انکے باپون پر واجب ہو بشرطیکہ علوم شرعیہ مین مشغول ہون نہ خلافیات رکیکہ اور ہذیان فلاسفہ مین اور انمین آثار صلاح اور تقوی کے معلوم ہوتے
ہون اور اگر ایسے نہون تو انکا نفقہ بھی واجب نہین لایشارکہ ای الاب ولو فقیرا احد فی ذلک کنفقۃ ابویہ وعرسہ بہ یفتی مالم یکن معسرا فیلحق بالمیت فتجب
علی غیرہ بلا رجوع علیہ علی الصحیح من المذہب الا ام موسرۃ بحر نہین مشارک ہو کوئی باپ کا اس امر مین اگرچہ باپ محتاج ہو یعنی طفل اور بالغ عاجز اور بیٹیون کے نفقات
مین باپ کا کوئی شریک نہین اسی پر واجب ہو نہ اسکے غیر پر چنانچہ محتاج والدین کا نفقہ فرزند پر ہو نہ اسکے چچا یا دادا پر اور زوجہ کا نفقہ زوج پر ہو نہ غیر پر اور
اسی پر فتوی ہو یعنی طفل وغیرہ کا نفقہ تمام و کمال باپ پر ہو تا وقتیکہ نہایت تنگدست نہ ہو اور جب کہ تنگدست ہوگا تو وہ میت مین داخل ہو تو اسصورت مین
باپ کے سوا اس قرابت والے پر واجب ہوگا جسپر نفقہ طفل کا واجب ہوتا درصورت نہ باپ ہونے کے تو ایسے قریب پر نفقہ واجب ہو بدون اسکے کہ باپ سے پھیر
لے بنا بر صحیح مذہب کے مگر مالدار ماں ولد پر نفقہ کرے پھر جب باپ کو مقدور ہو تو اس سے پھیرے کذا فی البحر الرائق قال وعلیہ فلا بد من اصلاح المتون جوہرۃ
صاحب بحر نے کہا بنا بر مذہب صحیح مذکور کے متون فقہ کو اصلاح دینا لازم ہو کذا فی الجوہرہ یعنی جب مذہب صحیح یہ ٹھہرا کہ جب باپ نہایت تنگدست ہو تو قرابت
والے پر طفل کا نفقہ واجب ہو اور حالانکہ متون فقہ مین اسپر اتفاق ہو کہ ہوتے باپ کے نفقہ طفل وغیرہ مین کوئی شریک نہین تو موجب مذہب صحیح کے متون اور شروح
کو درست کرنا ضرور ہوا خیر الدین رملی نے بحر الرائق کے حاشیہ مین کہا ہو کہ اصحاب متون نے قدوری کی روایت اختیار کی ہو کہ باپ کے ہوتے انکی اولاد کے
نفقہ مین کوئی شریک نہین خواہ باپ مالدار ہو خواہ تنگدست اور تنگدستی مین انکی اولاد کا نفقہ قرابت والے پر لازم ہو جب باپ کو مقدور ہو تو اس سے پھیر لیتے ہون
اور شروح مین بھی یہ روایت باتفاق ہو اور یہی معتمد اور مفتی بہ ہو اور صاحب بحر الرائق نے جسکو مذہب صحیح گمان کیا ہو وہ لائق التفات کے نہین اسواسطے کہ نقل مذہب
کیواسطے متون ہی مخصوص ہین شیخ رحمتی نے کہا کہ تعجب ہو صاحب نہر الفائق سے کہ اس مقام مین چپ رہا باوجود خلل کے حالانکہ بحث اور اعتراض کرنا صاحب بحر پر
اسکی عادت ہو اور زیادہ تر تعجب اسپر آتا ہو کہ شارح نے بھی کلام صاحب بحر کو مسلم رکھا حالانکہ اسکے استاد خیر الدین رملی نے اسکے خلل پر آگاہ کردیا ہو اور دوسرا خلل صریح شارح
کی عبارت مین یہ ہو کہ بعد نقل کلام صاحب بحر کے جوہرہ کا لفظ اکثر نسخ در المختار مین موجود ہو تو اس سے لازم آتا ہو کہ صاحب جوہرہ نے بحر الرائق کی عبارت نقل کی حالانکہ یہ
غلط ہو اسواسطے کہ صاحب جوہرہ کا زمانہ بہت مقدم ہو صاحب بحر سے طحطاوی محشی نے کہا کہ اگر اسکا یہ مطلب خلاف ہو اور کہا جاوے کہ صاحب بحر نے جوہرہ
سے یہ روایت کی ہو سو بھی نہین ہو سکتا اسواسطے کہ بحر مین یہ روایت جوہرہ سے منقول نہین محشی مدنی نے کہا کہ مین نے ایک نسخہ در المختار کا دیکھا جسکی

شیخ رحمتی نے محشی کیا تھا اُنہیں یوں عبارت تھی وفی الجوہرۃ فروع یعنی فروع مذکورہ شارح کے جوہرہ سے منقول ہیں اور یہی بلاشبہہ ٹھیک ہی اور باقی نسخ سب
غلط ہین فروع مسائل ملحقہ شارح کے ولو لم یقدر الا علی نفقۃ احد ابویہ فالام احق اگر بیٹا قادر ہو مگر ایک کے نفقہ پر یعنی قلت مقدور سے ماں باپ دونوں کو نفقہ
نہ دے سکتا ہو ایک کو دے سکتا ہو تو ماں زیادہ تر حقدار ہی اسواسطے کہ تکلیفات جسمی ولد کی جہت سے ماں پر زیادہ تر گذرتی ہین تو خدمتگذاری مین ماں مقدم
ہو چنانچہ تعظیم اور توقیر مین باپ مقدم ہی اور روایت ضعیف یہ ہی کہ باپ مقدم ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الجوہرۃ ولو لہ اب وطفل فالطفل احق وقیل یقسمہا فیہما
اور اگر ایک شخص کا باپ اور طفل ہو اور وہ ایک ہی کو دے سکتا ہو تو طفل زیادہ تر حقدار ہی اسواسطے کہ مطلق کسب پر قادر نہیں اور بھوک پر اسکو صبر نہیں اور قول ضعیف یہ ہی
کہ نفقہ کو دونوں مین تقسیم کردے وعلیہ نفقۃ زوجۃ ابیہ وام ولدہ بل علیہ تزویجہ او تسریہ اور فرزند پر اپنے باپ کی زوجہ کا اور اُسکے ام ولد کا نفقہ واجب ہی بلکہ فرزند پر
باپ کا نکاح کردینا یا تصرف کیواسطے لونڈی سے دینا واجب ہی بشرطیکہ باپ کو عورت کی حاجت ہو اور فرزند مقدور والا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی عن الجوہرۃ ولو لہ زوجات
فعلیہ نفقۃ واحدۃ یدفعہا للاب لیوزعہا علیہن اور اگر باپ کے چند زوجات ہوں تو فرزند پر ایک ہی زوجہ کا نفقہ دینا واجب ہی ایک کا نفقہ باپ کو دیوے تاکہ اُنپر
وہ تقسیم کردے بقدر اُنکے استحقاق کے وفی المختار والملتقی ونفقۃ زوجۃ الابن علی ابیہ ان کان صغیرا فقیرا او زمنا اور مختار اور ملتقی مین ہی کہ نفقہ بہو کا خسر پر ہی
اگر بیٹا صغیر محتاج ہو یا لولا وفی الواقعات المفتین لقدری افندی ویجبر الاب علی نفقۃ امرأۃ ابنہ الغائب وولدہا اور قدری افندی کے واقعات المفتین
مین ہی اور باپ سے زبردستی دلایا جاویگا ولد غائب کی زوجہ کا نفقہ اور بہو کے ولد کا نفقہ قدری افندی کا نام عبد القادر بن یوسف ہی چنانچہ کتاب واقعات المفتین
کے خطبہ مین مذکور ہی اور یہ بزرگ بلاد روم کے مفتیوں کے رئیس تھے کذا فی حاشیۃ المدنی افندی ترکی زبان مین مولوی اور فاضل کو کہتے ہین ثم کذا الام علی نفقۃ
الولد لترجع بہا علی الاب اور اسیطرح ماں سے زبردستی دلایا جاویگا ولد کا نفقہ تاکہ ماں اُسکے باپ سے نفقہ پھیر لے جبکہ وہ سفر سے آوے وکذا الابن علی نفقۃ الام لیرجع
علی زوج امہ اور اسیطرح ولد سے زبردستی ماں کا نفقہ دلایا جاویگا تاکہ وہ اپنی ماں کے زوج سے پھیر لے جب وہ سفر سے آوے خواہ ولد کا وہ باپ ہو یا نہو وکذا
الاخ علی نفقۃ اولاد اخیہ لیرجع بہا علی الاب وکذا الابعد اذا غاب الاقرب انتہی اور اسیطرح بھائی سے دوسرے بھائی کی اولاد کا نفقہ بجبر دلایا جاویگا تاکہ پھیر لے اپنے باپ سے
جب وہ سفر سے آوے اور اسیطرح ابعد سے بزور نفقہ اقرب کی اولاد کا دلایا جاویگا جب اقرب غائب ہو پھر جب اقرب آوے تو ابعد نے جو خرچ کیا ہو اُسکو اُس سے پھیر لے انتہی کلام
الواقعات وفی الفصولین من الرابع والثلثین اجنبی انفق علی بعض الورثۃ فقال انفقت بامر الوصی واقر بہ الوصی ولا یعلم ذلک الا بقول الوصی بعد ما انفق یقبل قول الوصی
لو المنفق علیہ صغیرا انتہی اور فصولین کی چونتیسوین فصل مین ہی کہ ایک مرد اجنبی نے میت کے بعضے وارثوں کو نفقہ دیا پھر اجنبی نے کہا کہ مین نے وارثوں کو نفقہ
وصی کے کہنے سے دیا اور اُسکا وصی نے بھی اقرار کیا اور اُس نفقہ دینے کا حال معلوم نہیں ہوتا بعد خرچ کرچکنے کے مگر وصی ہی کے قول سے تو اسصورت مین قول
وصی کا مقبول ہوگا بشرطیکہ جس وارث کو کہ نفقہ دیا ہی صغیر ہو انتہی کلامہ اور اگر وارث بالغ ہوگا تو نفقہ اجنبی کا احسان ہوگا نہ دین جسکا ادا کرنا متروکۂ میت سے لازم ہو کذا فی حاشیۃ
المدنی وفیہ قال انفق علی وعلی عیالی واولادی ففعل قیل یرجع بلا شرط وقیل لا ولو قضی دینہ بامرہ یرجع بلا شرط وکذا کل ما کان مطالبا من جہۃ العباد کجنایۃ ومؤن
مالیۃ ثم ذکر ان الاسیر ومن اخذہ السلطان لیصادرہ لو قال لرجل خلصنی فدفع المامور مالا فخلصہ قیل یرجع وقیل لا وفی الصحیح بہ یفتی اور فصولین مین ہی کہ ایک نے
دوسرے سے کہا کہ مجھکو نفقہ دے یا میرے عیال اور اولاد کو نفقہ دے پھر اُسنے نفقہ دیا تو ایک قول یہ ہی کہ اس سے پھیر لے بلا شرط رجوع اور دوسرا قول یہ ہی
کہ بدون شرط کے پھیر نہیں سکتا اور اگر ایک نے دوسرے کا دین ادا کردیا اُسکے کہنے سے تو پھیر لے اگرچہ پھیر لینے کی شرط نہ کی ہو اور اسیطرح سے بلا شرط پھیر سکتا ہی جمیع
مصارف مین جنمین امر کرنے والے پر مطالبہ ہو جانب عباد سے چنانچہ جنایت مین اور مصارف مالیہ مین مانند عشر اور خراج کے جنایت یعنی قصور کی صورت یہ ہی کہ مثلاً زید نے کسی شخص
کی انگلی کاٹ ڈالی اور زید پر خونبہا لازم آیا اور زید نے کہا خالد سے کہ تو میری طرف سے خونبہا دے اور اُسنے دیا تو اگرچہ شرط پھیر لینے کی نہ کی ہو لیکن خالد زید سے اسقدر مال پھیر
لیگا اور اسیطرح اگر زید کے امر سے خالد نے عشر یا خراج ادا کیا تو اسکو بھی پھیر لیگا بلا شرط پھر صاحب فصولین نے ذکر کیا کہ محبوس نے اور اُسنے جسکو بادشاہ نے بظلم مال لینے

کیواسطے گرفتار کیا اگر کہا ایک مرد نے کہ مجھکو چھڑا اے سو دو مامور نے اپنا مال دیا سو اُسکو قید سے یا بادشاہ کی گرفتاری سے چھڑایا تو بعضون نے کہا کہ وہ شخص اپنا مال اُس سے پھیر لے اور بعضون نے کہا نہ پھیرے بنا بر قول صحیح کے اور اسی پر فتوی ہے یعنی نہ پھیر لینے پر **ولیس علی امہ ارضاعہ** قضاءً بل دیانۃً اور واجب نہین صغیر کی ماں پر دودھ پلانا اُسکا بنا بر قضا کے بلکہ واجب ہے باعتبار دیانت کے کہ ماں بسبب وفور شفقت کے اپنے ولد کی رضاعت سے پہلو تہی نہین کرتی اور اگر وہ انکار کرے کہ مجھکو دودھ پلانے سے تکلیف ہوتی ہے تو قاضی اُسپر جبر نہین کر سکتا اسواسطے کہ حقتعالی نے فرمایا **لا تضار والدۃ بولدہا** یعنی والدہ کو اُسکے ولد کی جہت سے ضرر رسانی نچاہیے تو دودھ کیواسطے جبر کرنا یقیناً ضرر رسانی ہے لیکن باعتبار دیانت کے البتہ اُسپر واجب ہے اسواسطے کہ حقتعالی نے فرمایا کہ **والوالدات یرضعن اولادہن حولین کاملین** یعنی مائین دودھ پلاتی ہین اپنی اولاد کو دو برس پورے تو دودھ پلانا ایسا ہی جیسے اور گھر کے کام ہین چنانچہ کھانا پکانا یا جھاڑو دینا کہ باعتبار دیانت کے واجب ہین نہ باعتبار قضا یعنی اگر وہ انکار کرے کہ مجھے نہین ہو سکتا تو اُسپر کوئی زبردستی نہین کر سکتا کہ شاید عاجزی سے انکار کرتی ہو **الا اذا تعینت** فتجبر کما مر فی الحضانۃ مگر جبکہ ماں ہی متعین ہو جاوے دودھ پلانے کیواسطے اسطرح پر کہ بچہ کسی عورت کا دودھ نہ پیتا ہو سوا اپنی ماں کے یا کوئی دائی دودھ پلائی نملتی ہو یا ملتی ہو مگر بدون اجرت کے نہ پلاتی ہو اور حالانکہ باپ اور بچہ دونون محتاج ہین مال سے تو ایسی صورتون مین ماں پر دودھ پلانا قضاءً بھی واجب ہوگا یعنے قاضی اُسپر زبردستی کریگا تاکہ بچہ ہلاک ہونے سے محفوظ رہے چنانچہ یہ مسئلہ باب الحضانۃ مین مذکور ہو چکا **وکذا الظئر تجبر علی ابقاء الاجارۃ** بزازیہ اور اسیطرح دائی پر جبر کیا جاوے نوکری کے باقی رکھنے پر کذا فی البزازیہ یعنی مثلاً دائی کو ایک مہینے کیواسطے نوکر رکھا اور بعد مہینے کے اُسنے نوکری سے انکار کیا اور حالانکہ دوسری دائی نہین ملتی یا بچہ اُس سے ہنایت ہل گیا ہے تو نوکری باقی رکھنے مین اُسپر جبر کیا جاویگا تاکہ صغیر تلف نہو **ویستاجر الاب من ترضعہ عندہا لان الحضانۃ لہا والنفقۃ علیہ** اور دودھ پلانے والی کو باپ نوکر کرے صغیر کی ماں کے پاس رکھے اسواسطے کہ حق پرورش ماں کیواسطے ہے اور نفقہ دائی اور صغیر اور اسکی ماں کا باپ پر واجب ہے اور اگر صغیر کی ماں نہو تو جسکو حق حضانت ہو پہنچتا ہو اُسکے پاس صغیر رہے **ولا یلزم الظئر المکث عند الام مالم تشترط فی العقد** اور لازم نہین دائی کا قیام کرنا ماں کے پاس جبتک اسکی شرط نہوئی ہو عقد اجارہ مین اسواسطے کہ دائی کو اختیار ہے کہ ماں کی رضامندی سے صغیر کو اپنے گھر لیجاوے یا گھر مین داخل ہو ڈیوڑھی مین دودھ پلا جایا کرے اور اگر نوکری کیوقت دائی سے شرط کر لی ہو ماں کے پاس رہنے کی تو اس صورت مین اُسکو رہنا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر **لا یستاجر الاب امہ لو منکوحۃ ولو من مال الصغیر** خلافاً للذخیرۃ والمجتبی نوکر نہ رکھے باپ صغیر کی ماں کو اگر وہ منکوحہ ہو اگرچہ اُسکو صغیر کے مال سے نوکری دے نہ اپنے مال سے بخلاف ذخیرہ اور مجتبی کے کہ انہین مال صغیر سے نوکر رکھنا منکوحہ ماں کا جائز رکھا ہے اور حموی نے برجندی سے نقل کیا ہے کہ فتوی اسی روایت پر ہے کہ مال صغیر سے ماں کو نوکر رکھنا دودھ پلانے کیواسطے جائز ہے طحطاوی نے کہا تو اب ذخیرہ اور مجتبی کا قول مفتی بہ ٹھہرا کذا فی حاشیۃ المدنی **او معتدۃ رجعی** اگر صغیر کی ماں منکوحہ یا معتدہ رجعی ہو تو اُسکو نوکر نہ رکھے **و جاز فی المبائن فی الاصح** جوہرہ **لا استیجار منکوحتہ لولدہ من غیرہا** اور صغیر کی ماں کو طلاق بائن مین نوکر رکھنا جائز ہے قول اصح مین یعنی اگر صغیر کے باپ نے اُسکو طلاق بائن دی ہو اور وہ عدت مین ہو تو اُسکا نوکر رکھنا دودھ پلانے کیواسطے صحیح ہے کذا فی الجوہرہ جیسے نوکر رکھنا منکوحہ کا اُس لڑکے کے دودھ پلانے کیواسطے جائز ہے جو اُس منکوحہ کے پیٹ سے نہین چنانچہ زید کا لڑکا ہے حلیمہ سے اور اُسکی دوسری زوجہ کریمہ ہے تو کریمہ کو نوکر رکھنا حلیمہ کے لڑکے کیواسطے درست ہے اسواسطے کہ کریمہ کو اُسکا دودھ پلانا واجب نہین جو نوکری درست ہو **وہی احق بارضاع ولدہا بعد العدۃ اذا لم تطلب زیادۃ علی ما تاخذہ الاجنبیۃ ولو دون اجر المثل بل الاجنبیۃ المتبرعۃ احق منہا** زیلعی ای فی الارضاع اور ماں سزاوار تر ہے اپنے ولد کے دودھ پلانے کی نوکری مین بعد گذر جانے عدت کے بشرطیکہ ماں زیادہ نمانگتی ہو اُس اجرت سے جسکو اجنبی عورت مانگتی ہے اگرچہ وہ اجرت مثل سے کم مانگتی ہو اور ماں اجرت مثل مانگتی ہو بلکہ اجنبیہ مفت دودھ پلانے والی زیادہ تر سزاوار ہے دودھ پلانے مین اُس ماں سے جو بدون اجرت کے نہین پلاتی کذا فی شرح الزیلعی **اما الحضانۃ فللام** کما مر اور پرورش کی اجرت تو ماں ہی پاویگی چنانچہ باب الحضانۃ مین مذکور ہو چکا یعنی اگر باپ نے صغیر کے دودھ پلانے کیواسطے کسی عورت کو نوکر رکھا تو مطلقہ کا حق پرورش ہنوز باقی ہے ساقط نہین اُسکی اجرت وہی پاویگی **ولا ضیع النفقۃ والکسوۃ** اور باپ پر لازم ہے شیر خوار کیواسطے نفقہ اور پوشاک دینا اسواسطے کہ فقط دودھ صغیر کو کفایت نہین کرتا بلکہ جاننے کیواسطے اور چیز کی بھی حاجت ہوتی ہے جیسے کھیر یا کھچڑی مثلاً تو قاضی اُسکو بھی مقرر کرے سوائے اجرت رضاعت اور اجرت حضانت کے

کذا فی حاشیۃ المدنی ولام اجر الارضاع بلا عقد الاجارۃ اور مطلقہ ماں کیواسطے اجرت دودھ پلانے کی ثابت ہی بدون عقد اجارہ کے یعنی جب دو سال کی مدت کے اندر صغیر کو ماں دودھ پلاویگی تو باپ پر اجرت دینا لازم ہوگا اگرچہ باپ نے اسکو نوکر نہ رکھا ہو تو یہ مسئلہ مستثنیٰ ہی اُس قاعدہ فقہیہ سے کہ اجرت لازم نہین ہوتی بدون عقد کے وحکم الصلح کالاستیجار اور حکم صلح کا مانند حکم استیجار کے ہی یعنی صلح نوکری کے برابر ہی احکام مذکورہ مین تو اگر ماں نے باپ سے مصالحہ کرلیا ہو کہ اتنے درم ہر مہینے مین لیا کرونگی اور دودھ پلاونگی تو اگر ماں منکوحہ یا معتدہ رجعی ہی تو صلح جائز نہین جیسے نوکری جائز نہین اور اگر تین طلاق یا بائن کی عدت مین صلح کی تو بموجب روایت جوہرہ کے جائز ہی اور اگر بعد عدت کے صلح کی تو بالاتفاق جائز ہی جیسے نوکری جائز ہو کذا فی حاشیۃ المدنی فی کل موضع جاز الاستیجار ووجبت النفقۃ لاتسقط بموت الزوج بل تکون اسوۃ للغرماء لانہا اجرۃ لا نفقۃ اور جس جگہ زوجہ یعنی صغیر کی ماں کو نوکری کرنا جائز ہی اور نفقہ اُسکے واسطے واجب ہی تو اُسکے دودھ پلانے کی اجرت ساقط نہین ہوتی زوج کے مرنے سے یعنی صغیر کے باپ کے مرنے سے بلکہ ماں صغیر کی برابر ہوگی سب دین والون کے یعنی جیسے اور قرض والون کو میت کے مال سے حصہ ملیگا ویسے ہی صغیر کی ماں کو بھی ملیگا اسواسطے کہ یہ اجرت ہی نہ نفقہ جو زوج کی موت سے ساقط ہو جاوے وتجب علی موسر ولو صغیرا یسار الفطرۃ علی الارجح اور نفقہ اصول کا واجب ہی ایسے ولد مقدور والے پر جسپر صدقہ فطر واجب ہی بنا بر قول ارجح کے یعنی جو مالک ہو ایسے نصاب کا کہ فاضل ہی حوائج اصلیہ سے اگرچہ نامی نہو اور یہ قول ابو یوسف کا ہی اور یہی مختار ہی صاحب ہدایہ کا اور اسی پر فتوی ہی اور بعضون نے کہا کہ وجوب نفقہ اصول مین نصاب زکوۃ کا مالک ہونا شرط ہی اجناس مین کہا کہ یہی قول مفتی بہ ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ورجح الزیلعی والکمال انفاق فاضل کسبہ اور ترجیح دی زیلعی اور کمال الدین نے فتح القدیر مین نفقہ دینے اصول مین ولد کے فاضل کسب سے نہر الفائق مین فتح القدیر سے منقول ہی کہ اگر بیٹا پیشہ ور ہو تو وہان امام محمد کا قول معتبر ہی یعنی جو اُسکے اور اُسکے عیال کے خرچ سے باقی بچے وہ اصول پر خرچ کرے مثلاً بیٹا ہر روز چھ پیسے کماتا ہو اور چار پیسے مین اُسکے عیال کا خرچ ہو جاتا ہو اور دو پیسے بچتے ہون تو اُسپر واجب ہی کہ دونون پیسے اپنے والدین کو دے صاحب نہر نے کہا کہ اسی قول پر اعتماد کرنا واجب ہی اور یہی لائق فتوی کے ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الخلاصۃ المختار ان الکسوب یدخل ابویہ فی نفقتہ اور خلاصہ مین ہی کہ قول مختار یہ ہی کہ بیٹا کمائی والا اپنے باپ کو اپنے خرچ مین داخل اور شریک کرے خواہ اُسکی کمائی اُسکے خرچ سے فاضل ہو یا نہو فتح القدیر مین ہی کہ حقتعالی نے والدین کافرین کے حق مین فرمایا ہی وصاحبہما فی الدنیا معروفا یعنی والدین کے ساتھ باحسان دنیا مین بسر کرو تو خود کھانا اور والدین کو بھوکا ننگا چھوڑنا احسان اور نیکی کے خلاف ہی وفی المبتغی للفقیر ان یسرق من مال ابنہ الموسر ما یکفیہ ان ابی ولا قاضی ثمہ والا اثم اور مبتغی مین ہی کہ محتاج باپ کو جائز ہی اپنے مقدور والے بیٹے کے مال سے چورا لینا بقدر کفایت کے جس صورت مین کہ بیٹا نہ دیتا ہو اور وہان قاضی نہو اور اِس چوری مین اُسپر کچھ گناہ نہین اور اگر وہان قاضی ہو تو چوری کرنا درست نہین قاضی سے نالش کرے وہ نفقہ دلاویگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر النفقۃ لاصولہ ولو اب امہ ذخیرۃ الفقراء ولو قادرین علی الکسب مقدور والے ولد پر اپنے اصول محتاجین کا نفقہ واجب ہی اگرچہ اصل نانا ہو کذا فی الذخیرۃ اور اگرچہ اصول محتاجین کسب پر قادر ہون مراد اصل سے ماں اور باپ اور دادا دادی اور نانا نانی لیکن پوتے پر دادا کا نفقہ اسوقت فرض ہوگا جب باپ مرگیا ہو یا محتاج ہو اور نانا کا بھی نفقہ اُس صورت مین نانی پر واجب ہوگا جب ماں نہو یا محتاج ہو اور اصول کے وجوب نفقہ مین عدم قدرت کسب کی شرط نہین بلکہ والدین اگر کسب پر قادر بھی ہون تو بھی ولد مالدار پر اُنکا نفقہ واجب ہی اسواسطے کہ احسان اور نیکوکاری سے بعید ہی کہ باوجود مقدور کے اُنکو کسب کی مشقت مین ڈالنا والقول لمنکر الیسار والبینۃ لمدعیہ اور قول معتبر ہی مقدور کے منکر کا اور گواہ مقبول ہین مقدور کے مدعی کے یعنی اگر باپ دعوی کرتا ہو کہ بیٹا مقدور والا ہی اور بیٹا منکر ہو مقدور کا تو بیٹے کا قول معتمد ہوگا اور اگر بیٹا دعوی کرتا ہو کہ باپ مقدور والا ہی مجھپر اُسکا نفقہ واجب نہین اور باپ اپنے مقدور کا منکر ہو تو باپ ہی کا قول معتبر ہوگا اور اگر ہر ایک نے اپنے دعوی کے گواہ گذرانے ہون یعنی مدعی مقدور گواہون سے ثابت کرتا ہی اور منکر بھی اُسکو جو مدعی ہوگا مقدور کا اُسکے گواہ مقبول ہونگے نہ منکر کے بالسویۃ بین الابن والبنت وقیل کالارث وبہ قال الشافعی نفقہ اصول کا اولاد پر برابر واجب ہی بیٹے اور بیٹی مین کچھ فرق نہین تو اگر محتاج باپ کے بیٹی اور بیٹا ہو تو آدھا نفقہ اُسپر واجب ہی اور آدھا اُسپر یہی قول حق ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی فتح القدیر والخلاصۃ اسواسطے کہ علت وجوب نفقہ ولادت ہی سو

دونوں میں برابر ہو اور قول ضعیف یہ ہو کہ بطور ارث واجب ہو تو بیٹا دو حصہ دے اور بیٹی ایک حصہ اور یہی قول ہو امام شافعی رح کا شمس الائمہ نے کہا کہ نفقہ اصول کا
اولاد پر برابر ہو اگر مقدور میں کم تفاوت ہو اور اگر ایک نہایت زیادہ مقدور رکھتا ہو اور دوسرا کم مقدور ہو تو قدر نفقہ میں بھی تفاوت لازم ہو کذا فی العالمگیریہ
عن الذخیرۃ **والمعتبر فیہ القرب والجزئیۃ** فلو لہ بنت وابن ابن او بنت بنت واخ النفقۃ علی البنت او بنتہا لانہ **لایعتبر الارث** الا اذا استویا کجد وابن ابن ذکرہ
الا لمرجح کوالد وولد فعلی ولدہ لترجحہ بانت ومالک لابیک اور نفقہ ولادت کے وجوب میں معتبر ہو قرب اور جزئیت تو اگر دو شخصوں میں جزئیت باقی ہو اور
ایک زیادہ تر قریب ہو دوسرے سے تو اقرب ہی پر نفقہ واجب ہوگا بلا اعتبار ارث نہ ابعد پر سو اگر ایک شخص کے بیٹی ہو اور پوتا یا نواسی ہو اور بھائی تو نفقہ اسکا پہلی
صورت میں بیٹی پر واجب ہوگا نہ پوتے پر اور دوسری صورت میں نواسی پر واجب ہوگا نہ بھائی پر اسواسطے کہ یہان ارث معتبر نہیں ہان مگر ارث وہان معتبر ہو جب ب مین
دونوں برابر ہوں جیسے دادا اور پوتا یعنی ایک محتاج کا دادا اور پوتا ہو تو اسکا نفقہ دونوں پر بقدر انکی ارث کے ہوگا یعنی سدس دادا پر اور باقی پوتے پر اسواسطے کہ دونوں سے قرابت بیک
واسطہ برابر ہو تو یہان ترجیح ہوگی مگر بجہت ارث کے اور درصورت تساوی قرابت کے ارث معتبر ہو مگر کسی مرجح کی جہت سے تساوی قرابت اور ارث بھی ساقط الاعتبار ہو چنانچہ ایک محتاج
کا باپ اور بیٹا مالدار ہوں تو اسکا نفقہ ولد پر ہوگا نہ باپ پر حالانکہ قرابت دونوں کی بلا واسطہ برابر ہو اور اگر ارث کا یہان اعتبار ہوتا تو سدس نفقہ باپ پر ہوتا اور باقی ولد
پر با اینہمہ رجحان وجوب کا ولد ہی پر ہوا بمقتضاے اس حدیث شریف کے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ ہی کا ہو تو ولد کے مال کو باپ کا مال قرار دینا یہی وجہ ترجیح وجوب انفاق کی ہوئی
اور یہ نہیں فرمایا کہ باپ کا مال بیٹے کا ہو م بھائی اور باپ اور دادا کا ذکر کرنا شارح کا انہی مثالون مین اور آئندہ مثالون مین بھی بےمحل ہو گیا اسواسطے کہ گفتگو یہان ہو وجوب نفقہ
اصول کی فروع پر کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الخانیۃ لام وابواب فکارثہما اور خانیہ مین ہو کہ ایک محتاج کی ماں ہو اور دادا تو اسکا نفقہ بقدر انکی ارث کے ہو جیساکہ اوپر جو مین
اسکی مثال گذری اسواسطے کہ ان کو ترجیح ہو بسبب قرب کے اور دادا کو ترجیح ہو بسبب قرابت نسب کے لہذا ارث کا اعتبار ہوا وفی القنیۃ لام واب ام علی الام اور قنیہ مین ہو کہ ایک
محتاج کی ماں ہو اور نانا تو اسکا نفقہ ماں پر ہوگا اسواسطے کہ نانا دادا سے کمتر ہو لہذا ماں کو ترجیح ہوئی بخلاف پہلی صورت کے ولعم واب ام علی اب الام اور اگر محتاج کا چچا
ہو اور نانا تو اسکا نفقہ نانا پر ہو بسبب ترجیح جزئیت کے اور ارث کا یہان اعتبار نہیں اگرچہ وارث چچا ہو نہ نانا واستشکلہ فی البحر بقولہم لام وعم فکارثہما اور بحرالرائق مین
فقہا کے اس قول کو مشکل جانا ہو کہ ایک محتاج کے ماں ہو اور چچا تو اسکا نفقہ دونوں پر بقدر انکے ارث کے ہو یعنی ایک ثلث ماں پر اور دو ثلث چچا پر وجہ اشکال کی یہ ہو کہ وجوب
نفقہ مین ماں مقدم تھی بسبب جزئیت کے پھر ارث کے اعتبار کرنے کی کیا وجہ ہو قال ولو لام وعم واب ام ایلزم الام فقط ام کالارث احتمال کہا صاحب بحر نے کہ
اگر ایک شخص کے ماں ہو اور چچا اور نانا تو آیا نفقہ فقط ماں ہی کو لازم ہوگا یا مانند ارث کے ہوگا یہان دونوں کا احتمال ہو م شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ اصل اشکال صاحب
قنیہ کا ہو صاحب بحر نے اسکی پیروی کی ہو اور حقیقت الحال یہ ہو کہ یہان دو روایتیں ہیں ایک قوی اور دوسری ضعیف قوی یہ ہو کہ ترجیح قرب اور جزئیت کو ہو اور ضعیف یہ
ہو کہ ارث معتبر ہو صاحب قنیہ نے دونوں روایتوں کو مذکور کیا اور ایک دوسرے کا متناقض جانکر اشکال پیدا کیا حالانکہ ضعیف روایت ہرگز قوی سے معارضہ کے
لائق نہیں تو مسئلہ سابقہ مین یعنی جسکو صاحب بحر نے مشکل جانا ہو اور اس مسئلہ مین جسمین صاحب بحر کو احتمال اور تردد ہو بموجب روایت قوی کے یہ حکم ہو کہ ماں پر نفقہ واجب ہو نہ چچا پر واللہ
اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی ملخصا **وتجب ایضا لکل ذی رحم محرم صغیر او انثی مطلقا ولو کانت الانثی بالغۃ صحیحۃ** اور بھی واجب ہو نفقہ ہر قرابت والے محرم کا صغیر ہو یا
انثی مطلقا اگرچہ انثی تندرست بالغہ ہو م وجوب نفقہ کا سبب قرابت ہو ساتھ محرمیت کے تو چچا کے بیٹے کا نفقہ واجب نہیں اسواسطے کہ وہ اگرچہ قریب ہو لیکن محرم نہیں اور
رضاعی بھائی بہن کا نفقہ واجب نہیں اگرچہ وہ محرم ہیں لیکن قرابت نسبی نہیں محرم سے مراد وہ ہو کہ جسکے ساتھ نکاح نہ جائز ہو بجہت قرابت کے اور صغیر کی قید سے بالغ نکل گیا
اور محرم عورت مین خالہ عمہ بہن بھانجی بھتیجی داخل ہین انکا نفقہ واجب ہو صغیر ہوں یا بالغہ تندرست ہوں یا بیمار بشرطیکہ محتاج ہوں اور غیر منکوحہ اسواسطے
کہ منکوحات کا نفقہ انکے ازواج پر فرض ہو **او کان الذکر بالغا لکن عاجزا عن الکسب بنحو زمانۃ کعمی وعتہ وفلج** یا اس قریب محرم کا نفقہ واجب ہو جو مرد
بالغ ہو لیکن کسب سے عاجز ہو بسبب مرض دائمی بیماری کے جیسے لولا ہونا اور اندھا ہونا اور غافل نافہم ہونا اور فالج ہونا زاد فی الملتقی والمختار اولا یحسن الکسب لحرفۃ

او لکونہ من ذوی البیوت او طالب علم زیادہ کیا ہی لستی اور مختار ہین یا بالغ نجوبی پیشہ نکر سکتا ہو بسبب فرط حماقت کے یا عمدہ خاندان ہو یا طالب علم ہو تو اسکا نفقہ
بھی واجب ہی اور شرط وجوب نفقہ عمدہ خاندان اور طالب العلم کی نفقہ ولد کبیر من عنقریب مذکور ہو چکی **فقیرا** حال من المجموع بحیث تحل لہ الصدقۃ ولو لہ منزل و خادم
علی الصواب بدائع لفظ فقیر حال ہی جمیع محارم مذکورین سے یعنی صغیر اور انثی اور مرد عاجز جبکہ ایسے محتاج ہون کہ انکو صدقہ لینا حلال ہو تب انکا نفقہ واجب ہی اگرچہ انکے
ملک مین مکان ہو رہنے کا اور خادم ہو خدمت کیواسطے بنا بر قول درست کے کذا فی البدائع اسواسطے کہ رہنے کا مکان اور خدمت کا خادم حاجت اصلی سے فاضل نہین تو اسکا
وجود بجاے عدم ہی **بقدر الارث** لقولہ تعالیٰ و علی الوارث مثل ذلک **ولذا یجبر** علیہ محارم نسبیہ کا نفقہ واجب ہی بقدر ارث کے بدلیل قول حقتعالی کے کہ وارث پر ہو مثل
اسکے یعنی جنکا نفقہ مورث پر واجب ہی تو مورث کے بعد وارثون پر ویساہی نفقہ واجب ہی تو اس آیت شریفہ مین حکم مرتب ہوا وارث کے وصف پر تو معلوم ہوا کہ وجوب نفقہ کی
علت ارث ہی تو موافق ارث کے نفقہ واجب ہوگا سو اگر یہ فقیر غنی ہوتا اور مرجاتا مال چھوڑکر تو اسکا قریب کتنی وراثت پاتا سو اگر اسکے کل مال کا وارث ہوتا تو اس فقیر کا
کل نفقہ اس قریب پر واجب ہوگا اور بعض کا وارث ہوتا تو جسقدر اسپر نفقہ بھی واجب ہوگا اسواسطے کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ الغرم بالغنم یعنی تاوان بعوض فائدہ کے ہی
ولہذا جبر کیا جاویگا قریب پر نفقہ رسانی مین یعنی اگر قریب نفقہ اپنے محرم کو نہ دیگا تو قاضی بزبردستی اس سے دلاویگا بسبب کہ وجوب کے کذا فی الفتح وحاشیۃ المدنی ثم فرع علی
اعتبار الارث بقولہ **فنفقۃ من** ای فقیر لہ **اخوات متفرقات موسرات علیھن اخماسا** پھر مصنف نے تصریح کی اعتبار ارث پر اپنے اس قول سے کہ نفقہ اس فقیر
کا جسکی چند قسم کی مالدار بہنین ہین بحساب پانچ حصون کے انپر واجب ہی یعنی اگر اسکی تین بہنین ہین ایک سگی اور دوسری سوتیلی اور تیسری مادری تو تین خمس نفقہ سگی بہن پر
ہی اور ایک خمس سوتیلی پر اور ایک خمس مادری بہن پر اسواسطے کہ ان بہنون کی ارث بھی اسی حساب سے ہی یعنی اگر انکا بھائی مرتا تو اسکے نصف مال کی سگی بہن وارث
ہوتی اور ششم حصہ کی سوتیلی بہن وارث ہوتی بنا بر تکمیل ثلثین کے اور مادری بہن بھی ششم حصہ کی وارث ہوتی تو اصل مسئلہ چھ سہام سے ہی لیکن چونکہ ایک
سہم زیادہ ہوتا تھا لہذا اسکو پانچ حصون کیطرف پھیرا **ولو اخوۃ** متفرقین فسدسھا علی الاخ لام والباقی علی الشقیق کارثہ اور اگر اس فقیر کے چند قسم کے بھائی مالدار
ہون تو اسکے نفقہ کا ششم حصہ مادری بھائی پر واجب ہی اور باقی سگے بھائی پر مانند ارث اس فقیر کے یعنی اگر فقیر بھائی مالدار ہوتا اور مرجاتا تو اسکا مادری بھائی
ششم حصہ اسکے مال سے پاتا اور باقی مال کو سگا بھائی بسبب عصبہ ہونے کے لیتا اور سوتیلا بھائی محجوب ہوتا لہذا سوتیلے بھائی پر نفقہ بھی واجب نہین اور سگے اور مادری
بھائی پر بقدر انکی ارث کے نفقہ واجب ہی **وکذا لو کان معھن او معھم ابن معسر** لانہ یجعل کالمیت لیصیروا ورثۃ اور اسیطرح حکم سابق بحال ہیگا اگر متفرق بہنون کے ساتھ یا متفرق بھائیون
کے ساتھ فقیر کا مفلس بیٹا ہو اسواسطے کہ وہ بسبب افلاس کے میت کے مانند قرار دیا جاویگا تاکہ بہنین یا بھائی اسکے وارث ٹھہرین اور بموجب ارث کے انپر نفقہ اسکا واجب
ہو اور اگر اسکو زندہ قرار دیجیے تو بھائی اور بہنین اسکے ہوتے وارث نہونگی پھر نفقہ اس فقیر کا کسی پر واجب نہو **ولو کان مکانہ بنت فنفقۃ الاب علی الاشقاء فقط لارثھم**
معھا اور اگر بجاے ولد کے بیٹی ہو فقیر کی تو اسکے باپ کا نفقہ سگے بھائی یا سگی بہنون پر ہوگا فقط کسی اور بھائی بہن پر اسواسطے کہ سگے بھائی بہن وارث
ہوتے ہین میت کے بیٹے کے ساتھ اسواسطے کہ مادری بہن بیٹی کے سبب سے محجوب ہی اور سوتیلی بہن سگی بہن کی جہت سے محجوب ہی اسواسطے کہ سگی بہن بیٹی کے ساتھ ملکر عصبہ ہوجاتی ہی
تو وراثت بیٹی اور سگی بہن مین نصفا نصف ہی لیکن چونکہ بیٹی بسبب افلاس کے کالمیت ہی لہذا تمام نفقہ سگی بہن پر واجب ہوگا اور اگر فقیر کے بیٹی اور بھائی متفرق ہون تو مادری بھائی
بیٹی کی جہت سے محجوب ہی اور سوتیلا بھائی سگی بہن کے سبب سے ساقط ہی لہذا تمام نفقہ سگے بھائی پر واجب ہوگا **وعند التعدد** یعتبر المعسر ان حیار فیما یلزم الموسرین ثم یلزمھم الکل کذی
ام واخوات متفرقات فالام والشقیقۃ موسرتان فالنفقۃ علیھا ارباعا اور جب چند اشخاص مالدار اور مفلس ہون تو مفلسین کو زندہ اعتبار کیا جاوے مالدارون کے
لزوم مین یعنی مفلسون کا زندہ اعتبار کرنے کا یہ فائدہ ہی تاکہ ظاہر ہوجاوے کہ ہر مالدار پر کسقدر نفقہ لازم ہی پھر بعد دریافت قدر لزوم کے نفقہ اسکا فقط مالدارون ہی پر
لازم ہوگا تمام وکمال چنانچہ ایک فقیر عاجز کی ماں اور متفرق بہنین ہین اور حالانکہ ماں اور سگی بہن کو مقدور ہی اور سوتیلی اور مادری بہن دونون مفلس ہین تو نفقہ اسکا ماں
اور سگی بہن پر لازم ہوگا چار حصہ ہوکر چہارم ماں پر اور تین ربع سگی بہن پر تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ ایک مرد ماں اور تین متفرق بہنین چھوڑکر مرگیا تو وارث اسکی بہن

کہ ماں کا چھٹا حصہ اور سگی بہن کا آدھا اور سوتیلی بہن کا ششم حصہ اور مادری بہن کا بھی ششم حصہ تو تقسیم اسکی چھ سہم سے ہے ایک سہم ماں کا اور تین سہم سگی بہن کے اور ایک ایک سہم سوتیلی
اور مادری بہن کا لیکن چونکہ سوتیلی اور مادری بہنین مفلس تھیں انکو بعد دریافت کرنے سہم وارثین کے میت قرار دیا تو اُنکے دو سہم ساقط ہو گئے باقی رہے چار سہم لہذا یہ حکم ہوا
کہ ماں پر ربع نفقہ واجب ہے اور سگی بہن پر تین ربع سو یہ مطلب ہے شارح کے اس قول کا کہ بعد دریافت کرنے مقدار سہم کے کل نفقہ مالداروں پر لازم ہوگا **والمعتبر**
ای فی الرحم المحرم **اہلیۃ الارث** لاحقیقتہ اذلا یتحقق الا بعد الموت اور معتبر قرابت محرم مین ارث کی لیاقت ہے یعنی گاہے وارث ہوتا ہو محرم محض ہو نہ کہ حقیقت ارث
معتبر اسواسطے کہ حقیقت ارث ثابت نہین ہوتی مگر بعد موت کے **فنفقۃ** من لہ خال وابن عم **علی الخال** لانہ محرم سو نفقہ اس فقیر عاجز کا جسکا ایک ماموں ہے اور چچا کا بیٹا
ماموں پر ہے اسواسطے کہ وہ محرم ہے بخلاف چچا کے بیٹے کے کہ ہر چند وارث بالفعل فقیر کا وہی ہے نہ ماموں لیکن مدار وجوب نفقہ کا محرم ہونے پر ہے نہ محض وراثت پر او استویا فی
المحرمیۃ کعم وخال **رجح الوارث للحال** الا من معسر **فیجعل کالمیت** اور اگر دو شخص محرمیت میں برابر ہوں جیسے چچا اور ماموں تو ترجیح دیجاویگی وارث فی الحال کو
یعنی چچا کو تاوقتیکہ وارث فی الحال مفلس نہو اور اگر وارث فی الحال مفلس ہوگا تو وہ میت کے شمار میں ہوگا تو اب نفقہ ماموں پر واجب ہوگا نہ مفلس چچا پر و فی القنیۃ
یجبر الابعد اذا غاب الاقرب اور قنیہ میں ہے کہ محرم ابعد پر جبر کیا جاوے نفقہ دینے میں جبکہ محرم اقرب حاضر نہو صورت اسکی یہ ہے کہ ایک فقیر کا سگا بھائی ہے اور دوسرا
سوتیلا اور سگا بھائی کہین چلا گیا تو حاکم سوتیلے بھائی سے زبردستی نفقہ دلاویگا پھر جب سگا بھائی آوے تو جسقدر دیا ہے اُتنا اس سے پھیرلے کذا فی حاشیۃ المدنی
عن القنیۃ وفی السراج معسر لہ زوجۃ ولزوجتہ اخ موسر اجبر اخوہا علی نفقتہا ویرجع بہ علی الزوج اذا ایسر انتہی اور سراج میں ہے کہ ایک مفلس کے زوجہ ہے اور اُس زوجہ کا ایک
بھائی ہے مالدار تو جبر اُس سے اُسکی بہن کا نفقہ دلایا جاوے اور جب اُسکا زوج مقدور والا ہو تو اُس سے پھیر لے انتہی کلامہ وفیہ النفقۃ انما ہی علی من حرمۃ کامل ولذا قال
القہستانی قولہم وابن العم فیہ نظر لانہ لیس بمحرم والکلام فی ذی الرحم المحرم فافہم اور سراج میں یہ بھی ہے کہ وجوب نفقہ کا تو اُسی پر منحصر ہے جسکی قرابت کامل ہے یعنی
قرابت یا محرمیت اور اسیواسطے قہستانی نے کہا کہ فقہا کے اس قول میں کہ نفقہ ماموں پر ہے نہ چچا کے بیٹے پر اسمین اعتراض ہے اسواسطے کہ چچا کا بیٹا محرم نہین اور بیان
گفتگو ہے قریب محرم کی ترجیح مین سو اُسکو سمجھ لے یعنی جب چچا کا بیٹا محرم نہوا تو اُسکو ماموں کے ساتھ ذکر کرنا مناسب نہین **ولا نفقۃ** تجب **مع الاختلاف دینا**
الا للزوجۃ والاصول والفروع علوا او سفلوا اور نفقہ واجب نہین ساتھ اختلاف دین کے مگر زوجہ اور اصول اور فروع کا البتہ باوجود اختلاف دینی
کے بھی واجب ہے عالی ہوں اصول چنانچہ باپ دادا پردادا یا سافل ہوں فروع چنانچہ بیٹا پوتا پرپوتا یعنی کافر کا نفقہ مسلم پر واجب نہین ورنہ مسلم کا کافر پر اسواسطے
کہ مدار وجوب نفقہ کا بموجب نص قرآنی کے وراثت پر ہے اور حالانکہ مسلم اور کافر مین وراثت نہین بخلاف زوجہ اور اصول اور فروع کے کہ زوجہ مین وجوب نفقہ کی علت
احتباس ہے اور اصول اور فروع مین وجوب نفقہ کی علت جزئیت ہے اور حالانکہ احتباس اور جزئیت مین بسبب اختلاف دین کے اختلاف نہین ہوتا قہستانی وغیرہ نے کہا کہ جب اختلاف
دین علم وجوب نفقہ کی علت ٹھہری تو محرم سُنی کا نفقہ شیعی مالدار پر یا شیعی کا سُنی مالدار پر شاید لازم ہوگا بشرطیکہ تفضیلیہ شیعہ ہو اور اگر تبرائی شیعہ ہو یعنی اصحاب کبار علی الخصوص
شیخین پر تبرا کرتا ہو تو وہ مرتد ہے اگر اُسکا تبرا ثابت ہو تو حاکم اُسکو قتل کرے کذا فی حاشیۃ المدنی **الذمیین** لا الحربیین ولو مستامنین ان اصول اور فروع کا نفقہ واجب
ہے جو کافر ذمی ہیں نہ حربی اگرچہ حربی مستامن ہوں اور اصول اور فروع حربیوں کا نفقہ اسواسطے واجب نہین کہ اُنکے ساتھ احسان کرنا اہل اسلام کو جائز نہین لانقطاع
الارث اختلاف دین مین نفقہ واجب نہین بسبب انقطاع ارث کے مع یہ تعلیل ہے نفقہ واختلاف دینی کی تو اسکا بلا فاصلہ ذکر کرنا مین مناسب تھا یعنی یوں کہنا تھا کہ لا
نفقۃ مع الاختلاف دینا لانقطاع الارث کذا فی حاشیۃ الحلبی والمدنی **بیع الاب** لانہ لہ ولایۃ التصرف **لا الام** ولا بقیۃ اقاربہ **والا القاضی اجماعا عرض**
ابنہ الکبیر الغائب لا الحاضر بیچے باپ اپنے بالغ غائب ولد کا مال منقول نہ ولد حاضر کا اور ماں اور باقی اقارب اور قاضی اسکا مال نہ بیچین باجماع
امام اور صاحبین کے باپ کو بیچنا اسواسطے جائز ہوا کہ اُسکو ولایت ہے تصرف کی نہ غیر کو لا عقارہ فیبیع عقار صغیر ومجنون اتفاقا نہ بیچے اُسکے عقار کو
یعنی مال غیر منقول کو جیسے زمین اور باغ سو جب فقط عقار بالغ کا بیچنا نہ جائز ہوا تو معلوم ہوا کہ صغیر اور مجنون ولد کے عقار کو بیچے **بالاتفاق للنفقۃ**

والزوجۃ ولاطفالہ کما فی النہر بحثا بقدر حاجتہ لا فرضہا ولد غائب کے مال منقول کو باپ بیچے اپنے نفقہ کیواسطے اور ولد غائب کی زوجہ اور اُسکے اطفال کے نفقہ کیواسطے کذا فی البحر بحثا اپنی بقدر حاجت بیچے نہ حاجت سے زیادہ ثم شیخ رحمتی نے کہا کہ یہ بھی احتمال ہی کہ مرجع ضمیر کا باپ ہو تینون لفظون مین یعنی باپ اپنے نفقہ اور اپنی زوجہ اور اپنے اطفال کے نفقہ کیواسطے اُسکے مال منقول کو بیچ لے اسواسطے کہ سابق مذکور ہوچکا ہی کہ محتاج باپ کی زوجہ اور اُسکے اطفال کا نفقہ ولد پر واجب ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ولا فی دین لہ علیہ سواہا لمخالفۃ دین النفقۃ لسائر الدیون اور نہ بیچے باپ اپنے ولد غائب کے مال کو اپنے دین مین جو اُسپر ہی سوا نفقہ کے بسبب مخالف ہونے دین نفقہ کے باقی دیون سے یعنی اور دیون مین بیچنا درست نہین اسواسطے کہ یہ قضا علی الغائب ہی بخلاف دین نفقہ کے کہ وہ واجب ہوچکا ہی قبل قضا کے تو قاضی کا اب حکم دینا واسطے بیع کے اعانت ہی وجوب سابق کی نہ قضا علی الغائب کذا فی حاشیۃ الحلبی عن البحر ضمن قضاء لا دیانۃ مودع الابن کمدیونہ لو انفق الودیعۃ علی ابویہ وزوجتہ واطفالہ بغیر امر المالک او قاض ان کان والا فلا ضمان استحسانا تاوان دیگا قضاءً نہ دیانۃً امانت دار ولد کا چنانچہ اُسکا مدیون تاوان دیگا اگر ودیعت کو خرچ کریگا ولد غائب کے ماں باپ اور زوجہ اور اطفال پر بدون حکم مالک یا قاضی کے اگر قاضی وہان ہو اور اگر قاضی وہان نہو گا اور امانت دار غائب کے عیال پر امانت کو صرف کریگا تو اُسپر تاوان نہین بدلیل استحسان کے وجہ استحسان کی یہ ہی کہ اُسنے اہل استحقاق کو دیا تو وہ مصلح ٹھہرا نہ مفسد کما لا رجوع چنانچہ امانت دار کو پھیر لینا جائز نہین بعد تاوان دینے کے اسواسطے کہ بعد تاوان دینے کے امانت دار مالک ہوا نفقہ مدفوعہ کا تو اب محسن ٹھہرا اپنا مال مملوک دیکر کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر وکما لو انحصر ارثہ فی المدفوع الیہ لانہ وصل الیہ عین حقہ اور اسی طرح پھیر لینا جائز نہین امانت دار کو اگر منحصر ہو وراثت غائب کی اسی شخص مین جسکو اُسنے نفقہ دیا اسواسطے کہ اُسکو بعینہٖ اُسکا حق پہونچ گیا مثلاً زید نے کچھ امانت رکھی خالد کے پاس پھر زید سفر کو گیا اور مر گیا اور خالد نے وہ امانت زید کے ولد پر صرف کی اور حالانکہ سوا اُس ولد کے زید کا کوئی وارث نہین تو اب خالد اُس امانت کو ولد سے نہین پھیر سکتا والابوان لو انفقا ما عندہما للغائب من مالہ علی نفسہما وہو من جنسہ ای جنس النفقۃ لا یضمنان لوجوب نفقۃ الولاد والزوجۃ قبل القضاء حتی لو ظفر بجنس حقہ فلہ اخذہ ولذا فرضت فی مال الغائب بخلاف بقیۃ الاقارب اور ماں باپ اگر خرچ کرین غائب ولد کے اُس مال کو جو اُنکے پاس ہی اپنے اوپر اور حالانکہ وہ مال از قسم نفقہ ہی یعنی اناج اور کپڑا ہی تو وہ تاوان نہ دینگے بسبب واجب ہونے نفقہ اصول اور فروع اور نفقہ زوجہ کے قبل حکم کرنے قاضی کے یہانتک کہ اگر باپ یا ولد صغیر یا زوجہ غائب کا مال کہین پا جاوے اور وہ مال از جنس نفقہ بھی ہو تو اُسکو لینا اُسکا جائز ہی بلا حکم قاضی اور بدون رضاے غائب کے ولہذا مال غائب مین اُنکا نفقہ مفروض ہی بخلاف باقی اقارب محارم کے کہ اُنکو غائب کے مال سے لینا جائز نہین بدون حکم قاضی یا بلا رضاے غائب کے ولو قال الابن النفقۃ وانت موسر وکذبہ الاب حکم الحال یوم الخصومۃ ولو برہنا فبینۃ الابن خلاصۃ اور اگر ولد غائب سفر سے آیا بعد نفقہ لینے باپ کے اور اُسنے باپ سے کہا کہ تو نے نفقہ لیا اور حالانکہ تو مقدور والا تھا اور باپ نے اُسکی تکذیب کی تو باپ کا حال حکم کریگا خصومت کے دن یعنی اگر نزاع اور خصومت کے دن اُسکا باپ مقدور والا ہوگا تو قول ولد کا مقبول ہوگا اور اگر اُسدن وہ محتاج ہوگا تو باپ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونون اپنے دعوی کے گواہ گذرانین تو ولد کے گواہ مقبول ہونگے کذا فی الخلاصۃ اسواسطے کہ گواہ اثبات کے مقدم مین نفی کے قضی بنفقۃ غیر الزوجۃ زاد الزیلعی والصغیر ومضت مدۃ شہر ای شہر فاکثر سقطت لحصول الاستغناء فیما مضی واذ القضاء سے حکم ہوگیا زوجہ کے سوا اور اقارب کے نفقہ کا اور گذر گئی ایک مہینہ یا زیادہ مدت بلا نفقہ تو گذشتہ مدت کا نفقہ ساقط ہوگیا بسبب حاصل ہونے استغنا کے زمان گذشتہ مین یعنے اقارب کا نفقہ واجب ہی واسطے دفع حاجت کے سو جب مدت گذر گئی تو حاجت بھی نرہی اور زیلعی نے زوجہ کے ساتھ صغیر کو بھی زیادہ کیا ہی ثم زیلعی نے حاوی سے نقل کیا کہ نفقہ صغیر کا دین ہوتا ہی قاضی کے حکم سے نہ غیر صغیر کا انتہی اور صاحب بحر اور نہر نے بھی اُسکو مسلم رکھا ہی شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ یہ غفلت ہی اُن علما کی کہ مقید کو مطلق بیان کرتے ہین اسواسطے کہ ذخیرہ مین حاوی سے بالتصریح ثابت ہی کہ قضاے قاضی سے نفقہ ولد صغیر کا اس شرط سے دین ہوتا ہی جب قاضی صغیر کی ماں کو نفقہ کیواسطے قرض لینے کا حکم کرے اور بدون اس شرط کے محض حکم قاضی سے نفقہ صغیر کا ہرگز دین نہین ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی ملخصا واما دون الشہر ونفقۃ الزوجۃ والصغیر

تقصیر دینا بالقضاء اور مہینے سے کم مدت کا نفقہ محارم کا اور زوجہ اور صغیر کا نفقہ دین ہوجاتا ہی قاضی کے حکم سے م مہینے کی مدت طویل ٹھہری اور اس سے
کم مدت قصیر ہوئی اسواسطے کہ قاضی ہر مہینے مین نفقہ کا حکم دیتا ہی تو باعتبار عادت قضات کے طول اور قصر مذکور ہوا باقی گفتگو نفقہ صغیر کی قول سابق
مین مذکور ہوچکی اور وہی حق ہی واللہ اعلم الا ان یستدین غیر الزوجۃ بامر قاض فلو لم یستدن بالفعل فلا رجوع نفقہ اقارب کا مدت گذرنے سے ساقط ہی
مگر یہ کہ زوجہ کے سوا کوئی محرم قرض لے بحکم قاضی تو دین ہوجاویگا سو اگر بعد حکم قاضی کے محرم نے قرض بالفعل نہ لیا مثلاً غیر کے صدقات سے اپنی گذران کی تو اسکو
رجوع کرنے کا اختیار نہوگا بسبب عدم حاجت اور حصول کفایت کے بل فی الذخیرۃ لو اکل الاطفال من مسألۃ الناس فلا رجوع لامھم بل فی الذخیرہ مین ہی کہ اگر غائب کے اطفال نے
لوگون سے سوال کرکے کھایا بعد حکم استدانت کے تو انکی ماں کو پھیر لینا نفقہ کا اُنکے باپ سے جائز نہین اسواسطے کہ حاجت دفع ہوگئی ولو اعطوا شیأ و استدانت شیأ والنفقۃ من
المال رجعت بالزیادۃ خانیہ اور اگر اطفال کو کچھ نفقہ بطریق سوال ملا اور کچھ نفقہ انکی ماں نے لیا قرض بحکم قاضی اپنے مال سے انپر خرچ کیا تو اُنکے باپ سے پھیر لے جسقدر
زیادہ ہو نفقہ سوال سے کذا فی الخانیۃ ونفق منہا عزاہ فی البحر للمبسوط لکن نظر فیہ فی النھر بانہ لا اثر لانفاقہ بالاستدانۃ حتی لو استدان وانفق من غیرہ دون فی مما استدام
یسقط ایضاً انتہی نفقہ محارم کا اُسوقت دین ہوتا ہی جب قاضی قرض لینے کا حکم کرے اور محرم اُسی مال مقروض سے صرف کرے بحرالرائق مین اس شرط
انفاق کو مبسوط کی طرف نسبت کیا ہی لیکن نہر الفائق مین اس شرط مین گفتگو کی ہی کہ مال مقروض سے صرف کرنے کا کچھ اثر نہین یہانتک کہ اگر محرم قرض لے اور
غیر قرض سے صرف کرے اور اسکو قرض سے ادا کرے تو بھی نفقہ ساقط نہوگا انتہی کلامہ م شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ غیر قرض دو حال سے خالی نہین کہ وہ محرم کا مال ہی یا کسی
اجنبی کا اگر اُسیکا مملوک ہی تو نفقہ ساقط ہوا بسبب دفع حاجت کے اور اگر غیر کا مال ہی تو اُسیکا نام قرض ہی تو قرض سے صرف کرنا اُسپر صادق آیا تو معلوم ہوا کہ اعتراض
صاحب نہر کا محض بیجا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی فلو مات الاب ومن علیہ النفقۃ بعدھا ای الاستدانۃ المذکورۃ فھی ای النفقۃ دین ثابت فی ترکتہ فی الصحیح
بحر ثم نقل عن البزازیۃ تصحیح ما یخالفہ ونقلہ المصنف عن الخلاصۃ قائلا ولو لم ترجع حتی مات لم تاخذھا من ترکتہ ھو الصحیح انتہی ملخصاً فلیتامل سو اگر باپ مرجاے یا
وہ شخص مرے جسپر نفقہ دینا واجب ہی بعد استدانت مذکورہ کے تو وہ نفقہ دین ثابت ہوگا میت کے مال مین بقول صحیح کذا فی البحر عن الذخیرۃ پھر صاحب بحر نے
اسکے مخالف بزازیہ سے تصحیح نقل کی یعنی نفقہ مذکورہ مال میت سے نہ لیا جاویگا بقول صحیح اور مصنف نے منح الغفار مین خلاصہ سے نقل کیا یون بیان
کرکے کہ اگر ماں نے صغیر کا نفقہ بحکم قاضی قرض لیا اور اسکو اسکے باپ سے نہ پھیر لیا یہانتک کہ اُسکا باپ مرگیا تو باپ کے مال متروک سے نہ لے سکیگی یہی قول
صحیح ہی انتہی قول المصنف ملخصاً تو اس مقام مین تامل کرنا چاہیے م حلبی نے کہا کہ یہ امر تامل کرنے کا مفتی کیواسطے ہی یعنی جب دو قولون مین تصحیح مختلف ہوئی تو مفتی غور اور
تامل کرے جسمین آسانی خلق پر ہو اُس قول کو اختیار کرے چنانچہ شارح نے خطبہ کتاب مین اس قاعدہ کیطرف اشارہ کیا ہی وفی البدائع الممتنع من نفقۃ القریب المحرم
یضرب ولا یحبس لفواتھا بمضی الزمن فیستدرک بالضرب وقیدہ فی البحر بحثاً بما فوق الشھر لعدم سقوط ما دونہ کما مر اور بدائع مین ہی کہ جو شخص اپنے قریب محرم کو
نفقہ نہ دے تو اُسپر مار پڑیگی اور قید نہوگا بسبب ساقط ہوجانے نفقہ کے مدت گذر جانے سے تو اسکا تدارک مار نے سے ہی اور بحرالرائق مین بنابر بحث کے نہ بنا بر روایت
کے عدم حبس کو مقید کیا ہی بقید ما فوق الشھر اسواسطے کہ مہینے سے کمتر مدت کا نفقہ ساقط نہین ہوتا چنانچہ اُسکا بیان عنقریب ہوچکا م عدم حبس سے یہ
مراد نہین کہ حبس اُسکا مطلقاً جائز نہین بلکہ مراد یہ ہی کہ مجرد حبس بلا ضرب کافی نہین اسواسطے کہ فصل حبس مین اشباہ سے منقول ہوگا کہ محبوس کا مارنا جائز ہی اگر وہ
اپنے قریب کو نفقہ دو دیتا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یصح الامر بالاستدانۃ لترجع علیہ بعد بلوغہ اور قاضی کا حکم صغیر کیواسطے قرض لینے کا صحیح نہین تا کہ ماں قرض لیکر
اُسکو کھلادے اور بعد بالغ ہونے صغیر کے اُس سے پھیر لے یعنی قاضی کو استدانت کا حکم دینا جائز نہین مگر دو صورت مین ایک یہ کہ صغیر کا مال ہو مگر اُس شہر مین
نہو دوسری صورت یہ ہی کہ جسپر صغیر کا نفقہ واجب ہی وہ زندہ ہو کذا فی منح الغفار وتجب النفقۃ بانواعھا المملوکہ منفعۃ وان لم یملک رقبتہ کموصی بخدمتہ اور
واجب ہی تینون قسم کا نفقہ اپنے مملوک کا اگرچہ اُسکی ذات کا مالک نہو فقط منفعت کا مالک ہو چنانچہ کسی نے اپنے غلام کو دوسرے کی خدمت کیواسطے
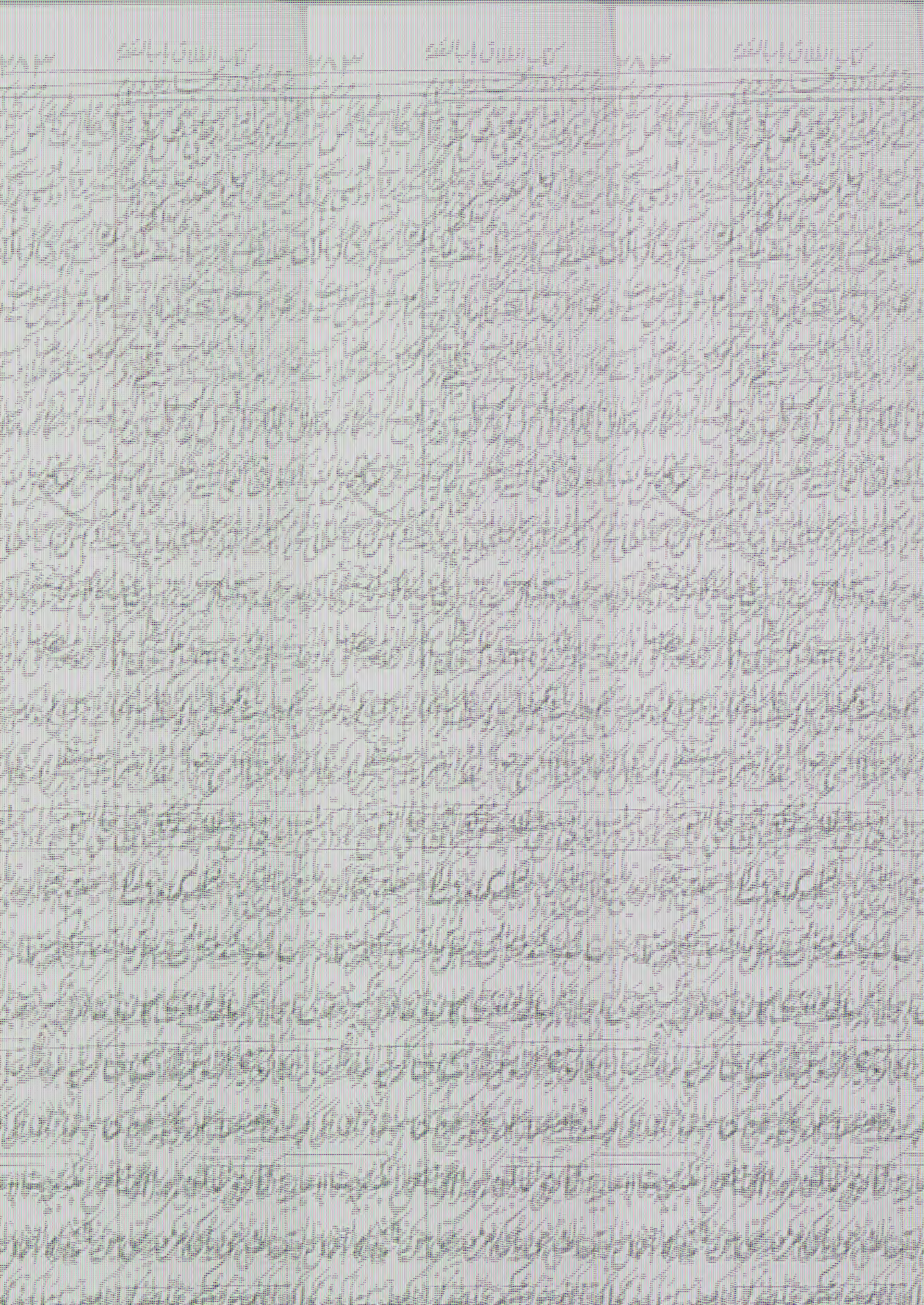
تنازعا فی عبد او دابۃ فی ایدیہما یجبران علی نفقتہ اور مجتبی مین ہی کہ دو شخصون نے جھگڑا کیا غلام یا جانور مین جو اُن دونون کے قبضے مین ہی تو اُنپر جبر کیا جاویگا اسکے
نفقہ مین یعنی دونون سے زبردستی اُسکا قوت دلایا جاویگا تا وقتیکہ ایک کا دعوی ثابت ہو نفقۃ العبد المغصوب علی الغاصب الی ان یردہ الی مالکہ
غلام مغصوب کا نفقہ غاصب پر واجب ہی یہانتک کہ اسکے مالک کے پاس اُسکو پہونچاوے فان طلب الغاصب من القاضی الامر بالنفقۃ او البیع
لا یجیبہ لانہ مضمون علیہ ولکن ان خاف القاضی علی العبد الضیاع باعہ القاضی لا الغاصب وامسک القاضی ثمنہ لمالکہ سو اگر طلب کرے
غاصب قاضی سے اجازت نفقہ کی یعنی قرض لیکر نفقہ دیا جاوے اور غلام کی قیمت مین قرض مجرا ہو یا بیع کی اجازت مانگے تو قاضی اُسکو نہ قبول کرے اسواسطے کہ غاصب
پر تاوان ہر صورت ثابت ہی خواہ غلام زندہ رہے یا مرے لیکن اگر قاضی ڈرے غلام کی ہلاکی پر بسبب فاقہ کشی کے تو اُسکو قاضی بیچ ڈالے نہ غاصب اور اُسکی قیمت کو
قاضی اُسکے مالک کیواسطے رکھ چھوڑے جب آوے تب اُسکو دے طلب المودع او اخذ الآبق او احد شریکی عبد غاب احدہما من القاضی الامر بالنفقۃ علی
عبد الودیعۃ ونحوہ لا یجیبہ لئلا تاکلہ النفقۃ بل یوجرہ وینفق منہ او یبیعہ ویحفظ ثمنہ لمولاہ دفعا للضرر طلب کیا امانت دارنے یا بھاگے غلام کے پکڑنے
والے نے یا غلام کے ایک مالک نے دوسرے سے مالک کی غیبت مین طلب کیا قاضی سے قرض لینے کا حکم امانت کے غلام کے نفقہ کیواسطے اور مانند اُسکے یعنی غلام
گریختہ یا مشترک کے نفقہ کیواسطے تو قاضی اُسکو نہ قبول کرے یعنی اجازت قرض کی اُن غلامون کے نفقات کیواسطے نہ دے تا کہ نفقہ نہ اُسکو کھا جاوے یعنی کثرت
قرض سے غلام کی قیمت اُسمین مجرا ہو جاوے بلکہ قاضی اُس غلام کو اجارہ دے اور اُسکی مزدوری سے اُسکو کھلاوے یا اُسکو بیچ ڈالے اور اُسکی قیمت کو اُسکے مولی کیواسطے
رکھ چھوڑے تا کہ مولی کا ضرر نہو مع اجارہ غلام گریختہ کا یہ تجویز ہی صاحب نہر کی نزد روایت مذہب کی تو شارح پر اسکا آگاہ کرنا ضرور تھا کذا فی حاشیۃ المدنی والنفقۃ علی الآجر
والراہن والمستعیر والکسوۃ علی المعیر وتسقط بالعتقۃ ولو زمنا وتلزم بیت المال خلاصۃ اور نفقہ غلام کا اجارہ دینیوالے پر ہی نہ مستاجر پر اور گرو کرنے والے پر ہی نہ مرتہن پر اور عاریت
مانگنے والے پر ہی نہ عاریت دینیوالے پر اور لباس تو عاریت دینیوالے پر واجب ہی اور ساقط ہوتا ہی نفقہ غلام کا اُسکے آزاد کر دینے سے اگرچہ غلام لولا ہو اور ایسے عاجز کا
نفقہ مسلمین کے بیت المال مین لازم ہی کذا فی الخلاصۃ اور اسیطرح شیخ کبیر اور مرد بیمار کا نفقہ بیت المال مین ہی اگر اُسکے پاس مال نہو اور کوئی قرابت دار نہو کذا فی العالمگیریۃ عن الغیاث
دابۃ مشترکۃ بین اثنین متنع احدہما من الانفاق اجبرہ القاضی لئلا یتضرر شریکہ جوہرۃ جانور چارپایہ مشترک ہی دو مالکون مین ایک مالک اُسپر کچھ صرف نہین کرتا تو قاضی اُسپر
زبردستی کرے اور اُس سے بھی صرف کراوے تا کہ اسکے شریک کو ضرر نہ پہونچے کذا فی الجوہرۃ وفیہا ویومر انا بالبیع او بالانفاق علی بہائمہ دیانۃ لا قضاء علی ظاہر المذہب
للنہی عن تعذیب الحیوان واضاعۃ المال اور جوہرہ مین ہی کہ جانور کے مالک سے کہا جاوے کہ یا انکو بیچ ڈالے یا اپنے چوپایون کو چارہ پانی دے یہ امر دیانۃ کیا جاوے یعنی اگر کوئی
فتوی پوچھے تو فتوی دے بطریق بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نہ قضاء یعنی بحکومت جبر نکرے بنا بر ظاہر مذہب کے ہدایہ مین کہا کہ عدم جبر اصح ہی الانفاق کا امر اسواسطے کرے کہ حدیث
مین نہی وارد ہی جاندار کی تکلیف رسانی سے اور مال کے ضائع کرنے سے اور حیوان کے نفقہ نہ دینے مین دونون ممنوع کام مجتمع ہین تعذیب بھی اور اضاعت بھی وعن الثانی یجبر ورجحہ
الطحاوی وفی الکمال وبہ قالت الائمۃ الثلثۃ اور ابو یوسف سے منقول ہی کہ جانور کے مالک پر جبر کیا جاوے انفاق پر اور اسی قول کو ترجیح دی ہی طحاوی اور کمال الدین نے
فتح القدیر مین کہ اگرچہ بیان کوئی مدعی نہین لیکن مالک کے ترک واجب مین تامل نہین تو قاضی ترک واجب ہی پر جبر کرے اور یہی قول ہی امامون کا یعنی مالک اور شافعی اور احمد کا اور یہی
حق ہی کذا فی فتح القدیر ولا یجبر فی غیر الحیوان وان کرہ تضییع المال مالم یکن لہ شریک کما مر اور نہ جبر کیا جاوے سواے جاندار کے اور مال پر صرف کرنے کا چنانچہ گھر اور زمین اور باغ
کی مرمت مین اگرچہ مکروہ ہی مال کا ضائع کرنا جب تک کہ اُسکا دوسرا شریک نہو اور اگر اُسکا دوسرا شریک ہوگا تو بنظر ضرر شریک کے غیر حیوان مین بھی جبر
ہوگا چنانچہ مصنف شریک کا مسئلہ مذکور ہو چکا قلت وفی الجوہرۃ فان کان العبد مشترکا فامتنع احدہما انفق الثانی ورجع علیہ ونقل المصنف تبعا للبحر عن الخلاصۃ انفق
الشریک علی العبد فی غیبۃ شریکہ بلا اذن الشریک او القاضی فہو متطوع فکذا النخیل والزرع والودیعۃ واللقطۃ والدار المشترکۃ اذا استرمت شارح
کہتا ہی اور جوہرہ مین ہی کہ اگر غلام مشترک ہو دو شخصون مین اور ایک شریک اُسکو نفقہ نہ دیتا ہو تو دوسرا شریک اُسکو نفقہ دے اور اپنے شریک سے

بقدر اُسکے حصے کے پھیر لے برابر ہو کہ اُسکو قاضی نے صرف کرنے کا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو اور مصنف نے منح الغفار مین باتباع بحرالرائق کے خلاصہ سے نقل کیا ہو کہ ایک شریک نے عبد مشترک پر صرف کیا دوسرے شریک کی غیبت مین بلا اجازت شریک اور بدون حکم قاضی کے تو اسنے احسان کیا یعنی شریک غائب سے بقدر اسکے حصے کے پھیر نہین سکتا اور یہی حکم ہو نخلستان اور کھیت اور ودیعۃ اور لقطہ اور مشترک گھر کا جبکہ وہ مرمت طلب ہو تو ان چیزون مین صرف کرنے والا بدون حکم قاضی کے اپنے مصارف کو اُنکے مالک یا شریک سے پھیر نہین سکتا ملا حلبی نے کہا کہ جوہرہ اور خلاصہ کی روایت مین یہ فرق ہو کہ جوہرہ کی روایت مین شریک وہان حاضر ہو اور غلام شریک پر صرف نہین کرتا ہو بسبب شرارت و سرکشی کے لہذا اُس سے پھیر لینا صرف کا درست ہو بخلاف خلاصہ کی روایت کے کہ وہان شریک حاضر نہین غائب ہو لہذا اُسکی سرکشی ثابت نہین تو پھیر لینا بھی لازم نہین تو معلوم ہوا کہ دونون روایتون مین تناقض نہین واللہ اعلم جوہرہ مین ہو کہ اگر جانور کو چارہ کم ملتا ہو تو اُسکا دودھ نہایت نچوڑ کر دوھنا مکروہ ہو اور اگر دودھ کی کثرت ہو نہ دوھنا بھی مکروہ ہو کہ تکلیف کا سبب ہو اور اگر جانور کا بچہ ہو تو جو اُسکے پینے سے زیادہ بچے تو اُسکو دوھے جبتک کہ بچہ چارہ نہ کھاتا ہو اور مستحب ہو کہ دوھنے والا اپنے ناخن بڑے نہ رکھے تاکہ جانور کو تکلیف نہو اور اگر سواری اور لادنے کا جانور ہو تو طاقت سے زیادہ اسپر بوجھ نہ لادے اور زیادہ منزل نکرے کذا فی العالمگیریۃ

كتاب العتق

یہ کتاب ہو آزادی کے احکام مین کتاب الطلاق کے بعد کتاب العتق کو اسواسطے مذکور کیا کہ دونون مشترک ہین رفع قید مین یعنی طلاق عبارت ہو رفع قید نکاح سے اور عتق عبارت ہو رفع قید مملوکیت سے اہل تاریخ نے ذکر کیا ہو کہ سید الابرار رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے تریسٹھ غلام آزاد کیے اور حجۃ الوداع مین تریسٹھ اونٹ دست مبارک سے نحر کیے اور تریسٹھ ہی برس اس عالم مین رہے اور صدیق اکبر بھی اتنا ہی جیے اور اتنے ہی غلام آزاد کیے اور عبدالرحمن بن عوف نے تیس ہزار غلام آزاد کیے کذا فی حاشیۃ المدنی خیرت الاسقاطات باسماء اختصارا فاسقاط الحق عن القصاص عفو وعما فی الذمۃ ابراء وعن البضع طلاق وعن الرق عتق حقوق کے اسقاط شرع مین جدے جدے نام رکھے گئے ہین بنابر اختصار کے تاکہ بولنے مین زیادتی کلمات کی حاجت نہ پڑے تو حق قصاص کے اسقاط کا نام عفو ہو اور اسقاط دین کا نام ابراء ہو اور اسقاط حق وطی کا نام طلاق ہو اور اسقاط ملک رقبہ کا نام عتق ہو مناسب یون تھا کہ شارح یون کہتا کہ عن الرق عتاق اسواسطے کہ عتق لازم ہو اور عتاق متعدی تو عتق سقوط حق ملک ہو اور عتاق اسقاط حق ہو وعنون بہ لا بالاعتاق لیعم نحو استیلاد و ملک قریب اور مصنف نے اس کتاب کا عنوان بلفظ عتق کیا نہ بلفظ اعتاق یعنی کتاب العتق کہا نہ کتاب الاعتاق تاکہ لفظ عتق کا منضمن احکام استیلاد اور ملک قریب کو بھی شامل رہے اسواسطے کہ استیلاد اور ملک قریب عتق ہو نہ عتاق کیونکہ اعتاق عبارت ہو ایقاع عتق سے اور استیلاد اور ملک قریب مین وقوع عتق ہو نہ ایقاع عتق اور یہ تصریح شارح کی مخالف ہو قول سابق کے کہ وہان اسقاط ملک مولی کو عتق بولا ہو اور اسقاط مولی کا فعل ہو اور اسیکا نام اعتاق ہو اور کنز اور ملتقی الابحر مین کتاب الاعتاق کر تعبیر کیا ہو نظر بغالب احکام ہو لغۃ الخروج عن المملوکیۃ من باب ضرب مصدرہ عتق وعتاق عتق لغت عرب مین مملوکیت سے نکلنے کو کہتے ہین کذا فی المغرب عتق بالکسر اور عتاق بالفتح اور اسیطرح عتاقہ باب ضرب یضرب کے مصادر ہین م ہرچند لغت عرب مین عتق بمعنی کرم اور جمال اور سبقت اور قدم اور قوت کے بھی آیا ہو لیکن چونکہ معنی لغوی اور شرعی مین مناسبت ضرور ہو لہذا شارح نے یہان فقط حریت یعنی خروج عن المملوکیت کو اختیار کیا کہ معنی شرعی سے اسکو نہایت مناسبت ہو بلکہ درحقیقت اتحاد ہو بخلاف اور معانی کے کہ انمین ایسی مناسبت صریح نہین اور جبکہ غلام آزاد ہو اتو اسکو عتیق اور معتق اور محرر بولتے ہین و شرعاً عبارۃ عن اسقاط المولی حقہ عن مملوکہ بوجہ مخصوص یصیر المملوک بہ ای بالاسقاط من الاحرار اور اصطلاح شرع مین عتق عبارت ہو اسقاط حق الملکیت سے یعنی مولی اپنے حق کو اپنے مملوک سے ایسی مخصوص وجہ سے ساقط کردے کہ اسکا مملوک اس اسقاط کے سبب سے احرار مین داخل ہو یعنی آزاد ہو جاوے غلام نہ باقی رہے تو تدبیر قبل موت مولی کے اور کتابت قبل ادا ے بدل کتابت کے عتق کی تعریف سے نکلگئی مولی کے حقوق جیسے بیع کرنا اور مکاتب کرنا اور مدبر کرنا اور مملوکہ کی وطی اور غیر سے نکاح کردینا اور خدمت لینا عتق سے یہ سب ساقط ہو جاتے ہین اور وجہ مخصوص سے مراد صریحاً لفظ عتق کا کہنا یا کنایۃ بہ نیت عتق یا مملوک کو اپنا قریب بتانا یا حریت کا اقرار کرنا یعنی اگر غیر کے غلام کو کوئی آزاد کہے پھر اُسکا مالک ہو تو وہ آزاد ہوگا چنانچہ مزید تصریح ان وجوہ کی مسائل سے معلوم ہوگی کہ

اللفظ الدال علیہ او ما یقوم مقامہ کملک قریب و دخول حربی اشتری مسلما دار الحرب اور رکن عتق کا وہ لفظ ہی جو ازادے پر دلالت کرے یا وہ فعل جو قائم مقام ہو اُسکے جیسے قریب
کا مالک ہونا اور مدخل ہونا حربی کا دار الاسلام مین یا ہان پھر غلام مسلمان خرید کرکے دار الحرب مین لیجانا تو مجرد داخل ہونے دار الحرب کے غلام مسلمان آزاد ہو جاویگا بدون آزاد
کرنے کے نزدیک امام کے اور اسی طرح اگر حربی غلام مسلمان ہو کر دار الاسلام مین آ ویگا تو آزاد ہو جاویگا اور اگر حربی غلام دار الحرب مین مسلمان ہوگا تو بالاتفاق امام اور
صاحبین کے آزاد نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن المنح وصفتہ واجب لکفارۃ ومباح بلا نیۃ لانہ لیس بعبادۃ حتی صح من الکافر ومندوب لوجہ اللہ تعالی لحدیث عتق
الاعضاء اور وصف عتق کا یہ ہی کہ وہ واجب ہی اور مباح اور مستحب اور مکروہ اور حرام عتق واجب تو وہ ہی جو کفارۂ قتل اور ظہار اور افطار اور قسم مین آزاد کرے اور
عتق مباح وہ جو بلا نیت ہو عتق مین نیت شرط نہین اسواسطے کہ وہ عبادت نہین یہانتک کہ کافر کا آزاد کرنا بھی صحیح ہی اور حالانکہ کافر لائق عبادت کے نہین ہان اگر مسلمان
واسطے رضائے حقتعالی کے آزاد کریگا تو اسوقت عتق البتہ عبادت ہو جاویگا اور عتق مستحب وہ ہی جو حق تعالی کی خوشنودی کیواسطے ہو بموجب اُس حدیث کے جسمین عتق اعضا کا ذکر ہی صحاح
ستہ مین ابو ہریرہ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان کو آزاد کریگا تو حقتعالی اسکے ہر عضو کے عوض مین آزاد کرنے والے کا ہر عضو دوزخ سے آزاد کریگا
کذا فی حاشیۃ المدنی وہل یحصل ذلک بتدبیر وشراء قریب الظاہر نعم اور کیا یہ ثواب یعنی عتق اعضا مدبر کرنے مین اور اپنے قریب کے مول لینے مین حاصل ہوگا یا نہین ظاہر
جواب یہ ہی کہ ہان انمین بھی ایسا ہی ثواب متوقع ہی اسواسطے کہ مدبر کرنا بھی عبارت ہی اعتاق سے اگرچہ بعد موت مالک کے ہی اور شراء قریب مین دوہرا ثواب ہی ایک اعتاق
کا اور دوسرا صلۂ رحمی کا ومکروہ لفلان اور عتق مکروہ یہ ہی جو کسی آدمی کی خاطر سے ہو مکروہ اسواسطے ہوا کہ ایسا عمدہ کام بیفائدہ ہو گیا اور بحر الرائق مین بروایت محیط اسکو مباح مین
شمار کیا ہی تو ظاہر اکراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وحرام بل کفر للشیطان اور عتق حرام وہ ہی جو شیطان کیواسطے ہو بلکہ یہ تو کفر ہی یعنی اگر عتق
سے تعظیم شیطان مقصود نہو تو حرام ہی اور اگر تعظیم منظور ہو تو صاف کفر ہی بہر صورت شیطانی کام ہی اور اسیطرح بت کیواسطے آزاد کرنا اور اگر ظن غالب ہو کہ غلام دار الحرب
مین چلا جاویگا یا مرتد ہو جاویگا یا چوری یا قطع الطریقی کریگا تو اُسکا بھی آزاد کرنا حرام ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وصح من حر مکلف ولو سکران او مکرہا او مخطئا او ہازلا
او لا یعلم بانہ مملوکہ کقول لغاصب للمالک او البائع للمشتری اعتق عبدی ہذا واشار الی المبیع عتق صحیح ہی آزاد کرنا حر مکلف سے یعنی عاقل بالغ سے اگرچہ وہ مست ہو یا زبردستی
کسی نے آزاد کروایا ہو اس سے یا کہ مولی چوک گیا ہو اسطرح پر کہ مثلا اُسکے غلام کا نام صالح تھا سو اُسنے چاہا کہ یون پکارے کہ یا صالح سو اُسکے منہ سے نکل گیا یا حر یعنی اے آزاد
یا اگرچہ مولی بیمار ہو بمرض الموت یا وہ نجانتا ہو کہ یہ میرا غلام ہی چنانچہ غاصب نے مالک سے یا بائع نے مشتری سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کردے اور اشارہ کیا
مبیع کیطرف مشتری نے اور مغصوب کیطرف غاصب نے تو وہ آزاد ہو جاویگا یعنی غاصب نے غلام مغصوب کیطرف اشارہ کرکے مالک سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کر
سو مالک نے ناواقفیت سے اُسکو آزاد کردیا تو وہ غلام مالک کا آزاد ہو جاویگا اور اسیطرح اگر مشتری نے غلام مبیع کیطرف اشارہ کرکے بائع سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کردو
حالانکہ مشتری کو یہ معلوم نہین کہ یہ میرا غلام ہی سو بائع نے اُسکو آزاد کردیا تو وہ غلام آزاد ہوگا مشتری کیجانب سے اور مشتری اُسکا قابض ٹھہریگا اور قیمت دینا اسکو لازم ہوگا
کذا فی المنح عن الکشف الکبیر مستی اور اکراہ اور خطا اور ناواقفیت مانع عتق کی نہین اسواسطے کہ احادیث سے ثابت ہو چکا ہی کہ ہزل سے بھی عتق صحیح ہوتا ہی تو معلوم ہوا کہ
قصد اور رضامندی اسمین ضرور نہین چنانچہ اسکی تصریح کتاب النکاح اور کتاب الطلاق مین مذکور ہو چکی لا من صبی ومدہوش ومعتوہ ومبرسم ومغمی علیہ ومجنون و
نائم کما لا یصح طلاقہم صحیح نہین آزاد کرنا صغیر کا اور شخص متحیر کا اور مختلط الکلام فاسد التدبیر کا اور جسکی عقل بجا نرہی ہو برسام کے مرض سے اور بیہوش کا اور
مجنون کا اور سونے والے کا جیسے کہ اُنکی طلاق صحیح نہین ولو اسندہ لحالۃ منافیۃ کما ذکرا وقال وانا حربی فی دار الحرب وقد علم ذلک فالقول لہ اور اگر مالک نے عتق کو منسوب
کیا حالات مذکورہ کیطرف یعنی یون کہا کہ مین نے غلام کو بچپن یا جنون یا بیہوشی مین آزاد کیا تھا یا یون کہا کہ جب مین نے آزاد کیا تھا تو مین حربی تھا دار الحرب
مین اور یہ حال لوگون کو معلوم بھی ہو تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا یعنی غلام نہ آزاد ہوگا بسبب عدم اہلیت عتق کے فی ملکہ ولو رقبۃ لمکاتب فخرج عتق الحمل اذا
ولدتہ لستۃ اشہر او اکثر ولو اقل صح صحیح ہی عتق حر مکلف کا اپنی ملک مین اگرچہ ذات کی ملکیت ہو نہ تصرف کی جیسے مکاتب اور قید ملکیت سے نکل گیا اعتق حمل حربی کر

لونڈی پورے چھ مہینے یا زیادہ مین جنی اور اگر چھ مہینے سے کمتر مین جنی تو عتق صحیح ہی یعنی اگر مالک نے اپنی لونڈی سے کہا کہ مین نے تیرے حمل کو آزاد کیا تو اگر بعد اس قول کے چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو لڑکا آزاد ہوگا اسواسطے کہ وقت قول مولی کے بالیقین لڑکا پیٹ مین موجود تھا تو مملوک بھی تھا اسواسطے کہ اقل مدت حمل چھ مہینے ہین اور اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ مین پیدا ہوگا تو قول مولی کیوقت حمل کا ہونا مشکوک ہی ہوا یا نہو تو شک سے ملکیت نہ ثابت ہوگی تو آزاد بھی نہوگا اسواسطے کہ بدون ملک کے عتق صحیح نہین **ولو باضافته الیه کان ملکتک اوالی سببه کان اشتریتک فانت حر** عتق مالک کا صحیح ہی اگرچہ باضافت الی الملک ہو چنانچہ زید نے عمرو کے غلام سے کہا کہ اگر مین تیرا مالک ہون تو تو آزاد ہی پھر اُسکو خرید کیا تو وہ آزاد ہو جائیگا یا سبب ملک کیطرف اضافت کی چنانچہ یون کہا عمرو کے غلام سے کہ اگر مین تجھکو خرید کرون تو تو آزاد ہی تو بعد خرید کے وہ آزاد ہوگا خلاصہ یہ کہ عتق صحیح نہین مگر ملک سے یا تعلیق بملک سے یا تعلیق بسبب ملک سے

بخلاف ان مات مورثی فانت حر لا یصح لان الموت لیس سببا للملک بخلاف اس قول کے کہ وارث نے مورث کے غلام سے کہا کہ اگر میرا مورث مرجائیگا تو تو آزاد ہی تو یہ عتق صحیح نہین اسواسطے کہ موت مورث ملک کا سبب نہین اسواسطے کہ جائز ہی کہ موت مورث کی وارث کے قتل کرنے سے ہو اور حالانکہ قتل مورث سے وارث کو وراثت نہین پہونچتی یا احتمال ہی کہ مورث کی موت کیوقت وارث مرتد ہو جاوے یا کہ وہ غلام مورث کے قبل از موت اسکی ملک سے نکل جاوے ہان اگر یون کہے کہ اگر مین تجھکو ارث مین پاؤن تو تو آزاد ہی تو عتق صحیح ہوگا اسواسطے کہ ارث ملک کا سبب ہی

ومن لطائف التعلیق قوله لامته ان مات ابی فانت حرة فباعها ابوه ثم نکحها فقال ان مات ابی فانت طالق ثنتین فمات الاب لم تطلق ولم تعتق ظهیریه وکانه لان الملک ثبت مقارنا لهما بالموت فتامل اور تعلیق کے عمدہ مسائل سے مولی کا یہ قول ہی اپنی لونڈی سے کہ اگر میرا باپ مرے تو تو آزاد ہی پھر اُس لونڈی کو اپنے باپ کے ہاتھہ بیچ ڈالا پھر اُس سے نکاح کیا پھر یون تعلیق کی کہ اگر میرا باپ مرے تو تجھکو دو بار طلاق ہی پھر اُسکا باپ مرگیا تو وہ لونڈی نہ مطلقہ ہوگی نہ آزاد ہو کذا فی الظہیریۃ اور شاید کہ طلاق اور عتق اسواسطے واقع نہونگے کہ ولد کی ملک ثابت ہوئی مقارن اور متصل طلاق اور عتاق کے باپ کی موت کے سبب سے یعنی باپ کے مرتے ہی ملک و طلاق اور عتاق معاً پائی گئی اسواسطے کہ وارث نہین ہوتا مگر بعد موت مورث کے اور طلاق اور عتاق بسبب تعلیق بالموت کے وارد ہوئی تو جب تینون دفعۃً پائے گئے تو ملک کا مقدم ہونا طلاق اور عتاق کی شرطون پر نہ ثابت ہوا تو بمجرد مالک ہونے کے نکاح لونڈی کا فسخ ہوگیا تو طلاق کیواسطے محل وقوع نہ باقی رہا اسواسطے کہ محل طلاق منکوحہ ہی نہ مملوکہ اور عتق نہین ہوتا مگر بعد تقدم ملک کے حالانکہ یہان ملک اور عتق مین تقدم نہین بلکہ اقتران ہی اور چونکہ یہ تعلیل دقیق اور مشکل تھی لہذا شارح نے کہا کہ اسمین تامل اور غور کر **بصریحه بلا نیة** عتق صحیح ہی صریح عتق سے بدون نیت کے الفاظ عتق دو قسم ہین صریح اور کنایہ صریح وہ ہی جو لغت اور شرع مین مستعمل ہوتا ہو مگر عتق مین تو لفظ صریح کے بولنے سے بدون نیت کے بھی عتق واقع ہوتا ہی اسواسطے کہ نیت اسوقت مشروط ہی جب مراد متکلم مین اشتباہ ہو اور صریح مین تو اشتباہ نہین لہذا نیت کی بھی حاجت نہین کذا فی منح الغفار **سواء وصفه به کانت حر** برابر ہی کہ عتق صریح کو بصیغۂ وصف لاوے یا بصیغۂ خبر وصف سے وہ لفظ مراد ہی جو ذات اور مصدر پر دلالت کرے چنانچہ یون کہے کہ تو حر ہی لفظ حر کا وصف ہی اسواسطے کہ حر اُس ذات کو کہتے ہین جسمین حریت پائی جاوے **او عتیق** یا یون کہے غلام سے کہ تو عتیق ہی یعنی معتق ہی ہر چند لفظ عتق کا مصدر ہی اسمین ذات کے معنی نہین لیکن مصدر بمعنی وصف مستعمل ہی چنانچہ زید عدل مین عدل بمعنی عادل مشہور ہی **او معتق او محرر** یا یون کہے غلام سے کہ تو عتیق یا معتق یا محرر ہی یعنی آزاد ہی **ولو ذکر الخبر فقط کان کنایة** اور اگر ان الفاظ مذکورہ کو فقط خبر لاوے بدون ذکر مبتدا کے تو کنایہ ہونگے یعنی انت حر نہ کہے بلکہ یون کہے کہ حر یا عتیق یا معتق یا محرر تو اسوقت مین عتق صریح نہونگے بلکہ کنایہ ہونگے یعنی بدون نیت کے عتق نہ ثابت ہوگا چنانچہ خانیہ مین ہی کہ اگر کسی نے کہا حر پھر کسی نے اُس سے پوچھا کہ تو نے کسکو حر کہا سو اُسنے جواب دیا کہ اپنے غلام کو کہا تو اُسکا غلام آزاد ہوگا کذا فی منح الغفار **او اخبر نحو حررتک او عتقتک او اعتقک الله فی الاصح ظهیریة** یا عتق صریح کو بصیغۂ خبر لاوے اگرچہ جملہ خبریہ یہان فی الحقیقت بمعنی انشا ہی چنانچہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ مین نے تجھکو محرر کیا یا معتق کیا یا خدا نے تجھکو آزاد کیا اعتقک اللہ قول اصح مین عتق صریح ہی نیت کا محتاج نہین کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ یہ لفظ عرف مین مستعمل نہین مگر انشاء عتق مین جیسے بدیون ابراک اللہ کہنا ابرا کیواسطے مستعمل ہی کذا فی حاشیۃ المدنی **او هذا مولای او نادی نحو یا مولای او یا مولاتی** یا غلام کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ میرا مولی ہی یا غلام کو اسطرح

پکارا کہ یا مولاے یا لونڈی کو یون پکارا کہ یا مولاتی م مولا کا لفظ مشترک ہو معانی کثیرہ مین چنانچہ ابن اثیر نے بیس معانی سے زیادہ شمار کیے ہین از انجملہ ناصر اور
ابن عم اور مالک اور آزاد لیکن جب غلام کو مولی کہا تو کوئی معنی مناسب نہین ہوتے سواے آزاد کے لہذا اس لفظ سے بلا نیت عتق ثابت ہوگا بنا بر قول اصح کے کذا فی
المنح عن الولوالجیہ بخلاف انا عبدک فی الاصح بخلاف اس قول کے کہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ مین تیرا غلام ہون اس قول سے عتق نہین ہوتا قول اصح مین اسواسطے کہ
یہ کلمہ تلطف اور مہربانی کا ہو نہ عتق کا او یا حر او یا عتیق ولو قال اردت الکذب او حریۃ من العمل دین یا غلام کو یون پکارا کہ یا حر یا عتیق اور اگر مالک نے کہا کہ مین نے
اس قول سے کذب کا ارادہ کیا یا کام لینے سے آزاد کرنا مقصود تھا نہ عتق تو دیانۃً اسکی تصدیق ہوگی بسبب احتمال کے نہ قضاءً اسواسطے کہ ظاہر لفظ کے مخالف ہو الا
اذا سماہ بہ واشہد وقت تسمیۃ خانیۃ فلا یعتق مالم یرد الانشاء وکذا فی الطلاق حر اور عتیق سے عتق ثابت ہوتا ہو مگر جبکہ مالک نے غلام کا حر یا عتیق نام رکھے اور
نام رکھنے کیوقت لوگون کو اسکا شاہد بھی کردے کذا فی الخانیۃ تو اب حر یا عتیق کہنے سے غلام آزاد نہوگا جب تک کہ ایجاد عتق کا ارادہ نکریگا اور اسیطرح طلاق کا بھی
حکم یعنی اگر زوجہ کا طالق یا مطلقہ نام ہو اور لوگ اسکو جانتے ہون تو طالق یا مطلقہ کہنے سے طلاق نہ واقع ہوگی جبتک کہ طلاق کا ارادہ نکریگا ثم بعد تسمیۃ بالحر اذا ناداہ براونہ
بالعجمیۃ کیا آزاد او عکس بان سماہ باز اد و ناداہ بالعربیۃ بیا حر عتق لعدم العلمیۃ پھر غلام کو مسمی بحر کرنے کے بعد جب اسکو زبان عجمی مین بلفظ آزاد پکاریگا چنانچہ یا
آزاد یا اسکے بالعکس کرے یعنی اسکا آزاد نام رکھے اور زبان عربی مین اسکو بلفظ عربی پکارے چنانچہ یا حر تو وہ غلام آزاد ہوجاویگا بسبب عدم علمیت کے اسواسطے کہ پہلی صورت
مین اسکا حر نام ہی نہ آزاد ہو اور دوسری صورت مین اسکا آزاد نام ہو نہ حر وکذا راسک حر و وجہک حر ونحوہما مما یعبر بہ عن البدن کما مر فی الطلاق اور اسیطرح غلام آزاد ہوگا
یون کہنے سے کہ تیرا سر آزاد ہو یا تیرا چہرہ آزاد ہو اور مانند ان اعضا کے جنسے کل بدن کی تعبیر ہوتی ہو چنانچہ ذکر ان اعضا کا کتاب الطلاق مین گذر گیا ولو اضافہ بجزء شائع کثلثہ عتق
ذلک القدر لتجزیہ عند الامام کما یجیٔ اور اگر عتق کو جزء شائع کیطرف مضاف کیا مثلاً یون کہا کہ ثلث آزاد ہو یا نصف آزاد ہو تو اسیقدر آزاد ہوگا جتنا مولی نے ذکر کیا یعنے
اگر ثلث کہا تو ثلث آزاد ہوگا اور اگر نصف کہا تو نصف آزاد ہوگا نہ کل بدن بسبب قسمت پذیری عتق کے نزدیک امام اعظم کے چنانچہ اسکا ذکر آویگا ومن الصریح قولہ لعبدہ
انت حرۃ ولامتہ انت حر خانیۃ اور عتق صریح کی قسم سے یون کہنا ہو مولی کا اپنے غلام سے کہ تو حرہ ہو یا اپنی لونڈی سے کہ تو حر ہو اسواسطے کہ فقہا کے نزدیک ایسے
مقامون مین اعراب اور تذکیر اور تانیث کا اعتبار نہین ومنہ وہبتک لک وبعتک نفسک فیعتق مطلقا ولو زاد بکذا توقف علی القبول فتح اور عتق صریح سے ہو یون کہنا مولی
کا اپنے غلام سے کہ مین نے تیری ذات تجھکو بخشی اور مین نے تیری ذات تیرے ہاتھ بیچی تو اس قول سے غلام آزاد ہوجاویگا ہر طرح سے اس ہبہ اور بیع کو قبول کرے یا
نکرے اگرچہ اسنے عتق کی نیت نہ کی ہو اور اگر مولی نے یون زیادہ کرکے کہا کہ مین نے تیری ذات تجھکو بخشی دس درم کے عوض یا بیچی پانچ درم کے عوض مثلاً تو غلام کا آزاد ہونا
اسکے قبول کرنے پر موقوف ہوگا کذا فی فتح القدیر م ہبہ اور بیع نفس کو فتح القدیر مین ملحق بصریح کہا ہو نہ صریح اور عالمگیری مین حاوی قدسی سے بھی یہی قول منقول ہو
اور شارح نے اسکو صریحاً صریح مین داخل کیا ہو اور محشی مدنی نے بحر الرائق سے نقل کیا ہو کہ مختار صاحب فتح القدیر کا یہ ہو کہ یہ صریح ہو لیکن مترجم نے جو فتح القدیر
کو دیکھا تو یہ عبارت تھی ویلحق بالصریح قولہ لعبدہ وہبتک نفسک وبعتک نفسک الی آخرہ واللہ اعلم ومنہ المصدر نحو العتاق علیک وعتقک علی فیعتق بلا نیۃ ولو زاد واجب
لم یعتق لجواز وجوبہ الکفارۃ ظہیریۃ اور عتق صریح سے ہو مصدر چنانچہ یون کہنا کہ عتاق تجھپر واقع ہو یا تیرا عتق مجھپر ثابت ہو اور اگر واجب کا لفظ زیادہ کریگا یعنی یون
کہے کہ تیرا عتق مجھپر واجب ہو تو غلام نہ آزاد ہوگا اس احتمال سے کہ شاید مولی پر آزاد کرنا کفارہ کیواسطے واجب ہو کذا فی الظہیریۃ پھر جب احتمال کی گنجایش ہوئی
تو صریح نہ باقی رہا وفی البدائع قیل لہ اعتقت عبدک فاومی براسہ ان نعم لم یعتق اور بدائع مین ہو مولی سے کسی نے کہا کہ تو نے اپنے غلام کو آزاد کیا سو اسنے سر سے
اشارہ کیا کہ ہان اس طرح سے غلام آزاد نہ ہوگا اسواسطے کہ اسنے عتق کا لفظ نہین کہا باوجود قدرت کے بخلاف گونگے کے کہ اسکا اشارہ کافی ہو عتق مین ولو زاد
من ہذا العمل عتق قضاءً اور اگر انت حر کے بعد من ہذا العمل زیادہ کریگا یعنی اگر یون کہیگا کہ تو آزاد ہو اس کام سے تو غلام آزاد ہوگا قضاءً نہ دیانۃً م یہ عبارت
شارح کی مسئلہ ایما اس سے متعلق نہین کما ہو المتبادر بلکہ اس کلام کیطرف راجع ہو کذا فی حاشیۃ الحلبی والمدنی ناقلا عن البحر ولو قال یا سالم فاجابہ غانم فقال

انت حر ولا نية له عتق المجيب ولو قال عتقت سالما عتق قضاء اور اگر ایک مولی کے دو غلام ہون سالم اور غانم سو مولی نے کہا کہ ای سالم تو جواب دیا غانم نے
سو مولی نے کہا کہ تو آزاد ہی اور حالانکہ مولی کو قصد آزاد کرنے کا نہ تھا تو جواب دینے والا غلام یعنی غانم آزاد ہو جاویگا بسبب خطاب کے اور صریح محتاج نیت
کا نہین اور اگر مولی نے کہا کہ انت حر سے مین نے سالم کی آزادی کا ارادہ کیا تھا نہ غانم کا تو قضاء دونون آزاد ہو جاوینگے لیکن دیانۃ وہی آزاد ہوگا جسکے عتق کا مولی نے ارادہ کیا

وفی الجوهرة قال لمن لا يحسن العربية قل لعبدك انت حر فقال له عتق قضاء اور جوہرہ مین ہی کہ ایک شخص نے اُس سے جو عربی بات خوب نہین جانتا کہا کہ اپنے غلام سے یون کہ کہ انت حر سو اُسنے
اپنے غلام سے یون ہی کہا تو قضاء اُسکا غلام آزاد ہو گا بسبب صریح خطاب کے لیکن دیانۃ نہ آزاد ہو گا بسبب عدم قصد کے ولو قال راسك راس حر بالاضافة لا يعتق اور اگر مولی نے
اپنے غلام سے کہا کہ تیرا سر مانند سر حر ہی اگر اس حر کو بترکیب اضافت کہا تو آزاد نہو گا اسواسطے کہ یہ تشبیہ ہی اور تشبیہ کا علم ہوتی ہی اور گا خاص تو عتق مین شک واقع ہوا لہذا
بدون نیت کے آزاد نہو گا وبالتنوين عتق لانه وصف لا تشبيه اور اگر راسك راس حر مین لفظ راس کو تنوین سے کہا تو غلام آزاد ہوگا اسواسطے کہ اس صورت مین حر صفت ہی راس
کی نہ تشبیہ تو گویا یہ مطلب ہوا کہ تو حر ہی **وبكنايته ان نوى للاحتمال كلا ملك لي عليك ولا سبيل ولا رق او خرجت من ملكي وخليت سبيلك** اور صحیح
ہی عتق کنایات عتق سے اگر کنایات سے عتق کی نیت کریگا اسواسطے کہ کنایات مین عتق اور غیر عتق دونون کا احتمال ہی چنانچہ مولی نے غلام سے کہا کہ میری ملک تجھپر نہین یا
میری کوئی سبیل نہین تجھپر یا میری ملکیت تجھپر نہین اور تو میری ملکیت سے نکلگیا اور تجھکو مین نے چھوڑ دیا تو یہ اقوال کنایات ہین کہ ان مین عتق اور غیر عتق دونون محتمل مین اسواسطے
کہ نفی ان اشیاء مذکورہ کی محتمل ہی کہ بسبب بیع یا کتابت کے ہو یا بسبب عتق کے ہو پھر جب ان اقوال مین مولی عتق کی نیت کریگا تو احتمال منقطع ہو کر تعین مقصود
ہو گا کذا فی الدرر **وكقوله لامته قد اطلقتك** وانت اعتق ولزوجته انت اطلق من فلانة وهي مطلقة تعتق وتطلق ان نوى کنجیہا اور چنانچہ مولی کا قول
اپنی لونڈی سے کہ مین نے تجھکو مطلق العنان کیا اور تو زیادہ تر آزاد ہی فلانی سے اور حالانکہ فلانی آزاد ہو چکی ہی یا اپنی زوجہ سے زوج نے کہا کہ تو زیادہ تر مطلقہ ہی
فلانی عورت سے اور حالانکہ وہ عورت مطلقہ ہی تو پہلی مثال مین لونڈی آزاد ہو گی اور دوسری مثال مین زوجہ اُسکی مطلقہ ہو گی بشرطیکہ متکلم نیت عتاق
اور طلاق کی کریگا جیسے عتاق اور طلاق کی تہجی مین نیت شرط ہی چنانچہ غلام سے یون کہے کہ انت ح ر یا زوجہ سے یون کہے کہ انت ط ا ل ق نہر الفائق مین محیط سے ابو یوسف
کا قول نقل کیا ہی کہ اعتاق اور تطلیق کو اگر کوئی تہجی کرے اور عتق اور طلاق کی نیت کرے تو واقع ہو گی کذا فی حاشية المدني وفي الخلاصة قال لعبده انت غير مملوك

لا يعتق بل يثبت له احكام الاحرار حتى لو اقر بانه مملوك وصدقه فيملكه وكذا ليس هذا بعبدي لا يعتق وقاس عليه في البحر لا ملك لي عليه لكن نازعه في النهر اور خلاصہ مین ہی
کہ کہا مولی نے اپنے غلام سے کہ تو مملوک نہین تو وہ آزاد نہو گا بلکہ ثابت ہونگے اُس غلام کو آزادون کے احکام یعنی اب مولی اُسکی مملوکیت کا دعوی نکر سکیگا بسبب
تناقض کے اور اس سے خدمت نہ لے سکیگا اور اگر وہ مر جاوے تو مولی بطریق ولا اُسکی وراثت نہ پاویگا بحر الرائق مین کہا کہ اگرچہ وہ معتق نہین لیکن بظاہر حر ہی تو
احرار کے احکام اُسپر جاری رہینگے یہانتک کہ اُسکی عبدیت کا کوئی مدعی ہو اور اپنے دعوی کو ثابت کرے تو اُسکا مالک ہو گا یا خود غلام اپنے مولی کے قول مذکور
کے بعد اقرار کرے کہ مین مملوک ہون اُسکا اور مولی بھی اُسکی تصدیق کرے کہ ہان سچ کہتا ہی تب اُسکا مالک ہو گا اور اسیطرح غلام کو عتق ثابت نہو گا لیکن حکم احرار
کے ہونگے اگر مولی نے کہا کہ یہ میرا غلام نہین اور بحر الرائق مین خلاصہ کے قول پر لا ملك لي عليك کو قیاس کیا ہی بسبب اشتراک نفی ملک کے یعنی اگر کوئی غلام سے کہیگا
کہ میری ملک تجھپر نہین تو وہ آزاد نہو گا لیکن احکام احرار اُسپر ثابت رہینگے تا وقتیکہ غلام خود مملوکیت کا اقرار کرے اور مولی بھی اُسکی تصدیق کرے تب
اُسکا مالک ہو گا لیکن نہر الفائق مین صاحب بحر الرائق سے اس قیاس مین نزاع کیا ہی یعنی یون کہا ہی کہ میرے نزدیک یہ قیاس صحیح نہین اسواسطے کہ لا ملك لي عليك
مین متکلم کی نفی ملکیت البتہ ثابت ہی غیر کی ملکیت کی نفی نہین بخلاف مسئلہ خلاصہ کے یعنی انت غير مملوك مین مطلقاً نفی ہی طحطاوی محشی نے کہا کہ اتنا فرق کچھ مضر قیاس
نہین جب کوئی دوسرا مالک اُس غلام کا نہو تو مولی کی ملک نفی کرنے سے علی الاطلاق ثابت ہو گی تو دونون قول برابر ہو گئے علی الخصوص قول ثانی خلاصہ کا یعنی ليس هذا
بعبدي ولا ملك لي عليك بلا تکلف یکسان ہین تو معلوم ہوا کہ قیاس صاحب بحر کا حق ہی کذا فی حاشية المدني ويصح ايضا بهذا ابني او بنتي للاصغر سنا من المالك

والاکبر وکذا ہٰذا ابی او جدی او ہٰذہ امی وان لم یصلحوا لذلک ولم ینو العتق لانہا صرائح لا کنایۃ ولذا جاء بالسمار ونحرہا التفصیلہا اور یہی صحیح ہی عتق مملوک یون کہنے سے کہ یہ میرا بیٹا ہی اور لونڈی کو یون کہنے سے کہ یہ میری بیٹی ہی خواہ مملوک عمر مین چھوٹا ہو مالک سے یا بڑا اور اسیطرح سے یون کہنا غلام کو کہ یہ میرا باپ ہی یا دادا یا لونڈی سے یون کہنا کہ یہ میری ماں ہی اگرچہ لونڈی اور غلام بسبب عدم مناسبت کے بیٹا یا باپ ہونے کی یا بیٹی اور ماں ہونے کی صلاحیت اور لیاقت نرکھتے ہون یا مالک نے اس قول سے عتق کا قصد نکیا ہو تو بھی آزاد ہو جاوینگے اسواسطے کہ یہ الفاظ صریح عتق ہین نہ کنایہ کہ نیت کے محتاج ہون لہذا ماتن ان الفاظ پر باے جارہ لایا ہی تاکہ کنایات پر ان الفاظ کا عطف ثابت ہو اور ان الفاظ کو صریح سے موخر لایا واسطے تفصیل احکام کے یہ جواب ہی سوال مقدر کا یعنی جب یہ الفاظ صریح ٹھہرے تو کیا وجہ ہی کہ انکو صریح کے ساتھ مذکور کیا شارح نے جواب دیا کہ انکے احکام مین تفصیل زیادہ تھی لہذا انکو موخر لانا مناسب ہی اور مملوک کو بیٹا کہنے سے عتق ثابت ہوتا ہی بطریق مجاز کے اسواسطے کہ فرزندی کو حریت لازم ہی اور ملزوم بولنا اور لازم کا ارادہ کرنا مجاز ہی اور اسیطرح باپ یا دادا یا ماں کہنے مین عتق بطریق مجاز ہی فان صلحوا وجہل نسبہم فی مولدہم لیس للقائل اب معروف ثبت النسب ایضا ام العقل ابنی من الزنا عتق فقط پھر اگر مملوک باعتبار عمر کے صلاحیت رکھتے ہون مولی کا باپ بیٹا ہونے کی اور غلامون کا نسب بھی انکے وطن مین مجہول ہو اور جس مولی نے غلام کو اپنا باپ کہا ہی اسکا باپ معلوم اور مشہور نہین کہ کون ہی تو عتق کے ساتھ نسب بھی ثابت ہوگا جبتک یون نکہا ہو مولی نے کہ یہ میرا بیٹا زنا سے ہی اور اگر یون کہیگا کہ یہ غلام میرا بیٹا ہی زنا سے تو نسب اسکا ثابت نہوگا بلکہ فقط عتق غلام کا ثابت ہوگا تفصیل اس اجمال کی یون ہی کہ زید کی عمر چالیس برس کی ہی اور اسکا غلام بیس برس کا ہی مجہول النسب پھر زید نے غلام کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہی تو غلام آزاد بھی ہوگا اور زید کا بیٹا بھی ٹھہریگا اور اگر غلام کا نسب معلوم ہوگا تو فقط عتق ثابت ہوگا نہ نسب اور اگر زید بیس برس کا ہو اور غلام چالیس برس کا تو اسوقت مین بیٹا کہنے سے نسب ثابت ہوگا بسبب عدم صلاحیت کے فقط عتق ہی ثابت ہوگا نزدیک امام کے کذا فی العالمگیریہ عن قاضیخان اور اسی طرح کی تفصیل ہی غلام کو باپ کہنے مین یا لونڈی کو ماں کہنے مین لیکن ثبوت نسب مین اشتراط تصدیق مملوک مختلف فیہ ہی چنانچہ شارح اسکی طرف اشارہ کرتا ہی وہل یشترط تصدیقہ فیما سوی دعوۃ البنوۃ قولان اور کیا مشروط ہی ثبوت نسب مین تصدیق غلام کی سوا دعوی فرزندی کے اسمین دو قول ہین ایک قول یہ ہی کہ تصدیق غلام کی شرط نہین اسواسطے کہ اقرار مالک کا اپنے مملوک پر صحیح ہی بلا تصدیق مملوک اور دوسرا قول یہ ہی کہ دعوی فرزندی کے سوا مین تصدیق مملوک کی شرط ہی اسواسطے کہ اسمین تحمیل ہی نسب کی غیر پر بخلاف فرزندی کے اسمین غیر کا تحمیل نسب ہی اپنی ذات پر کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ولا تصیر ام ولد اور نہین ہو جاتی ماں غلام کی ام ولد یعنی جس غلام کو مولی نے اپنا بیٹا کہا تو اسکی ماں مولی کی ام ولد نہوگی ولو قال لعبدہ ہٰذہ بنتی او لامۃ ہٰذا ابنی فالمختار للکنیۃ اور اگر کہا اپنے غلام کو یہ میری بیٹی ہی اور اپنی لونڈی سے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہی تو عتق مین احتیاج ہوگی نیت کی یعنی بدون نیت کے آزادی نہوگی اسواسطے کہ اشارہ موافق مشار الیہ کے نہین تذکیر اور تانیث مین کذا فی الہدایہ وفتح القدیر وفی ہٰذا خالی او عمی عتق واخی لا مالم ینو من النسب اور مولی کے یون کہنے مین کہ یہ میرا ماموں یا چچا ہی غلام آزاد ہوگا اور یون کہنے مین کہ یہ میرا بھائی ہی آزاد نہوگا جبتک اخوت نسبی کی نیت نکرے اسواسطے کہ اخوت مشترک ہوتی ہی نسبی اور دینی مین قال اللہ تعالیٰ (انما المؤمنون اخوۃ) اور مشترک بدون نیت کے متعین نہین ہو سکتا بخلاف عم اور خال کے لا العتق بیا ابنی ویا اخی ویا اختی ویا ابی غلام آزاد نہین ہوتا یون کہنے سے کہ اے میرے بیٹے اور اے میرے بھائی اور اے میری بہن اور اے میرے باپ سواسطے کہ ندا کرنے سے متوجہ کرنا منادی کا مقصود ہوتا ہی بلا قصد معنی کے بخلاف یا حر کو اسواسطے کہ یا حر عتق صریح ہی اسمین معنی قصد کرنے کی حاجت نہین کذا فی منح الغفار ولا سلطان لی علیک اور غلام سے یون کہنے مین بھی عتق نہین کہ میری قدرت نہین تجھپر اسواسطے کہ باوجود بقاے ملک کے بھی عدم قدرت اور عدم تصرف عبد مین متصور ہی چنانچہ غلام مکاتب مین ولا بالفاظ الطلاق صریحۃ وکنایتہ بخلاف عکسہ کما مر اور عتق واقع نہین ہوتا طلاق کے الفاظ سے نہ صریح طلاق سے نہ کنایہ طلاق سے اور طلاق واقع ہوتی ہی بلفظ عتق چنانچہ اسکی تصریح باب الطلاق مین مذکور ہو چکی تو اگر مولی اپنی لونڈی سے کہے کہ تجھکو طلاق ہی یا تو مجھپر حرام ہی تو آزاد نہوگی وان نوی قید للاخیرۃ لتوقفہ فی السنداء علی النیۃ کما نقلہ ابن الکمال وکذا نفی السلطان کما رجحہ الکمال واقرہ فی البحر الفاظ طلاق سے عتق نہین ہوتا اگرچہ مولی عتق کی نیت بھی کرے اسواسطے کہ نیت وہان مفید ہوتی ہی جہان لفظ مین مراد کا احتمال ہو بخلاف لفظ طلاق کے کہ اسمین معنی عتق کی صلاحیت نہین شارح کہتا ہی باوجود نیت کے عتق نہونا یہ عبارت

سے ایمان دار

سب بھائی بھائی ہیں

اخیرہ کی قید ہے نہ منادی کی اور نفی سلطان کی بسبب موقوف ہونے عتق منادی مذکور کی نیت پر چنانچہ ابن کمال نے اسکو نقل کیا ہے کہا انہی میں اگر عتق کی نیت کریگا تو غلام آزاد ہوگا اور اسی طرح لا سلطان لی علیک میں عتق کی نیت کریگا تو آزاد ہوگا چنانچہ اسی قول کی ترجیح دی ہے کمال نے فتح القدیر میں اور مسلم رکھا ہے اسکو بحر الرائق میں ہم فتح القدیر میں کہا ہے کہ بعضے مشائخ کا یہ قول ہے کہ لا سلطان لی علیک میں نیت سے عتق ثابت ہوگا اور یہی مذہب ہے امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد کا اور اسی قول کو دلیل مقتضی ہے **و کذا انت مثل الحر یعتق بالنیة** ذکرہ ابن الکمال وغیرہ اور اسی طرح یہ قول کہ تو حر کے مانند ہے غلام آزاد ہوگا عتق کی نیت سے چنانچہ اسکو ابن کمال وغیرہ نے مذکور کیا ہے اسواسطے کہ اس قول میں مماثلت اور تشبیہ ہے اور تشبیہ گاہے عام ہوتی ہے اور گاہے خاص لہذا بدون نیت عتق آزاد نہوگا تو معلوم ہوا کہ یہ لفظ کنایات عتق سے ہے کذا فی حاشیة المدنی عن الزیلعی **الا فی قوله طلقتک و لو لعبد فتح امرک بیدک و اختاری فانه یعتق مع النیة فهو من کنایات العتق** ایضا و لا یرع بدائع و یتوقف علی القبول فی المجلس لفظ طلاق سے عتق نہیں ہوتا مگر مولی کے اس قول میں کہ میں نے تجھکو مطلق العنان کیا اگرچہ یہ قول لونڈی سے نہیں بلکہ اپنے غلام سے کہا ہو کذا فی فتح القدیر اور مولی کے اس قول میں اپنی لونڈی سے کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے یا تو اختیار کر لے یعنی عتق کو تو ان تینوں قولوں میں مملوک آزاد ہوگا ساتھ نیت عتق کے تو اطلاق اور امر بالید اور اختیار کنایات عتق سے بھی ہیں چنانچہ یہی الفاظ کنایات طلاق بھی ہیں اور اسمیں کچھ غرابت اور تعجب نہیں کہ ایک لفظ دو چیزوں کے کنایہ ہونے کی صلاحیت رکھے علی الخصوص کہ دونوں متقارب المعنی بھی ہوں کذا فی البدائع اور چونکہ امر بالید اور اختیار تفویض اعتاق کی کنایات سے ہے نہ ایقاع اعتاق کی کنایات سے ہے لہذا شارح نے کہا کہ امرک بیدک اور اختیاری میں موقوف ہوگا قبول فی المجلس پر یعنی اگر لونڈی نے اس مجلس میں عتق کو قبول کر لیا تو آزاد ہوگی اور بعد مجلس کے آزاد نہوگی بخلاف اطلقتک کے کہ اسمیں قبول کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ وہ تفویض نہیں بلکہ ایقاع ہے و کذا اختر العتق او امر عتقک بیدک لم یحتج للنیة لانه تملیک کالطلاق اور اسی طرح قبول فی المجلس پر عتق موقوف ہے مولی کے اس قول میں کہ آزادی اختیار کر دیا امر آزادی کا تیرے ہاتھ میں ہے اگرچہ اس قول میں نیت مولی کی حاجت نہیں کہ صریح ہے نہ کنایہ لیکن قبول مملوک پر عتق موقوف ہے اسواسطے کہ یہ تملیک عتق ہے مانند طلاق کے اور تملیک بدون قبول کے تمام نہیں **و لا عتق بنحو انت علی حرام** و ان نوی لکن یا غیر بوطیها اور عتق ثابت نہیں اس قول سے کہ تو مجھ پر حرام ہے اگرچہ مولی عتق کی نیت بھی کرے لیکن اگر بعد اس کلام کے لونڈی سے وطی کرے تو کفارہ دے یمین کا اسواسطے کہ تحریم حلال قسم ہے **و یصح ایضا بقوله عبدی او حماری او جداری حر** اور عتق صحیح ہے اس قول سے بھی کہ میرا غلام یا میرا گدھا آزاد ہے یا میری دیوار آزاد ہے چونکہ گدھا اور دیوار لائق حریت کے نہیں لہذا حریت غلام ہی کیواسطے مخصوص ہے کما لو جمع بین امرأته و بهیمة او حجر و قال احدکما طالق طلقت امرأته چنانچہ اگر زوج نے اپنی عورت اور جانور اور پتھر کو ملایا اور کہا دو میں ایک کو طلاق ہے یعنی زوجہ یا جانور کو تو اسکی زوجہ ہی مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ جانور اور پتھر میں صلاحیت طلاق کی نہیں لا لو جمع بین امرأته و امته الحیة و المیتة جوہرہ نہ طلاق واقع ہوگی اگر ملا دیگا اپنی زوجہ اور اپنی لونڈی مردہ اور زندہ کو کذا فی الجوہرہ ہم بہتر یوں تھا کہ شارح موافق جوہرہ کے یوں کہتا کہ لا لو جمع بین امتیه الحیة و المیتة یعنی مولی کی ایک لونڈی زندہ ہے اور دوسری مردہ سو اسنے یوں کہا کہ ان دونوں میں سے ایک آزاد ہے تو زندہ آزاد نہوگی اسواسطے کہ مردہ پر بھی طلاق آزادی صحیح ہے اور جوہرہ میں مسئلہ طلاق کا مذکور نہیں شارح نے زیادہ کیا ہے کذا فی حاشیة المدنی **و یصح ایضا بملک ذی رحم محرم** ای قریب حرم نکاحه ابدا اور بھی صحیح ہے عتق قریب محرم کی ملک سے یعنی وہ قرابت والا جس سے نکاح کرنا دائمی حرام ہے تو اگر ایک شخص نے اپنے ماموں یا چچا کو خرید کیا تو مجرد خرید کے آزاد ہو جاویگا خرید کرنے والا آزاد کرے یا نکرے اسواسطے کہ چچا بھتیجے یا ماموں بھانجے میں محرمیت ثابت ہے یعنی اگر ان دونوں مردوں میں کوئی عورت ہوتا تو آپس میں نکاح کرنا حلال نہوتا اور اگر بنی اعمام اور بنی اخوال کو خرید کریگا تو آزاد نہونگے اسواسطے کہ اگرچہ یہ قرابت دار ہیں لیکن محرم نہیں اور اگر رضاعی بھائی کو خرید کریگا تو بھی آزاد نہوگا اسواسطے کہ وہ اگرچہ محرم ہے لیکن قریب نہیں نسائی نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ فرمایا رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مالک ہو قرابت والے محرم کا وہ اسپر آزاد ہوگا ہرچند نسائی نے اس حدیث کی حمزہ راوی کے سبب سے تضعیف کی ہے لیکن عبد الحق نے اسکو صحیح حدیث کہا ہے اور ابن قطان اور ابن حبین نے حمزہ کی توثیق کی اور شاہد اس حدیث کا سنن اربعہ میں موجود ہے تو یہ حدیث

محبت ہی شافعیہ پر کذا فی فتح القدیر یعنی امام شافعی کے نزدیک اصول فروع کی ملک سے البتہ عتق ہوتا ہی نہ جمیع محارم کی ملک سے ولو نقصا العبق بقدرہ عندہ
او حملا کسر ارزوجۃ ابیہ الحامل منہ اگرچہ قریب محرم کا کل مالک نہو بلکہ بعض مملوک ہو جیسے ثلث یا نصف تو اسیقدر آزاد ہوگا نزدیک امام اعظم کے یا حمل کا مالک
ہو جیسے خرید کرنا اپنے باپ کی زوجہ کا جو حاملہ ہی اُسکے باپ سے یعنی ایک شخص کے باپ نے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا اور وہ حاملہ ہوئی پھر اُسکے بیٹے نے اس حاملہ کو خرید
کیا تو یہ لونڈی مملوکہ ہوگی لیکن قبل ولادت اُسکا بیچنا جائز نہوگا اور جب جنے گی تو ولد اُسکا آزاد ہوگا اسواسطے کہ مالک کا بھائی ہی ولو المالک صبیا او مجنونا او کافر
فی دارنا حتی لو عتق المسلم اما لحربی عندہ فی دار الحرب لا یعتق الا بقبل بالتخلیۃ خلا ولا رخلافا للثانی محرم قریب کا عتق مالک ہونے سے صحیح ہی اگرچہ مالک صغیر ہو یا دیوانہ یا
کافر جو دار الاسلام مین ہی اور اگر کافر حربی دار الحرب مین اپنے قریب محرم کا مالک ہو تو مجرد ملک کے آزاد نہوگا اسواسطے کہ احکام مسلمین کے وہان جاری نہین یہانتک کہ اگر مسلمان یا
حربی دار الحرب مین اپنے غلام کو آزاد کریگا تو اُسکے آزاد کرنے سے نہ آزاد ہوگا بلکہ تخلیہ سے یعنی بعد اعتاق باللفظ کے رفع تصرفات مالکانہ سے عتق ثابت ہوگا تو امام اعظم اور
محمد کے نزدیک مالک کیواسطے حق ولا ثابت نہین اسواسطے کہ آزادی اعتاق سے نہین بلکہ تخلی بالطبع کردینے سے ہی بخلاف ابو یوسف کے کہ نزدیک اُنکے ولا مولی کو ثابت
ہی کیونکہ اُنکے نزدیک اعتاق باللفظ دار الحرب مین صحیح ہی کذا فی حاشیۃ المدنی عن الزیلعی ولو عبدہ مسلما او ذمیا عتق بالاتفاق لعدم تخلیۃ للاسترقاق زیلعی اور اگر مولی کا غلام دار الحرب
مین مسلمان ہو یا ذمی تو فقط لفظ اعتاق سے بلا شرط تخلیہ آزاد ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ مسلم اور ذمی محل ملکیت نہین کذا فی الزیلعی وصح ایضا تحریر لوجہ اللہ
تعالی والشیطان والصنم وان اثم اور خدا کی رضامندی کیواسطے آزاد کرنا اور شیطان اور بت کیواسطے آزاد کرنے سے بھی عتق صحیح ہی اگرچہ شیطان اور بت کیواسطے
آزاد کرنے سے وہ گنہگار ہوگا صنم اُس بت کو کہتے ہین خوبصورت انسان ہو خواہ چاندی خواہ سونے خواہ لکڑی سے اور جو پتھر سے ہو اُسکو وثن کہتے ہین کذا فی غایۃ البیان وکفر ہم
ای بالاعتاق للصنم المسلم عند قصد التعظیم لان تعظیم الصنم کفر وعبارۃ الجوہرۃ ولو قال للشیطان وللصنم کفر اور بت کیواسطے آزاد کرنے سے مسلمان کافر ہو جاویگا نزدیک قصد
کرنے تعظیم کے اسواسطے کہ تعظیم صنم کی کفر ہی اور جوہرہ مین یہ عبارت ہی کہ اگر یون کہیگا کہ مین نے غلام کو شیطان یا صنم کیواسطے آزاد کیا تو کافر ہو جاویگا وصح ایضا
بکرہ ولو غیر ملجی اور زبردستی آزاد کرانے سے بھی عتق صحیح ہوتا ہی اگرچہ جبر اور زیادتی دوسرے شخص نے ایسی نہ کی ہو جسمین جان یا عضو تلف ہونے کا خوف ہو ہرچند اکراہ
مین رضاے مالک نہین لیکن عتق رضا پر موقوف نہین اسواسطے کہ ہزل سے بھی عتق صحیح ہوتا ہی اور حالانکہ ہزل مین رضا نہین کذا فی فتح القدیر لیکن زبردستی کرنے والے
پر قیمت غلام کی دینا واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحموی وسکر بسبب محظور یعنی ان کل مسکر حرام فلا یخرج الاشربۃ للمضطر فانہ کالاغماء اور صحیح ہی عتق اُس مستی اور
نشے مین جو حاصل ہوئی ہو بسبب استعمال کرنے حرام چیز کے مصنف کا مطلب یہ ہی کہ اشیاے مباحہ کی مستی سے عتق نہوگا جیسے مضطر کا شرب خمر اور مثلث کا
استعمال بقصد قوت اور نقیع زبیب بلا طبخ کا اور ادویہ اور اغذیہ جو انگور سے نہون کذا فی المنح شارح کہتا ہی باب الاشربہ مین امام محمد کا قول مفتی بہ مذکور
ہوگا کہ جو مسکر ہی سو حرام ہی اور مسکر کا قلیل اور کثیر سب حرام ہی تو اشیاے مذکورہ مین سے کوئی چیز مسکر محرم سے خالی نہین یعنی سب پر مسکر محرم صادق ہی سواے
شرب مضطر کے یعنی جسکے حلق مین لقمہ اٹک گیا نیچے نہین اترتا اور پانی وہان نہین تو اُسوقت لقمہ اُتارنے کیواسطے شراب پی لینا حرام نہین تو اگر اُسکے
بعد نشہ ہوگا تو مانند بیہوشی کے اس مستی سے بھی عتق صحیح نہوگا محشی مدنی نے کہا کہ ادویہ اور اشیاء مباحہ کے سکر کا بھی یہی حال ہی جیسے کہ شہد سے بعضے صفراوی
مزاجون کو نشہ ہو جاتا ہی تو اس مستی سے بھی عتق صحیح نہوگا وصح ایضا مع ہزل ہو عدم قصدہ حقیقۃ ولا مجازا اور عتق صحیح ہی ہزل یعنی بیہودگی کے ساتھ بھی ہزل عبارت
ہی عدم قصد حقیقت اور مجاز سے یعنی جس کلام کے معنی حقیقی اور مجازی متکلم کو کچھ مقصود نہون وہ ہزل ہی چنانچہ خوش طبعی مین حقیقت اور مجاز کلام کا اکثر مراد نہین ہوتا
وان علق العتق بشرط کدخول دار صح وعتق اذا دخل اور اگر معلق کیا مولی نے عتق کو کسی شرط پر جیسے دخول دار پر تو یہ تعلیق صحیح ہی اور غلام آزاد ہوگا جب
گھر مین داخل ہوگا اور مولی کو اختیار ہی کہ قبل دخول دار اُسکو بیچ ڈالے اور بعد بیع کے اگر غلام گھر مین داخل ہوا پھر اُسکو مالک اول نے خرید کیا اور دوسرے
بار گھر مین غلام داخل ہوا تو اب آزاد نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی والتعلیق بامر کائن تنجیز فلو قال لعبدہ وہو فی ملکہ ان ملکتک فانت حر

عتق للحال بخلاف قوله لمكاتبه ان انت عبدی فانت حر لا یعتق لقصور الاضافة ظہیریة اور معلق کرنا عتق کا اس امر پر جو حاصل اور موجود ہو تنجیز ہی
تعلیق یعنی فی الحال عتق واقع ہوگا تو اگر مولی نے اپنے اس غلام سے کہا جو اُسکی ملکیت مین ہی کہ اگر مین تیرا مالک ہون تو تو آزاد ہی تو وہ غلام فی الحال آزاد ہو جاویگا
بخلاف یون کہنے مولی کے اپنے مکاتب سے کہ اگر تو میرا غلام ہی تو تو آزاد ہی تو مکاتب آزاد ہوگا بسبب ناقص ہونے اضافت عبدیت کے کذا فی الظہیریة پورا غلام وہ جو
بدون مرضی مولی کے کوئی تصرف نہ کرسکے اور غلام مکاتب اپنے تصرفات مین مختار ہی تو پورا غلام نہوا تو شرط عتق نہ پائی گئی لہذا آزاد نہ ہوگا وفیہا تصبح حر ای تعلیق
اور ظہیریہ مین ہی کہ یون کہنا مولی کا غلام سے کہ تو صبح کریگا آزاد ہو کر تعلیق ہی اعتاق کی صبح کے وقت پر گویا یون کہا کہ جب تو صبح کے وقت مین داخل ہوگا
تو آزاد ہوگا وتقوم حرا وتقعد حر تنجیز اور یون کہنا غلام سے کہ تو کھڑا ہوتا ہی آزاد ہو کر اور بیٹھتا ہی آزاد ہو کر یہ فی الحال اعتاق ہی اسواسطے کہ مقصود اس کلام کا یہ ہی کہ
تو ہر حال مین آزاد ہی **قال ان سقیت حماری فذهب به للماء ولم یشرب عتق لان المراد عرض الماء علیه** کہا مولی نے اپنے غلام سے کہ اگر تو میرے گدھے کو پانی پلادے
تو تو آزاد ہی سو غلام اُسکو پانی پلانے کو لیگیا اور اُسنے پانی نہ پیا تو غلام آزاد ہو جاویگا اسواسطے کہ مراد اس کلام کی یہ ہی کہ گدھے کے سامنے پانی ہو جاوے تاکہ اگر وہ پیاسا ہو تو پی
اور یہ مراد نہین کہ پیاس ہو یا نہو پانی پلانا اسکو لازم ہی **قال عبدی الذی ہو قدیم الصحبة حر عتق من صحبه سنة ہو المختار** مولی نے کہا جو میرا غلام قدیم الصحبت ہی وہ آزاد ہی تو وہ غلام
آزاد ہوگا جو اسکے ساتھ سال بھر رہا اور یہی قول مختار ہی **ولو قال انت عتیق ونوی فی الملک دین** اور اگر مولی نے کہا اپنے غلام سے کہ تو عتیق ہی اور لفظ عتیق سے یہ نیت کی
کہ قدیمی مملوک ہی تو دیانةً البتہ اُسکی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ عتیق لغت مین بمعنی قدیم بھی ہی لیکن قاضی نہ تصدیق کریگا اسواسطے کہ صریح عتق ہی محتاج نیت کا نہین **ولو زاد
فی السن لا یعتق** اور اگر یون زیادہ کرکے کہا کہ انت عتیق فی السن یعنی تو عمر مین بڑا ہی تو آزاد نہوگا غلام نہ قضاءً اور نہ دیانةً اسواسطے کہ بقرینہ عمر عتق سے کچھ علاقہ نہ رہا **وعتق
بما انت الا حر** اور تو آزاد ہوگا اس قول سے کہ تو نہین مگر حر ہی اسواسطے کہ استثنا نفی سے کرنا اثبات علی وجہ التاکید ہی چنانچہ کلمہ توحید مین **لا بما انت الا مثل الحر وان نوی** اس
قول سے کہ تو نہین مگر مثل حر کے آزاد نہوگا اگرچہ عتق کی نیت بھی کرے کذا فی المحیط **ولا بکل مالی حر** اور یون کہنے سے آزاد نہوگا کہ میرا سب مال حر ہی اسواسطے کہ حر سے مراد یہان
صاف اور خالص ہی تو مطلب یہ ہوا کہ میرا تمام مال صاف اور خالص ہی کہ غیر کی شرکت سے کذا فی المدنی عن البحر **ولا بکل عبد فی الارض او کل عبید الدنیا او اہل بلخ حر عند الثانی و
بہ یفتی** اور متکلم کا غلام اس قول سے آزاد نہین ہوتا کہ زمین مین سب غلام آزاد ہین یا دنیا کے تمام غلام آزاد ہین یا بلخ کے رہنے والے آزاد ہین اور حالانکہ متکلم کا غلام بھی بلخ
مین داخل ہی ابو یوسف کے نزدیک اقوال ثلثہ سے عتق ثابت نہین اور یہی قول پر فتوی ہی کذا فی العالمگیریة عن قاضیخان **بخلاف اہل ہذہ السکة او الدار بحر** بخلاف اس
قول کے کہ اس کوچہ کے رہنے والے آزاد ہین یا اس گھر کے رہنے والے آزاد ہین کذا فی البحر الرائق م ظاہر کلام شارح کا اسپر دلالت کرتا ہی کہ ان دونون قولون مین ابو یوسف
کے نزدیک عتق ثابت ہی بحر الرائق مین حالانکہ برخلاف واقع کے ہی اسواسطے کہ بحر الرائق مین بروایت ظہیریہ فقط مسئلہ عبید دار کا یون مذکور ہی کہ اسمین باتفاق عتق
ثابت ہی اور مسئلہ سکہ اسمین مذکور نہین لیکن صاحب بحر نے اشباہ مین کہا کہ اگر یون کہیگا کہ سب غلام اس سکہ کے آزاد ہین اور حالانکہ اسکا غلام بھی اہل سکہ مین داخل ہی تو ابو یوسف
کے نزدیک آزاد نہوگا اور محمد کے نزدیک آزاد ہوگا کذا فی حاشیة المدنی اور فتاوی عالمگیری مین فتاوی قاضیخان سے یہی منقول ہی کہ ابی یوسف کے نزدیک اہل سکہ مین عتق نہین اور اہل
دار مین بالاتفاق عتق ہی تو معلوم ہوا کہ یہان یا تحریف کاتب ہی یا سہو شارح واللہ اعلم **حرر حاملا اعتقا اصالة وقصدا اذا ولدته بعد عتقها لاقل من نصف
حول** مولی نے آزاد کیا حاملہ لونڈی اپنی کو تو لونڈی اور اسکا ولد دونون بالاصالت اور بالقصد آزاد ہونگے جبکہ بعد عتق اپنے کے اسکو کمتر چھ مہینے سے جنے گی ماں کا
بالاصالة آزاد ہونا تو صریح ہی اور بچہ اس راہ سے بالقصد اور بالاصالت آزاد ہوا کہ وہ جزو تھا اسوقت اپنی ماں کا اور اعتاق کل بعینہ اعتاق جزو ہی اسواسطے کہ جب
اقل مدت حمل مین جنی بعد اعتاق کے تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ ولد قبل اعتاق کے اُسکے پیٹ مین موجود تھا **ولو لاکثر عتق تبعا وثمرته الجر اولائه** اور اگر بعد عتق کے
پورے چھ مہینے یا زیادہ مدت مین جنی تو اُسکا ولد بالاصالة نہ آزاد ہوگا اسواسطے کہ وقت اعتاق متیقن الوجود نہین بلکہ تبعاً آزاد ہوگا یعنی ماں کے آزاد
ہونے سے وہ بھی آزاد ہوگا اگر کوئی کہے کہ جب ولد دونون صورتون مین آزاد ہوا تو بالاصالة اور بالتبع کے فرق نکالنے سے کیا فائدہ اور کون ثمرہ حاصل ہے

اُسکا جواب دیا کہ ثمرہ اس فرق کا ولا ولد کے انجرار مین ہی اگر ولد بالاصالۃ آزاد ہوا تو ولد کا حق ولا یعنی وراثت اُسکے مال کی کسیکا کے مالکون کو ملیگی اُسکے باپ کے
مالکون کیطرف انتقال نکریگی اور اگر ولد بالطبع آزاد ہوا تو اُسکے مال کی وراثت اُسکے باپ کے مالکون کیطرف انتقال کر جاویگی اور انتقال ولا کی یہ صورت ہی کہ زید کے
غلام نے باجازت زید کے خالد کی آزاد لونڈی سے نکاح کیا اور اُس سے لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا اپنی مان کی تبعیت سے آزاد ہوگا اور ولد کی وراثت اسکی مان کے
مالکون کو جنھون نے اُسکو آزاد کیا تھا پہونچیگی پھر جب زید نے اُس غلام کو آزاد کریگا تو یہ غلام اپنے آزاد ہونے سے اپنے ولد کی ولا کو اپنی طرف کھینچکر اپنے مولا کو پہونچادیگا پھر اگر
اپنے مولی کی زندگی مین غلام آزاد مریگا اور اسکے بعد اُسکا ولد مریگا تو ولد کے مال کا اُسکا مولی یعنی زید وارث ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وحسن الچلپی علی شرح الوقایہ ولو
حررہ ولو بلفظ علقۃ ومضغۃ او ان حملت بولد فھو حر عتق فقط ولم یجز بیع الام وجاز ہبتہا اور اگر مولی نے اپنے لونڈی کے حمل کو آزاد کیا اگرچہ حمل کو بلفظ عاقہ اور مضغہ
آزاد کیا یعنی یون کہا کہ جو خون بستہ یا گوشت کا لوتھڑا تیرے پیٹ مین ہی سو آزاد ہی یا یون کہا کہ اگر تیرے پیٹ مین بچہ ہو تو وہ آزاد ہی تو یون کہنے مین فقط بچہ آزاد ہوگا نہ
اُسکی مان اور بیع مان کی جائز نہین جبتک کہ وہ حاملہ رہیگی اور ہبہ اُسکا جائز ہی اسواسطے کہ بیع مین استثنا کرلینا حمل کا جائز نہین اور ہبہ مین جائز ہی لہذا بیع صحیح نہوئی اور ہبہ صحیح ہوا لیکن
اگر لونڈی کو بیع کریگا تو بطلان ثابت نہوگا تا وقتیکہ اقل مدت حمل مین نہ جنے گی کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ولو دبرہ لم یجز ہبتہا فی الاصح لانہ کمشاع اور اگر مولی لونڈی کے حمل کو مدبر کریگا یعنی
یون کہے کہ میری موت کے بعد یہ حمل آزاد ہی تو اس حاملہ لونڈی کا ہبہ کرنا قول اصح مین صحیح نہین اسواسطے کہ وہ ہبہ مشاع کے مانند ہی اسواسطے کہ مدبر کرنے مین ملک مولی کی حمل سے
زائل نہین ہوتی پھر جب بعد مدبر کرنے کے لونڈی کسیکو دی تو موہوب متصل ہوا غیر موہوب سے تو اسمین ہبہ مشاع کے معنی پائے گئے اور حالانکہ ہبہ مشاع قسمت پذیر چیز مین درست نہین
وبطل شرط المال علیہ کذا اعتی امۃ لکن یشترط قبولہا للعتق اور باطل ہی شرط کرنا مال کا حمل کی آزادی پر اسواسطے کہ پیٹ کا بچہ الزام مال کے قابل نہین اور اسیطرح اُسکی مان پر مال کا
شرط کرنا بچہ کی آزادی کیواسطے باطل ہی لیکن اگر مولی حمل کو بشرط مال آزاد کرے تو اسکی مان کا قبول کرلینا مشروط ہی واسطے عتق حمل کے اگرچہ اُسکو مال کا دینا لازم نہوگا ونے
الظہیریۃ قال ما فی بطنک حر متی ادیت الی الفا فتعلیق اور ظہیریہ مین ہی کہ اگر مولی نے لونڈی سے کہا کہ جو تیرے پیٹ مین ہی سو آزاد ہی جبکہ وہ مجھکو ہزار درم دیوے تو یہ قول تعلیق
ہی عتق کی یعنی اگر اقل مدت حمل مین وہ جنی اور ولد نے بعد ہوشیاری کے کسی طرح سے ہزار درم ادا کیے تو اسوقت آزاد ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر وفیہا اوصی بہ ومات
فاعتقہ الورثۃ جاز وضمنوہ یوم الولادۃ اور ظہیریہ مین ہی کہ مولی نے لونڈی کے حمل کی مثلاً زید کیواسطے وصیت کی اور مولی مرگیا پھر وارثون نے حمل کو آزاد کردیا تو قیمت
حمل کے وارث ضامن ہونگے بروز ولادت یعنی جسقدر قیمت بعد ولادت کے اُسکی ٹھہرے سو زید کو وارث مولی کے دین طحطاوی نے کہا اعتاق حمل سے مراد یہ ہی کہ اسکی مان کو
آزاد کیا تو بالتبع وہ بھی آزاد ہوگیا اور یہ ظاہر مطلب نہین ہوسکتا کہ حمل کو وارثون نے بالاصالۃ آزاد کیا اسواسطے کہ وہ بسبب وصیت کے وارثون کا مملوک نہ رہا ولو قال
اکبر ولد فی بطنک حر فولدت لدین ولما خرج اکبر اور اگر مولی نے اپنی لونڈی سے کہا کہ میرے پیٹ کا بڑا بچہ آزاد ہی پھر وہ دو لڑکے جنی تو جو اول نکلے گا وہ بڑا ہی سو وہی آزاد
ہوگا کذا فی المحیط والولد اتبع الام وجنیناً یتبع الام ولو ہبیۃ فیکون لصاحب الانثی ویوکل ویضحی بہ لوامہ کذلک اور بچہ جب تک کہ مان کے پیٹ مین ہی تو احکام مین اپنی
مان کا تابع ہی بالاجماع نہ باپ کا اسواسطے کہ باپ کا نطفہ مین مستہلک ہی تو مان ہی کی جانب غالب ٹھہری اور اسواسطے کہ بالخصوص باپ کا نطفہ متیقن نہین اور مان کے
نطفہ مین کچھ تردد نہین بالیقین ثابت ہی ولہذا ولد الزنا اور ولد الملاعنۃ کا نسب فقط مان کو ثابت ہی مان اُسکی وارث ہی اور وہ مان کا وارث کذا فی البحر بالجملۃ بچہ
مان کا تابع ہی اگرچہ مان جانور ہو تو بچہ مادہ کے مالک کا ہوگا یعنی حاملہ جانور بعد بیع اور ہبہ کے اگر جنے تو اُسکا مشتری اور موہوب لہ مالک ہوگا اور اسیطرح اگر زید کا گھوڑا
خالد کی گھوڑی پر جست کرے اور وہ بچہ جنے تو اُسکا مالک خالد ہی نہ زید اور بچہ ماکول اللحم ہی اگر اُسکی مان ماکول اللحم ہی اور بچہ بھی قربانی کیا جاوے اگر اُسکی مان قربانی کے لائق ہی
بحر الرائق مین ہی کہ اگر وحشی جانور اور اہلی سے بچہ پیدا ہو یا غیر ماکول اللحم اور ماکول اللحم سے بچہ ہو تو اُسکا کھانا درست ہی اگر مان اُسکی ماکول اللحم ہی اور قربانی بھی درست ہی اگر
مان قربانی کے لائق ہی مثلاً اگر گورخر اور گاے سے بچہ پیدا ہو یا نیل گاو اور گاے سے بچہ پیدا ہو تو قربانی اُسکی جائز ہی اور یہی قول معتمد ہی اور جو لوگ کہ اعتبار مشابہت
کے قائل ہوئے ہین سو قول ضعیف ہی کذا فی حاشیۃ المدنی فی الملک بسائر اسبابہ والرق الا ولد المغرور بچہ تابع ہی اپنی مان کا ملک مین جمیع اسباب ملک کے

ساتھ جیسے خرید اور ہبہ اور ارث تو اگر حاملہ ملے بیع یا ہبہ یا ارث سے تو اُسکا حمل بھی مملوک ہوگا اور رق مین بچہ تابع ہو ماں کا مگر ولد مغرور تابع اپنی ماں کا رق مین نہین
مغرور وہ مرد جسنے فریب کھایا اسطرح پر کہ ایک عورت سے بشرط اُسکی حریت کے نکاح کیا پھر وہ لونڈی نکلی تو اُسکا ولد حر ہوگا بعد قیمت دینے کے اور جس مرد نے لونڈی کے مالک (فریب کھا نیوالا ۱۲)
سے اپنی اولاد کی حریت شرط کرلی تو اُسکی اولاد تابع ماں کی نہوگی شارح کو اس مسئلہ کا استثنا کرنا مناسب تھا رق عبارت ہی اُس ذلت اور خواری سے جو شارع نے کافرون پر
بعوض سرکشی اور نافرمانی کے ٹھہرائی یعنی جب کفار نے مالک حقیقی کی بندگی سے سرکشی اور تجبر کیا تو اس مالک علی الاطلاق نے اپنے غلامون کا اُنکو غلام بنا دیا تو سبب
رق کا اُنکا کفر ہی یا اُنکے اصول کا کفر خلاصہ یہ ہی کہ رق اُس عجز حکمی کا نام ہی کہ جس سے انسان لایت ورشہادت اور قضا اور مالکیت مال کے لائق نہ رہے اور چونکہ بظاہر ملک
اور رق مترادف معلوم ہوتے ہین اور حالانکہ انمین مغایرت ہی لہذا شارح نے واسطے اثبات مغایرت کے قول آئندہ مین اسکی تصریح فرمائی وصورة الرق بلا ملک کالکفارہ فے
دار الحرب فان کلہم ارقاء غیر مملوکین لاحد فاول الماخوذ الا سیر یوصف بالرق لا المملوکیۃ حتی یحرز بدارنا فاذا اخذت ومعہا ولدہا یتبعہا فی الرق قہستانی اور صورت رق کی بلا ملک
جیسے کافر دار الحرب مین کہ وہ سب رقیق ہین پر کسی کے مملوک نہین تو اسیر حربی اول گرفتاری مین موصوف بوصف رقیت ہی نہ بوصف مملوکیت یہانتک کہ دار الاسلام مین
پہونچکر قابو مین آجاوے تب مملوکیت اُسپر صادق آویگی تو کافرہ اُسپر جب گرفتار ہوئی اپنے ولد کے ساتھ تو ولد اُسکا تابع ہوگا رقیت مین کذا فی القہستانی م تفرقہ رق
اور ملک کا جو شارح نے بیان کیا سو صحیح ہی لیکن مثال صحیح نہین اسواسطے کہ اسصورت مین ولد تابع اپنی ماں کا نہین رقیت مین بلکہ وصف رقیت اسکو بالاصالۃ ثابت ہی بلکہ
مثال صحیح یہ ہی کہ کافرہ حاملہ گرفتار ہوئی تو حمل تابع ہوگا اُسکا رقیت مین اسواسطے کہ یہان گفتگو ہی اتباع جنین مین کذا فی حاشیۃ الحلبی بہر صورت ملک اور رق مین فرق
ظاہر ہوگیا اور معلوم ہوا کہ کسی شی کے تصرف پر قادر ہونا اسکا نام ملک ہی خواہ مملوک جماد ہو یا حیوان یا انسان اور رق نہین ہوتا مگر انسان مین اور بیع سے مالک کی
ملک زائل ہوجاتی ہی نہ رق اور عتق سے ملک زائل ہوتی ہی قصداً اسواسطے کہ وہ حق ملک ہی اور رق زائل ہوتا ہی ضمناً اسواسطے کہ فراغت ہوگئی حقوق العباد سے
اور زیادہ تر ملک اور رق کا فرق قن اور ام ولد اور مکاتب مین ظاہر ہوتا ہی اسواسطے کہ قن مین ملک اور رق دونون کامل ہین اور ام ولد مین ملک کامل ہی اور رق
ناقص لہذا کفارہ مین اُسکا اعتاق صحیح نہین اور مکاتب مین رق کامل ہی یہانتک کہ کفارہ مین اُسکا اعتاق صحیح ہی اور ملک اُسمین ناقص ہی اسواسطے کہ مکاتب مولی کے تصرف
مین نہین اور اگر مولی کہے کہ ہر مملوک میرا آزاد ہی تو مکاتب آزاد ہوگا بسبب نقصان ملک کے ہکذا فی الدرر عن الزیلعی والحریۃ والعتق وفروعہ کالکتابۃ وتدبیر مطلق واستیلاد اذا
لم یشترط الزوج حریۃ الولد کما مر اور جنین تابع ہی ماں کا حریت اصلیہ مین اور عتق مین اور عتق کے فروع مین جیسے کتابت اور تدبیر مطلق اور استیلاد مین تا وقتیکہ لونڈی کے زوج نے
حریت ولد کی مولی سے شرط نکرلی ہو چنانچہ کتاب النکاح کے باب نکاح رقیق مین اُسکا حکم مذکور ہوچکا مثال حریت اصلیہ کی یہ ہی کہ غلام نے حرہ سے نکاح کیا سو وہ حاملہ ہوئی اُس سے تو
اُسکا بچہ بھی ماں کا تابع ہوکر حر اصل ہوگا اور حریت غیر اصلی کا ذکر ہوچکا حاملہ کے عتق مین اور کتابت کی یہ مثال ہی کہ مولی نے حاملہ لونڈی کو مکاتب کیا اور بعد کتابت کے قبل
مدت حمل مین بچہ پیدا ہوا تو بعد ادائے بدل کتابت کے ماں اور بچہ ساتھ ہی آزاد ہونگے اور تدبیر مطلق یہ کہ مولی نے حاملہ لونڈی سے کہا کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہی تو دونون
ساتھ ہی آزاد ہونگے اور اگر مولی تدبیر مقید اس طرح پر کریگا کہ اگر مین اس بیماری مین مر گیا تو تو آزاد ہی تو اسمین ولد تابع ماں کا نہوگا اور استیلاد کی مثال یہ ہی کہ مولی نے اپنی
ام ولد کا نکاح کردیا سو وہ حاملہ ہوئی تو بعد موت مولی کے دونون آزاد ہونگے وفی رہن اور رہن مین تابع ہی ماں کا یعنے اگر حاملہ کو رہن رکھا اور بچہ پیدا ہوا تو وہ بھی
مرہون ہوگا یہانتک کہ راہن اُسکو مرتہن سے نہین لے سکتا ودین اور دین مین تابع ہی ماں کا یعنی لونڈی کو مولی نے تجارت کرنے کی اجازت دی پھر وہ مقروض
ہوگئی تو بچہ بھی دین مین اُسکا تابع ہوگا یعنی قرض دینے والے ولد کو بیچ لینگے وحق اضحیۃ اور حق اضحیہ مین ماں کا تابع ہوگا اسطرح پر کہ مثلاً قربانی کیواسطے گائے یا بکری
گابھن خریدی اور اسکے بچہ پیدا ہوا تو ماں کے ساتھ بچہ بھی ذبح کیا جاویگا یا پیٹ سے زندہ نکلیگا تو ذبح ہوگا واسترداد بیع اور استرداد بیع مین ماں کا تابع ہوگا یعنی لونڈی
یا گائے یا بکری کی بیع فاسد ہوئی پھر مشتری کے پاس وہ حاملہ ہوئی تو استرداد بیع مین ولد تابع ہوگا ماں کا وسرایان ملک اور سرایت ملک مین تابع ہی ماں کا یعنی مالک
قدیم کا حق ملکیت اُس تک پہونچ جاتا ہی صورت اسکی یہ ہی کہ ایک لونڈی چند بار دست بدست بکی بعد اسکے بسبب عیب قدیمی کے مالک اول پر مسترد ہوئی اور حالانکہ

ف: فرق ملک اور رق مین ۱۲*

وہ حاملہ تھی تو اُسکا حمل بھی مالک اول کا مملوک ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن الاشباہ فہی اثنا عشر تو یہ بارہ مواضع ہین جنمین حمل تابع اپنی ماں کا ہوتا ہی یعنی ملک
رق حریت عتق کتابت تدبیر مطلق استیلاد رہن حق اضحیہ استرداد بیع سریان ملک لا شبوا فی کفایۃ اور جنین تابع نہین ہوتا ہی ان کلمون کفالت مین یعنی اگرچہ حاملہ نے
یا لونڈی نے باجازت مولی الضامنی یا حاضر ضامنی کی اور ضمانت مدت تک بنی رہی یہانتک کہ لڑکا پیدا ہوا اور بالغ ہوا تو یہ ولد ضمانت مین ماں کا تابع نہین و اجارہ اور
اجارہ مین ماں کا تابع نہین یعنی جس حاملہ کو اجارہ لیا پھر وہ جنی تو یہ لڑکا اجارہ مین داخل نہین تو ماں کیطرح خدمت کرنا اسکو لازم نہوگا و جنایۃ اور جنایت مین تابع ماں کا
نہوگا یعنی اگر حاملہ نے کوئی جنایت کی تو ولی جنایت کو ماں کے ساتھ ولد نہ دیا جاویگا اور اگر مالک فدیہ دیگا تو فقط ماں کا فدیہ دیگا کذا فی الجامع الصغیر اور حاکم شہید نے مختصر مین
کہا کہ جنایت ماں کیطرف سے ولد تک سرایت کریگی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی وحد وقود اور حد اور قصاص مین تابع ماں کا نہوگا تو حاملہ پر حد نہ ماری جاویگی مگر بعد
ولادت کے اور قصاص نہ لیا جاویگا مگر بعد وضع حمل کے وزکوۃ سائمۃ اور زکوۃ کے جانورون مین بچہ تابع ماں کا نہین ورجوع فی ہبۃ اور ہبہ پھیر لینے مین بچہ تابع ماں کا نہین
یعنی اگر لونڈی کسیکو بخشی اور وہان حاملہ ہوئی اور واہب نے اُسکے پھیر لینے کا ارادہ کیا تو حمل مین رجوع کرنا جائز نہین کذا فی السراج اور زیلعی نے رجوع حمل کو جائز رکھا ہی چنانچہ اسکا ذکر
کتاب الہبہ مین آویگا وایصاء بخدمتہا اور اُسکی خدمت کی وصیت مین یعنی مولی نے اپنی حاملہ لونڈی کی خدمت کسی شخص کیواسطے وصیت کی تو اُسکا بچہ وصیت مین تابع ماں
کا نہین ولا یتذکی بذکوۃ امہ اور حلال نہین ہوتا بچہ اپنی ماں کے ذبح کرنے سے پورا بنگیا ہو یا ناقص یعنی گابھن گائے یا بکری کو ذبح کیا اور اُسکے پیٹ سے زندہ بچہ
نکلا تو اُسکے ماں کا ذبح کرنا کفایت نہین کرتا اُسکو بھی ذبح کرنا چاہیے اور یہ جو حدیث مین آیا ہی کہ ذکوۃ الجنین ذکوۃ امہ سو بنا بر تشبیہ کے ہی یعنی ذبح کرنا جنین کا مانند ذبح
کرنے اُسکی ماں کے ہی بدلیل روایت نصب کے تو اگر بچہ مردہ نکلا تو نہ کھانا چاہیے نزدیک امام اعظم اور زفر اور حسن بن زیاد کے اور صاحبین کے نزدیک اگرچہ بچہ پورا ہو چکا ہی
تو اُسکا کھانا حلال ہی بسبب ذبح ہونے اُسکی ماں کے فہی تسع کما بسط فی بیوع الاشباہ تو یہ نو مواضع ہین جنمین جنین تابع ماں کا نہین چنانچہ ابن نجیم نے اسکو مصرح بیان کیا ہی
اشباہ کے باب البیوع مین وزاد فی البحر ولا فی نسب حتی لو نکح ہاشمی امہ فولدہا ہاشمی کا بیہ رقیق کامہ اور ابن نجیم نے بحر الرائق مین مسائل مذکورہ پر یہ مسئلہ اور زیادہ
کیا ہی کہ ولد تابع نہین اپنی ماں کا نسب مین تا اینکہ اگر نکاح کیا سید نے لونڈی سے تو اُسکا بیٹا ہاشمی سید ہوگا مانند اپنے باپ کے اور غلام مملوک ہوگا مانند اپنی ماں کے
اسواسطے کہ زوج ہاشمی راضی ہوگیا اپنے ولد کی رقیت سے بھی تو اُسنے لونڈی کے نکاح پر اقدام کیا اور نسب مین ولد اپنے باپ کا اسواسطے تابع ہوا کہ نسب
واسطے تعریف اور شناخت کے ہی تو مرد کی جانب اسمین غالب ہوئی اسواسطے کہ مردون کا حال مکشوف ہوتا ہی نہ عورتون کا کذا فی منح الغفار حموی نے کہا کہ نص
صریح ہی کہ اگر باپ سید نہو اور ماں سیدہ ہو تو بیٹا سید نہوگا اگرچہ اُسکو فی الجملہ شرافت نسبی ثابت ہی اور شیخ ابراہیم دمشق کے مفتی حنفیہ نے لکھا ہی کہ جسکا باپ سید نہو
اور ماں سیدہ ہو تو اُسکا ولد سید شریف ہی اسواسطے کہ سیادت اور شرافت اس نسب مطہر اور شرف کی ابتدا سے ماں کیطرف سے آئی ہی یعنی سیدۃ النساء بنت رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف سے اور سغناقی نے کہا کہ مین نے حمید الدین ضریر سے یہ مسئلہ پوچھا اُسنے کہا مین نے اپنے استاد شمس الدین کردری سے سنا کہ وہ سید ہونے
کے قائل تھے اس دلیل سے کہ حقتعالی نے قرآن مجید مین عیسی علیہ السلام کو نوح اور ابراہیم علیہ السلام کی ذریت مین فرمایا ماں کی جہت سے اور فتاوی
وجیز مین ہی کہ جب ماں سیدہ ہو تو قول مختار یہ ہی کہ ولد سید ہی اور جامع الفتاوی مین ہی کہ جسکا باپ سید نہو ماں ہو تو اُسکے سید ہونے مین اختلاف ہی شمس الائمہ حلوائی
نے کہا کہ مفتی بہ قول یہ ہی کہ وہ سید ہی اور بعضے علماء نے کہا کہ جسکی ماں سیدہ ہو اُسکو شرافت نسبی حاصل ہی تو یہ قول اختلاف بین القولین کے توفیق کیواسطے صالح
ہی تو جسنے کہا کہ وہ سید نہین تو مطلب اُسکا یہ ہی کہ جسکی فقط ماں سیدہ ہو اُسکی شرافت اُسکے برابر نہین جسکا باپ سید ہی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی ملخصا ولا یتبعہا بعد الولادۃ

الا فی مسئلتین اذا استحقت الام ببینۃ واذا بیعت البہیمۃ معہا ولدہا وقتہ اور بچہ اپنی ماں کا تابع نہین ہوتا بعد ولادت کے مگر دو مسئلون مین ایک تو یہ کہ جب ماں غیر کی مستحق ملک
ٹھہری بسبب گواہون کے اور دوسرے یہ کہ جب جانور بیچا جاے اور اسکا بچہ ہو بیع کیوقت تو وہ بھی بیع مین تابع اپنی ماں کا ہو جاویگا بشرطیکہ بائع اور مشتری نے سکوت کیا ہو اور
اگر عدم دخول بیع کی تصریح ہوگئی ہو تو تابع نہوگا کما فی الدر المنتقی اور قنیہ مین ہی کہ شیرخوار بچہ گاے اور بکری اور اونٹنی اور گھوڑی کا بیع مین تابع ہی ماں کا نہ

جسکی ماں سیدانی ہو اور باپ سید نہو تو قول مختار یہ ہی کہ وہ سید ہوگا

بچہ کہ دودھ نہین پیتا کذا فی حاشیۃ المدنی وولد الامۃ من زوجہا ملک لسیدہا تبعا لہا اور ولد لونڈی کا اُسکے زوج کے نطفہ سے ملک ہے اُسکے مولی کا مان کا تابع
ہو کر وولدہا من مولاہا حرٌ اور لونڈی کا ولد اپنے مولی کے نطفہ سے آزاد ہے اسواسطے کہ وہ ابتداء علوق سے آزاد ہے اسواسطے کہ ابراہیم ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
تھے مگر حُر اور یہ نہین کہ اول مملوک ہو کر ولد مولی کا آزاد ہو جاتا ہے جیسا کہ متبادر ہوتا ہے ہدایہ وغیرہ سے کذا فی منح الغفار وقد یکون حُراً من رقیقین بلا تحریر کان نکح عبد امۃ ابیہ
فولدہ حر لانہ ولد ولد المولی ظہیریۃ اور گاہے دو رقیق کا ولد حُر ہوتا ہے بدون آزاد کرنے کے چنانچہ نکاح کیا غلام نے اپنے باپ کی لونڈی سے تو اُسکا ولد آزاد ہوگا کہ وہ مالک کا
پوتا ہے کذا فی الظہیریۃ وعلیہ فولدہا من سیدہا او من ابنہ او ابیہ حر اور بنا بر قول ظہیریہ کے ولد لونڈی کا اپنے مالک سے یا مالک کے بیٹے سے یا مالک کے باپ سے آزاد ہے اسواسطے
کہ دونون قول قریب سے محرم ملک مین یکسان ہین فرع مسئلہ ملحقۃ شارح کا حملت امۃ کافرۃ لکافر من کافر فاسلم فہل یومر المالک الکافر ببیعہا لاسلامہ تبعا قال فی الاشباہ لم ارہ
قلت الظاہر نہ لا یجبر لانہ قبل الوضع موہوم وبہ لا یسقط حق المالک کافرہ لونڈی ایک کافر کی حاملہ ہوئی دوسرے کافر سے پھر وہ مسلمان ہو گیا یعنی زوج تو لونڈی کے
مالک کافر پر لونڈی کی بیع کا بسبب اسلام جنین کے باپ کا تابع ہو کر حکم کیا جاویگا اسوجہ سے کہ حمل دین مین خیر الابوین کا تابع ہوتا ہے یا نہ حکم کیا جاویگا اشباہ مین کہا کہ مین نے
اسکا حکم کلام فقہا مین مصرح نہین دیکھا شارح باتباع صاحب نہر کہتا ہے ظاہر جواب اس سوال کا یہ ہے کہ مالک پر بیع مین جبر نہ ہوگا اسواسطے کہ حمل قبل ولادت کے امر موہوم ہے
احتمال ہے کہ حمل ہو یا بیماری اور بسبب اس امر موہوم کے مالک کا حق نہ ساقط ہوگا و لہذا خانیہ مین کہا ہے کہ اگر مالک نے اپنی لونڈی کے حمل کی کسیکے واسطے وصیت کی
تو اگر وصیت کے دن اُسکے پیٹ مین بچہ ہو اسطرح پر کہ اقل مدت حمل مین جنی اُس دن سے تو وصیت صحیح ہے اور اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ مین جنی تو وصیت باطل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر

باب عتق البعض

یہ باب ہے عتق البعض کے احکام مین جب پورا عتق مذکور ہو چکا تب ادھورا عتق شروع ہوا اسواسطے کہ ادھورا قلیل الوقوع ہے اور ثواب مین کمتر ہے پورے سے **اعتق بعض عبدہ**
ولو مبہما صح ولزمہ بیانہ آزاد کیا مولی نے اپنے غلام کا کچھ حصہ اگرچہ غیر معین ہو تو بھی صحیح ہے اور لازم ہوگا مالک پر بیان کر دینا بعض مبہم کا امام اعظم کے نزدیک اگر غلام پورا نہ آزاد
کرے بلکہ بعض آزاد کرے تو صحیح ہے خواہ بعض معین کو آزاد کرے چنانچہ نصف یا ثلث یا بعض غیر معین کو آزاد کرے مثلاً یون کہے کہ مین نے بعض غلام کا یا جز غلام کا آزاد کیا
لیکن درصورت ابہام قاضی اُس سے بیان کرا دیگا کہ بعض یا جزو سے کیا مراد ہے نصف یا ثلث اور اگر مالک یون کہے کہ مین نے اپنے غلام کا ایک سہم آزاد کیا تو امام اعظم کے نزدیک
چھٹا حصہ آزاد ہوگا کذا فی المنح **وسعی فیما بقی** وان شاء حرره اور سعی کرے غلام باقی مین اور اگر مولی چاہے تو باقی کو بھی آزاد کر دے یعنی اگر مثلاً سو درم قیمت تھی غلام کی اور مولی
نے آدھا آزاد کیا باقی رہے پچاس درم تو محنت مزدوری کر کے غلام اسقدر مولی کو پہونچاوے تو پورا آزاد ہو جاوے لیکن اُسکا باقی عتق فقط سعی ہی پر منحصر نہین بلکہ اگر مالک بھی
آزاد کر دیگا تو سعی کی کچھ حاجت نہوگی **وہو ای معتق البعض کمکاتب حتی یودی الا فی ثلث بلا رد الی الرق لو عجز ولو جمع بینہ وبین قن فی البیع بطل فیہا ولو**
قتل ولم یترک وفاء فلا قود بخلاف المکاتب اور وہ یعنی معتق البعض مکاتب کے مانند ہے یہانتک کہ باقی کو ادا کرے سعی کر کے مگر تین امر مین مکاتب کے مانند نہین ایک یہ کہ اگر عاجز
ہو سعایت سے تو رق کیطرف نہین پھیرا جاتا بخلاف مکاتب کے کہ وہ بدل کتابت کے عجز سے رقیت کیطرف عود کرتا ہے امر ثانی یہ ہے کہ اگر جمع کیا جاوے درمیان معتق البعض اور
خالص غلام کے بیع مین یعنی دونون کو ساتھ ہی بیچے تو دونون مین بیع باطل ہوگی نہ معتق البعض کی صحیح ہوگی اور نہ خالص غلام اور اگر مکاتب اور خالص غلام کی ساتھ ہی
بیع ہوگی تو مکاتب کی بیع باطل اور خالص کی صحیح ہوگی اور امر ثالث یہ ہے کہ اگر معتق البعض قتل کیا جاوے اور نہ چھوڑا ہو اتنا مال جس سے قدر حاجت ادا ہو تو اُسکے
قاتل پر قصاص واجب نہین اسواسطے کہ اسمین اختلاف ہے کہ وہ آزاد مرا یا غلام تو شبہہ پڑا کہ اُسکے خون کا دعویدار کون ہے اگر وہ غلام تھا تو مولی مدعی ہے اور اگر آزاد تھا
تو اُسکے وارث مدعی ہین بخلاف مکاتب کے کہ بدون ادائے بدل کتابت کے جب وہ مقتول ہوگا تو رقیت اسکی ثابت تھی تو بلا شبہہ اُسکے خون کا مدعی فقط مولی
ہوگا نہ وارث تو مکاتب کے قاتل سے قصاص لیا جاویگا اور اگر معتق البعض کا کوئی وارث نہوگا سوائے مولی کے تو ظاہر اقتضائے تعلیل یہ ہے کہ اس
صورت مین اُسکے قاتل کا بھی قصاص لیا جاوے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الشیخ الرحمتی وقالا من اعتق بعضہ عتق کلہ والصحیح قول الامام قہستانی